بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوباتِ امامِ ربانی

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت مولانا قاضی عالم الدین صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی - پاکستان





مکتوباتِ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

کے اسرارِ شریعت اور معارفِ طریقت سے بھرپور گرانقدر مجددانہ مکاتیب

جلد اول

مترجم

حضرت مولانا قاضی عالم الدین صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ لاہور

نام کتاب	مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ (جلد اول)
تالیف	مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	مولانا قاضی عالم الدین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ
اشاعت	اپریل 2004ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z77
قیمت	کامل سیٹ۔[redacted] روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔فون:7221953 فیکس:۔042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون:7225085-7247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:021-2212011-2630411۔ فیکس:۔021-2210212

e-mail:- zquran@brain.net.pk

فہرست مضامین دفتر اول

خدایا بحق بنی فاطمہ
کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی بر قبول
من و دست و دامان آلِ رسول

پیش گفتار

برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی جن کتابوں کو ان کے اسرار و معارف کے سبب قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا ان میں مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی غالباً سرفہرست ہیں۔ ان مکتوبات کی پذیرائی کا یہ عالم ہے کہ ان کی نقلیں شیخ سرہندی کی حین حیات ہی چار دانگ عالم میں پھیل گئی تھیں اور آج بھی ان کی مقبولیت میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء۔ یہ مکاتیب جملہ امور و مسائل دینی و دنیوی پر بحث کرتے ہیں۔ حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امر تسری ان کا تجزیہ اس طرح کرتے ہیں:۔

"مکتوبات قدسیہ میں زیادہ تعداد ایسے مکاتیب کی ہے جو مسائل شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت پر مشتمل ہیں اور بعض میں مصلحانہ اور مجددانہ انداز میں جادۂ شریعت سے ہٹے ہوئے صوفیہ عظام کی غلط روش اور ان کے ناپسندیدہ افعال پر تنقید کی گئی ہے جن علماء سو کی جاہ پسندی سے اسلام کو جو نقصان عظیم پہنچ رہا تھا اس پر اظہار تاسف کیا گیا ہے۔ اکبر بادشاہ اور اس کے ملحد امراء کے کفریہ عقائد کی وجہ سے دین مبین پر جو مصیبتیں نازل ہو رہی تھیں ان کے دفعیہ کے لئے امراء، علماء اور صوفیہ کو متوجہ کیا گیا ہے۔ ہندوؤں کے میل جول سے مسلمانوں میں قبیح رسوم رائج ہو گئی تھیں ان سے اجتناب اور بدعت کو محو کر کے سنت کو زندہ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ غیر مقلد شیخ مبارک کے بیٹوں ابوالفضل اور فیضی کے ملحدانہ خیالات اور ناپاک عزائم کے اثرات بد، روافض، خوارج، نواصب و دیگر فرق باطلہ کے برے عقائد اور مفاسد و مضار کے استیصال کی کوشش کی گئی ہے۔ تفضیلیہ کو اہل سنت و جماعت سے خارج بتایا گیا ہے۔ عقائد اہل سنت پر پختگی سے کاربند رہتے ہوئے حضرات اہل بیت، شیخینؓ، ختنینؓ اور جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت و احترام کا سبق دیا گیا ہے غرض کہ سیکڑوں مسائل شریعت و طریقت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ہر مکتوب کا لب لباب یہی ہے کہ اسلام کو زندگی کے ہر شعبہ پر مکمل طور پر نافذ کیا جائے شریعت کو طریقت پر مقدم رکھا جائے جو طریقت مخالف شریعت ہے وہ الحاد و زندقہ ہے۔" (مقدمہ از حکیم محمد موسیٰ امر تسری مشمولہ مکتوبات امام ربانی (اردو ترجمہ) مدینہ پبلشنگ

کمپنی کراچی 1970ء)۔

مکتوبات مجدد الف ثانی کے ادق فارسی زبان میں ہونے کے سبب اردو دان طبقہ اس کے معارف سے استفادہ و استفاضہ کرنے سے یکسر محروم تھا۔ ان کی اس محرومی کے ازالہ کے لئے بعض اہل علم نے مکتوبات کا اردو میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی مگر اس بھاری پتھر کو چوم کر چھوڑ دیا اور ان کے ترجمے ادھورے ہی رہ گئے۔ بعض اصحاب نے مکتوبات کے خلاصے مرتب کئے تاکہ مکروہات دنیوی میں جکڑا ہوا طبقہ چند نشستوں میں مکتوبات کے مطالب سے آگاہ ہوسکے۔ ذیل میں ہم ان کوششوں کی تعارفی فہرست پیش کر رہے ہیں۔ اس کے بعد مکتوبات مجدد الف ثانی کے مکمل تراجم کا ذکر خیر ہوگا۔

ا۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کے جزوی تراجم باعتبار توقیت:۔

1۔ الطاف رحمانی (پارۂ اول) ترجمہ اردو مکتوبات امام ربانی۔ مترجم: مولوی محمد حسین ابن مولوی قادر بخش ساکن احمد آباد ضلع جہلم، ناشر: مولوی امام الدین تاجر کتب راولپنڈی 1314ھ (1896ء)۔ پہلے بیس مکتوبات کا ترجمہ (متن فارسی بہ حروف جلی اردو ترجمہ بین السطور)

2۔ مکتوبات امام ربانی مشرح حصہ اول مع سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی۔ مولوی عبدالرحیم منشی فاضل، مولوی فاضل، اسسٹنٹ ایڈیٹر اخبار وکیل امرتسر۔ شرکت ادبیہ امرتسر۔ 1330ھ (1912ء)۔ پہلے حصہ میں خواجہ باقی باللہ کے نام کے مکتوبات چھوڑ کر اگلے سترہ مکتوبات کا ترجمہ و تشریح۔

نوٹ:۔ سیرت مجدد الف ثانی از پروفیسر محمد مسعود احمد۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی 1983ء میں "اردو ترجمہ" کے تحت ایک ہی شخصیت مولوی عبدالرحیم کو شمارہ نمبر 2 و نمبر 6 کے تحت سہو قلم سے الگ الگ ظاہر کیا گیا ہے۔

3۔ گنجینہ انوار رحمانی اردو ترجمہ مکتوبات امام ربانی۔ اسلامی دکان، کشمیری بازار لاہور۔ 1330ھ (1912ء) (ابتدائی چالیس مکتوبات کا اردو ترجمہ)

ب۔ ملخصات مکتوبات امام ربانی:۔

4۔ تلخیص مکتوبات مشمولہ سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی سرہندی۔ علامہ ابوالفضل محمد

احسان اللہ عباسی گورکھپوری۔ ہمدرد کمرشل پریس۔ دہلی 1926ء۔

5۔ دُرِّلاثانی (جلد اول)۔ شاہ ہدایت علی نقشبندی مجددی جے پوری (متوفی 17ر جمادی الثانی 1370ھ)۔ معارف پریس اعظم گڑھ 1357ھ (1938ء)۔

دُرِّلاثانی (جلد دوم و سوم)۔ انتظامی پریس کانپور۔ 1359ھ (1940ء) (دوران زندان ترتیب دی گئی)

(نوٹ):۔ اس ایڈیشن کے بعد تلخیص ہذا مندرجہ ذیل اداروں کی طرف سے بھی شائع کی گئی:۔

ا۔ حکیم محمود علی (خلیفہ شاہ ہدایت علی نقشبندی مجددی)۔ کراچی 1963ء

ب۔ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور 1396ھ (1972ء)

ج۔ ایچ ایم سعید کمپنی۔ ادب منزل کراچی 1400ھ

6۔ تجلیات ربانی (3 جلد)۔ نسیم احمد فریدی۔ دارالفرقان لکھنؤ 1376ھ (1956ء)

7۔ حضرت مجدد الف ثانی کے (36) سیاسی مکتوبات۔ آباد شاہ پوری، مکتبہ چراغ اسلام۔ اردو بازار لاہور 1977ء (آخر میں اس مقالہ کی 35 شخصیات کے حالات بھی شامل کر دیئے گئے ہیں)

ج۔ مکمل تراجم مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ:۔

8۔ "کنز القدیم فی آثار الکریم" کے مطالعہ سے منکشف ہوا کہ مکتوبات کا سب سے پہلے اردو میں مکمل ترجمہ کرانے کی سعادت جناب قبلہ حافظ محمد عبدالکریم صاحب نقشبندی مجددی کو حاصل ہوئی انہوں نے ایک سرحدی مولوی صاحب سے ترجمہ کرایا اور قاضی محمد حسن صاحب ساکن موضع کالس ضلع جہلم سے جو حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کے خلفاء میں سے تھے اور ایک عالم اجل ہونے کے علاوہ بڑے خوشنویس اور کاتب تھے تینوں دفتر تین ضخیم جلدوں میں بمعہ اصل فارسی اور بین السطور اردو ترجمہ لکھوایا جو مدت مدید تک دربار عالیہ میں رہے اور موجودہ مکتوبات (ترجمہ قاضی عالم الدین) کے طبع ہونے کے بعد حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کی اولاد میں سے ایک بزرگوار جو علاقہ یاغستان میں رہتے ہیں ان کو حضرت صاحب نے ہدیۃً عنایت فرمائے۔ (ص 291)

افسوس کہ مصنف کتاب نے نہ تو مترجم کا نام لکھا اور نہ ہی یاغستانی بزرگوار کی جن کو یہ خطی نسخہ عنایت ہوا تھا نشاندہی کی۔ اگر یہ صورت صیغہ خفا میں نہ رہتی تو اس ترجمہ کے فنی محاسن سے بھی آگاہی ہو جاتی۔

9۔ مندرجہ بالا اردو ترجمہ کے بعد حضرت ہی کے ایماء وارشاد پر قاضی عالم الدین "فخر خاندان نقشبندیہ مجددیہ" کو مکتوبات مجدد الف ثانی کا دوسرا مکمل ترجمہ (طباعت کے حوالہ سے پہلا مکمل ترجمہ) کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ ترجمہ حضرت صاحب کی زیر نگرانی پایہ تکمیل کو پہنچا۔ مکتوبات ادق فارسی زبان میں ہیں اور اصطلاحات تصوف سے مملو ہیں جن کے حل کے لئے کسی صاحب حال بزرگ کا تعاون شامل حال ہونا ضروری تھا اور یہ بحمد اللہ مترجم کو اپنے شیخ کی صورت میں آخر تک حاصل رہا۔ اس حوالہ سے کہا جا سکتا ہے کہ مکتوبات کا یہ ترجمہ قارئین کرام کے لئے سہل اور سریع الفہم ہے۔ اس ترجمہ کی اشاعت کی سعادت ملک فضل الدین (اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور) کے حصہ میں آئی جسے بار دوم 1913ء میں شائع کیا گیا۔ (طبع اول غیر مؤرخہ ہے) اور تیسری مرتبہ اس ترجمہ کو ملک صاحب کے فرزند ملک چنن دین نے 1957ء میں شائع کیا۔

10۔ مکتوبات کا تیسرا مکمل ترجمہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی خطیب وامام مسجد حضرت داتا گنج بخش کے ہاتھوں انجام کو پہنچا۔ یہ ترجمہ مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی نے 1970ء تا 1972 کے سہ سالہ عرصہ کے دوران تین جلدوں میں زیور طبع سے آراستہ و پیراستہ کر کے شائع کیا جس کی علمی حلقوں میں خوب پذیرائی ہوئی۔

طبع جدید کے محرکات:۔

مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی کے مکتوبات شیخ مجدد الف ثانی کا اردو ترجمہ از قلم مولانا محمد سعید احمد نقشبندی خطیب وامام مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے حلیہ طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہونے کے بعد اس ترجمے نے ملک گیر شہرت حاصل کر لی مگر اس حقیقت سے بھی صرف نظر نہیں کیا جا سکتا کہ ترجمہ کی قبولیت عام کا سبب "کلِ جدید لذیذ" کے علاوہ مترجم مکتوبات کی اس نسبت کو بھی دخل تھا جو انہیں حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی جامع مسجد کی امامت و

خطابت کے ناطہ سے حاصل تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قاضی عالم الدین کا اردو ترجمہ مکتوبات شریف گوشہ خمول میں چلا گیا۔ گو لاہور کے ایک ادارہ (مکتبہ اسلامیات انار کلی لاہور) نے اس ایڈیشن کا عکس 1988ء میں تو چھاپ دیا مگر طباعت کے جدید تقاضوں کو پیش نظر نہیں رکھا گیا بلکہ مترجم کا نام تک مکتوبات کے حصہ اول سے حذف کر دیا گیا۔ آہ! ع۔ اس حادثہ دوراں کو کیا نام دیا جائے۔

جہاں تک کراچی والے ترجمہ کا تعلق ہے اس کے لئے نہایت دکھ کے ساتھ یہ تلخ حقیقت قارئین کرام کے علم میں لائی جارہی ہے کہ قاضی عالم الدین صاحب اور مولانا سعید احمد نقشبندی کے ترجموں کے تقابلی جائزہ سے یہ معلوم ہوا کہ مولانا نقشبندی صاحب کا ترجمہ بعض مقامات پر معمولی ردوبدل کے بعد قاضی صاحب کے ترجمہ ہی کا چربہ ہے۔ سوائے اس کے کہ قاضی صاحب نے مکتوبات کے عربی و فارسی اشعار کا ترجمہ اردو اشعار میں کیا تھا نقشبندی صاحب نے اردو نثر میں کر دیا۔ بعض مکاتیب میں تو ردوبدل کو بھی گوارا نہیں کیا گیا بلکہ عین مین پورے کے پورے مکاتیب نقطے اور شوشے تک کے فرق کے بغیر نقل کر دیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ رٰجعون، قال اللہ تعالیٰ وقال الرسول کا وعظ کرنے والوں کو یہ کسی صورت زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی علمی خیانت کا ارتکاب کریں۔ ع۔ چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ نقشبندی صاحب اس دار فنا سے دار بقا کو سدھار چکے ہیں۔ ہم یہی دعا کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی لغزش کو معاف فرمائے۔

ایسی صورت حال متقاضی تھی کہ قاضی عالم الدین صاحب کے اردو ترجمہ مکتوبات کو ہر قسم کے غل و غش سے پاک کر کے منقح صورت میں طباعت کے جدید تقاضوں کے مطابق اصل حالت میں بحال کیا جائے۔ اس لئے ضروری تھا کہ ع۔ مردے از غیب بروں آید و کارے بکند۔ بحمد اللہ اس مرد غیب کا قرعہ فال کارکنان قضاء و قدر نے ادارہ ضیاء القرآن گنج بخش روڈ لاہور کے روح رواں جناب الحاج محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب مدظلہٗ، خلف الرشید ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے نام نکال دیا جو نہایت آب و تاب سے یہ ترجمہ شائع کر رہے ہیں۔ ہم صاحبزادہ صاحب کی کتاب دوستی اور معارف پروری کے اوصاف کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے اور اس موقع پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ ع۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں

کنند۔ پیشتر ازیں بھی آپ فقہ حنفیہ کی مشہور کتاب "بہار شریعت" مؤلفہ مولانا امجد علی اعظمی کو اصلی صورت میں بحال کرنے کا معرکہ انجام دے چکے ہیں۔ تاج کمپنی (ناشران قرآن مجید) کے انہدام کے بعد پیدا ہونے والے خلا کو آپ نے قرآن مجید کی متنوع و دلپذیر طباعتیں بازار میں لا کر غیر محسوس طور پر پر کر دیا۔ غرضیکہ اہلسنت والجماعت کا یہ عظیم اشاعتی ادارہ انقلاب بذریعہ کتاب کا فریضہ باحسن طریقہ انجام دے رہا ہے، دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ مہتمم ادارہ و دیگر اراکین ادارہ کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے، آمین۔

صاحب ترجمہ:۔

ہمارے ممدوح اور مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مترجم قاضی عالم الدین نے جب اپنے شیخ طریقت حضرت حافظ محمد عبدالکریم رحمہ اللہ کے سوانح حیات بعنوان "کنزالقدیم فی آثار الکریم" (1355ھ) قلم بند کئے تو اس میں ضمناً اپنے حالات بھی حضرت کے خلیفہ ہونے کے ناطے "خلفائے عظام" کے باب میں قلمبند کر دیئے۔ یہ ابتدائی حالات وہیں سے اخذ کئے گئے ہیں۔

"بندہ موضع بھڈیار، تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا ہے۔ حصول تعلیم کے لئے لاہور گیا۔ وہاں جس جگہ بندہ پڑھتا تھا وہیں مولوی محمد حسین صاحب پسروری بھی پڑھتے تھے۔ مولوی صاحب موصوف حافظ فتح دین صاحب رنگپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے جو حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ ان سے ملاقات ہونے پر اس سلسلہ میں داخل ہونے کا شوق دامنگیر ہو گیا۔ نیز اولیاء کرام کے حالات کتابوں میں ملاحظہ کرتے وقت جب حضرت ابوالحسن خرقانی و بہاء الدین نقشبند و عبید اللہ احرار و مجدد صاحب وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے حالات پڑھتا تو طبیعت میں ایک کشش اور محبت پیدا ہو جاتی۔ جب مولوی صاحب کے پاس شجرہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ دیکھا تو پھر خوشی کی انتہا نہ رہی کہ ہر سہ بزرگوار اسی سلسلہ کے بزرگواروں میں سے ہیں۔ غرض تعلیم سے فارغ ہو کر مولوی صاحب پسرور نوکر ہو گئے اور بندہ کا آب و دانہ بصیغہ ملازمت گوجرانوالہ لے آیا۔ مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ جب حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پسرور تشریف لاویں تو بندہ کو اطلاع دیں۔

تاکہ بندہ شرف زیارت وبیعت سے مشرف ہو سکے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد مولوی صاحب کا خط آیا کہ جناب قبلہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ رونق افروز ہیں۔ ایک دو دن تک ان شاء اللہ پسرور آجائیں گے تم رخصت لے کر آجاؤ۔ خط پڑھ کر دل نہایت خوش ہوا۔ دوسرے دن رخصت کے واسطے بندوبست کر ہی رہا تھا کہ مولوی صاحب کا خط آگیا کہ جناب قبلہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ ہی سے واپس تشریف لے گئے ہیں۔ اس لئے اب نہ آویں۔ بندہ کی وہ سب خوشی غم ورنج سے بدل گئی اور اس سے بڑھ کر زیادہ صدمہ لاحق ہوا۔ جبکہ آٹھ دس روز کے بعد مولوی صاحب کا خط آگیا کہ جناب خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو چکا ہے اس صدمہ جانکاہ سے اپنی بد قسمتی پر روتا تھا اور اپنی ناکامی پر ماتم کرتا تھا۔ اسی سراسیمگی اور پریشانی کی حالت میں ایک دن پھرتا ہوا بازار میں آنکلا۔ وہاں ایک کتب فروش کی دکان پر بابو کرم الدین صاحب مرحوم ومغفور بیٹھے ہوئے تھے۔ بندہ کے واقف نہیں تھے اور نہ ہی بندہ ان کو جانتا تھا مگر وہ دکاندار ہم شہری ہونے کے باعث ان سے واقف تھا اور بندہ کا بھی واقف تھا۔ بندہ بھی اس کے پاس بیٹھ گیا۔ سلسلہ گفتگو چلتے چلتے حضرت بابو صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ سخن حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچا تو بابو صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس قدر زار زار رونے لگے کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ چونکہ بندہ کو بھی حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ ان سے دریافت کیا کہ یہ بزرگ آپ کے کیا لگتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ میرے پیرومرشد ہیں۔ پھر بندہ نے اپنا سارا قصہ سنایا اور عرض کیا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ ان کے کسی خلیفہ صاحب یا فرزند ارجمند کا پتا دیں جن کے غلاموں میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہو جاوے۔ بابو صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتلایا کہ راولپنڈی شریف میں جناب حافظ جی صاحب ان کے کامل ومکمل خلیفہ موجود ہیں۔ ان سے رابطہ پیدا کرو۔ چنانچہ بندہ نے بھی اور حضرت بابو صاحب نے بھی بندہ کی طرف سے پے در پے نیاز نامے لکھے۔ جن کا جواب یہی آتا رہا کہ جب کبھی بارادہ سفر گوجرانوالہ آنے کا اتفاق ہوا تو دیکھا جاوے گا۔ غرض جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ گوجرانوالہ تشریف لائے تو بابو صاحب نے بندہ کو اطلاع کر دی۔ بابو صاحب خود لالہ موسیٰ سے گوجرانوالہ آگئے۔ ان دنوں صرف بابو صاحب کے گھر کے چند آدمی

بیعت تھے۔ انہی کے مکان پر قیام تھا۔ بندہ عصر کے وقت حاضر خدمت ہو گیا۔ شام کی نماز کے لئے جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ قبرستان کی مسجد میں تشریف لے گئے۔ نماز کے بعد بابو صاحب نے عرض کیا کہ جناب قاضی صاحب حاضر ہیں اور بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ قبلہ عالم نے فرمایا کہ پڑھے لکھے مولوی آزمائش اور امتحان کے لئے آتے ہیں۔ خالص نیت سے نہیں آتے بندہ نے عرض کیا۔ کہ حضور عالی! بندہ محض خالصاً لوجہ اللہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہے کسی دنیاوی غرض کے لئے نہیں آیا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس بات سے بہت خوش ہوئے اور پھر بندہ کو بیعت فرمایا اور بہت شفقت وعنایت فرمائی اور فرماتے رہے۔"

آثار الکریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی عالم الدین صاحب حضرت حافظ عبدالکریم کے چہیتے خلفاء میں سے تھے۔ سفر وحضر میں اکثر آپ کی مشایعت میں رہتے اور آپ کی خدمت اور کفش برداری کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھتے۔ ایسے اسفار کی نشاندہی جن میں آپ حضرت کے ہمرکاب رہے آثار الکریم میں جستہ جستہ مقامات پر کی گئی ہے۔ حضرت اکثر اسفار اولیائے کرام اور مشائخ عظام کے مزارات کی زیارت کے لئے اختیار فرماتے۔ قبلہ عالم جن مزارات پر تشریف لے جاتے وہاں متوجہ بروح پر فتوح ہو کر برکات وافاضات بے غایات سے مشرف ومعزز فرمائے جاتے۔ ساتھ کے ساتھ آپ کے یہ خادم خاص بھی ان نوازشات سے حظ وافر پاتے اور اولیائے کرام کی روحانیت سے استفاضہ فرماتے۔ ایسے اسفار کی روداد انہوں نے آثار الکریم میں بڑے دلچسپ پیرائے میں قلمبند کی ہے اور ان مردان پاک کی حضوری میں جو نوازشیں اور عنایتیں ہوئیں ان کا برملا اظہار بطور تحدیث نعمت کیا ہے۔ چنانچہ حضرت کے ساتھ سفر اجمیر شریف میں انہیں خواجہ خواجگان حضرت معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ عالیہ سے دستار فضیلت عطا ہوئی اسی طرح سرہند شریف کے سفر مقدس میں بھی غالباً دو مرتبہ حضرت کا ساتھ نصیب ہوا۔ ایک مرتبہ تو حضرت مجدد الف ثانی کے مزار کی زیارت کے وقت عالم بے خودی میں دیگر عجائبات کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت نصیب ہوئی جب کہ دوسری مرتبہ کے سفر سرہند شریف میں خواجہ محمد معصوم (فرزند حضرت مجدد الف ثانی) کی عالم رؤیا میں زیارت نصیب ہوئی تو خواجہ محمد معصوم نے حضرت مجدد الف ثانی کے

وضو کرنے کا طریقہ آپ کو تعلیم فرمایا۔

آثار الکریم میں اپنے پیرِ و مرشد کے حالات قلمبند کرنے کے ضمن میں وہ اپنی خدمات کا ذکر بھی نہایت عجز و انکسار کے پیرایہ میں کرتے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب انہوں نے مکتوبات مجدد الف ثانی کا اردو میں ترجمہ کیا تو اس کا سہرا بھی حضرت کے سر باندھا۔ ان کے اظہار عجز کے انداز سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ مکتوبات کے مترجم ان کے شیخ طریقت ہیں نہ کہ خود قاضی عالم الدین صاحب۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ :۔

مترجم اگرچہ راقم الحروف کو ٹھہرایا گیا ہے مگر من آنم کہ من دانم۔ یہ تمام جناب حضرت کی نظر کیمیا اثر کا نتیجہ ہے۔ بعض مقامات ایسے تھے کہ جن کا سمجھنا سوائے صاحب حال کے محال تھا۔ جناب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زیر نگرانی اس مسکین سے یہ کام کرایا اور جیسا چاہا لکھوایا۔ الامر فوق الادب کے مطابق جو ارشاد ہوا بندۂ مسکین بجالایا۔ (ص 293 آثار الکریم)

ترجمہ اردو کی تکمیل پر حضرت صاحب نے قاضی صاحب کو "فخر خاندان نقشبندیہ مجددیہ" کے لقب دلپذیر سے نوازا۔

شاعری:۔ آثار الکریم اور اردو ترجمہ مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کو شاعری سے بھی خاصا لگاؤ تھا۔ فارسی، اردو اور پنجابی تینوں زبانوں میں مشق سخن کرتے رہے۔ مسکین تخلص کرتے تھے۔ آثار الکریم کی ابتداء اپنے شیخ طریقت حاجی حافظ محمد عبدالکریم کی منقبت سے کی ہے جس کا مقطع اس طرح ہے: ؎

اسم دارد بامسمیٰ اے فہیم — ہست محبوب خدا عبدالکریم

جب کہ کتاب کا اختتام مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات پر کیا ہے۔ اس مناجات کے آخری دو اشعار ملاحظہ ہوں: ؎

گرچہ یہ مسکین ہے بڑھ کر برا — تیرا ہی بندہ ہے در پر آگرا

کر مجھے تو رد یا مجھ کو قبول — ہے مرا ہاتھ اور دامان رسول

فن تاریخ گوئی پر بھی انہیں دسترس حاصل تھی۔ چنانچہ جب ان کے شیخ طریقت کا مورخہ

28/ صفر المظفر 1355ھ مطابق 20/ مئی 1936ء کو انتقال پر ملال ہوا تو انہوں نے فی البدیہہ یہ قطعہ سنہ وصال تصنیف فرمایا:

حافظ عبدالکریم باکمال و بے مثال　　کرد رحلت سوئے جنت چوں بحکم ذوالجلال
بندۂ مسکین عاجز گفت از رنج وملال　　"قطب عالم کعبۂ کونین" تاریخ وصال

1355ھ

مکتوبات مجدد الف ثانی میں جہاں جہاں فارسی یا عربی کے اشعار استعمال ہوئے ہیں قاضی صاحب نے ان اشعار کا ترجمہ ہم وزن اردو اشعار میں کر کے اپنی فنی چابکدستی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

تصانیف:۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کے اردو ترجمہ کے علاوہ انہوں نے اپنے شیخ طریقت حضرت حافظ، حاجی محمد عبدالکریم نقشبندی مجددی کی سوانح عمری بعنوان "کنز القدیم فی آثار الکریم" تصنیف فرمائی جو حمایت اسلام پریس لاہور سے 1937ء میں اشاعت پذیر ہوئی۔ سلوک نقشبندیہ میں بھی انہوں نے ایک کتاب "ہدایت الانسان الی سبیل الفرقان" تصنیف کی جسے اللہ والے کی قومی دکان لاہور نے شائع کیا۔

پنجابی میں چرخہ اور سی حرفی بھی آپ سے یادگار ہیں۔ قاضی صاحب (مدفون گوجرانوالہ) کی مزید علمی فتوحات، تفصیلی حالات اور ان کی تاریخ وصال کا فی الحال علم نہیں ہو سکا۔ کتاب منتظر اشاعت ہے اور مزید انتظار کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ ادھر مہتمم ادارہ کا بھی اصرار ہے کہ "کچھ ہونا کچھ نہ ہونے سے بہتر ہے" کے مصداق اسے فی الحال انہی تعارفی کلمات کے ساتھ چھاپ دیا جائے۔ مطلوبہ کوائف کی دستیابی کے بعد انہیں بعد کے ایڈیشن میں شریک اشاعت کر لیا جائے گا۔ **وما توفیقی الا باللہ۔**

لاہور 26/ ربیع الثانی 1421ھ بمطابق 21/ جولائی 2000ء　　محمد عالم مختار حق

جواہر مُجدّدیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی زَانَ الْبَشَرْ   بِالْعُلُوْمِ الْخَاصِ كَالدُّرَرِ الْفُرَرْ
فَاصْطَفٰی مِنْهُمْ حَبِیْبًا وَّاٰلَهٗ   بِالتَّحِیَاتِ الَّتِی لَا تُنْحَصَرْ

بعد حمد شریف حضرت خالق الموجودات و نعت لطیف جناب سید الکائنات بہ احقر البریّات متوسّل سلسلہ بہیّہ طریقہ مجدّدیہ کمترین بندگانِ فقیر احمد حسین خان سنی حنفی امروہی ثم الحیدر آبادی سجادہ نشین والدی قطب زمان حضرت حافظ محمد عباس (1) علی خان قادری نقشبندی مجدّدی امروہی قدس سرّہ العزیز اولادِ خاص صاحب الطریقت سید شمس الدین امیر کلال رضی اللہ عنہ عرض پرداز ہے کہ بفحواءِ عِنْدَ ذِكْرِ الْاَ بْرَارِ تَنَزُّلُ الرَّحْمَةُ اور بمصداق حَكَايَاتُ الْمَشَائِخِ جُنْدٌ مِنْ جُنُوْدِ اللّٰهِ ☆ مقربان بارگاہ الٰہی کے حالات کا تذکرہ باعث نزولِ رحمت اور سبب حفظان ایمان ہے اور پیران طریقت کی یادگاری مریدان باعقیدت کیلئے روح وریحان شعر۔

اَعِدْ ذِكْرَ نُعمَانَ لَنَا اِنْ ذِكْرَهٗ   هُوَ الْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهٗ يَتَضَوَّعُ

(یعنے بار بار نعمان (امام اعظمؒ) کا ذکر کرو۔ کہ ان کے ذکر مثل مشک کی ہے۔ جس قدر کرو گے خوشبو آئیگی) بالخصوص اشاعت تصانیف بزرگان دین کے موقع پر ضرور ہے کہ ان کے حالات کی بھی صراحت کی جائے۔ کہ قارئین با تمکین کو کماحقہٗ واقفیت، معرفت تام اور استفادۂ عام حاصل ہو۔ لہٰذا فقیر عفی عنہ نے ترجمہ مکتوبات قدسی آیات کلام معارف نظام سلطان طریقت بُرہان حقیقت کاشف اسرار سبع مثانی بحر مواج ہمہ دانی شمع بزم عرفانی مقتدائے ارباب معانی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ الروحانی کے ساتھ میں آپ کے صحیح اور مختصر حالات اردو زبان میں جمع کر کے (حسب فرمائش) ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین صاحبان نے مکتوبات شریفہ میں شریک کروائے۔ اور نام اس کا جواہر مجددیہ رکھا کہ طالبان خدا و سالکان راہ صفا مستفید ہوں۔ اور اس ناچیز کو دعاء خیر سے یاد فرمائیں۔ پس یہ مجموعہ منقسم ہے چار جوہروں پر۔

1۔ آپ کا شجرہ بواسطہ حضرت مولانا سید شاہ فخر الدین احمد عرف حضرت حکیم بادشاہ الہ آبادی و مولانا سید محمد عاشق و مولانا شاہ ابوالحسن نصیر آبادی و مولانا مراد احمد تھانیسری و مولانا نعیم اللہ بھڑائچی حضرت میرزا جانجان شہید میں ملتا ہے، یہ وہی مولانا نعیم اللہ ہیں جن کو حضرت مرزا صاحب نے ہر سہ جلد مکتوبات شریف دے کر فرمایا تھا کہ لو امانت حضرت مجدد علیہ الرحمۃ آپ کے تفویض کی گئی۔

پہلا جوہر آپ کے ابتدائی اور خاندانی حالات کے بیان میں

دوسرا جوہر آپ کی ولادت آپ کے علم شریعت اور علم طریقت کے بیان میں

تیسرا جوہر آپ کے مخصوص کمالات اخلاق اور اعمال کے بیان میں

چوتھا جوہر آپ کی تصانیف، تعلیم، وصال، صاحبزادگان اور خلفاء کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ☆

پہلا جوہر

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے ابتدائی اور خاندانی حالات کے بیان میں

آپ کا نام، لقب، مذہب اور طریقہ

نظم
کے قدرت جو لکھے نامِ نامی شاہ والا کا — قلم بالِ ہما کا ہو کہ شاخِ پاکِ طوبیٰ کا
وہ نور حق نما احمد، احد سے ہے ظہور اس کا — محیط بحر عرفان سے رنگین ہے عرش اعلیٰ اُس کا

آپ کا نام نامی احمد لقب بدر الدین کنیت ابوالبرکات منصب خزینۃ الرحمۃ قیوم زمان مجدد الف ثانی اور عرف امام ربانی محبوب صمدانی۔ مذہب آپ کا حنفی ہے۔ طریقہ آپ کا مجددیہ۔ جامع کمالات۔ جمیع طرق قادریہ۔ سہروردیہ۔ کبرویہ۔ قلندریہ۔ مداریہ۔ نقشبندیہ۔ چشتیہ۔ نظامیہ وصابریہ ہے۔

آپ کا نسب

نظم
نسب تحریر کیا ہو اُس شہ گردوں مقامی کا — شرف خورشید پا سکتا نہیں جس کی غلامی کا
شہنشاہوں کے دل ہیبت سے جس کے ہوگئے پانی — وہی فاروق اعظم نام ہے جدِ گرامی کا

آپ کا نسب عالی ۲۷ واسطوں سے امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس طرح متصل ہے۔

حضرت شیخ احمد[۱] بن مخدوم، عبد الاحد[۲] بن شیخ زین[۳] العابدین بن شیخ عبدالحی[۴] بن شیخ حبیب[۵] اللہ بن امام رفیع[۶] الدین ربانی قلعہ سرہند شریف بن شیخ نصیر[۷] الدین بن شیخ سلیمان[۸] بن شیخ یوسف[۹] بن شیخ اسحاق[۱۰] بن شیخ عبداللہ[۱۱] بن شیخ شعیب[۱۲] بن شیخ احمد[۱۳] بن شیخ یوسف[۱۴] بن شیخ شہاب[۱۵] الدین معروف بہ فرخ شاہ کابلی بن شیخ نصیر[۱۶] الدین بن شیخ محمود[۱۷] بن شیخ سلمان[۱۸] بن شیخ مسعود[۱۹] بن شیخ عبداللہ[۲۰] واعظ اصغر بن شیخ عبداللہ[۲۱] واعظ اکبر بن شیخ ابو الفتح[۲۲] بن شیخ اسحٰق[۲۳] بن شیخ ابراہیم[۲۴]، شیخ ناصر[۲۵] بن شیخ عبداللہ[۲۶] بن سیدنا عمر[۲۷] بن الخطاب[۲۸] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن نفیل[۲۹] بن عبد العذی[۳۰] بن ریاح[۳۱] بن عبداللہ[۳۲] بن قرط[۳۳] بن زراح[۳۴] بن عدی[۳۵] بن کعب[۳۶] بن لوی

کعب کا نسب حضرت ابونا آدمؑ تک بتوسط ۴۰ واسطوں کے منتہی ہوتا ہے اور آنحضرت ﷺ کا نسب مبارک ۷ واسطوں سے کعب تک اس طرح منتہی ہوتا ہے۔ محمد بن عبداللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد المناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب۔

کعب کا زمانہ ظہور آنحضرت ﷺ سے ۵۶۰ سال پہلے اور رفع حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۷۵

سال بعد تھا۔ کعب کی یہ عادت تھی کہ ہمیشہ قریش کو جمع کر کے وعظ اور پند کیا کرتے اور اپنے فصیح و بلیغ نظموں سے ان کو آنحضرت ﷺ کے ظہور کا مشتاق بناتے تھے منجملہ ان کا ایک شعر یہ بھی ہے۔

عَلٰی غَفْلَةٍ یَاْتِی النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ فَیُخْبِرُ اَخْبَارًا صُدُوْقًا خَبِیْرُهَا

ترجمہ: غفلت میں ہی رہ جائیں گے اور نبی محمد ﷺ آجائینگے اور ایسی سچی خبریں سنائیں گے جن سے ان کی سچائی کی تصدیق ہوگی۔

آپ کے خاندانی حالات

آپ کے جملہ بزرگ چرخ ولایت و عرفان کے آفتاب برج ہدایت ایمان کے ماہتاب تھے۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم خلیفہ رسول اللہ ہیں اور عبداللہ جلیل القدر صحابی ہیں جن کی شادی حضرت فاطمہ بنت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

بقول ابو جعفر محدث آپ کی اولاد داخل سادات ہے۔ شیخ ناصر اور ابراہیم تابعین اسحٰق اور ابراہیم تبع تابعین سے ہیں۔

واعظ اصغر تک یہ خاندان ملک حجاز میں ہی رہا۔ شیخ مسعود خلفائے عباسیہ کے اصرار سے دار الخلافۃ بغداد شریف میں آکر مقیم ہوئے۔ شیخ سلیمان نے اپنے خاندانی علوم تحصیل کر کے حضرت سری سقطی سے بھی بغداد کہنہ میں خلافت پائی۔ اس سلسلہ کا نام سری سقطیہ ہے۔

فرخ شاہ کابلی کے حالات

آپ حضرت فریدالدین مسعود گنج شکر کے بھی جد اعلیٰ ہیں۔ یعنی فریدالدین بن شیخ جمال الدین سلیمان بن قاضی شعیب بن محمد احمد بن محمد یوسف بن شیخ محمد بن فرخ شاہ آپ اعاظم وزرائے سلاطین کابل سے تھے۔ مسلمان حکمرانوں میں آپ پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے ہندوستان پر حملہ کیا ہے، بت خانے منہدم کئے، مسجدیں تعمیر کرائیں، بت پرستوں کو ذلیل اور کفار و مشرکین کو تہ و تیغ کیا۔ سرکش، جوگیوں، رکھیوں کو قتل کیا۔ اس کے بعد آپ نے مختلف ممالک ایران، توران، بدخشان اور خراسان کو مسخر کیا۔ تخت گاہ کابل میں افغانوں اور مغلوں میں زمینداری تقسیم کی۔ اور مستحکم حدود قائم کئے۔ جو اب ۱۳۳۱ء تک حسب حال برقرار ہیں۔ آخر العمر آپ نے امارت ترک فرما کے ایک درہ میں جو شہر کابل سے تھوڑے فاصلہ پر تھا۔ عزلت اختیار فرمائی۔ اب وہ درّہ فرخ شاہ کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ یوسف اپنے والد بزرگوار حضرت فرخ شاہ کابلی کے بعد جانشین ہوئے۔ اور آخر عمر میں انہوں نے بھی سب جاہ و جلال دنیاوی ترک کر دیا اور گوشہ نشین ہو گئے تھے۔

احمد بن یوسف بن فرخ شاہ نے علاوہ تعلیم خاندانی حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے

بھی خلافت پائی۔ ان کے بعد ان کے فرزند شیخ شعیب خلیفہ و جانشین ہوئے۔ ان کے بعد ان کے فرزند شیخ عبداللہ جانشین ہوئے اور انہوں نے حضرت بہاء الدین زکریا سے بھی خلافت پائی۔ بعدہٗ خلافت خاندانی تلاش سہروردیہ یکے بعد دیگرے خاندان ہی میں منتقل ہوتی رہی حتیٰ کہ حضرت امام رفیع الدینؒ خلیفہ ہوئے۔

امام رفیع الدینؒ کے حالات

آپ جامع علوم ظاہر و باطن تھے اپنے والد ماجد کے خلیفہ اتم ہوئے۔ بعدہٗ بہت سے مشائخ کبار سے استفادہ کیا، جن کی تعداد قریب (۴۰۰) کے کتب تواریخ میں درج ہے۔ بالآخر آپ بمقام اوچ علاقہ ملتان میں سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں کے خلیفہ اکمل ہوئے اور بلحاظ تقدس مخدوم صاحب نے آپ ہی کو اپنا امام نماز مقرر فرمایا۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ کے ایک صاحبزادہ صاحب کسی بلندی پر کچھ گا رہے تھے راہ سے کوئی عورت جا رہی تھی۔ آواز سن کر متاثر ہوئی اور گر گئی۔ اس کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ لڑکے کی گردن کیوں نہیں ٹوٹی۔ فوراً ہی لڑکا اوپر سے زمین پر گرا اور گردن ٹوٹ کر مر گیا۔

تعمیر قلعہ و بناء شہر سرہند

صحیح لفظ یہ سہرند مرکب (سہر شیر اور رند جنگل) سے تھا۔ کثرت استعمال سے سرہند ہو گیا۔ یہ نام رکھنے کی وجہ تواریخ میں اس طرح لکھی ہے کہ کبھی اس مقام پر ایک وحشت ناک جنگل شیروں کا موطن تھا۔ ایک روز فیروز شاہ خلجی کے عہد میں اس جنگل میں سے عمال شاہی خزانہ کو لاہور سے دہلی لے جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک شخص عارف و صاحبدل تھا۔ اس نے وہاں چشم باطن سے ایک نور تحت الثریٰ سے فوق العرش تک محیط ملاحظہ کیا اور خیال کیا کہ کیا عجب ہے یہاں سے کوئی بزرگ جلیل القدر ظاہر ہوں۔ پس جب یہ صاحبدل دہلی پہنچے۔ تو بادشاہ کے پیر مخدوم جہانیاں سے جو وہاں آئے ہوئے تھے۔ اس کا تذکرہ کیا ان پر ان کا بہت بڑا اثر ہوا۔ انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ ہمارے سلسلہ میں سینہ بسینہ یہ وصیت چلی آتی ہے کہ ہندوستان میں زمانہ رسالت سے ایک ہزار سال بعد ایک بزرگ وحیدِ امت پیدا ہو گا۔ جو امام وقت مجدد اسلام اور فیضان ولایت و نبوت سے مالا مال ہو گا۔ اور اولیاء سابقین کی سب نعمتیں اس کو حاصل ہو نگی۔ اس کے ظہور کا مقام آج فلاں جنگل میں معلوم ہوا ہے۔ وہاں کچھ آبادی بھی ہو جائے۔ تو بہتر ہے۔ بادشاہ نے اپنے وزیر خواجہ فتح اللہ کو بطور خاص اس کام کی سربراہی کی خدمت سپرد فرمائی۔ وہ فی الفور کئی ہزار آدمی ہمراہ لیکر اس جنگل میں تشریف لے گئے۔ اور ایک مرتفع مقام پسند کر کے قلعہ کی بنیاد رکھی۔ اور تعمیر میں مصروف ہوئے مگر جس قدر تعمیر کا حصہ دن کو تیار ہوتا تھا۔ رات

کو سب گر جاتا تھا۔ ہر چند اس کا تجسس کیا گیا۔ سبب دریافت نہ ہوا۔ بادشاہ کو اطلاع دی۔ بادشاہ نے مخدوم صاحب کی خدمت میں عرض کرایا۔ آپ نے اپنے خلیفہ امام نماز رفیع الدین کو جو وزیر موصوف کے برادر خرد تھے۔ اس کام کی سربراہی کیلئے مامور فرمایا اور وہاں کی قطبیت اور ولایت دیکر روانہ کیا۔ انہوں نے برسر موقع پہنچ کر اپنے نور باطن سے اس کا سبب دریافت کیا۔ تو یہ معلوم ہوا کہ شاہی پیادوں نے شاہ شرف بو علی قلندر کو بیگار میں پکڑ کر کام میں لگا رکھا ہے وہ رات کو اثر ڈال کر کل عمارت گرا دیتے ہیں۔ آپ نے قلندر صاحب سے بہت معذرت کی۔ اور ان کا اعزاز کیا تو قلندر صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کے بلوانے کیلئے ایسا کرتا تھا۔ اب اللہ نے آپ کو ایک وحید امت کی ولادت کیلئے یہاں بھیجا ہے جو تمام روئے زمین سے کفر و شرک کی ظلمت کو دور کرے گا پھر ان دونوں صاحبوں نے ملکر ۷۶۰ھ میں بسم اللہ کہہ کر قلعہ کی بنیاد رکھ دی جو تھوڑی مدت میں تیار ہو گیا شہر آباد اور پر رونق ہوا۔

سرہند مگو کہ رشک چین است　　　خلدیست بریں کہ برزمین ست

سرہند شریف میں شاہجہان بادشاہ نے جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور آپ کی اولاد کا مرید اور نہایت معتقد تھا۔ ۱۰۴۴ھ میں ایک عالی شان محل اور باغ تعمیر کرایا۔ ۱۰۷۷ھ تک شہر کی آبادی اور ترقی رہی۔ بعدہ جب سلطان اورنگ زیب تسخیر ممالک دکن میں مصروف ہو گیا۔ یہاں سکھوں نے موقع پر شہر کو لوٹ مار کر کے اجاڑ دیا۔ شہر سرہند کا یہ خراب، تاریخ ویرانی ہے۔ اب کچھ کچھ آبادی باقی ہے۔ ہر سال ۲۶ صفر سے ۲۸ صفر تک حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا عرس ہوتا ہے۔ ہزارہا برگزیدہ بزرگ جمع ہو کر فیض حاصل کرتے ہیں۔ اس عرس میں شرع شریف کی پابندی ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ صبح شام صرف کلام اللہ شریف کا ختم ہوتا ہے۔ بعض صاحب نعتیہ عمدہ عمدہ قصیدے بھی پڑھتے ہیں۔ یہ شہر دہلی کے شمال و مغرب میں ۳۷ فرسنگ اور لاہور سے بجانب مشرق ۳۳ فرسنگ اور کابل سے ۱۲۵ فرسنگ واقع ہے۔

آپ کے والد ماجد اور حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ سے بیعت

قدوۃ العارفین مخدوم عبدالاحد قدس سرہ آپ کے والد ماجد اور پیر طریقت ہیں۔ عین عالم شباب میں آپ کو جاذبہ الٰہی و عشق خداوندی سے حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی کی خدمت میں پہنچایا۔ ان سے بیعت کی تلقین اذکار اور اورادِ ضروری پائے۔ آپ کے آستانہ عالیہ پر قیام کر کے کسب سلوک کی درخواست کی۔ شیخ نے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ پہلے آپ علوم دینیہ حاصل کریں۔ بعدہ اس علم کے حاصل کرنے کے لئے کمر ہمت باندھیں تو مناسب ہے کہ درویش بے علم مثل طعام بے نمک کے ہے۔ تب آپ نے عرض کیا مجھے اپنی زیست کا اعتبار نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا اس کا وقت ابھی بہت

دور ہے۔ اللہ پاک کو آپ سے ایک خاص کام لینا ہے۔ آپ کی پیشانی میں ایک ولی برحق کا نور جلوہ گر ہے۔ اس کا ظہور ہونا ضروری ہے اگر میں زندہ رہا تو اس کو وسیلہ قرب الٰہی گردانوں گا۔ اس کے بعد آپ نے شیخ کی کبر سنی کی طرف خیال کیا۔ فوراً ہی شیخ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں خود تمہارے علوم دینیہ کی تکمیل کرنے کے وقت تک بقید حیات نہ رہا تو ہمارا صاجزادہ موجود ہے۔ آپ یہ مصرعہ پڑھتے ہوئے وہاں سے رخصت ہوئے۔ ع

صبرے کنیم تا کرم او چہا کند

آپ تحصیل علوم دینیہ سے فارغ ہونے نہ پائے تھے کہ شیخ کے وصال کی خبر ملی بہت حسرت و افسوس کیا۔ پھر بعد تکمیل تحصیل علم آپ مختلف شہروں کی سیاحت کرتے ہوئے کئی سال کے بعد شیخ قدس سرۃ العزیز کے آستانہ پر حاضر ہوئے۔

جناب مخدوم کی حضرت صاجزادہ شیخ رکن الدین سے خلافت

صاجزادہ شیخ رکن الدین قدس سرۃ العزیز سجادہ نشین کی حضرت شیخ قدس سرہ جناب مخدوم کی تعلیم کے متعلق ہدایت فرما گئے تھے۔ انہوں نے اس کے بموجب آپ کا کمال اعزاز کیا۔ بہت سے جلد فوائد اور برکات سے بہرہ یاب کر کے ۹۷۹ھ میں آپ کو طریقہ قادریہ اور چشتیہ صابریہ کا خرقہ خلافت عنایت فرمائی۔ فصیح و بلیغ عربی عبارات میں خلافت نامہ عطا کیا۔ اس موقع پر تیمناً اس کے شروع کا ایک شعر نقل کیا جاتا ہے ؎

بَشْرٰی لَقَدْ اَنْجَزَ الْاِ قْبَالُ مَا وَعَدَا وَ کَوْکَبُ الْمَجْدِ بِالْاُفُقِ الْعُلٰی صَعَدَا

ترجمہ منظوم:

بشریٰ تراکہ دولت واقبال رونمود انجاز وعدہ کرد و نقابے زرخ کشود
در آسمان رخصتے شمے بر آمدہ نورے ازاں بتافتہ اندر جہاں نمود

جناب مخدوم کی حضرت شاہ کمال کیتلی قادری سے خلافت

شاہ صاحب اکثر قصبہ پائل میں سرہند شریف سے جو چار فرسنگ پر ہے مقیم رہتے تھے۔ حضرت مخدوم نے وہیں ان کی خدمت میں حاضر رہ کر سلوک طریقہ قادریہ طے کیا اور فوائد و برکات بالخصوص نسبت فردیت حاصل کی۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے شاہ صاحب کی نسبت اپنی کتاب مبدء و معاد میں الفاظ صاحب جذبات قویہ و خوارق عظیمہ تحریر فرمائے ہیں۔ آپ بحالت جذبہ رات دن جنگل و بیابانوں میں پھرا کرتے تھے۔ جب رات ہو جاتی تھی۔ اکثر صحرا لق و دق میں شہر ظاہر ہو جاتا۔ آپ وہاں چلے جاتے

اس شہر کے باشندے آپ کی خدمت کرتے۔ کھلاتے پلاتے، آرام سے رکھتے۔ جب صبح ہوتی وہ شہر نظروں سے غائب اور باشندے ندارد ہو جاتے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم کو جب خاندان قادریہ کے مشائخ کا کشف ہوتا ہے۔ تو بعد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے شاہ صاحب جیسا کوئی بزرگ نظر نہیں آتا۔ بتاریخ ۱۹ جمادی الثانی ۹۲۱ھ بعمر ۸۰ سال شاہ صاحب نے وصال فرمایا۔ قصبہ کیتھل مضافات سرہند شریف میں دفن ہوئے۔

جناب مخدوم کا بعض شیوخ سے استفادہ

آپ نے کابل سے بنگالہ تک سیاحت فرمائی۔ شہر رہتاس میں حضرت شیخ الہ داد سے اور جونپور میں حضرت سید علی قوام نظامی اور دیگر مشائخ کرام سے استفادہ فرمایا۔

جناب مخدوم کی خوارق و کرامات

اکثر آدمی آپ سے فرماتے تھے کہ ہم نے آپ سے مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ یا بغداد شریف میں ملاقات کی تھی۔ آپ انکسار کر کے فرماتے۔ بھائی میں تو وہاں کبھی نہیں گیا۔ ایک مرتبہ کا واقع ہے کہ رات کو کوئی شخص اتفاقاً آپ کے حجرہ میں چلا گیا۔ اور آپ کے ہر عضو کو علیحدہ علیحدہ پڑا ہوا پایا۔ باہر نکلا اوروں سے بیان کیا۔ لوگ اندر گئے دیکھا تو آپ کو ذکر و شغل میں مصروف زیب مسند پایا۔ آپ سے واقعہ عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس کا ذکر کسی سے نہ آنے پائے۔

جناب مخدوم صاحب کی تصانیف

علم شریعت و طریقت میں کئی رسالے آپ کے تصنیف ہیں۔ ان میں سے اسرار شہد اور کنوز الحقائق مشہور ہیں۔ ان کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو کچھ اسرار و حقائق آپ نے ان میں لکھے ہیں سب الہامی ہیں۔

جناب مخدوم کے عقائد اور ان کی تعلیم

آپ اصولاً و فروعاً حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کے متبع اور انہیں کے عقائد کے مقلد تھے اور ان کے کلام کے دقائق اور اسرار کے بیان میں آپ ید طولیٰ رکھتے تھے۔ کتاب تصوف میں سے عوارف المعارف و فصوص الحکم اور مواقع النجوم و دیگر تصانیف شیخ نہایت ہی عمدگی سے آپ پڑھاتے تھے۔ مسئلہ وحدۃ الوجود کی تفہیم وجودی طریقہ سے کرتے اور فرماتے تھے کہ ہمارا حال و مشرب یہ ہے کہ جو کچھ نظر آرہا ہے۔ واحد حقیقی ہے کہ بعنوان کثرت نمودار ہوا ہے اور اپنے شیخ گنگوہی علیہ الرحمۃ کا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ آپ نے ایک روز ارشاد فرمایا کہ اس عالم میں رویت و مشاہدہ حق سبحانہ تعالیٰ سے خواہ وہ

بچشم تر ہو یا بچشم سر بلا ایقان فائدہ نہیں۔ آپ سے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ایقان کے معنی دریافت کیئے تو فرمایا کہ "اتحاد" یعنی شاہد و مشہود میں اعتباری اَنْشَیِّتْ بھی باقی نہ رہے۔ قَالَ شیخ عبداللہ بلیانی سہروردی المتوفی نے ۶۹۷ھ

نظم حقیقت جز خدادیدن روانیست — کہ بیشک روا عالم جز خدا نیست
نمے گویم کہ عالم او شدہ نہ — کہ ایں نسبت باد کردن ردا نیست
نہ او عالم شدد نے عالم او شد — ہمہ را ایں چنیں دیدن خطا نیست

آپ ارشاد فرماتے تھے کہ امور خلاف شرع اور بدعات سے مجھ کو دلی نفرت ہے کسی درویش کو جب خلاف شرع پاتا ہوں۔ اس کی صحبت ترک کر دیتا ہوں۔ جب مجھ پر کسی امر کا انکشاف ہوتا ہے۔ تو قرآن و حدیث و شاہد عدول کے روبرو اس کو پیش کرتا ہوں۔ اگر ان سے مطابقت ہو جاتی ہے۔ تو قبول کر لیتا ہوں ورنہ رد کر دیتا ہوں۔

جناب مخدوم کے مریدین و تلامذہ

آپ کے ہزاروں مرید اور صدہا شاگرد تھے۔ علم شریعت اور طریقت کی تعلیم جاری تھی۔ قدوۃ المشائخ شیخ میرک لاہوری مصنف وسفینۃ الاولیاء وغیرہ استاد ظاہر و باطن شاہزادہ دارا شکوہ آپ کے مرید اور تلمیذ تھے۔ بعض اوقات لوگوں سے ایسے ایسے اسرار و معارف عالمیہ بیان فرماتے تھے کہ بڑے بڑے علماء فحول اس کے سمجھنے میں حیران و ششدر رہ جاتے اور بہت ہی غور و خوض کے بعد سمجھتے تھے۔

نظم ارباب بقا زندہ بجا ن دگراند — بیروں زد و کون و در جہانے دگراند
کس پے بزبان حال ایشاں بزد — ابن طائفہ گویا بزبان دگراند

جناب مخدوم کی وفات

جب آپ کا اخیر وقت ہوا۔ آپ نے کئی مرتبہ ارشاد فرمایا۔ "بات وہی ہے جو شیخ بزرگوار (شیخ عبدالقدوس) نے فرمائی تھی۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز حاضر تھے۔ انہوں نے آپ سے دریافت فرمایا۔ کہ حضور وہ کیا بات ہے۔ فرمایا حقیقت حق سبحانہ تعالیٰ ہستی مطلق ہے۔ لیکن لباس کو ینہ محجوبوں کی آنکھ پر ڈال کر انہیں دور و مہجور رکھتا ہے" آپ نے عرض کیا کہ مجھ کو کچھ وصیت فرمائیے۔ فرمایا بس تمہیں یہی وصیت کرتا ہوں اور میں محبت اہلبیت میں سرشار ہوں۔ اور نعمت کے دریا میں مستغرق ہوں

الٰہی بحق بنی فاطمہ — کہ برقول ایماں کنی خاتمہ

تاریخ ۷ ارجب ۱۰۰۷ھ بعمر ۸۰ سال وصال فرمایا۔ مزار شریف سرہند میں بجانب شمال ایک میل

پر واقع ہے۔

جناب مخدوم کی اولاد

آپ کی شادی ایک بزرگ زادی سے بمقام سکندن جواب ضلع بلند شہر میں ایک قصبہ ہے ہوئی تھی۔ان کے بطن سے سات صاحبزادے تولد ہوئے:۔

(۱) شیخ شاہ محمد: انہوں نے حضرت مخدوم سے ظاہری و باطنی تعلیم و خلافت پائی۔
(۲) شیخ مسعود: یہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے مرید ہوئے۔
(۳) آپ کا نام اور کوئی کیفیت معلوم نہ ہو سکی۔
(۴) شیخ احمد (امام ربانی) آپ کے حالات جوہر دوم میں مفصل مندرج ہیں۔
(۵) شیخ غلام محمد: دونوں صاحبوں کے حالات مکتوبات شریف جلد اول
(۶) شیخ فوادو: میں مندرج ہیں۔
(۷) آپ کا نام و کیفیت معلوم نہ ہو سکی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دوسرا جوہر

حضرت مجددؒ کی ولادت اور آپکے علم شریعت اور طریقت کے بیان میں

آپ کے ظہور کے متعلق آیات، احادیث سے اشارہ

کوئی نص صریح تو ہماری نظر سے آپ کے ظہور کی نسبت نہیں گزری۔ لیکن بفحوائے آیہ شریفہ وَلَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ☆ غور کرنے سے آپ کے وجود باوجود کی طرف اشارت ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ آیت شریف ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ قَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ☆ پتہ دے رہی ہے کہ آخر زمان میں بھی تھوڑے بزرگ مقربین بارگاہ الٰہی مثل اولین کے ہونگے۔ اور آپ اور آپ کے خلفاء متاخرین اولیاء سے ہیں اور بسبب اتباع سنّتِ آپ کا طریق مماثل طریق اولین یعنی اصحاب کبار رضی اللہ عنہ کے ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد القادر محدث دہلوی وغیرہ مفسرین نے لفظ آخرین سے آپ کی ذات اور آپ کے خلفاء مراد لئے ہیں۔ اور بعض احادیث بھی اس تفسیر کی مؤید موجود ہیں۔ جیسا کہ سنن ترمذی میں مروی ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَثَلُ اُمَّتِیْ کَمَثَلِ الْمَطَرِ لَا یُدْرٰی اَوَّلُهَا خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُهَا☆ (ترجمہ) ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میری امت مثل بارش کے ہے۔ نہیں معلوم کہ اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخر کا۔

جامع الدرر میں ہے۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ فِیْ هٰذِهٖ لِاُمَّتٍ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ یُّجَدِّدُ دُلَهَا اَمْرَ دِیْنِهَا ☆ (ترجمہ) ارشاد فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر صدی کے شروع میں اس امت سے اللہ تعالیٰ ایک مجدد کو بھیجتا رہے گا۔ جو دین کو نئے سرے سے درست کرتا رہے گا۔ جمع الجوامع میں امام سیوطی نے نقل کیا ہے کہ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ رَجُلٌ فِیْ اُمَّتِیْ یُقَالُ لَهٗ صِلَةٌ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهٖ کَذَا کَذَا (ترجمہ) ارشاد فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری امت میں ایک شخص صلہ ہوگا (یعنی مخلوق کو خالق سے ملانے والا یا شریعت کو طریقت کے ساتھ جمع کرنے والا) جس کی شفاعت سے اتنے اتنے یعنی بے شمار آدمی جنت میں داخل ہونگے۔ دونوں معنی کے لحاظ سے آپ کی ذات بابرکات صلہ اور مصداق حدیث ہے۔

دوسری حدیث روضہ قیومیہ میں وارد ہے کہ یُبْعَثُ رَجُلٌ عَلٰی اَحَدِ عَشَرَ مِائَةِ سَنَةٍ هُوَ نُوْرٌ عَظِیْمٌ اِسْمُهٗ اِسْمِیْ بَیْنَ السُّلْطَانَیْنِ الْجَابِرَیْنِ وَیَدْخُلُ الْجَنَّةَ اُلُوْنًا☆ (ترجمہ) گیارہویں صدی کے شروع میں دو جابر بادشاہوں کے درمیان ایک شخص بھیجا جائیگا۔ وہ میرا ہم نام اور نور عظیم الشان ہو

گا اور ہزاروں آدمیوں کو اپنے ساتھ جنت میں لے جائیگا۔

آپ کی نسبت اولیاء سابقین کی بشارتیں

حضرت غوث پاک کا ارشاد

جناب غوث اعظم نے خبر دی ان کی آمد کی ظہور ہوئیگا اکدن مجدّد الف ثانی کا

چنانچہ روضہ قیومیہ میں دیگر کتب معتبرہ سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت غوث پاک اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی جنگل میں مراقبہ فرما رہے تھے۔ یکا یک ایک نور آسمان سے ظاہر ہوا اس سے تمام عالم منور ہو گیا اور القا ہوا کہ آپ سے پانچسو سال کے بعد جب کہ عالم میں شرک وبدعت پھیل جائیگی۔ ایک بزرگ وحید امت پیدا ہوگا۔ وہ دنیا سے شرک والحاد کے نام کو نابود کریگا۔ دین محمدی کو نئے سرے سے تازگی بخشے گا۔ اس کی صحبت کیمیائے سعادت ہوگی۔ اس کے صاحبزادے اور خلفاء بارگاہ احدیت کے صدر نشین ہوں گے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے خرقہ خاص کو اپنے کمالات سے مملو کر کے اپنے صاحبزادہ سید تاج الدین عبدالرزاق رضی اللہ عنہ کے تفویض کیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ جب ان بزرگ کا ظہور ہو یہ ان کے حوالہ کرنا اس وقت سے صاحبزادہ صاحب کی اولاد میں وہ خرقہ یکے بعد دیگرے اسی طرح سپرد ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ ۱۰۱۳ھ میں حضرت پیران پیر آپ کے پوتے سید شاہ سکندر قادری نے آپ کے حوالہ کیا۔ جس کا مفصل بیان انشاءاللہ آگے آئیگا۔

حضرت شیخ احمد جام کا ارشاد

مقامات شیخ الاسلام احمد جام قدس سرّہ العزیز میں مذکور ہے کہ شیخ قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا۔ "میرے بعد سترہ آدمی میرے ہم نام پیدا ہونگے ان سب سے آخر کے صاحب جو مجھ سے (۴۰۰) سال بعد پیدا ہونگے سب سے افضل ہونگے"۔

شیخ کے فرزند شیخ ظہور الدین قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب رموز العاشقین میں لکھا ہے کہ "اخیر عمر تک میرے باپ کے ہاتھ پر چھ لاکھ آدمیوں نے بیعت کی تھی۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ اکثر مشائخ کبار کے حالات کتابوں میں مرقوم ہیں۔ مگر آپ کے حالات سب سے ممتاز ہیں۔ آپ نے فرمایا اب سے چار سو سال بعد ایک بزرگ میرا ہم نام پیدا ہوگا اس کے حالات مجھ سے کہیں افضل اور مثل اصحاب کبار ہونگے۔

حضرت مولانا جامیؒ کا ارشاد

نغمات الانس میں مولانا جامیؒ نے بھی شیخ احمد جامؒ کا مقولہ مذکور بالا نقل کیا ہے اور شیخ کی سن

وفات ۶۰۰ھ تحریر کی ہے۔ چونکہ حضرت امام ربانی کا ظہور ۱۰۰۰ھ میں ہوا جو زمانہ شیخ سے پورے چار سو سال بعد ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ بزرگ آپ ہی ہیں۔

حضرت داؤد قیصری کا ارشاد

حضرت داؤد قیصریؒ شارح فصوص الحکم مقدمہ قیصری کی دوسری فصل میں لکھتے ہیں کہ ہر ایک اسم اور کوکب کا دورہ ہزار سال کا ہوتا ہے۔ چنانچہ اولوالعزم نبیوں کی شریعت کا زمانہ بھی ہزار سال کا ہے اس امت میں بھی ہزار سال بعد ایک نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوگا وہ دین کی اصلاح اور درستی کرے گا۔

حضرت خلیل اللہ بدخشی کا الہام

مقامات شیخ خلیل اللہ بدخشی میں مذکور ہے کہ شیخ نے ایک روز فرمایا۔ سبحان اللہ سلسلہ خواجگان نقشبند میں ایک عزیز افضل ترین اولیاء امت ملک ہند میں پیدا ہونے والے ہیں۔ ان سے شرف ملاقات نہ ہوسکنے کا مجھ کو افسوس ہوگا۔ انہوں نے ایک خط بطور عرضداشت آپ کے نام تحریر کیا۔ اور اپنے خلیفہ خواجہ عبدالرحمٰن بدخشی کو دیا۔ جو ۱۰۲۲ھ المقدس میں آپ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ اس میں آپ سے دعا کے لئے استدعا کی گئی تھی۔ آپ نے ملاحظہ فرما کر ان کے لئے دعا فرمائی اور کہا کہ شیخ خلیل اللہ کا مقام کبار اولیاء امت میں نظر آتا ہے۔

دیگر مشائخ کرام کے الہام

حضرت شیخ سلیم چشتی اور شیخ نظام نارنولی اور شیخ عبداللہ سہروردی اکابر اولیاء ہندوستان کی خدمات میں لوگ آ آ کر اکبر بادشاہ کی بددینی اور گمراہی کی شکایت کر کے ترقی اسلام کی دعاء کے لئے خواستگار ہوا کرتے تھے۔ یہ اولیا وقت جب توجہ باطنی فرماتے تو الہام ہوتا کہ عنقریب ایک امام وقت مجدد اسلام کا ظہور ہوگا۔ وہ سب بددینی اور ضلالت کو دفع فرمائے گا اور قیامت تک اس کا نور باقی رہے گا۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہی کا ارشاد

جناب مخدوم کی بیعت کے وقت شیخ نے فرمایا تھا کہ آپ کی پیشانی میں ایک ولی برحق کا نور جلوہ گر ہے۔ اس سے شرق و غرب روشن ہونگے۔ بدعت و ضلالت دور ہوگی۔ میں اگر اس وقت تک زندہ رہا۔ تو اس کو وسیلۂ قرب الٰہی گردانوں گا۔

منجمین کی پیشن گوئی

روضۂ قیومیہ میں مفصل مندرج ہے کہ محرم ۹۷۱ھ میں نواب خاں اعظم رکن سلطنت کے دربار میں نجومی جمع ہوئے اور بالاتفاق سب نے یہ کہا کہ تین دن سے ایک ستارہ طلوع ہوا ہے۔ جو حضور سرور

عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ سے اس وقت تک کبھی اور نہ نکلا تھا۔ اس کے بعد نتائج ظاہر ہونگے کہ کوئی مرد خدا اسلام کو دوبارہ تازگی بخشے گا۔

ارکان سلطنت کی خوابیں

ارکان سلطنت اکبری شیخ سلطان اور خان اعظم اور مدار المہام سید صدر جہان نے چند خوابیں اس بارہ میں دیکھیں۔ ان کی تعبیر کے لئے حضرت شیخ جلال کبیر الاولیاء کی خدمت میں عرض کرایا۔ تو انہوں نے ارشاد فرمایا۔ سرہند سے جو اژدر کا ظہور دیکھا ہے۔ وہ کسی ولی برحق کی ولادت ہے۔ اور بگولوں کا دور ہونا اور بچھوؤں کا مارا جانا کفر و بدعت کا دور ہونا ہے۔

حضرت مخدوم کا کشف

حضرت مخدوم عبدالاحد قدس سرہ العزیز آپ کے والد ماجد نے ایک روز مراقبہ میں دیکھا کہ عالم میں تاریکی پھیل گئی ہے۔ خوک و بندر اور ریچھ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ ایک نور ان کے سینہ سے نکلا۔ جس سے جہان روشن ہو گیا اور برق خاطف نے نکل کر سب درندوں کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ پھر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک تخت پر کوئی بزرگ مسند نشین ہیں۔ اس کی چاروں طرف بہت سے نورانی آدمی اور ملائک مؤدب کھڑے ہیں۔ ملحدوں، زندیقوں، ظالموں اور جابروں کو لا لا کر ان کے حضور میں پیش کر کے بکریوں کی طرح ذبح کر رہے ہیں۔ منادی ندا دے رہا ہے۔ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاً ☆ (ترجمہ) "حق آیا اور باطل پامال ہوا"۔ آپ نے یہ واقعہ حضرت شاہ کمال کیتلی سے عرض کیا۔ آپ نے توجہ الی اللہ کر کے فرمایا کہ آپ کے ایک فرزند گرامی جو افضل اولیاء امت ہو گا پیدا ہو گا۔ اس کے نور سے شرک و بدعت تاریکی دور اور دین محمدی کو روشنی اور فروغ حاصل ہو گا۔

اکبر بادشاہ پر ایک جعلی کتاب کا نزول اور مجدد اسلام کی ضرورت

اکبر بادشاہ کے عہد میں جس قدر کفر و الحاد کو فروغ اور شرع اسلام کو ضعف اور انحطاط ہو گیا تھا۔ محتاج بیان نہیں۔ دربار کا آداب سجدہ تھا اور بادشاہی کا مہر تیج جل جلالہ ـ ما اکبر شانہ تھا۔ وزیر ابوالفضل نے ایک کتاب بادشاہ کو لا کر دی اور کہا کہ آسمان سے آپ کے واسطے فرشتہ لایا ہے۔ تاکہ آپ اس پر عمل کریں۔

یہ قدرت ہے کہ بے ابوالفضل مردک　　فرشتے نے نہ پائی راہ شہ تک
کتاب اتری تو ایسی لغو مہمل　　کہ ہر یک فقرہ بے معنی و معقل

چنانچہ اس کتاب میں ایک آیت یہ بھی تھی يَا اَيُّهَا الْبَشَرُ لَا تَذْبَحِ الْبَقَرَ وَاِنْ تَذْبَحِ الْبَقَرَ فَمَاْ وَاكَ السَّعَرُ ☆ (ترجمہ) اے بشر تو گائے کو ذبح مت کر اور جو تو کرے گا تو ٹھکانہ تیرا جہنم میں ہو گا۔

شخصی طاقتیں بادشاہی کے مقابلہ سے عاجز تھیں۔ امداد غیبی کا ہر کس و ناکس کو انتظار تھا اور امام وقت مجدد اسلام کے ظہور کے لئے سب چشم براہ تھے۔

نظم گھٹا چھائی تھی بدعت کے نہاں نور ہدایت تھا ۔۔۔ زمانہ آپ کا مشتاق اسی شمس ولایت تھا
نگاہیں لگ رہی تھیں نور حق کب جلوہ گر ہوگا ۔۔۔ کھلے گا یا الٰہی کب وہ دروازہ عنایت کا

آپ کی ولادت باسعادت کا بیان

لکھ اے قلم خوشی سے ولادت جناب کی ۔۔۔ قیوم و وقت شاہ ولایت مآب کی
غوث زمان و قطب وجود و امام دہر ۔۔۔ سر تاج اولیاء شہ گردوں قباب کی
کیا جوش پُر بہار ہے لیل و نہار کی ۔۔۔ مینا بغل میں ماہ نے لی آفتاب کی
پھولے نہیں سماتے چمن میں گل و سمن ۔۔۔ نسرین نے نسترن کی دیدۂ نقاب کی
تشریف لائے شہ کون و مکان شتاب ۔۔۔ راہیں بتایئے ہمیں صدق و ثواب کی

منقول ہے کہ ۱۰ محرم ۹۷۱ھ شب جمعہ کو ایک نور عالمتاب آسمان سے ظاہر ہوا اور تمام خلقت نے مشاہدہ کیا۔ اسی تاریخ میں آپ نے شکم صادر بزرگوار میں قرار پکڑا۔ عالم میں سرسبزی کے آثار نمودار ہوئے۔ ارکان دین استوار ہوئے۔ زمین و آسمان میں غلغلہ شادمانی بلند ہوا اور خطہ ہند اس اعزاز سے ارجمند ہوا۔

نظم

شور تھا ہر سو کہ شاہ خوش خصال آنے کو ہے ۔۔۔ گلشن پیغمبری کا نونہال آنے کو ہے
ہے مجدد الف ثانی جس کا قطبوں میں خطاب ۔۔۔ وہ امامِ حق بصد جاہ و جلال آنے کو ہے
دور کرنے کو جہاں سے شرک کی تاریکیاں ۔۔۔ نور محبوب خدائے ذوالجلال آنے کو ہے
آن کردہ نور سنت ہر طرف پھیلائیگا ۔۔۔ نائب برحق نبی ﷺ بے مثال آنے کو ہے
آئے صبا گر ہو گزر اس شاہ کے دربار میں
کہیو خدمت میں فقیر پرملال آنے کو ہے

بعد گزرنے مدت حمل ۹ ماہ ۴ روز اس آفتاب جاہ و جلال انوار ذوالجلال حامی بدعت نے بوقت مسعود شب جمعہ کو بتاریخ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ برج حمل سے مطلع شہر سرہند میں طلوع پایا اور اپنے انوار جہان آرا سے عالم و عالمیان کو منور کیا۔ ہر گل و غنچہ پر نور تھا اور ہر شگوفہ و بوٹا رشک طور تھا۔

نظم نائب خیر الورا پیدا ہوئے ۔۔۔ نور چشم مرتضی پیدا ہوئے
آج وہ پیدا ہوئے حق کے ولی ۔۔۔ جن کے تھے مشتاق سب شیخ و صبی

مجیے احکام دین پیدا ہوئے — حامئ شرع متین پیدا ہوئے
وہ ہوئے پیدا کہ جن کی شان میں — آئتیں ناطق ہوئیں قرآن میں
ہے وہ ذات احمد اسرار حق — جس سے ہیں پر نور یہ چودہ طبق
صدق صدیقی ہے ان سے پُر ضیا — عدل فاروقی میں ایا انجلا
اور عثمانی حیا کا ہے ظہور — مرتضائی علم کا پھیلا ہے نور
مظہر انوارِ پاکِ مصطفیٰ — ہیں وہ بیشک سایۂ خدا
ان سے ہر سو ہو گئے روشن نجوم — قَالَ صلی اللہ صحبی کالنجوم
ان کے آتے ہی ضلالت کا نشان — مٹ گیا دنیا سے بے ریب گمان

اثنائے ولادت کے واقعات

آپ کی ولادت باسعادت کے وقت آٹھ واقعے پیش ہوئے۔ جن کی تفصیل روضہ قیومیہ میں یہ مندرج ہے:

(۱) کل اولیاء امت نے جمع ہو کر آپ کی والدہ ماجدہ کو مبارک باد دی اور آپ کے مدارج عالیہ بیان کئے۔

(۲) آپ کے والد ماجد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو دیکھا کہ تشریف لاکر آپ کے کانوں میں اذان و تکبیر کہی اور آپ کے مدارج بیان فرمائے۔

(۳) آپ کے والد ماجد نے انبیاء مرسلین اور اولیاء کاملین اور ملائک مقربین کو مع ستر ہزار علم سبز دیکھا اور آپ کے فضائل بیان کرتے ہوئے سنا۔

(۴) شیخ عبدالعزیز خلیفہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ العزیز آپ کی ولادت کے وقت سرہند شریف میں موجود تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ملائک کا ہجوم ہے اور سب آپ کے فضائل بیان کر رہے ہیں۔

(۵) شیخ ابوالحسن چشتی قدس سرہ آپ کی ولادت کے وقت سرہند شریف میں موجود تھے۔ آپ نے دیکھا کہ تمام انبیاء اور اولیاء جمع ہیں۔ ایک بزرگ نے ممبر پر چڑھ کر بیان کیا کہ جس قدر کمالات اس وقت تک علیحدہ علیحدہ اولیاء کو دیئے گئے تھے۔ آپ کو اس کا مجموعہ عطا کیا گیا۔

(۶) آپ کی ولادت سے ایک ہفتہ قبل تک مزمار و مزامیر سب باجے بیکار رہے۔ بہت سے قوالوں مطربوں ارباب نشاط نے حیرت زدہ ہو کو توبہ کی۔

(۷) صوفیان ارباب سماع وسرود کو آپ کی ولادت سے ایک ہفتہ تک کیفیت سے مسدود رہی۔ کشف

سے آپ کے فضائل اور مقامات عالی منکشف ہوئے۔ اسی بنا پر آپ کے ظہور کے بعد اس وقت تک کے باقی ماندہ اولیاء نے آپ کی طرف رجوع کیا۔

(۸) آپ کی ولادت کے دن اکبر بادشاہ کا تخت اوندھا ہو گیا۔ ہر چند سیدھا کیا گیا مگر سیدھا نہ ہوا۔ بادشاہ نے ایک وحشت ناک خواب دیکھا۔ ہیبت زدہ ہو کر معبروں سے بیان کیا۔ انہوں نے تعبیر دی کہ کسی بزرگ کے ظہور سے آپکے آئین میں تزلزل واقع ہو گا۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا۔

آپ کا زمانہ طفولیت

متابعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مختون پیدا ہوئے۔ آپ عام بچوں کی طرح کبھی گریہ وزاری نہ فرماتے تھے۔ ہر وقت خندہ پیشانی رہتے۔ کبھی آپ برہنہ نہ ہوتے۔ آپ کا بدن یا کپڑا کبھی نجس نہ ہوتا۔

آپ اور حضرت شاہ کمال کیتلی قادری

ایک مرتبہ آپ بزمانہ رضاعت علیل ہو گئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید شاہ کمال کیتلی کو آپ کے اوپر دعا دم کرانے کی غرض سے بلا کر لائے۔ انہوں نے آپ کو ملاحظہ فرمایا اور جوش میں آ کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے۔ یہ عالم باعمل عارف کامل ہو گا اور بہت سے بزرگ آپ اور مجھ جیسے اس کے دامن عافیت میں تربیت سے مستفید ہونگے تا قیامت اس کا نور روشن رہیگا۔ اکثر اولیاء امت اس کی ولادت باسعادت کی خبر دے گئے ہیں۔ باخبر بزرگ اس کے ظہور منتظر اور چشم براہ تھے۔ بعدہ شاہ صاحب نے اپنی زبان مبارک آپ کے دہن مبارک میں محبت سے دیدی۔ آپ نے بہت زور سے اس کو چوسا۔ شاہ صاحب نے فرمایا ہمارے طریقہ قادریہ کی تو تمام نعمت اس کو پہنچ گئی۔

آپ کا علم شریعت

آپ کے اپنے والد ماجد سے استفادہ

ابتداءً آپ نے کلام اللہ شریف حفظ کرنا شروع کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ حافظ ہو گئے۔ پھر آپ نے اپنے والد ماجد سے علم ظاہر کی تحصیل شروع کی۔ ابواب فتح و کشائش آپ پر مفتوح ہو گئے۔ تحقیق کا مادہ پیدا تھا۔ مسائل مشکلہ بآسانی حل فرمانے لگے۔ چند ہی روز میں دوسری علوم کتب ضروریہ کے درس سے آپ فارغ ہو گئے۔ دلکش عبارات میں بعض کتب پر حاشیے تحریر فرمائے۔

آپ کے دیگر اساتذہ اور طریقہ کبرویہ کی اجازت

بعدہ دیگر علماء فحول مولانا کمال کشمیری سے سیالکوٹ جا کر عضدی وغیرہ چند کتب مشکلہ کا مطالعہ

فرمایا۔ کشمیر میں شیخ یعقوب صرفی سے جو قطب وقت شیخ حسین خوارزمی کے خلیفہ تھے۔ آپ نے کتب احادیث سنا کر سند حدیث واجازت طریقہ کبرویہ سہروردیہ حاصل فرمائی۔

قاضی بہلول بدخشانی تلمیذ شیخ المحدثین ابن فہد سے جو بالآخر آپ کے مرید ہوئے۔ خلافت پائی تفسیر واحدی مع دیگر مؤلفات واحدی اور تفسیر بیضاوی مع دیگر مصنفات قاضی بیضاء اور صحیح بخاری مع متعلقات ثلاثیات وغیرہ مشکوٰۃ المصابیح و ترمذی شریف مع شمائل اور جامع صغیر و قصیدۂ بردہ اور حدیث مسلسل بالاولیت کی اجازت حاصل فرمائی۔ سترہ سال کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہوگئے اور بشارت ہوئی کہ آپ طبقہ محدثین میں داخل کئے گئے۔ اس کے بعد آپ مسند ہدایت پر متمکن ہوئے۔ مختلف ممالک سے صدہا طلبا جوق در جوق آنے شروع ہوئے۔ رات دن درس و تدریس کا مشغلہ تھا۔ حلقہ حدیث و تفسیر گرم رہتا تھا۔ بہت لوگ فارغ التحصیل ہوئے۔

ایک دو مرتبہ آپ کا دارالخلافہ اکبر آباد بھی جانا ہوا۔ ابوالفضل و فیضی سے ملاقات ہوئی۔ ان کو راہ راست پر لانے کیلئے تلقین فرمائی۔ بعدہ واپس وطن مالوف ہوئے۔

سند مصافحہ

آپ نے حاجی عبدالرحمٰن بدخشی سے مصافحہ کیا انہوں نے حافظ سلطان ادھمیؒ سے انہوں نے شیخ محمود سے انہوں نے شیخ سعید معمن حبشی سے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ان میں سے ایک صاحب جن ہیں۔

آپ کا علمِ طریقت

آپ کا اپنے والد ماجد سے خلافت پانا

اولاً آپ اپنے والد ماجد حضرت مخدوم عبدالاحد قدس سرہٗ العزیز کے مرید ہوئے اور آپ نے ان کی صحبت کیمیا خاصیت کو لازم پکڑا۔ ریاضت اور عبادت میں مشغول ہوئے اور انہوں نے ۱۵ سلاسل میں آپ کو خلافت عطا فرمائی۔

دیگر کمالات اور نسبت فردیت

آپ نے حضرت مخدوم ان کے مختصر علوم تعلیم کتب تصوف، عوارف المعارف اور فصوص الحکم حاصل فرمائی۔ اور نسبت فردیت و توفیق عبادات جو ان کو ان کے شیوخ سے پہنچی تھی حاصل فرمائی۔ چنانچہ اس کو آپ نے اپنی کتاب مبدء و معاد میں ذکر فرمایا ہے کہ "اس درویش کو دولت نسبت فردیت اپنے پدر بزرگوار سے حاصل ہوئی جو اور ان کو ایک بزرگ قوی الجذبہ، کثیر الکرامات (یعنی شاہ کمال کیتلی

قادری) سے حاصل ہوئے۔ نیز اس درویش کو توفیق عبادات نافلہ کی امداد بھی اپنے والد ماجد سے ہی پہنچی۔ جو ان کو ان کے چشتیہ طریق کے شیوخ سے حاصل ہوئی تھی۔

آپ کے والد ماجد کا طریقہ نقشبندیہ کی توصیف کرنا

حضرت مخدوم قدس سرہ نے طریقہ نقشبندیہ کے جو فضائل اپنے بزرگوں سے سنے اور کتب میں دیکھے تھے کہ اس بادیہ کی شاہ راہ اور اس دائرہ کا مرکز طائفہ علیہ نقشبندیہ کے ہاتھ آیا ہے۔ یہ ملک اس طریقہ کے بزرگواروں سے خالی ہے اور افسوس ہے کہ ہم کو اس سلسلہ علیہ سے استفادہ کا موقع نہ مل سکا۔

افضلیّت طریقہ نقشبندیہ

طریقت کے اصول میں یہ بات داخل ہے کہ مرید اپنے پیر کو سب سے افضل سمجھے ورنہ فیض سے محروم رہتا ہے اس سلسلہ کے پیر اعلیٰ سیدنا ابو بکر صدیق ؓ ہیں۔ جن کی شان یہ ہے کہ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق۔ پس آپ کی نسبت ایسا اعتقاد رکھنے سے شریعت اور طریقت دونوں کی تکمیل ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اس طریقہ کے تمامی اصول و فروع میں اتباع سنت و اجتناب بدعت بدرجہ کامل ہے۔ یعنی اصحاب کبار کا سا لباس ہے۔ انہیں کی سی معشرت۔ ویسے ہی اذکار و اشغال۔ وہی محاسبہ نفس اور ہر دم کی حضوری وہی آداب شیخ ویسی ہی کم ریاضتی اور فیضان کثیر اور کمالات ولایت کے علاوہ کمالات نبوت کی بھی تعلیم۔ نہ اس میں چلہ کشی ہے نہ ذکر بالجہر، نہ سماع بالمزامیر، نہ قبور پر روشنی نہ غلاف و چادر اندازی، نہ ہجوم عورات نہ سجدہ تعظیمی، نہ سر کا جھکانا، نہ بوسہ دینا، نہ توحید وجودی و دعویٰ انا الحق و ہمہ اوست، نہ مریدوں کو پیروں کی قدم بوسی کی اجازت، نہ مرید عورتوں کی ان کے پیروں سے بے پردگی۔

نظم
کیا سلسلوں میں سلسلہ نقشبند ہے
جو نقشبند ہے وہ یقین حق پسند ہے
جس کو حصول سلسلہ نقشبند ہے
واللہ ارجمند ہے وہ ارجمند ہے
طالب کو استواری ایمان ہے نصیب
جس کے سبب سے مرتبہ اس کا دوچند ہے
جو لانگہ شریعت غرا میں دیکھئے
کس زور کس قیام سے ان کا سمند ہے
ایوان معرفت کی ترقی کے واسطے
سب سے سوار سائے میں انکے کمند ہے

آپ کا سفر دہلی اور حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے نیاز مندی

ہمیشہ سے آپ کو حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا شوق تھا۔ اس لئے آپ ہمیشہ بے چین و بے آرام رہتے تھے۔ کیونکہ آپ کے والد ماجد سن رسیدہ ہو گئے تھے۔ بوجہ ان کی خدمت کے آپ ان کی مفارقت گوارا نہ کر سکے تھے۔ جب آپ دہلی پہنچے۔ مولانا حسن کشمیری سے جو آپ کے دوستوں اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے مخلصوں میں سے تھے۔ ملاقات ہوئی انہوں نے آپ

سے خواجہ صاحب کے کمالات کا اظہار کر کے ملاقات کرنے کے لئے تحریک کی اور بیان کیا کہ حضرت خواجہ صاحب اس سلسلہ نقشبندیہ میں فرد و یگانہ ہیں اور ہر چہار طرف دور دراز تک آپ کی نظیر نہیں۔ آپ کی ایک نظر میں وہ فیض طالبوں کو حاصل ہوتا ہے جو اور طریقوں میں بہت سے چلوں اور شاقہ ریاضت سے بھی کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ چونکہ آپ نے اپنے والد ماجد سے سلسلہ علیہ نقشبندیہ و اکابر سلسلہ کے حالات سے اور کتابوں میں دیکھے تھے اور اس نسبت کی قابلیت و استعداد آپ بوجہ اتم رکھتے تھے۔ آپ مولانا کے ہمراہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب کی یہ عادت نہ تھی کہ کسی سے کوئی اپنی خواہش ظاہر فرماتے۔ البتہ آپ سے حضرت خواجہ صاحب نے خلاف عادت خانقاہ شریف میں چند روز قیام کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ آپ نے ایک ہفتہ قیام کا وعدہ کیا۔ لیکن رفتہ رفتہ ایک ماہ دو ہفتہ کی نوبت پہنچ گئی۔

طریقہ نقشبندیہ میں آپ کی بیعت اور قلب کا جاری ہونا

ابھی دو روز بھی نہ گزرے تھے کہ آثار تصرف و کشش حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کی نمودار ہوئی اور آپ پر شوق انابت و اخذ طریقہ خواجگان علیہ الرحمۃ نے غلبہ کیا یہاں تک کہ آپ نے حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ سے بیعت کے لئے درخواست کی۔ بمجرد عرض کرنے کے بلا استخارہ (خلاف عادت) حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے آپ کو خلوت میں طلب فرما کر مرید کیا۔ ذکر قلبی تعلیم فرمایا۔ فوراً آپ کا دل ذاکر ہو گیا اور آلام و حلاوت ذکر قلبی و التذاذ تمام حاصل ہوا۔ یوماً فیوماً ترقیات عالیہ و عروجات متعالیہ ظاہر ہوتے رہے۔

حضرت خواجہ کا خاص واقعات آپ سے ظاہر فرمانا

بعد چند روز کے جب حضرت خواجہؒ نے آپ کے اندر آثار رشد و ارشاد و استعداد کامل معائنہ کئے۔ خلوت میں آپ سے وہ حالات اور واقعات بیان فرمائے جو آپ پر کئی سال پیشتر گزرے تھے۔

(۱) مرشدی حضرت خواجہ محمد آدم مکنگی قدس سرہ العزیز نے جب احقر سے ارشاد فرمایا کہ ہندوستان جاؤ وہاں تم سے اس سلسلہ شریفہ کا رواج ہو گا۔ میں نے چونکہ اپنے آپ کو اس کے لائق نہ پایا۔ تواضع کرنے لگا۔ آپ نے مجھے استخارہ کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ جب ارشاد استخارہ کیا تو ایک طوطی کو ایک شاخ پر بیٹھے ہوئے دیکھا میں نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ اگر یہ طوطی میرے ہاتھ پر آ بیٹھے تو مجھے اس سفر میں کشائش حاصل ہو گی۔ بمجرد اس خیال کے وہ طوطی میرے ہاتھ پر آ بیٹھی اور میں نے اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا۔ اس نے میرے منہ میں شکر ڈالی۔ صبح کو میں نے یہ واقعہ حضرت کی خدمت میں بیان کیا آپ نے ارشاد فرمایا۔ طوطی ہندوستان کا پرندہ ہے۔ پس تمہارے دامن

تربیت سے ایک ایسا شخص نکلے گا کہ عالم اس کے نور سے منور ہوگا۔اور اس سے تمہیں فائدہ پہنچے گا۔میں اس واقعہ کو آپ کے حال پر منطبق پاتا ہوں۔

(۲) جب ہم تمہارے شہر سرہند پہنچے تھے تو خواب میں دیکھا تھا کہ میں ایک قطب کے جوار میں اترا ہوں مجھے اس کا حلیہ بھی بتایا گیا۔میں صبح کو شہر کے گوشہ نشینوں اور درویشوں کی تلاش میں نکلا اور جن جن درویشوں کو دیکھا نہ وہ آثار پائے اور نہ کسی میں علامات قطبیت ظاہر ہوئیں۔میں نے کہا شاید اس شہر کا کوئی اور شخص اس امر کی قابلیت رکھتا ہو۔جو آئندہ ظاہر ہو۔جب سے میں نے تم کو دیکھا حلیہ اس کے موافق پایا اور اس کی قابلیت بھی میں نے تمہارے اندر معائنہ کی۔

(۳) میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا چراغ میں نے روشن کیا۔اور اس کی روشنی ساعت بساعت بڑھتی گئی اور لوگوں نے اس سے بہت سے چراغ روشن کئے۔جب میں سرہند کے قرب وجوار میں پہنچا تو دشت و بیابان میں بہت سی مشعلیں روشن دیکھیں۔اس واقعہ کو بھی میں تمہارے حالات سے متعلق سمجھتا ہوں۔بالجملہ ان دو تین ماہ کے اندر جو کچھ آپ کو بمین تربیت خواجہ خواجگان خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے حاصل ہوا۔اس کی تحریر و تقریر زیادہ ہے اور قلم قاصر ہے۔

آپ کے بعض حالات خود آپ کے قلم سے

آپ نے ایک طالب کی تحریض و ترغیب کے لئے جو اپنا حال بیان کیا ہے (وہ تبرکاً لکھا جاتا ہے) وَالْقَلِیْلُ یَدُلُّ عَلَی الْکَثِیْرِ۔جب اس درویش کو اس راہ کی ہوس پیدا ہوئی تو عنایت الٰہی اس کی معین و مددگار ہوئی کہ یہ فقیر ولایت پناہ حقیقت آگاہ ہادی طریق اندراج اَلنِّھَایَتُ فِیْ اَلْبَدَایَۃِ وَاِلَی السَّبِیْلِ الْمُوْصِلِ اِلٰی دَرَجَاتِ الْوِلَایَۃِ۔ موئید الدین المرضی شیخنا و امامنا محمد الباقی قدس سرہ السامی کی خدمت میں پہنچا۔جو خلفائے کفار سلسلہ علیہ نقشبندیہ سے ہیں۔

تعلیم ذکر اسم ذات

اول اس درویش کو آپ نے ذکر اسم ذات کی تعلیم کی۔اور بطریق عادت قدیمہ توجہ کی یہاں تک کہ فقیر کے قلب میں التزاذ تمام پیدا ہوا اور کمال شوق و اشتیاق سے گریہ وزاری کرنے لگا۔

مدہوشی و فناء

ایک روز کے بعد بحالت بیخودی ایک دریائے محیط اور صور و اشکال عالم اس دریا کے سایہ میں نمودار ہوئے۔رفتہ رفتہ اس کیفیت بیخودی نے اور بھی غلبہ کیا۔کبھی ایک پہر تک رہتی اور کبھی دو پہر اور کبھی تمام شب۔میں نے اپنے خواجہ صاحب کی خدمت میں یہ کیفیت بیان کی۔تو آپ نے فرمایا کہ تم کو ایک قسم کی فناء حاصل ہوئی ہے۔

موج خاکی وہم و فہم و فکر ماست موج آبی محو سکراست و فناست

مقام ظلال و فناء الفناء

اس کے بعد آپ نے ذکر کرنے سے منع کر دیا لیکن موجودہ ذکر کی نگاہ داشت کے لئے ارشاد فرمایا پھر دو روز کے بعد مجھے فناء مصطلح حاصل ہوئی تو میں نے خدمت والا میں کیفیت عرض کی ارشاد فرمایا کہ تمام عالم کو ایک دیکھتے رہو اور واحد و متصل پاتے ہو یا نہیں۔ میں نے عرض کی ایک پاتا ہوں۔ فرمایا فنائے فنا میں یہ بات معتبر ہے کہ باوجود اتصال ابدان بے شعوری حاصل ہوئی اس رات مجھ پر بھی کیفیت گزری تھی۔ وہ سب میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی اور کہا میں اپنے علم کو نسبت حق سبحانہ و تعالیٰ اب حضوری میں پاتا ہوں۔

مرتبہ علمی

اس کے بعد ایک نور سیاہ رنگ کا ظاہر ہوا۔ جو تمام اشیاء کو محیط تھا میں نے اس کی کیفیت بھی عرض کی تو ارشاد فرمایا کہ انبساط جو اس نور میں دکھلائی دیتا ہے علم الٰہی ہے کہ بواسطہ تعلق ذات حق سبحانہ ان اشیاء کے ساتھ جو بالاؤ پستی میں واقع ہیں منبسط ہے۔ لہٰذا انبساط کی بھی نفی کرنی چاہئے۔ اس کے بعد اس نور منبسط میں انقباض ظاہر ہوا اور تنگ ہونے لگا حتی کہ صرف ایک نقطہ کے برابر رہ گیا۔

مقام حیرت و حضور نقشبندیہ

فرمایا اس نقطہ کی بھی نفی کرنی چاہئے اور حیرت میں آنا چاہئے۔ میں نے ایسا ہی کیا چنانچہ وہ نقطہ بھی زائل ہو گیا اور حیرت ظاہر ہوئی کہ اس مقام پر خود بخود شہود حق سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ میں نے یہ کیفیت عرض خدمت کی تو فرمایا یہی حضور نقشبندیہ ہے اور نیت نقشبندیہ عبادت اسی حضور و آگاہی سے ہے اور اس حضور کو حضور غیبت بھی کہتے ہیں۔ یہی مقام اندراج النہایۃ فی البدایۃ کا ہے۔ اس طریق میں طالب کو بمجرد اخذ نیت یہ مقام حاصل ہوتا ہے اور دوسرے طریقوں میں کسی کو اگر کچھ حاصل ہوتا ہے تو بڑے کسب و ریاضت اور محنت و مجاہدہ سے اس فقیر کو یہ مقام ابتدائے تعلیم ذکر سے اندروں دو ماہ چند روز حاصل ہو گیا۔

مقام فناء حقیقی و شرح صدر

اس کے بعد پھر ایک روز فناء حاصل ہوئی۔ جسے فناء حقیقی کہتے ہیں اور دل میں اس قدر وسعت پیدا ہو گئی کہ تمام عالم عرش سے فرش تک اس کے پہلو میں رائی کے دانہ کے برابر دکھائی دینے لگا

مقام حق الیقین و جمع الجمع

اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو اور ہر ہر فرد عالم کو بلکہ ہر ہر ذرہ کو حق دیکھا

ہر ذرہ کہ دیدیم جمال تو بدید   ہر جا کہ رسیدیم سر کوئے تو دیدیم

اس کے بعد ہر ذرہ عالم کو الگ الگ اپنا عین دیکھا۔ اور اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرہ کو اس قدر منبسط اور وسیع پایا کہ تمام عالم بلکہ ایسے ایسے کئی عالم اس میں سما جائیں۔ اور میں نے اپنے آپ کو اور ہر ذرہ کو ایک نور منبسط پایا کہ اشکال و صور عالم اس میں مضمحل مثل لاشے کے پاء ہیں۔ اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرہ کو مقوم جمیع عالم پایا۔ جب میں نے یہ کیفیت حضرت خواجہؒ کی خدمت میں عرض کی۔ تو فرمایا۔ توحید میں مرتبہ حق الیقین ہی ہے اور جمیع الجمیع عبارت اسی مقام سے ہے۔ اس کے بعد صور و اشکال عالم کو جیسا کہ اول میں نے حق پایا۔ اس وقت موہوم پایا اور نہایت حیرت پیدا ہوئی اور اس وقت مجھ کو فصوص الحکم کی عبارت جو میں نے حضرت والد ماجد سے سنی تھی یاد آئی۔ اور فی الجملہ تسکین بخش اضطراب ہوئی۔ هُوَهٰذَا اِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ اَیِ الْعَالَمُ حَقٌّ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ خَلْقٌ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ حَقٌّ مِنْ وَجْهٍ وَخَلْقٌ مِنْ وَجْهٍ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ بِالْخَیْرَةِ بَعْدَ التَّمِیْذِ بِکُنْهُمَا (ترجمہ) تو چاہتا ہے کہ تو کہہ کہ عالم حق ہے یا کہہ عالم حق ہے یا کسی اعتبار سے حق اور کسی اعتبار سے خلق یا امتیاز کر دونوں میں کہ یہ بہترین مرتبہ ہے۔

نظم:

وحدت مطلق میں جان خلق و خدا ایک ہے   دیکھنا توحید ہے بولنا ترکِ ادب
پر ہے حقیقی دوئی عالم و حق میں ضرور   اسکے سوا احمد نہ زنہار لب
صوفیہ کا یاد رکھ قاعدۂ کلیہ   خلق نہ ہو جائے حق عبد نہ ہو جائے رب
مرتبہ فرق بعد الجمع

بعدہٗ میں نے آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر اپنا حال عرض کیا۔ ارشاد فرمایا۔ ابھی تمہارا حضور صاف نہیں ہوا۔ تم اپنے کام میں مشغول رہو۔ یہاں تک کہ موجود و موہوم کے درمیان تم پر تمیز ظاہر ہو جائے میں نے فصوص الحکم کی وہ عبارت جو مشعر بعدم تمیز ہے۔ پڑھ کر سنائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ شیخ نے جو لکھا ہے۔ وہ مرتبہ کمال کا حال نہیں ہے۔ کیونکہ عدم امتیاز ابتدائی مقامات میں سے ہے۔ میں حسب الحکم اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ اللہ عزوجل نے آپ کی توجہ سے کامل دو روز میں موجود اور موہوم کے درمیان تمیز ظاہر کر دی۔ یہاں تک کہ میں نے موجود حقیقی کو موہوم خیالی سے ممتاز فرمایا۔ اور صفات و افعال کو بھی موہوم محض پایا۔ اور خارج میں بجز ایک ذات موجود کے اور کچھ نہ دیکھا

ذکر کن مذکور تا گردد عیاں   نے کہ آں ذکرے کہ باشد برزباں

جب یہ حالت میں نے عرض خدمت کی تو ارشاد ہوا کہ مرتبہ فرق بعد الجمع یہی ہے اور انتہا یہیں تک ہے۔ اس مقام کو مشائخ طریقت نے مرتبہ تکمیل کہا ہے۔ انتھی کلامہ الشریف۔

نسبت مرادیت و محبوبیت

الحاصل آپ نے دقائق علیہ وواردات مرضیہ واحوال شریفہ بہت ہی تھوڑی مدت میں حاصل فرمالئے، جو اور سالکوں کو برسوں میں بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔

چیزے کہ انبیاء را حاصل نبود کل　　آں چیز بے مشقت آسان شدست مارا

حضرت خواجہؒ صاحب نے اس کی یہ وجہ بیان فرمائی۔ کہ آپ میں نسبت محبوبیت و مرادیت ہے اور اس نسبت والوں کو بمقابلہ مریدیت ومحبیت کی نسبت والوں کو بلا محنت و مشقت بہت جلد سلوک طے ہوتا ہے ۔

کلیم مدہوش لن ترانی حبیب مامور من ارآنی
بہ بیں چہ فرق ست درمیانی میاں ہر یک چنانکہ دانی

آپ کے متعلق حضرت خواجہؒ کے خیالات

چند ہی روز آپ کو حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں گزرنے پائے تھے۔ کہ آپ کی نسبت انہوں نے اپنے ایک دوست کے خط میں یہ الفاظ تحریر فرمائے۔

ترجمہ	عبارت مکتوب
اہل سرہند سے ایک بزرگ شیخ احمد ہیں بڑے فاضل اور کثیر العمل عالم ہیں۔ فقیر نے چند روز ان کی صحبت میں نشست و برخاست کر کے بہت سے عجائب روزگار کا مشاہدہ کیا۔ وہ ایک چراغ ہیں۔ جو ایک عالم کو منور کرینگے۔ الحمد للہ فقیر کے یقین میں کمالات جاگزین ہو گئے۔ ان کے چند بھائی برادر بھی ہیں جو سب کے سب نیک اور بزرگ ہیں۔ کئی عالم ہر وقت ان کی خدمت کیمیا خاصیت میں حاضر رہتے ہیں۔ انہوں نے آپ کی صحبت میں بڑی بڑی ستعدادیں حاصل کی ہیں۔ شیخ کا صاحبزادہ جو	شیخ احمد مردی است از سرہند کثیر العلم و قوی العمل روزے چند فقیر باد نشست برخاست کردہ عجائب بسیار از روزگار اوقاتِ او مشاہد نمودہ بآں ماند کہ چراغے شود کہ عالمہا از وروشن کردوالحمد للہ تعالیٰ احوال کاملہ او بمراقبہ یقین پیوستہ وایں شیخ مشار'' الیہ برادران واقربادارد ہمہ مردم صالح واز طبقہ علماء چندے را دعاگوئے ملازمت کردہ از جواہر عالیہ دانستہ استعداد ہائے عجیب دارند و فرزنداں آں شیخ کہ اطفال انداسرار الٰہی اند

بانجملہ شجرہ طیبہ اند اَنْبَتَہُ اللّٰہُ نَبَاتًا حَسَنًا وفقرا باب اللہ دلہائے عجب دارند ''انتہی کلامہ الشریف'' ابھی بہت کمسن ہیں اسرار الٰہی اور شجرہ طیبہ خدائے تعالیٰ ان کا اچھی طرح سے نشوونما کرے۔ فقرا کے دل خدا سے ملنے کے دروازے ہیں۔ فقط

حضرت خواجہ کی جناب میں آپ کی عقیدت

آپ فرماتے ہیں کہ جس روز میں حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور تعلیم طریقت شروع کی۔ مجھے یقین ہو گیا۔ کہ عنقریب حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے اس راہ کی انتہاء تک پہنچائے گا۔ ہر چند کہ میں اپنے نقص حال اور قصور اعمال پر نظر کر کے بمصداق۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

احتیاط کر کے ان خیالات کی نفی کرتا تھا لیکن کسی طرح میرے دل سے یہ خیال نہ جاتا تھا۔ بسا اوقات یہ بیت میری زبان پر جاری رہتی تھی۔

ازیں نوریکہ از تو بردلم تافت یقیں دانم کہ آخر خواہمت یافت

اس کے بعد حضرت استغراق میں گئے۔ اور نہایت عجز و انکسار سے آبدیدہ ہو کر الحمد للہ فرمایا اور خاموش ہو گئے۔

آپ کو خواجہ کی جناب میں جو اعلیٰ اعتقادی تھی۔ اس کی کیفیت خود آپ نے اپنی کتاب مبدء و معاد میں اس طرح تحریر فرمائی ہے کہ ہمارے حضرت خواجہ کے ساتھ ہر مرید اپنی لیاقت کے بموجب علیحدہ علیحدہ عقیدت رکھتا تھا۔ اور اسی کے بموجب ہر ایک فیضیاب ہوتا تھا۔ چنانچہ میرا عقیدہ یہ تھا کہ بعد زمانہ آنحضرت ﷺ ایسی صحبت اور تربیت وارشاد سوائے حضرت خواجہ صاحب کے کسی کو نصیب نہیں ہوا ہو گا۔ پس ہزار ہزار شکر ہے کہ مجھ کو میرے اعتقاد کے بموجب فیضان حاصل ہوا۔

حضرت خواجہ کی آپ پر عنایت

ایک روز کا آپ ذکر فرماتے ہیں۔ کہ جب میں حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اکثر اوقات از خود رفتگی جو علامت فنائیت ہے مجھ پر طاری ہوتی تھی۔ اور حضرت علیہ الرحمۃ نے میرے برادر طریقت شیخ تاج سنبھلی کو یہ حکم دے رکھا تھا۔ کہ جملہ مریدین سے ان کے کوائف و حالات دریافت کر کے آپ کی خدمت میں بیان کیا کریں۔ لیکن میرے لئے خاص طور پر یہ حکم تھا کہ بلا کسی کی وساطت کے میں اپنے حالات خود عرض کیا کروں۔ بلکہ بعض وقت خود حضرت یاد کر کے دریافت فرماتے تھے۔ مگر میں بپاس ادب اکثر خاموش رہتا تھا۔ اور کچھ نہ کہتا تھا۔ حتی کہ ایک روز آپ نے خود

فرمایا۔ کہ تم اپنے حالات کے بیان کرنے میں خاموش رہتے ہو۔ بیان کرنے میں کیوں تامل کیا کرتے ہو۔ اور میں یہ خیال کیا کرتا تھا کہ میں کیا ہوں۔ اور میرے حالات ہی کیا ہیں جو گوش گزار کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بلاکم وکاست جو کچھ واقعات پیش آیا کریں۔ بیان کیا کرو۔ اسی زمانہ میں اتفاقاً مجھے یہ ایک واقعہ پیش آیا۔ کہ شیخ تاج کی طرف میں متوجہ ہوا۔ اور تصرف کیا وہ بیخود ہو کر زمین پر گر پڑے۔ آپ کے اصرار فرمانے پر یہ واقع میں نے ظاہر کیا۔ سنتے ہی آپ کا حال متغیر ہو گیا اور حاضرین جلسہ پر بہت دیر تک سکوت طاری رہا۔

آپ کو حضرت خواجہؒ سے خلافت

حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے بارگاہ حق سبحانہ تعالیٰ میں آپ جیسے قابل طالب اور لائق مرید کے تربیت پانے اور درجہ کمال تک پہنچنے کا شکریہ ادا کیا۔ اور آپ کے کمالات اور حالات کے محامد اور تعریف و توصیف کر کے نیک ساعت میں خلعت خلافت سے آپ کو سرفرازی بخشی۔ اور آپ کے وطن مالوف سرہند شریف کی طرف مرخص فرمایا۔ آپ بموجب ارشاد پیر بزرگوار تربیت طالبین اور ہدایت سالکین میں مشغول ہوئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں صدہا طالبوں کو معارف پناہ خدا آگاہ کر دیا۔

آپ کا دوسرا سفر دہلی اور حضرت خواجہؒ کی مزید عنایت

پھر آپ کے سینہ فیض گنجینہ میں شوق دیدار جمال باکمال مرشد برحق موجزن ہوا۔ اور بغرض حصول ملازمت آپ سرہند سے دہلی آئے۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے آپ کی خیر مقدم کی خبر فرحت اثر سن کر مع خدام کابلی دروازہ تک استقبال کیلئے تشریف فرما ہوئے اور نہایت ہی اعزاز واحترام کے ساتھ اپنے نور نظر اعظم الخلفاء مروج الطریقہ کو اپنے ہمراہ خانقاہ شریف میں لاکر فروکش کیا۔ یہاں پہنچ کر آپ کے کمالات اور حالات کو اس قدر عروج واقع ہوا کہ آپ کے استعداد عالی کے خصائص سے جو اسرار و معارف ظہور پذیر ہوئے۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ خود اسی طرح سے اخذ فرماتے تھے۔ کہ جیسے کوئی شاگرد استاد سے حدیث نقل کرتا ہے۔

حضرت خواجہ کے بعض خلفاء اور مریدین کے قلوب میں آپ کی جانب سے انکار پیدا ہوا فوراً حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے بقوت باطنیہ اس کا ادراک فرمالیا۔

بندگان خاص علام الغیوب درجہاں کی نہ برسیس القلوب

اور حضرت اس پر غضبناک ہوئے اور ارشاد فرمایا۔ کہ "اگر تم اپنے ایمان کی بقاء اور سلامتی چاہتے ہو۔ تو ان کی جناب میں باادب اور باعقیدت رہو کہ وہ مثل آفتاب ہیں۔ اور ان کے انوار میں ہم جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں۔ یاد رکھو کہ اس امت میں جو چار بزرگ افضل ترین اولیاء ہیں یہ بھی انہیں میں

سے ہیں۔ بسااوقات حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ آپ کو بر سر حلقہ بٹھاتے اور خود مع اپنے خلفاء و مریدین کے آپ کے حلقہ میں مستفیدانہ شریک ہوتے اور بعد فراغت الٹے پاؤں واپس ہوتے کہ آپ کی طرف پشت نہ ہو۔ اور اپنے جملہ خدام کو بھی یہی ہدایت فرماتے کہ وہ اسی طرح ہمیشہ آپ کا ادب کیا کریں اور آپ کے رتبہ کو ملحوظ کر کے اپنے باطن کو آپ کی طرف متوجہ رکھیں۔

ایک مرتبہ آپ نے حضرت خواجہ سے نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا کہ اس غلامان غلام کو حضرت کے اس طرز عمل سے نہایت ندامت اور شرمندگی ہے۔ ارشاد ہوا کہ جو کچھ کر رہے ہیں بموجب امر الٰہی ہے۔ جس کی تعمیل پر ہم غیب سے مجبور ہیں۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے ایک مرید خواجہ بیگی پر زیادہ عنایت مبذول ہوئی بوخور شفقت ان سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب امام ربانی صاحب سرہند سے تشریف لائیں تو تم مجھ کو یاد دلانا۔ میں تم پر ان سے توجہ کراؤنگا۔ ہفتہ عشرہ ہی میں تمہارا کام بن جائے گا۔ جب آپ دلی تشریف لے گئے تو حسب الارشاد حضرت خواجہؒ آپ نے توجہ فرمائی۔ دو ایک ہی توجہ میں خواجہ بیگی فائض المرام اور کامل العرفان ہو گئے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ حجرے میں آرام کر رہے تھے۔ کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ آپ کو ملنے کیلئے تشریف لائے۔ خادم نے چاہا کہ آپ کو بیدار کر دے۔ حضرت خواجہؒ نے منع فرمایا اور خود حجرہ کے دروازہ کے پاس آپ کی بیداری کے انتظار میں کھڑے ہو گئے باوجود یہ کہ آپ گہری نیند سو رہے تھے فوراً اٹھ بیٹھے اور چارپائی سے نیچے اتر آئے۔ مثنوی

حالت من خواب را ماند گہے خواب پندارد مر اور اگمرہے
گفت پیغمبر کہ عَیْنَایَ تَنَامُ لَایَنَامُ الْقَلْبُ عَنْ رَبِّ الْاَنَامِ

اور مضطرب الحال ہو کر دریافت فرمانے لگے۔ کہ باہر کون صاحب ہیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا فقیر محمد باقی ہے۔ آپ فوراً ہی حاضر خدمت مبارک ہو گئے۔

آپ کی سرہند شریف کو واپسی

جس قدر نعمت باطنی اور نسبتہائے عالیہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کو حاصل تھیں۔ ایثار کر کے سب آپ کو عطا فرمائیں اور لوائے ارشاد آپ کے سر مبارک پر رکھ کر تمام خلفاء کی ہدایت اور مریدین کی تربیت آپ کے حوالہ کی۔ بعدۂ آپ کے وطن مالوف کی طرف آپ کو رخصت فرمایا۔ مدت تک آپ سالکین راہ خدا طالبین طریق صدق و صفا کی تعلیم و تربیت میں مشغول اور وہ آپ یک صحبت کیمیا خاصیت کے فیوض و برکات سے مستفید رہے۔ آپ اس زمانہ میں اپنے حالات عظیمہ اور مقامات عالیہ کی کوائف

اور ترقیات مریدین وطالبین کے حالات سے اطلاع دیکر اپنے پیر بزرگوار سے تصحیح حالات فرماتے تھے۔ پیر بزرگوار آپ کے حالات کی قبولیت کی بشارت دیکر اپنے زیر تربیت سالکوں کی کوائف ذکر و شغل سے آپ کو مطلع فرماتے۔ اوران کے بعض حالات کی کیفیات کو آپ سے استفسار فرماتے تھے۔ آپ ان کی قابلیت اور ترقیات کا وہیں سے ادراک کر کے جوابات صحیحہ تحریر فرماتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ آپ کے ادراک اور کشف صحیح کی تعریف وتوصیف تحریر فرماتے تھے۔

آپ اور حضرت خواجہؒ کے آداب

باوجودیکہ آپ ایسے مقامات بلند و مراتب ارجمند سے سر فراز تھے۔ مگر اپنے پیر بزرگوار کی ایسی رعایت ادب کرتے تھے کہ اس سے اور زیادہ متصور نہیں ہو سکتی۔ صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے خلیفہ شاہ حسام الدین اپنے پیر بھائی حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی تعریف و توصیف کرنے کے بعد بیان فرماتے تھے کہ آپ باوجود علو مرتبت و کثرت فضیلت اپنے پیر دستگیر کے آداب کی کمال رعایت کرتے ہیں۔ حضرت کے مریدوں میں آپ جیسا باادب نہ کوئی خلیفہ تھا اور نہ کوئی مرید۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ برکات آپ کو نصیب ہوئیں۔ چنانچہ ایک روز کا وہ ذکر کرتے ہیں کہ میں بموجب ارشاد حضرت خواجہؒ آپ کے بلانے کے لئے گیا۔ جونہی میں نے آپ سے کہا کہ حضرت یاد فرماتے ہیں۔ آپ کے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا اور خوف و بیم سے اس قدر مضطرب ہوئے کہ تمام بدن میں رعشہ پڑ گیا۔ اس وقت مجھ کو صوفیائے کرام کا وہ مقولہ یاد آیا کہ "نزدیکاں را بیش بود حیرانی"۔

حضرت غوث پاکؓ کے خرقہ کی حوالگی اور شاہ سکندر قادری سے آپ کو خلافت

سابق میں مذکور ہوا ہے کہ قطب الوجود حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے اپنا خرقہ مبارک اپنے جانشین صاحبزادہ حضرت سید تاج الدین عبدالرزاق قدس سرہ العزیز کو آپ کے حوالہ کرنے کے لئے تفویض فرمایا تھا اور آپ کے جانشینوں میں یکے بعد دیگرے امانۃً چلا آتا تھا۔ وہ اسی سال آپ کے حوالہ کیا گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت شاہ سکندری قادری قدس سرہ العزیز سے ان کے دادا حضرت شاہ کمال کیتھلی نے خواب میں ظاہر ہو کر فرمایا کہ اس خرقہ مبارک کے وارث جن کے لئے حضرت غوث پاکؓ نے وصیت فرمائی تھی شیخ احمد سرہندی ظاہر ہو گئے ہیں ان کے حوالہ کر دو۔ انہوں نے خرقہ شریف کے تفویض کرنے میں یہ خیال کر کے تامل کیا کہ گھر کی نعمت گھر میں ہی رہے تو بہتر ہے۔ پھر دوبارہ آپ نے ظاہر ہو کر تاکید فرمائی۔ پھر بھی انہوں نے ٹالا۔ تیسری مرتبہ بحالت غضبانی ظاہر ہو کر متنبہ فرمایا کہ اگر تم اپنی خیریت اور نسبت کی سلامتی چاہتے ہو تو خرقہ مبارک اس کے وارث

کے حوالے کردو ورنہ ہماری نسبت و کرامت سب سلب کرلی جائیگی۔ شاہ سکندر ہیبت زدہ ہو کر خرقہ شریف لیکر آپ کی خدمت میں تشریف لائے۔ آپ بعد نماز صبح حسب عادت و حلقہ ذکر و توجہ میں مشغول مراقبہ فرمارہے تھے۔ آپ جب فارغ ہوئے تفویض فرمایا۔ آپ نے زیب تن مبارک کیا۔ نسبت قادریہ نے آپ پر غلبہ اور استیلا کیا۔ نسبت نقشبندیہ مغلوب ہوگئی۔ بعدہ نسبت قادریہ کو غلبہ ہوگیا۔ ایسا ہی کئی مرتبہ ہوتا رہا۔

ارواح اولیاء کی آمد اور آپ کے لئے سابقت

اس اثناء میں روح مبارک حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر المومنین سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ مع بزرگان سلسلہ تشریف فرما ہوئے۔ ان کے بعد روح پر فتوح حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند و حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہما مع بزرگان سلسلہ تشریف فرما ہوئے۔ دونوں حضرات میں باہم اشارات ہوئے۔

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے بچپن میں ہی لواسط ہمارے پوتے سید شاہ کمال قادری کے ان کی زبان چوس کر کامل فیض نسبت حاصل کیا ہے۔ لہٰذا ان پر ہمارے سلسلہ کی خدمت اور اشاعت کا بڑا حق ہے۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا کہ ہمارے طریق کا استحقاق اسی وجہ سے ان پر زیادہ ہے کہ بتوسط ہمارے خلیفہ خواجہ باقی باللہ کے حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت معہودہ انہوں نے پائی ہے۔ دونوں بزرگواروں کے ارواح طیبات میں یہی گفتگو ہورہی تھی کہ ارواح مقدسہ اکابر سلسلہ چشتیہ بھی تشریف فرما ہوئیں۔ انہوں نے بھی اپنا دعویٰ مع دلیل پیش فرمایا کہ آپ کے بزرگوں کی نسبت آبائی واجدادی ہمارے سلسلہ کی ہے اور آپ نے ہمارے ہی آغوشِ پرورش میں نشو و نما پایا ہے اور سب سے پہلے ہمارے ہی سلسلہ کی خلافت حاصل کی ہے۔ لہٰذا ہمارے سلسلہ کا حق سب سے زیادہ ہے اس طرح ارواح عالیہ سہروردیہ کبرویہ طریق کے مشائخ عظام کی بھی تشریف فرما ہوئیں۔ انہوں نے بھی اپنا دعویٰ مع دلیل کے پیش کیا۔ غرض کہ قاطبہ جمیع سلاسل کے پیشرو مشائخ کا اجتماع ہوگیا اور امر مابہ النزاع میں ردو بدل شروع ہوا۔ ہر ایک سلسلہ کے بزرگ آنجناب کی نسبت اپنے سلسلہ کے لئے خواہش کررہے تھے کہ آپ انہیں کے سلسلہ کے شیخ قرار دیئے جائیں۔

سرہند شریف میں اولیاء اللہ کا ہجوم اور آنحضرت صلی ﷺ کا فیصلہ فرمانا

مولانا ہاشم کشمی اور ملا بدرالدین اپنی اپنی تواریخ میں رقمطراز ہیں کہ اس وقت اولیاء امت کا سرہند میں ایسا ہجوم ہوا تھا کہ شہر اور نواح شہر کے دیہات و قصبات کے کوچہ و بازار ارواح اولیاء کرام سے پر ہو

گئے۔ ۱۱ شعبان ۱۱۰۱ھ کی صبح سے آخر وقت نماز ظہر تک یہی معرکہ رہا۔ بالآخر معاملہ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جناب میں فیصلہ کے لئے پیش ہوا اور خورشید رسالت نے ہر ایک بزرگ کو تسلی اور دلاسہ دے کر فیصلہ فرمایا کہ آپ سب بزرگوار اپنے اپنے کمالات نسبت ،تمام وکمال اس بزرگ کے حوالہ کردیں کہ یہ سب سلسلوں میں داخل ہو جائیں اور تم سب کو علی التساوی اجر کا حصہ ملے گا۔ مگر چونکہ سلسلہ نقشبندیہ خیر البشر بعد الانبیاء یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور اس میں اتباع سُنَّتْ سُنِیَّہ واجتناب بدعت نامرضیہ سب سے زیادہ ملحوظ ہے لہٰذا یہ سلسلہ خاص خدمت تجدید سے زیادہ ترمناسبت رکھتا ہے پس یہ سلسلہ اور سلسلہ قادریہ وسہروردیہ بپاس خاطر حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ ترویج پائینگے اور دوسرے سلاسل کبرویّہ وچشتیہ بھی ان سے مروج ہونگے۔

سب طریقوں کی نسبت کا طریقہ مجددیہ میں شمول

پس جمیع مشائخ عظام نے اپنے اپنے کمالات اور نسبتیں آپ میں القاء فرمائیں۔ آپ نے سب کو اپنے طریق میں امتزاجاً شامل کیا اور ان کو اپنی نسبت خاصہ سے جو جناب باری تعالیٰ سے بوساطت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ کو خصوصیت سے عطا ہوئے تھے متدرج فرمایا۔ پس طریقہ مجددیہ تمام امت کے اولیاء کے سلسلوں کو جامع ہے اور اس طریق کے سالکوں کو ہر ایک سلسلہ کے اولیاء کا فیض حاصل ہوتا ہے اور سب سلسلہ کے مشائخ کی عنایت اس کے شامل حال ہوتی تھی چنانچہ حضرات قیوم اربعہ جملہ سلسلوں میں مرید فرماتے تھے مگر بعد آپ کے بلحاظ اتباع شرع شریف سوائے نقشبندیہ و قادریہ طریقوں کے اور طرق میں مرید کرنے کی ممانعت ہوگئی کہ بعض طریق میں سماع بھی درست ہے اور اس طریقہ میں ممنوع ۔

رباب و نغمہ و جملہ زامیر بشد ممنوع از آیات و تفسیر

تعلیم نسبت قادریہ

ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک طالب صادق نے ذوق کیفیت طریقہ قادریہ کی خواہش ظاہر کی آپ نے ان کو اپنی صحبت میں رہنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ وہ صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے آپ ان پر نسبت اکابر قادریہ کا اضافہ کرنے لگے جب ان کو دو تین روز گزر گئے۔ آپ کے اجل مریدین نے جو خوان نعمت نقشبندیہ کے ریزہ چین تھے اپنے احوال میں بستگی دیکھی۔ چارو ناچار ان میں سے ایک صاحب نے اس بستگی اور فیض احوال کی آپ سے شکایت کی کہ میں دو تین روز سے اپنی نسبت کو بیگانہ پاتا ہوں۔ نہیں معلوم مجھ سے کیا قصور سرزد ہوا۔ دوسرے درویش نے بھی ان کو اسی طرح کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا تم سے کوئی قصور سرزد نہیں ہوا۔ اس بستگی کی وجہ یہ ہے کہ تم انوار اکابر نقشبندیہ رضی اللہ

عنہم سے اقتباس کرتے ہو میں ان صاحب کو دو تین روز سے نسبت اکابر قادریہ پہنچا رہا ہوں۔ اس کے القا کا راستہ کھل رہا ہے چونکہ تم اس نسبت سے مناسبت نہیں رکھتے ہو لامحالہ معطل ہو۔ جب ہم انہی سیر کو اکابر خواجگان نقشبندیہ کی طرف رجوع کرینگے تو بستگی تمہاری دور ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آپ کا تیسرا سفر دہلی اور آپ کے متعلق حضرت خواجہؒ کے ارشادات

تیسری مرتبہ جب آپ سرہند سے دہلی آئے۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے بطور کشف ادراک فرما کر ارشاد فرمایا کہ اب میرے بدن میں آثار ضعف اور ناتوانی بہت زیادہ ہو گئے ہیں اور اب حیات کی امید کم باقی ہے۔ اپنے صاحبزادگان خواجہ عبید اللہؒ اور خواجہ محمد عبید اللہ کو جو اس وقت شیر خوار تھے آپ کے روبرو پیش کر کے القاء توجہ کے لئے ارشاد فرمایا۔ آپ نے اپنے مخدوم زادوں پر توجہات فرمائیں اور اس کا اثر حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ پر بھی ظاہر ہوا۔ بعد آپ نے حسب الارشاد والد مخدوم زادگان پر غائبانہ توجہ فرمائی اس کے بعد حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے آپ کی شان میں یہ فرمایا کہ:

(۱) میاں شیخ احمد کی طفیل سے ہم کو معلوم ہوا کہ توحید وجودی ایک تنگ کوچہ ہے اور شاہراہ طریقت آور ہی ہے۔

(۲) میاں شیخ احمد ایک آفتاب ہیں اور ہم جیسے کتنے ستارے ان کی روشنی میں گم ہیں۔

(۳) ہماری اور میاں شیخ احمد کی تمثیل خواجہ ابوالحسن خرقانی اور ان کے مرید عبداللہ انصار کی ہے کہ اگر پیر زندہ رہتے تو اپنے مرید کے مرید ہوتے۔

(۴) میاں شیخ احمد کمال مرادوں اور محبوبوں میں سے ہیں۔

(۵) میاں شیخ احمد کی مانند آج زیر فلک کوئی نہیں ہے۔

(۶) بعد صحابہ و تابعین میاں شیخ احمد کے مماثل معدودے چند بزرگ گزرے ہیں۔

(۷) میاں شیخ احمد جامع ارشاد و مدار ہیں۔

(۸) الحمد اللہ ہماری تین چار سال کی صحبت رائگاں نہیں گئی۔ شیخ احمد جیسے عزیز الوجود شخص نے تربیت پائی۔

(۹) شیخ تاج آپ کے پیر بھائی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے آپ کے موسومہ بعض مکاتیب میں جو الفاظ عزیز متوقف (یعنی سلوک میں رکا ہوا شخص) تحریر کر کے اس کا چارۂ کار دریافت کیا۔ عزیز اس سے مراد خود ذات بابرکات حضرت پیر و مرشد تھے۔

آپ کے نام حضرت خواجہؒ کے بعض خطوط

علاوہ ان ارشادات کے حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے آپ کے نام جو مکتوب تحریر کیے ہیں ان سے

آپ کے مدارج عالیہ کے کمال کا اظہار ہوتا ہے۔ صرف دو مکتوبات مع ترجمہ بطور تبرک اس جگہ نقل کئے جاتے ہیں۔

اصل مکتوب

حق سبحانہ باعلےٰ مرتبہ کمال برساندع ولارض من کاس الکرام نصیب تکلفے نیست زانچہ حقیقت آں نوشتہ مے شود پیر انصار قدس سرہ مے فرسود۔ من مرید خرقانیم لیکن اگر خرقانی دریں وقت می بود باجود پیریش مریدئے من میکرد۔ ہرگاہ صفت آں بے صفتاں ایں باشد گرفتار ان آثار صفات چراجان فدائے لوازم طلب گارے نکنند و ازہر کجا بوے بشام ایشاں رشد درپے آں ہوند۔ اکنوں تامل و اہمال بارنہ از استغنائی و بے نیازی است موقوف باشارت است۔

گر طمع خواہد ز من سلطان دین
خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

بارے نسخۂ خال وارادۂ ماایں است ضدائے عزوجل برانچہ می باید مہتد اے گرداناو داز عجب و پندار مخلصی بخشاد۔ و بقیۃ المقصود جناب سیادت مآب امیر صالح نیشاپوری سلمہ اللہ اظہار طلب نمود ندچوں وقت مقضی ایں نبود تضیع اوقات ایشاں دادہ از مسلمانی نہ نمود۔ لاجرم بہ صحبت شما فرستادہ شد انشاء اللہ تعالیٰ بقدر استعداد بہرہ مند میگردند توجہ و

ترجمہ

اللہ تعالیٰ (آپ کو) کمال کے اعلیٰ مراتب پر پہنچائے اور بزرگوں کے پیالہ میں زمین کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ جو حقیقت حال ہے لکھی جاتی ہے۔ پیر انصار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی کا مرید ہوں۔ لیکن اگر اس وقت وہ موجود ہوتے تو باوجود پیری وہ میرے مرید ہوتے۔ جب کہ ان بے صفتوں کی یہ صفت ہو آثار صفات کے گرفتار کس طرح سے اس جائفدائی کی طلبگاری نہ کریں۔ اور جہاں کہیں سے ان کے دماغ میں خوشبو پہنچے اس کا پیچھا نہ کریں اب دیر و تامل ہمارا بے پروائی اور بے نیازی سے نہیں ہے بلکہ موقوف اشارہ پر ہے۔

گر طمع خواہد ز من سلطان دین
خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

اب تو موقع بھی ایسا ہے اور ارادہ بھی یہی ہے کہ خدا اس کو مہیا کردے اور غرور اور خود پسندی سے نجات دے۔ جناب سیادت مآب پیر صالح نیشاپوری نے اپنا باقیماندہ مقصود کی طلب کا ظاہر کیا جب کہ وقت اس کا مقتضی نہ تھا۔ انکے اوقات کا ضائع کرنا مسلمانی سے بعید معلوم ہوا۔ لہٰذا ان کو آپ کی صحبت میں روانہ کیا گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بموجب اپنی استعداد کی بہرہ یاب ہوں

لطف کامل یابند - والدعاء — گے اور کامل توجہ اور مہربانی حاصل کرینگے۔

والسلام

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اس مکتوب شریف کا نہایت عاجزی اور انکساری سے جواب ادا کیا تھا جو آپ کے مکتوبات شریف کی جلد اول میں موجود ہے۔ دوسرا خط کئی ماہ کے بعد حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے آپ کے نام ارقام فرمایا تھا۔ وہ بھی مع ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

اصل مکتوب

اللہ تعالیٰ فقراء و مساکین درماندہ را از برکات برگزیدگان بدربانی برساناد۔ تدمیست کہ عرض نیاز مندی بدرگاہ ولایت نکردہ ام۔ آرے ایں یک کلمہ را قاصدان صادق حال مے توانند شد الحمد للہ ایں قسم خود صورت می بندد دیگرچہ نویسم سخن درویشان بحضرت شانو شتن نہایت بے شرمی است حکایت اوضاع صوریہ بسیار بیجا الغرض مار احد خود می باید دانست و از فضول احتراز باید کرد۔ والدعاء

ترجمہ

اللہ تعالیٰ فقراء اور مساکین کو اپنے برگزیدوں کی برکت سے دربانی تک پہنچادے۔ مدت گزری کہ درگاہ ولایت پناہ میں عرض نیاز مندی نہیں کی۔ ہاں اس کلمہ کو سچائی اٹھانے والے قاصد اٹھا سکتے ہیں۔ الحمد للہ کہ یہ قسم خود صورت پیدا کرتی ہے اور اس کے سوا اور کیا لکھوں۔ درویشوں کی باتیں آپ کی خدمت میں لکھنا نہایت بے شرمی ہے اور ظاہری وضع کی باتیں لکھنا بہت ہی بیجا ہیں۔ الغرض ہمیں اپنی حد جاننی چاہئے اور فضول سے احتراز کرنا چاہئے اور دعا۔

آپ کی سرہند شریف کو واپسی اور سفر لاہور

اس کے بعد آپ اپنے وطن مالوف کی طرف مرخص ہوئے اور بموجب ارشاد پیر بزرگوار چند روز وہاں قیام فرما کے عازم شہر لاہور ہوئے۔ آپ کے فیضان عام اور کمالات تام کی بڑی شہرت ہوئی عمائد علماء حضرت مولانا جمال الدین تلوی و دیگر فضلا مثل مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی وغیرہ آپ کے حلقہ بیعت و ارادت میں داخل ہوئے۔ اور اکثر مشائخ وقت نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ مولانا جمال الدین تلوی کو آپ سے بیعت کرنے کے یہ واقعات پیش آئے۔ کہ وہ منکرین مسئلہ وحدۃ الوجود تھے۔ آپ کی خدمت میں مباحثہ کی غرض سے آئے تھے۔ آپ نے خلوت میں لیجا کر ایک آن کی آن میں مقام توحید ان کو دکھادیا۔ اسی وقت ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور آپ کے مرید ہوئے۔

دروروں یک ذرہ نور عارفی — بہ بوداز صد مقرف اے صفی

حضرت خواجہ کی خبر وصال اور آپ کی لاہور سے روانگی

آپ لاہور میں مقیم اور سرگرم حلقہ ذکر و شغل تھے کہ خبر وحشت ملی کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کا کچھ دنوں کی علالت کے بعد بتاریخ ۲۵ جمادی الآخر ۱۰۱۲ ہجری دہلی میں وصال ہوا۔ آپ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط کہتے ہوئے بے اختیاری بحالت اضطرار وہاں سے دہلی کو روانہ ہوئے۔ گو راستہ میں شہر سرہند واقع ہوا اور مکان آیا۔ مگر آپ گھر تک نہ گئے۔ بغیر اپنے اہل و عیال سے ملے۔ شبانہ روز چل کر دہلی پہنچے اور مزار انور مرشد برحق کی زیارت کی اپنے مخدوم زادوں اور پیر بھائیوں کو صبر دلاسا دیا۔ سب نے دہلی میں قیام فرمانے کے لئے آپ سے التماس کی۔ آپ نے چند روز قیام فرما کر ان کے شکستہ دلوں کو مراحم عنایت سے تشفی بخشی۔ تربیت و ارشاد سلوک کو بمقابلہ عہد حضرت پیر مرشد قبلہ بہت زیادہ فروغ ہوا۔ بموجب وصیت حضرت خواجہ مریدین و خلفاء خواجہ آپ کے حلقہ ذکر میں مثل مریدین کے شریک ہو کر استفادہ کرتے اور آداب عقیدت نیاز مندانہ بجالاتے تھے۔

آپ کے بعد ناتجربہ کار پیر بھائیوں کی ایک حرکت

اس درمیان میں بعض حاسدوں یا ناتجربہ کار مریدوں نے حضرت خواجہ صاحب کی جناب مجدد علیہ الرحمۃ سے استفادہ فرمانے پر نکتہ چینی شروع کی۔ جو آپ کے خلاف مزاج ہوئی اور بعض غام کار پیر بھائی آپ سے منحرف ہو گئے ہر چند کہ آپ نے وعظ و پند سے ہدایت فرمائی لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ آپ نے بعض کی نسبت اور کمالات سلب فرمائے۔ پھر بھی کوئی متنبہ نہ ہوا۔ اس کے بعد آپ راہیٔ وطن شریف ہوئے۔

خاطیوں کی توبہ و معذرت

شیخ تاج الدین سنبھلی نے جو حضرات خواجہ صاحبؒ کے خلیفہ اور ان منحرف لوگوں کے سرغنہ تھے اپنی نسبت کو سلب پا کر آپ کے خلاف ختم پڑھنے شروع کئے۔ ان پڑھنے والوں میں سے ایک شخص نے جو صاحب کشف تھا یہ دیکھا کہ ہم میں سے ہر ایک نے ایک ایک چراغ روشن کیا۔ ناگاہ تند ہوا کا جھونکا آیا۔ بجلی چمکی یک لخت سب چراغ بجھ گئے اور غیب سے ندا آئی کہ حضرت مجددؒ الف ثانی کے مخالفین کے عناد کے یہ چراغ تھے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عتابی توجہ سے خاموش اور نیست و نابود کر دیئے گئے"۔ یہ واقعہ پیش آتے ہی سب منکرین حیران و سرگردان رہ گئے۔ خود شیخ تاج نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان محفل ہے۔ اکابر اولیاء اس میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز صدیقین ہیں ان میں سے ایک بزرگ نے شیخ سے خطاب فرمایا کہ تمہاری نسبت کی سلب در بربادی کا باعث (حضرت مجدد صاحب کی طرف اشارہ کر کے) ان کی مخالفت ہے۔ علاوہ شیخ

تاج کے اس قسم کی خوابیں اوروں کو بھی ظاہر ہوئیں۔ الحاصل شیخ تاج نے خلیفہ خواجہ حسام الدین احمد اور مولانا محمد ملح کو جو حضرت خواجہؒ کے داماد تھے۔ نہایت تضرع کے ساتھ اپنی غلطی سے آگاہ اور خواب کی کیفیت سے مطلع کر کے استدعا کی کہ سب کی طرف سے آپ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے معافی کی درخواست کریں۔

خاطیوں کی معافی

خواجہ حسام الدین احمد نے بھی مراقبہ میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ رونق افروز ہیں اور خطبہ فرما رہے ہیں۔ اس میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی تعریف و توصیف کر کے آپ کی مجددیّت اور قیومیّت کی تصدیق فرما رہے ہیں۔ آپ نے اس واقعہ کا بھی اپنے ان منکر پیر بھائیوں سے ذکر کیا۔ سب نے توبہ و استغفار کر کے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی طرف رجوع کیا۔ شیخ تاج نے ایک درخواست اپنی اور دیگر پیر بھائیوں کی، خطاء کی معذرت کے متعلق آپ کی خدمت میں تحریر کی اور جب آپ حضرت خواجہ قدس سرہ کے عرس کی تقریب میں دہلی تشریف لائے۔ مع کل منکرین ننگے سر اپنی اپنی دستاریں اپنے اپنے گلوں میں ڈالے ہوئے آپ کے استقبال کے لئے دہلی سے کئی میل تک حاضر ہوئے اور اپنے قصورات کی صدق دلی سے معافی چاہی۔ آپ نے براہ اخوت سلسلہ ترحم فرما کر کے سب قصورات کو معاف فرما دیا۔

نظم

کیا اولیاء میں شان مجدد بلند ہے — قطبوں میں اور غوثوں میں وہ ارجمند ہے
منکر ہے شیخ احمد سرہندی کا وہی — دروازہ جس پہ فیض الٰہی کا بند ہے
جو اعتقاد رکھتے ہیں انکی جناب میں — ہاں ان کا دو جہان میں رتبہ بلند ہے
صدیقؓ سے عروج و مجد پہ ہے نزول — کیا مستند یہ سلسلۂ نقشبند ہے

آپ کے شیوخ اور سلاسل

آپ نے پانچ مرشدوں سے فیض پایا اور خلافت حاصل کی۔

(۱) حضرت شیخ یعقوب صرخی کشمیریؒ۔ ان سے آپ نے سوائے تحصیل علم ظاہری طریقہ کبرویہ سہروردیہ میں خلافت بھی پائی، شجرہ حسب ذیل ہے:

یعقوب صرخی، کمال الدین حسین خوارزمی، حاجی محمد خیوشانی، شاہ بندواری، رشید الدین، امیر عبداللہ، خواجہ اسحاق جیلانی، سید علی ہمدانی، شیخ محمود مراد قانی، علاؤالدین سمنانی، شیخ عبداللہ مغربی، شیخ احمد جورقانی، شیخ علی الاعلیٰ، شیخ مجد الدین بغدادی، شیخ نجم الدین کبریٰ۔

(۲) حضرت حاجی عبدالرحمٰن بدخشی کابلی معروف بہ حاجی رمزی۔ ان سے آپ نے مصافحہ کیا اور انہوں نے اپنے شیوخ سے پس سند مصافحہ حسب ذیل ہے:

حاجی عبدالرحمٰن بدخشی کابلی معروف بہ حاجی رمزیؒ، حافظ سلطان ادھمی معمر ۱۱۰ سال، شیخ محمود، شیخ سعید معن حبشی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(نوٹ) ان میں سے ایک صاحب جن ہیں۔

(۳) حضرت مخدوم عبدالاحدؒ آپ کے والد ماجد ان سے پندرہ طریقوں میں آپ نے خلافت پائی۔ شجرات حسب ذیل ہیں:

(1) سلسلہ فاروقیہ: یہ آپ کا جدید سلسلہ ہے اس کا شجرہ بعینہٖ آپ کا نسبی شجرہ مذکورہ جوہر اول ہے۔

(2) سلسلہ سری سقطیہ: یہ بھی کسی قدر تفاوت سے آپ کا جدید سلسلہ ہے اس میں آپ کی سترہویں پشت کے داداخواجہ سلمان بن مسعود نے حضرت سری سقطی خلیفہ حضرت معروف کرخی سے خلافت پائی ہے اور ان کا شجرہ مشہور ہے۔

(3) سلسلہ سہروردیہ شہابیہ: یہ بھی کسی قدر تفاوت سے آپ کا جدید سلسلہ ہے اس میں آپ کی بارہویں پشت کے دادا حضرت شیخ احمد بن یوسف نے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے خلافت پائی ہے اور ان کا شجرہ مشہور ہے۔

(4) سلسلہ سہروردیہ بہائیہ: یہ بھی کسی قدر تفاوت سے آپ کا جدید سلسلہ ہے اس میں آپ کے گیارہویں پشت کے دادا حضرت شعیب بن احمد نے بہاؤالدین زکریا ملتانی سے خلافت پائی ہے اور وہ شیخ الشیوخ کے خلیفہ تھے۔

(5) سلسلہ سہروردیہ وچشتیہ جلالیہ: یہ بھی کسی قدر تفاوت سے آپ کا جدید سلسلہ ہے اس میں آپ کی پانچویں پشت کے دادا حضرت امام رفیع الدین بانی قلعہ سرہند نے حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں سے خلافت پائی ہے اور وہ خاندان سہروردیہ میں حضرت شیخ رکن الدین نبیرہ حضرت زکریا ملتانی کے اور خاندان چشتیہ میں حضرت چراغ دہلوی خلیفہ حضرت محبوب الٰہی کے خلیفہ تھے۔

(6) سلسلہ قادریہ جدید حسنیہ یعنی شیخ عبدالاحد، شیخ رکن الدین، امیر سید ابراہیم ایرجی قادری، سید شاہ احمد جیلی قادری، سید شاہ موسیٰ قادری، سید شاہ محمد محسن، سید شاہ ابونصر، سید شاہ ابو صالح، سید شاہ عبدالرزاق تاج الدین، حضرت غوث پاک سید ابو صالح، سید عبداللہ جیلی، سید یحییٰ زاہد رسید محمد، سید داؤد، سید موسیٰ الثانی، سید عبداللہ، سید موسیٰ الجون، سید عبداللہ المحض، سید حسن مثنیٰ، حضرت امام حسینؓ، حضرت امام علی مرتضیٰؓ، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(7) سلسلہ قلندریہ یعنی بعد نام شیخ رکن الدین، شیخ عبدالقدوس، شیخ عبدالسلام جونپوری، شاہ محمد،

قطب الدین بنیادل، سید نجم الدین قلندر، سید خضر رومی، عبدالعزیز مکی صحابی، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

(8) سلسلہ چشتیہ صابریہ: بعد نام شیخ عبدالقدوس کے، شیخ محمد، شیخ احمد عارف، شیخ عبدالحق، شیخ جلال الدین پانی پتی، شمس الدین ترک، مخدوم سید علی احمد صابر، بابا فرید الدین گنج شکر، خواجہ قطب الدین، خواجہ خواجگان سید معین الدین، شیخ عثمان ہارونی وحاجی شریف زندنی، قطب الدین مودود، ناصر الدین ابویوسف، ابو محمد، ابو احمد ابدال، ابو موسیٰ شامی، ممشاد علو دینوری، امین الدین ہبیرہ بصری، ید الدین حذیفہ مرعشی، سلطان ابراہیم، فضیل بن عیاض، عبدالواحد بن زید، شیخ حسن بصری، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

(9) سلسلہ چشتیہ نظامیہ گیسودرازیہ: بعد نام شیخ عبدالقدوس کے شیخ درویش محمد بن قاسم لودھی، شیخ ابن حکم اودھی، سید صدر الدین، سید محمد گیسودراز، خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی، شیخ نظام الدین محبوب الٰہی، بابا فرید مذکور۔الخ

(10) سلسلہ چشتیہ نظامیہ صدریہ: بعد نام شیخ درویش محمد، شیخ سعد اللہ، شیخ فتح اللہ، شیخ صدر الدین طبیب، چراغ دہلوی مذکور۔الخ

(11) سلسلہ چشتیہ نظامیہ جلالیہ: بعد نام شیخ درویش محمد کے سید بڈھن، سید اجمل بھڑائچی، سید جلال مخدوم جہانیاں، چراغ دہلوی مذکور۔الخ

(12) سلسلہ قادریہ جلالیہ: بعد نام مخدوم جہانیاں کے، عبید غیبی، ابوالقاسم فاضل، ابوالمکارم محمد فاضل، محمد فاضل، محمد قطب الدین، شمس الدین علی الافلح، شمس الدین حداد، حضرت غوث پاک، شیخ ابوسعید، شیخ ابوالحسن، شیخ ابوالفرح، شیخ ابوالفضل عبدالواحد، شیخ ابو بکر شبلی، شیخ ابوالقاسم جنید، سری سقطیؒ، معروف کرخی، امام رضا، امام کاظم، امام صادق، امام محمد صادق، امام محمد باقر، امام سجاد، امام حسینؑ، امام حسنؑ، حضرت امام علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

(13) سلسلہ کبرویہ جلالیہ، بعد نام مخدوم جہانیاں کے، سید حمید الدین سمرقندی، شیخ شمس الدین، شیخ عطایا خالدی، شیخ احمد بابا کمال خجندی، شیخ نجم الدین کبریٰ مذکور۔الخ

(14) سلسلہ سہروردیہ جلالیہ: بعد نام مخدوم جہانیاں کے، شیخ رکن الدین، شیخ صدر الدین، شیخ بہاء الدین زکریا، شیخ الشیوخ شہاب الدین، شیخ ابوالنجیب، حضرت غوث پاک، شیخ ابوسعید مذکور۔الخ

(15) سلسلہ مداریہ: بعد نام سید اجمل کے، شاہ بدیع الدین قطب مدار، شیخ طیفور شامی، شاہ عین الدین شامی، شاہ یمین الدین شامی، عبداللہ علم بردار، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت علی

کرم اللہ وجہہ، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(4) حضرت خواجہ باقی باللہؒ ان سے طریقہ نقشبندیہ میں آپ نے خلافت پائی۔ شجرہ یہ ہے کہ حضرات خواجہ باقی باللہ، خواجہ امکنگی، خواجہ درویش محمد، خواجہ محمد زاہد، خواجہ یعقوب چرخی، خواجہ علاؤالدین عطار، خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند، خواجہ سید امیر کلال، خواجہ بابا سماس، خواجہ علی عزیزان امتنی، خواجہ محمود انجیر فغنوی، خواجہ عارف ریوگری، خواجہ عبدالخالق عجدوانی، خواجہ یوسف ہمدانی، خواجہ ابو علی فارمدی، خواجہ ابوالحسن خرقانی، خواجہ بایزید بسطامی، حضرت امام جعفر صادق، حضرت قاسم بن محمد، حضرت سلمان فارسی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

واضح ہو کہ یہ شجرہ اویسیہ ہے کہ اس میں حضرت بایزید کے بعد حضرت ابوالحسن کا نام ہے۔ حالانکہ دونوں میں باہم ملاقات جسمانی نہیں ہو سکی۔ دوسرا شجرہ متصلہ یہ ہے۔ اس میں بعد نام شیخ ابو علی فارمدی کے، ابوالقاسم گرگانی، ابو عثمان مغربی، ابو علی کاتب، ابو علی رودباری، ابوالقاسم قشیری، ابو علی وقاق، ابوالقاسم نصیر آبادی، ابو بکر شبلی، شیخ جنید، سری سقطی، معروف کرخی ہے۔ الخ

(5) حضرت سید شاہ سکندرؒ ان سے آپ نے خرقہ خاص حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ اور طریقہ قادریہ جدیہ میں خلافت پائی۔ شجرہ حسب ذیل ہے:۔

سید شاہ سکندر، سید شاہ کمال، سید شاہ فضیل، سید گرار رحمٰن ثانی، سید شمس الدین، عارف، سید ابوالفضل، سید گرار رحمٰن اول، سید شمس الدین صحرائی، سید شاہ عقیل، سید شاہ بہاء الدین، سید شاہ عبدالوہاب، سید شاہ شرف الدین، سید شاہ عبدالرزاق، حضرت غوث پاک بعدہٗ سلسلہ جدیہ حسینیہ مذکورہ۔ الخ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

تیسرا جوہر

حضرت مجددؒ کے مخصوص کمالات اوراخلاق واعمال کے بیان میں

آپ کے مخصوص کمالات

جو جو کمالات عالیہ اور مدارج مخصوصہ خدائے پاک نے آپ کو عطا فرمائے۔ زبان قلم اس کے بیان سے عاجز اور قلم تحریر سے قاصر ہے۔ بطور مشت مونہ از خروارے کچھ مختصر خاصے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

(1) آپ کا خمیر بقیہ طنیت محمد یہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا گیا۔

(2) آپ مجدد الف ثانی یعنی دین کو نئے سرے سے تازگی بخشنے والے ہیں۔

(3) آپ قیوم اول یعنی آپ کی ذات بابرکات باعث قیام وعالمیان ہے۔

(4) آپ کو خزنیۃ الرحمۃ کے خطاب سے سرفرازی بخشی گئی۔

(5) آپ کو مرتبہ فردیّت عطا ہوا۔

(6) آپ مجموعہ قطب مدار (باعث بقائے عالم جان) و قطب ارشاد (باعث بقائے ایمان عالم) ہیں۔

(7) آپ کے ہی سلسلہ میں قیامت تک قطب مدار وارشاد ہوا کرینگے۔

(8) حضرت امام مہدی آخر الزمان آپ کے ہی خلفاء سلسلہ سے ہوں گے۔

(9) آپ کو مقام محبوبیت ذاتیہ خرقہ عطا کیا گیا۔

(10) آپ مقام سابقین واولین پر پہنچے جو اصحاب یمین سے بھی آگے ہے۔

(11) آپ کو سیاحت میں ملاحت ممتزجہ عطا ہوئی۔

(12) آپ (صلہ) یعنی بندوں کو خدا سے ملانے والے ہیں۔

(13) آپ کو ضمنیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصالت کرامت عطا ہوئی۔

(14) آپ نے بے واسطہ اللہ پاک سے کلام فرمایا۔

(15) آپ کو علم لدنی عطا کیا گیا۔

(16) آپ کو اسرار مقطعات قرآنی عطا کئے گئے۔

(17) آپ کو علم سموات حضرت امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ نے تعلیم فرمایا۔

(18) آپ سے حضرت خضر والیاس علیہما السلام نے مل کر اس پر موت وحیات کی کیفیت ظاہر کی۔

(19) آپ پر علم الیقین حق الیقین جو اصحاب کبار کو عطا ہوا تھا ظاہر کیا گیا۔

(نوٹ) دوسرے اولیاء کرام جس کو حق الیقین فرماتے ہیں وہ آپ کی تحقیق کی رو سے علم الیقین ہی کا جزو ہے۔

(20) آپ پر مقامات وجودی ظاہر کئے گئے۔

(21) آپ کو مثل اصحاب کبار مدارج اتباع آنحضرت ﷺ سرفراز ہوئے۔

(22) آپ کی زیارت کیلئے کعبہ شریف آیا۔ اور آپ کی خانقاہ شریف کے کنوئیں سے آب زمزم برآمد ہوا۔ بہت لوگوں کو حج کرادیا، اور آب زمزم پلایا۔

(23) آپ کی خانقاہ شریف کی زمین کو بہشتی زمین کا درجہ عطا ہوا۔

(نوٹ) زمین مقدس آپ کی مسجد کے شمال کی جانب ہے۔ طول چالیس گز ہے جو روضہ مبارک سے شروع ہو کر قبہ مبارک کے عقب شمال کی طرف ۶ گز چلی گئی ہے اور عرض اس زمین کا ۳۰ گز ہے جو دولت سرائے کے دیوار سے غرب کی جانب کنوئیں تک واقع ہے۔

(24) آپ کے طریقہ میں تمامی اولیاء کے فیضان ممتزج اور شامل ہیں اس لئے آپ کا طریقہ افضل واسہل ہے۔

(25) آپ کا طریقہ جامع شریعت و طریقت ہے اور اس میں مقاماتِ ولایت کے علاوہ کمالات نبوت بھی شامل ہیں۔

(26) آپ کے سلسلہ کے کل مریدین (جو قیامت تک ہوں گے) آپ کو دکھلائے گئے۔

(27) آپ پر گزشتہ و آئندہ حالات منکشف ہوئے۔

آپ کی کرامتیں

اگر کسی پیغمبر یا نبی سے کوئی بات خلاف عادت ظہور میں آئے تو اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ اولیاء امت سے ظاہر ہو تو وہ کرامت ہے ورنہ استدراج۔ انبیاء علیہم السلام کو معجزات اس لئے عطا کئے گئے کہ کفار پر ہیبت ہو اور وہ ایماں لاویں۔ اور اولیاء کو اس لئے کرامت سرفراز ہوئی کہ فاسق فاجر توبہ کریں اور راہ راست پر آویں۔ مگر کرامت کے ظہور اور عدم ظہور سے مدارج بزرگی میں کم و بیشی لازم نہیں آتی۔ ظاہر ہے کہ اصحاب کبار کے مرتبہ کو بڑے سے بڑا کوئی ولی نہیں پہنچ سکتا اور ان سے بمقابلہ اولیاء اللہ کے خوارق بہت کم ظاہر ہوئے آپ سے بیشمار کرامات ظاہر ہوئیں۔ بعض نے سات سو اور بعض نے اس

سے زیادہ فراہم کی ہیں۔ لیکن میں صرف بیالیس کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ زبدۃ المقامات میں مذکور ہے کہ آپ کے ایک خادم نے بیان فرمایا کہ آنجناب نے اس حقیر پر ایک مرتبہ ایسی توجہ فرمائی کہ میں اس کے اثرات کو اگر چوب خشک پر ڈالوں تو یقین ہے کہ وہ ہری ہو جائے اور اہل عالم پر ڈالوں تو نور سے معمور ہو جائیں۔ پر کیا کروں مجبوری ہے کہ زمانہ آخیر ہے۔ شر و فساد کا معدن اور خیر و برکات سے خالی۔ مرضی الٰہی انوار واسرار کی عام اشاعت کی اجازت نہیں دیتی۔ میں اس کے اظہار سے معذور ہوں۔ واضح ہو کہ اسی توجہ کی برکات اس وقت تک سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگوں میں باقی ہیں۔ جس کے وہ احیاء قلوب مردہ فرماتے ہیں۔ مثنوی

ہیں کہ اسرافیل وقتند اولیاء ‏ ‏ مردہ راز یشاں حیات ست و نما
اندروں اولیاء کاں نغمہاست ‏ ‏ طالبان راو حیات بے بہاست
جانہائے مردہ اندر گورتن ‏ ‏ برجہدز آواز شاں اندر کفن

(۱) آپ کے کرامات عالیہ احیاء قلوب فیضان شرح صدر محمدیہ عَلٰی صَاحِبِهَا السَّلَامُ وَ التَّحِیَّۃُ ہے جو بمقابلہ معجزات باہرہ احیاء اموات وغیرہ جو اور انبیاء علیہم السلام سے ظہور میں آئے کہیں اعلیٰ و ارفع ہیں۔

نظم برتراز احیاء کہ با عیسٰی برفت ‏ ‏ وزید بیضا کہ با موسیٰ برفت
دز کف آہن کہ با داوٗد بود ‏ ‏ ہم ازاں نافہ کہ با صالح نمود
بکساز ملک سلیماں وز نگین ‏ ‏ فیض، قلب رحمۃ للعلمین
ہست اعلےٰ ارفع و افضل مدام ‏ ‏ دائم و باقی الی یوم القیام
صل یا رب علی شمس الہدی ‏ ‏ اَلنَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی بَدْرِ الدُّجٰی

(۲) آپ کا دین اور اتباع شرع متین احیاء کتاب و سنت استیصال شرک وبدعت ہے

پس کرامت نیست جز افعال رب ‏ ‏ زہد و ورع و علم و اخلاق و ادب

(۳) آپ کے مدارج عالیہ اور مقامات مخصہ ولایت کبریٰ وکمالات نبوت ورسالت ہے

بود اسرار خدا چوں وحی ناب ‏ ‏ صاعد و نازل بقلب آنجناب
علم و ہبی لدنی بوا العجب ‏ ‏ دائماً نازل زساق عرش رب

(۴) آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ العزیز موسوی المشرب تھے۔ آپ نے تصرف فرما کے ان کو محمدی المشرب کرادیا۔

(۵) آپ نے ایک مرید کو بشارت دی کہ تجھ کو ولایت ابراہیمی عطا ہوئی ہے۔ اس کو پورا یقین نہ

ہوا۔ آپ نے شب کو خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس کی تصدیق کرادی۔ جب وہ صبح کو آیا آپ نے اس کی شب گزشت بیان فرمائی۔ وہ آپ کے قدموں میں گر پڑا۔

(۶) آپ کو شیخ طاہر لاہوری کی پیشانی پر لگا ہوا کافر لکھا ہوا ظاہر ہوا۔ کئی روز بعد یہ خبر آئی کہ وہ کافر ہو گیا اور اس نے زنار پہن لیا۔ آپ نے لوح محفوظ کی طرف نگاہ کی تو وہاں بھی یہی لکھا ہوا پایا۔ آپ نے دعا کی۔ اُس کی برکت سے وہ سعید ہو گیا۔ توبہ کی اور آپ کے مرید ہوئے اور خلافت پائی۔

(۷) آپ کے قادریہ طریقہ کے ایک مرید کو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا۔ آپ نے ان کو قطب تارہ کی طرف دیکھنے کیلئے ارشاد فرمایا۔ اس میں سے حضرت غوث ظاہر ہوئے۔ اس نے اچھی طرح سے آپ کی زیارت کرلی اور آپ پھر وہیں مخفی ہو گئے۔

(۸) آپ کے مرید مولانا یوسف کو جانکندنی کا وقت پیش آیا۔ ان کا سلوک کچھ باقی تھا۔ آپ ان کے پاس تشریف لائے اور فوراُ طے کرادیا۔

(۹) ایک شخص نے آپ کی خدمت میں اس مضمون کا خط تحریر کیا کہ دربار پیغمبری میں اصحاب کبار ایک نظر میں کامل ہو جاتے تھے۔ اب محنت سے بھی کچھ نہیں ہوتا۔ آپ نے اس کے جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ اس کا جواب صحبت پر موقوف ہے۔ جب وہ شخص حاضر ہوا۔ آپ کی پہلی ہی ملاقات میں نعمت باطنی سے مالامال ہو گیا۔

(۱۰) چونکہ آپ کے فیض سے بہت سے اہل قبور بھی مستفید ہو کر ولی ہو گئے۔ ایک شخص نے دم اخیر یہ وصیت کی کہ میرا جنازہ آپ کی خدمت میں لیجا کر پیش کرنا۔ جب جنازہ لایا گیا آپ نے توجہ دی۔ مردہ کا دل جاری ہو گیا۔ اسی شب اس کے اقرباء نے اس کی کیفیت کو خواب میں دیکھا۔

(۱۱) مولانا محمد ہاشم کشمی نے غائبانہ آپ کی شہرت سن کر ایک خط ملک دکن سے آپ کی خدمت میں لکھا۔ آپ نے اس کو ملاحظہ فرما کے ارشاد فرمایا کہ اس سے نور ولایت ظاہر ہوتا ہے۔ چند روز میں مولانا حاضر خدمت ہو کر مرید ہوئے اور خلافت پائی۔

(۱۲) جہانگیر بادشاہ اور شاہجہان شاہزادہ کی باہم نزاع واقع ہوئی اور نوبت مقابلہ کی پہنچی۔ فقراء وقت نے بالاتفاق شہزادہ کو مبارکباد فتحیابی کی دی۔ مگر آپ نے فرمایا۔ معاملہ برعکس نظر آتا ہے۔ بالآخر وہی نتیجہ ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔

(۱۳) عبدالرحیم خانِ خاناں صوبیدار دکن پر شاہی عتاب ہوا۔ اس نے آپ سے استمداد چاہی۔ آپ نے اس کو دلجمی کا خط لکھا۔ تین چار روز میں بادشاہ نے بجائے عتاب کے خلعت و خطاب سے اس کو سرفراز کردیا۔

(۱۴) بادشاہ کا ایک امیر پر سخت عتاب ہوا۔ اور وہ لاہور سے دہلی اس لئے طلب کیا گیا کہ ہاتھی کے پاؤں سے باندھوا کر مرواڈالا جائے۔ اثنائے راہ میں جب وہ سرہند شریف پہنچا۔ آپ سے خواہان امداد ہوا۔ آپ نے دعا فرمائی۔ جب وہ دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے بجائے عتاب کے خلعت سے سرفراز فرمایا۔

(۱۵) آپ آخر عمر اجمیر شریف میں مقیم اور حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کے معرر د عنایات تھے رمضان شریف میں نمازیوں کو بسبب تنگی مسجد و موسم بارش نماز تراویح میں سخت تکلیف ہونے لگی۔ آپ نے دعا فرمائی۔ پس جب تک کلام اللہ ختم نہ ہو گیا۔ بارش نہ ہوئی۔

(۱۶) اسی مسجد کی ایک دیوار نہایت خمیدہ تھی۔ لوگ اندیشہ ناک ہوئے۔ آپ نے فرمایا مطمئن رہو۔ ابھی نہیں گرے گی۔ جب آپ اجمیر شریف سے واپس ہوئے شہر سے باہر ہوتے ہی گر گئی۔

(۱۷) مولانا محمد امین سالہا سال سے بیمار تھے نہ کوئی دعا ان پر اثر کرتی تھی نہ دوا۔ انہوں نے آپ کا نام نامی سن کر آپ کی خدمت میں ایک عرضداشت لکھی۔ اس کے جواب میں آپ نے ایک خط تسلی آمیز لکھ کر اور اپنا پیرہن مبارک ان کے ارسال فرمایا۔ اس نے آپ کا پیراہن مبارک پہنا فوراً ہی تندرست ہو گیا۔

اولیاء را ہست قدرت ازالہ   تیر جستہ باز گرد اند زراہ

ایک دا برص چہ باشد مردہ نیز   زندہ گردو از فسون آں عزیز

(۱۸) شب برات کو آپ پر ظاہر کر دیا گیا کہ اسی سال آپ کا وصال ہو گا۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا۔

(۱۹) آپ نے اپنے وصال سے پہلے اپنی حیات کے ایام باقیہ ظاہر فرمائے تھے جس کے بعد وفات کی تصدیق ہو گئی۔

(۲۰) آپ نے اپنے وصال سے ایک روز قبل کل حال وفات کے متعلق حتیٰ کہ وقت تک معین کر دیا تھا۔ ویسا ہی ہوا۔

(۲۱) آپ کا ایک عقیدت مند کسی شہر میں کافروں کے مقابلہ میں مغلوب ہوا۔ اور آپ کو یاد کیا۔ یاد کرتے ہی آپ فوراً پہنچ گئے آپ نے مدد کی وہ فوراً غالب ہو گیا۔

(۲۲) ہزاروں کافر آپ کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے۔

(۲۳) حضرت شیخ آدم بنوری قدس سرّہ العزیز کو صرف تین روز میں کامل سلوک طے کرا کے خلافت عطا فرمائی۔

(۲۴) ایک بنگالی درویش نے آپ سے طریقہ حاصل کیا جب اس پر جذبہ قویہ وارد ہوا سر برہنہ

جنگل کو چلا گیا۔

(۲۵) ایک سوداگر پر آپ نے توجہ فرمائی۔ پہلی ہی مرتبہ میں وہ مدہوش اور مجذوب ہو کر گھر بار سے دست بردار ہو گیا۔ دوسری مرتبہ جب آپ نے توجہ دی تو ہوش میں آکر سالک ہو گیا۔

(۲۶) ایک جذامی آپ کی خدمت میں دعا صحت کیلئے حاضر ہوا۔ آپ نے ایک ہی مرتبہ اس کی طرف توجہ فرمائی۔ فی الفور اچھا ہو گیا۔

(۲۷) ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ کے حلقہ میں جو حافظ صاحب قرآن شریف پڑھتے تھے علیل ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ "ہم نے ان پر ذمہ لے لیا۔ وہ فوراً اچھے ہو گئے۔

(۲۸) ایک مرتبہ آپ نے موسم گرما میں سفر فرمایا۔ راہ میں ہوا نہایت گرم چلی۔ خادموں نے دعا بارش کے لئے عرض کیا۔ آپ نے دعا کی۔ فوراً ابرِ محیط ہو گیا اور برسنے لگا۔

(۲۹) آپ کے ایک مرید کو جنگل میں شیر نے گھیر لیا۔ اس نے آپ کو یاد کیا۔ فوراً آپ عصا ہاتھ میں لئے ہوئے نمودار ہوئے شیر کو مار کر بھگا دیا اور غائب ہو گئے۔ ہمراہیوں نے دیکھ کر اس سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ تھے۔ اس نے کہا میرے پیر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ تھے۔

(۳۰) آپ کے ایک مرید پر کوئی شخص معترض ہوا غیب سے اس کے اعضاء کٹ کر ٹکڑا ٹکڑا ہو گئے لوگوں نے آپ کی خدمت میں اس کی طرف سے معذرت کی۔ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے آپ کی توجہ سے وہ اچھا ہو گیا۔

(۳۱) آپ کسی امیر کے مکان پر تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے ایک معتقد کو وہاں جانے کے باعث بدگمانی ہوئی۔ ہاتف غیبی نے نہایت سختی کے ساتھ اس کو متنبہ کیا۔ اولیاء اللہ پر اعتراض کا نتیجہ برا ہوتا ہے۔ استغفار کر۔

(۳۲) ایک طالب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسبب منازعت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کدورت رکھتا تھا۔ اس نے آپ کے مکتوبات شریف میں لکھا دیکھا کہ امام مالک کے نزدیک اصحاب کبار کے منکر کی ایک ہی سزا ہے۔ خواہ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار کرے یا امیر معاویہ کا اس پر وہ طالب علم معترض ہوا۔ اس نے رات کو خواب میں دیکھا۔ کہ آپ نے اس کو حضرت امیر المومنین کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے فرمایا۔ خبردار ان مکتوبات پر اعتراض نہ کرنا اور جنگ باہمی کے اسرار کسی دوسرے کو معلوم نہیں ہو سکتے۔

(۳۳) ایک روز آپ کا مرتضی خاں کی قبر پر گزر ہوا۔ تو ان کو محاسبہ میں گرفتار پایا۔ بارگاہ احدیت میں دعا کی۔ اللہ پاک نے آپ کی دعا سے اس کی مغفرت فرمائی۔ اسی روز اس کے ایک دوست نے اس کو

خواب میں دیکھا تو مرتضٰی خاں نے آپ کی شفاعت سے اپنی مغفرت کی کیفیت بیان کی۔

(۳۴) آپ کے مریدوں یا معتقدوں میں سے اگر کوئی شخص کبھی بیمار ہوتا تو وہ آپ کی توجہ فرماتے ہی اچھا ہو جاتا۔ اتفاقاً ایک شخص کو اپنے گھر میں درد قولنج ہوا۔ آپ نے بوقت سحر اس کے حال پر توجہ فرمائی۔ اسی وقت سے اس کو آرام ہونا شروع ہوا اور صبح تک بالکل اچھا ہو گیا۔

(۳۵) آپ کی خدمت میں ایک شخص نے کچھ تحفہ پیش کیا اور کسی مریض کی دعاء صحت کے لئے استدعا کی۔ آپ نے اس کو قبول نہیں فرمایا اور تھوڑی دیر تک مراقبہ کر کے فرمایا ہم اس کی مغفرت کیلئے دعا کرتے ہیں بعدہ معلوم ہوا کہ اس وقت اس کا انتقال ہو چکا تھا۔

(۳۶) ایک بزرگ خواجہ جمال الدین آپ کی خدمت میں استفادہ کی غرض سے حاضر ہوئے آپ نے فرمایا تیرا دل عورت میں منہمک ہے جب تک تو اس سے پاک نہ ہو جائے۔ کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس نے اس کی تصدیق کر کے توبہ کی۔ فوراً برکات ظاہر ہونے لگیں۔

(۳۷) آپ کے بھائی شیخ محمود قافلہ کے ساتھ قندھار گئے ہوئے تھے ایک روز بیٹھے بیٹھے آپ نے فرمایا آج میں نے شیخ محمود کو ہر چند تلاش کیا۔ مگر اس کا کچھ پتہ نہ چلا بلکہ اس کی قبر قندھار میں دیکھ رہی ہے۔ جب سفر سے قافلہ واپس آیا اس ارشاد کی حرف بحرف تصدیق ہوئی۔

(۳۸) آپ کی خدمت میں ایک درویش نے عرض کیا کہ امسال میرا حج بیت اللہ کا عزم مصمم ہے آپ نے غور فرما کے کہا تو عرفات میں نظر نہیں آتا۔ اس کے بعد اس نے ہر چند کوشش کی مگر وہ نہ جا سکا اس کے بعد کئی سال تک وہ ارادہ کرتا رہا مگر ناکام رہا۔

(۳۹) حضرت خواجہ حسام الدین رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو خط لکھا کہ میرا حج کو جانے کا عزم ہے آپ نے جواب میں تحریر فرمایا ہم کو آپ کا جانا معلوم نہیں ہوتا۔ انہوں نے کل انتظام کر لیا مگر جا نا نہ ہو سکا۔

(۴۰) ایک درویش نے آپ سے خدا کی راہ دریافت کی۔ آپ نے ایک روٹی کا ٹکڑا اس کو کھلا دیا۔ فوراً فیض باطنی کا دروازہ اس پر کھل گیا۔

(۴۱) ایک شخص نے آپ کی خدمت میں لڑکا تولد ہونے کے لئے استدعا کی۔ آپ نے غور کر کے فرمایا تیری عورت بانجھ ہے۔ اگر تو دوسری شادی کریگا۔ تو لڑکا پیدا ہو گا۔ جب اس نے دوسری شادی کی لڑکا تولد ہوا۔

(۴۲) جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد صادق کے مقبرہ میں دوسری قبر کی گنجائش نہ تھی۔ آپ کے واسطے صاحبزادہ کی قبر بسمت مشرق سوا گز ہٹ گئی اور آپ وہیں

مدفون ہوئے۔

آپ کے متفرق حالات

چند ہی عرصہ میں آپ کے کمالات کا عالمگیر شہرہ ہو گیا۔ مور و ملخ کی طرح خلقت کا ہجوم ہوا۔ ہر ملک میں آپ کے خلفاء پہنچ گئے۔ رات دن بازار ہدایت گرم ہوا۔ فرمانروایان ایران، توران، بدخشان نے ان کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ بادشاہ ہند کے لشکر میں بھی شیخ بدیع الدین آپ کے نامور خلیفہ مشغول خلقہ توجہ تھے۔ ہزارہا آدمی ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ اکثر ارکان دوات نے بیعت کی شرک وبدعت سے نفرت بڑھی۔ شدہ شدہ یہ خبر آصف خاں وزیر اعظم کو جو شیعی المذہب تھا پہنچی اور وہ پہلے سے حضرت کے حالات سنے ہوئے تھا کہ آپ کو مذاہب باطلہ کی تردید سے خاص دلچسپی ہے ایک رسالہ ردّ روافض بھی تحریر فرمایا ہے۔ اس کو شیخ بدیع الدین کا لشکر میں قیام اور کسب کے طریقہ کی اشاعت بہت ناگوار ہوئی اور شب و روز موقع کی جستجو میں تھا کہ ایک روز بادشاہ کو تنہا پا کر عرض کیا کہ حضور سرہند کے ایک مشائخ زادہ نے جو علوم غربیہ میں ماہر ہے اور اس نے مختلف درویشوں سے خلافت پائی ہے۔ دعویٰ مجددیت کا کیا ہے۔ صدہا آدمی اس نے خلیفہ کر کے ملک در ملک بھیج دیئے ہیں۔ ہزارہا بلکہ لکھوکھا آدمی اس کے خلفاء کے مرید ہو گئے ہیں۔ کئی بادشاہ ممالک غیر حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ ہمارے لشکر میں بھی اس کا ایک خلیفہ مقیم ہے۔ اکثر امراء سلطانی، خانخاناں، سید صدر جہاں، خانجہاں، خان اعظم، مہابت خان، تربیت خاں، اسلام خاں، سکندر خاں، دریاخاں، مرتضی خاں وغیرہ اس کے مرید حلقہ بگوش ہو گئے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ اس نے ایک لاکھ سوار مسلح اور بے شمار پیادہ تیار کئے ہیں۔ خوف ہے کہ غفلت میں کوئی اور شکل ظہور پذیر نہ ہو جائے جس قدر اس کے معتقدین ہیں اول ان کا دور دراز فاصلہ پر تبادلہ کر دیا جائے تو ہر ایک کا انتظام آئندہ ہو سکے گا۔ بادشاہ کو وزیر کی رائے پسند آئی اور دوسرے روز ہی علی الصباح دربار خاص منعقد کر کے خانخاناں کو ملک دکن کی صوبہ داری پر اور سید صدر جہاں کو ملک بنگال کی صوبہ داری پر اور خانخاناں کو ملک مالوہ کی صوبہ داری پر مہابت خاں کو کابل کی صوبہ داری پر اور اسی طرح سے چار سو حکام کو جو آپ کے معتقد خاص تھے دور دراز ملکوں کا حاکم بنا کر بھیج دیا۔ جب ان کے مقامات مبتدلہ پر پہنچنے کی اطلاع وصول ہو گئی۔ تو بادشاہ نے ایک فرمان حضرت کے نام جس میں آپ کی ملاقات کا اشتیاق ظاہر کر کے آپ کو معہ جملہ مریدین ومعتقدین دعوت دی گئی تھی ذریعہ حاکم سرہند روانہ کیا اور حاکم موصوف کو تاکید کی کہ خود حاضر ہو کر پیش کش کرے۔

وہاں وہ انتظام ہو رہا تھا اور یہاں روزانہ حضرت اقدس تمام واقعات بادشاہی اپنے خدام کے روبرو بیان فرماتے رہتے تھے۔ حتی کہ ایک روز ارشاد فرمایا کہ وَمَا مِنْ نَّبِیِّ اِلَّا اُوْذِیَ یعنی کوئی نبی ایسا نہیں ہے

جس کو راہ خدا میں تکلیف نہ ہوئی ہو۔ وَمَا مِنْ وَلِیٍّ اِلَّا وَابْتُلِیَ یعنی کوئی ولی ایسا نہیں ہے جس کو بلاؤں میں نہ رکھا گیا ہو۔ وَ الْبَلَاءُ بِقَدْرِ الْوِلَاءِ یعنی بلا بقدر محبت آتی ہے پھر فرمایا کہ ہمارے حالات اور اعمال کو اولیاء اللہ کے حالات اور اعمال سے کچھ بھی نسبت نہیں ہے۔ مگر کسی نبی کو خواہ وہ یوسف علیہ السلام ہوں یا ایوب علیہ السلام یا کوئی اور ہوں۔ بغیر جلال کی سیر کے سلوک پورا نہیں ہو سکتا اور اب مرضی الٰہی ایسی ہی معلوم ہوتی ہے کہ ہم کو ایسی سیر کرائی جائے کہ حاکم سرہند حکم شاہی لیکر حاضر ہوا۔ آپ نے صاحبزادگان حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم کو کوہستان کی طرف رخصت کیا اور اہل عیال کو دلاسا دیکر مع حاضر الوقت مریدین لشکر سلطانی کی طرف راہی ہوئے۔

جب لشکر میں پہنچے اعزاز و احترام کے ساتھ آپ کا استقبال کیا گیا اور آپ ان خیموں میں جو پہلے سے آپ کے لئے استادہ تھے مقیم ہوئے۔

جب آپ کو بادشاہ کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا تو آئین دربار کے بموجب نہ آپ نے سلام کیا اور نہ سجدہ۔ تو بادشاہ کے ندیموں نے آپ کو اشارہ سے سمجھایا آپ نے بآواز بلند فرمایا کہ اس وقت تک یہ پیشانی غیر اللہ کے لئے نہیں جھکی اور نہ آئندہ امید ہے۔ رباعی

شاہ است حسین پادشاہ است حسین　　دین است دین پناہ است حسین
سر داد نداد دست در دست یزید　　حقا کہ بنائے لاالٰہ است حسین

بادشاہ پر اس گفتگو کا بڑا اثر ہوا اور خوف زدہ ہو کر وزیر سے مشورہ کیا کہ واقعی بڑا بے باک شخص ہے اس کو دربار سے اس طرح جانے نہ دیا جائے ورنہ خوف فساد و فتنہ ہے۔ وزیر نے رائے دی کہ ان کو اگر بالفعل قلعہ گوالیار میں نظر بند رکھا جائے تو مناسب ہے آپ کو مع ہمراہین قلعہ میں بھیج دیا گیا۔

آپ نے وہاں پہنچتے ہی ایک ایک خط اپنے کل خلفاء کے نام بدیں مضمون ارسال فرمایا کہ میری یہ کیفیت ہے اور یہ سب میری رضامندی سے ہے۔ خبردار آپ لوگ کسی قسم کی جنبش اور حرکت نہ کرنا۔

ہر چند کہ آپ کے مریدین ہزارہا آدمی ایک ہفتہ میں آمادہ مقابلہ ہو گئے تھے اور مہابت خاں مع افواج ماتحت کابل سے روانہ ہو کر کئی منزل تک آ گیا تھا۔ مگر یہ نامہ نامی اور صحیفہ گرامی پہنچتے ہی باز رہا۔

ایک روز آپ نے بیٹھے بیٹھے فرمایا کہ اب ہمارے کبر جلال الٰہی پوری ہو گئی اور بہت جلد یہاں سے روانگی ہو گی۔ قلعہ کے تمام عمال آپ کے گرویدہ اور معتقد حلقہ بگوش ہو گئے تھے۔

سب کو یہ حال معلوم کر کے آپ کی مفارقت کا اثر ہوا۔ یہاں یہ کیفیت تھی اور وہاں بادشاہ کو ایک روز کسی نے عالم بیدار میں سے تخت سے زمین پر پھینک دیا وہ ہیبت زدہ ہو کر بیمار ہو گیا تھا۔ ہر چند معالجے ہوتے تھے کوئی فائدہ نہ تھا ایک روز خواب میں دیکھا کہ کوئی بزرگ فرماتے ہیں کہ تو نے مجدد امام وقت

کی بے عزتی کی ہے تو جس عذابِ الٰہی میں گرفتار ہے بغیر اس کی دعا کے رفع نہ ہو گا۔ اگر تم کو اپنی اور بادشاہت کی خیر مد نظر ہے تو اس کی طرف رجوع کر بادشاہ نے خواب سے بیدار ہوتے ہی آپ کی رہائی کا حکم جاری کیا اور آپ کی وجہ سے کل ہندوستان کے قیدیوں کو رہا کیا اور ایک عرضداشت اپنے ندیموں کے ہاتھ سے حضرت کی خدمت میں متضمن استدعا کی بہ معافی خطا روانہ کر کے قدیم میمنت لزوم سے مشرف ہونے کی استدعا کی۔

نظم جب ہوا دبدبہ شان مجدّد کا ظہور | تہلکہ مچ گیا ایوان جہانگیری میں
ہو کے شرمندہ شہ ہند خطا سے اپنی | مدتوں غرق رہا ورطہ دلگیری میں

آپ نے اس کے جواب میں کچھ شرائط پیش کئے۔ بادشاہ نے سب منظور کر لئے۔ آپ وہاں سے واپسی میں تین روز سرہند شریف ٹھہرے۔ ہزاروں مخلوق آرزوئے قدم بوسی میں چلی آ رہی تھی۔ سب آپ کے جمال باکمال سے مشرف ہوئے پھر آپ عازم لشکر بادشاہی ہوئے۔ بادشاہ قریش تھا۔ ولی عہد شاہجہاں اور وزیر اعظم آپ کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ محل شاہی میں تشریف لے گئے۔ آپ نے دعا شروع فرمائی اور بادشاہ کو حکم دیا کہ اپنی خطا کو یاد کر کے روتا رہے۔ بہت جلد بادشاہ کو صحت ہو گئی۔ آپ کے قدموں پر گر گیا سلسلہ طریقت میں داخل ہوا اور احکام شرعی جاری کئے:

(۱) سجدہ دربار بالکل موقوف کر دیا گیا۔

(۲) گاؤ کشی میں آزادی دی گئی گوشت بر سر بازار بکنا شروع ہوا۔

(۳) بادشاہ اور ارکان دولت نے ایک ایک گائے دربار عام کے دروازہ پر اپنے اپنے ہاتھ سے ذبح کی اور کباب تیار ہوئے سب نے کھائے۔

(۴) جہاں جہاں ملک میں مسجدیں شہید کی گئی تھیں دوبارہ تعمیر کی گئیں۔

(۵) دربار عام کے قریب ایک خوشنما مسجد تعمیر ہوئی۔ پنج وقتہ بادشاہ معہ امراُ اس میں آپ کے پیچھے بجماعت نماز پڑھتے تھے۔

(۶) شہر بہ شہر محتسب شرعی مفتی و قاضی مقرر ہوئے۔

(۷) کفار پر جزیہ مقرر ہوا۔

(۸) جس قدر قانون خلاف شرع جاری تھے سب یک قلم منسوخ کئے گئے۔

(۹) جملہ بدعات اور رسوم جاہلیت مسدود کئے گئے۔

اسلام کو نئے سرے سے رونق اور دین میں تازگی آئی۔ مسلمانوں کے دل باغ باغ اور کفار کے سینے داغ داغ ہوئے۔

نظم ہر طرف ہے سنت نبوی کی دھوم | ہیں مروّج چار سو دینی علوم
از فروغِ علمِ تفسیر و حدیث | ہوگیا محبوس شیطان خبیث
ہے بہار سنت نبوی کو جوش | ہے جہاں میں نغمہ دیں کا خروش
جھومتی ہیں ڈالیاں کس شوق میں | مست گل ہیں اور غنچے ذوق میں
پر فضا ہے نکہتِ باغ نبی ﷺ | پتی پتی سے عیاں ہے تازگی
ہے زباں پر بلبلوں کی مرحبا | اور گلوں کا قہقہہ صلِّ علیٰ

اس کے بعد وزیر نے اَور اَور طرح سے بد دینی کے فتنے رواج دینے کے لئے بہت سی تدابیریں کیں کبھی علامہ سید نوراللہ شتری مجتہد شیعی کو ایران سے بلا بھیجا کہ بادشاہ کو گمراہ کرے جب وہ اس میں بھی ناکام رہا تو کچھ عرصہ کے بعد پادریوں کو بلا بھیجا جب وہ بھی حضرت کی کرامتوں کی برکت سے مقابلہ سے عاجز رہے اور قتل کر دیئے گئے اس کے بعد عام طور پر دین اسلام کا رواج ہوا۔ اسی طرح سے عالمگیر بادشاہ کے عہد تک جو آپ کے صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمتہ کا مرید تھا۔ برابر دین اسلام کو رونق اور تازگی رہی انشاءاللہ قیامت تک آپ کے خلفاء اور مریدین سے احیاء دین و ترویج شرع متین ہوتی رہے گی

یا الٰہی تا قیامت یہ چمن | پھولتا پھلتا رہے بہر حسن

آپ کا حلیہ شریف

آپ کا قد موزوں اور کامل تھا۔ آپ نازک اندام اور آپ کا رنگ گندم گوں مائل بہ سفیدی تھا۔ آپ کے ناصیہ اور رخسار مبارک سے ایسا نور ہویدا تھا کہ آنکھ کام نہ کر سکتی تھی۔ آپ کے بدن مبارک پر کبھی میل نہ جمتا تھا۔ آپ کے پسینہ میں گرمی ہو یا برسات کسی موسم میں بو نہ آتی تھی۔ آپ کی پیشانی کشادہ تھی۔ اس پر سجدہ کا نشان اور پیشانی سے بینی تک ایک سرخ خط کشیدہ تھا جو ہمیشہ چمکتا رہتا تھا۔ آپ کے ابرو سیاہ باریک، کشادہ آنکھیں بڑی بڑی سرخی مائل، سفیدی و سیاہی نہایت گہری و آپ کی بینی بلند، لب سرخ، دہن متوسط، دندان متصل اور درخشاں تھے۔ آپ کی ریش مبارک بانبور، شکوہ مربع اور رخسار باریک پر بال متجاوز نہ تھے۔ آپ کے موئے مبارک پر سفیدی غالب تھی۔ ہاتھ کھلے، انگلیاں باریک پاؤں نہایت لطیف پاشنے بہت صاف سینہ فیض گنجینہ پر بالوں کا صرف ایک باریک خط تھا۔ آپ کی کمر بہت پتلی اور نازک تھی۔

آپ کے اخلاق عادات اور وضع

آپ کا خلق سراپا محمدی تھا۔ صبر و شکر علم و تواضع، زہد و ورع و قناعت و تسلیم و رضا توکل آپ کے

عادات میں داخل تھے۔ جنازہ کے ساتھ مشایعت کرتے۔ بخشائش موتی کے لئے اپنی ہمت صرف فرماتے اور مریضوں کی عیادت فرماتے۔ مسنون دعائیں ان پر دم کرتے دفع مرض کے لئے توجہ مبذول فرماتے اور صدہا ہزارہا آدمی شفا پاتے۔ ایام مسنون پنج شنبہ اور شنبہ کو سفر فرمانے کے وقت ادعیہ ماثورہ پڑھتے۔ دوسرے دنوں کو سفر کے لئے نحوست نہ جانتے تھے۔ خلاف شرع جلسوں اور عام دعوتوں میں شرکت نہ فرماتے۔ خاص دعوتوں میں شریک ہوتے۔ اگر کسی موقع پر ذرا بھی آداب شرع آپ سے ترک ہو جاتے۔ آپ بہت استغفار پڑھتے۔ نعمتوں پر صبر اور تکالیف پر شکر کرتے تھے۔ جیسا کہ رفص الخواص کو کرنا چاہئے ہر امر میں آدابِ سنت ملحوظ اور اجتناب بدعت مد نظر رکھتے ہیں۔ لباس بھی آپ کا بموجب شرع شریف تھا۔ سر پر عمامہ اس کے دونوں سرے شانوں پر چھوٹے ہوئے۔ ایک میں مسواک آویزاں کرتے کے آستین چاک یعنی سلی ہوئی نہ ہوتی تھیں پاجامہ ٹخنوں سے اونچا کبھی نصف ساق تک جوتا معمولی۔ ہاتھ میں عصا، کاندھے پر جانماز جمعہ اور عیدین میں لباس فاخرہ مسنون زیب تن فرماتے تھے۔

آپ کے عقائد

آپ متکلمین میں سے علماء ماتریدین کے عقائد کی تقلید کرتے اور فرماتے تھے کہ کشف صحیح سے اس کی حقانیت ظاہر ہوتی ہے اس میں بمقابلہ عقائد اشعریہ فلسفہ کا دخل نہیں ہے اور یہ طریق انوار نبوت سے مقتبس ہے اور بعض شیوخ کو جو اس کے خلاف مکاشفات ہوئے ہیں بے اصل و بے بنیاد ہیں۔ آپ تعلیم دین کو بمقابلہ تلقین سلوک مقدم رکھتے تھے اور نبوت کو ولایت سے افضل فرماتے اور خاص خاص انسانوں کو خاص خاص ملائک پر فضیلت دیتے اور اصحاب کبار کو تمام اولیاء سے بہتر جانتے۔ اولیاء عشرت کو اولیاء عزت سے اعلیٰ اور مذہب حنفی کو دیگر مذاہب پر ترجیح اور طریقہ نقشبندیہ کو اور طرق پر فوقیت دیتے اور فرماتے تھے کہ یہ طریقہ بسبب اتباع شرع شریف بعینہٖ طریقہ اصحاب کبار ہے۔ اس کی نسبت دیگر نسبتوں سے بلند اور ارفع ہے اور مشائخ متاخرین حضرت حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند اور خواجہ محمد پارسا اور خواجہ علاؤالدین عطارؒ و خواجہ عبید اللہ احرار علیہم الرضوان نے جو بعض امورات کو روا رکھا ہے اور وہ بظاہر خلاف شروع معلوم ہوتے ہیں۔ فرماتے تھے کہ وہ امور لازم الاتباع نہیں ہیں۔

آپ اکثر اوقات حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کے محامد بیان فرماتے۔ مگر ان کے بعض مکاشفات خلاف شروع کی تردید کرتے تھے۔ کلمات توحید وجودی کا اظہار بلا غلو حال ناپسند اور ایسے قال کی تقلید کو ناجائز فرماتے تھے۔ حافظ ؎

رموز سر انا الحق چہ داند آں عاقل   کہ منجذب نہ شد از جذب بہائے رحمانی

معارف توحید شہودی کو توحید وجودی پر اور صحو کو سکر پر ترجیح دیتے تھے ذکر جہر کو خلاف ادب جانتے اور چلہ کشی کو بے ضرورت اور خلاف سنت۔ سجدۂ قبور کو اور سماع اور رقص اور صندل وچراغاں عرس کو ناجائز فرماتے اور سختی سے منع کرتے تھے۔ نفس میلاد شریف کو جائز اور طریقہ مروجہ کو ناجائز فرماتے تھے۔ مگر زیارت قبور کو مستحسن اور اولیائے اللہ سے مدد چاہنے کو درست اور ایصال ثواب عبادات مالی اور بدنی کو جائز اور عام امر مسنون کو خواہ کوئی بہ تعین ادا کرے داخل سنت قرار دیتے تھے اور طواف وبوسہ دہی قبور کو مکروہ جانتے تھے۔ مزارات والد وپیر بزرگوار پر شروع شروع آپ ہاتھ پھیر کر چہرہ انور سے ملتے تھے۔ بالآخر اس کو بھی ترک فرما دیا تھا۔ حتی الامکان مذاہب فقہاء میں جمع کر کے متفق علیہ مسئلہ پر آپ عمل فرماتے تھے۔ چنانچہ اس غرض سے آپ خود امامت کرتے تھے کہ سورہ فاتحہ نماز میں پڑھ سکیں اور قرأت خلف الامام بھی نہ ہو اور چونکہ امام اعظم کے نزدیک قبرستان میں قرآن شریف پڑھنا مکروہ اور ان کے شاگرد امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک روا ہے۔ گاہے آپ پڑھتے تھے اور گاہے ترک فرما کر ادعیہ مسنونہ پر اکتفا کرتے تھے۔

آپ کے شبانہ روز اعمال

آپ ہمیشہ سفر ہو یا حضر موسم گرما ہو یا سرما بعد نصف شب بیدار ہوتے اور یہ دعا پڑھتے تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَا نَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیْهِ الْبُعْثُ وَالنُّشُوْرُ اور یہ آیت بھی پڑھتے تھے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرِ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ☆ هُوَالَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰی اَجَلاً وَاَجَلٌ مُسَمًّی عِنْدَہٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ۵ وَ هُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰاتِ وَ فِی الْاَرْضِ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَ جَهْرَکُمْ وَ یَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ ۵

آپ کے آداب بیت الخلا

بعد ازاں بیت الخلا کو تشریف لیجاتے۔ پہلے بایاں پیر رکھتے بعد اس کے داہنا اور یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ۔ جب بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر زور رکھتے۔ بعد فراغت بکلوخ طاق استنجا کرتے۔ اس کے بعد پانی سے استنجا کرتے اور بیت الخلاء سے باہر نکلتے وقت پہلے داہنا پیر نکالتے۔

آپ کے آداب وضو

وضو کرنے کو روبقبلہ بیٹھتے اور بلا کسی کی مدد کے وضو کرتے اور آفتابہ بدست چپ رکھتے اور ابتداء ہاتھ دھونے میں یہ دعا پڑھتے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ اَلْاِسْلَامُ حَقٌّ وَالْکُفْرُ بَاطِلٌ۔ پہلے داہنے ہاتھ پر پانی ڈالتے بعد ازاں بائیں پر۔ بعد ازاں

دونوں ہاتھ جمع کر کے دھوتے اور انگلیوں میں کف دست کی طرف سے خلال کرتے اور بوقت مضمضہ مسواک استعمال فرماتے اور تین مرتبہ داہنی طرف بعدہ تین مرتبہ بائیں طرف کرتے۔ پھر زبان پر کرتے اور اگر زیادہ کرتے تو رعایت وتر ملحوظ رکھتے اور پہلے داہنی طرف کے اوپر کے دانتوں میں پھر نیچے کے دانتوں میں۔ بعد ازاں بائیں طرف اوپر کے دانتوں میں پھر نیچے کے دانتوں میں اور ہر وضو میں التزام مسواک رکھتے تھے بعد فراغ مسواک کو اکثر خادم کے سپرد کرتے اور وہ اس کو اپنی پگڑی کے پیچ میں رکھ لیتا اور آپ کلی کے پانی کو دور ڈالتے تھے اور رعایت تثلیث رکھتے تھے۔ بوقت مضمضہ یہ دعا پڑھتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَ عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَ عَلٰی صَلٰوۃِ حَبِیْبِكَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اور تین دفعہ استنشاق بھی تازہ پانی سے جدا جدا کرتے اور بوقت استنشاق یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَ اَنْتَ مِنِّیْ رَاضٍ اور بعدہ منہ مبارک پر کمال آہستگی و سہولت سے بالائے پیشانی سے پانی ڈالتے اور داہنا ہاتھ داہنے رخسار پر اور بایاں ہاتھ بائیں رخسار پر گزارتے اور داہنے کو بائیں پر تقدم کرتے تاکہ ابتداء داہنے سے ہو اور منہ دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْهِیْ بِنُوْرِكَ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهُ اَوْلِیَاءِ كَ وَلَا تُسَوِّدْ وَجْهِیْ یَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوْهُ اَعْدَائِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ بعد ازاں داہنے ہاتھ کو کہنیوں تک تین مرتبہ دھوتے اور ہر مرتبہ اس پر ہاتھ پھیرتے تاکہ قطرہ نہ رہ جاوے اور اسی طرح سے بایاں ہاتھ دھوتے اور انگلیوں کی جانب سے پانی ڈالتے اور داہنا ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْراً وَاَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اور بایاں ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ تُعْطِیْنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ اَوْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِیْ وَ لَا تُحَاسِبْنِیْ حِسَاباً عَسِیْراً وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط بعد ازاں داہنے ہاتھ سے چلو میں پانی لے کر بائیں کف دست اور انگلیوں پر ڈال کر اس طرح زمین پر ڈالتے کہ چھینٹیں نہ اڑیں اور تمام سر کا مسح کرتے اور اطراف سر پر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں پیچھے سے آگے تک پھیر لاتے اور یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ غَشِّنِیْ بِرَحْمَتِكَ وَ اَنْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَکَاتِكَ وَ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ۔ بعد ازاں اسی پانی سے مسح گوش باطن سبابہ پشتِ گوش نر انگشت سے کرتے اور یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقْبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَرِقَابَ اٰبَائِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنَ السَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ بعد ازاں داہنا پیر تین مرتبہ ٹخنوں سے اوپر تک دھوتے اور ہر مرتبہ اس پر اس طرح ہاتھ پھیرتے کہ قریب خشک کے ہو جاتا اور اسی طرح سے بایاں پیر دھوتے اور یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ تَذِلَّ قَدَمِیْ وَقَدَمِ وَالِدِیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ یَوْمَ تَذِلُّ اَقْدَامُ الْمُنَافِقِیْنَ وَالْكَافِرِیْنَ فِی النَّارِ بِحُرْمَةِ النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ۔ اور بعد فراغت وضو یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ہ وَاجْعَلْنِیْ عَبْدًا شَكُوْرًا وَاجْعَلْنِیْ اَنْ اَذْكُرَكَ كَثِیْرًا وَیُسَبِّحَكَ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ۔ تا آخر اور یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ اشْفِنِیْ بِشِفَائِكَ وَدَاوِنِیْ بِدَوَائِكَ وَعَافِنِیْ مِنَ الْبَلَاءِ وَاَعْصِمْنِیْ مِنَ الْاَحْوَالِ وَالْاَمْرَاضِ وَاَوْجَاعِ۔ اور آپ اعضائے وضو کپڑے سے نہ پونچھتے۔

آپ کی نماز تہجد، وتر اور مراقبہ

بعد ازاں پوشاک لطیف و نفیس پہنتے۔ بہ تجمل و وقار تمام متوجہ نماز ہوتے اور دو رکعت خفیف گزارتے اور ان دو رکعت میں بعد فاتحہ یہ آیت پڑھتے۔ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ہ ط اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِیْنَ فِیْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ہ۔ اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ یہ آیت پڑھتے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ہ وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ہ۔ باقی نماز تہجد کو بطول قرأت ادا کرتے۔ غالباً دو تین سیپارہ قرآن کے پڑھتے تھے۔ اور گاہ گاہ حالت غلبہ حضور میں نصف شب سے صبح تک ایک ہی رکعت میں گزر جاتی۔ اور جب خادم پکارتا کہ صبح ہوئی جاتی ہے تب دوسری رکعت بہ تخفیف ادا فرما کر سلام پھیرتے۔ پس ازاں دوسری دو رکعتیں بقرأت طویلہ لیکن اول سے کم ادا کرتے اور علیٰ ہذا القیاس بعد کی رکعتیں ایک دوسرے سے کم ادا فرماتے بعد ازاں اگر اول شب میں وتر نہ پڑھے ہوتے تو تین وتر پڑھتے اور بعد فاتحہ پہلی رکعت میں سورہ سَبِّحِ اسْمَ اور دوسری میں قل یا تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھتے۔ تیسری رکعت میں بعد قُلْ هُوَ اللّٰهُ قنوت حنفی کو قنوت شافعی سے ضم کرتے جیسا کہ حنفیوں کی کتاب میں موجود ہے۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِیْ مَنْ هَدَیْتَ وَعَافِنَا فِیْ مَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنَا فِیْ مَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِیْ مَا اَعْطَیْتَ ط وَقِنَا رَبَّنَا شَرَّ مَا قَضَیْتَ ط اِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ ط اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَیْكَ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ۔ اور اگر وتر اول شب میں پڑھ لیا کرتے تو تہجد بارہ رکعت پڑھتے اور کبھی آٹھ اور کبھی دس پر اکتفا

فرماتے اور اکثر نماز تہجد میں سورۂ یٰسین پڑھتے اور فرماتے کہ اس کی قرأت میں نفع بسیار اور نتائج بیشمار پائے گئے ہیں اور سورہ آلم سجدہ اور سورۂ ملک اور سورۂ مزمل اور سورۂ واقعہ اور چہار قل بھی پڑھتے تھے۔ اور بعد نماز آخر سورۂ آل عمران سے یہ پڑھتے تھے۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ اِلٰی اٰخِرِ السُّوْرَةِ اور ستر دفعہ استغفر اللہ پڑھتے اور کبھی کبھی یہ آیت کریمہ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَغَفَرلَهٗ ستر مرتبہ پڑھتے بعدۂ صبح تک مراقبہ کرتے یا کلمہ طیبہ پڑھتے یا قبل از صبح موافق سنت سنیہ علی مصدرہ الصلوٰۃ والتحیۃ سوجاتے تاکہ تہجد بین النومین واقع ہو۔

آپ کی نماز فجر

اور قبل صبح کے بیدار ہوتے اور وضو جدید فرما کر سنت گھر پڑھتے۔ بعد ازاں بجانب قبلہ داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھ کر لیٹ جاتے۔ پھر اٹھ کر متوجہ مسجد ہوتے لیکن آخر میں یہ اضطجاع ترک کر دیا تھا۔ بعد ازاں فجر بجماعت کثیر اول وقت ادا کرتے اور خود امامت فرماتے اور طوال مفصل پڑھتے اور بعد ادائے فرض اسی جلسہ میں دس مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ اور سات دفعہ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ بعد ازاں یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے۔ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ - وَحٰمٓ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ کو اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ تک اور آیۃ الکرسی اور یہ آیت فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ کو تُخْرَجُوْنَ تک پھر یمین ویسار قوم کی طرف رجوع ہو کر دعا کے واسطے ہاتھ اٹھاتے بعد دعا دونوں ہاتھ چہرہ مبارک پر پھیرتے۔

آپ کا حلقہ ذکر و توجہ

بعد ازاں آپ مع اصحاب حلقہ ذکر و مراقبہ فرماتے۔ اور شغل باطنی میں تابلندی آفتاب بقدر یک نیزہ مشغول رہتے۔ حلقہ میں کبھی کبھی حافظ صاحب سے قرآن شریف بھی سنتے۔

آپ کی نماز اشراق، استخارہ، نماز اوابین

بعدہ دو رکعت نماز اشراق پڑھتے۔ اول رکعت میں بعد فاتحہ آیت الکرسی اور سورہ یاسین کو تا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ۔ اور دوسری رکعت میں ختم یاسین تک اور سورہ والشمس پھر دو رکعت بہ نیت استخارہ پڑھتے۔ کبھی اول رکعت میں قُلْ یَا اور دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اور کبھی پہلی میں سَبِّحِ اسْمَ اور اَلَمْ نَشْرَحْ وَ قل یا اور دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ تین مرتبہ اور معوذتین ایک ایک بار پڑھتے اور بعد متشہد درود و استغفار اس طرح پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَ اَنَا عَبْدُكَ وَ اَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَ وَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ

الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ بعدہ دعا استخارہ پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ مَا اُرِیْدُ مِنْ اَیِّ عَمَلٍ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ دُنْیَایَ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَلْیَوْمَ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَ یَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ مَا اُرِیْدُ مِنْ اَیِّ عَمَلٍ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ دُنْیَایَ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَلْیَوْمَ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۔بوقت شام بعد تمام اوابین یہی دعاء استخارہ پڑھتے اور بجائے اَلْیَوْم اللّیل پڑھتے اور جب بعد نماز صبح سکوت فرماتے تو بعض دعوات یومی بعد اشراق پڑھتے۔وہ دعائیں یہ ہیں اَصْبَحْنَا وَ اَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ اَسْئَلُكَ خَیْرَ مَافِیْ هٰذَا الْیَوْمِ فَتْحَهٗ وَ نَصْرَهٗ وَ نُوْرَهٗ وَ بَرَکَتَهٗ وَ هُدَاهُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّمَا فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ وَ شَرِّ مَا بَعْدَهٗ اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ لِیْ مِنْ نِعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَ لَكَ الشُّکْرُ۔ شام کے وقت بجائے الیوم کے اللیل واصبح کے امسی مرتبہ پڑھتے اور تین مرتبہ اَعُوْذُ بِکَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّمَا خَلَقَ اور تین مرتبہ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔اور سات دفعہ اَللّٰھُمَّ نَبِّئْنِیْ قَبْلَ اَنْ یُّنَبِّیءَ الْمَوْتُ اور سات دفعہ اَللّٰھُمَّ اَلْهِمْنِیْ مُرْشِدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ اور سات دفعہ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْهَدَیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ط اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ط اور سات مرتبہ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ قَلِّبْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِكَ اور سات دفعہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ اور سات دفعہ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اور سو دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ اور تینتیس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ اور تینتیس دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور تینتیس دفعہ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اور ایک دفعہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ بِیَدِهِ الْخَیْرِ وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور بعض ادعیہ نماز کو بعد نماز اوابین میں پڑھتے اور ان چہار کلمات کو ہر فرض کے بعد موافق اعداد مذکورہ بالا پڑھتے۔

آپ کی خلوت اور صحبت

بعد ازاں خلوت میں تشریف لیجاتے اور بمقتضائے حال کبھی قرآن شریف پڑھتے اور کبھی کبھی کلمہ طیبہ کا تکرار کرتے اور گاہ گاہ طالبان خدا کو جدا جدا طلب کر کے احوال پرسی فرماتے اور ہر ایک کے حال کے موافق ارشاد فرماتے اور بسا اوقات ایسا ہوتا کہ ان کا احوال خفیہ اگلا پچھلا خود بہ تفصیل وشرح فرماتے

اور کیفیات سے آگاہ فرماتے اور کبھی خاص خاص اصحاب کو طلب فرما کر اسرار خاصہ و معارف مکشوفہ بیان فراتے اور ان کے پوشیدہ رکھنے میں کوشش کرتے اور معارف بیان کرتے وقت محسوس ہوتا کہ گویا القاو اعطاء حال کرتے ہیں۔ بارہا ایسا اتفاق ہوتا کہ جس وقت طالب کوئی معرفت حضرت کی زبان سے سنتے بمجرد سننے کے اس معرفت سے بتوجہ حضرت متحقق ہو جاتے اور ہر ایک کو اس کے حال اور استعداد کے موافق ذکر و فکر فرماتے اور تمام کو حلو ہمت و اتباع سنت و دوام ذکر و حضور مراقبت و اخفاء حال کی تاکید فرماتے اور تکرار کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی نہایت ترغیب دلاتے اور فرماتے کہ تمام عالم بمقابلہ اس کلمہ معظم کے مثل قطرہ کے ہے بمقابلہ دریائے محیط کے اور فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ طیبہ جامع کمالات ولایت و نبوت ہے اور فرماتے کہ فقیر کو معلوم ہوا ہے کہ اگر تمام جہان کو ایک مرتبہ کلمہ پر بخش دیں اور بہشت میں بھیج دیں تو بھی گنجائش رکھتا ہے اور فرماتے کہ اس کے برابر کوئی آرزو دل میں نہیں ہے کہ ایک گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر اس کلمہ کے تکرار سے متلذذ و محظوظ ہوں۔ مگر کیا کیا جائے کہ یہ آرزو میسر نہیں اور مریدوں کو کتب فقہ کے مطالعہ کی تاکید فرماتے تاکہ معلوم ہو کہ کون سا مسئلہ مفتی بہ ہے اور کون مسنون و معمول بہ اور کون بدعت و مردود۔ حضرت کے اصحابوں سے خاموشی کی صحبت ہوتی اور اصحاب پر اس قدر دہشت و ہیبت غالب تھی کہ مجال انبساط و دم زدن نہ تھی اور حضرت کی تمکین اس درجہ کی تھی کہ باوجود تواتر و تکاثر واردات متنوعہ و متلونہ ہرگز کبھی اثر تلوین ظاہر نہیں ہوا۔ البتہ بسبیل مدت چشم پر آب ہو جاتی اور گاہ گاہ اثنائے بیان حقائق میں تلون رنگ رخسارہ و دیدہ ہو جاتا۔

آپ کی نماز چاشت

بعدہ نماز ضحی یعنی نماز چاشت کی آٹھ رکعت ادا کرتے۔ ہر چند کہ چار رکعت جو اول پڑھتے تھے۔ داخل ضحی تھیں حاصل یہ کہ نماز ضحی بارہ رکعت پڑھتے تھے اور کبھی بسبب قلب انہیں چار رکعت پر جو کہ اول بنام اشراق پڑھتے اکتفا فرماتے اور کبھی دو ہی اوّل پر اور قرأت نماز چاشت میں بعد فاتح سَبِّحِ اسْمَ اور وَالشَّمْسُ اور وَالَّيْل اور وَالضُّحیٰ اور چہار قل پڑھتے تھے۔ اوائل حال میں نماز تہجد والضحی و فی الزوال میں اکثر تکرار قرأت سورہ یسین فرماتے حتی کہ گاہ گاہ اسی ۸۰ اسی ۸۰ مرتبہ اس سورہ کا دن رات میں پڑھنے کا اتفاق ہو جاتا اور آپ نماز ضحیٰ خلوت میں ادا فرماتے تھے۔

آپ کا طعام و قیلولہ

بعدہ محلسرا میں تشریف لے جاتے اور کھانا تناول فرماتے اور کھاتے وقت فرزندان اور درویشوں کو طعام تقسیم فرماتے اور خادموں میں سے اگر کوئی شخص موجود نہ ہوتا تو اس کے حصہ کا کھانا رکھ

چھوڑنے کے واسطے ارشاد فرماتے۔ حضرت کے گھر کا کھانا نہایت لذیذ ہوتا۔

نقل ہے کہ جب حضرت لشکر سلطانی کے ہمراہ تھے بادشاہ کا گزر سرہند شریف میں ہوا۔ حضرت نے بادشاہ کی دعوت کی بادشاہ کھانا کھا کر نہایت خوش ہوا اور کہا کہ ایسا لذیذ کھانا کبھی نہیں کھایا ہوگا کیونکہ یہاں کی سی سرایت انور و نسبت وطہارت اس کے کھانے میں کہاں۔ راقم الحروف کا تجربہ ہے کہ جو خادم حضرت والدی مرشدی و مولائی حضرت حافظ عباس علیخاں صاحب قادری و نقشبندی مجددی قدس سرہ کے گھر کے کھانے میں خواہ وہ کیسا ہی خشک ہوتا۔ لذت پاتے۔ کسی امیر و کبیر کے کھانے میں خواہ وہ کیسا ہی عمدہ ہوتا نہیں پاتے۔ وہی سرایت انوار و نسبت کی وجہ ہے کہ کھانا کھاتے وقت حضرت داہنا زانوں کھڑا کر لیتے اور بایاں لٹادیتے اور کبھی داہنا زانو لٹادیتے اور گاہ گاہ دو زانو کھڑا کر لیتے اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتے اور بعض اوقات یہ دعا پڑھتے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّمَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ فَاللّٰهُ خَیْرٌ حَافِظاً وَّهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ط اور سورہ لِئِلٰفِ پڑھتے اور بعد کھانا کھاچکنے کے اگر طعام نمکین ہوتا تو دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا الطَّعَامَ اللَّطِیْفَ الْمَلِیْحَ بِغَیْرِ حَوْلٍ وَ لَا قُوَّةٍ اور اگر طعام شیریں ہوتا تو هٰذَا الطَّعَامُ الْحُلُوُّ فرماتے اور کبھی یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمْنَا وَ اَسْقَانَا وَ اَشْبَعَنَا وَالْوَاذَ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اور اگر کسی کی دعوت نوش فرماتے تو یہ بھی پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِا کلهٖ وَ لِبَاذِلِهٖ وَ لِمَنْ کَانَ لَهٗ شَیْئاً وَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ سَلَّمَ ۔ اگر صاحب طعام موجود ہوتا تو فرماتے۔ جَزَاکُمُ اللّٰهُ خَیْراً۔ اور اگر صاحب طعام غائب ہوتا تو جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَیْراً۔ اور کبھی یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ مَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی اَجْعَلْهَا عَوْنًا عَلٰی مَا تُحِبُّ۔ مگر کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر فاتحہ نہ پڑھتے تھے۔ جیسا عام ملا کرتے ہیں اور تین انگلیوں سے لقمہ لیتے اور جب خواہش نہ ہوتی حلق تک لیجا کر مزہ لے لیتے گویا کہ کھانے کی رغبت نہیں ہے۔ محض اس نیت سے کہ کھانا سنت ہے تناول فرماتے۔ آپ کی غذا نہایت قلیل دو چپاتی گیہوں کی ہوتی تھیں اور بکری کا گوشت اور مغز (بھیجا) بہت مرغوب تھا۔ کباب بھی دستر خوان پر ہوتے تھے۔ مَعَ ذٰلِكَ فرمایا کرتے کہ بحکم اقتضائے آخر زمانہ بھوک میں کمال اتباع آنسرور (دین و دنیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میسر نہیں ہوتا اور کھانا نہایت خشوع اور خضوع سے تناول فرماتے اور اس امر کی مریدوں کو بھی نہایت تاکید فرماتے۔ اور آپ کے ارشادات میں سے ہے کہ عارف کو کوئی چیز ملکیت سے بشریت کی طرف لانے والی کھانے سے زیادہ نہیں۔ بعدہ تھوڑی دیر بحکم سنت قیلولہ فرماتے تھے اور جیسے ہی اذاں ہوئی بجز داستماع اللہ اکبر بے اختیار بعجلت اٹھ بیٹھتے اور تخت سے زمین پر اتر آتے۔

آپ کی نماز فی الزوال

بعض وقت آپ اذاں سنتے اس کا جواب دیتے۔ بوقت شہادت ثانیہ تقبیل ابہامین فرما کے قُرَّةُ عَیْنِیْ بِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اور بوقت حیعلتین لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فرماتے اور فی الفور وضو کر کے مسجد میں تشریف لاتے۔ پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے۔ بعد ازاں چار رکعت سنت فی الزوال بطول قرأت ادا کرتے اور فرماتے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے زمانہ بعثت سے تا زمان حلت سنت زوال ترک نہیں کیں اور اس میں طوال مفصل پڑھتے اور کبھی مقتضائے گنجائش اختصار فرماتے۔

آپ کی نماز ظہر

بعد ازاں چار رکعت سنت مؤکدہ ظہر کی پڑھتے اور بعد تکبیر اقامت خود امامت فرماتے اور ظہر کے فرض ادا کرتے اور قرأت طویل پڑھنے اور بعد فراغ نماز فرض کے یہ دعاء اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ وَ اِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَيْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ پڑھ کر کھڑے ہو جاتے بعد ازاں دو رکعت سنت موکدہ پڑھتے اور پھر چار رکعت سنت زائد پڑھتے بعد ازاں ظہر کے بعد کی ماثورہ دعائیں پڑھتے۔

آپ کا حلقہ ذکر و توجہ و تعلیم دین و نماز عصر و ختم خواجگان

اس کے بعد قوم کی جانب متوجہ ہو بیٹھتے اور اصحاب کے ساتھ حلقہ کرتے اور حافظ صاحب قرآن شریف پڑھتے اور حضرات مریدوں کو مراقبہ کراتے اور بعد فراغ کے دو ایک سبق دینی کتب کے درس فرماتے اور جب بعد مثلین وقت عصر ہو جاتا تو تجدید وضو کے واسطے اٹھتے اور چار رکعت سنت عصر ادا کرتے۔ بعد ازاں خود امامت کرتے اور بجماعت کثیر فرض عصر ادا کرتے۔ بعد ازاں ادعیہ ماثورہ وقت عصر کو پڑھ کر قوم کی طرف پھر بیٹھتے اور اصحاب ختم خواجگان پڑھتے اور حلقہ کرتے اور حافظ صاحب قرآن پڑھتے اور حضرت اور اصحاب مراقب بیٹھتے۔ اور کبھی احوال پرسی کا شغل کرتے اور متوجہ حال طالبان ہوتے اور ان کی ترقی کے واسطے ہمت فرماتے اور کبھی کچھ اور عمل صالح کرتے۔

آپ کی نماز مغرب اور صلوٰۃ اوابین

بعد ازاں اول وقت نماز مغرب پڑھتے اور بعد ادائے فرض دس مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرِ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھتے اور سات دفعہ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ پڑھتے۔ بعد ازاں چھ یا چار رکعت نماز اوابین پڑھتے اور اکثر اوقات اس میں سورہ واقعہ و سورہ اخلاص اور گاہے چھ رکعت پڑھتے۔

اپ کی نماز عشاء، وتر

بعد زوال بیاض افق کہ نزدیک امام اعظم صاحب شفق اسی سے مراد ہے۔ وہ وقت عشاء متفق علیہ ہے۔ مسجد میں تشریف لاتے اول دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے۔ بعد ازاں چار رکعت یا دو رکعت سنت گزارتے اور پھر فرض ادا کرتے اور بغیر اس کے کہ ادعیہ پڑھیں صرف اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ دعا مذکور پڑھ کر اٹھ کھڑے ہوتے اور دو رکعت سنت مؤکدہ پڑھتے۔ بعد ازاں چار رکعت اور مستحب پڑھتے۔ بعد ازاں وتر پڑھتے۔ بعدہ الم سجدہ پڑھتے اور کبھی بعد فرض چار رکعت میں سورۂ سجدہ و تبارک و قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ و قُلْ ھُوَ اللّٰہُ پڑھتے اور دعاء قنوت حنفی و شافعی کہ حنفیوں نے جمع کیا ہے اور اول بیان ہو چکی ہے جمع کرتے۔ بعد ازاں دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے۔ اول رکعت میں اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ اور دوسری رکعت میں قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ پڑھتے اور آخر میں ان دو رکعت کو ترک کر دیا تھا اور ارشاد فرماتے تھے کہ اس میں اختلاف ہے۔

آپ کے اوراد

آپ بلاناغہ رسالہ صلوٰۃ تا سورہ جو ایک جزو سے زیادہ ہے اور دلائل قادریہ جو حضرت غوث الاعظمؒ کا مصنفہ درود ہے کبھی بعد نماز ظہر اور کبھی بعد نماز عشاء پڑھا کرتے تھے۔

عام مسائل نماز

بروقت نماز حضرت ہر دو ابہام کان کی لو تک لے جاتے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو بغیر اس کے کہ کھلی یا چوڑی رکھیں بلکہ متوجہ قبلہ رکھتے اور اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھوں کو نیچے لاتے اور زیر ناف داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر اس طرح سے رکھتے کہ داہنے ہاتھ کی خنصر اور ابہام سے حلقہ ہو جاتا اور تین انگلیاں کلائی پر لمبی لمبی رکھی جاتیں اور دونوں پیروں کے درمیان چار انگشت کا فاصلہ ہوتا اور دونوں پیروں پر برابر زور رکھتے اور ایک پیر پر زور دیکر دوسرے کو آرام نہ دیتے اور قیام میں سجدہ کی جگہ نگاہ رکھتے اور نہایت تجوید و تعمق معانی واسرار قرآنی سے قرأت پڑھتے۔ بعد ازاں تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جاتے اور قدموں پر نظر رکھتے اور سر پشت کے ساتھ برابر کرتے اور زانوں کو انگلیاں کھول کر بقوت پکڑتے اور زانو ٹیڑھا نہ ہونے دیتے۔ بعد ازاں قومہ بمقدار تسبیح جلسہ کرتے اور بحال انفراد سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہتے اور دونوں سجدوں کے درمیان بقدر تسبیح جلسہ کرتے اور سجدہ میں ناک کی نرمہ پر نگاہ رکھتے اور پیٹ کو زانو سے اور زانو کو بازو سے جدا رکھتے اور بوقت سجدہ تمام اعضاء پر برابر زور دیتے اور تشہد میں دونوں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی جانب متوجہ رکھتے اور کنار پر نظر رکھتے اور حضرت کے تمام اصحاب نماز میں حضرت کی تقلید کرتے۔ بہت سے آدمی حضرت کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر فریفتہ ہوتے۔ بعد

نماز عشاء اور قبل سونے کے حضرت سورۂ فاتحہ و آیۃ الکرسی وامن الرسول تا آخر اور آیہ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تا مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ اور آیہ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنِ الخ اور چہار قل پڑھتے اور جس وقت لیٹتے پہلوے راست پر تکیہ کرتے اور داہنے ہاتھ کو داہنے رخسار مبارک کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِكَ اَرْفَعُ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلَنَا وَاِنْ اَرْسَلْتَنَا فَاحْفَظْنَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیْ اِلَیْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَالْجَاْتُ ظَهْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَةً وَّ رَهْبَةً اِلَیْكَ لَا مَلْجَاءَ وَلَا مَنْجَاءَ مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَبِرَسُوْلِكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَحْمَدُكَ بِكُلِّ لِسَانٍ وَاَسْتَعِیْذُبِكَ مِنَ الْبَلَا یَاوَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ - اَعُوْذُ بِكَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّمَا خَلَقَ تین مرتبہ اس کلمہ کا تکرار کرتے پھر تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور تینتیس مرتبہ اللہ اکبر اور ایک مرتبہ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِیَدِهِ الْخَیْرِ وَهُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور کبھی آپ تشہد میں انگشت شہادت نہ اٹھاتے تھے اور کبھی بجماعت نماز نفل سوائے تراویح اور کسوف نہ پڑھتے تھے اور نماز خسوف منفرد ادا کرتے تھے۔

آپ کی نماز جمعہ و عیدین وتراویح وغیرہ

نماز جمعہ کو جس طرح کہ علماء حنفیہ نے فرمایا ہے اسی طرح ادا کرتے اور بعد فرض جمعہ سات دفعہ سورہ اخلاص اور سات دفعہ معوذتین مع بسم اللہ اور احتیاطاً بعد ادائے جمعہ صلوٰۃ ظہر کو ادا فرماتے کہ کل شرائط جمع بقول بعض فقہا اس وقت پائی نہیں جاتیں اور اس طرح نیت کرتے۔ نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ اللّٰهِ تَعَالٰی اَرْبَعَ رَكْعَةِ اٰخِرِ فَرْضِ الظُّهْرِ اَدْرَكْتُ وَقْتَهٗ وَلَمْ اَدِهٖ (ترجمہ) میں نے چار رکعت آخر فرض ظہر کی نیت کی۔ پایا وقت اس کا اور نہ ادا کیا تھا اس وقت تک) اگر کبھی کچھ بیماری وغیرہ ہوتی اور نماز جمعہ کو نہ پہنچتے تو منفرد ادا کرتے۔ اور اسی طرح سے سفر میں بھی طریقہ جاری رکھتے اور آخر عشرہ رمضان میں مسجد میں اعتکاف کرتے اور عشرہ ذی الحج میں عزلت اختیار کرتے۔ اور ان عشرات میں طاعات واذکار و صیام کی طرف بہت راغب ہوتے اور درود پڑھتے اور شبہائے جمعہ کو مع اصحاب حلقہ کر کے درود شریف پڑھتے۔ عیدالضحیٰ کو راہ میں تکبیریں باآواز بلند کہتے اور عشرہ ذی الحج کو حاجیوں کی مشابہت کر کے سر اور ناخن نہ ترشواتے۔ صرف بعض ادعیہ ماثورہ پڑھا کرتے تھے اور عشرہ ذی الحج میں ہر روز نماز عشاء اور نماز فجر کی دوسری رکعت میں سورہ الفجر پڑھتے اور تعریف بغیر عرفہ کو یعنی ان احکام کی یہاں بجا آوری جن کو حاجی لوگ عرفات میں کرتے ہیں آپ مکروہ جانتے تھے اور نماز تراویح کی بیس رکعت ادا کرتے اور سفر و

حضر میں بجمعیت تمام ادا کرتے اور تین قرآن شریف سے کم ماہ صیام میں ختم نہ کرتے اور ہر چہار رکعت تراویح کے بعد تین دفعہ سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظْمَةِ وَالْهَیْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَلَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِکَةِ وَالرُّوْحِ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ اور ہر دو رکعت کے بعد یہ دعا پڑھتے یَا کَرِیْمُ الْمَعْرُوْفِ یَا قَدِیْمَ الْاِحْسَانِ اَحْسِنْ عَلَیْنَا بِاِحْسَانِکَ الْقَدِیْمِ یَا اَللّٰهُ اور ختم کل تراویح پر یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الرِّضْوَانَ وَالْجَنَّةَ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ اَللّٰهُمَّ یَا خَالِقَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ بِرَحْمَتِکَ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَا کَرِیْمُ یَا سَتَّارُ یَا رَحِیْمُ یَا بَارُّ اَجِرْنَا یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ بِعِزَّتِکَ وَفَضْلِکَ رَبِّیْ اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْرُ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ وَالْمُعَافَاتَ الدَّائِمَةَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔ دیگر ایام میں چونکہ خود حافظ قرآن تھے بعد ظہر ہمیشہ تلاوت فرماتے تھے اور حلقات میں استماع قرآن شریف ہمیشہ جاری تھا اور نماز وغیرہ میں اس طرح قرأت پڑھتے تھے کہ گویا ادائے معنی ضمن الفاظ میں فرماتے جاتے ہیں اور سامعین کو بدیہی طور پر معلوم ہوتا تھا کہ اسرار قرآنی اس مقرب سبحانی پر وارد ہو رہے ہیں بہت سے آدمی جو کہ مرید بھی نہ ہوتے تھے کہتے کہ حضرت قرآن اس طور سے پڑھتے ہیں۔ گویا الفاظ ان کے دل سے نکلتے ہیں اور ہرگز آواز بنا بنا کر نہ پڑھتے تھے اور نماز تراویح میں اکثر سامعین کو غنودگی ہو جاتی تھی لیکن حضرت کو کبھی کچھ نہ ہوتا تھا اور اسی طرح کھڑے کھڑے قرآن سنتے۔ ملا بدر الدین سرہندیؒ نے لکھا ہے کہ ایک روز میں نے حضرت سے عرض کیا کہ کیا باعث ہے کہ آپ کو کبھی غنودگی بھی نہیں ہوتی۔ فرمایا شناوری دریا اسرار قرآنی فرصت نہیں دیتی کہ پلک بھی جھپکاؤں، سفر میں منزل پہنچنے تک تلاوت قرآن فرماتے۔ اور جس وقت آیت سجدہ آتی۔ فی الفور سواری سے اتر کر زمین پر سجدہ کرتے اور حالت انفراء میں تسبیحات رکوع و سجود پانچ و سات بلکہ نو و گیارہ پڑھتے اور کبھی تین مرتبہ پر اختصار فرماتے حسب موقع ادا فرماتے کہ شرم آتی ہے کہ باوجود قوت و استطاعت حالت انفراء میں اقل تسبیحات پر اختصار کیا جائے اور حالت امامت میں اس قدر کہتے کہ مقتدی بفراغت تین مرتبہ کہہ سکیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

چوتھا جوہر

حضرت مجدّد علیہ الرحمۃ کی تصانیف، تعلیم، طریقہ، وصال صاحبزادگان اور خلفاء کے بیان میں

آپ کی تصانیف

علوم شریعت اور معارف طریقت میں آپ کی بے شمار تصانیف ہیں ان میں سے صرف وہ تصنیفات جن کے مسودہ باقی رہ گئے تھے اور وہ مرتبہ شہرت کو پہنچیں (۶۴۵) ہیں۔

۱-اثبات النبوۃ: اس میں آپ نے ابوالفضل وغیرہ دہریہ اور اکثر ملحدین کے اقوال کا رد کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت کا بدلائل عقلیہ ونقلیہ نہایت شرح وبسط سے ثبوت دیا ہے۔

۲-رسالہ ردّروافض: اس میں آپ نے شیعہ شنعیہ کے اس رسالہ کا دنداں شکن جواب دیا ہے جوانہوں نے بوقت محاصرہ مشہد مقدس علماء وماوراء النہر کو قتل کرنے اور ان کا مال لوٹنے کے جواز میں لکھا تھا۔

۳- شرح رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

۴- تعلیقات عوارف جو آپ نے بطور ایک اعلیٰ حاشیہ کے عوارف پر تحریر کیا ہے۔

۵- رسالہ علم حدیث۔

۶- رسالہ حالات خواجگان نقشبند۔

۷- رسالہ تہلیلیہ۔

۸- رسالہ مکاشفات غیبیہ۔

۹- رسالہ آداب المریدین۔

۱۰- رسالہ مبدء ومعاد۔

۱۱- رسالہ معارف لدنیہ۔

رسالہ نمبر ۱۰ اور ۱۱ میں آپ نے اپنے مکاشفات اور مقامات خاصہ بیان فرمائے ہیں ان رسالوں کے سوا آپ کے (۶۳۴) مکتوب ہیں کہ ہر ایک ان میں سے بمنزلہ ایک مستقل رسالہ کے ہے۔

آپ کے مکتوبات شریف

آپ کے کل مکاتیب (۶۳۴) ہیں جو تین جلدوں میں منقسم ہیں۔

جلد اول: موسوم باسم تاریخی دُرّ المعرفت اس میں بموجب تعداد پیغمبران مرسل یا بعد واصحاب بدر (۳۱۳) مکتوب ہیں۔ اس کو آپ کے خلیفہ حضرت مولانا یار محمد الجدید البدخشی الطالقانی سے ۱۰۲۵ھ میں جمع کیا۔

(نوٹ) بدخش مخفف بدخشان کا اور طالقان ملک فارس میں ایک شہر کا نام ہے۔

جلد ثانی: موسوم باسم تاریخی نور الخلائق اس میں صرف (۹۹) مکتوب ہیں۔ اس کو آپ کے خلیفہ حضرت مولانا عبد الحی حصاری نے ۱۰۲۸ھ میں جمع کیا۔

جلد ثالث: موسوم بہ اسم تاریخی مَعْرِفَۃُ الْحَقَائِقِ اس میں (۲۲۲) مکتوب ہیں۔ اس کو آپ کے خلیفہ حضرت مولانا خواجہ محمد ہاشم برہانپوری نے ۱۰۳۱ھ میں جمع کیا۔

آپ کے مکتوبات قدسی آیات میں اعلیٰ اعلیٰ معارف اور عمدہ عمدہ حقائق بیان ہوئے ہیں عرب و عجم کے علماء اور سر آمد مشائخ نے ان کو ملاحظہ کر کے آپ کی مجددیت کی تصدیق کی اور آپ کی تصانیف کی توصیف میں تقریظیں اور رسالے تحریر کئے۔ واضح ہو کہ مکتوبات شریف کے مضامین کی رفعت و منزلت دو اعتبار سے ہے۔ ایک یہ کہ بسبب مرور ایام دوری زمانہ مسعود آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دین میں بڑے بڑے نقائص اور خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ دربار اکبری کے ہمرنگ مسلمانوں میں ایک ملحد گروہ قائم ہو گیا تھا جو توحید کو بغیر رسالت اسلام کیلئے کافی سمجھتا تھا۔ فلسفیوں نے ابطال نبوت پر کتابیں لکھ دیں تھیں۔ جاہل صوفیوں نے طریقت کو شریعت سے علیحدہ اور آزاد ٹھہرایا تھا۔ احکام قرآن واحادیث کی پابندی کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ نہ الہام اور ابہام میں تمیز رہی تھی نہ کشف اور وساوس شیطانی میں فرق باقی تھا۔ صوفیائے متقدمین کے شطحیات کی غلط غلط توجیہات قائم کر کے ان کو قابل عملدر آمد قرار دیا جا رہا تھا۔ جب آپ کا ظہور ہوا۔ آپ نے اپنی تصنیفات میں نہایت خیریت سے ان سب بے دینوں کا مقابلہ کیا اور کتاب و سنت سے ہر امر کا فیصلہ فرما دیا اور جو خلاف شرع کلام صوفیاء متقدمین کا کشف حقیقی کے درجہ میں شمار ہوتا تھا۔ اس کو بھی صاف کر دیا۔ مثلاً ارشاد حضرت شیخ اکبر اَلْوَلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ وغیرہ مقامات سلوک کے بیان میں اگر کسی سے کچھ چوک یا غلطی ہوئی تھی۔ اس کو بھی آپ نے صحت کر کے وضاحت کر دی۔ مثلاً جناب شیخ نے فصوص الحکم میں مرتبہ جمع تشبہ و تنزیہ کو اعلیٰ ترین قیام مقعد صدق تحریر فرمایا ہے۔ وَشَبِّہْ وَنَزِّہْہُ وَقُمْ فِیْ مَقْصَدِ الْعِدْقِ آپ نے اس کی تصحیح میں مکتوب ۷۹ دوسری جلد میں تحریر فرمایا ہے۔

ترجمہ	اصل عبارت
کفر طریقت کا ثمرہ تشبیہ ہے اور اسلام طریقت	ثمرۂ کفر طریقت تشبیہ است و نتیجہ اسلام

طریقت تنزیہہ ہر قدر فرق کہ درمیان تشبیہہ و تنزیہہ ست ہماں قدر فرق کہ درمیان کفر و اسلام طریقت است طائفہ کہ جمع تشبیہ و تنزیہہ کردہ اندو آنرا کمال دانستہ اند آں تنزیہہ نیز از جملہ تشبیہ است کہ در نظر شان تنزیہہ در آمدہ است والا تشبیہہ راچہ یارا کہ با تنزیہہ حقیقی جمع شود و در شعشعان انوار آں مضمحل وناچیز نگردد

کا نتیجہ تنزیہہ جس قدر فرق کے درمیان تشبیہ و تنزیہہ کیلئے اسی قدر فرق درمیان کفر واسلام طریقت کے ہے وہ گروہ مشائخ جنہوں نے کہ تشبیہ اور تنزیہہ کو جمع کیا ہے اور اس کو کمال خیال کیا ہے درحقیقت وہ تنزیہہ کو نہیں پاسکے، جس کوانہوں نے تنزیہہ سمجھا ہے۔ واقع میں وہ بھی تشبیہ ہی ہے۔ ورنہ تشبیہ کو کیا قدرت ہے جو تنزیہہ حقیقی کے ساتھ میں جمع ہو سکے اور اس کے انوار کی چمک میں مضمحل اور ناچیز نہ ہو جائے چنانچہ ضرب المثل ہے کہ آفتاب کے روبرو ستارے نہیں چمکتے۔

بلے ہر جا شود مہر آشکارا
سہارا جز نہاں بودں چہ چارا

دوسرا یہ کہ آپ کے بعض مکتوبوں میں وہ معارف و مقامات عالیہ بیان ہوئے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخصوص طور پر بلا شرکت دیگر اولیاء اللہ عطاء فرمائے ہیں۔ جیسے امامت، سابقیت، خالصیت، تحلیصیت، اصالت اور قیومیت، مجددیت الف ثانی دیگر کمالات نبوت ورسالت وغیرہ۔

مکتوبات شریف کی تردیدات

مکتوبات شریف کی تردید کرنا تو دوسری بات ہے ان کا سمجھنا ہی بغیر لیاقت کاملہ اور عنایت الٰہیہ ہر ذی علم کو دشوار ہے پھر تردید کرنا خواہ وہ غلط ہو یا صحیح اور مشکل ہے تاہم بعض مکتوب کی تردید ضرور لکھی گئی اور اس کے دو باعث ہوئے۔

ایک یہ کہ آپ کا ایک مرید حسن خان افغانی آپ سے منحرف ہو کر کچھ مسودات مکتوبات شریف چرا کر لے بھاگا تھا۔ اس نے اس میں ترمیم اور تحریف کر کے متعدد نقول کر کے بغرض اغواء عمائد وقت کے پاس بھیج دیں، جس نے دیکھا۔ آپ سے غیر معتقد ہو گیا بعض نے تردید بھی لکھی۔ مگر رفتہ رفتہ حسن خاں کے واقعہ کا اور تحریف کا بھی لوگوں کو علم ہوتا گیا جس جس نے تردید لکھی تھی معذرت چاہی۔

چنانچہ شیخ فتح محمد فتح پوری چشتی اپنی کتاب مناقب العارفین میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالحق کے صاحبزادہ مولانا نورالحق سے معلوم ہوا کہ آپ کے مکتوبات شریف کے رد میں شیخ نے رسالہ لکھا تھا جب ان کو حسن خاں کی تحریف کا واقع معلوم ہوا تو انہوں نے معذرت کا مکتوب لکھا حالانکہ جناب مجدد رحمۃ اللہ اور شیخ پیر بھائی اور حضرت خواجہ کے مرید ہیں۔

دوسرا باعث یہ ہوا کہ جب آپ کی ذات بابرکات سے کرامات ظاہرہ اور کمالات باہرہ کا اظہار ہوا اور ہر طرف نور سنت پھیلا۔ ظلمت، شرک وبدعت دور ہوئی۔ آپ کا عالمگیر شہرہ ہوا بعض بے دینوں میں آتش حسد بھڑکی اور آپ کی کلام معجز نظام کی تردید میں کوشاں ہوئے۔ محمد صالح گجراتی نے ایک رسالہ بنام اشتباہ لکھا اور محمد عارف اور عبداللہ سورتی کو اغواء کر کے ان سے کچھ روپیہ فراہم کر کے سید محمد برزنجی مدنی کے پاس پہنچ کر اس سے بھی آپ کے مکتوب کا رد لکھوایا اور اس کا الراد البرزنجی نام رکھا گیا اور قشاشی نے بعداوت آپ کے خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوریؒ کے مکتوبات کے رد میں ایک رسالہ لکھا اور اس کا نام اسرار المناسک رکھا۔

تردیدات کے جوابات

ان تردیدات کے جواب بھی نہایت بسط وشرح سے لکھے گئے۔ اگرچہ شیخ کے معذرت کر لینے کے بعد ان کے رسالہ کی تردید کی ضرورت باقی نہ تھی لیکن مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے اس کا جواب شافی ہدیہ مجددیہ اور اشتباہ محمد صالح کا دندان شکن جواب انوار احمدیہ تحریر کیا اور اس میں ضمناً قشاشی کے رسالہ اسرار المناسک کا بھی جواب دے دیا۔

ایرادالبرزنجی اگرچہ ایک نہایت ہی غیر معتبر اور بالکل ہی بے حقیقت رسالہ تھا۔ حرمین شریفین کے تمامی علماء نے اس کی صحت کی تصدیق پر مہریں کرنے سے کلیتہً انکار فرمادیا۔ تاہم حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے اس کا مفصل جواب لکھا۔ اس کا نام الکلام المنجی فی ایرادالبرزنجی رکھا اور علامہ وقت شیخ نورالدین محمد بیگ نے بھی رد برزنجی میں ایک مفصل رسالہ لکھا۔ اس رسالہ کی صحت پر علماء حرمین شریفین مثل عبداللہ الآفندی، شیخ احمد الھشتی، سید اسعد المفتی المدنی الحنفی، امام العلی الطبری، المفتی الشافی، عبدالرحمٰن بن محمد الصالح الامام المالکی، محمد بن القاضی الحنفی، شیخ حسن الحنفی، مرشد الدین بن احمد المرشدی نے مہریں اور دستخط کئے۔ شیخ معظم عالم محترم سید محمد آفندی اور شیخ الاسلام مفتی مکہ معظمہ مذہب حنفیہ شیخ عبداللہ آفندی عناقی زادہ نے تقریظیں لکھیں۔ ان کے مضمون کا عشر عشیر حاصل یہ ہے کہ شیخ صالح نے جو گجراتی ہے یا اورنگ آبادی اور اس کے اتباع محمد عارف بعد عبداللہ سورتی نے مکتوبات قدس آیات سے عالم ربانی عارف حقانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی میں سب کچھ تحریف اور کمی بیشی کر کے عربی ترجمہ کرا کے بہمراہی زرکثیر سید محمد برزنجی مدنی کے پاس رد لکھنے کی غرض سے بھیجے۔ برزنجی نے بطمع نفسانی رد لکھدیا۔ فوراً ہی فاضل اجل عالم باعمل شیخ نورالدین محمد بیگ نے آپ کے اصل مکتوبات ہندوستان سے منگا کر مقابلہ کیا تو ثابت ہوا کہ وہ اصل تحریف شدہ مکتوب تھے اور درحقیقت ان کا کلام معجز نظام معارف اور حقائق کا گنجینہ اور شرائع اور احکام کا خزینہ ہے۔ ایسے کلام کی

تردید ضلالت بیّن اور گمراہی ظاہر ہے ان کے مکتوب کو دستور العمل قرار دیں۔

آپ کے طریق کی تعلیم اور دیگر طرق سے فرق

اولیاء سلف کے سلوک کی سیر حسبِ ذیل ہے۔

۱-سیر الی اللہ: اس میں عالم خلق، عالم امر، واحدیت اور وحدیت کی سیر ہوتی ہے۔

۲-سیر فی اللہ: اس میں احدیت کی سیر ہوتی ہے جس کو آپ اپنی تحقیق میں فرماتے ہیں کہ یہ سیر حقیقتاً ظلال اسماء وصفات کی ہے۔

۳-سیر عن اللہ باللہ: اس میں احدیت سے کثرت خلق کی طرف نزول کی سیر ہوتی ہے۔

(نوٹ) مراد عالم خلق سے مخلوق تحت العرش، عالم امر سے مخلوق فوق العرش ملائک وغیرہ۔ واحدیت سے مفصل صفات الٰہی وحدت سے مجمل صفات الٰہی، احدیت سے ذلت بحث ہے جو ہر قسم کے اعتبار سے منزہ ہے۔ یہی پانچ مرتبے ایک مرتبہ انسان جامع، مراتب ستہ کہلاتے ہیں اور یہ مراتب محض اعتباری ہیں ورنہ وہ ایک ہی ذات ہے جو قدم سے امکان تک موجود ہے۔

آپ کے سلوک کی سیر حسب ذیل ہے:

۱-ولایت صغریٰ یا ولایت اولیاء: اس میں سیر الی اللہ ہوتی ہے۔ نیز وہ سیر جس کو دیگر اولیاء نے "سیر فی اللہ" سمجھا ہے اور حقیقت میں وہ سیر ظلال ہے۔

۲-ولایت کبریٰ یا ولایت انبیاء: اس میں اصل اسماء وصفات کی سیر ہوتی ہے جو اور طریقوں میں نہیں ہے۔

اس کے علاوہ اور ۱۶ یا ۱۷ مقام مفصلہ ذیل ہیں جو قبل ذات بحث اس سلوک میں طے ہوتے ہیں۔

(۱) ولایت علیا یا ولایت ملائک، (۲) کمالات نبوت، (۳) کمالات رسالت، (۴) کمالات اولوالعزمی اس کے بعد یا، (۵) قیومیت اشیاء یا، (۶) حقیقت کعبہ، (۷) حقیقت قرآن، (۸) حقیقت صلوٰۃ، (۹) بعض لوگوں کو حقیقت حکوم، (۱۰) معبودیت صرفہ، (۱۱) عبدیت یا (۱۲) خلت حقیقت ابراہیمیہ، (۱۳) محبیت حقیقت موسویہ، (۱۴) محبوبیت ممتزجہ حقیقت محمدیہ، (۱۵) محبوبیت سازجہ حقیقت احمدیہ، (۱۶) تعین حبی، (۱۷) تعین وجودی، اس کے بعد دائرہ لاتعین یعنی ذات بحث مع الصفات الثمانیۃ الحقیقیہ۔

آپ کی مرض الموت

شب برات ۱۰۳۳ھ کو آپ نے اپنی وفات کے متعلق ظاہر فرمادیا کہ اسی سال میں ہوگی حتی کہ آپ عید الضحیٰ کی نماز سے فراغت پاکر دولت سرا کو تشریف لائے تو اپنے خلفاء اور مریدین سے فرمایا کہ

بموجب عدد علت عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میری عمر بھی ۶۳ سال ہو گی۔ اور اس کا وقت قریب آگیا ہے۔ آپ سب کو لازم ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرتے رہیں۔ پانچ چار روز کے اندر ہی آپ کو مرض ضیق النفس کا دورہ شروع ہو گیا۔ حتی کہ ۱۲ تاریخ محرم ۱۰۳۴ھ ہوئی۔ آپ نے تعداد ایام باقیہ، ظاہر فرمادی اور ایک روز اپنے والد ماجد کے مزار شریف کی آخری زیارت کو تشریف لے گئے۔ اور دیر تک مراقب رہے اور اس قبرستان کے اہل قبور کیلئے بہت کچھ دعاء مغفرت فرمائی۔ اور وہاں سے جد اعلیٰ حضرت امام رفیع الدین کے مزار پر تشریف لے گئے اور اسی طرح سے مراقبہ فرمایا اور وہاں کے اہل قبور کیلئے دعاء مغفرت فرما کر رخصت ہوئے اور دولت خانہ کو تشریف لائے۔ حتی کہ ۲۲ صفر کو آپ نے اپنے مریدین اور صاحبزادگان سے فرمایا کہ اللہ پاک مجھ کو وہ سب کچھ عطا فرما چکا جو بشر کو عطا کیا جا سکتا ہے۔ یہ سن کر سب پر بہت بڑا اثر آپ کی جدائی کے پیدا ہونے کا ہوا۔ ۲۳ صفر کو آپ نے تمام لباس فقراء کو خیرات کر دیا اور مرض مذکور کا غلبہ شروع ہوا وہ شب جس کے بعد آپ کا وصال ہوا باصرار تمام آپ اٹھ کر بیٹھے اور جو حقائق کہ منکشف ہوئے تھے بیان فرمائے کہ میری ہمت کا مرغ آستان قدس تک پہنچا اور آواز آئی کہ یہ حقیقت کعبہ ہے اس کے بعد اور عروج ہوا اور مقام صفات حقیقیہ تک پہنچا جو بوجود ذات موجود ہیں پھر میں شیونات ذاتیہ تک پہنچا۔ وہاں سے ذات بحث تک پہنچا جو ہر قسم کے اعتبارات اور نسبتوں سے معرا ہے اور گرد ظلّیت نے وہاں تک راہ نہیں پائی ہے۔

اس کے بعد ضعف کا غلبہ ہوا۔ تہجد کی نماز وضو کر کے کھڑے ہو کر ادا فرمائی صبح کی نماز بھی باجماعت پڑھ لی اور ہندی کا یہ مصرعہ وردزبان ہوا۔

آج ملاوا کے پیاسب جگ دیواں وار

(ترجمہ) آج وہ دوست ملا جس پر سب دنیا کو قربان کروں۔

پھر اشراق کی نماز جمعیت کے ساتھ ادا کی اور تمام ادعیہ ماثورہ پڑھتے رہے اور مراقبہ میں بھی مصروف ہو جاتے تھے۔ بستر پر اس طرح سے لیٹے سر شمالی طرف منہ قبلہ کی طرف داہنا ہاتھ ٹھوڑی مبارک کے نیچے اور ذکر میں مشغول ہوئے۔ سانس کی تیزی کو صاحبزادہ صاحب نے دیکھ کر عرض کیا کہ مزاج کیسا ہے۔ ارشاد فرمایا "اچھا ہے جو دو رکعت نماز پڑھ چکے ہیں کافی ہے" یہ حکم آپ کا آخری کلام تھا اس کے بعد اللہ اللہ جاری تھا۔

آپ کا وصال اور عمر شریف

۲۰ صفر ۱۰۳۴ھ روز دوشنبہ یا سہ شنبہ کو بوقت اشراق داعی اجل کو آپ نے لبیک کہا اور اس جہان فانی سے طرف عالم جاودانی کے رحلت فرمائی اور عمر شریف آپ کی ۶۳ سال کی ہوئی۔

نقل ہے کہ اس روز زمین و آسمان روتے ہیں اور آسمان میں رونا اس کا چاروں طرف سے سرخ ہونا ہے۔ اسی طرح سے کتاب شرح صدر میں ہے آپ کو غسل دیتے وقت یہ واقعہ پیش آیا کہ دونوں ہاتھ مثل نماز کے قیام کے بستہ تھے، کئی مرتبہ غسل دیتے وقت کھول دیئے گئے پھر ویسے ہی ہو گئے اور آپ کا چہرہ مبارک متبسم تھا پس بموجب عدد سنت آپ کو کفن دیا گیا۔

آپ کا مدفن اور اس زمین کی فضیلت

آپ کا مدفن شریف وہی گنبد ہے جس میں آپ کے بڑے صاحبزادہ اکابر اولیاء حضرت خواجہ محمد صادق رضی اللہ عنہ مدفون ہیں اور یہ گنبد شریف ارض مبشرہ میں واقع ہے جس کی تفصیل تیسرے جوہر میں مذکور ہوئی ہے یہ گنبد شریف کچھ بڑی عمارت نہیں ہے بلکہ وہ گنبد کہ جس میں آپ کے صاحبزادہ قیوم ثانی یا ان کے صاحبزادگان مدفون ہیں کہیں وسیع اور رفیع ہیں جس وقت کہ آپ کا جنازہ روضہ مبارک (گنبد شریف) پر لایا گیا ہے فوراً صاحبزادہ صاحب کی قبر مبارک جانب مشرق تقریباً ایک ہاتھ ہٹ گئی اور جگہ وسیع ہو گئی بجانب غرب آپ کی قبر اطہر کھودی گئی اس میں آپ مدفون ہوئے وہی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

آپ کے صاحبزادگان اور صاحبزادیاں

آپ کے سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

۱- اکابر اولیاء حضرت خواجہ محمد صادق رضی اللہ عنہ آپ ۱۰۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ تھوڑی ہی عمر میں علوم ظاہر و باطن میں کمال حاصل کیا۔ آپ کی ذات بابرکات میں انواع و اقسام کے فضائل جمع تھے۔ بتاریخ ۹ ربیع الاول روز دو شنبہ بعمر ۱۸ سال بعلالت وبائی وصال فرمایا۔ متعلق وفات واقعات عجیبہ پیش آئے۔ ان کی تفصیل دیگر کتب میں مندرج ہے اس وقت تک آپ کا نام نامی وبائی بیماریوں ہیضہ و طاعون کیلئے نقش مجرب ہے۔ آپ اسی گنبد مبارک میں مدفون ہیں جس کی تفصیل اوپر مندرج ہے آپ کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادہ شیخ محمد تھے۔

۲- خزینۃ الرحمۃ حضرت خواجہ محمد سعید رضی اللہ عنہ آپ ۱۰۰۵ھ میں پیدا ہوئے آپ بھی علوم ظاہری و باطنی میں مثل برادر معظم کے کامل و مکمل تھے۔ تاریخ ۲۷ جمادی الثانی ۱۰۷۰ھ آپ کا وصال ہوا۔ اس مقبرہ میں بجانب مشرق آپ مدفون ہوئے اور آپ کیلئے بھی جگہ مثل حضرت والد بزرگوار روضہ شریف میں وسیع ہو گئی تھی۔ آپ کے آٹھ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔

(۱) شاہ عبداللہ، (۲) شاہ لطف اللہ، (۳) مولوی فرخ شاہ، (۴) شیخ سعد الدین، (۵) شیخ عبدالاحد، (۶) شیخ خلیل اللہ، (۷) شیخ محمد یعقوب، (۸) شیخ محمد تقی۔

(۱) بی بی صالحہ، (۲) بی بی فاطمہ، (۳) بی بی شاکرہ، (۴) بی بی اشرف النساء، (۵) بی بی فخر النساء۔

۳- عروۃ الوثقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم قیوم ثانی رضی اللہ عنہ۔ آپ ۱۰۰۷ھ میں بمقام بسی پیدا ہوئے۔ آپ بھی علوم ظاہر و باطن میں فرید دہر اور وحید عصر تھے۔ بعد والد بزرگوار آپ ہی کو منصب قیومیت سے سر فرازی بخشی گئی۔ بتاریخ ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ آپ کا وصال ہوا۔ ایک عظیم الشان گنبد میں آپ کا مزار شریف ہے اور اس کے قریب ایک رفیع البنیان مسجد بھی ہے جو آپ ہی کے نام نامی سے موسوم ہے آپ کے چھ صاحبزادے تھے۔

(۱) حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ ولادت ۲ ۱۰۳۲ھ وفات ۸ / ربیع الثانی ۱۱۲۰ھ مزار شریف روضہ مبارک حضرت قیوم ثانی میں ہے۔

(۲) حضرت شیخ حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی قیوم ثالث ولادت ماہ ذیقعدہ ۱۰۳۴ھ وفات ۹ محرم ۱۱۱۵ھ مزار شریف ایک گنبد بزرگ بجانب شمال واقع ہے۔

واضح ہو کہ حضرت خواجہ محمد زبیر قیوم رابع آپ کے صاحبزادہ حضرت خواجہ شیخ ابوالعلی کی اولاد میں ہوئے ہیں۔ گویا آپ کے نبیرہ ہیں۔

(۳) حضرت خواجہ محمد عبید اللہ معروف بہ مروج الشریعۃ ولادت یکم شعبان ۱۰۳۷ھ وفات بتاریخ ۱۹- ربیع الاول ۱۰۸۳ھ مزار شریف روضۂ مبارک حضرت قیوم ثانی میں ہے۔

(۴) حضرت خواجہ محمد اشرف ولادت ۱۰۴۸ھ وفات ۱۱۱۷ھ میں ہے۔

(۵) حضرت خواجہ شیخ سیف الدین معروف بہ محی السنۃ ولادت ۱۰۴۹ھ وفات بتاریخ ۲۶ جمادی الاول ۱۰۹۶ھ مزار شریف ایک گنبد کلاں میں بجانب جنوب واقع ہے۔

(۶) حضرت شیخ محمد صدیق معروف بہ مقبول اللہ ولادت ۱۰۵۹ھ وفات ۱۱۳۰ھ میں مزار شریف علیحدہ مقبرہ میں روبروئے مسجد حضرت قیوم ثانی واقع ہے۔

۴- حضرت خواجہ محمد فرخ رضی اللہ عنہ آپ نے بعمر ۱۵ سال بحالت طالب علمی وصال فرمایا۔

۵- حضرت خواجہ محمد عیسیٰ آپ نے بعمر ۸ سال وصال فرمایا۔

۶- حضرت خواجہ محمد اشرف آپ نے بعمر ۲ سال وصال فرمایا۔

۷- حضرت خواجہ شیخ محمد یحییٰ آپ کی ولادت ۱۰۲۴ھ میں ہوئی اور بتاریخ ۲۷ جمادی الثانی ۱۰۹۶ھ وصال فرمایا۔ مزار شریف روضہ مبارک حضرت قیوم اول کے بجانب غرب ایک گنبد میں ہے۔ آپ کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی۔

(۱) شیخ ضیاءالدین یوسف، (۲) شیخ زین العابدین، (۳) شیخ محمد امام - صاحبزادی بی بی زیب النساء۔

حضرت قیوم اول کی صاحبزادیوں کی تفصیل یہ ہے۔ (۱) بی بی رقعیہ بانو، (۲) بی بی خدیجہ بانو، (۳) بی بی ام کلثوم سب نے طفولیت میں وفات پائی۔

آپ کے خلفاء

آپ کے خلفاء بیشمار تھے۔ بموجب عدد سنین عمر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف ۶۳ خلفاء کا ذکر کیا جاتا ہے۔ پس باستثنائے حضرت خواجہ محمد عیسیٰ اور خواجہ محمد اشرف علیہما الرحمۃ آپ کے پانچوں صاحبزادگان ممدوح خلیفہ ہیں۔ (۶) مولانا میر محمد نعمان اکبر آبادی، (۷) شیخ حمید بنگالی، (۸) شیخ عبدالحی حصاری، (۹) شیخ نور محمد فتنی، (۱۰) شیخ مزمل پوربی، (۱۱) شیخ نور محمد بہاری، (۱۲) شیخ حامد بہاری، (۱۳) مولانا فرخ حسین، (۱۴) سید باقر سارنگ پوری، (۱۵) سید محب اللہ مانک پوری، (۱۶) سید حسین مانک پوری، (۱۷) مولانا شیخ عبدالہادی بدایونی، (۱۸) مولانا شیخ طاہر لاہوری، (۱۹) مولانا امان اللہ لاہوری، (۲۰) شیخ طاہر اللہ ختی، (۲۱) حاجی خضر افغان، (۲۲) مولانا صادق کابلی، (۲۳) مولانا محمد ہاشم خادم، (۲۴) خواجہ محمد ہاشم برہانپوری، (۲۵) شیخ فضل اللہ برہانپوری، (۲۶) مولانا حمید الدین احمد آبادی، (۲۷) حاجی حسین، (۲۸) شیخ داؤد سانکی، (۲۹) مولانا غازی گجراتی، (۳۰) خواجہ محمد صدیق الکشمی الدہلوی، (۳۱) شیخ بدیع الدین سہارنپوری، (۳۲) شیخ احمد دیوبندی، (۳۳) شیخ عبدالقادر انبالوی، (۳۴) شیخ محمد حری، (۳۵) شیخ سلیم النبوری، (۳۶) شیخ آدم النبوری، (۳۷) مولانا بدرالدین السہر ندی، (۳۸) شیخ خضر الہلول پوری، (۳۹) مولانا محمد یوسف سمرقندی، (۴۰) مولانا عبدالغفور سمرقندی، (۴۱) مولانا محمد صالح الکولابی، (۴۲) شیخ کریم الدین بابا حسن ابدالی، (۴۳) حاجی محمد فرکتی، (۴۴) مولانا یار محمد قدیم طالقانی، (۴۵) مولانا یار محمد جدید طالقانی، (۴۶) صوفی قربان القدیم، (۴۷) صوفی قربان الجدید ارکنجی، (۴۸) مولانا قاسم علی، (۴۹) شیخ حسن البرکی، (۵۰) شیخ یوسف البرکی، (۵۱) شیخ عبدالرحیم البرکی، (۵۲) مولانا صغیر احمد الرومی، (۵۳) شیخ عبدالعزیز النحوی المغربی، (۵۴) شیخ علی المحقق المالکی، (۵۵) شیخ زین العابدین، (۵۶) شیخ علی الطبری الشافعی المکی، (۵۷) شیخ احمد استنبولی، (۵۸) فقیہ عثمان الیمنی الشافعی، (۵۹) سید مبارک شاہ بخاری، (۶۰) مولانا حسن بخاری، (۶۱) قاضی تولک بخاری، (۶۲) شیخ المحدث عیسیٰ المغربی، (۶۳) شیخ محمد مدنی۔

قصیدہ در منقبت حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ از مؤلف

پلا دے ساقیا ساغر مجدد الف ثانیؒ کا — کہ ہوں مشتاق میں یکسر مجدد الف ثانیؒ کا
پلا دے وہ مئے عرفاں کہ زائل ہو خودی جس سے — رہوں مخمور تا محشر مجدد الف ثانیؒ کا
رہے نام و نشاں میرا نہ کچھ ذات و صفت باقی — رہے باقی رخ انور مجدد الف ثانیؒ کا

ہیں درج گوہر معنی وہ برج مہر عرفانی
جہاں میں نور ہے گھر گھر مجددؒ الف ثانیؒ کا

عوام ان کے اشارہ سے بنے خاصان حق یکدم
یہ ہے مخصوص ایک جوہر مجددؒ الف ثانی کا

کرامات انکی ہیں لاکھوں عیاں ہے جملہ عالم پر
بنانا قطب و غوث اکثر مجددؒ الف ثانی کا

جناب غوث اعظم نے خبر دی ان کی آمد کی
نہ ہو گا کوئی بھی ہمسر مجددؒ الف ثانی کا

مٹادی شرک کی ظلمت کیا اسلام کو روشن
طریقہ سب میں ہے بہتر مجددؒ الف ثانی کا

مرید انکے مرادیں پوری کر دیتے ہیں اکدم میں
رقم ہو مرتبہ کیونکر مجددؒ الف ثانی کا

مہینوں برسوں کا رستہ کرادیتے ہیں طے پل میں
ہے وجہ اللہ رخ انور مجددؒ الف ثانی کا

سراسر سنت بیضا ہے ان کا راستہ احمد
طریقہ دیکھئے چل کر مجددؒ الف ثانی کا

ایضاً

دکھا دے اے خدا روضۂ مجدد الف ثانی کا
کہ ہوں مدت سے میں شیدا مجدد الف ثانی کا

امام علم ربانی علیم سرّ پنہانی
بیاں کس منہ سے ہو رتبہ مجدد الف ثانی کا

جناب غوث اعظم نے کہا ایک دن بجے ڈنکا
مجدد الف ثانی کا مجدد الف ثانی کا

نہیں ممکن کہ ہم کچھ لکھ سکیں توصیف میں انکی
حدیثوں میں بیاں آیا مجدد الف ثانی کا

خدا کے دوست ہیں وہ اور رسول اللہ کے نائب ہیں
انہی نے خود لقب بخشا مجدد الف ثانی کا

شہنشاہوں کو کیا نسبت ہے اس در کے گداؤں سے
کہ ان کے سر پہ ہے سایہ مجدد الف ثانی کا

خودی کے نشہ کو کھو کر خدا کو پا لیا اس نے
کہ جس نے پی لیا پیالہ مجدد الف ثانی کا

شریعت اس میں کامل ہے طریقت اس میں حاصل ہے
طریقہ ہے دُرِ بیضا مجدد الف ثانی کا

انا الحق کہہ اٹھے بعضے مشائخ جوش وحدت میں
کسی نے ظرف کب پایا مجدد الف ثانی کا

پلائے خم کے خم اس نے کیا مست والست آخر
نہ بہکا کوئی متوالا مجدد الف ثانی کا

ندیم حق وہی ہے جو رکھے اسرار سر بستہ
یہی ہے راستہ سیدھا مجدد الف ثانی کا

طریق احمدی ہے احمد مرسل نے بخشا ہے
اویس ہند ہے رتبہ مجدد الف ثانی کا

ہوئے وہ مسندارائے ولایت ظاہر و باطن
الم نشرح بنا سینہ مجدد الف ثانی کا

ملا شجر طریقت کا بہم صدیقؓ و حیدرؓ کا
نسب فاروقؓ اعظم کا مجدد الف ثانی کا

حیا و حلم عثمانی کیا حق نے عطا ان کو
بنا احمد مسمیٰ کیا مجدد الف ثانی کا

طریق صابری میں ہیں وہ سجادہ اب وجد کے
لکھوں کا کیا رتبہ اعلیٰ مجدد الف ثانی کا

طریق قادری کا فیض پایا شہ سکندر سے
ہے جامع مشرب والا مجدد الف ثانی کا

طریق نقشبندی میں فیوض خواجہ باقی سے
بنا ہے سینہ گنجینہ مجدد الف ثانی کا

خلیفہ اور بھی ہیں خواجہ باقی باللہ کے
مگر سب سے فرموں پایا مجدد الف ثانی کا

دقائق سے ہوئے واقف حقائق کے ہوئے کاشف
تمیز عبد و رب حصہ مجدد الف ثانی کا

جھلک سے ایک تجلی کی ہوئی موسی زخود رفتہ
ہے ذات بحث نظارہ مجدد الف ثانی کا

نگاہ فیض سے ہے دیتے ہیں وہ جذب وسلوک اِک دم
ہے سکر و صحو سب یکجا مجدد الف ثانی کا

کہا احمد نے انوار ولایت دیکھ کر
کہ ہے جلوہ الٰہی مجدد الف ثانی کا

ایضاً قصیدہ در منقبت حضرت مجددؒ الف ثانیؒ مصنفہ جناب قاضی مولوی مرزا محمد عبدالرحیم بیگ صاحب ساکن ضلع گنٹور علاقہ مدراس خلیفہ حضرت مؤلف مد ظلہم

تعالی اللہ کسے یارا ہے آنحضرت کی مدحت کا
ہے نام پاک شیخ احمد گل باغ ولایت کا

کہ ہے وہ گوہر یکتا خدا کی بحر قدرت کا
لطیفہ ہے رسول اللہ کی نور بشارت کا

وہ ہے قطب زمان بل قطب اقطاب زمانہ ہے
ستارہ ہے درخشاں وہ سمائے نور وحدت کا

شہ غوث الوریٰ نے نور حضرت پر نظر کر کے
عطافرما دیا پہلے ہی سے خرقہ خلافت کا

پس ان کا دوست مومن ہے عدوان کا منافق ہے
ہے یہ قول ولی اللہ ولی رب عزت کا

جہاں پائے مبارک ہیں شہنشاہ دو عالم کے
وہاں صدیق اکبر کا سر شاہِ صداقت کا

قدم صدیق اکبر پر نہایت لطف و خوبی سے
جھکا سر ہے مجدد آفتاب ذی جلالت کا

نسب ملتا ہے ان کا حضرت فاروق اعظم سے
جہاں کے بادشاہوں پر اثر ہے جن کی دہشت کا

کرے ظاہر میں شروع پاک کی تحقیق اور تصحیح
طریق باطنی سے بھی مٹایا رُخ ضلالت کا

ہےنسبت آپ کی قدم سبھی پیروں کی نسبت سے
یہ درجہ خاص ہے صدیق اکبر ذی وجاہت کا

گیا وہ شاہ ہے شمع حریم کبریائی تک
کہ تھا وہ مقتدا اقطاب اور اہل ولایت کا

طریقہ آپ کا نور نبوت اور ولایت ہے
صحابہ تابعین کا اور سرکار رسالت کا

کیا الحاد و بدعت اور ضلالت کو جدا دیں سے
معاون شرع نبوی کا طریقت اور حقیقت کا

تھا جب دین نبی گرداب بحر علم عقلی میں
کیا در بند ملحد گبر و کافر کی شرارت کا

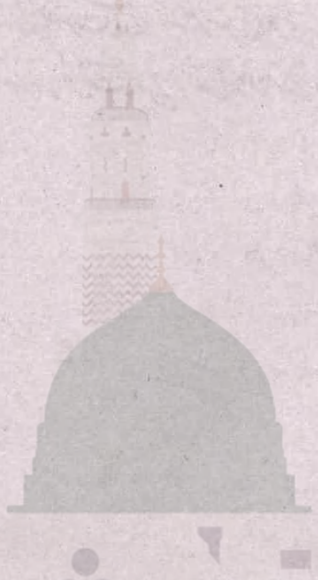
رہے تاباں اخیر الف ثانی تک طریقہ یہ
ہے کیونکر دور حق گو اس زماں تک ان کی صولت کا

تمت

مکتوباتِ امام ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

کے اسرارِ شریعت اور معارفِ طریقت سے بھرپور گرانقدر مجددانہ مکاتیب



ترجمہ دفترِ اوّل

مکتوبات

حضرت امام ربّانی مجدّد الفِ ثانیؒ

قدس سرّہٗ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، کئی درجہ اس سے بڑھ کر جو اس کی تمام خلقت نے تعریف کی، جیسا کہ ہمارا رب چاہتا اور پسند کرتا ہے اور صلوٰۃ و سلام ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا جب تک کہ ذکر کرنے والے آپ کو یاد کریں اور غفلت کرنے والے آپ کے ذکر سے غافل رہیں، جیسا کہ آپ کی شان کے لائق اور مناسب ہے اور صلوٰۃ و سلام ہو آپ کی آل اور اصحاب پر جو نیکو کار اور متقی اور پرہیز گار ہیں۔

اس کے بعد واضح ہو کہ غوث المحققین اور قطب العارفین ولایت محمدی کی روشن دلیل اور شریعت نبوی کی حجت اور مسلمانوں کے پیشوا ہمارے امام اور شیخ حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی (خدا ان کو سلامت اور قائم و دائم رکھے) کے پاک نشانات والے مکتوبات میں سے یہ پہلا دفتر ہے جس کو اس پاک درگاہ کے غلاموں میں سے کمترین اور حقیر غلام یار محمد جدید بدخشی طالقانی نے جمع کر کے تحریر کیا ہے۔ اس امید پر کہ اس کا نفع طالبان خدا کو پہنچے۔ وَالْمَسْئُوْلُ مِنَ اللّٰہِ سُبْحَانَہُ الْعِصْمَۃُ وَالتَّوْفِیْقُ (اور عصمت و توفیق اللہ کی طرف سے ہے)۔

مکتوب ۱

ان حالات کے بیان میں جو اسم ظاہر سے مناسبت رکھتے ہیں اور توحید کی ایک خاص قسم کے ظہور اور ان عروجات کے بیان میں جو عرش پر واقع ہوئی ہے اور درجات بہشت اور بعض اہل اللہ کے مراتب کے ظہور میں اپنے پیر بزرگوار کی طرف لکھا ہے اور وہ شیخ کامل دوسروں کو کامل کرنے والے کمال ولایت کے درجوں تک پہنچانے والے ایسے راستہ کی طرف ہدایت کرنیوالے جس کی ابتدا میں انتہا مندرج ہے۔ پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ اور امام محمد باقی باللہ نقشبندی احراری ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کے بھید کو پاک کرے اور ایسے اعلیٰ درجہ تک ان کو پہنچائے جس کی وہ آرزو رکھتے ہیں۔

حضور کے غلاموں میں سے کمترین غلام احمد خدمت عالی میں عرض کرتا ہے اور حضور کے حکم شریف کے موافق گستاخی کرتا ہے۔ اور اپنے حال پریشان حضور کے پیش کرتا ہے کہ اثنائے راہ (راہ سلوک) میں حق تعالیٰ اسم ظاہر کی تجلی سے اس قدر جلوہ گر ہوا کہ تمام اشیاء میں خاص تجلی کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ظاہر ہوا۔ خاص کر عورتوں کے لباس میں بلکہ ان کے اجزاء اور اعضاء میں جدا جدا ظاہر ہوا اور میں اس گروہ کا اس قدر مطیع ہوا کہ کیا عرض کروں اور میں اس تابعداری میں بے اختیار تھا جو ظہور اس لباس میں تھا وہ کسی اور جگہ نہ تھا۔ وہ عمدہ عمدہ خصوصیتیں اور عجیب عجیب خوبیاں جو اس لباس میں ظاہر ہوئی کسی اور مظہر سے ظاہر نہ ہوئیں۔ میں ان سب کے آگے پگھل کر پانی پانی ہوا جاتا تھا اور ایسے ہی ہر کھانے پینے پہننے کی چیز میں الگ الگ جلوہ گر ہوا جو لطافت اور خوبی کہ لذیذ پر تکلف کھانے میں تھی وہ کسی اور کھانے میں نہ تھی اور میٹھے پانی سے لے کر پھیکے اور کڑوے پانی تک بھی یہی فرق تھا بلکہ ہر لذیذ اور شریں چیزیں درجات کے اختلاف کے بموجب جدا جدا ایک کامل خصوصیت تھی۔ بندہ اس تجلی کی خصوصیتوں کو بذریعہ تحریر عرض نہیں کر سکتا اگر خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تو شاید عرض کر سکتا لیکن ان تجلیات کے وقت رفیق اعلیٰ (یعنی خداوند تعالیٰ) کی آرزو رکھتا تھا۔ اور حتی المقدور ان کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا لیکن مغلوب تھا اور کوئی چارہ نہ جانتا تھا اسی حالت میں معلوم ہوا کہ یہ تجلی اس تنزیہی نسبت کے مخالف نہیں ہے اور باطن ویسے ہی اس تنزیہی نسبت میں گرفتار ہے۔ اور ظاہر کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہے اور ظاہر کو جو اس نسبت تنزیہی سے خالی اور بیکار تھا اس تجلی سے مشرف فرمایا ہے اور واقعی میں نے ایسا ہی معلوم کر لیا کہ باطن ہرگز کجی نظر میں مبتلا نہیں ہے اور تمام معلومات اور ظہورات سے روگرداں ہے اور ظاہر کو جو کثرت اور دوئی کی طرف متوجہ تھا، ان تجلیات کی سعادت بخشی ہے کچھ مدت کے بعد یہ تجلیات پوشیدہ ہو گئیں اور وہی حیرانی اور نادانی کی نسبت طاری ہو گئی۔ وَصَارَتْ تِلْكَ التَّجَلِّيَاتُ كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا (اور یہ سب تجلیات اس طرح پوشیدہ ہو گئیں گویا کہ کچھ بھی نہ تھیں) اور اس کے بعد ایک خاص فنا ظاہر ہوئی اور بیشک وہ تعین علمی جو تعین ذاتی کے عود کے بعد پیدا ہوئی تھی، وہ اس فنا میں گم ہو گی اور انانیت اور نفسانیت کا کوئی اثر نہ رہا۔ اس وقت اسلام حقیقی کے آثار اور شرک خفی کے دور ہونے کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں اور ایسے ہی اعمال کو کوتاہ دیکھنا اور نیتوں اور ارادوں کو تہمت زدہ جاننا ظہور میں آنے لگا۔ غرض عبودیت اور نیستی کے بعض نشان اس کے بعد ظاہر ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور کی توجہ کی برکت سے بندگی کی حقیقت تک پہنچائے اور عرش پر بہت دفعہ عروج واقع ہوئے ہیں۔

پہلی مرتبہ: جو عروج واقع ہوا اور سفر طے کرنے کے بعد جب عرش پر پہنچا، عرش کے نیچے

بہشت مشاہدہ میں آیا۔ اس وقت دل میں گزرا کہ وہاں بعض آدمیوں کے مقامات کا مشاہدہ کروں۔ جب اس طرف متوجہ ہوا ان کے مقات نظر آئے اور ان شخصوں کو بھی ان کے درجوں کے اختلاف کے موافق مکان اور مرتبہ اور شوق وذوق کے لحاظ سے ان مقاموں میں دیکھا۔

دوسری مرتبہ: پھر عروج واقع ہوا۔ بڑے بڑے مشائخ اور امامانِ اہلبیت اور خلفائے راشدین کے مقامات اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص مقام اور ایسے ہی درجہ بدرجہ تمام نبیوں اور رسولوں کے مقام اور مقربین فرشتوں کے مقامات عرش کے اوپر مشاہدہ میں آئے۔ اور عرش پر اس قدر عروج واقع ہوا کہ مرکز زمین سے سے لیکر عرش یا اس سے کچھ کم تک اور حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے مقام تک ختم ہوا اور اس مقام کے اوپر بلکہ اسی مقام میں تھوڑی سی بلندی میں چند مشائخ مثل شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ اور شیخ ابو سعید خراز علیہ الرحمۃ تھے اور باقی مشائخ میں سے بعض اس مقام کے نیچے مقام رکھتے تھے اور بعض مشائخ اسی مقام میں تھے لیکن ذرا نیچے مثل شیخ علاؤالدین سمنانی اور شیخ نجم الدین کبریٰ کے اور اس مقام کے اوپر امامان اہلبیت اور ان کے اوپر خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام سے ایک طرف علیحدہ تھے اور ایسے ہی ملائکہ مقربین صلوٰت اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے مقامات اس مقام سے دوسری طرف جدا تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام تمام مقامات سے بلند و برتر تھا۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ كُلِّهَا (اور حقیقت حال کو پورے طور پر اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا ہے) اور جب چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی عنایت سے عروج واقع ہو جاتا ہے اور بعض اوقات بے ارادہ بھی واقع ہو جاتا ہے اور کچھ اور ہی دیکھا جاتا ہے اور بعض عروجوں کے نتیجے بھی مترتب ہوتے ہیں اور اکثر چیزیں بھول جاتی ہیں اور ہر چند چاہتا ہوں کہ بعض حالات کو لکھ لوں تاکہ عریضہ لکھتے وقت یاد آجاویں لیکن نہیں ہو سکتا کیونکہ نظر میں حقیر اور ہیچ دکھائی دیتے ہیں ان کا لکھنا تو کجا۔ ان سے تو توبہ ہی کرنا مناسب ہے۔

عریضہ لکھتے وقت بعض چیزیں یاد نہیں۔ عریضہ ختم کرنے تک یاد نہ رہیں تاکہ لکھی جاتیں اس واسطے زیادہ گستاخی نہ کی۔

ملا قاسم علی کا حال بہتر ہے اس پر استہلاک اور استغراق (یعنی فنا) کا غلبہ ہے اور اس نے جذبہ کے تمام مقامات سے اوپر قدم رکھا ہے اور صفات کو جو اول اصل سے دیکھتا تھا، اب باوجود اس کے صفات کو اپنے سے جدا دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو محض خالی پاتا ہے۔ بلکہ اس نور کو بھی کہ جس کے ساتھ صفات قائم ہیں، اپنے سے جدا دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو اس نور سے الگ پاتا ہے اور دوسرے یاروں کے حال

بھی دن بدن بہتری اور ترقی میں ہیں دوسرے عریضہ میں انشاءاللہ العزیز مفصل عرض کیا جائیگا۔

مکتوب ۲

ترقیوں کے حاصل ہونے اور خداوند تعالیٰ کی مہربانیوں پر فخر کرنے کے بیان میں۔

یہ بھی اپنے پیر بزرگوار قدس سرہٗ کی خدمت میں لکھا ہے۔

حضور کے غلاموں میں سے عاجز غلام احمد عرض کرتا ہے کہ مولانا شاہ محمد نے رمضان کے مبارک مہینے کے قریب استخارہ کرنے کا حکم پہنچایا۔ اس قدر فرصت نہ ملی کہ رمضان شریف تک اپنے آپ کو حضور کی قدم بوسی سے مشرف کر سکے۔ ناچار اس کے گزر جانے پر اپنے آپ کو تسلی دی۔ خداوند تعالیٰ کی مہربانیوں اور عنایتوں کی نسبت جو حضور کی توجہ کی برکت سے اس خاکسار پر پے در پے پہنچ رہی ہیں کیا عرض کرے۔

مثنوی من آں خاکم کہ ابر نو بہاری　　کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر بر روید از تن صد زبانم　　چو سبزہ شکر لطفش کے توانم

ترجمہ: میں وہ مٹی ہوں ابر نو بہاری　　کرے رحمت سے جس پر قطرہ باری
اگر ہر بال میں میرے زباں ہو　　نہ پھر بھی شکر نعمت کچھ بیاں ہو

اگرچہ اس قسم کے احوال کا ظاہر کرنا، جرات و گستاخی کا موجب اور فخر و مباہات پر شامل ہے۔

؎ ولے چوں شہ مراد برداشت از خاک　　سزد گر بگذرانم سر ز افلاک

ترجمہ: اٹھایا خاک سے جب مجھ کو شہ نے　　کروں کیونکہ نہ سر برتر فلک سے

عالم صحو و بقاء کی ابتدا ماہ ربیع الآخر کے اخیر سے ہے اور اب تک خاص بقا کے ساتھ ہر ایک مدت میں مشرف فرماتے ہیں۔ ابتدا حضرت شیخ محی الدین قدس سرہ کی تجلی ذاتی سے ہے کبھی صحو میں لاتے ہیں کبھی پھر سکر میں لیجاتے ہیں اور اس نزول و عروج میں عمدہ عمدہ علوم اور عجیب عجیب معارف کا فیضان فرماتے ہیں اور ہر مرتبہ میں خاص احسان (یعنی اخلاص) اور شہود کے ساتھ جو اس مقام کے بقاء کے مناسب ہے مشرف فرماتے ہیں۔

رمضان شریف کی چھٹی تاریخ کو ایسے بقاء سے مشرف فرمایا اور ایسا احسان و اخلاص میسر ہوا کہ بندہ کیا عرض کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ استعداد کی نہایت وہیں تک ہے اور وہ وصل بھی جو حال کے مناسب تھا وہاں حاصل ہوا۔ اور جذبہ کی محبت اب تمام ہو گئی ہے اور سیر فی اللہ میں جو مقام جذبہ کے مناسب ہے، قدم رکھا ہے جس قدر فنا پورے طور پر ہو گی اسی قدر وہ بقاء جو اس پر مترتب ہو گی زیادہ کامل ہو گی اور جس قدر بقاء زیادہ کامل ہو گی اسی قدر صحو زیادہ ہو گا اور جس قدر صحو زیادہ ہو گا اسی قدر

شریعت حقہ کے موافق علوم کا فیضان ہو گا کیونکہ کمال صحو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کیلئے تھا اور وہ معارف وعلوم جو ان سے صادر ہوئے ہیں شریعت کے احکام اور عقائد ہیں جو ذات وصفات کے بارے میں بیان فرمائے ہیں اور ان احکام کے ظاہر کی مخالفت بقیہ سکر سے ہے اب وہ معارف جو اس خاکسار پر فائض ہوئے ہیں اکثر شرعی معارف کی تفصیل اور انہی کا بیان ہے اور استدلالی علم کشفی اور ضروری علم سے بدلتا رہتا ہے اور علم مجمل مفصل ہوتا جاتا ہے۔

گر بگویم شرح ایں بیحد شود

ترجمہ ع اگر شرح اس کی لکھوں بیحد ہو

ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ گستاخی تک نوبت پہنچ جائے۔

بندہ باید کہ حد خود داند

ترجمہ ع چاہئے بندہ کو اپنی حد پہچانے

مکتوب ۳

یاروں کے ایک خاص مقام پر رک جانے اور بعض یاروں کے اس مقام سے گزرنے اور تجلی ذاتی کے مقامات تک پہنچنے کے بیان میں یہ بھی اپنے پیر بزرگوار قدس سرہ کی خدمت میں لکھا ہے:-

گزارش ہے کہ وہ یار جو یہاں ہیں اور ایسے ہی وہاں کے یار، ہر ایک ان میں سے خاص مقام پر رکا ہوا ہے۔ان مقامات سے ان کے نکالنے کا طریق مشکل ہے۔ بندہ اس قدر طاقت جو اس مقام کے مناسب ہے اپنے آپ میں نہیں پاتا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ حضور کی توجہ کی برکت سے ترقی بخشے۔

اس خاکسار کے خویشوں میں سے ایک آدمی اس مقام سے گزر کر تجلیات ذاتی کی ابتدا تک پہنچ گیا ہے۔اس کا حال بہت اچھا ہے۔ خاکسار کے قدم پر قدم رکھتا ہے۔ دوسروں کے حق میں بھی امیدوار ہے۔

دوسرا یہ عرض ہے کہ وہاں کے یاروں میں سے بعض یار مقربین کے طریق کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے۔ان کے حال کے موافق ابرار کا طریق ہے۔ غرض جو یقین کہ انہوں نے حاصل کیا ہے وہ بھی غنیمت ہے۔اسی طریق پر حکم فرمانا چاہئے۔

ہر کسے راہ بہر کارے ساختند

ترجمہ ع ہر ایک کو بنایا ہے ہر اِک کام کی خاطر

مفصل طور پر ان کے نام لکھنے میں اس واسطے جرأت نہ کی کہ حضور سے مخفی نہ ہونگے اس واسطے زیادہ گستاخی نہ کی۔

عریضہ لکھنے کے دن میر سید شاہ حسین نے اپنی مشغولی و مراقبہ میں ایسا دیکھا کہ گویا ایک بڑے دروازہ پر پہنچا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ دروازہ حیرت ہے اس کے اندر جو نظر کرتا ہے حضور علیہ ﷺ کو اور اس خاکسار کو دیکھتا ہے اور ہر چند کوشش کرتا ہے کہ اپنے آپ کو اس کے اندر ڈالے لیکن اس کے پاؤں یاری نہیں کرتے۔

مکتوب ٤

بڑے درجے والے مہینے ماہ رمضان کی فضیلتوں اور حقیقت محمدی علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خادموں میں سے ذلیل اور حقیر خادم گزارش کرتا ہے کہ مدت سے حضور کا کوئی نوازش نامہ صادر نہیں ہوا اور اس بلند درگاہ کے خادموں کے احوال کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔ ہر دم انتظار ہے۔ ماہ مبارک رمضان شریف کا آنا مبارک ہو۔ اس مہینے کو قرآن مجید کے ساتھ (جو تمام ذاتی اور شیونی کمالات کا جامع ہے اور اس دائرہ اصل میں داخل ہے جس میں کسی ظلّیت کو راہ نہیں اور قابلیت اولیٰ یعنی حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اِس کا ظل ہے) بڑی مناسبت ہے اور اسی مناسبت کی وجہ سے اس مہینے میں قرآن مجید کا نزول واقع ہوا۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ اس بات کا مصداق ہے اور اس مناسبت کے باعث یہ مہینہ بھی تمام خیرات و برکات کا جامع ہے۔ جو برکت و خیر کہ تمام سال میں ہر شخص کو پہنچتی ہے خواہ وہ کسی راہ سے پہنچے اس ماہ مبارک کی بے نہایت برکتوں کے دریا کا ایک قطرہ ہے۔ اس مہینے کی جمعیت تمام سال کی جمعیت ہے اور اس مہینے کا تفرقہ تمام سال کا تفرقہ ہے۔ فَطُوْبیٰ لِمَنْ مَضیٰ عَلَیْهِ هٰذَا الشَّهْرُ الْمُبَارَكُ وَرَضِیَ عَنْهُ وَ وَیْل" لِمَنْ سَخِطَ عَلَیْهِ فَمُنِعَ مِنَ الْبَرَکَاتِ وَحُرِمَ مِنَ الْخَیْرَاتِ (ترجمہ) پس اس شخص کیلئے خوشخبری ہے جس پر یہ مہینہ خوشی خوشی گزر گیا اور ہلاکت ہے اس شخص کیلئے جس پر یہ مہینہ ناراض گیا اور وہ اس کے خیرات و برکات سے محروم رہا۔

اور نیز قرآن مجید کا ختم کرنا اس مہینہ اور اسی واسطے سنت ہوا ہے تاکہ تمام اصلی کمالات اور ظلی برکات حاصل ہو جائیں۔ فَمَنْ جَمَعَ بَیْنَهُمَا یُرْجیٰ اَنْ لَا یُحْرَمَ مِنْ بَرَکَاتِهٖ وَلَا یُمْنَعُ مِنْ خَیْرَاتِهٖ (ترجمہ) پس جس نے ان دونوں کو جمع کیا امید ہے کہ وہ اس مہینے کی برکات و خیرات سے محروم نہ رہے گا۔

وہ برکتیں جو اس مہینے کے دنوں سے وابستہ ہیں وہ اور ہیں اور وہ خیرات جو اس مہینے کی راتوں کے متعلق ہیں وہ اور ہیں اور ممکن ہے کہ اسی حکمت کے سبب یہ حکم ہوا ہو۔ کہ افطار میں جلدی کرنا اور سحر گی میں دیر کرنا اولیٰ و افضل ہے تاکہ دونوں وقتوں کے حصوں کے درمیان پورا پورا امتیاز حاصل ہو جائے۔

قابلیت اولیٰ جسکا اوپر ذکر ہو چکا ہے اور جس سے مراد حقیقت محمدی ہے عَلیٰ مَظْهَرِهِ الصَّلوٰۃُ

وَالتَّسلِمٰاتُ (اس کے مظہر پر صلوٰت وسلام ہوں) وہ ذات کی قابلیت تمام صفات کے ساتھ متصف ہونے کی وجہ سے نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض نے حکم کیا ہے بلکہ ذات کی قابلیت اس علم کے اعتبار سے ہے جو ان تمام ذاتی اور شیونی کمالات سے متعلق ہے جو قرآن مجید کی حقیقت کا حاصل ہے اور قابلیت اتصاف جو خانۂ صفات کے مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے درمیان برزخ کی طرح ہے وہ دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حقائق ہیں۔ یہی قابلیت ان اعتبارات کے لحاظ سے جو اس میں مندرج ہیں۔ بیشمار حقائق ہو گئی ہے وہ قابلیت جس کو حقیقت محمدی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کہتے ہیں۔ اگرچہ ظلیت رکھتی ہے لیکن صفات کا رنگ اس سے ملا ہوا نہیں ہے اور کوئی مانع و پردہ درمیان میں نہیں ہے اور محمدی المشرب گروہ کے حقائق اس علم کے اعتبار سے جو بعض ان کمالات کے ساتھ متعلق ہوتا ہے ذات کی قابلیتیں ہیں اور وہ قابلیت محمدیہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور ان متعدد قابلیتوں کے درمیان برزخ کی طرح ہے اور ان بعض کا حکم اس سبب سے ہے کہ قابلیت محمدیہ کا قدم گاہ صرف خانۂ صفات میں ہے اور خانۂ صفات کے عروج کی نہایت اس قابلیت تک ہے۔ اسی وجہ سے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے اور چونکہ یہ قابلیت اتصاف ہرگز دور نہیں ہوتی۔ اس واسطے ان بعض نے یہ حکم لگایا ہے کہ حقیقت محمدی ہمیشہ حائل ہے۔ ورنہ قابلیت محمدیہ علیٰ مظہرہا الصلوٰۃ والتحیۃ کیلئے جو ذات باری تعالیٰ میں مجرد اعتبار ہے۔ نظر سے دور ہونا ممکن بلکہ واقع ہے اور قابلیت اتصاف اگرچہ اعتباری ہے لیکن برزخ ہونے کی وجہ سے ان صفات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے، جو وجود زائد کے ساتھ خارج میں موجود ہیں اور اس کا دور ہونا ممکن نہیں ہے۔ اسی واسطے ہمیشہ تک اس کے حائل ہونے کا حکم کرتے ہیں۔

اس قسم کے علوم جن کا منشاء اصالت وظلیت کی جامعیت ہے بہت وارد ہوتے ہیں اور ان میں اکثر کاغذ کے پرچوں میں لکھے جاتے ہیں۔ مقام قطبیت مقام ظلیت کے علمی دقائق کا منشاء ہے اور مرتبۂ فردیت دائرہ اصل کے معارف وارد ہونے کا واسطہ ہے۔ ان دو دولتوں یعنی مقام قطبیت اور مرتبہ فردیت کے جمع ہونے کے بغیر ظل اور اصل کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہے۔

اسی واسطے بعض مشائخ قابلیت اولیٰ کو کہ جسے تعین اول کہتے ہیں ذات سے زیادہ نہیں جانتے اور اس قابلیت کے شہود کو تجلی ذاتی خیال کرتے ہیں۔ وَالْحَقُّ مَا حَقَّقْتُ وَالْاَمْرُ مَا اَوْضَحْتُ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ (اور حق وہی ہے جو میں نے تحقیق کی ہے اور حقیقت امر وہی ہے جس کو میں نے واضح کیا اور اللہ تعالیٰ حق ظاہر کرتا ہے اور سیدھے راستہ کی ہدایت بخشتا ہے)۔

وہ رسالہ جس کے لکھنے کیلئے خاکسار کو حکم ہوا تھا۔ اس کے پورا کرنے کی توفیق نہیں ملی۔ اسی طرح

مسودے پڑے ہوئے ہیں۔ دیکھیں اللہ تعالیٰ کی حکمت اس توقف میں کیا ہوگی۔ زیادہ گستاخی ادب سے دور ہے۔

مکتوب ۵

مخلص یاروں میں سے ایک مخلص یار خواجہ برھان الدین کی سفارش اور اس کے احوال کے بیان میں - یہ بھی اپنے پیر بزرگوار قدس سرہ کی خدمت میں لکھا ہے:-

حضور کا حقیر خادم عرض کرتا ہے کہ ایک رسالہ حضرت خواجگان نقشبندیہ قدس سرہم کی طریقت کے بیان میں لکھ کر ارسال خدمت کیا گیا ہے امید ہے کہ حضور کی نظر مبارک میں آئے گا ابھی مسودہ ہی ہے چونکہ خواجہ برھان جلدی روانہ ہوگئے اس واسطے صحیح نقل کرنے کی فرصت نہ ملی۔

خاکسار کا خیال ہے کہ اس رسالہ کے ساتھ اور علوم بھی ملائے جائیں۔ ایک دن رسالہ سلسلۃ الاحرار نظر سے گزرا۔ اسی وقت دل میں یہ خیال آیا کہ حضور سے عرض کروں کہ حضور اس رسالہ کے بعض علوم کے بارے میں کچھ لکھیں۔ یا اس فقیر کو امر کریں تاکہ اس کے بارے میں کچھ لکھے۔ یہ ارادہ نہایت پختہ ہو گیا تھا کہ اسی اثناء میں اس مسودہ کے بعض علوم فائض ہوئے اور مجمل طور پر اس رسالہ یعنی سلسلۃ الاحرار کے بعض علوم اس مسودہ کے ضمن میں بیان کئے گئے۔ اگر اس مسودہ کو اس رسالہ کا تکملہ بنالیں تو بھی ہو سکتا ہے اور اگر بعض مناسب علوم کو اس سے انتخاب کر کے اس رسالہ کے ساتھ ملالیویں تو بھی مناسب ہے۔ زیادہ دلیری ادب سے دور ہے۔

خواجہ برھان نے اس مدت میں اچھا کام کیا ہے اور تیسری سیر سے بھی جو مقام جذبہ کے مناسب ہے حصہ پالیا ہے۔ خواجہ برہان کا دل صوبہ مالوہ کی بھاری مدد معاش کی وجہ سے پریشان رہتا تھا۔ اس واسطے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے جس طرح فرمائیں گے اس کیلئے مبارک ہوگا۔

مکتوب ٦

جذبہ اور سلوک کے حاصل ہونے اور جلالی و جمالی دونوں صفتوں کے ساتھ تربیت پانے اور فنا و بقا اور ان کے متعلقات اور نسبت نقشبندیہ کی فوقیت کے بیان میں یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا:-

حضور کا کمترین بندہ احمد عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی توجہ عالی کی برکت سے جذبہ اور سلوک کے دونوں طریقوں اور جلال و جمال کی دونوں صفتوں سے تربیت فرمائی۔ اب جمال عین جلال ہے اور جلال عین جمال۔

رسالہ قدسیہ کے بعض حاشیوں میں اس عبارت کو اپنے ظاہری مفہوم سے پھیر کر اپنے وہمی

مفہوم پر حمل کیا ہے۔ حالانکہ عبارت اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ تغیر و تاویل کے قابل نہیں ہے اور اس تربیت کی علامت محبت ذاتی سے متحقق ہونا ہے۔ اس تحقق سے پہلے ممکن نہیں اور محبت ذاتی فنا کی علامت ہے اور فنا سے مراد ماسوائے اللہ کا فراموش ہو جانا ہے۔

پس جب تک علوم پورے طور پر سینہ کے میدان سے صاف نہ ہو جائیں اور جہل مطلق کے ساتھ متحقق نہ ہو جائیں فنا کا کچھ حصہ حاصل نہیں ہوتا اور یہ حیرت و جہل دائمی ہے اس کا زائل ہونا ممکن نہیں۔ ایسا نہیں کہ کبھی حاصل ہو جائے اور کبھی زائل ہو جائے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بقاء سے پہلے جہالت محض ہے اور بقا کے بعد جہالت اور علم دونوں اکٹھے ہیں، عین نادانی کی حالت میں شعور میں ہے اور عین حیرت کے وقت حضور میں کہ یہی مقام مرتبہ حق الیقین کا ہے جہاں علم و عین ایک دوسرے کے حجاب نہیں ہے اور وہ علم جو ایسی حالت سے پہلے حاصل ہوتا ہے۔ احاطہ اعتبار سے خارج ہے اس حالت کے باوجود اگر علم ہے تو اپنے آپ میں ہے اور اگر شہود ہے تو وہ بھی اپنے آپ میں ہے اور اگر معرفت یا حیرت ہے اور وہ بھی اپنے آپ ہی میں ہے۔ جب تک نظر باہر میں ہے بے حاصل ہے اگرچہ اپنے آپ ہی میں نظر رکھی ہو۔ نظر باہر سے بالکل منقطع ہو جانی چاہئے۔

حضرت خواجہ بزرگ یعنی خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے آپ میں دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے آپ میں پہچانتے ہیں اور ان کی حیرت اپنے وجود میں ہی ہے۔

یہاں سے صاف طور پر مفہوم ہوتا ہے کہ شہود اور معرفت اور حیرت صرف اپنے نفس میں ہے ان میں سے کوئی بھی باہر میں نہیں ہے۔ جب تک ان تینوں میں سے ایک بھی باہر میں ہے۔ اگرچہ اپنے آپ میں رکھتا ہو، فنا حاصل نہیں ہوتی تو بقا کیسے حاصل ہو جائیگی۔ فنا و بقا میں نہایت مرتبہ یہی ہے اور یہ فنا مطلق ہے اور مطلق فنا عام ہے اور بقا فنا کے اندازہ کے موافق ہے اسی واسطے بعض اہل اللہ فنا و بقا کے ساتھ متحقق ہونے کے بعد باہر میں بھی شہود رکھتے ہیں لیکن ان عزیزوں یعنی مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کی نسبت تمام نسبتوں سے برتر ہے۔

نہ ہر کہ آئینہ دار و سکندری داند　　نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

ترجمہ　کوئی آئینہ گر رکھے سکندر بن نہیں جاتا

منڈائے سر اگر کوئی قلندر بن نہیں جاتا

جب اس سلسلہ کے بڑے بڑے مشائخ میں سے ایک یا دو کو بہت سے قرنوں کے بعد اس نسبت سے مشرف کرتے ہیں تو دوسرے سلسلوں کی نسبت کا کیا بیان کیا جاوے۔

یہ نسبت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ کی ہے اور اس نسبت کو پورا اور کامل کرنے والے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہم ہیں اور ان کے خلیفوں میں سے حضرت خواجہ علاؤالدین قدس سرہ اس دولت سے مشرف ہوئے تھے

این کار دولت است کنوں تا کرا دہند

ترجمہ ع بڑی اعلیٰ ہے یہ دولت ملے اب دیکھئے کس کو

عجب معاملہ ہے کہ پہلے جو بلاؤ مصیبت واقع ہوتی تھی۔ فرحت وخوشی کا باعث ہوتی تھی اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کہتا تھا اور جو کچھ دنیاوی اسباب سے کم ہوتا تھا۔ اچھا معلوم ہوتا تھا اور اسی قسم کی خواہش کرتا تھا اب جب کہ عالم اسباب میں لائے ہیں اور اپنی عاجزی اور محتاجی پر نظر پڑی ہے۔ اگر تھوڑا سا بھی ضرر لاحق ہو جاتا ہے تو پہلے ہی صدمہ میں ایک قسم کا غم پیدا ہو جاتا ہے۔ اگرچہ جلدی دور ہو جاتا ہے اور کچھ نہیں رہتا ہے اور ایسے ہی پہلے اگر بلاؤ مصیبت کے دفع کرنے کیلئے دعا کرتا تھا تو اس سے اس کا رفع کرنا مقصود نہ ہوتا تھا۔ بلکہ امر اُدْعُوْنِیْ کی تابعداری مقصود ہوتی تھی۔ لیکن اب دعا سے مقصود بلاؤ مصیبت کا رفع کرنا ہے اور وہ خوف و حزن جو زائل ہو گئے ہوئے تھے اب پھر رجوع کر رہے ہیں اور معلوم ہوا کہ وہ حال سکر کی وجہ سے تھا صحو کی حالت میں عجز اور محتاجی اور خوف و حزن اور غم وشادی جیسے عام لوگوں کو لاحق ہے۔ ویسے ہی اس خاکسار کو بھی لاحق ہے۔ ابتدا میں بھی جب کہ دعا سے بلا کا رفع کرنا مقصود نہ تھا۔ یہ بات دل کو اچھی نہ لگتی تھی لیکن حال غالب تھا۔ دل میں گزرتا تھا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعا اس قسم کی نہ تھی کہ جس سے اپنی مراد کا حاصل ہونا مقصود ہو، اب جب کہ فقیر اس حالت سے مشرف ہوا اور حقیقت کار ظاہر ہوئی تو معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں عجز اور حاجت مندی اور خوف و حزن کے سبب سے تھیں۔ نہ مطلق امر کی تابعداری کیلئے۔ بعض امور جو ظاہر ہوتے ہیں حکم کے موافق کبھی کبھی ان کے عرض کرنے میں گستاخی کرتا ہے۔

مکتوب ۷

اپنے بعض عجیب و غریب احوال اور بعض ضروری استفسار کے متعلق یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے۔

خاکسار غلام احمد کی یہ گزارش ہے کہ اس مقام میں جو عرش کے اوپر تھا اپنی روح کو بطریق عروج وہاں پاتا تھا۔ اور وہ مقام حضرت خواجہ بزرگ یعنی خواجہ نقشبند قدس سرہ سے مخصوص تھا۔ کچھ زمانہ کے بعد اپنے بدن عنصری کو بھی اسی مقام میں پایا اس وقت ایسا خیال میں گزرا کہ یہ عالم سارے کا سارا عنصریات و فلکیات سے نیچے چلا گیا ہے اور اس کا کچھ نام و نشان نہ رہا اور اس مقام میں اولیائے کبار میں سے

بعض کے سوااور کوئی نہ تھا۔اس وقت کہ تمام عالم کو اپنے ساتھ ایک ہی جگہ اور ایک ہی مقام میں شریک پاتا ہے۔ بہت حیرت حاصل ہوتی ہے کہ باوجود تمام بیگانگی کے اپنے آپ کو ان کے ساتھ دیکھتا ہے۔

الغرض وہ حالت جو کبھی کبھی حاصل ہوتی تھی کہ جس میں نہ خود رہتا تھا اور نہ عالم اور نہ نظر میں کچھ آتا تھا نہ علم میں۔اب وہ حالت دائمی ہے اور خلقت عالم کا وجود دید و دانش سے نکل گیا ہے۔

بعد ازاں اسی مقام میں ایک بلند محل ظاہر ہوا، جس کے ساتھ سیڑھی رکھی تھی۔ میں اس محل پر چڑھ گیا اور وہ مقام بھی عالم کی طرح آہستہ آہستہ نیچے چلا گیا اور میں ہر گھڑی اپنے آپ کو اوپر کی طرف چڑھتا ہوا معلوم کرتا تھا اتفاقاً وضو کے شکرانہ کی نماز ادا کرتا تھا کہ ایک بہت بلند مقام ظاہر ہوا اور مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم سے چار بزرگ مشائخ کو اس مقام میں دیکھا اور دوسرے مشائخ مثل سید الطائفہ وغیرہ بھی وہاں تھے اور بعض دوسرے مشائخ اس مقام کے اوپر ہیں لیکن اس کے پائیوں کو پکڑے ہوئے بیٹھے ہیں اور بعض اپنے اپنے درجے کے موافق اس کے نیچے تھے اور میں نے اپنے آپ کو اس مقام سے بہت دور پایا۔ بلکہ کچھ مناسبت نہ دیکھی۔اس واقعہ سے میں نہایت بے قرار ہوا۔ قریب تھا کہ دیوانہ ہو کر نکل جاؤں اور غم و غصہ کی زیادتی کے باعث جسم و جان سے خالی ہو جاؤں کچھ مدت تو اسی طرح حال رہا۔ آخر حضور کی توجہ عالی سے اپنے آپ کو اس مقام کے مناسب دیکھا۔اول اپنے سر کو اس مقام کے مقابل پایا اور آہستہ آہستہ جا کر اس مقام کے اوپر بیٹھ گیا۔ توجہ کے بعد ایسا دل میں گزرا کہ یہی مقام تکمیل تام کا مقام ہے کہ سلوک کے تمام کرنے کے بعد اس مقام پر پہنچتے ہیں سلوک کو تمام نہ کئے ہوئے مجذوب کو اس مقام سے کچھ حصہ نہیں ہے اور نیز اس وقت ایسا خیال پیدا ہوا کہ اس مقام پر پہنچنا اس واقعہ کا ثمرہ اور نتیجہ ہے جو حضور کی خدمت و ملازمت میں دیکھا تھا اور عرض کیا تھا کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں اس واسطے آیا ہوں کہ تجھ کو آسمانوں کا علم سکھاؤں الخ۔اور جب میں اچھی طرح متوجہ ہوا تو تمام خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان اس مقام کو حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے ساتھ مخصوص پایا۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

دوسرا ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ برے اخلاق ہر گھڑی نکلتے جاتے ہیں بعض دھاگے کی طرح وجود سے نکلتے ہیں اور بعض دھوئیں کی طرح باہر نکلتے ہیں بعض اوقات خیال میں آتا ہے کہ سب نکل گئے ہیں پھر دوسرے وقت کچھ اور ہی ظاہر ہوتا ہے اور نکلتا معلوم ہوتا ہے۔

دوسری عرض ہے کہ آیا بعض امراض اور سختیوں کے دفع کرنے کیلئے توجہ کرنا اس بات پر مشروط ہے کہ اول معلوم ہونا چاہئے کہ توجہ کرنے میں خدائے تعالیٰ کی رضامندی ہے یا نہیں یا توجہ اس بات پر مشروط نہیں ہے۔

(شحات کی ظاہر عبارت سے جو حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ سے منقول ہے، مفہوم ہوتا ہے کہ توجہ مذکور اس بات پر مشروط نہیں ہے۔ اس باب میں مناسب حکم فرمائیں۔ باوجود اس کے ایسا توجہ کرنا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔

تیسری یہ عرض ہے کہ حضور ثابت ہو جانے کے بعد طالبوں کو ذکر سے روکنا اور حضور کی نگہداشت کا امر کرنا ضروری ہے یا نہیں اور حضور کا کونسا مرتبہ ہے جس میں ذکر نہیں کہتے لیکن بعض ایسے ہیں جنہوں نے اول سے آخر تک ذکر کہا ہے اور بالکل ذکر سے نہیں رکے اور کام نہایت تک پہنچایا ہے۔ حقیقت حال جیسی ہو اسی کے مناسب امر فرمائیں۔

چوتھی یہ عرض ہے کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ اپنے فقرات میں فرماتے ہیں کہ آخر ذکر کیلئے امر کرتے ہیں کیونکہ بعض ایسے مقاصد ہیں جو بغیر ذکر کے حاصل نہیں ہوتے۔ ان مقاصد کو معین فرمائیں۔

پانچویں خدمت اقدس میں یہ عرض ہے کہ بعض طالب طریقہ سیکھنے کی طلب ظاہر کرتے ہیں لیکن لقمہ میں احتیاط نہیں کر سکتے اور باوجود اس بے احتیاطی کے حضور اور ایک قسم کا استغراق پیدا کر لیتے ہیں اور اگر لقمہ کے بارہ میں تاکید کی جاوے تو طلب کی سستی کے باعث طریقہ کو بالکل ترک کر دیتے ہیں اس بارے میں کیا حکم ہے اور بعض دوسرے ایسے ہیں جو بطریق ارادہ اس سلسلہ شریفہ سے پیوستہ ہونا اور ملنا چاہتے ہیں بغیر اس بات کے کہ ذکر سیکھنے کی طلب کریں اس قسم کا پیوند بھی جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو اس کا کیا طریق ہے زیادہ گستاخی بڑی بے ادبی میں داخل ہے۔

مکتوب ۸

ان احوال کے بیان میں جو صحو اور بقا سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:-

خاکسار احمد کی گزارش ہے کہ جب سے صحو میں لائے ہیں اور بقا بخشی ہے تب سے عجیب و غریب علوم اور عمدہ عمدہ غیر متعارفہ معارف پے در پے فائض و وارد ہو رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر قوم یعنی صوفیہ کے بیان، اور ان کی مشہور و مستعمل اصطلاح کے ساتھ موافقت نہیں رکھتے۔ مسئلہ وحدت الوجود اور اس کے متعلقات کی نسبت جو کچھ صوفیہ نے بیان کیا ہے، ابتدا میں اس حال سے مشرف ہوا اور کثرت میں وحدت کا مشاہدہ حاصل ہوا اس مقام سے کئی درجے اوپر لے گئے اور اس ضمن میں کئی قسم کے علوم کا افادہ فرمایا لیکن قوم کو کوئی کلام صریح طور پر ان مقامات اور معارف کے مصداق پائی نہیں جاتی۔ البتہ ان میں سے بعض بزرگوں کے کلام شریف میں اجمالی رموز اور اشارات ہیں لیکن ان علوم کی

صحت پر ظاہر شریعت اور علمائے اہل سنت[1] کے اجماع کی موافقت گواہ عادل ہے۔ ظاہر شریعت کے ساتھ کسی چیز میں مخالفت نہیں رکھتے۔ ہاں حکما اور ان کے معقولی اصول کے ساتھ کچھ موافقت نہیں رکھتے۔ بلکہ علمائے اسلام میں سے وہ لوگ۔ جو اہل سنت و جماعت سے مخالفت رکھتے ہیں ان کے اصول سے بھی موافق نہیں ہیں۔

استطاعت مع الفعل کا مسئلہ منکشف ہو گیا ہے۔ فعل سے پہلے انسان کچھ قدرت نہیں رکھتا۔ فعل کے ساتھ ہی قدرت بخشتے ہیں اور اسباب و اعضا کی سلامتی پر تکلیف دیتے ہیں جیسا کہ علمائے اہل سنت و جماعت نے ثابت کیا ہے اور اس مقام میں اپنے آپ کو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے قدم پر پاتا ہے آپ اسی مقام میں ہوئے ہیں اور حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس مقام سے حصہ حاصل ہے اور اس سلسلہ علیہ کے بزرگوں میں سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ اور مشائخ متقدمین سے حضرت خواجہ معروف کرخی اور امام داؤد طائی اور حضرت حسن بصری اور خواجہ حبیب عجمی قدس سرہم اس مقام میں تھے ان سب کا حاصل کمال بعدہ اور بیگانگی ہے اور کام علاج سے گزر چکا ہے جب تک حجاب یعنی پردے لٹکے ہوئے تھے ان کے رفع کرنے کیلئے سعی و کوشش کی جاتی تھی اب اس کی بزرگی حجاب ہے۔ ع

فَلَا طَبِیْبَ لَهَا وَلَا رَاقِیْ

ترجمہ: ع نہیں طبیب کوئی اس کا اور نہ افسوں گر

شاید اسی کمال بیگانگی اور بے مناسبتی کا وصل و اتصال نام رکھا ہے ہائے افسوس! یوسف زلیخا کا یہ بیت حال کے موافق ہے۔

در افگندہ دف ایں آوازہ از دوست کزو بردست دف کوباں بود پوست

ترجمہ: نکلتا دف سے ہے آوازۂ دوست نہیں مطرب کو حاصل اس سے جز پوست

شہود کہاں ہے اور شاہد کون ہے اور مشہود کیا ہے۔ ع

خلق را روے کے نماید او

ترجمہ ع کب وہ خلقت کو منہ دکھاتا ہے

مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ (خاک کو عالم پاک کے ساتھ کیا نسبت ہے) اپنے آپ کو اور ایسے ہی تمام جہان کو بندۂ مخلوق اور غیر قادر جانتا ہے اور خالق و قادر حق تعالیٰ کو سمجھتا ہے اس کے سوا اور کوئی نسبت ثابت نہیں کرتا ایک دوسرے کا عین اور آئینہ ہونا کجا ع

1۔ نام کتاب ۱۲

در کدام آئینہ در آید او

ترجمہ ع کسی آئینہ میں آتا نہیں وہ

اور اہل سنت و جماعت کے علمائے ظاہر اگرچہ بعض اعمال میں قاصر ہیں لیکن ذات و صفات الٰہی میں ان کی درستی عقائد کا جمال اس قدر نورانیت رکھتا ہے کہ وہ کوتاہی اور کمی اس کے مقابلہ میں ہیچ و ناچیز دکھائی دیتی ہے اور بعض صوفی باوجود ریاضتوں اور مجاہدوں کے چونکہ ذات و صفات میں اس قدر درست عقیدہ نہیں رکھتے۔ وہ جمال ان میں پایا نہیں جاتا اور علماء و طالبعلموں سے بہت محبت پیدا ہو گئی ہے اور ان کا طریقہ اچھا معلوم ہوتا ہے اور آرزو کرتا ہے کہ ان لوگوں کے گروہ میں ہو اور تلویح (1) کا مقدمات اربعہ سے ایک طالب کے ساتھ مباحثہ کرتا ہے اور ھدایہ فقہ کا بھی ذکر ہوتا ہے اور معیت اور احاطہ علمی میں علماء کے ساتھ شریک ہے اور ایسے ہی حق تعالیٰ کو نہ تو عالم کا عین جانتا ہے اور نہ عالم کے متصل اور نہ منفصل اور نہ عالم کے ساتھ اور نہ عالم سے جدا اور نہ محیط اور نہ ساری اور ذوات اور صفات اور افعال کو اس کا پیدا کیا ہوا جانتا ہے نہ یہ کہ ان کی صفتیں ان کے صفات ہیں اور نہ ان کے افعال اس کے افعال بلکہ افعال میں اس کی قدرت کو موثر جانتا ہے اور مخلوقات کی قدرت کیلئے کوئی تاثیر نہیں جانتا جیسا کہ علمائے متکلمین کا مذہب ہے اور ایسے ہی صفات سبعہ کو موجود جانتا ہے اور حق تعالیٰ کو مرید و مختار سمجھتا ہے اور قدرت کو صحت فعل اور ترک کے معنوں میں یقینی طور پر خیال کرتا ہے نہ ان معنوں میں اگر چاہے گا کرے گا اور اگر نہ چاہے گا تو نہ کرے گا کہ شرطیہ ثانی ممتنع ہوتا ہے جیسا کہ حکماء یعنی فلاسفہ اور بعض وجودی صوفیہ کا قول ہے کیونکہ یہ بات ایجاب تک پہنچ جاتی ہے اور حکمائے فلاسفہ کے اصول کے موافق ہے اور مسئلہ قضا و قدر کو علمائے اہل سنت و جماعت کے طور پر جانتا ہے۔ فَلِلْمَالِكِ اَنْ يَّتَصَرَّفَ فِىْ مُلْكِهٖ كَيْفَ يَشَآءُ (مالک کا اختیار ہے کہ جس طرح چاہے اپنے ملک میں تصرف کرے) اور قابلیت و استعداد کا کچھ دخل نہیں جانتا کہ اس بات سے بھی ایجاب لازم آتا ہے۔ وَهُوَ سُبْحَانَهٗ مُخْتَارٌ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ اور وہ ذات پاک مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے) علیٰ ہذا القیاس۔ چونکہ حال کا عرض کرنا نہایت ضروری ہے اس واسطے اس کے لکھنے میں گستاخی کی ع

بندہ باید کہ حد خود داند

ترجمہ ع چاہئے بندہ کو اپنی حد پہچانے

مکتوب ۹

ان احوال کے بیان میں جو نیچے اترنے کے مقام یعنی مقام نزول سے مناسبت رکھتے ہیں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:-

یہ سیاہ رو بد بخت اور بد خو گنہگار اپنے وقت و حال پر مغرور اور وصل و کمال پر فریفتہ ہوا ہوا کیا عرض کرے۔ جس کا کام سر بسر مولیٰ کی نافرمانبرداری ہے اور اس کا عمل عزیمت اور اولیٰ کا ترک کرنا ہے۔ خلق کی نظر گاہ یعنی اپنے ظاہری وجود کو آراستہ کیا ہوا ہے اور خدائے تعالیٰ کے منظر یعنی دل کو خراب کیا ہوا ہے۔ اس کی ساری ہمت ظاہر کے آراستہ کرنے پر لگی ہوئی ہے اور اس کا باطن اس باعث سے ہمیشہ رسوائی میں ہے اس کا قال اس کے حال کے مخالف ہے اور اس کا حال اس کے اپنے خیال پر مبنی ہے اس خواب و خیال سے کیا ہوتا ہے اور اس قال و حال سے کیا بنتا ہے۔ بد بختی اور خسارہ اس کو حاصل ہے اور سرکشی اور گمراہی اس کے شامل حال۔ فساد اور شرارت کا مبدا اور ظلم و معصیت کا منشاء ہے غرض مجسم عیوب اور مجموعہ گناہ اس کی نیکیاں لعنت اور رد کرنے کے لائق ہیں۔ اس کی بھلائیاں طعن و دفع کرنے کے مستحق۔ رُبَّ قَارِئُ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُہٗ (بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان کو لعنت کرتا ہے) اس کے حق میں عادل گواہ ہے اور کَمْ مِّنْ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صِیَامِہٖ اِلَّا الظَّمَاءُ وَالْجُوْعُ (بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو روزہ سے سوائے بھوک پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا) اس کی شان میں سچا گواہ ہے۔

پس افسوس ہے اس شخص پر جس کا حال اور مرتبہ اور کمال اور درجہ ایسا ہو اس کا استغفار اس کے تمام گناہوں کی مانند گناہ ہے بلکہ ان سے بڑھ کر ہے اور اس کی توبہ اس کی تمام برائیوں کی طرح برائی ہے بلکہ ان سے زیادہ بری ہے۔ کُلُّ مَا یَفْعَلُہُ القَبِیْحُ قَبِیْح" (برا آدمی جو کچھ کرتا ہے برا ہی ہوتا ہے) اس بات کا مصداق ہے۔ ع

ز گندم جو ز جو گندم نیاید

ترجمہ ع نہیں گندم سے جو اگتے نہ جو سے گندم اگتی ہے

اس کی مرض ذاتی ہے جو علاج قبول نہیں کرتی۔ اور اس کا درد اصلی ہے جو دوا قبول نہیں کرتا جو چیز ذاتی ہو وہ ہر گز ذات سے دور نہیں ہوتی۔ ع

سیاہی از حبشی کے رود کہ خود رنگ است

ترجمہ ع سیاہی رنگ حبشی سے بھلا کب دور ہوتی ہے

کیا کیا جائے۔ وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰہُ وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ۔ (اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے) ہاں خیر محض کے لئے شریر محض ہونا چاہئے تاکہ خیریت کی حقیقت ظاہر ہو وَ بِضِدِّھَا تَتَبَیَّنُ الْاَشْیَاءُ اور چیزیں اپنی ضدوں ہی سے پہچانی جاتی ہیں) خیر و کمال مہیا تھا شر و نقص اس کے لئے چاہئے تھا۔ حسن و جمال کیلئے آئینہ کی ضرورت ہے اور آئینہ نہیں ہوتا مگر کسی

شے کے مقابل۔

پس معلوم ہوا کہ خیر کیلئے شر اور کمال کیلئے نقص بمنزلہ آئینے کے ہے۔ پس جس چیز میں نقص و شرارت زیادہ ہوگا۔ اسی قدر خیر و کمال اس میں زیادہ نمایاں ہوگا۔

عجب معاملہ ہے کہ اس ذم میں مدح کے معنی پیدا کیے اور یہ شرارت و نقصان خیر و کمال کا محل ہو گیا۔

پس یہی وجہ ہے کہ مقام عبدیّت تمام مقامات سے بلند ہے کیونکہ یہ معنی مقام عبدیت میں کامل اور پورے طور پر پائے جاتے ہیں۔ محبوبوں کو اس مقام سے مشرف فرماتے ہیں اور محب شہود کے ذوق سے لذت پاتے ہیں۔ بندگی میں لذت کا حاصل ہونا اور اس کے ساتھ انس پکڑنا محبوبوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ محبوں کا انس محبوب کے مشاہدہ میں ہے۔ محبوبوں کا انس محبوب کی بندگی میں۔ اس اُنس میں ان کو اس (دید نقص کی) دولت سے مشرف کرتے اور اس نعمت سے سرفراز فرماتے ہیں۔

اس میدان کے تیز رفتار شہسوار دین و دنیا کے سردار اور اولین و آخرین کے سردار حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں اور جس کسی کو محض اپنے فضل سے یہ دولت بخشنا چاہتے ہیں اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کمال متابعت عنایت فرماتے ہیں اور اس وسیلہ سے اس کو بلند درجہ پر لے جاتے ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے)۔

کمال شر اور نقص سے مراد اس کا علم ذوقی ہے نہ یہ کہ شرارت و نقص سے متصف ہو۔ اس علم والا اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہے اور یہ علم بھی اسی تخلّق کے ثمروں میں سے ہے۔ شرارت و نقص کو اس مقام میں کیا مجال ہے۔ سوائے اس کے کہ علم اس کے متعلق ہو۔ یہ علم شہود تام کی وجہ سے خیر محض ہے کہ جس کے پہلو میں سب کچھ شر دکھائی دیتا ہے۔ یہ معاملہ نفس مطمئنہ کے اپنے مقام پر اتر آنے کے بعد ہے۔

پس بندہ جب تک اسطرح اپنے آپ کو زمین پر نہ ڈالے اور کام یہاں تک نہ پہنچائے۔ اپنے مولائے جَلَّ شَانُہٗ کے کمال سے بے نصیب ہے۔ پس اس کا کیا حال ہوگا۔ جو اپنے آپ کو عین مولا جانے اور اپنی صفات کو اس ذات پاک کی صفات خیال کرے۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا (اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت بلند ہے) یہ امر اسما و صفات میں الحاد و زندقہ ہے۔ اس عقیدے والے لوگ اس گروہ میں شامل ہیں جن کے حق میں یہ آیت ہے۔ وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ (ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں) یہ نہیں کہ جس کا جذبہ سلوک پر مقدم ہے، محبوبین

میں سے ہے لیکن محبوبیت میں جذبہ کا اول ہونا شرط ہے ہاں ہر جذبہ میں محبوبیت کے ایک قسم کے معنی حاصل ہیں کہ جن کے بغیر جذبہ نہیں ہوتا اور وہ معنی عوارض سے پیدا ہوئے ہیں۔ ذاتی نہیں ہیں اور وہ ذاتی معنی کسی شے سے معلل اور وابستہ نہیں ہیں جس طرح ہر منتہی کو آخر جذبہ حاصل ہے لیکن محبوں کے زمرہ میں داخل ہے نہ زمرۂ محبوبین میں اسی طرح عارض کے سبب محبوبیت کے معنی پیدا ہوئے ہیں اور یہ بات اس کے حق میں کافی نہیں ہے اور وہ عارض تصفیہ اور تزکیہ ہے اور بعض مبتدیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اتباع اگرچہ بعض امور میں ہو مجمل طور پر اس معنی کے حاصل ہونے کا باعث ہے بلکہ منتہی میں بھی اتباع ہی ہے اور محبوبوں میں ان ذاتی فضلی معنوں کا ظہور بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اتباع سے وابستہ ہے بلکہ میں کہتا ہوں وہ ذاتی معنی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذاتی مناسبت کی وجہ سے ہیں اور وہ اسم جو اس کا رب ہے اس خصوصیت کے حق میں اس اسم کے مناسب واقع ہوا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا رب ہے اور وہاں سے یہ سعادت حاصل کی ہے۔ وَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ وَاللّٰهُ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلُ (اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور اسی کی طرف بازگشت ہے اور اللہ حق ظاہر کرتا ہے اور سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

مکتوب ۱۰

غیر مشہورہ معانی میں قرب و بعد و فرق و وصل کے حاصل ہونے اور ان کے مناسب بعض علوم کے بارے میں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:۔

حضور کا احقر خادم عرض کرتا ہے کہ مدت ہوئی ہے کہ اس بلند درگاہ کے خادموں کے حالات سے اطلاع نہیں پہنچی۔ ہر دم انتظار ہے۔

عجبے نیست اگر زندہ شود جان عزیز — چوں ازاں یار جدا ماندہ پیامے برسد

مرے جدا ہوئے دلبر کا نامہ جب آئے
عجب نہیں کہ مری جان زندہ ہو جائے

جانتا ہے کہ حضور کی دولت کے لائق نہیں ہے۔ ع

ایں بس کہ رسد ز دور بانگ جرسم

ترجمہ ع — یہی بس ہے کہ آئے دور سے بانگ جرس ہر دم

عجب معاملہ ہے کہ بعد کا نام قرب رکھا ہے اور نہایت فراق کو وصل کہتے ہیں۔ گویا در حقیقت اس کے ضمن میں قرب و وصال کی نفی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شعر

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادِ وَ دُوْنَهَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَهُنَّ خُيُوْفُ

ترجمہ ع ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک راہ میں ہیں پر خطر غار و جبال

پس اسی واسطے ہمیشہ کا غم اور دائمی فکر دامنگیر ہے۔ مراد کو بھی آخر کار مرید کی ارادت پر مرید ہونا پڑتا ہے اور محبوب کو محبّ کی محبت پر محبّ ہونا پڑتا ہے۔

دین و دنیا کے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مرادیت اور محبوبیّت کے مقام کے باوجود محبّین اور مریدین سے ہوئے ہیں۔ اسی واسطے آپ کے حال کی نسبت یوں خبر دی ہے کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلُ الْحُزْنِ دَائِمُ الْفِکْرِ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمیشہ غم کرنے والے اور دائمی فکر کرنے والے تھے) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ " مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ (جس قدر مجھے ایذا دی گئی ہے کسی اور نبی کو ویسی ایذا نہیں دی گئی)۔

محب، محبت کے بوجھ کو اٹھا سکتے ہیں۔ محبوبوں کو اس بوجھ کا اٹھانا دشوار ہے۔ یہ قصہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ع

قِصَّۃُ الْعِشْقِ لَاانْفِصَامَ لَھَا

ترجمہ ع قصہ عشق کا نہیں انجام

حامل عریضہ ہذا شیخ الہ بخش ایک قسم کا جذب و محبت رکھتا ہے اس کے اصرار سے چند کلمے حضور کے خادموں کی طرف لکھے گئے ہیں۔ الغرض خدمت و ملازمت کا شوق ظاہر کر کے ان حدود کی طرف متوجہ ہوا ہے۔

اول اول اس نے اپنے بعض اور ارادوں کو ظاہر کیا تھا جب اس بارہ میں خاکسار کی طرف سے سستی معلوم کی تو اب صرف ملاقات پر راضی ہو کر اس نے چند باتیں لکھوائیں۔ زیادہ گستاخی ادب سے دور ہے۔

مکتوب ۱۱

بعض کشفوں اور اپنے قصور کو دیکھنے اور تمام اعمال و اقوال میں اپنے آپ کو قاصر اور تہمت زدہ جاننے کا مقام حاصل ہونے اور شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ کی کلام کے سر ظاہر ہونے کے بیان میں کہ انہوں نے فرمایا ہے عین نہیں رہتا ہے اثر کہاں رہے اور بعض یاروں کے احوال کے بیان میں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:۔

حضور کے غلاموں میں سے عاجز غلام احمد کی یہ گزارش ہے کہ وہ مقام جہاں بندے نے پہلے اپنے

آپ کو دیکھا تھا جب حضور کے بلند حکم کے موافق پھر اس ملاحظہ کیا، تینوں خلفائے رضی اللہ عنہم کا عبور اس مقام میں نظر آیا لیکن چونکہ وہاں اقامت و قرار نہ رکھتا تھا پہلی دفعہ نظر میں نہ آئے۔

چنانچہ امامان اہل بیت میں سے سوائے امامین الشہیدین اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے اس مقام قرار و ثبات نہیں رکھتے۔ لیکن عبور اس میں واقع ہوا ہے بڑی باریک نظر سے معلوم کر سکتے ہیں اور یہ کہ اول اپنے آپ کو اس مقام سے نامناسب دیکھا تھا یہ بے مناسبتی دو قسم کی ہے:-

ایک یہ کہ طریقوں میں کوئی طریقہ ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے بے مناسبتی طاری ہو جاتی ہے اور جب اس کی طرف کوئی رستہ دکھادیا جاتا ہے وہ بے مناسبتی دور ہو جاتی ہے۔

دوسری بے مناسبتی مطلق ہے جو کسی طرح دور ہونے کے قابل نہیں ہے اور وہ راہ جو اس مقام کی طرف پہنچانے والے ہیں صرف دو ہیں جو اپنا تیسرا نہیں رکھتے یعنی ان دو رستوں کے سوا نظر میں اور رستہ ظاہر نہیں ہوتا۔

ایک یہ کہ اپنا نقص و قصور دیکھیں اور تمام نیک کاموں میں باوجود قدرت و جذب کے اپنی نیتوں کو قاصر و تہمت زدہ خیال کریں۔

دوسرا شیخ مکمل مجذوب کی صحبت جس نے سلوک کو تمام کیا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضور کی مہربانی کی طفیل پہلا طریق استعداد کے موافق عنایت فرمایا ہے۔ نیک اعمال میں سے کوئی عمل وقوع میں نہیں آتا۔ مگر یہ کہ اپنے آپ کو اس عمل میں تہمت زدہ بناتا ہے۔ بلکہ جب تک کسی نہ کسی قسم کی تہمت نہ لگانے والا بے قرار و بے آرام رہتا ہے اور اپنے نزدیک ایسا جانتا ہے کہ کوئی عمل ایسا صادر نہیں ہوتا جو دائیں طرف کے فرشتوں کے قابل ہو اور جانتا ہے کہ دائیں طرف کا نامہ اعمال نیک عملوں سے خالی ہے اور اس کے لکھنے والے معطل و بیکار ہیں بھلا پھر درگاہ الٰہی کے لائق کیسے ہوگا اور ہر شخص کو جو جہان میں ہے حتیٰ کہ کافر، فرنگ اور زندیق ملحد کو اپنے سے کئی درجے بہتر جانتا ہے اور ان سب سے بدتر اپنے آپ کو خیال کرتا ہے اور جذبہ کی جہت اگرچہ سیر الی اللہ کے تمام ہونے سے پوری ہو گئی تھی لیکن اس کے بعض لوازم اور متعلقات رہ گئے تھے جو اس فنا کے ضمن میں جو مقام سیر الی اللہ کے مرکز میں واقع ہوئے تھے۔ پورے ہوئے اور اس فنا کے احوال پہلے عریضہ میں مفصل لکھے گئے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے جو اس کام کے نہایت کو فنا کہا ہے اس سے ان کی مراد یہی فنا ہو جو تجلی ذات اور سیر فی اللہ کی تحقق کے بعد ثابت ہوئی ہے اور فنائے ارادی بھی اس فنا کی قسموں میں سے ہے۔

ہیچکس را تا نگردد و فنا نیست رہ دربار گاہ کبریا

ترجمہ: جب تلک انساں نہ ہو جائے فنا تب تلک ہرگز نہیں ملتا خدا

اور اس مقام کے نامناسب لوگ بھی جو دو گروہ ہیں، نظر میں ہیں۔

ایک گروہ تو اس مقام کی طرف متوجہ ہے اور وہاں تک پہنچنے کا طریق تلاش کر رہا ہے اور دوسرا گروہ اس مقام کی طرف کوئی التفات و توجہ نہیں رکھتا اور حضور کی توجہ اس مقام تک پہنچنے کے راستوں میں سے دوسرے طریق کی طرف زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور اسی طریق کے ساتھ مناسبت معلوم ہوتی ہے چونکہ بندہ حضور کی جانب سے مامور ہے اس لئے حضور کے ارشاد کے موافق بعض امور میں جرأت و گستاخی کی۔ ورنہ ع

من ہماں احمد پارینہ کہ ہستم ہستم

ترجمہ ع میں ہوں احمد وہی پرانا غلام

دوسری عرض یہ ہے کہ دوسری دفعہ اس مقام کے ملاحظہ کے وقت اور بہت سے مقام ایک دوسرے کے اوپر ظاہر ہوئے۔ نیاز و عاجزی سے توجہ کرنے کے بعد جب اس پہلے مقام سے اوپر کے مقام پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کا مقام ہے اور دوسرے خلفا کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہوا ہے اور یہ مقام بھی تکمیل و ارشاد کا مقام ہے اور ایسے ہی اس مقام سے اوپر کے دو مقام بھی جن کا اب ذکر ہوتا ہے۔ تکمیل و ارشاد کے مقام ہیں اور اس مقام کے اوپر ایک اور مقام نظر آیا۔ جب اس مقام میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقام ہے اور دوسرے خلفا کا بھی وہاں عبور واقع ہوا ہے اور اس مقام سے اوپر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام ظاہر ہوا۔ بندہ اس مقام پر بھی پہنچا اور اپنے مشائخ میں سے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کو ہر مقام میں اپنے ساتھ ہمراہ پاتا تھا اور دوسرے خلفا کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے۔ سوائے عبور اور مقام اور مرور اور ثبات کے کچھ فرق نہیں ہے اور اس مقام کے اوپر سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام کے مقابل ایک اور نہایت عمدہ نورانی مقام کہ اس جیسا کبھی نظر میں نہ آیا تھا۔ ظاہر ہوا اور وہ مقام اس مقام سے تھوڑا سا بلند تھا جس طرح کہ صفہ کو سطح زمین سے ذرا بلند بناتے ہیں اور معلوم ہوا کہ وہ مقام محبوبیت کا مقام ہے اور وہ مقام رنگین اور منقش تھا اپنے آپ کو بھی اس مقام کے عکس سے رنگین معلوم کیا۔

اس کے بعد اسی کیفیت میں اپنے آپ کو لطیف پایا اور ہوا یا بادل کے ٹکڑے کی طرح اطراف میں پھیل گیا اور بعض اطراف کو گھیر لیا اور حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام میں ہیں بندہ اپنے آپ کو اس کیفیت میں جو عرض کی گئی ہے اس مقام کے

مقابل مقام میں پاتا ہے۔

عرض ہے کہ اس عمل یعنی ارشاد کے ساتھ مشغول ہونے کو ترک کرنا پسند نہیں ہوتا کیسے ترک کیا جاوے جب کہ جہان گمراہی کے بھنور میں غرق ہوا جاتا ہے اور جو شخص اپنے آپ میں جہاں کو اس بھنور سے نکالنے کی طاقت پاتا ہے وہ کس طرح اپنے آپ کو معاف رکھ سکتا ہے ہر چند اور کام در پیش ہوں۔ اس امر میں مشغول ہونا ضروری اور پسندیدہ ہے لیکن اس شرط پر کہ بعض وسوسوں اور خواہشوں سے جو اس عمل کے اثناء میں ظاہر ہوتی ہیں توبہ واستغفار کو لازم رکھا جاوے۔ اسی شرط سے رضا میں داخل ہو جاتا ہے اور اس شرط کے لحاظ کے بغیر رضا میں داخل نہیں ہوتا اور نیچے ٹھہر جاتا ہے لیکن حضرت خواجہ نقشبند اور حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہما کے مادہ میں اس شرط کے ملاحظہ کے بغیر یہ عمل پسندیدہ ہے اور اس خاکسار کا عمل اب اس شرط کے ملاحظہ کے بغیر کبھی رضا میں داخل ہے اور کبھی نیچے ٹھہر جاتا ہے۔

دوسری عرض یہ ہے کہ نفحات میں حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی باتوں میں مذکور ہے کہ عین نہیں رہتا ہے اثر کہاں رہے۔ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرْ یہ سخن اوّل اوّل نظر میں مشکل ہوا۔ کیونکہ حضرت شیخ محی الدین عربی قدس سرہٗ اور ان کے تابعدار یہ کہتے ہیں کہ عین کا زائل ہونا جو اللہ تعالیٰ کے معلومات میں سے ایک معلوم ہے۔ محال ہے ورنہ علم جہالت سے بدل جاتا اور جب عین زائل نہ ہو۔ اثر کہاں جائے گا اور اسی طرح یہ بات ذہن میں ثابت و برقرار ہوئی تھی۔ حضرت شیخ ابو سعید قدس سرہ کا سخن کچھ حل نہیں ہوتا تھا۔ پوری توجہ کے بعد حق تعالیٰ نے اس سخن کا بھید ظاہر فرمایا اور ثابت ہو گیا کہ نہ عین رہتا ہے نہ اثر۔ اور اپنے آپ میں بھی ان معنوں کو معلوم کر لیا اور کچھ مشکل نہ رہی اور اس معرفت کا مقام بھی نظر آیا۔

یہ مقام اس مقام سے جو حضرت شیخ اور ان کے تابعداروں نے بیان فرمایا ہے بہت بلند ہے یہ دونوں بخششیں ایک دوسرے کے ساتھ کچھ مخالفت و جھگڑا نہیں رکھتیں۔ ایک الگ جگہ سے ہے اور دوسری الگ مقام سے۔ مفصل عرض کرنا درازی کلام اور رنج کا باعث ہے۔

اور نیز جو کچھ حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث(1) کے دوام کی نسبت فرمایا ہے وہ بھی ظاہر ہوا کہ حدیث کس چیز سے مراد ہے اور اس کا دوام کیا ہے اور اپنے آپ میں بھی اس حدیث کو دائمی معلوم کیا اگرچہ یہ شاذونادر ہے۔

اور دوسری یہ عرض ہے کہ کتاب کا دیکھنا ہرگز اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ مگر وہ کتاب جس میں ان

1۔ حدیث سے مراد اس جگہ تجلی ذاتی برقی ہے جو حضرت نقشبندیہ کے نزدیک دائمی ہے اور اوروں کے نزدیک برقی۔

بزرگ مشائخ کے کمالات اور مراتب کا ذکر لکھا ہوا ہے جو مقامات میں واقع ہوئے ہیں۔اس قسم کی کتاب کا مطالعہ اچھا لگتا ہے اور متقدمین مشائخ کے احوال بہت پسندیدہ ہیں۔ حقائق اور معارف کی کتابیں اور خاص کر توحید کی باتوں اور مراتب کے تنزلات کو مطالعہ نہیں کر سکتا۔اپنے آپ کو اس بارے میں حضرت شیخ علاؤالدولہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بہت مناسب پاتا ہے اور ذوق وحال میں اس مسئلہ میں شیخ موصوف کے ساتھ متفق ہے لیکن سابقہ علم انکار اور شدت تک آنے نہیں دیتا۔

اور یہ عرض ہے کہ کئی دفعہ بعض امراض کے دور کرنے کیلئے توجہ کی گئی اور اس کا اثر ظاہر ہوا اور ایسے ہی بعض مُردوں کے احوال جو عالم برزخ میں ظاہر ہوئے تھے۔ان کے رنج وتکلیف کے رفع کرنے کیلئے بھی توجہ کی گئی لیکن اب توجہ پر طاقت نہیں رہی کیونکہ اب فقیر کسی چیز پر اپنے آپ کو جمع نہیں کر سکتا۔لوگوں کی طرف سے بعض تکلیفیں فقیر پر گزریں اور انہوں نے بہت ظلم وستم کئے اور اس طرف کے بہت سے متعلقین کو ناحق ویران اور جلاوطن کر دیا لیکن فقیر کے دل پر کسی قسم کا غبار اور رنج نہیں آیا۔چہ جائیکہ ان کے ساتھ برائی کرنے کا خیال دل میں گزرتا۔

بعض یار جنہوں نے مقام جذبہ سے شہود و معرفت حاصل کی ہے اور ابھی تک سلوک کی منزلوں میں قدم نہیں رکھا۔ان کا تھوڑا تھوڑا حال عرض کرتا ہے۔امید ہے کہ اللہ تعالیٰ جذبہ کی جہت تمام ہو جانے کے بعد سلوک کی دولت سے مشرف فرمائے گا۔

شیخ نور اسی مقام میں بند ہے اور نقطہ فوق میں جو جذبہ کے مقام میں ہے نہیں پہنچا۔ حرکات و سکنات میں تکلیف دیتا ہے اور وہ اس قباحت و برائی کو نہیں سمجھتا۔ بغیر ارادہ کے اس کا کام توقف میں پڑ جاتا ہے اور ایسے ہی اکثر یاروں کے کام آداب کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے توقف میں پڑ جاتے ہیں۔ اس بارے میں حیران ہے کہ اس طرف سے کوئی ارادہ ان کے توقف کا نہیں ہے۔ بلکہ ان کی ترقی کا ارادہ ہے۔بلا ارادہ ان کے کاموں میں دیر واقع ہو جاتی ہے۔ورنہ راہ تو بہت نزدیک ہے۔

مولانا معہود اخیر نقطے تک پہنچ گیا ہے اور اس نے جذبے کے کام کو پورا کر لیا ہے اور اس مقام کی برزخیت میں پہنچ گیا ہے اور فوق کو من وجہ نہایت تک پہنچایا ہے اول اول صفات کو بلکہ اس نور کو جس سے صفات قائم ہیں اس نے اپنے آپ سے جدا دیکھا اور اپنے آپ کو شیخ فانی معلوم کیا۔ بعد ازاں صفات کو ذات سے جدا دیکھا اور اس دید میں مقام جذبہ کی احدیّت تک پہنچ گیا اب اپنے آپ کو اور جہان کو ایسا گم کیا ہے کہ نہ احاطہ کا قائل ہے اور نہ معیّت کا اور بطنوں کے بطن کی طرف ایسا متوجہ ہے کہ حیرت اور نادانی کے سوا اسے کچھ حاصل نہیں۔

سید شاہ حسین بھی مقام جذبہ سے اخیر نقطہ تک پہنچ گیا ہے اور اس کا سر نقطہ تک پہنچ گیا ہے اور

ایسے ہی صفات کو ذات سے جدا دیکھتا ہے لیکن ذات احد کو سب جگہ پاتا ہے اور ظہور سے محظوظ ہے اور ایسے ہی میاں جعفر بھی اخیری نقطہ کے نزدیک پہنچ گیا ہے اور بہت شوق وولولہ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ شاہ حسین کے قریب قریب ہے اور دوسرے یاروں میں بھی فرق ظاہر ہوتا جاتا ہے۔

میاں شیخی اور شیخ عیسیٰ اور شیخ کمال جذبہ میں نقطہ فوق تک پہنچ گئے ہیں اور شیخ کمال بھی نزول کی طرف متوجہ ہے اور شیخ ناگوری نقطہ فوق کی تہ میں آیا ہوا ہے لیکن ابھی بہت سفر در پیش ہے اور یہاں کے یاروں میں سے اب تک آٹھ یا نو بلکہ دس آدمی نقطہ فوق کی تہ میں آئے ہوئے ہیں بعض نقطہ سے واصل ہو کر نزول کی طرف متوجہ ہیں بعض دوسرے یار قریب ہیں اور بعض بعید۔

میاں شیخ مزمل اپنے آپ کو گم پاتا ہے اور صفات کو اصل سے دیکھتا ہے اور مطلق کو سب جگہ پاتا ہے اور اشیاء کو سراب کی طرح بے اعتبار جانتا ہے بلکہ ہیچ معلوم کرتا ہے۔

مولانا مذکور کے بارے میں ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا لوگوں کو تعلیم کیلئے اجازت دینا دل پسند ہے لیکن وہ اجازت جو جذبہ کے مناسب ہے اگرچہ بعض امور باقی رہ گئے ہیں جن کا اس کو استفادہ کرنا ضروری تھا لیکن روانہ ہونے میں جلدی کی اور توقف نہ کیا۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوتا ہے جس طرح اس کے کام کی بہتری سمجھیں گے حکم فرمائیں گے۔ جو کچھ اس کمینہ کے علم میں تھا عرض کر دیا گیا۔ وَالْحُكْمُ عِنْدَكُمْ (اور حکم آپ ہی کا ہے)۔

خواجہ ضیاء الدین محمد چند روز تک یہاں رہا کچھ حضور وجمعیت حاصل کی تھی آخر اسباب معیشت کی کمی کی وجہ سے اپنے آپ کو خاطر جمع نہ رکھ سکا۔ اس واسطے لشکر کی طرف متوجہ ہوا اور مولانا شیر محمد کا لڑکا بھی ملازمت کی طرف متوجہ ہے۔ قدرے حضور وجمعیت رکھتا ہے بعض رکاوٹوں کی وجہ سے زیادہ ترقی نہ کر سکا۔ زیادہ لکھنا گستاخی ہے ع

بندہ باید کہ حدِ خود داند

ترجمہ ع چاہئے بندہ کو اپنی حد پہچانے

عریضہ لکھنے کے بعد ایک ایسی کیفیت ظاہر ہوئی اور ایسا حال پیش آیا جس کا بیان تحریر میں نہیں آ سکتا اور اس حال میں فنائے ارادی ثابت ہوئی جیسا کہ پہلی مرادوں سے ارادے کا تعلق برطرف ہوا تھا۔ لیکن ارادۂ اصل باقی تھا جیسا کہ عریضہ میں عرض کیا گیا تھا اب ارادہ بھی دور ہو گیا ہے اور اس وقت نہ مراد باقی رہی ہے نہ ارادہ۔ اور اس فنا کی صورت بھی نظر آئی اور بعض علوم جو اس مقام کے مناسب ہیں۔ فائض ہوئے چونکہ ان علوم کا باریکی اور پوشیدگی کی وجہ سے لکھنا دشوار تھا اس واسطے قلم کی باگ ان علوم کے لکھنے سے روک لی اور اس فنا کے ثابت ہونے اور علوم کے فیضان کے وقت وحدت کے پرے ایک

خاص نظر ظاہر ہوئی ہے۔ اگرچہ یہ بات ثابت ہے کہ وحدت کے ماوراء کوئی نظر بلکہ کچھ نسبت نہیں ہے لیکن بندہ جو کچھ پاتا ہے عرض کرتا ہے اور جب تک یقینی طور پر ثابت نہیں ہوا لکھنے میں جرات نہیں کی اور اس مقام کی صورت وحدت کے پرے اس طرح دیکھتا ہے جیسے آگرہ دہلی کے پرے ہے اور کچھ شبہ اس میں نہیں پاتا۔ اگرچہ نظر میں نہ وحدت ہے نہ اس کا ماوراء اور نہ کوئی ایسا مقام جو حقیقت کے طور پر جانے یا حق کو اس کے ماوراء جانے حیرانی اور نادانی اسی طرح صاف ہے اور اس دید سے کچھ فرق نہیں ہوا۔ میں نہیں جانتا کہ کیا عرض کروں سب تناقض در تناقض ہے جو کہنے میں نہیں آتا اور حال بے شبہ ثابت ہے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ مِنْ جَمِیْعِ مَا کَرِهَ اللّٰهُ قَوْلًا و فِعْلًا خَاطِراً وَّنَاظِراً (اللہ سے میں بخشش مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں ان تمام قول و فعل وارادہ و نظر سے جس کو اللہ مکروہ جانتا ہے)۔

اور نیز اس وقت ایسا معلوم ہوا کہ پہلے جو کچھ فنائے صفات سے جانتا تھا حقیقت میں صفات کی خصوصیت اور ان کے مابہ الامتیاز کی فنا تھی جو وحدت کے ضمن میں مندرج ہوئی تھی اور خصوصیتیں دور ہو گئی تھیں۔ اب اصل صفات بھی اگرچہ ایک دوسری میں ملتے رہنے کے طریق پر ہوں، برطرف ہو گئی ہے اور حاکم احدیّت نے کسی چیز کو نہیں چھوڑا اور وہ تمیز جو علم اجمالی یا تفصیلی کے مرتبہ سے حاصل ہوئی تھی نہ رہی اور تمام نظر خارج پر آگئی۔ اب کَانَ اللّٰهُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَهٗ شَیْءٌ وَهُوَ الْاٰنَ کَمَا کَانَ (اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی اور اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا) حال کے مطابق ہو گیا ہے اور پہلے اس حدیث کے مضمون کا صرف علم ہی تھا نہ کہ حل یعنی اب علم و حال دونوں جمع ہیں۔ امید ہے کہ صحت و غلط پر آگاہ فرماوینگے۔

دوسرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا قاسم علی کو مقام تکمیل سے حصہ حاصل ہے ایسے ہی یہاں کے بعض یاروں کو بھی اس مقام سے حصہ حاصل ہوا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ (اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے)۔

مکتوب ۱۲

فنا و بقا کا مقام اور ہر چیز کی خاص وجہ کے ظہور حاصل ہونے اور سیر فی اللہ اور تجلی ذاتی، برقی وغیرہ کی حقیقت کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:۔

کمترین بندہ احمد عرض کرتا ہے۔ اپنی تقصیروں کی نسبت کیا عرض کرے۔ مَاشَآءَ اللّٰهُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَآءُ لَمْ یَکُنْ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ (جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا ہو گیا اور جو نہ چاہا نہ ہوا اور نہیں ہے گناہوں سے پھرنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت مگر اللہ تعالیٰ بلند شان کی مدد سے)۔

وہ علوم جو فنافی اللہ اور بقاباللہ کے مقام سے تعلق رکھتے تھے خدائے تعالیٰ نے اپنی عنایت سے ظاہر کر دیئے اور ایسا ہی معلوم کیا کہ ہر شے کی وجہ خاص کیا ہے اور سیر فی اللہ کسی معنیٰ سے ہے اور تجلی ذاتی برقی کیا ہوتی ہے اور محمدی مشرب کون ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور ہر مقام میں اس کے لوازم اور ضروریات کو دکھاتے اور ان کی سیر کراتے ہیں۔ اور ایسی کوئی چیز نہیں رہی کہ جس کا اولیاء اللہ نے نشان دیا ہے کہ اس کو راستہ میں چھوڑ جائیں اور نہ دکھائیں۔ قُبِلَ مِنْ قُبِلَ بِلَا عِلَّةٍ (جو کوئی خدا کی درگاہ میں قبول ہوا ہے بلا سبب ہی قبول ہوا ہے) جس طرح کہ اصل اشیاء کو پیدا ہوا جانتا ہے قابلیتوں اور استعدادوں کے اصل کو بھی پیدا کیا ہوا اور اسی کا بنایا ہوا جانتا ہے خدا تعالیٰ قابلیتوں کا محکوم نہیں ہے اور نہ ہی کسی چیز کو اس پر حاکم ہونا چاہئے۔ زیادہ گستاخی مناسب نہیں۔ ع

بندہ باید کہ حدِّ خود داند
چاہئے بندہ کو اپنی حد پہچانے

مکتوب ۱۳

رستہ کی لمبائی اور علوم حقیقت کو علوم شریعت کے ساتھ مطابق کرنے کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:-

کمترین بندہ احمد عرض کرتا ہے۔ افسوس ہزار افسوس! یہ راستہ کس قدر نہایت اور لمبا ہے۔ سیر اس جلدی سے اور واردات و عنایات اس کثرت سے۔ اسی وجہ سے مشائخ عظام نے فرمایا ہے کہ سیر الی اللہ پنجاہ ہزار سال کا رستہ ہے۔ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (چڑھیں گے اس کی طرف فرشتے اور روح اس دن میں جس کا طول پچاس ہزار برس ہے) اس میں شاید انہی معنوں کی طرف اشارہ ہے۔ جب کام ناامیدی تک پہنچ گیا۔ اور امیدیں منقطع ہو گئیں۔ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ (خدا تعالیٰ وہ ذات پاک ہے جو ناامیدی کے بعد بارش نازل فرماتا اور رحمت عام پھیلاتا ہے) یعنی خداوند تعالیٰ مددگار ہوا۔

چند روز ہوئے ہیں کہ اشیاء میں سیر واقع ہوا ہے اور طالبوں اور مریدوں نے پھر ہجوم کیا ہے۔ ان کا کام شروع کیا گیا ہے۔ لیکن ابھی اپنے آپ کو اس مقام کے قابل نہیں پاتا۔ لیکن لوگوں کے اصرار سے مروت و حیات کے باعث کچھ نہیں کہتا اور مسئلہ توحید میں جو پہلے متردد تھا۔ جیسا کہ کئی دفعہ عرض کیا گیا تھا اور افعال و صفات کو اصل سے جانتا تھا۔ جب اصل حقیقت معلوم ہوئی وہ تردّد دور ہو گیا اور ہمہ از وست والا پلّہ ہمہ اوست کے مقولہ سے غالب معلوم کیا اور اس میں کمال زیادہ دیکھا اور افعال و صفات کو بھی اور ہی رنگ میں معلوم کیا۔ سب کو ایک ایک کر کے دکھایا اور اوپر کو گزر کرایا اور

شک وشبہ بالکل دور ہو گیا اور تمام کشفی علوم ظاہر شریعت کے مطابق ہو گئے۔ اور ظاہر شریعت سے سر مُو مخالفت نہ دیکھی اور یہ جو بعض صوفیہ کشفوں کو ظاہر شریعت کے مخالف بیان کرتے ہیں۔ یا سہو سے ہے یا سکر کی وجہ سے۔ باطن ظاہر کے کچھ مخالف نہیں ہے۔ اثنائے راہ میں سالک کو مخالفت نظر آتی ہے۔ اور توجیہ اور جمع کی طرف محتاج ہوتا ہے لیکن منتہی حقیقی باطن کو ظاہر شریعت کے موافق معلوم کرتا ہے۔

علما اور ان بزرگواروں کے درمیان اسی قدر فرق ہے کہ علماء از روئے دلیل اور علم کے جان لیتے ہیں اور یہ بزرگوار از روئے کشف اور ذوق کے پالیتے ہیں اور ان کی صحت حال پر اس مطابقت سے بڑھ کر مدلل دلیل اور کونسی ہے۔ یَضِیْقُ صَدْرِیْ وَ لَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ شامل حال ہے۔ میں نہیں جانتا کیا عرض کروں۔ بعض احوال کے لکھنے کی توفیق نہیں رکھتا اور خطوں میں بھی ان کے لکھنے کی گنجائش نہیں۔ شاید اس میں کوئی حکمت ہو گی۔ اس ہجر کے مارے محروم کو غریب پروری کی توجہ سے محروم نہ رکھیں اور راہ میں نہ چھوڑیں ؎

ایں سخن راچوں تو مبدابودۂ	گر فزوں گردو تواش افزودۂ
ترجمہ: اس سخن کی جب ہے تجھ سے ابتدا	گر زیادہ ہو تو پھر ہے ڈر کیا

زیادہ گستاخی مناسب نہیں۔

ع   بندہ باید کہ حدِ خود داند

مکتوب ۱۴

ان واقعات کے حاصل ہونے کے بیان میں جو اثنائے راہ میں ظاہر ہوئے تھے۔ اور بعض مسترشدوں یعنی طالبوں کے احوال کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار قدس سرہٗ کی طرف لکھا ہے:-

کمترین خادم احمد عرض کرتا ہے کہ وہ تجلیات جو مراتب کونی میں ظاہر ہوئی تھیں۔ ان میں سے بعض کا بیان سابقہ عریضہ میں کیا گیا تھا۔ اس کے بعد مرتبہ وُجوب جو صفات کلیہ کا جامع ہے ظاہر ہوا۔ اور بد صورت سیاہ رنگ عورت کی صورت میں متمثل ہوا اور اس کے بعد مرتبہ احدیت دراز قد مرد کی صورت میں کہ باریک دیوار پر کھڑا ہے جلوہ گر ہوا۔ اور یہ دونوں تجلیں حقانیت کے طور پر ظاہر ہوئیں۔ برخلاف پہلی تجلیوں کے کہ وہ اس طور پر ظاہر نہ ہوئی تھیں۔ اور اسی اثنا میں موت کی خواہش پیدا ہوئی۔ اور ایسا نظر آیا کہ گویا میں شخص ہوں جو دریائے محیط کے کنارے پر کھڑا ہے۔ اس ارادے پر کہ اپنے آپ کو دریا میں ڈالے۔ لیکن پیچھے سے اس کو رسی کے ساتھ ایسا مضبوط باندھا ہے کہ وہ دریا میں جا

نہیں سکتا اور اس رسی سے مراد میں اپنے بدن عنصری کے تعلقات سمجھتا تھا۔ اور آرزو کرتا تھا کہ وہ رسی ٹوٹ جائے اور نیز ایک ایسی خاص کیفیت طاری ہوئی کہ اس وقت بطریق ذوق معلوم ہوا کہ دل کی کوئی خواہش حق تعالیٰ کے سوا ہی نہیں رہی۔

اس کے بعد صفات کلیہ وجوبیہ کہ جنہوں نے باعتبار محلوں اور مظہروں کے مختلف خصوصیتیں پیدا کی تھیں نظر آئیں۔ اس کے بعد وہ خصوصیتیں سب کی سب اپنے اپنے محلوں اور مظہروں سے گر گئیں اور باقی نہ رہیں۔ مگر کلیہ وجوبیہ کے طور پر اور خصوصیتوں سے ان کے الگ ہونے کی صورت بھی نظر آئی اور اس وقت معلوم ہوا کہ اب تو نے حقیقی طور پر صفات کو اصل کے ساتھ جان لیا اور خصوصیات سے الگ ہونے سے پہلے صفات کو اصل سے جاننا کچھ معنی نہ رکھتا تھا۔ مگر یہ کہ جواز کے طریق پر ہو جیسا کہ تجلی صوری والوں کا حال ہے اور فنا حقیقی اس وقت ثابت ہو گئی۔

اس حالت کے ثابت ہونے کے بعد وہ صفات جو اپنے آپ میں اور اپنے غیر میں تھیں ایک ہی طرز پر پائیں اور محل و جگہ کی تمیز اٹھ گئی۔ اس وقت شرک خفی کی کئی قسم کے باریک امور سے خلاصی میسر ہوئی اور اس وقت نہ عرش رہا اور نہ فرش نہ زمان نہ مکان نہ جہات نہ حدود۔ اگر بالفرض کئی سال تک فکر کروں ہرگز علم میں نہ آئے کہ جہان کا ایک ذرہ بھی پیدا ہوا ہے۔

اس کے بعد اپنا تعین اور اپنی وجہ خاص بھی نظر آئی اور اپنے تعین کو اس پھٹے ہوئے پرانے کپڑے کی طرح معلوم کیا۔ جس کو کسی شخص نے پہنا ہوا ہو اور اس شخص کو میں نے اپنی وجہ خاص جانا۔ لیکن حقانیت کے طور پر متصور نہ ہوا۔

اس کے بعد اس شخص کے اوپر نزدیک ہی پوست رقیق نظر آیا اور اپنے آپ کو اس پوست کا عین معلوم کیا اور اس تعین کے جامہ کو اپنے سے بیگانہ دیکھا اور وہ نور جو اس پوست میں تھا دکھائی دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ نور نظر سے غائب ہو گیا اور یہ پوست اور جامہ بھی نظر سے دور ہو گئے اور وہی پہلی جہالت رہ گئی۔

اس واقع مذکورہ کی تعبیر جس طرح علم میں آتی ہے عرض کرتا ہے تاکہ اس کی صحت و غلطی معلوم ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ یہ صورت مذکورہ عین ثابتہ ہے جو وجوب و امکان کے درمیان بمنزلہ برزخ کے ہے جس کی دونوں طرفین ایک دوسری سے جدا ہوئی ہیں اور کمال فرق کے ساتھ متحقق ہیں۔ اور وہ پوست جو اس پرانے کپڑے اور نور کے درمیان واقع ہوا ہے۔ وجود اور عدم کے درمیان برزخ ہے اور اپنے آپ کو جو آخر کار وہی پوست معلوم کیا۔ برزخیت میں پہنچنے کی طرف اشارہ ہے اور پہلے بھی واقعات میں اپنے آپ کو وجود اور عدم کے درمیان برزخ معلوم کرتا تھا لیکن ظاہراً وہ آفاق کی

نسبت سے تھا اور اب نفس کی طرف نظر ہے اور ایک اور فرق بھی اس وقت ظاہر ہوا تھا لیکن لکھنے کے وقت بھول گیا جو کچھ ہمیشہ حاصل ہے حیرت و نادانی ہے اور کبھی کبھی اسی طرح عجیب و غریب حال ظاہر ہوتے ہیں اور دور ہو جاتے ہیں اور ان کی معرفت رہ جاتی ہے اور بعض واقعات کی تعبیر میں عاجز رہ جاتا ہے اور اگر کچھ علم میں آتا ہے تو اس پر بھروسہ نہیں کرتا۔ اسی واسطے عریضوں کے ارسال کرنے میں گستاخی کرتا ہے تاکہ حضور کے جتلانے سے کسی امر کا یقینی علم حاصل ہو جائے۔ امید ہے کہ حضور کی بلند توجہوں سے دنیائے کمینی کے تعلقات کی گرفتاری سے نجات میسر ہو جائے گی ورنہ کام بہت مشکل ہے

بے عنایات حق و خاصانِ حق　　　گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

ترجمہ　　اہل حق اور حق تعالیٰ کی عنایت کے سوا

ہے عمل نامہ سیاہ گر چہ فرشتہ ہی ہوا

شیخ عبداللہ نیازی کا بیٹا شیخ طہٰ جو سرہند کے مشہور مشائخ میں سے ہے اور حاجی عبدالعزیز اس سے واقف ہے۔ قدم بوسی اور نیاز مندی عرض کرتا ہے۔ اس کو اس طریقہ علیہ میں داخل ہونے کی خواہش پیدا ہوئی ہے اور بڑے صدق و نیاز سے التجا کرتا ہے میں نے اس کو کہا ہے کہ استخارہ کرے۔ بظاہر مناسبت رکھتا ہے اور جن یاروں نے یہاں کی ذکر کی تعلیم حاصل کی ہے اکثر ان میں سے طریق رابطہ میں مشغول ہیں اور بعض ان میں سے واقعات میں دیکھ کر رابطہ حاصل کر کے ہمراہ آتے ہیں۔ اور بعض دہلی سے واپس آنے سے پہلے رابطہ رکھتے تھے اور اول حضور و استغراق میں جاتے ہیں ان میں سے بعض صفات کو اصل سے دیکھتے ہیں اور بعض نہیں دیکھتے لیکن کوئی بھی توحید اور انوار اور کشوف کے راہ پر نہیں جاتا۔

ملا قاسم علی اور ملا مودود محمد اور عبدالمومن ظاہراً مقام جذبہ سے نقطۂ فوق تک پہنچے ہوئے ہیں لیکن ملا قاسم علی نزول کی طرف توجہ رکھتا ہے اور ان دونوں کی نسبت معلوم نہیں کہ نزول کی طرف آئیں اور شیخ نور بھی نقطہ کے نزدیک ہے لیکن ابھی تک وہاں نہیں پہنچا۔

ملا عبدالرحمٰن بھی نقطہ کے نزدیک ہے لیکن ابھی تھوڑی سی مسافت درمیان ہے۔

ملا عبدالہادی نے حضور میں استغراق حاصل کیا ہے اور نیز کہتا ہے کہ پاک مطلق یعنی اللہ تعالیٰ کو اشیاء میں تنزیہی صفت سے دیکھتا ہوں اور افعال کو اس سے جانتا ہوں۔ حضور کی دولت ہے جو طالبوں اور مستعدوں کو پہنچ رہی ہے اور اس کمینہ کو اس کے پہنچانے میں کچھ حصہ نہیں۔ ع

من ہماں احمد پارینہ کہ ہستم ہستم

ترجمہ ع　　　میں ہوں احمد وہی پرانا غلام

حضور نے ایک دن واقعات میں سے کسی واقع میں فرمایا تھا کہ اگر خاکسار میں محبوبیت کے معنی نہ ہوتے تو مقصود تک پہنچنے میں بہت توقف واقع ہوتا اور اس نسبت کو بھی جو خاکسار کی محبوبیت کو حضور کی عنایت کے ساتھ ہے بیان فرمایا تھا۔ اس بات سے بڑی بھاری امید لگ رہی ہے اور یہ جرأت و گستاخی بھی اسی وجہ سے ہے۔

مکتوب ۱۵

ان احوال کے بیان میں جو ھبوط اور نزول کے مقامات کے مناسب ہیں مع پوشیدہ اسرار کے۔ اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:-

اس حاضر غائب واجد فاقد مقبل معرض کی یہ عرض ہے کہ بندہ مدتوں سے اس کو ڈھونڈتا تھا تو اپنے آپ کو پاتا تھا اس کے بعد اس کا کام یہاں تک پہنچا کہ اگر اپنے آپ کو ڈھونڈتا تھا تو اس کو پاتا تھا۔ اب اس کو گم کیا ہے لیکن اپنے آپ کو پاتا ہے باوجود گم کرنے کے اس کا ڈھونڈنے والا نہیں ہے اور باوجود ثابت ہونے فقدان (گم کرنے) کے اس کے چاہنے والا نہیں ہے۔

علم کی رو سے حاضر و واجد و مقبل ہے اور از روئے ذوق کے غائب و فاقد و معرض ہے اس کا ظاہر بقا ہے اور باطن فنا، عین بقا میں فانی ہے اور عین فنا میں باقی لیکن فنا علمی ہے اور بقا ذوقی۔

اس کا کاروبار ھبوط و نزول پر آٹھہرا ہے اور صعود و عروج سے رہ چکا ہے اور جس طرح اس کو مقام قلب سے قلب کے پھیرنے والے یعنی حق تعالیٰ کی طرف لے گئے تھے، اب پھر حق تعالیٰ کی طرف سے مقام قلب میں نیچے لے آئے ہیں۔

نفس سے روح کے آزاد ہونے اور نفس کے مطمئنہ ہو کر انور کے غلبوں سے نکلنے کے باوجود اس کی روح کو۔ روح اور نفس کی دو جہتوں کا جامع بنایا ہے اور ان دو جہتوں (طرفوں) کی برزخیّت سے اس کو مشرف فرمایا ہے اور اس کو اس برزخیّت کے حاصل ہونے کی وجہ سے فوق سے فائدہ اٹھانا اور ماتحت کو فائدہ دینا۔ دونوں ایک ہی وقت میں عطا فرمایا ہے۔ فائدہ حاصل کرنے کے وقت فائدہ دینے والا ہے اور فائدہ پہنچانے کیحالت میں فائدہ حاصل کرنے والا۔

گر بگویم شرح ایں بیحد شود　　　در نویسم بس قلمہا بشکند

ترجمہ　گر کہوں بیحد ہو اس کا بیاں　　　گر لکھوں طاقت قلم میں ہے کہاں

اس کے بعد عرض ہے کہ دست چپ مراد ہے قلب سے جو حق تعالیٰ کی طرف عروج کرنے سے پہلے حاصل ہے۔ فوق سے نزول کرنے کے بعد جو مقام قلب میں اتر آتے ہیں وہ مقام اور ہے جو چپ و راست کا برزخ ہے۔ جیسا کہ اس فن کے جاننے والوں پر ظاہر ہے اور وہ مجذوب جنہوں نے سلوک

حاصل نہیں کیا۔ صاحبان دل ہیں کیونکہ حق تعالیٰ تک پہنچنا سلوک پر منحصر ہے اور کسی شخص کے ساتھ مقام کے متعلق ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس شخص کو اس مقام میں ایک خاص شان اور اس مقام والوں سے اس کو علیحدہ امتیاز حاصل ہوتا ہے۔

منجملہ اس امتیاز کے جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ جذبہ کی سبقت اور بقائے خاص ہے جو اس مقام کے مناسب علوم اور معارف کا مبداء ہے۔ مقام قلب کے علوم کی تحقیق اور جذبہ اور سلوک اور فنا و بقا کی حقیقت وغیرہ وغیرہ رسالہ مقررہ میں مفصل لکھی گئی ہے۔

میر سید شاہ حسن جلدی روانہ ہو پڑے۔ اس واسطے اس کے نقل کرنے کی فرصت نہ ملی۔ پیچھے انشاء اللہ تعالیٰ شرف مطالعہ حاصل کرے گا یعنی وہ رسالہ حضور کے مطالعہ میں آوے گا۔

عزیز متوقف (یعنی خاکسار) فوق سے نیچے مقام قلب میں آیا ہے لیکن اس کی توجہ عالم کی طرف نہیں ہے۔ فوق کی جانب توجہ رکھتا ہے چونکہ عروج فوقانی برخلاف طبیعت کے تھا۔ اس لئے (خاکسار) طبعی طور پر جذبہ کے ساتھ مناسبت رکھتا تھا۔ فوق سے نزول کے وقت اپنے ہمراہ کچھ چیز نہیں لایا۔ وہ تھوڑی سی نسبت جو طبیعت کے خلاف توجہ سے تھی اور عروج اس توجہ کا اثر تھا۔ جذبہ کی نسبت میں ابھی تک اس طرح باقی ہے جیسے جسم میں روح اور اندھیرے میں نور لیکن یہ جذبہ مذکورہ حضرات خواجگان قدس سرہم کے جذبہ سے الگ ہے۔ یہ وہ جذبہ ہے جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کو اپنے بزرگ باپ دادوں سے پہنچا ہے اور ان کو اس مقام میں شان خاص حاصل ہوئی ہے اور کسی واقع میں بعض طالبوں نے جو ظاہر کیا تھا کہ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو جیسا کہ وہ ہوئے ہیں وہ عزیز متوقف یعنی خاکسار نے کھالیا ہے۔ اس واقع کے اثر کا ظہور اس مقام میں ہے یہ جذبہ مقام افادہ کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا۔ اس مقام میں ہمیشہ فوق کی طرف توجہ ہے اور دائمی سکر اس کو لازم ہے۔

جذبہ کے بعض مقامات جذبہ میں داخل ہونے کے بعد سلوک کے مخالف ہیں اور بعض دوسرے سلوک کے مخالف نہیں ہیں۔ ان میں داخل ہونے کے بعد سلوک کے لئے متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ جذبہ اس میں داخل ہونے کے بعد سلوک کے مخالف ہے۔

عریضہ لکھتے وقت اس مقام کی طرف متوجہ ہوا تھا اس مقام کے بعض دقایق ظاہر ہوئے جب تک باعث نہ ہو توجہ میسر نہیں ہوتی۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

چند مہینے ہوئے ہیں کہ وہ عزیز متوقف (خاکسار) نیچے آگیا ہے لیکن مقام جذبہ مذکورہ میں کامل طور پر داخل نہیں ہوا۔ اس مقام کے مناسب علم کا نہ ہونا اور پراگندہ توجہ اس مقام میں داخل ہونے سے

مانع ہے۔ امید ہے کہ ان بے ترتیب کلمات یعنی عریضہ کے مطالعہ کے وقت اس مقام میں پورے طور پر داخل ہونا میسر ہو جائے گا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کو وہ عزیز متوقف یعنی خاکسار پورے طور پر کھا جائے گا۔

مکتوب ۱۶

عروج و نزول وغیرہ کے احوال کے بیان میں۔ اپنے پیر بزرگوار قدس سرہٗ کی خدمت میں لکھا ہے:۔

طالب حقیر کی گزارش ہے کہ مولانا علاؤالدین نے حضور کا نوازش نامہ پہنچایا ہر ایک مقدمہ مذکورہ کے کشف میں وقت کے موافق مسودہ کیا گیا۔ ان علوم مذکورہ کے بعض متممات و مکملات بھی دل میں گزرے تھے لیکن ابھی ان کے لکھنے کی فرصت نہ ملی کہ حامل عریضہ ہذا روانہ ہو گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ پیچھے خدمت اقدس میں بھیجا جاوے گا۔ اب ایک اور رسالہ جو صحیح و درست لکھا ہوا تھا بھیجا ہے اور یہ رسالہ بعض یاروں کی التماس سے لکھا گیا ہے۔ یاروں نے التماس کی تھی کہ ایسی نصیحتیں لکھی جاویں جو طریقت میں نفع دیں اور ان کے موافق زندگی بسر کی جاوے۔ واقعی رسالہ بے نظیر اور بڑی برکتوں والا ہے۔ اس رسالہ کے لکھنے کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی امت کے بہت سے مشائخ کے ساتھ حاضر ہیں اور اسی رسالہ کو اپنے مبارک ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں اور اپنے کمال کرم سے اس کو چومتے ہیں اور مشائخ کو دکھاتے اور فرماتے ہیں کہ اس قسم کے اعتقاد حاصل کرنے چاہئیں اور وہ لوگ جنہوں نے ان علوم سے سعادت حاصل کی ہے وہ نورانی اور ممتاز اور عزیز الوجود ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روبرو کھڑے ہیں یہ قصہ بہت لمبا ہے اور اسی مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس خاکسار کو اس واقع کو شائع کرنے کا حکم فرمایا۔ ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ ع کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

جس روز سے خاکسار حضور کی خدمت سے واپس آیا ہے۔ فوق کی طرف خواہش ہونے کے سبب مقام ارشاد کے ساتھ چنداں مناسبت نہیں رکھتا۔ کچھ مدت تک یہ ارادہ رہا کہ گوشہ نشیں ہو جائے اور لوگ صحبت میں شیر ببر کی طرح نظر آتے رہے۔ گوشہ نشینی کا ارادہ پختہ ہو چکا تھا لیکن استخارہ اس کے موافق نہیں آتا تھا۔ قرب کے مدارج میں اگرچہ ان کی کوئی غایت اور انتہا نہیں ہے۔ انتہا درجے تک عروج حاصل ہوا اور ہوتا ہے اور کبھی اوپر لیجاتے ہیں اور کبھی نیچے لے آتے ہیں کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَانٍ (غرض ہر دن ایک نئی شان اور نئی حالت میں ہے) تمام مشائخ کے مقامات پر الاماشاء اللہ عروج

میسر ہو۔

گلے بردند زیں دہلیزۂ پست بداں درگاہ والا دست بردست

ترجمہ اڑا دہلیز سے مٹی کو یک سر گرایا بر در درگاہ بر تر

اس اثناء میں اگر مشائخ کے روحانیات کے توسط (واسطہ در واسطہ ہونے) کو گننے لگو تو بات لمبی ہو جائے۔ غرض تمام مقامات اصلی سے ظلی مقامات کی مانند گزر کرایا خدا کی عنایتوں کا کیا بیان کرے۔ قُبِلَ مَنْ قُبِلَ بِلا عِلَّةٍ (جو شخص قبول ہوا ہے بلا سبب ووسیلہ قبول ہوا ہے) اس قدر ولایت اور ان کے کمالات ظاہر کئے کہ بندہ کیا عرض کرے۔

ماہ ذی الحجہ میں نزول کے درجوں میں مقام قلب تک نیچے لے آئے اور یہ مقام تکمیل وارشاد کا مقام ہے لیکن ابھی اس مقام کیلئے تمام وکمال تک پہنچانے والی چیزیں درکار ہیں۔ دیکھئے کب حاصل ہوتی ہیں۔ یہ کام آسان نہیں ہے باوجود مراد مند ہونے کے اس قدر منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں کہ مریدوں کو عمر نوح میں بھی ان کا طے کرنا میسر نہیں ہوتا۔ بلکہ اس قسم کے کمالات مراد مندوں ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مرید اس جگہ قدم نہیں رکھتے۔ افراد کا نہایت عروج مقام اصل کی ابتدا تک ہے اس سے آگے افراد کو بھی گزر نہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

تکمیل وارشاد کے مراتب میں توقف کی وجہ یہی ہے اور نورانیت کا نہ ہونا ظلمت غیب کے نور ظاہر ہونے کے سبب سے ہے۔ نہ کسی اور سبب سے۔ لوگ اپنے اپنے خیال کے موافق کئی باتیں بناتے ہیں۔ ان پر اعتبار نہ کرنا چاہئے۔

در نیا بدحال پختہ ہیچ خام پس سخن کو تاہ باید والسلام

ترجمہ حال کامل کا نہیں جانے ہے خام پس مناسب مختصر ہی ہے کلام

اس قسم کی ظنی باتوں کے اندیشہ میں ضرر کا احتمال غالب ہے ان لوگوں کو فرمائیں کہ اس خستہ دل کے احوال سے اپنی خیالی نظر ڈھانپ لیں۔ نظر کی مجال کیلئے اور بہت سے محل ہیں۔

من گم شدہ ام مرام مجوئید باگم شدگاں سخن مگوئید

ترجمہ میں ہوں گم مجھ کو نہ ڈھونڈو دوستو!

میں ہوں گم مجھ سے نہ باتیں تم کرو!!

خداوند تعالیٰ کی غیرت سے ڈرنا چاہئے جس امر کو اللہ تعالیٰ کامل کرنا چاہتا ہے اس کے نقص اور عیب لگانے میں گفتگو کرنا نامناسب ہے۔ درحقیقت خدائے تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ ہے اور مقام قلب

میں نزول ہونا حقیقت میں مقام فرق ہے جس کو مقام ارشاد کہتے ہیں اور اس مقام میں فرق سے مراد یہ ہے کہ نفس روح سے اور روح نفس سے جدا معلوم ہو۔ بعد اس کے نفس روح کے نور میں داخل ہو۔ جس کو جمع بولتے ہیں۔ جمع و فرق کی نسبت میں اس بیان سے زیادہ جو کچھ مفہوم ہوتا ہے وہ سکر کی وجہ سے ہے حق کو خلق سے جدا دیکھنا جس کو اہل سکر مقام فرق خیال کرتے ہیں کچھ حقیقت نہیں رکھتا وہ گویا صرف اسی روح ہی کو حق تعالیٰ جانتے ہیں اور روح کو نفس سے جدا دیکھنا خلق سے حق تعالیٰ کو جدا دیکھنا جانتے ہیں۔

اصحاب سکر کے اکثر علوم اسی قیاس پر ہیں۔ کیونکہ حقیقت امر وہاں مفقود ہے وَالْاَمْرُ عِنْدَاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ (اور اصل حقیقت کو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے)۔

کسی دوسرے رسالہ میں جذبہ اور سلوک والوں کے علوم اور ان دونوں مقام کی حقیقت مفصل طور پر لکھی گئی ہے۔ وہ رسالہ بھی عنقریب نظر مبارک میں گزرے گا۔

مکتوب ۱۷

بعض احوال کے بیان میں جو عروج و نزول کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں وغیرہ وغیرہ

اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:۔

خادم فقیر کی گزارش یہ ہے کہ وہ عزیز یعنی (خاکسار) جو کچھ مدت سے ترقی سے رکا ہوا تھا۔ نیاز نامہ لکھنے کے دن ایسا ظاہر ہوا کہ اس مقام سے کچھ عروج کر کے اخیر تک نیچے آ گیا ہے۔ لیکن پورے طور پر نزول نہیں کیا ہے۔ اور باقی عزیز بھی جو اس مقام کے نیچے تھے۔ عروج کر کے اسی مقام فوق کی راہ سے نزول کی طرف متوجہ ہیں۔ اس کے بعد جو کیفیت ظاہر ہو گی اور معرض ظہور میں آئے گی عرض کی جائے گی۔ اگر صاحب معاملہ بھی اپنے حال کے ظاہر ہونے کے بعد کچھ لکھے تو بہت بہتر ہے چونکہ اس قضیۂ نزول کا حادث ہونا قوی تھا اور خاکسار کو مسہل لینے کی وجہ سے ضعف لاحق ہوا ہوا تھا اس واسطے اس نزول کے انجام کار میں مشغول نہ ہوا۔ انشاء اللہ تعالیٰ پھر ظاہر کیا جاوے گا۔

مکتوب ۱۸

تمکین کے بیان میں جو تلوین کے بعد حاصل ہوتی ہے اور ولایت کے تین قسم کے مراتب کے بیان اور اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اس کی ذات وغیرہ پر زائد ہے۔ اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:۔

بندۂ کمترین پر تقصیر احمد بن عبدالاحد کی گزارش ہے کہ جب تک حالات و واردات ظاہر ہونے تھے۔ ان کے عرض کرنے میں گستاخی اور جرأت کرتا تھا لیکن جب حق تعالیٰ نے حضور کی بزرگ توجہ

کی برکت سے احوال کی غلامی سے آزاد کر دیا اور تلوین سے تمکین کے ساتھ مشرف فرمایا۔ تو حیرت و پریشانی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا اور وصل سے جدائی اور قرب سے بعد کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا اور معرفت سے نادانی اور علم سے جہل کے سوا کچھ زیادہ نہ ہوا۔ اس واسطے نیاز ناموں میں توقف واقع ہوا اور صرف روزمرہ خبروں کا عرض کرنا مناسب نہ جانا اس کے علاوہ دل ایسا سرد ہو گیا ہے کہ کسی امر میں سرگرمی نہیں کرتا اور بیکاروں کی طرح کسی کام میں مشغول نہیں ہو سکتا۔

من هچیم و کم ز هیچ هم بسیارے　　　و از هیچ و کم از هیچ نیائد کارے

ترجمہ　　ہیچ ہوں میں بلکہ کمتر ہیچ سے
ہیچ سے پھر کام کیا کچھ ہو سکے

اب ہم اصل سخن کو بیان کرتے ہیں۔

تعجب یہ ہے کہ اب اس حق الیقین سے مشرف فرمایا ہے کہ جس جگہ علم و عین ایک دوسرے کے حجاب نہیں ہیں اور فنا و بقا وہاں جمع ہیں۔ عین حیرت و بے نشانی میں علم و شعور ہے اور نفس غیبت میں، حضور میں۔ باوجود علم و معرفت کے جہل و نادانی کی زیادتی کے سوا اور کچھ نہیں۔ ع

عجب انیست کہ من واصل و سرگرد انم

ترجمہ　تعجب ہے کہ واصل اور پریشان ہوں

اللہ تعالیٰ نے محض اپنی بے حد عنایت سے کمالات کے درجوں میں ترقیات بخشی ہیں۔

مقام ولایت سے اوپر مقام شہادت ہے اور ولایت کو شہادت سے وہی نسبت ہے جو تجلی صوری کو تجلی ذاتی سے ہے بلکہ ولایت و شہادت کا درمیانی بعد ان دونوں تجلیوں کے درمیانی بُعد سے کئی درجے زیادہ ہے اور مقام شہادت سے اوپر مقام صدیقیت ہے اور وہ فرق جو ان دونوں مقاموں کے درمیان ہے وہ نہ تو کسی عبارت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور نہ کسی اشارہ سے بیان کیا جا سکتا ہے اور اس مقام سے اوپر سوائے مقام نبوت کے (اعلیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات) اور کوئی مقام نہیں ہے اور ممکن نہیں کہ مقام صدیقیت اور نبوّت کے درمیان کوئی اور مقام ہو ہو بلکہ محال ہے اور اس کے محال ہونے کا یہ حکم صریح اور صحیح کشف سے معلوم ہوا ہے اور یہ جو بعض اہل اللہ نے ان دونوں مقاموں کے درمیان واسطہ ثابت کیا ہے اور اس کا نام قربت رکھا ہے اس سے بھی مشرف فرمایا اور اس مقام کی حقیقت پر اطلاع بخشی۔

بہت سی توجہ اور بیشمار عاجزی کے بعد اول اسی طرح جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے، ظاہر ہوا لیکن آخر کار اصل حقیقت معلوم ہو گئی۔ ہاں عروج کے وقت مقام صدیقیت کے حاصل ہونے کے بعد وہ مقام حاصل ہوتا ہے لیکن واسطہ ہونا مقام تامل ہے۔ ظاہری ملاقات کے بعد انشاء اللہ اس کی حقیت کو

مفصل عرض کیا جاوے گا۔ وہ مقام بہت ہی بلند ہے اور عروج کی منزلوں میں اس مقام سے اوپر اور کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر وجود کا زائد ہونا اسی مقام میں ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ علمائے اہل حق کے نزدیک مقرر اور ثابت ہے۔ شَکَرَ اللّٰهُ تَعَالیٰ سَعْیَهُمْ (اللہ تعالیٰ ان کو اس کوشش کی جزائے خیر دیوے) اور یہاں وجود بھی راستہ میں رہ جاتا ہے اور اُن سے اوپر عروج واقع ہوتا ہے۔

ابوالمکارم رکن الدین شیخ علاؤالدولہ علیہ الرحمۃ اپنی بعض تصنیفات میں فرماتے ہیں کہ عالم وجود کے اوپر بادشاہ ودود کا عالم ہے اور مقام صدیقیت مقام بقا سے ہے جو عالم کی طرف توجہ رکھتا ہے اور اس مقام سے نیچے مقام نبوت ہے جو حقیقت میں بالاتر ہے اور اس میں کمال صحو اور بقا ہے۔ مقام قربت ان دونوں مقاموں کے درمیان برزخ اور واسطہ ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس کی توجہ صرف تنزیہ کی طرف ہے اور عروج کا انتہا ہے۔ ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔

در پسِ آئینہ طوطی صِفتم داشتہ اند　　　　ہر چہ استاد ازل گفت بگو میگویم

ترجمہ　مثل طوطی آئینے کے پیچھے رکھا ہے مجھے

کہتا ہوں میں وہ جو استادِ ازل مجھ کو کہے

شرعی نظری استدلالی علوم کو ضروری کشفی بنادیا ہے اور علمائے شریعت کے اصول سے سر مو مخالفت نہیں ہے بلکہ انہی اجمالی علوم کو تفصیلی کر دیا ہے اور نظریت سے ضرورت کی طرف لائے ہیں۔

کسی شخص نے حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ سے پوچھا کہ سلوک سے مقصود کیا ہے فرمایا تاکہ اجمالی معرفت تفصیلی اور استدلالی کشفی ہو جائے اور نہ فرمایا کہ اس کے سوا کچھ اور علوم حاصل ہوتے ہیں۔ ہاں رستہ میں بہت سے علوم و معارف ظاہر ہوتے ہیں جن سے گزرنا پڑتا ہے اور جب تک سالک نہایت کے درجے تک جو صدیقیت کا مقام ہے نہ پہنچے۔ ان علوم سے حصہ حاصل نہیں کرتا۔ فَیَالَیْتَ شِعْرِیْ اِنَّ مِنْ اَهْلِ اللّٰهِ لَقَائِلِیْنَ لِحُصُوْلِ هٰذَا الْمَقَامِ الشَّرِیْفِ وَلَیْسَ لَهُمْ مُنَاسِبَةٌ بِعُلُوْمِ هٰذَا الْمَقَامِ وَمُعَارِفِهٖ فَمَا وَجْهُهٗ وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْم" (کاش میں جانتا کہ بعض اہل اللہ جو اس مقام شریف کے حصول کے قائل ہیں۔ حالانکہ ان کو اس مقام کے علوم اور معارف کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں اس کی کیا وجہ ہے اور ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہے۔

اور مسئلہ قضا و قدر کے راز پر اطلاع بخشی اور اس کو اس طرح جتلایا کہ شریعت حنفیہ کے ظاہر اصول سے کسی طرح مخالف نہیں اور ایجاب کے نقص اور جبر کی آمیزش سے پاک وصاف ہے اور ظہور میں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔

تعجب کی بات ہے کہ جب یہ مسئلہ اصول شریعت کے مخالف نہیں ہے تو پھر اس کو کیوں پوشیدہ

رکھا ہے۔ ہاں اگر اس میں کچھ مخالفت ہوتی تو اس کا چھپانا اور پوشیدہ رکھنا مناسب تھا۔ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ (جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے کوئی پوچھ نہیں سکتا)

کر از ہرہٗ آنکہ از بیم تو کشاید زباں جزبہ تسلیم تو

ترجمہ کس کو طاقت کہ مارے ڈر کے تیرے غیر تسلیم کے زباں کھولے

علوم و معارف ابر بہاری کی طرح اس طرح برس رہے ہیں کہ قوت مدرکہ ان کے برداشت کرنے سے عاجز ہے۔ قوت مدرکہ جو مجرد تعبیر ہے۔ وَاِلَّا لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِكِ اِلَّا مَطَایَاهُ (ورنہ بادشاہ کے عطیوں کو اسی کی سواریاں اٹھا سکتی ہیں)۔

اوّل اوّل یہ شوق تھا کہ ان عجیب علوم کو لکھا جائے۔ مگر اس امر کی توفیق نہ پاتا تھا اور اسی وجہ سے بیقرار رہتا تھا۔ آخر کار تسلی فرمائی کہ ان علوم کے فیضان سے ملکہ کا حاصل کرنا مقصود ہے نہ کہ علوم کا یاد کرنا جیسا کہ طالب علم اس واسطے علم حاصل کرتے ہیں کہ مولویّت کا ملکہ حاصل کریں۔ نہ اس لئے کہ صرف ونحو وغیرہ کے اصول حفظ کرلیں ان میں سے بعض علوم عرض کرتا ہے:-

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (نہیں مانند اس کے کوئی چیز اور وہی سنتا اور دیکھتا ہے) کلام کا اول حصہ تنزیہ محض کا اثبات ہے جیسا کہ خود ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ اس تنزیہ کو تمام وکامل کرنے والا ہے۔

اس کا بیان یہ ہے کہ چونکہ عالم کیلئے سمع وبصر کے ثابت ہونے میں باہم مشابہت کے ثبوت کا وہم گزرتا ہے اگرچہ فرضی ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس وہم کے دور کرنے کیلئے عالم سے سمع وبصر کی نفی کردی۔ یعنی سمیع وبصیر وہی اللہ جل شانہ ہی ہے اور سمع وبصر جو مخلوقات میں پیدا ہے۔ دیکھنے اور سننے میں کچھ دخل نہیں رکھتی۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ سمع وبصر کو پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح ان دو صفتوں کے پیدا کرنے کے بعد بطریق عادت سماع وروئت یعنی دیکھنے اور سننے کو پیدا کرتا ہے بغیر اس امر کے کہ ان صفات کی تاثیر ہو اور اگر ہم تاثیر کے قائل ہوں تو ان میں تاثیر بھی اسی کی پیدا کی ہوئی ہے پس جس طرح ان کے اصل جماد محض ہیں اسی طرح ان کے صفات بھی جماد محض ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ محض اپنی قدرت سے پتھر میں کلام پیدا کردے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ حقیقت میں پتھر کلام کرنیوالا ہے۔ پس جس طرح پتھر جماد محض ہے اس میں یہ صفت بھی اگر بالفرض موجود ہو تو جماد محض ہے۔ اس سے حرف وآواز کے ظاہر ہونے میں اس کا کوئی دخل نہیں۔ تمام صفات اسی طرح پر ہیں۔

غرض جب یہ دو صفتیں زیادہ ظاہر تھیں ان دونوں کو نفی کے لئے اللہ تعالیٰ نے خاص کیا اور ان دونوں کی نفی سے باقی صفات کی نفی بطریق اولیٰ لازم آئیگی۔

حق تعالیٰ نے اوّل علم کی صفت کو پیدا کیا۔ بعد ازاں معلوم کی طرف اس کی توجہ پیدا کی۔ بعد ازاں معلوم کے ساتھ اس کا تعلق پیدا کیا۔ بعد ازاں معلوم کو اس پر منکشف کیا۔ پس علم کی صفت پیدا کرنے کے بعد صرف اپنی عادت کے طور پر انکشاف کو اس میں پیدا کیا تو ظاہر ہے کہ علم کو اس انکشاف میں کیا دخل ہو گا۔

اسی طرح اول سمع کی صفت کو پیدا کیا۔ بعد ازاں مسموع کی طرف توجہ اور کان لگانا۔ بعد ازاں سننا بعد ازاں مسموع کا ادراک پیدا کیا۔ اسی طرح اوّل بصر کو پیدا کیا بعد ازاں دھیری کا پلٹنا اور اشیاء کی طرف توجہ بعد ازاں روئت یعنی دیکھنا۔ بعد ازاں دیکھی ہوئی چیز کا ادراک پیدا کیا۔ علی ھذاالقیاس۔

پس سمیع و بصیر وہی ہو سکتا ہے کہ یہ دو صفتیں اس کے سماع و روئت کا مبدا ہوں اور جب ایسا نہیں ہے تو سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی سمیع و بصیر نہیں ہے۔ پس ثابت ہُوا کہ ان کی صفات ان کے اصل کی طرح جماد محض ہیں۔ پس آخر کلام سے یہ مقصود ہے کہ ان سے تمام صفات کی کلی طور پر نفی ہو جائے نہ یہ کہ ان کے لئے صفات ثابت ہوں اور یہ صفتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ثابت ہیں۔ کیونکہ اس سے تنزیہ اور تشبیہ کا باہم جمع ہونا لازم آتا ہے بلکہ تمام آیت کریمہ میں تنزیہ کا اثبات اور کلی طور پر تشبیہ کی نفی ہے۔

علم اول یعنی ان کی صفات کو خاص خدائے تعالیٰ کے لئے ثابت کرنا اور ان کے اصلوں کو محض جماد جاننا اور پر نالے اور کوزے کی طرح معلوم کرنا کہ پانی وہاں سے ظاہر ہے مقام ولایت کے مناسب علوم سے ہے اور علم ثانی یعنی ان کی صفات کو بھی جماد کی طرح معلوم کرنا اور تمام کو میّت جاننا کہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (تو بھی مردہ ہے اور یہ بھی مردہ ہیں مقام شہادت کے مناسب علوم سے ہے)۔

اس بیان سے بھی دونوں مقامات کا درمیانی فرق مفہوم ہو جاتا ہے۔ وَ الْقَلِيْلُ يَدُلُّ عَلَى الْكَثِيْرِ وَالْجُرْعَةُ تَنْبِىءُ عَنِ الْبَحْرِ الْغَدِيْرِ (تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے اور قطرہ بڑے سمندر کی خبر دیتا ہے۔)

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

ترجمہ: ظاہر ہے سال اچھا اپنی بہار ہی سے

اور ایسے ہی اس عالی مقام والے لوگ مخلوقات کے افعال کو بھی مردہ اور جماد کی طرح پاتے ہیں۔ نہ یہ کہ ان افعال کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کریں اور ان فعلوں کا فاعل اللہ تعالیٰ کو جانیں۔ تَعَالَى اللّٰهُ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْراً (اللہ تعالیٰ کی ذات اس نسبت سے بلند ہے) مثلاً کوئی شخص پتھر کو ہلاتا ہے اور حرکت دیتا ہے تو نہیں کہ سکتے کہہ وہ شخص متحرک ہے۔ بلکہ پتھر میں حرکت کا ایجاد کرنے والا ہے اور پتھر متحرک

ہے۔ باوجود اس کے جس طرح کہ پتھر جماد محض ہے۔ اسی طرح اس کی حرکت بھی جماد محض ہے اور اگر بالفرض اس حرکت سے کوئی شخص ہلاک ہو گیا تو یہ نہیں کہتے کہ پتھر نے مارا۔ بلکہ یہ کہیں گے کہ اس شخص نے مارا۔ اور علمائے شریعت شَکَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی سَعْیَهُمْ کا قول اس علم کے موافق ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مخلوقات سے افعال کے صادر ہونے میں کچھ دخل نہیں۔ ان کے افعال چند حرکتیں ہیں۔ بغیر اس امر کے کہ ان کے لئے معمول بنانے میں کچھ تاثیر ہو۔ اگر کہے کہ اس تقدیر پر افعال کو ثواب و عذاب کا مدار بنانا بے فائدہ ہے جیسا کہ پتھر کو کسی امر کے لئے مکلفین کریں اور اس کے فعل پر مدح وذم مترتب کریں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سنگ اور مکلفین کے درمیان فرق ہے کیونکہ تکلیف قدرت اور ارادت پر وابستہ ہے اور سنگ میں ارادت نہیں لیکن جب ان کی ارادت بھی حق تعالیٰ کی مخلوق ہے بغیر اس بات کے کہ مراد کے حصول میں اس کی تاثیر ہو۔ وہ ارادت بھی مردہ کی طرح ہے۔ اس بنا پر کہ مراد اس کی ثابت ہونے کے بعد بطریق عادت پیدا ہوتی ہے اور اگر بالفرض مخلوق کی قدرت کو موثر کہا بھی جائے جیسا کہ علمائے ماوراء النہر (خدا ان کی کوشش کی جزا دیوے) نے کہا ہے۔ تو وہ تاثیر بھی اس میں خدا کی پیدا کی ہوئی ہے۔ جیسا کہ قدرت اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ پس اس کی تاثیر بھی جماد کی مانند ہو گئی۔ مثلاً ایک شخص نے ایک پتھر کو دیکھا کہ کسی ہلانے والے کی حرکت سے اوپر سے نیچے گرا اور ایک جاندار کو مار دیا۔ وہ شخص جس طرح پتھر کو جماد جانتا ہے۔ اس کے فعل کو بھی جو حرکت ہے جماد جانتا ہے اور اس فعل کے اثر کو بھی جو ہلاک یعنی مارنا ہے۔ جماد جانتا ہے۔ پس ذات و صفات و افعال سب کے سب محض جمادات اور مردہ ہیں۔ فَهُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ وَ هُوَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ. قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمَاتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمَاتُ رَبِّیْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (پس وہی زندہ اور قائم ودائم ہے اور وہی سننے والا دیکھنے والا ہے اور وہی جاننے والا اور خبر والا ہے اور وہی کرنے والا ہے جو چاہتا ہے کہ اگر سمندر اللہ تعالیٰ کے کلمات لکھنے کیلئے سیاہی بن جائیں تو سمندر ختم ہو جائیں مگر اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں۔ اگرچہ اتنے اور دریا و سمندر مدد کے طور پر لائیں)۔

گستاخی بہت ہوئی اور جرأت بے حد واقع ہوئی۔ سخن کے جمال نے جو جمیل مطلق کی طرف سے ہے۔ اس بات پر برانگیختہ کیا کہ جس قدر سخن دراز ہو زیبا ہے اور جو کچھ اس کی طرف سے بیان کیا جائے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ اپنے آپ میں کوئی مناسبت نہیں پاتا کہ اس بارگاہ کی نسبت گفتگو کرے یا اس کا نام پاک زبان پر لائے

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

ترجمہ: گلاب و مشک سے کتنا ہی منہ کو صاف کروں

ادب سے دور ہے پھر بھی جو نام تیرا لوں

بندہ باید کہ حدِ خود داند

حضور کی توجہ اور عنایت کا امیدوار ہے۔ اپنی خرابی کی نسبت کیا عرض کرے اور جو کچھ اپنے آپ میں پاتا ہے حضور کی توجہ عالی کی عنایت ہے۔ ورنہ

من هماں احمد پارینہ کہ هستم هستم

میاں شاہ حسین توحید وجودی کا طریق رکھتا ہے اور اس میں محفوظ ہے دل میں آتا ہے کہ وہاں سے اس کو نکالا جائے تاکہ حیرت تک جو اصلی مقصود ہے پہنچ جائے۔

محمد صادق بچپن ہی سے اپنے آپ کو ضبط نہیں کر سکتا۔ اگر سفر میں ہمراہ جاتا ہے بہت ترقی کرتا ہے دامن کوہ کی سیر میں ہمراہ تھا بڑی ترقی کی اور مقام حیرت میں غرق ہے۔ حیرت میں فقیر کے ساتھ بڑی مناسبت رکھتا ہے اور شیخ نور بھی اسی مقام میں ہے اس نے بھی بہت ترقی کی ہے اور اس فقیر کے خویشوں میں سے ایک جوان ہے اس کا حال بہت بلند ہے تجلیات برقی کے نزدیک ہے اور مستعد ہے۔

مکتوب ۱۹

بعض حاجتمندوں کی سفارش میں اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:

خادم فقیر کی عرض ہے کہ لشکر سے ایک شخص نے آکر بیان کیا کہ دہلی اور سرہند کے وظیفہ دار فقرا کا روپیہ گزشتہ فصل خریف کی بابت حضور کے بلند درگاہ کے ملازموں کے حوالہ ہوا ہے تاکہ حق ثابت کرنے کے بعد حق داروں کو پہنچادیں۔ اس لئے گستاخی کی گئی ہے کہ ہزار تنکہ فصلانہ شیخ ابوالحسن حافظ و اہل علم کے نام اور ہزار تنکہ فصلانہ شیخ شاہ محمد حافظ کے نام۔ نواب شیخ کی سرکار سے مقرر ہے۔ دونوں مذکورہ بالا شخص زندہ موجود ہیں۔ اس میں کچھ شبہ نہیں اور انہوں نے اپنے کسی معتبر آدمی کو بھیجا ہے۔ اگر خبر مذکور سچی ہو تو ان دونوں مذکورہ اشخاص کا روپیہ حامل عریضہ ہذا کے حوالہ کر دیں یہ دونوں شخص سرہند میں موجود ہیں۔

مکتوب ۲۰

یہ بھی بعض حاجت مندوں کی سفارش میں اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:

خادم حقیر کی یہ گزارش ہے کہ دوبارہ حبیب اللہ سرہندی کی والدہ اور اس کی بیوی اور دوسرے بزرگوں کے وظائف کے بارے میں جو عریضہ کے ضمن میں لکھے ہوئے ہیں حضور کے بلند درگاہ کے خادموں کو تکلیف دیتا ہے۔ اگر مذکورہ بالا اشخاص کے وظائف کا روپیہ دہلی میں آیا ہوا ہو۔ مولانا علی کو

حکم فرمائیں کہ ان لوگوں کی تسلی کر دیں۔ بعض بطریق وکالت کے اور بعض بطریق اصالت کے آتے ہیں اور اگر مبلغات نہ آئے ہوئے ہوں تو مذکورہ بالا اشخاص زندہ اور موجود ہیں۔ پروانوں کے درست کرنے کی التماس کرتے ہیں زیادہ لکھنا گستاخی ہے۔

مکتوب ۲۱

ولایت کے درجوں خاص کر ولایت محمدی علیہ الصلوۃ والسلام کے درجوں کے بیان میں۔ اور طریقہ علیہ نقشبندیہ کی تعریف۔ اور ان بزرگوں کی نسبت کی بلندی اور باقی تمام طریقوں پر اس طریق کی فضیلت اور اس بیان میں کہ ان کا حضور دائمی ہے۔ حاجی قاری موسیٰ لاہوری کے بیٹے شیخ محمد مکی کی طرف لکھا ہے۔

آپ کا مکتوب شریف جو اس بندہ ضعیف کے نام لکھا ہوا تھا اللہ تعالیٰ تم کو بڑا اجر دیوے اور تمہارا کام آسان کرے اور تمہارے سینے کو کھولے اور تمہارے عذر قبول فرمائے۔ بحرمت سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات جو زیغ بصر یعنی کجی چشم سے پاک ہیں۔

میرے بھائی! جان لو۔ جب تک وہ موت جو موت معروف کے پہلے ہے اور اہل اللہ اس کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ ثابت نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ کی جناب میں پہنچنا محال ہے۔ بلکہ آفاقی جھوٹے معبودوں اور انفسی ہوائی خداؤں کی پرستش سے نجات نہیں مل سکتی۔ اس کے سوا نہ تو اسلام کی حقیقت کا پتہ لگتا ہے اور نہ ہی کمال ایمان میسر ہوتا ہے۔ بھلا پھر خدا کے بندوں کے گروہ میں کس طرح داخل ہو سکتے ہیں اور اوتاد کے درجے تک کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ حالانکہ یہ فنا پہلا قدم ہے جو درجات ولایت میں رکھا جاتا ہے اور بڑا بھاری کمال ہے جو ابتدا ہی میں حاصل ہو جاتا ہے پس یہی بہتر ہے کہ اس ولایت کے اول سے آخر حال اور اس کی ابتدا سے اس کی انتہا کا درجہ قیاس کیا جائے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

ترجمہ: قیاس کر لو مرے باغ سے بہار مری

کسی اور نے بھی ایسا ہی کہا ہے

سالیکہ نکوست از بہارش پیدا ست

ترجمہ: ظاہر ہے سال اچھا اپنی بہار ہی سے

اور ولایت کے بہت سے درجے ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ کیونکہ ہر نبی کے قدم پر ایک ولایت ہے جو اسی نبی سے مخصوص ہے اور اس کے درجات میں سے بلند اور اعلیٰ وہی درجہ ہے جو ہمارے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے قدم پر ہے کیونکہ وہ تجلی ذاتی جس میں اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کا نہ اثبات کے

طور پر اور نہ نفی کے طور پر کچھ اعتبار ہے۔ وہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت ہی سے مخصوص ہے اور اس مقام میں تمام وجودی اور اعتباری پردوں کا زائل ہو جانا علمی اور عینی طور پر ثابت ہوتا ہے پس اس وقت وصل عریانی حاصل ہو جاتا ہے اور وجد حقیقی ثابت ہوتا ہے نہ ظنی اور تخمینی اور اس عزیز الوجود مقام سے آنحضرت ﷺ کے کامل تابعداروں کو بڑا حصہ حاصل ہوتا ہے۔

پس اگر تم اس اعلیٰ دولت کے حاصل کرنے اور اس بلند درجہ کی تکمیل کے لئے متوجہ ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری لازم پکڑو اور یہ تجلی ذاتی اکثر مشائخ رحمتہ اللہ علیہم کے نزدیک برقی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف سے برق کی طرح تھوڑی سی مدت کے لئے تمام حجاب اٹھائے جاتے ہیں اس کے بعد اسماء وصفات کے پردے ڈالے جاتے ہیں اور ذاتی انوار ان پردوں میں ڈھانپے جاتے ہیں۔ پس حضور ذاتی برقی کی طرح ایک لحہ ہوتا ہے اور غیبت ذاتی بہت کثرت سے اور مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کے نزدیک یہ حضور ذاتی دائمی ہے اور ان بزرگواروں کے نزدیک زائل ہو جانے والی اور غیبت کے ساتھ بدلنے والی حضور کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

پس ان بزرگواروں کا کمال تمام کمالات سے بڑھ کر ہے اور ان کی نسبت تمام نسبتوں سے بالاتر ہے۔ جیسا کہ ان کی عبارات میں آیا ہے اِنَّ نِسْبَتَنَا فَوْقَ جَمِيعِ النِّسَبِ (ہماری نسبت تمام نسبتوں سے برتر ہے) نسبت سے ان کی مراد حضور ذاتی دائمی ہے اور ان سب باتوں سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ان کاملوں کے طریقہ میں نہایت، ابتدا میں درج ہے اور بزرگوار اس امر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کے پیرو ہیں۔ کیونکہ صحابہ کرام کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی ہی صحبت میں وہ کچھ حاصل ہو جاتا تھا جو دوسروں کو انتہا میں بھی بمشکل حاصل ہو سکے۔ اور یہ بات ابتدا میں انتہا درج ہونے کے سبب سے ہے۔

پس جس طرح ولایت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام پیغمبروں اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایتوں سے بڑھ کر ہے اس طرح ان بزرگواروں کی ولایت بھی تمام اولیا قدس سرہم کی ولایتوں سے بڑھ کر ہے اور کس طرح بڑھ کر نہ ہو جب کہ ان کی ولایت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

ہاں کامل مشائخ میں سے بعض افراد کو یہ نسبت حاصل ہوئی ہے لیکن وہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ولایت سے اقتباس ہے جیسا کہ حضرت شیخ ابو سعید قدس سرہٗ نے اس حدیث کے دوام کی خبر دی ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جبہ شیخ ابو سعید مذکور قدس سرہٗ کو پہنچا ہے جیسا کہ صاحب نفحات نے نقل کیا ہے اور اس طریقہ علیہ نقشبندیہ کے بعض کمالات کے اظہار سے غرض یہ ہے

کہ طالبوں کو اس طریقہ علیہ کی طرف رغبت پیدا ہو۔ ورنہ کجا میں اور کجا ان بزرگوں کے کمالات کا بیان۔ مولانا روم صاحب مثنوی میں فرماتے ہیں ۔

شرح او حیف است با اہلِ جہاں ہمچو رازِ عشق باید در نہاں
لیک گفتم وصف او تارہ برند پیش ازاں کز فوت آں حسرت خورند

ترجمہ: نا مناسب ہے کہوں اس کا بیاں مثل راز عشق چاہئے یہ نہاں
لیک کہدی وصف تا پائیں وہ راہ اور اس کے فوت سے ماریں نہ آہ

وَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ عَلٰى جَمِيْعِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (تم پر اور ان لوگوں پر بھی جو ہدایت کے تابع ہیں۔ سلام ہو)

مکتوب ۲۲

روح و نفس کے درمیانی تعلق اور ان کے نزول و عروج اور فنائے جسدی اور روحی اور ان کے بقاء اور مقام دعوت اور مغلوب الحال درویشوں اور ان لوگوں کے درمیان فرق کے بیان میں جو مقام دعوت کی طرف راجع ہیں۔ شیخ محمد مفتی لاہوری کے بیٹے شیخ عبدالمجید کی طرف لکھا ہے:

پاک اور منزّہ ہے وہ ذات جس نے نور کو ظلمت کے ساتھ جمع کیا اور لامکانی کو جو جہت سے بری ہے مکانی کے ساتھ جو جہت میں ہے ہمقرین کیا اور ظلمت کو نور کی نظر میں محبوب کر دیا۔ پس وہ نور اس پر فریفتہ ہو گیا اور کمال محبت سے اس کے ساتھ مل گیا تاکہ اس تعلق سے اس کی روشنی زیادہ ہو جائے اور ظلمت کی ہمسائیگی سے اس کی صفائی کامل ہو جائے۔ جس طرح کہ آئینہ کو جب صیقل کرنا اور اس کی لطافت کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اس کو مٹی سے آلودہ کرتے ہیں۔ تاکہ مٹی کی ظلمت کی ہمسائیگی سے اس کی صفائی ظاہر ہو جائے اور مٹی کی کثافت کی وجہ سے اس کی روشنی زیادہ ہو جائے۔

پس اس نور نے ظلمانی معشوق کے مشاہدہ میں غرق ہونے اور عنصری جسم سے تعلق ہونے کے باعث جو کچھ اس کو پہلے قدسی شہود سے حاصل تھا۔ فراموش کر دیا بلکہ اپنی ذات اور اپنے وجود کے متعلقات سے بھی بے خبر ہو گیا۔ پس وہ اس کی ہم نشینی سے اصحاب مشئمہ یعنی بائیں ہاتھ والوں میں سے ہو گیا اور اس کی صحبت میں اصحاب میمنہ یعنی دائیں ہاتھ والوں کے فضائل کو ضائع کر دیا۔ پس اگر اسی استغراق کے تنگ کوچہ میں پڑا رہا اور اطلاق و آزادی کے میدان میں نہ پہنچا تو اس پر ہزار افسوس ہے کیونکہ اس کے وجود سے جو مقصود تھا۔ حاصل نہ ہوا بلکہ اس کی استعداد کا جوہر بھی ضائع ہو گیا۔ فَضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا (پس بڑا گمراہ ہو گیا) اور اگر نیکی کی توفیق اس کو مل گئی اور خدا کی عنایت اس کے شامل حال

ہوئی تو اس نے غفلت سے سر کو اٹھایا اور جو کچھ اس سے گم ہوا تھا یاد کیا اور یہ کہتے ہوئے اپنی پہلی حالت کی طرف رجوع کیا۔

اے امیدم سوئے تو بس عمرہ وحج من است　　حج گو میکر د قومے جانب خاک و حجر

ترجمہ: اے میری امید میرا حج وعمرہ ہے توئی
مٹی پتھر کی طرف ہے دوسروں کا گرچہ حج

اگر اس کو دوبارہ اپنے قدسی مطلوب کے مشاہدہ میں اچھی طرح استغراق حاصل ہو گیا اور بارگاہ مقدس کی طرف پورے طور پر توجہ نصیب ہو گئی تو اس وقت ظلمت اس کے تابع ہو جائے گی۔ اور اس کے انوار کے غلبوں میں مندرج ہو جائیگی۔ پس جب یہ استغراق اس حد تک پہنچ جائے کہ ظلمانی متعلق کو بالکل بھول جائے اور اپنی ذات اور اپنے وجود کے توابع سے کلی طور پر بے خبر ہو جائے اور مشاہدہ نور الانوار میں فانی ہو جائے اور اس کو پردوں کے پیچھے سے مطلوب کا حضور حاصل ہو جائے تو فنائے جسدی اور روحی سے مشرف ہو جائے گا اور اگر اس مشہود میں فنا حاصل ہونے کے بعد اس کو مشہود میں بقا بھی حاصل ہو گئی تو فنا اور بقا کی دونوں جہتیں اس کو پورے طور پر حاصل ہو گئیں اور اب اسم ولایت کا اطلاق اس پر صحیح ہو گیا۔ پس اس وقت اس کا حال دو امروں سے خالی نہیں ہے یا تو اس کو مشہود میں کلی طور پر استغراق اور دائمی استہلاک اور فنا ہو گیا یا خلقت کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کیلئے راجع ہو گا اس طرح پر کہ اس کا باطن اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کا ظاہر خلق کے ساتھ ہو گا اور اس وقت نور اس ظلمت سے جو اس مندرج ہے اور اپنے مطلوب کی طرف متوجہ ہے آزاد ہو جاتا ہے اور اس آزادی کے باعث اصحاب یمین یعنی دائیں ہاتھ والوں سے ہو جاتا ہے اگرچہ حقیقت کے لئے نہ راست ہے نہ چپ۔ لیکن دست راست اس کے حال کے موافق اور اس کے کمال کے مناسب ہے۔ کیونکہ یمن و برکت میں دونوں ہاتھوں کے مشترک ہونے کے باوجود دست راست خیریت کی جہت کا جامع ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی شان میں وارد ہے۔ کُلْتَا یَدَیْہِ یَمِیْنٌ (اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہاتھ کی طرح ہیں) اور وہ ظلمت اس نور سے بندگی اور اطاعت کے مقام میں اتر آتی ہے اور ہماری مراد نور لامکانی سے روح بلکہ اس کا خلاصہ ہے اور جہت میں مقید ہوئی ہوئی ظلمت سے مراد نفس ہے اور ظاہر و باطن سے بھی ہماری مراد یہی ہے۔

اگر کوئی کہے کہ اولیاء مغلوب الحال کو بھی عالم کے ساتھ شعور اور اس کی طرف توجہ اور اپنے بنی نوع کے ساتھ اختلاط ہوتا ہے۔

پس دائمی طور پر پوری توجہ اور استہلاک وفنا کے کیا معنی ہیں اور ان کے اور ان لوگوں کے درمیان جو دعوت کے لئے عالم کی طرف راجع ہیں کیا فرق ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ استہلاک اور توجہ تام مراد ہے۔ روح و نفس دونوں کی اکٹھی توجہ سے بعد اس کے کہ روح کے انوار میں نفس مندرج ہو جائے جیسا کہ پہلے اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور عالم کے ساتھ اس کا شعور حواس و قویٰ اور اعضا کے ذریعے ہوتا ہے۔ جو نفس کے لئے تفصیلوں کی مانند ہیں۔ پس مجمل مخلص اپنے مشہود کے مطالعہ کے باعث روحانی انوار کے ضمن میں مستہلک اور فانی رہتا ہے اور اس کی تفصیل پہلے ہی شعور پر باقی رہتی ہے۔ بغیر اس کے کہ اس میں کسی قسم کا فتور واقع ہو۔ برخلاف اس شخص کے جو عالم کی طرف راجع ہے کیونکہ اس کا نفس اطمینان حاصل کرنے کے بعد ان انوار سے دعوت کے لئے باہر نکل آتا ہے اور اس کو عالم کے ساتھ مناسبت حاصل ہو جاتی ہے اور اس مناسبت کے سبب سے اس کی دعوت مقبول ہو جاتی ہے لیکن اس بات کا بیان کہ نفس مجمل ہے اور اس کے حواس وغیرہ اس کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ نفس کا قلب صنوبری کے ساتھ تعلق ہے اور قلب صنوبری کا تعلق حقیقت جامع قلبیہ کے وسیلہ سے روح کے ساتھ ہے اور روح سے فیوض و ارادہ مجمل طور پر نفس پر نازل ہوتے ہیں۔ پھر اس کے وسیلہ سے تمام قویٰ و اعضا پر مفصل طور پر پہنچتے ہیں۔ پس ان اعضا کا خلاصہ مجمل طور پر نفس میں موجود ہے اس بیان سے دونوں گروہوں کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا۔

اور جاننا چاہئے کہ پہلا گروہ صاحبان سکر میں سے ہے اور دوسرا اصحاب صحو میں سے اور شرافت پہلے کے لئے ہے اور فضیلت دوسرے کے لئے اور پہلا مقام ولایت کے مناسب ہے اور دوسرا نبوت کے مناسب۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولیا کی کرامتوں سے مشرف فرمائے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کمال متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَ سَلَامُہٗ عَلٰی نَبِیِّنَا وَ عَلَیْھِمْ وَ عَلٰی جَمِیْعِ اَخْوَانِہٖ مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنَ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے نبی پر اور تمام انبیاء پر اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب اور ملائکہ مقربین اور بندگان صالحین پر قیامت تک صلوٰۃ وسلام نازل ہو) آمین۔

کاتب الحروف دعاگو اگرچہ عجمی ہونے کے باعث عربی کو اچھی طرح نہ جانتا تھا۔ لیکن چونکہ آپ کا مکتوب شریف عربی میں لکھا ہوا تھا۔ اس واسطے اس کے موافق عربی میں جواب لکھا گیا۔ والسلام۔

مکتوب ۲۳

پیر ناقص سے طریقہ اخذ کرنے سے منع کرنے اور اس کے نقصان کے بیان میں اور ان القاب سے جو اہل کفر سے مشابہ ہیں زجر و تنبیہ کرنے کے بیان میں عبدالرحیم خانخاناں کی طرف اس کے خط کے جواب میں لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل جو تمام سیاہ و سرخ یعنی نیک و بد

کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ ہم کو اور تم کو حال سے خالی قال اور عمل سے خالی علم سے نجات بخشے اور اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے۔ جس نے آمین کہا۔

نیک بخت صادق بھائی نے تمہارا خط پہنچایا اور زبان ترجمان سے آنجناب کا حال جیسا تھا بیان کیا۔ پس میں نے یہ شعر پڑھا ؂

اَھْلًا لِسُعْدیٰ وَالرَّسُوْلِ وَ حَبَّذَا
وَجْهُ الرَّسُوْلِ لِحُبِّ وَجْهِ الْمُرْسِلِ

فارسی؂ مرحبا اے یار ماو قاصد دلدار ما دیدن رویت لقاء دلبر غمخوار ما

اُردو؂ مرحبا صد مرحبا اے قاصدا
دیکھنا تیرا ہے گویا دیکھنا دلدار کا

اے کمالات کے ظہور کو قبول کرنے والے بھائی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے فعل کو قوت سے ظہور میں لائے۔ جان لے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ پس افسوس اس شخص پر جس نے اس میں نہ بویا اور اپنی استعداد کی زمین کو بیکار رہنے دیا اور اپنے اعمال کے بیج کو ضائع کر دیا۔

اور جاننا چاہئے کہ زمین کا ضائع اور بے کار کرنا دو طریق پر ہے ایک یہ کہ اس میں کچھ نہ بوے اور دوسرا یہ کہ اس میں ناپاک اور خراب بیج ڈالے اور پہلی قسم کی نسبت دوسری قسم اضاعت میں بہت ضرر اور زیادہ فساد ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے اور بیج کا ناپاک اور خراب ہونا اس طرح پر ہے کہ ناقص سالک سے طریقہ اخذ کریں اور اس کی راہ پر چلیں۔ کیونکہ وہ حرص و ہوا کے تابع ہوتا ہے اور حرص و ہوا والے کی کچھ تاثیر نہیں ہوتی اور اگر بالفرض تاثیر ہو بھی تو اس کی حرص کو ہی زیادہ کرے گی۔ پس اس سے سیاہی پر سیاہی حاصل ہوگی اور نیز ناقص کو چونکہ خود واصل نہیں ہے خدا کی طرف پہنچانے والے اور نہ پہنچانے والوں راستوں کے درمیان تمیز حاصل نہیں ہے اور ایسے ہی طالبوں کی مختلف استعدادوں کے درمیان فرق نہیں جانتا اور جب اس نے طریق جذبہ اور سلوک کے درمیان تمیز نہ کی تو بسا اوقات طالب کی استعداد ابتدا میں طریق جذبہ کے مناسب ہوتی ہے اور طریق سلوک سے نامناسب ہوتی ہے اور ناقص شیخ نے راستوں اور مختلف استعدادوں کے درمیان تمیز کے نہ ہونے کے باعث ابتدا میں اس کو طریق سلوک پر چلایا تو اس نے راہ حق سے اس کو گمراہ کر دیا جیسا کہ وہ خود گمراہ ہے۔ پس جب شیخ کامل مکمل ایسے طالب کی تربیت کرنی چاہے اور اس کو اس طریق پر چلانا چاہے تو اس کو چاہئے کہ اوّل اس سے اس چیز کو دور کرے جو ناقص شیخ سے اس کو پہنچی ہے اور جو کچھ اس کے سبب سے اس کا بگاڑ ہوا ہے اس کی اصلاح و درستی کرے پھر اس کی استعداد کے مناسب اچھا بیج اس کی استعداد کی زمین میں ڈالے۔ پس اس

طرح اچھا سبزہ اگے گا۔

مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ نِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۞ وَ مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ (ناپاک کلمہ کی مثال ناپاک درخت کی طرح ہے، جس کی جڑ زمین کے اوپر ہے اور اس کو کوئی قرار نہیں ہے اور پاک کلمہ کی مثال پاک درخت کی طرح ہے اس کی اصل یعنی جڑ ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان میں)

پس شیخ کامل مکمل کی صحبت سرخ گندھک یعنی کیمیا ہے اس کی نظر دوا اور اس کی بات شفا ہے۔ وَ بِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقِتَادِ (اور اس کے سوا بے فائدہ رنج و تکلیف ہے) اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔ کیونکہ یہی مقصود ہے اور اسی پر سعادت اور نجات کا مدار ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

محمد عربی کہ آبروئے ہر دو سرا است — کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

ترجمہ: محمد جو ہیں آبرو دوجہاں کی — جو منکر ہے اس کا وہی ہے شقی

اور ہم اس مضمون کو سید المرسلین کی صلوات و تسلیمات و تحیات و برکات پر ختم کرتے ہیں۔

تتمہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ بھائی صادق نے بیان کیا ہے کہ آپ کے ہمنشین فاضل شاعروں میں سے ایک شخص شعر میں اپنے آپ کو کفر کے لقب سے ملقب کرتا ہے۔ حالانکہ وہ بزرگ سادات اور شریف خاندان میں سے ہے۔ ہائے افسوس! اس کو اس برے اسم پر جس کی برائی ظاہر ہے کس چیز نے برانگیختہ کیا حالانکہ مسلمان کو لازم ہے کہ ایسے اسم سے ایسا بھاگے جیسے ہلاک کرنے والے شیر سے اور اس کو بہت برا سمجھے۔ کیونکہ یہ اسم اور اس کا مسمّٰی دونوں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ناپسند و مکروہ ہیں اور مسلمان کافروں کے ساتھ عداوت رکھنے اور ان پر سختی کرنے کے لئے مامور ہیں۔ پس ایسے بُرے اسم سے کنارہ کرنا واجب ہے۔

اور یہ جو بعض مشائخ قدس سرہم کی عبارتوں میں سکر کے غلبہ کے وقت کفر کی تعریف اور زنار باندھنے کی ترغیب وغیرہ پائی جاتی ہے۔ تو اس کا مفہوم ظاہر سے پھیر کر تاویل و توجیہ پر محمول ہے۔ کیونکہ اہل سکر کی کلام اچھے مفہوم پر حمل کی جاتی ہے اور اپنے ظاہر سے پھری ہوئی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ سکر کے غلبہ کے باعث اس قسم کے ممنوعات کے ارتکاب میں معذور ہیں۔ باوجودیکہ ان بزرگواروں کے نزدیک کفر حقیقی اسلام حقیقی کی نسبت نقص و عیب ہے اور وہ لوگ جو اہل سکر نہیں ہیں وہ اگر ان کی تقلید کریں تو معذور نہیں ہیں نہ ہی ان کے نزدیک اور نہ ہی اہل شرع کے نزدیک۔ کیونکہ ہر چیز کے لئے خاص موسم اور وقت ہوتا ہے کہ وہ چیز اس موسم میں اچھی معلوم ہوتی ہے اور دوسرے

موسم میں بری۔اور دانا آدمی ایک کودوسری پر قیاس نہیں کرتا۔

پس میری طرف سے اس کو التماس کریں کہ اس اسم کو دور کر دے اور کسی اچھے اسم سے بدل دیوے اور اپنے آپ کو اسلامی لقب سے ملقب کرے کیونکہ یہ بات مسلمان کے حال و قال کے موافق اور اس اسلام کے مناسب ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نزدیک پسندیدہ دین ہے اور اس میں اس تہمت سے بچنا ہے۔ جس سے بچنے کے لئے ہم مامور ہیں۔اِتَّقُوْا مِنْ مَّوَاضِعِ التُّهَمَةِ ایسی سچی کلام ہے کہ اس پر کسی قسم کا غبار نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ (اور بیشک بندہ مومن مشرک سے بہتر ہے)۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت پر چلتا ہے)

مکتوب ۲۴

اس بیان میں کہ صوفی کائن بائن ہے اور اس بیان میں کہ دل کا تعلق ایک سے زیادہ کے ساتھ نہیں ہوتا اور اس بیان میں کہ محبت ذاتی کا ظہور محبوب کے رنج وانعام کو مساوی جاننے کو مستلزم ہے اور اس بیان میں کہ مقربین کی عبادت اور ابرار کی عبادت میں کیا فرق ہے۔اور اس بیان میں کہ مغلوب الحال اولیاء اور ان اولیا کے درمیان جو دعوت خلق کی طرف راجع ہیں، کیا فرق ہے۔ محمد قلیج خاں کی طرف لکھا گیا ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کو سلامت رکھے اور عافیت بخشے۔اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّہٗ آدمی اسکے ساتھ ہے جس سے اس کی دوستی ہے۔

پس مبارک ہے وہ شخص جس کے دل میں خدا کی محبت کے سوا کسی اور کی محبت نہ ہو اور اس کے سوا کسی اور کا طالب نہ ہو پس ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اگرچہ ظاہر میں خلق کے ساتھ مشغول ہے اور کائن بائن صوفی کی یہی شان ہے۔یعنی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور خلق سے جدا ہے یا یہ مراد ہے کہ ظاہر میں خلق کے ساتھ ہے اور حقیقت میں اس سے جدا اور دل کی محبت کا تعلق ایک سے زیادہ کے ساتھ نہیں ہوتا۔پس جب تک اس کی محبت کا تعلق اس ایک سے ہوگا۔اس کے ماسوا سے اس کی محبت نہ ہوگی اور یہ جو اس کی مرادوں کی کثرت اور بہت قسم کی اشیاء مثل مال و اولاد و سرداری اور تعریف اور لوگوں میں عزت و شان وغیرہ کے ساتھ اس کی محبت کا تعلق دیکھا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں بھی اس کا محبوب ایک ہی چیز ہے اور وہ اس کا اپنا نفس ہے اور ان سب چیزوں کی محبت اس کے اپنے نفس کی محبت کی فرع اور شاخ ہے کیونکہ وہ ان سب چیزوں کو اپنے نفس کے لئے چاہتا ہے نہ کہ اپنے آپ کو ان کے لئے پس جب اس کے اپنے نفس کی محبت زائل ہو جائے تو ان تمام چیزوں کی محبت بھی

بالتبع دور ہو جائے گی۔ اسی سبب سے کہتے ہیں کہ بندہ اور حق تعالیٰ کے درمیان حجاب بندہ کا اپنا نفس ہے نہ کہ جہان۔ کیونکہ ان کا ذاتی مقصد جہان نہیں ہے تاکہ حجاب ہو جائے بلکہ اس کا مقصود اپنے نفس کے سوا اور کچھ نہیں۔ پس بالضرور حجاب اس کا اپنا نفس ہو گا نہ کوئی اور شے پس جب تک بندہ اپنے نفس کی مراد سے بالکل پاک نہ ہو جائے۔ حق تعالیٰ اس کی مراد نہیں ہو سکتا اور نہ ہی حق تعالیٰ کی محبت اس کے دل میں آسکتی ہے اور یہ اعلیٰ دولت فنائے مطلق کے بعد جو تجلی ذاتی سے وابستہ ہے ثابت حاصل ہوتی ہے کیونکہ ظلمات کا پورے طور پر رفع ہونا متصور نہیں جب تک کہ سورج اچھی طرح روشن ہو جائے۔ پس جب یہ محبت جس کو محبت ذاتی سے تعبیر کرتے ہیں حاصل ہو جائے تو اس وقت محب کے نزدیک محبوب کا انعام اور ایلام یکساں معلوم ہوتا ہے۔ پس اس کو اس وقت اخلاص حقیقی حاصل ہو جاتا ہے اور خدا کی عبادت خاص اسی کے لئے کرتا ہے نہ اپنے نفس کے لئے یعنی انعام کی طلب اور رنج کے دفع کرنے کی غرض سے نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ دونوں اس کے نزدیک برابر ہیں اور یہ مرتبہ مقربین کا ہے کیونکہ ابرار محبت ذاتی کی سعادت سے کامیاب نہ ہونے کے باعث اللہ تعالیٰ کی عبادت خوف و طمع کی نیت سے کرتے ہیں اور یہ دونوں امر ان کے اپنے نفس کی طرف راجع ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ابرار کی نیکیاں مقربین کے لئے گناہ ہیں۔ پس ابرار کے حسنات ایک وجہ سے نیکیاں ہیں اور ایک وجہ سے برائیاں اور مقربین کے حسنات خالص اور محض نیکیاں ہیں۔

ہاں مقربین میں سے بھی بعض لوگ بقائے کامل سے موصوف ہونے اور عالم اسباب کی طرف نزول کرنے کے بعد خوف و طمع کی نیت پر خدا کی عبادت کرتے ہیں لیکن ان کا خوف و طمع ان کے اپنے نفسوں کی طرف راجع نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کی رضامندی کی طمع پر اور اس کے غضب سے ڈر کے مارے عبادت کرتے ہیں اور ایسے ہی جنت کو وہ اس واسطے طلب کرتے ہیں کہ وہ اس کی رضا کا مقام ہے نہ اپنے نفسوں کے حظ و فائدہ کے لئے۔ اور دوزخ سے اس واسطے پناہ مانگتے ہیں کہ اس کے غضب کا مقام ہے نہ کہ اپنی جانوں سے رنج والم کو دور کرنے کے لئے کیونکہ یہ بزرگوار نفسوں کی غلامی سے آزاد ہو کر خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو گئے ہیں اور مقربین کے مرتبوں میں سے یہ رتبہ نہایت اعلیٰ ہے اور اس مرتبہ والے شخص کو ولایت خاصہ کے مرتبہ سے متصف ہونے کے بعد مقام نبوت کے کمالات سے کامل حصہ حاصل ہوتا ہے اور وہ شخص جو عالم اسباب کی طرف نزول نہ کرے وہ مغلوب الحال اولیا میں سے ہے اور اس کو مقام نبوت کے کمالات سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ اس لئے وہ تکمیل وارشاد کے بھی لائق نہ ہو گا۔ برخلاف اول کے۔

رَزَقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی مَحَبَّةَ هٰؤُلَآءِ الْاَکَابِرِ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْبَشَرِ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَتْبَاعِهٖ مِنَ

الصَّلٰوات اَفضَلُهَا وَ مِنَ التَّسلِيمَاتِ اَكمَلُهَا فَاِنَّ المَرْءَ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اللہ تعالیٰ ہم کو سید البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل ان بزرگواروں کی محبت عطا فرمائے۔ کیونکہ آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اس کو محبت ہے۔ وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا۔

مکتوب ۲۵

حضرت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی متابعت پر ترغیب دینے کے بیان میں۔ خواجہ جہان کی طرف لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ آپ کے دل کو سلامت رکھے اور آپ کے سینے کو کھولے اور آپ کے نفس کو پاک کرے اور آپ کے بدن کے چمڑے کو نرم کرے یہ سب کچھ بلکہ روح اور سر اور خفی کے اور اخفی کے تمام کمالات حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تابعداری پر وابستہ ہیں۔ پس آپ کو چاہئے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت اور ان کے خلفائے راشدین ہادین مہدیین کی متاعبت کو لازم پکڑیں کیونکہ وہ ہدایت کے ستارے اور ولایت کے آفتاب ہیں۔ پس جس شخص کو ان کی تابعداری کا شرف حاصل ہوا فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (وہ دونوں جہان میں بڑھ کر کامیاب ہوا) اور جو ان کی مخالفت پر پیدا ہوا فَقَد ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا وہ سخت گمراہ ہو گیا۔

بقیہ مضمون یہ ہے کہ شیخ سلطان مرحوم کے دونوں بیٹوں کے لئے گزارہ و معیشت کی بہت تنگی اور ناچاری ہے۔ اس واسطے آنجناب سے التماس ہے کہ ان کی ہر طرح مدد و اعانت کریں۔ کیونکہ آپ اس بات کے لائق ہیں۔ بلکہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو تمام لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنے کی توفیق بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو زیادہ زیادہ توفیق دے اور خیر و بہتری کو آپ کا رفیق بنائے۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ عَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔ آپ کو اور تمام ہدایت کی راہ پر چلنے والوں کو سلام ہو۔

مکتوب ۲۶

اس بیان میں کہ شوق ابرار کو ہوتا ہے اور مقربین کو نہیں ہوتا اور اس مقام کے مناسب علوم کے بیان میں شیخ عالم مولانا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا گیا ہے:

اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شریعت کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔

حدیث قدسی میں وارد ہے۔ اَلَا طَالَ شَوْقُ الْاَبْرَارِ اِلٰى لِقَائِيْ وَ اَنَا اِلَيْهِمْ لَاَشَدُّ شَوْقًا۔ کہ خبردار ابرار کا شوق میرے دیدار کے لئے حد سے بڑھ گیا اور میں ان سے بھی زیادہ ان کی طرف مشتاق ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے شوق کو ابرار کے لئے ثابت کیا کیونکہ مقربین واصلین کو شوق نہیں رہتا اس لئے کہ شوق مطلوب کے گم ہونے کو چاہتا ہے اور مطلوب کا گم ہونا ان کے حق میں مفقود ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ انسان اپنے نفس کی طرف اشتیاق نہیں رکھتا۔ حالانکہ اپنے نفس سے اس کو بڑی محبت ہوتی ہے کیونکہ مطلوب یعنی اپنے آپ کو گم کرنا اس کے لئے ثابت نہیں۔

پس مقرب واصل کا حال جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ باقی اور اپنے نفس سے فانی ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہے جیسے انسان کا حال اپنے نفس کے ساتھ۔

پس ثابت ہوا کہ ابرار ہی مشتاق ہوتے ہیں کیونکہ وہ محبّ فاقد ہیں اور ابرار سے ہماری مراد وہ شخص ہے جو مقرب واصل نہ ہو۔ خواہ ابتدا میں ہو یا وسط میں اگرچہ وسط سے رائی کے دانہ کے برابر باقی رہا ہو۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست درون دیدہ اگر نیم موست بسیار است

ترجمہ فراق دوست تھوڑا بھی بہت ہے حق میں عاشق کے
اگر ہو نیم مو جتنا بھی تو بھی سخت مشکل ہے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک قاری کو دیکھا کہ قرآن پڑھ رہا ہے اور رو رہا ہے اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے تھے لیکن ہمارے دل سخت ہو گئے ہیں۔ آپ کا یہ فرمانا مدح بمشابۃ الذم کی قسم سے ہے۔

اور خاکسار نے اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد باقی اللہ قدس سرہٗ سے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ منتہی واصل بسا اوقات اس شوق اور طلب کی آرزو کرتا ہے جو اس کو پہلے حاصل تھی۔

اور شوق کے دور ہونے کے لئے اول مقام سے بڑھ کر کامل ایک اور مقام ہے اور وہ ادراک و معرفت سے عجز و ناامیدی کا مقام ہے کیونکہ شوق وہاں ہوتا ہے جہاں کہ مطلوب حاصل ہونے کی امید ہو۔ پس جہاں امید نہیں شوق بھی نہیں اور جب نہایت کمال تک پہنچنے والا ایسا کامل شخص عالم کی طرف بدستور رجوع کرتا ہے۔ تو عالم کی طرف رجوع کرنے سے مطلوب کے گم ہونے کی وجہ سے پھر بھی شوق اس کی طرف عود نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کے شوق کے غالب ہونے کا باعث مطلوب کا گم ہونا نہیں تھا۔ بلکہ یاس و ناامیدی کا حاصل ہونا تھا۔ جو رجوع کے بعد اب بھی موجود ہے۔ برخلاف پہلے کامل کے کہ عالم کی طرف رجوع کرنے کے وقت فقدان کے حاصل ہونے سے جو اول زائل ہو چکا تھا۔ پھر اس کی طرف شوق عود کرتا ہے۔ پس جب رکوع کے باعث فقدان یعنی مطلوب کا گم ہونا موجود ہوا۔ تو وہ شوق جو اس کے زائل ہونے سے دور ہو گیا ہوا تھا پھر حاصل ہو جائے گا یہ نہیں کہا جاتا کہ وصول الی

اللہ کے مراتب کبھی منقطع نہیں ہوتے۔ پس ان مراتب میں سے بعض کی توقع کی جاتی ہے اس وقت مقرب واصل کے لئے بھی شوق کا ہونا متصور ہے۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ مراتب وصول الی اللہ کا منقطع نہ ہونا سیر تفصیلی پر مبنی ہے جو اسماء و صفات و شیون و اعتبارات میں واقع ہے اور اس سالک کے حق میں نہایت تک پہنچنا متصور نہیں اور اس سے کبھی شوق زائل نہیں ہوتا اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ وہ منتہی واصل وہ ہے جس نے ان مراتب کو اجمالی طور پر طے کیا ہے اور ایسے مقام تک پہنچ گیا ہے جس کو نہ کسی عبارت سے تعبیر کر سکتے ہیں اور نہ کسی اشارے سے اس کو بیان کر سکتے ہیں۔ پس وہاں ہرگز توقع متصور نہیں ہے۔ اسی واسطے اس سے شوق اور طلب بھی زائل ہو جاتا ہے اور یہ حال خواص اولیاء کا ہے۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو صفات کی تنگی سے عروج کر کے دربار الٰہی تک پہنچ گئے ہیں۔ برخلاف ان لوگوں کے جو صفات میں تفصیلی طور پر سالک ہیں اور شیونات میں ترتیب وار سیر کرنے والے ہیں کیونکہ یہ لوگ تجلیات صفاتیہ میں ہمیشہ تک محبوس رہتے ہیں اور مراتب وصول ان کے حق میں صفات تک ہی ہیں اور بارگاہ خداوندی تک عروج کرنا صفات و اعتبارات میں اجمالی سیر کے سوائے متصور نہیں اور جس کی سیر اسماء میں تفصیلی طور پر واقع ہو وہ صفات و اعتبارات میں مقید رہا اور اس سے شوق و طلب زائل نہ ہوا اور اس سے وجد و تواجد دور نہ ہوا۔ پس شوق و تواجد والے لوگ تجلیات صفاتیہ والے لوگ ہیں اور جب تک یہ لوگ شوق اور وجد میں رہیں۔ تجلیات ذاتی سے ان کو کچھ حصہ حاصل نہیں ہوتا۔ پس اگر کوئی کہنے والا کہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شوق کے کیا معنی ہیں حالانکہ اس سے کوئی چیز مفقود نہیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ شوق کا ذکر اس جگہ ممکن ہے کہ صنعت مشاکلت کی قسم سے ہو اور اس حدیث میں شدت کا ذکر اس اعتبار سے ہو کہ جو کچھ عزیز جبار خدائے تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جائے۔ وہ شدید اور غالب ہوتا ہے۔ بہ نسبت اس چیز کے جو بندۂ ضعیف کی طرف منسوب کیا جائے۔ یہ جواب علماء کے طریق پر ہے اور بندۂ ضعیف یعنی خاکسار کے نزدیک اور کئی قسم کے جواب ہیں۔ جو طریق صوفیہ کے مناسب ہیں لیکن وہ جواب ایک قسم کا سکر چاہتے ہیں اور سکر کے بغیر ان کا بیان کرنا اچھا نہیں بلکہ جائز نہیں۔ کیونکہ مست معذور ہیں اور ہشیار پوچھے جائیں گے اور اب میرا حال محض ہشیاری ہے۔ اس واسطے ان کا ذکر کرنا میرے حال کے مناسب نہیں ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلاً وَ اٰخِراً والصَّلٰوۃ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ دَائِمًا وَ سَرْمَداً۔ اول و آخر سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے اور اس کے نبی پر ہمیشہ صلوٰۃ و سلام ہو۔

مکتوب ۲۷

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف اور ان بزرگواروں کی بلندی نسبت کے بیان میں۔

خواجہ عمک کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا مبارک نامہ جو ازروئے کرم کے اس مخلص کے نام لکھا ہوا تھا۔ اس کے آنے سے فقیر بہت خوش ہوا۔ خدا آپ کو سلامت رکھے۔ فقیر نہیں چاہتا کہ آپ کو تکلیف دے۔ بغیر اس بات کے کہ اس طریقہ علیہ نقشبندیہ کی تعریف کرے۔

میرے مخدوم! اس سلسلہ علیہ کے بزرگواروں کی عبارتوں میں لکھا ہے کہ ہماری نسبت سب نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ نسبت سے ان کی مراد حضور و آگاہی ہے اور وہ حضور جو ان کے نزدیک معتبر ہے۔ حضور بے غیبت ہے۔ جس کو یادداشت سے تعبیر کرتے ہیں۔

پس ان بزرگواروں کی نسبت سے مراد یادداشت ہے اور یادداشت جو اس فقیر کے فہم قاصر میں قرار پائی ہے۔ اس تفصیل پر مبنی ہے کہ تجلی ذاتی حضرت ذات کے حضور سے مراد ہے۔ جو بے ملاحظہ اسماو صفات و شیون و اعتبارات کے ظاہر ہو اور مشائخ نے اس تجلّی کو تجلّی برقی کہا ہے۔ یعنی تھوڑی دیر کے لئے شیون و اعتبارات رفع ہو جاتے ہیں اور پھر شیون و اعتبارات کے پردے چھا جاتے ہیں۔ پس اس تقدیر پر حضور بے غیبت متصور نہیں بلکہ تھوڑی دیر حضور ہے اور اکثر اوقات غیبت پس یہ نسبت ان عزیزوں کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔ حالانکہ اس تجلی کو دوسرے سلسلوں کے مشائخ نے نہایت النہایت کہا ہے اور جس وقت یہ حضور دائمی ہو جائے اور ہرگز پردے میں نہ آئے اور ہمیشہ بے پردہ اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کے جلوہ گر ہو تو اس وقت حضور بے غیبت ہو گا۔ پس ان بزرگواروں کی نسبت کو دوسروں کی نسبت کے ساتھ قیاس کرنا چاہئے اور بے تکلف سب سے برتر جاننا چاہئے اس قسم کا حضور اگرچہ بہت لوگوں کو بعید معلوم ہوتا ہے لیکن ؎

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا
وَ لِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ: مبارک منعموں کو اپنی دولت مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

یہ نسبت علیہ ایسی نادر اور قلیل الوجود ہے کہ اگر بالفرض اسی بزرگ سلسلہ کے مشائخ کے سامنے بیان کی جائے تو گمان ہے کہ ان میں سے اکثر انکار کر دیں اور ہرگز یقین نہ کریں وہ نسبت جو اب اس خانوادۂ بزرگ کے مشائخ میں متعارف اور مشہور ہے۔ مراد ہے حق تعالیٰ کے حضور اور شہود سے اس طرح پر کہ شاہدی اور مشہودی کے وصف سے پاک ہو اور مراد ہے اس توجہ سے جو جہات ستہ مشہورہ

سے خالی ہو۔ اگرچہ فوق کی جہت کا وہم گزرتا ہے اور بظاہر دوام قبول کرتا ہے۔ یہ نسبت صرف مقام جذبہ میں بھی ثابت ہو جاتی ہے اور اس کی فوقیت کیلئے کوئی وجہ ظاہر نہیں ہے۔ برخلاف یادداشت سابقہ کے کہ جس کا حاصل ہونا جہت جذبہ اور مقامات سلوک کے تمام ہونے کے بعد ہے اور اس کے درجہ کی بلندی کسی پر پوشیدہ نہیں ہے اگر پوشیدگی ہے تو صرف اس کے حاصل ہونے میں ہی ہے۔ اگر کوئی حاسد حسد کے باعث انکار کر دے اور ناقص اگر اپنے نقص کی وجہ سے منکر ہو جائے تو معذور ہے۔

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن و قصور — حاش للہ کہ برارم بزباں ایں گلہ را

ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

ترجمہ: گر کوئی قاصر لگائے طعنہ ان کے حال پر — توبہ توبہ گر زباں پر لاؤں میں اس کا گلہ

شیر ہیں جکڑے ہوئے اس سلسلے میں سب کے سب — ٹوٹ جائے لومڑی سے کیسے پھر یہ سلسلہ

مکتوب ۲۸

بلندی حال کے بیان میں خواجہ عمک کی طرف لکھا ہے۔ لیکن ایسی عبارت میں تحریر ہے جس سے نزول وبعد کا وہم پیدا ہوتا ہے:

آپ کا مبارک نامہ جو ازروئے کرم کے اس مخلص کے نام لکھا ہوا تھا فقیر اس کے صادر ہونے سے خوش ہوا اور اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ آزاد لوگ قیدیوں کو یاد کریں اور کس قدر بھاری دولت ہے کہ واصل لوگ ہجر کے ماروں کی غمخواری کریں۔ بیچارے مہجور نے جب اپنے آپ کو وصال کے لائق نہ پایا۔ ناچار جدائی کے گوشہ میں پوشیدہ ہو گیا اور قرب سے بھاگ کر بعد میں آرام لیا اور اتصال سے انفصال کے ساتھ قرار پکڑا اور جب آزادی کے اختیار کرنے میں گرفتاری دیکھی۔ ناچار گرفتاری کو اختیار کیا

چوں طمع خواہد زمن سلطانِ دیں — خاک برفرق قناعت بعد ازیں

ترجمہ: چاہتا ہے جب طمع سلطان دیں — پھر مجھے حاجت قناعت کی نہیں

بے ربط عبارتوں اور پراگندہ اشاروں میں لکھا ہے۔ اس سے زیادہ آپ کو کیا تکلیف دی جائے۔ ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی مُتَابَعَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُھَا وَ مِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب ۲۹

فرضوں کے ادا کرنے اور سنتوں اور مستحبوں کی رعایت کرنے کی ترغیب اور فرضوں کے مقابلہ میں نفلوں کے ادا کرنے کی پرواہ نہ کرنے کے بیان میں اور آدھی رات

کے بعد نماز خفتن کو ادا کرنے سے منع کرنے اور وضو کے مستعمل پانی پینے کو جائز سمجھنے سے روکنے اور مریدوں کو سجدہ کرنے کے جائز جاننے سے منع کرنے کے بیان میں شیخ نظام تھانیسری کی طرف صادر فرمایا ہے:

عَصَمَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ اِيَّاكُمْ عَنِ التَّعَصُّبِ وَ التَّعَسُّفِ وَ نَجَّنَا وَ اِيَّاكُمْ عَنِ التَّلَهُّفِ وَ التَّاَسُّفِ بِحُرْمَتِ سَيِّدِ الْبَشَرِ الْمَنْفِيْ عَنْهُ زَيْغُ الْبَصَرِ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلٰوتِ اَتَمُّهَا وَ مِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا۔

حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو تعصّب اور کج روی سے بچائے اور افسوس واندوہ سے نجات دے۔ بحرمت سید البشر کے جو کجی چشم سے پاک وصاف ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اعمال مقربہ یعنی وہ عمل جن سے درگاہ الٰہی میں قرب حاصل ہوتا ہے۔ فرض ہیں یا نفل فرضوں کے مقابلہ میں نفلوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ فرضوں میں سے ایک فرض کا ادا کرنا۔ ہزار سالہ نفلوں کے ادا کرنے سے بہتر ہے۔ اگرچہ وہ نفل خالص نیت سے ادا کئے جائیں اور خواہ وہ نفل از قسم نماز وروزہ وذکر و فکر وغیرہ وغیرہ ہوں۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ فرائض کے ادا کرنے کے وقت سنتوں میں سے کسی سنت اور مستحبات میں سے کسی مستحب کی رعایت کرنا یہی حکم رکھتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز جماعت سے ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آدمیوں میں نگاہ کی۔ اپنے یاروں میں سے ایک شخص کو اس وقت موجود نہ دیکھا۔ فرمایا کہ فلاں شخص جماعت میں حاضر نہیں ہوا۔ حاضرین نے عرض کی کہ وہ رات کو اکثر جاگتا رہتا ہے۔ شاید اس وقت سو گیا ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تمام رات سویا رہتا اور صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا تو اس کے لئے بہتر ہوتا۔ پس مستحب کی رعایت کرنا اور مکروہ سے بچنا اگرچہ تنزیہی ہو ذکر اور فکر اور مراقبہ اور توجہ سے کئی درجے بہتر ہے۔ پھر مکروہ تحریمی کا کیا ذکر ہے۔ ہاں اگر رعایت اور اجتناب کے ساتھ یہ امور جمع ہوں۔ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ؕ بڑی کامیابی ہے۔ وَبِدُوْنِهٖ خَرْطُ الْقَتَادِ ورنہ بے فائدہ رنج ہے۔

مثلاً زکوٰۃ کے طور پر ایک دانگ کا صدقہ کرنا، جس طرح کہ نفلی طور پر سونے کے پہاڑ صدقہ کرنے سے کئی درجہ بہتر ہے۔ ویسے ہی اس دانگ کے صدقہ کرنے میں کسی ادب کا رعایت کرنا مثلاً اس کو کسی قریبی محتاج کو دینا بھی اس سے کئی درجے بہتر ہے۔

پس نماز خفتن کو آدھی رات کے بعد ادا کرنا اور اس تاخیر کو قیام لیل یعنی نماز تہجد کی تاکید کا وسیلہ بنانا بہت بُرا ہے۔ ظاہراً اس کراہت سے ان کی مراد کراہت تحریمہ ہے کیونکہ نماز خفتن کا ادا کرنا آدھی

رات تک ان کے نزدیک مباح ہے اور نصف رات کے بعد مکروہ پس وہ مکروہ جو مباح کے مقابل ہے مکروہ تحریمی ہی ہے اور شافعیہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک نماز خفتن کا اس وقت ادا کرنا جائز ہی نہیں۔ پس قیام لیل یعنی تہجد اور اس میں ذوق و جمعیت کے حاصل ہونے کے لئے اس امر کا مرتکب ہونا بہت برا ہے۔ اس غرض کے لئے وتر کے ادا کرنے میں تاخیر کرنا بھی کافی ہے اور یہ تاخیر بھی مستحب ہے۔ وتر بھی اچھے وقت میں ادا ہو جاتے ہیں اور تہجد اور صبح کے وقت جاگنے کی غرض بھی حاصل ہو جاتی ہے پس اس عمل کو ترک کر دینا چاہئے اور گزشتہ نمازوں کو پھر ادا کرنا چاہئے۔

امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ نے وضو کے آداب میں سے ایک ادب کے ترک ہونے کے باعث اپنی چالیس سال کی نمازوں کو قضا فرمایا۔

اور نیز مستعمل پانی جس سے حدث اور ناپاکی کو دور کیا ہو یا اس کو قربت یعنی عبادت و ثواب کی نیت سے استعمال کیا ہو۔ وضو کے وقت مناسب نہ سمجھیں کہ لوگ اس کو پئیں کیونکہ وہ پانی امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک نجس مغلظ ہے اور فقہا نے اس پانی کے پینے سے منع کیا ہے اور اس کا پینا مکروہ لکھا ہے۔ ہاں وضو کے باقی ماندہ پانی کا پینا شفا فرمایا ہے۔ اگر کوئی از روئے اعتقاد کے طلب کرے تو اس کو وہ پانی دے دیں۔

اس فقیر کے لئے دہلی میں اب کی دفعہ اس قسم کا امتحان واقع ہوا تھا۔ بعض یاروں کو واقع میں ایسا ظاہر ہوا تھا کہ فقیر کے وضو کے مستعمل پانی کو پئیں ورنہ بڑا ضرر لاحق ہوگا بہتیرا منع کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار فقہا کی کتابوں کی طرف رجوع کیا اور نجات کا سبب مل گیا کہ اگر تین دفعہ غسل کرنے کے بعد ثواب و عبادت کی نیت نہ کریں تو چوتھی مرتبہ پانی مستعمل نہیں ہوتا۔ یہ حیلہ تجویز کر کے ثواب کی نیت کے بغیر چوتھے غسل کے پانی کو پینے کے لئے دیا۔

اور نیز معتبر آدمیوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفا کو ان کے مرید سجدہ کرتے ہیں اور زمین بوسی پر بھی کفایت نہیں کرتے۔ اس فعل کی برائی آفتاب سے زیادہ ظاہر ہے۔ ان کو منع کریں اور بڑی تاکید کریں کہ اس قسم کے فعلوں سے بچنا ہر ایک آدمی کے لئے ضروری ہے خاص کر اس شخص کے لئے جو خلق کا مقتدا و پیشوا بنا ہوا ہو۔

اس قسم کے افعال سے پرہیز کرنا نہایت ہی ضروری ہے کیونکہ اس کے پیرو اور تابعدار اس کے فعلوں کی اقتدا کریں گے اور بلا و مصیبت میں پڑ جائیں گے۔

اور نیز اس گروہ کے علوم احوال کے علوم ہیں اور احوال اعمال کے نتیجے اور ثمرے ہیں اور احوال کے علوم سے اس شخص کو ورثہ ملتی ہے جس نے اعمال کو درست کیا ہو اور ان کے اچھی طرح ادا کرنے پر

قائم ہو اور اعمال کا صحیح اور درست طریق پر ادا کرنا اس وقت میسر ہوتا ہے جب کہ اعمال کو پہچانے اور ہر عمل کی کیفیت کو جانے اور وہ احکام شرعی مثلاً نماز، روزہ و باقی فرائض اور معاملات اور نکاح و طلاق و بیع و شرئی اور ہر ایک اس چیز کا علم ہے جو حق تعالیٰ نے اس پر واجب کیا ہے اور اس کی طرف اس کو دعوت فرمایا ہے اور یہ علوم کسبی ہیں ان کے سیکھنے سے کسی کو چارہ نہیں ہے۔

اور علم دو مجاہدوں کے درمیان ہے۔ ایک وہ مجاہدہ جو علم کے حاصل ہونے سے پہلے اس کی طلب میں ہوتا ہے دوسرا وہ مجاہدہ جو علم حاصل ہونے کے بعد اس کے استعمال میں ہوتا ہے۔

پس چاہیئے کہ جس طرح آپ کی مجلس مبارک میں کتب تصوف کا ذکر ہوتا رہتا ہے اسی طرح فقہ کی کتابوں کا بھی ذکر ہونا چاہیئے اور فقہ کی کتابیں فارسی میں بہت ہیں۔ مثلاً مجموعہ خانی و عمدۃ الاسلام اور کنز فارسی۔ بلکہ کتب تصوف اگر نہ بھی مذکور ہوں تو کچھ خوف نہیں کیونکہ وہ احوال سے تعلق رکھتی ہیں اور قال میں نہیں آتیں اور کتب فقہ کے مذکور نہ ہونے میں ضرر کا احتمال ہے۔ زیادہ کیا طول کلامی کی جائے۔ اَلْقَلِیْلُ یَدُلُّ عَلَی الْکَثِیْرِ تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم   کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ   غم دل اس لئے تھوڑا کہا ہے اے میرے مشفق

کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سُن سُن کے دل تیرا

رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ اِیَّاکُمْ کَمَالَ اِتِّبَاعِ حَبِیْبِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اپنے حبیب ﷺ کی کمال متابعت عطا فرماوے۔

مکتوب ۳۰

شہود آفاقی اور انفسی اور شہود انفسی اور تجلی صوری کے درمیان تفرقہ کے بیان میں اور مقام عبدیت کی شان کی بلندی میں۔ اور اس مقام کے علوم کو شرعی علوم کے ساتھ مطابق کرنے اور اس کے مناسب بیان میں محمد صدیق جو اس درگاہ کے قدیم خدمتگاروں میں سے ہیں کہا کرتے تھے کہ یہ مکتوب بھی شیخ نظام تھانیسری کی طرف صادر ہوا ہے:

شَرَّفَکُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِکَمَالِ الْاِتِّبَاعِ الْمُحَمَّدِیِّ وَ زَیَّنَکُمْ بِالزِّیِّ السَّرِیِّ الْمُصْطَفَوِیِّ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَ مِنَ التَّحِیَّاتِ اَکْمَلُهَا۔ حق تعالیٰ آپ کو کمال اتباع محمدی سے مشرف کرے اور روشن لباس مصطفوی سے آراستہ کرے ﷺ۔

میں نہیں جانتا کیا لکھوں۔ اگر اپنے مولائے کریم کی پاک بارگاہ کی نسبت کوئی بات زبان پر لاؤں تو محض کذب و افترا ہوگا۔ اس کی اعلیٰ بارگاہ اس سے بہت بلند ہے کہ مجھ جیسے بیہودہ گو کی زبان سے اس کی

تعریف ہو سکے۔ بھلا چون بیچون کی نسبت کیا بیان کرے اور محدث قدیم سے کیا ڈھونڈے اور مکانی لا مکانی میں کب تک دوڑے۔ وہ بیچارا اپنے باہر سے زیادہ کچھ نہیں رکھتا اور اپنے ماورائے میں گزر نہیں رکھتا

ذرّہ گر بس نیک در بس بدبود　　گرچہ عمرے تگ زند در خود بود

ترجمہ: ذرہ ہو گر نیک یا ہو گر بُرا　　عمر بھر دوڑے وہیں ہو گا پڑا

یہ معنی سیر انفسی میں بھی حاصل ہیں۔ جو کام کی نہایت میں میسّر ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبندیہ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اہل اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے آپ میں دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے آپ میں پہچانتے ہیں اور ان کی حیرت اپنے وجود میں ہے۔ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ.

اس سے پہلے کی جو سیر وہ ہے سیر آفاقی میں داخل ہے۔ جس کا حاصل بے حاصلی ہے۔ بے حاصلی کا لفظ اصل مطلب کے حاصل ہونے کی نسبت اطلاق کیا گیا ہے ورنہ وہ بھی منجملہ شرائط اور اسباب کے ہے۔

شہود انفسی سے کوئی شخص وہم میں نہ پڑ جائے اور اس کو تجلی صوری کے شہود کی طرح جو متجلّی لہٗ کے نفس میں ہے خیال نہ کرے ہر گز ایسا نہیں ہے تجلی صوری جس قسم کی ہو سیر آفاقی میں داخل ہے اور مرتبہ علم الیقین میں حاصل ہے اور شہود انفسی مرتبہ حق الیقین میں ہے جو مراتب کمال کا نہایت ہے اور شہود کا لفظ اس مقام میں میدان عبارت کی تنگی کے باعث بولا گیا ہے ورنہ جیسا کہ ان کا مطلب بیچوں وبیچگون ہے اس مطلب کے ساتھ ان کی نسبت بھی بے شبہ و بے مانند ہے۔ چون کو بیچون کی طرف راہ نہیں ہے۔

اتصالے بے تکیف بے قیاس　　ہست رب الناس را با جان ناس

لیک گفتم ناس النسناس نہ　　ناس غیر از جان جاں اشناس نہ

ترجمہ: ہے خدا کو اپنے بندوں سے اک ایسا اتصال　　جس کی کیفیت کا پانا اور سمجھنا ہے محال

ذکر ہے یاں ناس کا نسناس کا ہر گز نہیں　　ناس جز از عارف کامل نہیں ہوتا کہیں

اور شہود انفسی اور شہود صوری مذکور کے باہم متحد ہونے کے وہم کا منشا دونوں مقاموں بقائے شخص کا حاصل ہونا ہے کیونکہ تجلّی صوری فنا کرنے والی نہیں ہے۔ اگرچہ قیود میں سے تھوڑی سی قید رفع کر دیتی ہے۔ لیکن فنا کی حد تک نہیں پہنچاتی۔ پس بقیہ وجود سالک کا اس تجلی میں حاصل ہے اور سیر انفسی خود پوری پوری فنا اور کامل بقا کے بعد ہے پس اسی واسطے معرفت کی کمی کے باعث ان دونوں بقا کے درمیان فرق نہیں کر سکتے اور ناچار اتحاد کا لگاتے ہیں۔ اگر معلوم کریں کہ بقائے ثانی ان کے نزدیک بقا

باللہ سے تعبیر کی گئی ہے اور اس وجود کو وجود موہوب حقانی یعنی خدا بخشا ہوا وجود کہتے ہیں تو شاید اس وہم سے خلاص ہو جائیں۔

اس مضمون سے کوئی یہ نہ کہے کہ بقا باللہ اپنے آپ کو حق تعالیٰ کا عین معلوم کرنے سے مراد ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ اگر یہ مضمون اس قوم کی بعض عبارات میں مفہوم ہو بھی تو اس کا ہم جواب کہتے ہیں کہ یہ بقا جذبہ کے مقام میں بعض کو اس استغراق و نیتی کے بعد جو فنا کے مشابہ ہے حاصل ہوتی ہے اور مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم اسے وجود عدم سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ فنا سے پہلے ہے اور اس کے لئے زوال متصور ہے بلکہ واقع ہے کبھی اس سے اس کو لے لیتے ہیں اور کبھی پھر دے دیتے ہیں اور وہ بقا جو فنائے کامل کے بعد ہے زوال و خلل سے محفوظ ہے ان بزرگواروں کی فنا دائمی فنا ہے۔ عین بقا میں فانی اور عین فنا میں باقی ہیں اور فنا و بقا جو زوال پذیر ہیں۔ احوال جو تلونیات میں سے ہیں اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ ایسے نہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ وجود عدم وجود بشریت میں عود کر آتا ہے لیکن وجود فنا وجود بشریت میں عود نہیں کرتا۔ پس بالضرور ان کا وقت دائمی ہوگا اور ان کا حال مدامی۔ بلکہ ان کے لئے نہ تو کوئی وقت ہے نہ حال۔ ان کا کار وقتوں کے پیدا کرنے والے کے ساتھ ہے اور ان کا معاملہ احوال کے پھیرنے والے کے ساتھ۔ پس زوال کا قبول کرنا وقت و حال سے مخصوص ہے اور وہ جو وقت وحال سے گزر جائے۔ وہ زوال سے محفوظ ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے) کوئی شخص گمان نہ کرے کہ وقت کا دوام اس کے اثر از قسم تعین وغیرہ کے باقی رہنے کے اعتبار سے بیان کیا ہے۔ نہیں بلکہ دوام عین وقت کے لئے ہے اور ہمیشگی نفس حال کے لئے اور ظن سے حق بات کوئی ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ بعض ظن گناہ ہے۔ مضمون بہت لمبا ہو گیا۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ کی پاک درگاہ کے میدان میں سخن کی مجال نہیں ہے تو پھر ہم اپنی بندگی کے مقام اور ذلت و عاجزی کی نسبت گفتگو کرتے ہیں۔ انسانی پیدائش سے مقصود وظائف بندگی کا ادا کرنا ہے اور اگر ابتدا اور وسط میں کسی کو عشق و محبت دیا جائے تو اس سے مقصود ماسوائے اللہ سے اس کا قطع تعلق کرنا ہے کیونکہ عشق و محبت بھی ذاتی مقصود نہیں ہیں بلکہ مقام عبودیت کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں۔ انسان خدا تعالیٰ کا بندہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ ماسوائے اللہ کی گرفتاری اور بندگی سے پورے طور پر خلاصی پا جائے اور عشق و محبت صرف اس انقطاع کا وسیلہ ہیں۔ اسی واسطے مراتب ولایت میں سے نہایت کا مرتبہ مقام عبدیت ہے اور ولایت کے درجوں میں

مقام عبدیت سے اوپر کوئی مقام نہیں۔ اس مقام میں بندہ اپنے مولا کے ساتھ اپنے لئے کوئی نسبت نہیں پاتا۔ مگر بندے کی طرف سے احتیاج اور مولا کی طرف سے آرزوئے ذات و صفات کے پوری پوری استغنا۔ یہ نہیں کہ اپنے آپ کو اس کی ذات کے ساتھ اور اپنی صفات کو اس کی صفات کے ساتھ اور اپنے افعال کو اس کے افعال کے ساتھ کسی وجہ سے مناسب جانے۔ ظلّیت کا اطلاق بھی منجملہ مناسبات سے ہے اس سے بھی پاک و منزہ بتلاتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ کو خالق اور اپنے آپ کو مخلوق جانتے ہیں اس سے زیادہ کہنے کی کچھ جرأت نہیں کرتے۔

توحید فعلی جو بعض بزرگواروں کو اثنائے راہ میں حاصل ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی کو فاعل نہیں پاتے۔ یہ بزرگوار یعنی نقشبندیہ قدس سرہم جانتے ہیں کہ ان افعال کا پیدا کرنے والا واحد حق تعالیٰ ہے نہ کہ ان افعال کا اختیار کرنے والا کیونکہ یہ بات خود نزدیک ہے کہ زندقہ اور الحاد تک پہنچادیتی ہے۔

اس مضمون کو اس مثال سے واضح کرتے ہیں۔ مثلاً کوئی شعبدہ باز پردے کے پیچھے بیٹھ کر چند جمالی صورتوں کو حرکت میں لاتا ہے اور عجیب و غریب افعال ان میں ایجاد کرتا ہے تو وہ لوگ جو تیز نظر والے ہیں جانتے ہیں کہ ان جمالی صورتوں میں ان افعال کا بنانیوالا وہ پردہ نشین شخص ہے لیکن افعال کو اختیار کرنے والی وہی صورتیں ہیں اسی واسطے کہتے ہیں کہ صورت متحرک ہے اور یہ نہیں کہتے کہ شعبدہ باز متحرک ہے۔

یہ لوگ درحقیقت اس حکم میں حق کو ظاہر کرنے والے ہیں اور سچے ہیں (یعنی مشائخ نقشبندیہ) اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شرائع بھی اس حکم پر ناطق ہیں اور وحدت فعل کے ساتھ حکم کرنا سکریات کی قسم سے ہے۔ بلکہ صریح حق یہی ہے کہ فاعل بیشمار ہیں اور افعال کا خالق ایک ہی ہے اور ایسی ہی وہ کلام ہے جو بعض صوفیہ نے توحید وجودی میں کہی ہے۔ وہ بھی سکر وقت اور غلبہ حال پر مبنی ہے۔ علوم لدنی کے درست اور صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ علوم شرعی کے صریح مطابق ہوں۔ اگر بال بھر بھی تجاوز ہو تو وہ سکر سے ہے اور حق وہی ہے جو علمائے اہل سنت و جماعت نے تحقیق کیا ہے اور اس کے سوا زندقہ یا الحاد یا سکر وقت یا غلبہ حال اور یہ تمام مطابقت مقام عبدیت میں میسر ہے اس کے ماسوائے میں ایک قسم کا سکر ثابت ہے۔ ع

گر بگویم شرح ایں بیحد شود

ترجمہ ع شرح اس کی گر لکھوں بیحد ہو

کسی شخص نے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ سے سوال کیا کہ سلوک سے مقصود کیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کہ اجمالی معرفت تفصیلی ہو جائے اور استدلالی کشفی سے بدل جائے اور یہ نہ فرمایا کہ معارف

شرعیہ سے زیادہ کوئی اور معرفت حاصل کی جائے۔ ہاں رستہ میں علوم شرعی سے زیادہ بعض امور پیدا ہوتے ہیں لیکن اگر نہایت کار تک پہنچ جائیں تو وہ امور زائدہ پراگندہ ہو کر دور ہو جاتے ہیں اور وہی معارف شرعیہ مفصل طور پر معلوم ہوتے ہیں اور استدلال کی تنگی سے کشف کے ظاہر میدان میں آ جاتے ہیں۔ یعنی جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان علوم کو بذریعہ وحی اخذ کرتے تھے۔ یہ بزرگوار الہام کے طور پر ان علوم کو اصل یعنی حق تعالیٰ سے اخذ کرتے ہیں۔ علماء نے ان علوم کو شرائع سے اخذ کر کے اجمال کے طریق پر بیان کیا ہے۔ یہ علوم جس طرح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تفصیلی اور کشفی طور پر حاصل تھے ان کو بھی اس طرح پر حاصل ہوتے ہیں۔ فرق درمیان میں صرف اصالت اور تبعیت کا ہے۔

اس قسم کے کمال کیلئے اولیاء میں سے بعض کو دور دراز قرنوں اور زمانوں کے بعد منتخب فرماتے ہیں۔

ارادہ تو تھا کہ اجمالی استدلالی کے ایک مسئلہ کو مفصل لکھوں لیکن کاغذ نے کوتاہی کی۔ شائد اس میں خدائے تعالیٰ کی حکمت ہو گی۔ والسلام

مکتوب ۳۱

توحید وجودی کے ظہور اور حق تعالیٰ کے قرب اور معیت ذاتی کی حقیقت اور اس مقام سے گزر جانے کے بیان میں مع چند سوال وجواب کے جو اس مقام کی تحقیق سے تعلق رکھتے ہیں۔ شیخ صوفی کی طرف لکھا گیا ہے:۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلٰی مُتَابَعَةِ سَيِّدِالْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَعَلَيْهِمْ وَعَلٰی اٰلِهِمْ مِنَ الصَّلَوٰتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا حق تعالیٰ ہم کو حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی تابعداری پر ثابت رکھے۔

ایک شخص نے جو آپ کی مجلس مبارک میں حاضر تھا۔ بیان کیا کہ میاں شیخ نظام تھانیسری کے کسی درویش نے اس مجلس میں اس فقیر کی نسبت ذکر کیا اور کہا کہ فقیر وحدت وجود کا انکار کرتا ہے۔

اس ناقل شخص نے اس فقیر سے التماس کی کہ جو کچھ اصل حقیقت اس بارہ میں ہے۔ آپ کے خادموں کی طرف لکھی جائے تاکہ لوگ اس نقل سے کسی قسم کی باتیں نہ بنائیں۔ اور بدظنی میں نہ پڑ جائیں۔ کیونکہ بعض ظن گناہ ہے اس لئے اس کے سوال کو قبول کر کے چند باتیں لکھ کر آپ کو تکلیف دیتا ہے۔

میرے مخدوم ومکرم! فقیر کا اعتقاد لڑکپن سے اہل توحید کا مشرب تھا اور فقیر کے والد بزرگوار قدس سرہ بظاہر اسی مشرب پر ہوئے ہیں اور باطن میں پوری پوری نگرانی حاصل ہونے کے باوجود

مرتبہ بے کیفی کی جانب رکھتے تھے ان کا اشتغال ہمیشہ اسی طریق پر رہا اور اس مضمون کے موافق کہ فقیہ کا بیٹا آدھا فقیہ ہوتا ہے۔ فقیر کو اس مشرب سے از روئے علم کے بہت فائدہ اور بڑی لذت حاصل تھی۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے ارشاد و ہدایت کی پناہ والے حقائق و معارف کو جاننے والے پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ اور مولیٰ اور قبلہ حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کی خدمت و صحبت نصیب کی اور انہوں نے فقیر کو طریقہ علیہ نقشبندیہ تعلیم فرمایا اور اس مسکین کے حال زار پر بڑی توجہ فرمائی۔

اس طریقہ عالیہ کی مشق کے بعد تھوڑی مدت میں توحید وجودی منکشف ہو گئی اور اس کشف میں حد سے بڑھ کر زیادتی پیدا ہوئی اور اس مقام کے علوم و معارف بہت ظاہر ہوئے اور اس مرتبہ کے دقائق میں سے شائد ہی کوئی دقیقہ رہ گیا ہو۔ جس کو فقیر پر منکشف نہ کیا ہو اور شیخ محی الدین ابن عربی کے معارف کے دقائق کو جیسا کہ چاہئے ظاہر فرمایا اور تجلی ذاتی جس کو صاحب فصوص نے بیان فرمایا ہے اور اس کے سوا عروج کی نہایت نہیں جانتا اور اس تجلّی کی شان میں کہتا ہے۔ وَمَا بَعْدُ هٰذَا اِلَّا الْعَدَمُ الْمَحْضُ اس کے مابعد عدم محض کے سوا کچھ نہیں۔ فقیر اس تجلی سے بھی مشرف ہوا اور اس تجلی کے علوم و معارف بھی جن کو شیخ خاتم الولایت سے مخصوص جانتا ہے۔ مفصل معلوم ہوئے اور سکر وقت اور غلبہ حال اس توحید میں اس درجے تک پہنچا کہ بعض عریضوں میں جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں لکھے تھے۔ ان دو بیتوں کو جو سراسر سکر ہیں لکھا تھا۔

اے دریغا کیں شریعت ملی اعمائی است	ملت ما کافری و ملت ترسائی است
کفر و ایماں زلف و وے آں پری زیبائی است	کفر و ایماں ہر دو اندر راہ ما یکتائی است

ترجمہ

یہ شریعت احمقوں کا ہے طریقہ سر بسر	لیک مذہب ہے ہمارا کافروں کے دین پر
زلف اور رُو اُس پری کا کفر اور ایمان ہے	کفر اور ایماں ہمارے راہ میں یکساں ہے

اور یہ حال بہت مدت تک رہا اور مہینوں سے سالوں تک نوبت پہنچ گئی۔ ناگاہ حق تعالیٰ کی عنایت بیغایت دریچۂ غیب سے میدان ظہور میں آئی اور بے چونی اور بے چگونی کے چہرہ ڈھانپنے والے پردہ کو دور کر دیا۔ وہ پہلے علوم جو اتحاد اور وحدت وجود کی خبر دیتے تھے زائل ہونے لگے اور احاطہ اور سریان اور قرب اور معیّت ذاتیہ جو اس مقام میں ظاہر ہوئی تھی۔ پوشیدہ ہو گئی اور یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ حق تعالیٰ کے علوم کے ساتھ ان مذکورہ نسبتوں سے کوئی بھی نسبت ثابت نہیں۔ حق تعالیٰ کا احاطہ اور قرب علمی ہے جیسا کہ اہل حق کے نزدیک ثابت اور مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کی جزا دیوے اور حق

تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہے خدا خدا ہے اور عالم عالم۔ حق تعالیٰ بیچون و بیچگون ہے اور عالم سراسر چونی اور بیچگونی کے داغ سے داغدار ہے۔ بیچون کو چون کا عین نہیں کر سکتے۔ واجب ممکن کا عین اور قدیم حادث کا عین ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ممتنع العدم جائز العدم کا عین نہیں بن سکتا۔ حقائق کا انقلاب عقلی اور شرعی طور پر محال ہے۔ اور ایک کو دوسرے پر حمل کرنے کا ثبوت کلی طور پر ممتنع ہے۔

تعجب ہے کہ شیخ محی الدین اور اس کے تابعدار حق تعالیٰ کی ذات کو مجہول مطلق کہتے ہیں اور کسی حکم کے ساتھ اس کو محکوم علیہ نہیں جانتے ہیں اور باوجود اس کے احاطہ ذاتی اور قرب اور معیت ذاتی ثابت کرتے ہیں حالانکہ یہ حکم حق تعالیٰ کی ذات پر ہے۔

پس بہتر وہی ہے جو علمائے اہلسنت و جماعت نے بیان کیا ہے کہ قرب علمی اور احاطہ علمی ہے اور توحید وجودی کے مشرب کے مخالف علوم و معارف کے حاصل ہونے کے وقت یہ فقیر بہت بے قرار ہوا۔ کیونکہ اس توحید سے بڑھ کر اور کوئی اعلیٰ امر نہ جانتا تھا اور عاجزی اور زاری سے دعا کرتا تھا کہ یہ معرفت زائل نہ ہو جائے۔ یہاں تک کہ سارے حجاب سامنے سے زائل ہو گئے اور کما حقہ حقیقت منکشف ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ عالم ہر چند صفاتی کمالات کا آئینہ اور اسمائے ظہورات کا جلوہ گاہ ہے لیکن مظہر ظاہر کا عین اور ظل اصل کا عین نہیں ہے۔ جیسا کہ توحید وجودی والوں کا مذہب ہے یہ بحث اس مثال سے واضح ہو جاتی ہے:-

مثلاً کسی اہل فن عالم نے چاہا کہ اپنے مختلف کمالات کو ظاہر کرے اور اپنی پوشیدہ خوبیوں کو واضح کرے تو اس نے حروف اور آوازوں کو ایجاد کیا اور ان حروف اور آوازوں کے آئینوں میں اپنے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کیا اس صورت میں نہیں کہہ سکتے کہ یہ حروف اور آواز جو ان مخفی کمالات کیلئے آئینے اور مظہر ہیں۔ ان کمالات کا عین ہیں یا بالذات ان کمالات کو محیط ہیں یا بالذات ان کے قریب ہیں یا ان کے ساتھ معیت ذاتی رکھتے ہیں بلکہ ان کے درمیان دالیّت اور مدلولیّت کی نسبت ہے۔ حروف اور آواز ان کمالات پر صرف دلالت کرنے والے ہیں اور وہ کمالات اپنی محض غیر مقید حالت پر ہیں۔ وہ نسبتیں جو پیدا ہوئی ہیں وہمی اور خیالی ہیں۔ حقیقت میں ان نسبتوں میں سے کوئی بھی ثابت نہیں۔ لیکن چونکہ ان کمالات اور حرفوں اور آوازوں کے درمیان ظاہریّت اور مظہریّت اور مدلولیّت اور دالیّت کی نسبت ہے تو یہی مناسبت بعض عارضوں کے باعث بعض لوگوں کیلئے ان وہمی نسبتوں کے حاصل ہونے کا باعث ہو جاتی ہے۔ حالانکہ حقیقت میں وہ کمالات ان تمام نسبتوں سے خالی اور پاک ہیں اور جس کا ہم ذکر کرتے ہیں اس میں بھی دالیّت اور مدلولیّت اور ظاہریّت و مظہریّت کے علاقہ کے سوا اور کوئی نسبت نہیں ہے۔ عالم اپنے صانع کے وجود کیلئے علامت اور اس کے اسمائی اور صفاتی کمالات کے ظہور کیلئے مظہر

ہے اور یہی علاقہ بعض عارضوں کے باعث بعض کیلئے وہمی احکام کا باعث ہو جاتا ہے۔

بعض کو توحید کے مراقبوں کی کثرت ان احکام پر لے آتی ہے کیونکہ ان مراقبوں کی صورت قوت متخیلہ میں نقش ہو جاتی ہے اور بعض دوسروں کو توحید کا علم اور اس کا تکرار ان احکام کے ساتھ ایک قسم کا ذوق بخشتا ہے۔ توحید کی یہ دونوں صورتیں معلول اور ضعیف ہیں اور دائرہ علم میں داخل ہیں۔ حال کے ساتھ کچھ تعلق نہیں رکھتیں اور بعض دوسروں کیلئے ان احکام کا منشاء محبت کا غلبہ ہے کیونکہ محبوب کی محبت کے غلبہ کے باعث محبوب کا غیر محب کی نظر سے دور ہو جاتا ہے اور محبوب کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ نہ یہ کہ حقیقت میں محبوب کا غیر کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بات حس اور عقل اور شرع کے مخالف ہے اور کبھی یہی محبت احاطہ اور قرب ذاتی کے ساتھ حکم کرنے کا باعث ہوتی ہے۔ توحید کی یہ قسم پہلی دونوں قسموں سے اعلیٰ ہے اور دائرہ حال میں داخل ہے۔ اگرچہ اصل حقیقت کے مطابق اور شریعت کے موافق نہیں ہے اور شریعت اور اصل حقیقت کے ساتھ اس کا مطابق کرنا محض تکلف ہے مانند تکلفات بیہودہ فلسفیہ کے کہ ان میں اہل اسلام فلسفی چاہتے ہیں کہ اپنے اصول فاسدہ کو قوانین شرعیہ کے مطابق کریں۔ کتاب اخوان الصفا وغیرہ اسی قسم کی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ خطائے کشفی خطائے اجتہادی کا حکم رکھتی ہے کہ جس سے ملامت و عتاب رفع ہے بلکہ صواب کے درجوں میں سے ایک درجہ اس کے حق میں ثابت ہے البتہ اس قدر فرق ہے کہ مجتہد کے مقلد مجتہد کا حکم رکھتے ہیں اور خطا کے سو جانے پر بھی صواب کا ایک درجہ پا لیتے ہیں۔ برخلاف اہل کشف کے مقلدوں کے کہ معذور نہیں ہیں اور خطا کے ہو جانے سے درجہ صواب سے محروم ہیں۔ کیونکہ الہام اور کشف غیر پر حجت نہیں اور مجتہد کا قول غیر پر حجت ہے۔

پس تقلید اول یعنی اہل کشف کی تقلید خطا کے احتمال پر جائز نہیں ہے اور تقلید ثانی یعنی مجتہد کی تقلید خطا کے احتمال پر جائز بلکہ واجب ہے۔

اور بعض سالکوں کا شہود جو کونی تعینات کے آئینوں میں ہے وہ بھی سابقہ احکام کی قسم سے ہے اور اس شہود کا انہوں نے کثرت میں وحدت کا مشاہدہ یا کثرت میں احدیت کا مشاہدہ نام رکھا ہے۔ کیونکہ واجب تعالیٰ جو بیچون اور بیچگون ہے۔ ہرگز چون کے آئینوں میں نہیں سما سکتا اور چندی کے جولان گاہ میں نہیں آتا اور لامکانی مکان میں گنجائش نہیں رکھتا۔

بیچون کو دائرہ چون کے باہر ڈھونڈنا چاہئے اور لامکانی کو مکان کے باہر تلاش کرنا چاہئے جو کچھ آفاق و انفس میں دیکھا جاتا ہے۔ وہ حق تعالیٰ کے نشانات ہیں۔

دائرہ ولایت کے قطب یعنی حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا

گیااور جانا گیا یہ سب غیر اور حجاب ہے کلمہ لا کی حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہیئے

در تنگنائے صورت معنی جگو نہ گنجد | در کلبہ گدایاں سلطاں چہ کار دارد
صورت پرست غافل معنی چہ داند آخر | کو باجمال جاناں پنہاں چہ کار دارد
ترجمہ صورت کی تنگ جا میں معنی نہیں سماتے | گھر میں گدا کے سلطاں ہرگز نہیں ہیں آتے
صورت پرست غافل معنی نہیں ہے پاتا | دلبر جمال اپنا اسکو نہیں دکھاتا

اگر کہیں کہ اکثر مشائخ نقشبندیہ اور دوسرے سلسلہ کے مشائخ کی عبارتوں میں صاف طور لکھا ہے جو وحدت وجود اور احاطہ اور قرب اور معیت ذاتی اور کثرت میں وحدت کے مشاہدے اور کثرت میں احدیت کے مشاہدے پر دلالت کرتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ احوال و شہود احوال کے اثناء میں ان کو ظاہر ہوئے ہونگے اور بعد ازاں اس مقام سے گزر گئے ہونگے۔ جیسا کہ اس فقیر نے پیشتر اپنے حال کی نسبت لکھا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض کے ظاہر کو جو کثرت بین ہے باطن میں احدیّت صرف کی طرف پوری نگرانی ہونے کے باوجود ان احکام اور اس شہود سے مشرف کرتے ہیں۔ گویا باطن میں احدیّت کے نگراں ہوتے ہیں اور بظاہر کثرت میں مطلوب کے مشاہدہ کرنیوالے جیسا کہ اس فقیر نے اس مکتوب کے ابتدا میں اپنے والد بزرگوار کے حال سے خبر دی ہے اور اس جواب کی تحقیق مفصل طور پر اس رسالہ میں لکھی گئی ہے جو وحدت وجود کے مراتب کی تحقیق میں لکھا ہے اس مقام پر اس سے زیادہ جو مذکور ہوا بیان نہیں کیا جاسکتا یہ نہیں کہا جاتا کہ جب نفس امر میں بہت سے وجود ہوں اور قرب اور احاطہ ذاتیہ نہ ہو اور کثرت میں وحدت کا شہود واقع کے مطابق نہ ہو تو ان بزرگواروں کا حکم جھوٹا ہوگا۔ کیونکہ واقع نفس الامر کے مطابق نہیں ہے کیونکہ ہم جواب کہتے ہیں کہ ان بزرگواروں نے اپنے شہود کے اندازے کے موافق حکم کیا ہے جس طرح کوئی شخص یہ حکم کرے کہ میں نے زید کی صورت کو آئینے میں دیکھا۔ یہ حکم بھی واقع کے مطابق نہیں کیونکہ آئینہ میں اس صورت کو نہیں دیکھا ہے کیونکہ صورت آئینہ میں بالکل نہیں ہے جو دیکھی جائے۔ اس شخص کو عام طور پر کاذب نہ کہیں گے اگرچہ واقع نفس الامر کے مطابق نہیں ہے کیونکہ وہ اس حکم میں معذور ہے اور جھوٹ کی ملامت اس سے دور ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا۔ ان حالات کے ظاہر کرنے سے جو پوشیدہ رکھنے کے لائق ہیں مقصود یہ ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اگر فقیر نے وحدت وجود کو قبول کیا ہوا تھا تو وہ کشف سے تھا۔ نہ از روئے تقلید کے اور اگر اب انکار ہے تو الہام کے سبب سے ہے اور الہام میں انکار کی گنجائش نہیں اگرچہ الہام غیر پر حجت نہیں ہے۔

دوسرا جواب جھوٹ کا شبہ دور کرنے کیلئے یہ ہے کہ افراد عالم ایک دوسرے کے ساتھ بعض امور میں

مشترک اور شریک ہیں اور بعض دوسرے امور میں ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا۔ اسی طرح ممکن کا واجب کے ساتھ بعض امور عارضی میں اشتراک ہے اگرچہ بالذات ایک دوسرے سے ممتاز ہیں۔ پس محبت کے غلبہ کی وجہ سے وہ چیز جس سے فیمابین تمیز ہو سکے نظر سے پوشیدہ ہو جاتی ہے اور وہ چیز جس سے دونوں میں اشتراک ہے۔ نظر میں رہ جاتی ہے۔

پس اس صورت میں اگر ایک دوسرے کے عین ہونے کا حکم کریں تو واقع کے مطابق اور جھوٹ کی ہر گز مجال نہ رہے گی۔ احاطہ ذاتی اور اس کی مانند اور باتوں کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے۔ والسّلام

مکتوب ۳۲

اس کمال کے بیان میں جو اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مخصوص ہے اور اولیا میں سے بہت تھوڑے ہیں جو اس کمال سے مشرف ہوئے ہیں اور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ میں وہ کمال پورے طور پر ظہور پائے گا اور وہ کمال جذبہ اور سلوک کی نسبت سے بڑھ کر ہے اور اس بیان میں کہ صنعت کا کمال بہت سے فکروں کے ملنے پر ہوتا ہے اور اس کی زیادتی بہت سے فکروں کی پیروی پر منحصر ہے۔ پیر کی نسبت اگر اسی اصلیت پر ہے تو نقصان کا موجب ہے مرید رشید اس کو کامل کر سکتا ہے اور اس کے مناسب بیان میں مرزا حسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے:-

آپ کا مبارک محبت نامہ صادر ہوا۔ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ اَلْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ دُور اور جدا ہوئے ہوئے بھولتے نہیں ہیں کسی نہ کسی موقع پر یاد آجاتے ہیں۔ ع

بارے بہ ہیچ خاطر خود شاد میکنم

ترجمہ ع — جس طرح ہو دل کو کر لیتا ہوں خوش

پیر دستگیر یعنی خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی خاص نسبت کے دریافت نہ ہونے کی بابت آپ نے لکھا تھا اور اس کا سبب پوچھا تھا۔

میرے مخدوم! اس قسم کی باتوں کا بیان کرنا بذریعہ تحریر بلکہ بذریعہ تقریر بھی مناسب معلوم نہیں ہوتا تو پھر اس سے کوئی کیا سمجھے گا اور اس سے کیا حاصل کرے گا اس غرض کیلئے پیر کی خدمت میں حسن ظن کے ساتھ حاضر ہونا یا مدتوں تک صحبت میں رہنا ہر طرح ضروری ہے۔ وَبِدُوْنِہٖ خَرْطُ الْقَتَادِ اس کے علاوہ بیفائدہ رنج ہے۔

آسودہ شبے باید و خوش مہتابے — تابا تو حکایت کنم از ہر بابے

ترجمہ — چاہئے خوش اور آسودہ ہو رات
تا کہوں میں تجھ سے اس دلبر کی بات

لیکن چونکہ سوال کا جواب ضرور ہونا چاہئے اس لئے خاکسار اس قدر ظاہر کرتا ہے کہ ہر مقام کے لئے علوم و معارف جدا ہیں۔ اور احوال و مواجید جدا۔ کسی مقام میں ذکر و توجہ مناسب ہے اور کسی مقام میں تلاوت اور نماز مناسب۔ کوئی مقام جذبہ سے مخصوص ہے اور کوئی مقام سلوک کے مناسب۔ اور کسی مقام میں یہ دونوں دولتیں ملی ہوئی ہیں۔ اور کوئی مقام ایسا ہے کہ جذبہ اور سلوک کی دونوں جہتوں سے جدا ہے۔ نہ جذبہ کو اس سے علاقہ ہے اور نہ سلوک کو اس سے تعلق ہے۔ یہ مقام نہایت عجیب ہے۔

آنحضرت ﷺ کے اصحاب اس مقام کے ساتھ ممتاز اور اس بڑی دولت سے مشرف ہیں۔

اس مقام والے کے لئے دوسرے مقامات والوں سے پورا پورا امتیاز ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ بہت کم مشابہت رکھتے ہیں۔ برخلاف دوسرے مقامات والوں کے کہ ایک دوسرے کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ خواہ وہ مشابہت کسی وجہ سے ہو یہ نسبت اصحاب کرام کی بعد حضرت مہدی علیہ السلام میں پورے طور پر ظہور پائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

دوسرے طبقات یعنی سلسلوں کے مشائخ رحمتہ اللہ علیہم میں سے بہت کم ہیں۔ جنہوں نے اس مقام کی خبر دی ہے۔ پھر اس مقام کے علوم و معارف کی گفتگو کرنا کجا ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

مطلب ہے یہ کہ اصحاب کرام کو یہ نایاب نسبت پہلے ہی قدم میں ظاہر ہو جاتی تھی۔ اور آہستہ آہستہ کمال تک پہنچ جاتی تھی۔ اور دوسرے کو اگر اس دولت سے مشرف کرنا چاہتے ہیں اور اصحاب کرام کی نسبت کے قدم پر تربیت دینا چاہتے ہیں۔ تو جذبہ اور سلوک کی منزلوں کو قطع کرنے اور ان کے علوم و معارف کو طے کرنے کے بعد اس دولت عظمیٰ سے سرفراز فرماتے ہیں۔

ابتداء میں اس نسبت کا ظہور سید البشر ﷺ کی صحبت کی برکت سے مخصوص ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تابعداروں میں سے بھی کسی کو اس برکت کے ساتھ مشرف کریں۔ تاکہ اس کی صحبت بھی ابتداء میں اس بلند نسبت کے ظہور کا سبب ہو جائے۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید دیگراں نیز کنند آنچہ مسیحا میکرد

ترجمہ فیض روح القدس کا دے مدد تو اور بھی کر دکھائیں کام جو کچھ کہ مسیحا نے کیا

اس وقت اس نسبت میں بھی ابتداء میں نہایت کا درج ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جیسے کہ سلوک پر جذبہ کے مقدم ہونے کی صورت میں ثابت ہے اس بیان سے زیادہ گنجائش نہیں رکھتا۔

وَمِنْ بَعْدِ هٰذَا مَا یَدِقُّ صِفَاتُهٗ وَمَا کَتْمُهٗ اَحْظٰی لِدَیْهِ وَاَجْمَلُ

ترجمہ بعد ازاں وہ امر ہے جس کا نہیں لگتا پتا اس کا پوشیدہ ہی رکھنا اور چھپانا ہے بھلا

اس کے بعد اگر ملاقات نصیب ہوئی اور سننے والوں کی طرف سے سننے کا حسن ظن معلوم کیا۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ اس مقام کی نسبت کچھ بیان کیا جائے گا۔ وَهُوَ سُبْحَانَهُ الْمُوَفِّقُ اور وہی اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

بعض یاروں کے بارے میں لکھا ہوا تھا۔ اس فقیر نے ان کے قصوروں کو معاف کیا۔ اللہ تعالیٰ رحم کرنے والا ہے۔ معاف فرمائے۔ لیکن یاروں کو نصیحت کریں کہ حضور و غیبت میں آزار و تکلیف کے در پے نہ ہوا کریں۔ اور اپنی وضعوں اور حالتوں کو نہ بدلیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَايُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَابِاَنْفُسِهِمْ وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْءً فَلَا مَرَدَّلَهٗ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی نیتوں اور ارادوں کو نہ بدلیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ برائی اور عذاب کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور نہ ہی خدا کے سوا ان کا کوئی کارساز ہے۔

خاص کر میاں شیخ الہ داد کے بارے میں لکھا ہوا تھا۔ فقیر کو کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن مشارٌ الیہ کے لئے اپنی وضع کے بدلنے سے نادم ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ندامت بھی توبہ ہی ہے۔ شفاعت اور سفارش کا طلب کرنا ندامت کی فرع ہے۔ بہر صورت فقیر اپنی طرف سے در گزر کرنے کے در پے ہے۔ دوسری طرف کو آپ جانیں۔

دوسرے یہ ہے کہ سرہند کو اپنا گھر تصور فرمائیں۔ محبت کا علاقہ اور پیر بھائی ہونے کی نسبت اس قسم کی نہیں ہے کہ ایسی عارضی باتوں سے ٹوٹ جائے۔ زیادہ کیا لکھے۔ والسلام۔

تمام مخدوم زادے اور باقی گھر کے سب لوگ دعا کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اس خط کے لکھنے کے بعد دل میں آیا کہ یاروں کے قصور اور ان کے معاف کرنے کے بارہ میں بات کو ذرا واضح کر کے لکھے تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔ کیونکہ اجمال میں شبہ ہے۔

میرے مخدوم! معاف کرنا۔ اس تقلید پر مطلوب اور متصور ہے۔ کہ وہ لوگ اپنے وضعوں کو برا جانیں اور اس سے پشیمان ہوں۔ ورنہ عفو کی گنجائش نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ پیر دستگیر خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ نے یہ مقام ان لوگوں کی موجودگی میں شیخ الہ داد کے سپرد کیا تھا۔

یہ سخن ذرا زیادہ بیان چاہتا ہے۔ اگر سپرد کرنا ان معنوں میں کہا ہے کہ فقرا اور آنے جانے والے لوگوں کی خدمت کرے اور آب و نان سے ان کی خبر گیری کرے تو مسلّم اور منظور ہے۔ اور اگر ان معنوں میں کہا ہے کہ طالبوں کی جماعت کی تربیت کرے اور شیخیت کے مقام پر بیٹھے۔ تو یہ منع اور ناپسند ہے۔

اخیری ملاقات کے وقت حضور قدس سرہ نے فقیر کو فرمایا تھا کہ تم تجویز کرو کہ شیخ الہ داد ہماری

طرف سے جاکر بعض طالبوں کو مشغولی یعنی ذکر کے لئے کہے۔ اور بعض کے احوال کو ہم تک پہنچائے۔ کیونکہ حضور میں بلانے اور ذکر بتلانے اور احوال پوچھنے کی طاقت اب ہم میں نہیں رہی۔

فقیر اس بارہ میں بھی متردد تھا۔ لیکن ضروری معلوم ہوا۔ تو فقیر نے بھی اس تجویز کو پسند کیا۔ اس قسم کی تبلیغ محض ایلچی گری کی قسم سے ہے۔ خاص کر جب کہ ضرورت پر مبنی ہو۔ وَالضَّرُوْرَۃُ تُقَدَّرُ بِقَدْرِهَا (اور ضرورت بقدر اپنے اندازہ کے حاصل کی جاتی ہے) پس یہ سفارت بھی حضور قدس سرہ کی زندگی تک ہی مخصوص ہوگی۔ حضور قدس سرہ کی رحلت فرماجانے کے بعد مشغولی کا کہنا اور طالبوں کا حال پوچھنا خیانت میں داخل ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ پیر دستگیر خواجہ باقی باللہ صاحب کی نسبت باقی رہتی ہے۔ یعنی زیادتی اور نقصان قبول نہیں کرتی۔

میرے مخدوم! ہر فن وصناعت کی تکمیل بہت سے فکروں کے ملنے سے ہے۔ جو نحو کہ سیبویہ نے وضع کیا تھا، متاخرین کی فکروں نے اس کو دس گنا زیادہ کر دیا ہے۔ اسی اصلی حالت پر رہنا عین نقصان ہے، وہ نسبت جو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہ کے زمانہ میں نہ تھی۔ علیٰ ہذا القیاس۔

خاص کر ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ اس نسبت کے کامل کرنے کے درپے رہے تھے اور اس کو تمام وکمال نہیں جانتے تھے۔ اگر زندگی وفا کرتی خدائے تعالیٰ کے ارادے سے اس نسبت کو معلوم نہیں کہاں تک لے جاتے۔ اس نسبت کے زیادہ ہونے میں کوشش کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور فقیر نہیں جانتا کہ یہ نسبت کس طرح باقی رہے گی۔ تم آپ علیحدہ نسبت رکھتے ہو۔ جو ان کی نسبت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتی۔ یہ بات کئی دفعہ حضرت قدس سرہ کے حضور میں مقرر ہو چکی تھی۔ شیخ الہ داد بیچارہ نسبت کو کیا جانے کہ کیا ہے۔ تھوڑا سا حضور قلبی اس کو حاصل ہے۔ اور اس کو خود معلوم ہے کہ کیا حالت ہے۔ اس نسبت کا باقی رکھنے والا کون ہے۔ بیان کریں تاکہ فقیر بھی اس کا مددگار ہو۔ واقعات کا کچھ اعتبار نہ کریں۔ کہ خیالی ہیں اور کچھ صداقت نہیں رکھتے۔ شیطان بڑا بھاری دشمن ہے اس کے مکروں سے بچنا مشکل ہے۔ اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ مگر جس کو اللہ تعالیٰ بچائے۔ اور حاصل ہوئی ہوئی نسبتوں کے سلب کرنے کے بارہ میں لکھا ہوا تھا۔

میرے مخدوم! وہ سلب کرنا اختیار میں نہ تھا۔ جیسے کہ سامنے ذکر ہوا تھا۔ اب بھی وہ سلب بدستور سے زائل نہیں ہوا۔ اس کو زائل وخیال کرنا وہم وخیال ہے وہ آواز جو دل سے سنیں۔ اس حالت کے ساتھ کچھ تعلق نہیں رکھتی۔ آگ کے انگارے کو جب سرد کرتے ہیں اور آگ اس سے دور ہو جاتی ہے

توپانی ڈالنے کے بعد بھی اس میں آواز باقی رہتی ہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ابھی آگ اس میں پوشیدہ ہے۔ واقعات کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ یہ بات اگر آج پوشیدہ ہے تو منتظر رہیں کل انشاءاللہ تعالیٰ ظاہر ہو جائے گی چونکہ آپ نے بڑے مبالغہ کے ساتھ لکھا ہوا تھا۔ اس واسطے اس کے جواب میں ایسی باتیں لکھی گئیں۔ ورنہ بے موقعہ بات کرنے کو فرصت نہیں ملتی۔

مکتوب ۳۳

برے علما کی مذمت میں جو دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں۔ اور جنہوں نے علم کو دنیا حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا ہے۔ اور علماء زاہد کی تعریف میں جو دنیا سے بے رغبت ہیں ملا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا ہے:۔

علماء کے لئے دنیا کی محبت اور رغبت ان کے جمال کے چہرہ کا بدنما داغ ہے۔ مخلوقات کو اگرچہ ان سے بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ مگر ان کا علم ان کے اپنے حق میں نافع نہیں ہے۔ اگرچہ شریعت کی تکذیب اور مذہب کی تقویت ان پر مترتب ہے۔ مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ تائید و تقویت فاجر فاسق سے بھی ہو جاتی ہے جیسے کہ سید الانبیاء ﷺ نے فاجر آدمی کی تائید کی نسبت خبر دی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

یہ علماء پارس پتھر کی طرح ہیں کہ تانبا اور لوہا جو اس کے ساتھ لگ جائے سونا ہو جاتا ہے اور وہ اپنی ذات میں پتھر کا پتھر ہی رہتا ہے ایسے ہی وہ آگ جو پتھر اور بانس میں پوشیدہ ہے۔ جہان کو اس آگ سے کئی طرح کے فائدے حاصل ہیں۔ لیکن وہ پتھر اور بانس اس اپنی اندرونی آگ سے بے نصیب ہیں۔

بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ علم ان کے اپنے نفس کے حق میں مضر ہے کہ حجت کو ان پر پورا کر دیا۔ اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَالِمٌ لَمْ يَنْفَعْهُ اللّٰهُ بِعِلْمِهٖ (تحقیق لوگوں میں سے زیادہ عذاب کا مستحق قیامت کے دن وہ عالم ہے جس کو اپنے علم سے کچھ نفع حاصل نہ ہوا) اور کیونکر مضر نہ ہو۔ وہ علم جو خدائے تعالیٰ کے نزدیک عزیز اور موجودات میں سے اشرف ہے اس کو دنیائے کمینی یعنی مال و جاہ و ریاست کے حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا ہے حالانکہ دنیا حق تعالیٰ کے نزدیک ذلیل و خوار اور مخلوقات میں سے بدتر ہے۔

پس خدا کے عزیز کو خوار کرنا اور اس کے ذلیل کو عزت دینا بہت برا ہے۔ حقیقت میں خدا تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔ تعلیم دینا اور فتویٰ لکھنا اس وقت فائدہ مند ہے۔ جب کہ خالص اللہ ہی کے لئے ہو اور حب جاہ و ریاست اور مال و بلندی کی آمیزش سے خالی ہو۔ اور اس خالی ہونے کی علامت یہ ہے کہ دنیا میں زاہد ہو۔ اور دنیا و مافیہا سے بے رغبت ہو وہ علماء جو اس بلا میں مبتلا ہیں، اور اس کمینی دنیا کی محبت

میں گرفتار ہیں۔ وہ دنیا کے عالموں میں سے ہیں اور برے عالم اور لوگوں میں سے بدتر اور دین کے چور یہی عالم ہیں حالانکہ یہ لوگ اپنے آپ کو دین کا پیشوا جانتے ہیں اور مخلوقات میں سے اپنے آپ کو بہتر خیال کرتے ہیں۔ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ط اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ط اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ط اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (اور گمان کرتے ہیں کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ خبردار یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ ان پر شیطان نے غلبہ پالیا ہے۔ اور ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ خبردار رہو۔ شیطان کا گروہ گھاٹا کھانے والا ہے)

کسی عزیز نے شیطان لعین کو دیکھا کہ فارغ بیٹھا ہے اور گمراہ کرنے اور بہکانے سے خاطر جمع کیا ہوا ہے۔ اس عزیز نے اس امر کا بھید پوچھا لعین نے جواب دیا کہ اس وقت کے برے عالم میرے ساتھ اس کام میں میرے مددگار ہیں۔ اور مجھ کو اس ضروری کام سے فارغ کر دیا ہے۔

اور واقعی اس زمانے میں جو سستی اور غفلت کہ امور شرعی میں واقع ہوئی ہوئی ہے۔ اور جو فتور کہ مذہب و دین کے رواج دینے میں ظاہر ہوا ہوا ہے۔ سب کچھ ان برے عالموں کی کمبختی اور ان کی نیتوں کی بگڑ جانے کے باعث ہے ہاں وہ علما جو دنیا سے بے رغبت ہیں۔ اور جاہ و ریاست و مال و بلندی کی محبت سے آزاد ہیں۔ علمائے آخرت سے ہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں اور مخلوقات میں سے بہتر یہی علما ہیں کہ کل قیامت کے روز ان کی سیاہی فی سبیل اللہ شہیدوں کے خون کے ساتھ تولی جائے گی۔ اور ان کی سیاہی کا پلا بھاری ہو جائے گا۔ اور نَوْمُ الْعُلَمَاءِ عِبَادَةٌ انہی کے حق میں ثابت ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی نظروں میں آخرت کا جمال پسند آیا اور دنیا کی قباحت اور برائی معلوم ہوئی۔ اس کو بقا کی نظر سے دیکھا۔ اور اس کو زوال کے داغ سے داغدار معلوم کیا۔ اس واسطے اپنے آپ کو باقی کے سپرد کیا اور فانی سے اپنے آپ کو ہٹا لیا۔ آخرت کی بزرگی کا مشاہدہ خدائے تعالیٰ کی بزرگی کے مشاہدہ کا ثمرہ ہے۔ اور دنیا و ما فیہا کو ذلیل و خوار جاننا آخرت کی بزرگی مشاہدہ کرنے کے لوازم سے ہے۔ لِاَنَّ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ضَرَّتَانِ اِنْ رَضِيَتْ اِحْدٰهُمَا سَخِطَتِ الْاُخْرٰى کیونکہ دنیا اور آخرت دونوں سوکنیں ہیں۔ یعنی دو عورتیں ایک مرد کے نکاح میں ہیں۔ ایک راضی ہو گئی تو دوسری ناراض ہو گئی اگر دنیا عزیز ہے تو آخرت خوار۔ اور اگر دنیا خوار ہے تو آخرت عزیز۔ ان دونوں کا جمع ہونا گویا دو ضدوں کا جمع ہونا ہے۔

مَا اَحْسَنَ الدِّيْنَ وَالدُّنْيَا لَوِ اجْتَمَعَا "دین و دنیا گر جمع ہو جائیں تو کیسا خوب ہے"

ہاں بعض مشائخ نے جو اپنی آرزو اور خواہش سے بالکل نکل چکے ہیں۔ بعض نیک نیتوں کے باعث اہل دنیا کی صورت اختیار کی ہے۔ اور بظاہر رغبت کرنے والی دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ اور سب سے فارغ اور آزاد ہیں۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ یہ وہ

بہادر لوگ ہیں جن کو تجارت اور بیع اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

تجارت و بیع ان کو ذکر خدا سے مانع نہیں ہے اور ان امور کے ساتھ تعلق رکھنے کی حالت میں بے تعلق ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ میں نے منیٰ کے بازار میں ایک تاجر کو دیکھا کہ پنجاہ ہزار دینار کم و بیش کی خرید و فروخت کر رہا تھا اور ایک لحظہ بھی اس کا دل حق تعالیٰ سے غافل نہ تھا۔

مکتوب ۳۴

عالم امر کے جواہر خمسہ کو شرح و تفصیل کے ساتھ بیان کرنے میں۔ ملا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا ہے:۔

دونوں جہان کی سعادت کا نقد دونوں جہان کے سردار (حضرت محمد) ﷺ کی اتباع پر وابستہ ہے۔ وہ فلسفی جس نے اپنی بصیرت کی آنکھ میں صاحب شریعت ﷺ کی تابعداری کا سرمہ نہیں ڈالا۔ عالم امر کی حقیقت سے اندھا ہے۔ چہ جائیکہ اس کو مرتبہ وجوب کا شعور ہو۔ اس کی کوتاہ نظر عالم خلق پر لگی ہوئی ہے اور وہاں بھی ناتمام ہے۔

جواہر خمسہ جو اہل فلسفہ نے ثابت کئے ہیں۔ سب عالم خلق میں ہیں۔ نفس و عقل کو جو مجردات سے گنتے ہیں۔ یہ ان کی نادانی ہے۔ نفس ناطقہ خود یہی نفس امارہ ہے۔ جو تزکیہ کا محتاج ہے اور بالذات اس کی ہمت کمینہ پن اور پستی کی طرف ہے۔ عالم امر سے اس کو کیا نسبت اور تجرد کو اس سے کیا مناسبت۔ اور عقل خود معقولات میں سے سوائے ان امور کے جو محسوسات کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے محسوسات کا حکم پیدا کیا ہوا ہے کچھ ادراک نہیں کرتی۔ لیکن جوامر محسوسات کے ساتھ مناسبت ہی نہیں رکھتا۔ اور مشاہدات میں اس کی شبہ و مثال پیدا نہیں ہے وہ عقل کے ادراک میں بھی نہیں آتا۔ اور اس کا بند عقل کی کنجی سے نہیں کھلتا۔ پس عقل کی نظر احکام بیچونی سے کوتاہ ہے۔ اور محض غیب میں گمراہ اور یہ عالم خلق کی علامت ہے۔ عالم امر کی نسبت بیچونی کی طرف ہے اور اس کی توجہ بیچونگی کی جانب۔ عالم امر کی ابتدا مرتبہ قلب سے ہے۔ اور قلب کے اوپر روح اور روح کے اوپر سر اور سر کے اوپر خفی اور خفی کے اوپر اخفیٰ ہے۔ ان پنجگانہ عالم امر کو جواہر خمسہ کہیں۔ تو مناسب ہے۔ کوتاہ نظری سے چند ٹھیکریوں کو جمع کر کے فلسفیوں نے ان کا نام جواہر رکھا ہے۔

عالم امر کے ان جواہر خمسہ کا ادراک کرنا اور ان کی حقیقت پر اطلاع پانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے کامل تابعداروں کا نصیب ہے۔ جب عالم صغیر یعنی انسان میں عالم کبیر کا نمونہ ہے۔ تو عالم کبیر میں بھی ان جواہر خمسہ کے اصول ثابت ہیں۔ انسان کے دل کی طرح عرش مجید عالم کبیر کے ان جواہر کا

مبدا ہے اور اسی مناسبت کی وجہ سے قلب کو بھی عرش اللہ تعالیٰ کہتے ہیں اور جواہر پنجگانہ کے باقی مراتب عرش کے اوپر ہیں۔

عرشِ عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے۔ جس طرح قلب انسان جو عالم صغیر میں عالم خلق اور عالم کے درمیان برزخ ہے۔ قلب اور عرش اگرچہ بظاہر عالم خلق میں ہیں۔ لیکن حقیقت میں عالم امر سے ہیں۔ اور بیچونی اور بچگونی سے کچھ حصہ رکھتے ہیں ان جواہر خمسہ کی حقیقت پر اطلاع پانا۔ اولیاء اللہ میں سے کامل افراد کے لئے مسلم ہے۔ جو مراتب سلوک کو مفصل طور پر طے کر کے نہایت النہایت تک پہنچ گئے۔

ہر گدائے مرد میداں کے شود   پشئہ آخر سلیماں کے شود

گدا ہوتا نہیں ہے مرد سیداں   نہیں مچھر ہے بن سکتا سلیماں

اور اگر محض خدا کے فضل سے کسی صاحب و دولت کی بصیرت کی آنکھ کو مرتبہ وجوب کی تفصیل کے لئے بقدر طاقت کھول دیں۔ تو اس مقام میں بھی ان جواہر کے اصول کا مطالعہ کر لیتا ہے اور ان جواہر صغیرہ اور کبیرہ کو ان جواہر حقیقی کے ظل کی طرح معلوم کر لیتا ہے۔

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

بڑی اعلیٰ ہے یہ دولت ملے اب دیکھئے کس کو

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

عالم امر کے حقائق کے اظہار سے رک جانا پوشیدہ معنوں کی باریکی کے باعث ہے۔ کوتاہ نظر لوگ اس سے کیا حاصل کر سکتے ہیں۔ راسخ العلم اور کامل لوگ جو وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (اور اگر تم لوگوں کو (اسرار الٰہی میں سے بس تھوڑا ہی سا علم دیا گیا ہے) کے شرف سے مشرف ہیں اس ماجرا سے آگاہ ہیں۔

هَنِيْئًا لِّاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا

مبارک منعموں کو اپنی دولت

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز   ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

اچھا نہیں کہ پردہ سے باہر یہ راز ہو   ورنہ ہے راز کونسا جانیں نہ جس کو رند

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ مِنَ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمَاتِ اَتَمُّهَا وَاَدْوَمُهَا اور سلام ہو آپ پر اور لوگوں پر جو ہدایت کے رستہ پر چلے۔ اور جنہوں

نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔ دوسرا یہ دل میں آیا کہ جواہر مقدسہ علیا کا تھوڑا سا بیان لکھا جائے۔

جاننا چاہئے کہ ان جواہر کی ابتدا صفات اضافیہ سے ہے۔ جو وجوب اور امکان کے درمیان برزخوں کی طرح ہیں اور ان کے اوپر صفات حقیقیہ ہیں۔ جن کی تجلیات سے روح کو حصہ حاصل ہے۔ اور قلب کا تعلق صفات اضافیہ سے ہے۔ اور ان کی تجلیات سے مشرف ہے اور ان جواہر علیاء میں سے باقی جواہر جو صفات حقیقیہ کے اوپر ہیں۔ حضرت ذات تعالیٰ کے دائرے میں داخل ہیں۔ اسی لئے ان تینوں مراتب کی تجلیات کو تجلیات ذاتیہ کہتے ہیں۔ ان کی نسبت گفتگو کرنا اچھا نہیں۔

قلم اینجا رسید و سر بشکست
قلم آیا یہاں تو سر گیا ٹوٹ

مکتوب ۳۵

محبت ذاتی کے بیان میں جہانکہ انعام وایلام برابر ہیں۔ میاں حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا ہے۔

نَجَّانَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمْ عَنْ زَيْغِ الْبَصْرِ بِحُرْمَتِ سَيِّدِالْبَشَرِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید البشر ﷺ کی طفیل کجی چشم سے نجات دے۔

سیر وسلوک سے مقصود نفس امارہ کا تزکیہ اور ناپاک کرنا ہے۔ تاکہ جھوٹے خداؤں کی عبادت سے جو نفسانی خواہوں کے وجود سے پیدا ہوتی ہیں۔ نجات حاصل ہو جائے۔ اور حقیقت میں خدائے واحد برحق کے سوا کوئی توجہ کا قبلہ نہ رہے اور دینی یا دنیاوی مقصودوں اور مطلبوں سے کوئی مقصود و مطلب اختیار نہ کریں۔

دینی مقصود ہر چند نیک ہیں۔ لیکن یہ ابرار کا کام ہے۔ مقربین ان کو برائیاں جانتے ہیں۔ اور سوائے واحد برحق کے اور کوئی اپنا مقصود خیال نہیں کرتے۔ یہ دولت فنا کے حاصل ہونے اور محبت ذاتی کے ثابت ہونے پر منحصر ہے۔ کہ اس مقام میں انعام وایلام برابر ہیں۔ عذاب میں وہی لذت ہے جو انعام میں ہے۔ اگر بہشت کو چاہتے ہیں تو اس لئے کہ اس کی رضا کا مقام ہے۔ اور اس کے طلب کرنے میں خدا تعالیٰ کی مرضی ہے اور دوزخ سے پناہ اس واسطے مانگتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے غضب کا مقام ہے۔ نہ تو بہشت سے ان کا مقصود نفس کی لذت کا طلب کرنا ہوتا ہے اور نہ ہی دوزخ سے پناہ مانگنا رنج ومحنت کے باعث۔ کیونکہ جو کچھ محبوب سے آئے۔ ان بزرگواروں کے نزدیک

مرغوب اور عین مطلوب ہوتا ہے۔ كُلُّ مَا يَفْعَلُهُ الْمَحْبُوْبُ مَحْبُوْبٌ۔ محبوب جو کام کرتا ہے وہ بھی محبوب ہی ہوتا ہے۔

اخلاص کی حقیقت یہاں معلوم ہوتی ہے اور جھوٹے خداؤں کی پرستش سے خلاصی اسی جگہ حاصل ہوتی ہے اور کلمہ توحید اس وقت درست ہوتا ہے۔ وَبِدُوْنِهٖ خَرْطُ الْقَتَادِ۔ ورنہ بغیر اس کے بے فائدہ رنج ہے۔

محبت ذاتی کے بغیر جو اسماء وصفت کے ملاحظہ کے بغیر اور محبوب کے انعام واکرام کے وسیلہ کے سوا ہے۔ مقصود حاصل ہونا بہت مشکل ہے اور فنائے مطلق اس شرکت کو جلانے والی محبت کے سوا حاصل نہیں ہوتی۔

مثنوی
عشق آں شعلہ است کہ چون برفروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند در نگرزاں پس کہ بعد از لاچہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت شاد باش اے عشق شرکت سوز ورفت

ترجمہ
عشق کی آتش کا جب شعلہ اٹھا ما سوا معشوق سب کچھ جل گیا
تیغ لا سے قتل غیر حق ہوا بعد ازاں پھر دیکھ باقی کیا رہا
رہ گیا اللہ باقی سب فنا مرحبا اے عشق تجھ کو مرحبا

مکتوب ۳۶

اس بیان میں کہ شریعت دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کی ضامن ہے اور کوئی ایسا مطلب نہیں ہے کہ جس کے حاصل کرنے میں شریعت کے سوا کسی اور چیز کی حاجت پڑے۔ اور طریقت وحقیقت دونوں شریعت کے خادم ہیں اور اس کے مناسب بیان میں۔

ملا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا ہے:۔

حَقَّقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمْ بِحَقِيْقَةِ الشَّرِيْعَتِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِيْنًا۔ حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعت مصطفیٰ ﷺ کی حقیقت سے آگاہ کرلے۔ اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔

شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم وعمل واخلاص۔ جب تک یہ تینوں جزو متحقق نہ ہوں۔ شریعت متحقق نہیں ہوتی۔ اور جب شریعت حاصل ہوگی تو گویا حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوگئی۔ جو دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ اور اللہ تعالیٰ رضامندی سب سے بڑھ کر ہے۔

پس شریعت دنیااور آخرت کی تمام سعادتوں کی ضامن ہے اور کوئی ایسا مطلب باقی نہیں۔ جس کے حاصل کرنے کے لئے شریعت کے سوااور کسی اور چیز کی طرف حاجت پڑے طریقت اور حقیقت جن سے صوفیاو ممتاز ہیں۔ تیسری جزو یعنی اخلاص کے کامل کرنے میں شریعت کی خادم ہیں۔ پس ان دونوں کی تکمیل سے مقصود شریعت کی تکمیل ہے نہ کوئی اور امر شریعت کے سوا۔

احوال و مواجید اور علوم و معارف جو صوفیا کو اثنائے راہ میں حاصل ہوتے ہیں۔ اصلی مقصود نہیں ہیں۔ بلکہ وہم وخیالات ہیں۔ جن سے طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے۔ ان سب سے گزر کر مقام رضا تک پہنچنا چاہئے۔ جو مقام جذبہ اور سلوک کا نہایت ہے۔ کیونکہ طریقت اور حقیقت کی منزلیں طے کرنے سے یہ مقصود ہے کہ اخلاص حاصل ہو جائے۔ جو مقام رضا کو مستلزم ہے۔ تین قسم کی تجلیوں اور عارفانہ مشاہدوں سے گزار کر ہزاروں میں سے کسی ایک کو اخلاص اور مقام رضا کی دولت تک پہنچاتے ہیں۔ بے سمجھ لوگ احوال و مواجید کو اصلی مقصودہ جانتے ہیں اور مشاہدات اور تجلیات کو اصل مطلب خیال کرتے ہیں۔ اسی واسطے وہم وخیال کی قید میں گرفتار رہتے ہیں اور شریعت کے کمالات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَاتَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ اَللّٰهُ يَجْتَبِىْٓ اِلَيْهِ مَن يَّشَآءُ وَيَهْدِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (مشرکین کو وہ بات بڑی بھاری اور مشکل معلوم ہوتی ہے جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف برگزیدہ کرلیتا ہے۔ اور اپنی طرف اسی کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف جھکتا ہے۔)

ہاں مقام اخلاص کا حاصل ہونا۔ اور مرتبہ رضا تک پہنچنا ان احوال و مواجید کے طے کرنے اور ان علوم و معارف کے ثابت ہونے پر وابستہ اور منحصر ہے۔

پس یہ سب باتیں مطلوب حاصل کرنے کے لئے اسباب اور مقصود تک پہنچنے کے لئے وسیلہ ہیں۔

اس مطلب کی حقیقت حضرت حبیب اللہ ﷺ کی طفیل اس فقیر پر اس راستہ میں پورے دس سال کے بعد واضح و ظاہر ہوئی۔ اور شریعت کا معشوق کماحقہ جلوہ گر ہوا۔ اگرچہ ابتدا ہی سے احوال و مواجید کی گرفتاری نہ رکھتا تھا۔ اور شریعت کی حقیقت سے متحقق ہونے کے بغیر اور کوئی مطلب مدنظر نہ رکھتا۔ لیکن دس سال کے بعد اصل حقیقت کماحقہ ظاہر ہوئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ مُبَارَكًا اِلَيْهِ۔

مغفرت پناہ میاں شیخ جمال کے فوت ہونے سے تمام اہل اسلام کو غم والم لاحق ہوا ان کے مخدوم زادوں کے ہاں فقیر کی طرف سے ماتم پرسی کی رسم بجالا کر فاتحہ پڑھیں۔ والسلام

مکتوب ۳۷

سنت نبوی ﷺ کی تابعداری پر برانگیختہ کرنے اور نسبت نقشبندیہ قدس سرہم کے حاصل کرنے کے لئے ترغیب دینے میں شیخ محمد خیری کی طرف لکھا ہے:۔

آپ کا پاک اور بزرگ مکتوب جو ازروئے کرم کے خاکسار کے نام لکھا ہوا تھا۔ اس کے مطالعہ سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ پر اپنی استقامت اور ثابت قدمی کے بارہ میں لکھا ہوا تھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ۔ حق تعالیٰ اس طریقہ عالیہ کے بزرگواروں کی برکت سے بیشمار ترقیاں عطا فرمائے۔

ان کا طریقہ سرخ گندھک یعنی اکسیر ہے اور سنت نبوی ﷺ کی تابعداری پر منحصر ہے۔

یہ فقیر اپنے نقد وقت یعنی موجودہ حال کی نسبت لکھتا ہے کہ بہت مدت تک علوم و معارف اور احوال و مواجید بہاری بادل کی طرح گرتے رہے اور جو کام کرنا چاہئے تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کر دیا۔ اب سوائے اس کے اور کوئی آرزو نہیں رہی کہ نبی ﷺ کی سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی جاوے۔ اور احوال و مواجید اہل ذوق کے لئے مسلم رہیں۔

آپ کو چاہئے کہ باطن کو خواجگان قدس سرہم کی نسبت سے معمور رکھیں۔ اور ظاہر کو نبی ﷺ کی تابعداری سے آراستہ و پیراستہ بنائیں۔

کار ایں است غیر ایں ہمہ ہیچ
اصل مطلب ہے یہی باقی ہے ہیچ

نماز پنجگانہ اول وقت میں ادا کیا کریں۔ مگر موسم سرما کی عشاء کہ رات کے تیسرے حصہ تک اس میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ فقیر اس امر میں بے اختیار ہے۔ نہیں چاہتا کہ نماز کے ادا کرنے میں سر مو تاخیر واقع ہو۔ اور بشریت کا عجز اس سے مستثنیٰ ہے۔

مکتوب ۳۸

ذات بحت کے ساتھ جو اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کے اعتبار سے پاک و منزہ ہے۔ گرفتار ہونے میں اور ناقص لوگوں کی مذمت میں جو چون کو بیچون تصور کر کے اس میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور اہل فنا کے مرتبوں کے تفاوت میں کہ جن پر علوم و معارف وغیرہ کا تفاوت مترتب ہے۔ یہ بھی شیخ محمد خیری کی طرف لکھا ہے:۔

آپ کا مکتوب شریف پڑھ کر خوشی کا باعث ہوا۔ حق تعالیٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور ایک لحظہ بھی اپنے غیر کے حوالہ نہ کرے۔ جو کچھ حق تعالیٰ کی ذات بحت کے سوا ہے اس کی تعبیر غیر سے کی گئی

ہے۔اگر چہ اسماء وصفات ہوں۔اور یہ جو متکلمین نے لاھو و لا غیرہ کہا ہے اس کے اور معنے ہیں اور غیر سے ان کی مراد غیر اصطلاحی ہے اور انہی معنے میں نفی کی ہے نہ معنی مطلب سے۔اور نفی خاص نفی عام کو مستلزم نہیں ہے اور حق تعالیٰ کی ذات بحت سے سلب یعنی نفی کے سوا اور کچھ تعبیر نہیں کر سکتے۔اس مرتبہ میں جو اثبات ہے وہ الحاد ہی ہے اور تمام تعبیروں سے بہتر تعبیر اور تمام عبارتوں سے جامع عبارت لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ہے۔جس کا فارسی ترجمہ بیچون اور بے چگون ہے۔اور علم اور شہود اور معرفت کو اس کی طرف راہ نہیں۔جو کچھ دیکھتے اور جانتے اور پہچانتے ہیں۔یہ سب اس کا غیر ہے۔ان کے ساتھ گرفتار ہونا اس کے غیر کے ساتھ گرفتار ہونا ہے۔پس لا الہ کے نیچے لا کر ان سب کی نفی ضروری ہے۔اور کلمہ الا اللہ کے ساتھ اس ذات بیچون و بیچگون کا اثبات کرنا لازم ہے اور یہ اثبات اول میں تقلید کے طور پر ہے اور اخیر میں تحقیق کے طور پر۔

بعض سالکوں نے نہایت مطلب تک نہ پہنچ کر چون کو بیچون تصور کیا ہے اور شہود و معرفت کو اس کی طرف دخل دیا ہے۔تقلید والے لوگ ان سے کئی درجے بہتر ہیں۔کیونکہ ان کی تقلید نور نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے چراغ سے حاصل کی گئی ہے۔جس کی طرف سہو و خطا کو راہ نہیں ہے اور ناقص لوگوں کا مقتدا غیر صحیح یعنی غلط کشف ہے۔

ببیں تفاوت راہ از کجا ست تا بکجا
دیک رستہ کا فرق ہے کس قدر

درحقیقت یہ لوگ ذات کے منکر ہیں۔کیونکہ اگرچہ شہود ذات کا اثبات کرتے ہیں۔مگر جانتے کہ نفس اثبات عین انکار ہے۔

امام المسلمین امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے۔سُبْحَانَكَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ وَلٰكِنْ عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ حق عبادت کا ادا نہ ہونا خود ظاہر ہے۔لیکن حق معرفت کا حاصل ہونا اس بنا پر ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات میں نہایت معرفت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اس کو بیچونی اور بیچگونی کے ساتھ پہچان لیں۔

کوئی بیوقوف یہ گمان نہ کرے کہ اس معرفت میں عام و خاص اور مبتدی اور منتہی برابر ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ اس نے علم و معرفت کے درمیان فرق نہیں کیا ہے۔مبتدی کو صرف علم ہی علم ہے اور منتہی کو معرفت۔اور معرفت سوائے فنا کے نہیں ہوتی۔اور یہ دولت فانی کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔مولانا روم فرماتے ہیں۔

ہیچکس را تا نگردد او فنا نیست رہ دربار گاہ کبریا

ترجمہ جب تلک کوئی نہ ہو جائے فنا　　تب تلک ملتا نہیں اس کو خدا

پس جب معرفت علم سے الگ ہے تو پھر جاننا چاہئے کہ مشہور دانش کے سوا وہ ایک ایسا امر ہے جس کو معرفت سے تعبیر کرتے ہیں اور اسی کو ادراک بسیط بھی کہتے ہیں۔

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہر زہ نیست　　ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

ترجمہ نہیں حافظ کہ یہ بیہودہ فریاد　　عجب ہے ماجرا اس کا سراسر

مثنوی اتصالے بے تکیف بے قیاس　　ہست رب الناس را باجان ناس

لیک گفتم ناس را نسناس نہ　　ناس غیر از جان جاں اشناس نہ

ترجمہ ہے خدا کا اپنے بندوں سے اک ایسا اتصال　　جس کی کیفیت کا پانا اور سمجھنا ہے محال

ذکر ہے یا ناس کا نسناس کا ہرگز نہیں　　ناس غیر از عارف کامل نہیں ہوتا کہیں

اور جب فنا میں بھی مرتبے مختلف ہیں تو اس واسطے منتہیوں کو بھی معرفت میں ایک دوسرے پر فضیلت میں ہوگی۔ یعنی جس کی فنا زیادہ کامل ہوگی اس کی معرفت بھی زیادہ کامل ہوگی۔ جس کی فنا کم ہوگی۔ اس کی معرفت بھی کم ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس۔

سبحان اللہ! بات کس طرف چلی گئی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اپنی بے حاصلی اور نامرادی اور بے استقامتی اور ناشانی کی نسبت کچھ لکھتا۔ اور دوستوں سے مدد طلب کرتا۔ مجھے اس قسم کی باتوں سے کیا نسبت۔ بیت

آنکہ از خویشتن چو نیست جنیں　　چہ خبر دارد از چنان و چنیں

ترجمہ واقف اپنے سے جب نہیں ہے جنیں　　پھر وہ جانے کیا چنان و چنیں

لیکن بلند ہمت اور ذاتی خصلت اجازت نہیں دیتی کہ کمینے مرتبوں اور سفلی سرمایہ کی طرف اتر آئے۔ یا ان کی طرف التفات کرے۔ اگر کہے تو اسی کی نسبت کہے۔ اگرچہ کچھ نہیں کہہ سکتا اور اگر ڈھونڈے تو اسی کو ڈھونڈے۔ اگرچہ کچھ نہ پائے اور اگر کچھ حاصل ہو وہی ہو اگرچہ کچھ حاصل نہ ہو اور اگر واصل ہو تو اسی کے ساتھ واصل ہو۔ اگرچہ بے حاصل ہی رہے۔

بعض بزرگواروں قدس سرہم کی عبارتوں میں جو شہود ذاتی واقع ہے۔ اس کے معنے کاملوں کے سوا کسی اور پر ظاہر نہیں ہیں۔ ناقصوں کے لئے ان معنوں کا سمجھنا مشکل ہے۔

حال پختہ در نیابد ہیچ خام　　پس سخن کوتاہ باید والسلام

ترجمہ حال کامل کا نہیں جانے ہے خام　　پس سخن کوتاہ چاہئے والسلام

آپ نے خط کے عنوان کو کلمہ هُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ سے آراستہ کیا ہوا تھا۔ میرے مخدوم! هُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ درست ہے۔ لیکن کچھ مدت گزری ہے کہ فقیر اس عبارت سے توحید کے معنی نہیں سمجھتا۔

اور ان کے معنی سمجھنے میں علماء کے موافق ہے۔ اور توحید والوں کی درستی سے ان کی درستی بہتر و بڑھ کر معلوم ہوئی ہے۔ كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ ہر ایک کے لئے ایسی چیز کا حاصل ہونا آسان ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ مصرعہ

ہر کسے راہ بہر کارے ساختند

ترجمہ ہر اِک کو بنایا ہے ہر اِک کام کی خاطر

جو کچھ اس انسان پر ضروری ہے اور اس کے ساتھ مکلّف ہے وہ اوامر کی تابعداری کرنا اور نواہی سے رک جانا ہے۔ مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ جو کچھ رسول تمہارے پاس لائے اس کو پکڑلو۔ اور جس سے تم کو منع کرے ہٹ جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

اور جب انسان اخلاص سے مامور ہے اور وہ بغیر فنا کے حاصل نہیں ہوتا اور محبت ذاتی کے بغیر میسر نہیں تو اس واسطے فنا کے مقدمات یعنی دس مقامات کو حاصل کرنا چاہئے اگرچہ فنا خدا کی محض بخشش ہے لیکن اس کے مقدمات اور مبادی کسب سے تعلق رکھتے ہیں ہاں بعض ایسے بھی لوگ ہیں جن کو فنا کی حقیقت سے مشرف کرتے ہیں۔ بغیر اس بات کے کہ مقدمات کو حاصل کریں اور ریاضتوں اور مجاہدوں سے اپنی حقیقت کو مصفا کریں اور اس وقت اس کا حال دو صورت سے خالی نہیں ہے یا اس کو نہایت النہایت میں کھڑا رکھتے ہیں یا ناقصوں کی تکمیل کیلئے عالم کی طرف اس کو لوٹاتے ہیں۔

بر تقدیر اوّل اس کی سیر مقامات مذکورہ میں واقع نہیں ہوتی اور اسمائی اور صفاتی تجلّیات کی تفصیلوں سے بیخبر رہتا ہے اور بر تقدیر ثانی جب اس کو عالم کی طرف لوٹاتے ہیں تو اس کی سیر مقامات کی تفصیل پر واقع ہوتی ہے اور بے نہایت تجلّیات سے اس کو مشرف کرتے ہیں ظاہر میں مجاہد کی صورت رکھتا ہے۔ لیکن حقیقت میں کمال ذوق اور لذّت میں ہے۔ بظاہر ریاضت میں ہے اور باطن میں نعمت و لذت ہے۔

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

ترجمہ بڑی اعلیٰ سے یہ دولت ملی اب دیکھئے کس کو

یہ نہیں کہا جاتا کہ جب خلاص اس قسم کے امور میں سے ہے جن کی تابعداری واجب ہے اور بغیر فنا کے اس کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ پس علمائے ابرار اور صلحائے اخیار جو فنا کی حقیقت سے مشرف نہیں ہوئے۔ اخلاص کے ترک سے عاصی ہوں۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ نفس اخلاص ان کو حاصل ہے اگرچہ اخلاص بعض افراد کے ضمن میں ہو اور فنا کے بعد کمال اخلاص حاصل ہو جاتا ہے اور اس کے تمام افراد کو شامل ہو جاتا ہے اسی واسطے یہ کہا گیا ہے کہ اخلاص کی حقیقت بغیر فنا کے متصور نہیں ہوتی اور یہ نہیں کہا کہ نفس اخلاص بغیر فنا کے متحقق نہیں ہوتا۔

مکتوب ۳۹

اس بیان میں کہ کام کا مدار دل پر ہے۔ نرے ظاہری عملوں اور رسمی عبادتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ وغیرہ وغیرہ کے بیان میں شیخ محمد خیری کی طرف لکھا ہے:-

حق تعالیٰ سید البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طفیل جو کجی چشم سے پاک ہیں اپنے غیر کی طرف سے ہٹالے اور اپنی پاک جناب کی طرف توجہ عنایت فرمائے۔

کام کا مدار دل پر ہے اگر دل حق تعالیٰ کے غیر میں گرفتار ہے تو خراب اور ابتر ہے صرف ظاہری اعمال اور رسمی عبادتوں سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ ماسوائے حق کی طرف توجہ کرنے سے دل کو سلامت رکھنا اور اعمال صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور شریعت نے جن کے بجالانے کیلئے حکم کیا ہے۔ دونوں درکار ہیں۔ بدنی نیک عملوں کے بجالانے کے بغیر دل کی سلامتی کا دعویٰ کرنا باطل ہے۔ جس طرح اس جہان میں بدن کے بغیر روح کا ہونا ناممکن ہے ویسے ہی دل کے احوال بدنی نیک عملوں کے بغیر محال ہیں اس زمانہ میں اکثر ملحد اس قسم کے دعویٰ کئے بیٹھے ہیں۔ نَجَّانَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنْ مُعْتَقِدَ اتِهِمُ السُّوْءِ بِصَدْقَةِ حَبِيْبِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ حق تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صدقے ان کے ایسے بُرے عقائد سے نجات بخشے۔

مکتوب ۴۰

مقام اخلاص کے حاصل کرنے کے بیان میں جو شریعت کے تینوں حصوں میں سے ایک حصہ ہے اور اس جزو کے کامل کرنے میں طریقت و حقیقت دونوں شریعت کے خادم ہیں وغیرہ وغیرہ کے بیان میں شیخ محمد خیری کی طرف لکھا ہے:-

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى نَبِيِّهٖ وَنُسَلِّمُ میرے مخدوم! سلوک کی منزلوں کو طے کرنے اور جذبہ کے مقامات کو قطع کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس سیر و سلوک سے مقصود مقام اخلاص کا حاصل کرنا ہے جو آفاقی اور انفسی معبودوں کی فنا پر منحصر ہے اور یہ اخلاص شریعت کے اجزا میں سے ایک جزو ہے کیونکہ شریعت کے تین جزو ہیں علم و عمل و اخلاص۔

پس طریقت و حقیقت دونوں شریعت کے تیسرے جزو یعنی اخلاص کی تکمیل کیلئے شریعت کے خادم ہیں۔ اصل مقصود تو یہی ہے مگر ہر ایک کا فہم یہاں تک نہیں پہنچتا۔ اکثر اہل جہان نے خواب و خیال کے ساتھ آرام کیا ہوا ہے اور بناوٹ اور منقّی یعنی بیہودہ اور نکمی باتوں پر کفایت کی ہے۔ وہ شریعت کے کمالات کو کیا سنتے ہیں اور طریقت اور حقیقت کا کیا پتہ لگا سکتے ہیں۔ شریعت کو پوست خیال کرتے ہیں اور حقیقت کو مغز جانتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ صوفیا کی بیہودہ باتوں پر مغرور اور احوال

و مقامات پر فریفتہ ہیں۔ هٰذَا هُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ سَوَاءَ الطَّرِيْقِ وَالسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے اور ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر سلام ہو۔

مکتوب ۴۱

حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روشن اور بزرگ سنّت کی تابعداری کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ طریقت اور حقیقت شریعت کو کامل کرنے والی ہیں اور اس بیان میں کہ علوم شرعیہ اور علوم صوفیہ کے درمیان جو مقام صدیقیت میں ولایت کے مرتبوں میں سے اعلیٰ مرتبہ ہے فائض ہوتے ہیں۔ ہرگز مخالفت نہیں ہے اور اس کے مناسب بیان میں شیخ درویش کی طرف لکھا ہے:-

حق تعالیٰ اپنے نبی اور ان مسمی بزرگوار آں صلی اللہ علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طفیل ظاہر و باطن کو حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت کی متابعت سے آراستہ پیراستہ کرے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حق تعالیٰ کے محبوب ہیں اور جو چیز کہ خوب اور مرغوب ہے وہ حق تعالیٰ کے مطلوب اور محبوب کیلئے ہے۔ اسی واسطے حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ بیشک تو بڑے خلق پر ہے اور نیز فرماتا ہے اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ تو مرسلین میں سے ہے اور راہ راست پر ہے اور نیز فرماتا ہے۔ اِنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْماً فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ بیشک یہ میرا راستہ سیدھا ہے تم اس پر چلو اور راستوں پر نہ چلو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ملت کو صراط مستقیم کہا اور اس کے ماسوائے کو ٹیڑھے راستوں میں داخل فرمایا اور ان کی تابعداری سے منع فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خدا کا شکر کرتے ہوئے اور خلق کو ہدایت کا نشان بتلاتے ہوئے فرمایا ہے کہ خَيْرَ الْهُدٰى هَدْىُ مُحَمَّدٍ سب ہدایتوں سے بہتر ہدایت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے۔ اَدَّبَنِيْ رَبِّيْ فَاَحْسَنَ تَادِيْبِيْ مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور میری تعلیم اور تادیب اچھی طرح کی اور باطن ظاہر کو پورا کرنے والا ہے اور بال بھر بھی ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتے۔ مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور دل سے جھوٹ کا خطرہ دور کرنا طریقت اور حقیقت ہے۔ یعنی اگر یہ نفی تکلف اور بناوٹ سے ہے تو طریقت ہے اور اگر تکلف کے بغیر حاصل ہے تو حقیقت ہے۔ پس حقیقت میں باطن جس کو طریقت اور حقیقت کہتے ہیں۔ ظاہر کو جو شریعت ہی پورا اور کامل کرنے والا ہے۔

پس اگر طریقت و حقیقت کی راہ پر چلنے والوں میں سے اثنائے راہ میں ایسے امور سرزد ہوں جو بظاہر

شریعت کے مخالف ہیں تو وہ سکر وقت اور غلبہ حال پر مبنی ہیں اور اگر اس مقام سے گزار کر صحو میں لے آئیں تو وہ مخالفت رفع ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے کے مخالف علوم سب کے سب دور ہو جاتے ہیں۔

مثلاً صوفیہ سکر کے باعث احاطہ ذاتی کے قائل ہوئے ہیں اور بالذات حق تعالیٰ کو عالم کا محیط جانتے ہیں یہ حکم اہل حق لوگوں کی راؤوں کے مخالف ہے کیونکہ یہ لوگ احاطہ علمی کے قائل ہیں۔ حقیقت میں علماء کی رائیں بہت ہی بہتر ہیں اور اگر یہی صوفیہ اس بات کے قائل ہوں کہ حق تعالیٰ کی ذات کسی حکم کے ساتھ محکوم نہیں ہوتی اور کسی علم سے معلوم نہیں ہوتی تو اس میں احاطہ اور سریان کے ساتھ حکم کرنا اس قول کے مخالف ہے اور واقعی حق تعالیٰ کی ذات بیچون اور بچگون ہے اور کسی حکم کو اس کی طرف راہ نہیں۔ وہاں حیرت و نادانی ہے اور اس مقام میں جہل صرف اور محض سرگردانی ہے۔ اس پاک جناب میں احاطہ و سریان کی کیا مجال ہے ہاں ایک بات ہے جس کے سبب ان صوفیہ کی طرف سے جو ان حکام کے قائل ہیں عذر خواہی کی جائے اور کہا جائے کہ ذات سے ان کی مراد تعین اول ہے اور چونکہ اس کو متعین پر زائد نہیں جانتے اس لئے اس تعین کو عین ذات کہتے ہیں اور وہ تعین اول جو وحدت تعبیر کیا گیا ہے تمام ممکنات میں جاری و ساری ہے تو اس لحاظ سے احاطہ ذاتی کے ساتھ حکم کرنا درست ہے یہاں ایک اور دقیقہ ہے جس کا جاننا ضروری ہے۔

جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کی ذات علمائے اہل حق کے نزدیک بیچون اور بچگون ہے اور اس کے سوا جو کچھ ہے اس پر زائد ہے اور وہ تعین بھی اگر ان کے نزدیک ثابت ہو جائے تو زائد ہو گا اور اس کو حضرت ذات بیچون کے دائرے سے باہر جانیں گے۔ پس اس کے احاطہ کو ذاتی نہ کہیں گے۔ پس علما کی نظر صوفیہ کی نظر سے بلند ہے اور صوفیہ کے نزدیک جو ذات ہے وہ ان علماء کے نزدیک ماسوائے میں داخل ہے اور قرب و معیت ذاتی بھی اسی قیاس پر ہیں اور باطنی معارف و شریعت کے ظاہری علوم کے درمیان پورے اور کامل طور پر موافقت کا ہونا یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے امور میں بھی مخالفت کی مجال نہ رہے۔ مقام صدیقیت میں ہے جو تمام مقام ولایت سے بالاتر مقام ہے اور مقام صدیقیت سے بڑھ کر مقام نبوت ہے۔ جو علوم نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو وحی کے ذریعے پہنچے ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو الہام کے طور پر منکشف ہوئے ہیں۔ ان دونوں علموں کے درمیان صرف وحی اور الہام کا فرق ہے۔ پھر مخالفت کی کیا مجال ہو گی اور مقام صدیقیت کے سوا اور جس قدر مقام ہیں ان میں ایک قسم کا سکر متحقق ہے صحو تام صرف مقام صدیقیت ہی میں ہے۔

دوسرا فرق ان دونوں علموں کے درمیان یہ ہے کہ وحی میں قطع ہے اور الہام میں ظن کیونکہ وحی بذریعہ فرشتہ کے ہے اور فرشتے معصوم ہیں۔ ان میں خطا کا احتمال نہیں اور الہام اگرچہ محل عالی رکھتا ہے

جسے قلب کہتے ہیں اور قلب عالم امر سے ہے لیکن قلب کا عقل اور نفس کے ساتھ ایک قسم کا تعلق ثابت ہے اور نفس اگرچہ تزکیہ کے ساتھ مطمئنہ ہو جائے لیکن اپنی صفات سے ہرگز نہیں بدلتا۔ اسی واسطے اس مقام میں خطا کی مجال ظاہر ہے۔

جاننا چاہئے کہ نفس کے مطمئنہ ہو جانے کے باوجود اس کی صفات کے باقی رکھنے میں بڑے فائدے اور نفع ہیں۔ اگر نفس بالکل اپنی صفت کے ظہور سے روکا جائے تو ترقی کا راستہ بند ہو جائے اور روح فرشتہ کا حکم پیدا کر لے اور اپنے مقام میں بند رہ جائے کیونکہ ترقی کا حاصل ہونا نفس کی مخالفت کے باعث ہے۔ اگر نفس میں مخالفت نہ رہی تو ترقی کیسی ہو گی۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کفار کے جہاد سے واپس آئے تو آپ نے فرمایا رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ ۔ نفس کے جہاد کو جہاد اکبر فرمایا اور نفس کی مخالفت اس مقام میں عزیمت واولیٰ کے ترک سے ہے بلکہ ترک عزیمت کے ارادہ کرنے سے ہے کیونکہ اس مقام میں نفس کی مخالفت ترک عزیمت کے تحقق وثبوت سے ناممکن ہے اور اسی ارادہ سے اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس قدر ندامت اور پشیمانی اور التجا اور عاجزی حاصل ہوتی ہے کہ ایک سال کا کام ایک گھڑی میں حاصل ہو جاتا ہے۔

اب ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں یہ بات مقرر اور ثابت ہے کہ جس چیز میں محبوب کے اخلاق اور خصلتیں پائی جاتی ہیں۔ محبوب کے تابع ہونے کی وجہ سے وہ چیز بھی محبوب ہو جاتی ہے یہ اس رمز کا بیان ہے جو اس آیت کریمہ میں ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری میں کوشش کرنا مقام محبوبیت تک لے جانے والا ہے پس ہر ایک دانا اور عقل مند پر واجب ہے کہ ظاہر و باطن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال تابعداری میں کوشش کرے بات بہت لمبی ہو گئی ہے امید ہے کہ معذور فرمائیں گے۔

سخن کا جمال جب جمیل مطلق کی طرف سے ہے تو جس قدر لمبا ہو جائے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَاداً لِّكَلِمَاتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّیْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا۔ اگر اللہ کی باتیں لکھنے کے لئے سمندروں کی سیاہی چلائی جائے تو سمندر ختم ہو جائیں مگر اللہ کے کلمات نہ لکھے جائیں۔ اگرچہ اتنے سمندر اور اس کے ساتھ ملائے جائیں۔

اب بات کو کسی اور طرف لے جانا چاہئے۔ حامل رقعہ ہذا مولانا محمد حافظ صاحبِ علم ہے اور اس کا عیال بہت ہے۔ گزارے کا سبب نہ ہونے کے باعث لشکر کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ اگر توجہ فرما کر فتح کے نشان والی اور سرداری اور شرافت کے مرتبہ والی سرکار شیخ جیو سے کچھ وظیفہ یا امداد اس کے واسطے

مقرر کرادیں تو آپ کی کمال بخشش ہو گی زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔

مکتوب ۴۲

اس بیان میں کہ دل کی حقیقت جامع سے ماسوئے اللہ کی محبت کے زنگار کو دور کرنے والی سب سے بہتر چیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی تابعداری ہے شیخ درویش کی طرف لکھا ہے:

سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ اَبْقَاکُمْ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت اور قائم رکھے جب تک انسان کا دل پراگندہ تعلقات سے آلودہ ہے تب تک محروم اور مہجور ہے۔ دل کی حقیقت جامع کے آئینے سے ماسوئے اللہ کی محبت کے زنگار کو دور کرنا ضروری ہے اور دل سے زنگار کو دور کرنے والی بہتر چیز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگ وروشن سنّت کی تابعداری ہے۔ جس کا مدار نفسانی عادتوں کے رفع کرنے پر ہے یعنی جس سے تمام نفسانی عادتیں اور رسمیں دور ہو جاتی ہیں۔ فَطُوْبٰی مِنْ شَرُفَ بِھٰذِہِ النِّعْمَۃِ الْعُظْمٰی وَ وَیلِ مِّنْ ھٰذِہِ الدَّوْلَۃِ الْقُصْوِی پس اس شخص کے لئے مبارکبادی ہے۔ جس کو اس بھاری نعمت کا شرف حاصل ہوا اور افسوس ہے اس شخص پر جو اعلیٰ دولت سے محروم ہوا۔

باقی مقصود یہ ہے کہ جناب اخی اعزی میاں مظفر ولد شیخ گھورن مرحوم شریف بزرگوں کی اولاد میں سے ہیں اور ان کے متعلقین بہت سے ہیں۔ ان کی حالت قابل رحم ہے۔ زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی آپ پر اور ہدایت کی راہ پر چلنے والوں پر سلام ہو۔

مکتوب ۴۳

اس بیان میں کہ توحید دو قسم کی ہے۔ شہودی اور وجودی اور وہ جو ضروری ہے توحید شہودی ہے جس سے فنا متعلّق ہے اور توحید شہودی عقل وشروع کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتی برخلاف توحید وجودی کے اور ان مشائخ کے اقوال کی جو توحید وجودی میں نظر کرنے والے ہیں توحید شہودی کی طرف تاویل کرنی چاہئے تاکہ مخالفت کی گنجائش نہ رہے اور توحید شہودی مرتبہ عین الیقین میں سے ہے۔ جو حیرت کا مقام ہے اور جب اس مقام سے گزر کر حق الیقین تک پہنچتے ہیں تو اس قسم کے احوال واقوال سے کنارہ کرتے ہیں اور اس مضمون کے مناسب سوالوں اور جوابوں اور روشن مثالوں کے بیان میں۔ سرداری کی پناہ والے، شرافت کے مرتبہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:

سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ سُبْحَانَہٗ وَ عَصَمَکُمْ عَمَّا یَصِحُکُمُ وَ صَانَکُمْ عَمَّا شَانَکُمْ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے اور اس چیز سے بچائے جو آپ کو عیب لگائے اور محفوظ رکھے۔ آپ کو اس چیز سے

جو آپ کو دھبہ لگائے وہ توحید جو اثنائے راہ میں اس بزرگ گروہ کو حاصل ہوتی ہے۔ دو قسم پر ہے توحید شہودی اور توحید وجودی۔

توحید شہودی ایک کو دیکھنا ہے یعنی ایک کے سوا سالک کو کچھ مشہود نہیں ہوتا اور توحید وجودی۔ ایک موجود کو جاننا اور اس کے غیر کو نابود سمجھنا اور غیر کو معلوم جاننے کے باوجود اس ایک کا مظہر اور جلوہ خیال کرنا ہے۔ پس توحید وجودی علم الیقین کی قسم سے ہے اور توحید شہودی عین الیقین کی قسم سے۔ توحید شہودی اس راہ کی ضروریات سے ہے کیونکہ فنا اس توحید کے بغیر ثابت نہیں ہوتی اور مرتبہ عین الیقین اس کے سوا میسر نہیں ہوتا کیونکہ اس میں ایک کو غلبہ کے ساتھ دیکھنا اس کے ماسوا کے نہ دیکھنے کو مستلزم ہے۔ بر خلاف توحید وجودی کے کہ وہ ایسی نہیں ہے یعنی ضروری نہیں ہے کیونکہ علم الیقین بغیر اس معرفت کے حاصل ہے کیونکہ علم الیقین اس کے ماسوا کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس ایک کے علم کا غلبہ اس کے ماسوا کے علم کی نفی کو مستلزم ہے۔ مثلاً ایک شخص کو آفتاب کے وجود کا علم حاصل ہو گیا تو اس یقین کا غلبہ اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ستاروں کو اس وقت نیست و نابود جانے لیکن جب آفتاب کو دیکھے گا اس وقت ستاروں کو دیکھے گا اور آفتاب کے سوا اس کو کچھ نظر نہ آئیگا اور اس وقت بھی جب کہ ستاروں کو نہیں دیکھتا وہ جانتا ہے کہ ستارے موجود ہیں لیکن چھپے ہوئے ہیں اور سورج کی روشنی میں مغلوب ہیں اور یہ شخص ان لوگوں کے ساتھ جو اس وقت میں ستاروں کے وجود کی نفی کرتے ہیں انکار کے مقام میں ہے اور جانتا ہے کہ یہ معرفت صحیح نہیں ہے پس توحید وجودی کہ جس میں ماسوائے ذات حق کی نفی ہے۔ عقل و شرع کے ساتھ مخالف ہے۔ بر خلاف توحید شہودی کے کہ ایک کے دیکھنے میں کچھ مخالفت نہیں ہے۔ مثلاً آفتاب کے طلوع ہونے کے وقت ستاروں کی نفی کرنا اور ان کو معدوم سمجھنا خلاف واقع ہے لیکن ستاروں کو اس وقت نہ دیکھنا کچھ مخالف نہیں ہے بلکہ وہ نہ دیکھنا بھی آفتاب کی روشنی کے غلبہ اور دیکھنے والے کی کمزوری کے باعث ہے۔ اگر دیکھنے والے کی آنکھ اسی آفتاب کی روشنی سے روشن ہو جائے اور قوت پیدا کرے تو ستاروں کو آفتاب سے جدا دیکھے گا اور یہ دیکھنا حق الیقین میں ہے۔

پس بعض مشائخ کے اقوال جو بظاہر شریعت حقہ کے مخالف نظر آتے ہیں اور بعض لوگ ان کو توحید وجودی پر حمل کرتے ہیں۔

مثلاً منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ کا انا الحق کہنا اور بایزید بسطامی علیہ الرحمتہ کا **سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِیْ** پکارنا وغیرہ وغیرہ۔

بہتر اور مناسب یہ ہے کہ ان اقوال کو توحید شہودی پر محمول کیا جائے اور مخالفت کو دور کیا جائے۔

جب ماسوائے حق ان کی نظر سے مخفی ہو گیا۔ تو غلبہ حال کے وقت اس قسم کے الفاظ ان سے سرزرد ہوئے اور حق کے سوا اس کے غیر کو ثابت نہ کیا اور انا الحق کے معنے یہ ہیں کہ حق ہے اور میں نہیں ہوں۔ جب وہ اپنے آپ کو نہیں دیکھتا تو اثبات نہیں کرتا نہ یہ کہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور اس کو حق کہتا ہے کہ یہ خود کفر ہے۔ اس جگہ کوئی یہ نہ کہے کہ اثبات نہ کرنا نفی تک پہنچا دیتا ہے اور وہ بعینہ توحید وجودی ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ اثبات کے نہ کرنے سے نفی لازم نہیں آتی بلکہ اس مقام میں حیرت ہے۔ احکام سب کے سب ساقط ہوئے ہوئے ہیں اور سبحانی میں بھی حق تعالیٰ کی تنزیہ ہے نہ اس کی اپنی تنزیہ کہ وہ بالکل اپنی نظر سے دور ہو چکا ہوا ہے اور کوئی حکم اس کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا اس قسم کی باتیں مقام عین الیقین میں جو مقام حیرت ہے بعض لوگوں سے ظاہر ہوتی ہیں۔ جب اس مقام سے ترقی کر کے حق الیقین تک پہنچتے ہیں تو اس قسم کی باتوں سے کنارہ کرتے ہیں اور حد اعتدال سے تجاوز نہیں کرتے اس زمانہ میں اس گروہ میں سے بہت لوگ جو اپنے آپ کو صوفیوں کے لباس میں ظاہر کرتے ہیں۔ توحید وجودی کو شائع کیا ہوا ہے اور اس کے سوا کچھ کمال نہیں جانتے اور علم الیقین ہی کو کمال سمجھ کر عین الیقین سے رکے ہوئے ہیں۔ مشائخ کے اس قسم کے اقوال کی اپنے خیالی معنوں کے مطابق تاویل کرتے ہیں اور انہی خیالی معنوں کو اپنے زمانہ کا مقتدا بنایا ہوا ہے اور اپنے کھوٹے بازار کو ان خیالی باتوں سے رواج دیا ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ متقدمین مشائخ میں سے بعض کی عادتوں میں بھی ایسے الفاظ واقع ہیں۔ جس سے صاف طور پر توحید وجودی ثابت ہوتی ہے تو وہ اس بات پر محمول ہیں کہ ابتدا میں علم الیقین کے مقام میں ان سے اس قسم کے الفاظ سرزد ہوئے ہیں اور آخر کار ان کو اس مقام سے گزار کر عین الیقین تک لے گئے ہیں اس بات سے کوئی یہ نہ کہے کہ توحید وجودی والے بھی جیسا کہ ایک جانتے ہیں ایک ہی دیکھتے ہیں۔ پس عین الیقین سے ان کو بھی حصہ حاصل ہے کیونکہ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ توحید وجودی والوں نے توحید شہودی کی مثالی صورت کو دیکھا ہے نہ یہ کہ توحید شہودی سے متحقق ہوئے ہیں اور توحید شہودی کو اپنی اس صورت مثالی کے ساتھ درحقیقت کچھ مناسبت نہیں ہے کیونکہ اس توحید کے حاصل ہونے کے وقت حیرت ہے اور اس مقام میں کسی امر کے ساتھ حکم نہیں ہے اور اس توحید وجودی والا توحید مشہودی کی مثالی صورت کے مشاہدہ کرنے کے باوجود بھی علم الیقین والوں میں سے ہے کیونکہ ماسوائے اللہ کے وجود کی نفی کرتا ہے اور یہ نفی مقولہ علم الیقین کے احکام میں سے ایک حکم ہے اور حیرت اور علم ایک دوسرے کے ساتھ جمع نہیں ہوتے۔

پس ثابت ہوا کہ توحید وجودی والا عین الیقین سے کچھ حصہ نہیں رکھتا۔ ہاں توحید شہودی والے کو مقام حیرت کے بعد اگر ترقی واقع ہو جائے تو مقام معرفت میں جو حق الیقین ہے لیجاتے ہیں اور اس

مقام میں علم و حیرت دونوں جمع ہو جاتے ہیں اور وہ علم جو حیرت کے بغیر اور حیرت سے پہلے ہے وہ علم الیقین ہے۔

یہ جواب اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ مثلاً کسی شخص نے مقام بادشاہت کے ساتھ مناسبت ہونے کی وجہ سے خواب میں اپنے آپ کو بادشاہ دیکھا اور بادشاہت کے لوازم اپنے آپ میں معلوم کئے تو معلوم ہے کہ وہ بادشاہ نہیں ہوا ہے بلکہ بادشاہت کی مثالی صورت کو اپنے آپ میں دیکھا ہے اور حقیقت میں بادشاہت کو اس مثالی صورت کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے ہاں اس شہود سے اگرچہ صورت مثالی میں ہو اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص اس مثالی صورت کی حقیقت کے متحقق ہونے کی استعداد رکھتا ہے۔ اگر ریاضت و مجاہدہ سے اس کی حالت اچھی ہو جائے اور خدائے تعالیٰ کی عنایت اس کے شامل حال ہو جائے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے لیکن قوت سے فعل تک بہت فرق ہے۔

بہت لوہے آئینہ بننے کی قابلیت رکھتے ہیں مگر جب تک آئینہ نہ بن جائیں تب تک بادشاہوں کے ہاتھ میں نہیں پہنچتے اور بادشاہوں کا جمال حاصل نہیں کر سکتے۔ اوہو۔ میں کہاں جا پڑا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ان پوشیدہ علوم کے لکھنے کا باعث یہ ہے کہ اکثر اس زمانہ میں بعض لوگوں نے تقلید سے اور بعضوں نے مجرد علم سے اور بعضوں نے اجمالی طور پر علم اور ذوق کے ملنے سے اور بعضوں نے الحاد اور زندقہ سے اس توحید وجودی کا دامن ہاتھ میں لیا ہوا ہے اور سب کچھ حق سے جانتے ہیں بلکہ حق ہی جانتے ہیں اور اپنی گردنوں کو شرعی تکلیف کی رسی سے بالکل نکالتے جانتے ہیں اور احکام شرعیہ کے بجا لانے میں سستی کرتے ہیں اور اس معاملہ پر بڑے خوش و خرم ہیں اور اگر امور شرعیہ کے بجالانے کا اقرار بھی کریں تو اپنے آپ کو طفیلی جانتے ہیں اور اصلی مقصود شریعت کے سوا کچھ اور خیال کرتے ہیں۔ حاشاو کلا ہر گز ہر گز ایسا نہیں ہے ایسے برے اعتقاد سے اللہ کی پناہ طریقت اور شریعت ایک دوسرے کی عین ہیں اور بال بھر ان کے درمیان فرق نہیں ہے۔ فرق صرف اجمال اور تفصیل اور استدلال اور کشف کا ہے۔ جو کچھ شریعت کے مخالف ہے مردود ہے۔ "كُلُّ حَقِيقَةٍ رَدَّتْهُ الشَّرِيعَةُ فَهُوَ زَنْدِقَةٌ" اور جس حقیقت کو شریعت نے رد کر دیا وہ زندقہ ہے۔

شریعت کو اپنی جگہ پر قائم رکھ کر حقیقت کو طلب کرنا بہادروں کا کام ہے۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ اِيَّاكُمُ الْاِسْتِقَامَةَ عَلٰى مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْبَشَرِ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ ظَاهِراً وَ بَاطِنًا اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو ظاہر باطن میں حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت پر استقامت عطا فرمائے۔ (آمین)

معرفت کی پناہ والے ہمارے قبلہ گاہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کچھ مدت توحید وجودی

والوں کا مشرب رکھتے تھے اور اپنے رسالوں اور خطوں میں بھی اس کو ظاہر فرماتے تھے لیکن آخر کار حق تعالیٰ نے اپنی کمال عنایت سے اس مقام سے ترقی عطا فرما کر شاہراہ میں ڈالا اور اس معرفت کی تنگی سے خلاصی بخشی۔

میاں عبدالحق جو حضرت قدس سرہ کے مخلص یاروں میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ مرض موت سے ایک ہفتہ پہلے حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ مجھے عین الیقین سے معلوم ہو گیا کہ توحید وجودی ایک تنگ کوچہ ہے اور شاہراہ اور ہے اس سے پہلے بھی جانتا تو تھا مگر اب ایک قسم کا یقین حاصل ہوا ہے اور یہ فقیر بھی کچھ مدت حضرت قدس سرہٗ کی درگاہ میں اسی توحید کا مشرف رکھتا تھا اور اس طریق کی تائید میں مقدمات کشفیہ بہت ظاہر ہوئے تھے لیکن خدائے تعالیٰ کی عنایت نے اس مقام سے گزار کر اس مقام کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا مشرف فرمایا ہے اس سے زیادہ لکھنا طول کلامی ہے۔

میاں شیخ زکریا اپنے پرگنہ سے بار بار لکھتے ہیں اور آپ کی خدمت علیہ میں بہت نیاز مندی ظاہر کرتے ہیں اور معاملہ کروڑی گری یعنی تحصیلداری سے ڈرتے ہیں اور علوم اسباب میں آپ کی مقدس بارگاہ سے التجا رکھتے ہیں اور بظاہر آپ کی توجہ عالی کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہیں رکھتے۔ آپ کی عنایت کے امیدوار ہیں کہ جس طرح آگے آپ نے ان کی نوازش کی ہے اب بھی دستگیری فرمائیں اور حادثوں کی بھیڑیوں سے محفوظ رکھیں اور کمال ادب کے باعث بذریعہ عرض نہیں کر سکتے فقیر کی طرف رجوع کر کے اپنا احوال ظاہر کرتے ہیں امید ہے کہ آپ ان کا سوال قبول کریں گے۔

مکتوب ۴۴

حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعریف میں اور اس بیان میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شریعت کی تصدیق کرنے والے تمام امتوں سے بہتر اور اس کے جھٹلانے والے تمام بنی آدم سے بدتر ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روشن سنت کی تابعداری کی ترغیب میں سرداری کے پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:

آپ کا بزرگ مرحمت نامہ بڑے اچھے وقت میں صادر ہوا اور اس کے مطالعہ سے شرف حاصل ہوا۔ لِلّٰہِ الْحَمْدُ سُبْحَانَہٗ وَالْمِنَّۃُ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ آپ کو فقر محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی میراث حاصل ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ فقرا کے ساتھ ملتے جلتے اور ان سے محبت رکھتے ہیں۔ یہ بے سروسامان فقیر نہیں جانتا کہ اس کے جواب میں کیا لکھے۔ سوائے اس کے کہ چند فقرے عربی عبارت میں جو آپ کے بزرگوار خیر العرب صلی اللہ علیہ والِہٖ وسلم کے فضائل میں ماثور ہیں لکھے اور اس سعادت نامہ کو اپنی آخرت کی نجات کا وسیلہ بنائے نہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ

وسلم کی تعریف کرے بلکہ اپنی کلام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے آراستہ کرے۔ شعر

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّداً مَقَالَتِی لٰکِن مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٖ

ترجمہ غرض سخن سے نہیں مدح صاحب لولاک

سوائے اس کے کہ میرا سخن ہو جائے پاک

فَاَقُوْلُ وَ بِاللّٰہِ سُبْحَانَہُ الْعِصْمَۃُ والتَّوْفِیْقُ ۔ پس میں کہتا ہوں اور اللہ ہی سے عصمت اور توفیق ہے۔

تحقیق حضرت محمد اللہ کے رسول اور حضرت آدم کی اولاد کے سردار ہیں اور قیامت کے دن اور لوگوں کی نسبت زیادہ تابعداروں والے ہونگے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب اولین و آخرین سے بزرگ ہیں اور پہلے ہیں جو قبر سے نکلیں گے اور اول ہیں جو شفاعت کرینگے اور اول ہیں جن کی شفاعت قبول ہو گی اور اول ہیں جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے دروازہ کھول دے گا اور قیامت کے دن لواء حمد کے اٹھانے والے ہیں۔ جس کے نیچے آدم اور باقی انبیاء علیہم السلام ہوں گے اور وہ وہ ذات مبارک ہیں جنہوں نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہم ہی آخرین ہیں اور ہم ہی آگے بڑھنے والے ہیں اور میں یہ بات فخر سے نہیں کہتا کہ میں اللہ کا دوست ہوں اور میں پیغمبروں کا پیش رو ہوں اور کچھ فخر نہیں اور میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں اور کچھ فخر نہیں اور میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کیا تو ان میں سے بہتر خلقت میں مجھے پیدا کیا پھر ان کو دو گروہ بنایا اور مجھے ان میں سے اچھے گروہ میں کیا پھر ان کے قبیلے بنائے اور مجھے ان میں سے بہتر قبیلے میں بنایا۔ پھر ان کو گھروں میں تقسیم کیا اور مجھے ان میں سے بہتر گھر والوں میں پیدا کیا۔ پس میں ازروئے نفس اور گھر کے ان سب سے بہتر ہوں اور میں سب لوگوں سے اول نکلوں گا جب وہ قبروں سے نکالے جائیں گے اور میں ان کا رہنما ہوں جب کہ وہ گروہ گروہ بنائے جائیں گے اور میں ان کا خطیب ہوں جب وہ خاموش کرائے جائیں گے اور میں ان کا شفیع ہوں جب وہ روکے جائیں گے اور میں ان کو خوشخبری دینے والا ہوں جب وہ ناامید ہو جائیں گے اور کرامت اور جنت کی کنجیاں اور لواء حمد اس دن میرے ہاتھ میں ہو گا اور میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولاد آدم سے بزرگ ہوں۔ ہزار خادم میرے گرد طواف کریں گے۔ جو خوشنما آبدار موتیوں کی طرح ہونگی (یعنی حور و غلماں) اور جب قیامت کا دن ہو گا میں نبیوں کا امام اور ان کا خطیب اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا اور مجھے اس بات کا فخر نہیں ہے۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ خلقت کو پیدا نہ کرتا اور اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا اور آپ نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ میں تھے یعنی ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔

نماند بعصیاں کسے در گرو کہ دارد چنیں سیّد پیشرو

ترجمہ: عوض گناہ کے پکڑا نہ جائیگا وہ کبھی   کہ جس کا رہنما پیشواہو ایسا نبی

پس ناچار ایسے پیغمبر سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرنے والے تمام امتوں سے بہتر ہیں کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ اُن کے حال کے مصداق ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلانے والے سب بنی آدم سے بدتر ہیں اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْراً وَّ نِفَاقاًان کے احوال کا نشان ہے۔

دیکھئے کس صاحب نصیب کو حضور کی سنت سنیہ کی تابعداری سے نوازش کرتے ہیں اور حضور کی پسندیدہ شریعت کی متابعت سے سرفراز فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی حقیقت کو تصدیق کرنے کے بعد تھوڑا سا عمل بھی بجالانا عمل کثیر کے برابر ہے۔

اصحاب کہف نے اتنا بڑا درجہ صرف ایک ہی نیکی کے باعث حاصل کیا اور وہ نور ایمانی کے ساتھ دشمنوں کے غلبہ کے وقت خدائے تعالیٰ کے دشمنوں سے ہجرت کر جانا تھا۔ مثلاً سپاہی دشمنوں اور مخالفوں کے غلبہ کے وقت اگر تھوڑا سا بھی تردد کریں تو اس قدر نمایاں ہوتا ہے اور اس کا اتنا اعتبار ہوتا ہے کہ امن کی حالت میں اس سے کئی گنا اعتبار میں نہیں آسکتا اور نیز جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدائے تعالیٰ کے محبوب ہیں تو حضور کے تابعدار بھی آپ کی تابعداری کے باعث محبوبیت کے درجے تک پہنچ جاتے ہیں کیونکہ محب اور عاشق اس آدمی کو بھی جس میں اپنے محبوب کی عادتیں اور خصلتیں دیکھتا ہے اپنا محبوب ہی جانتا ہے اور مخالفوں کو اسی پر قیاس کرنا چاہیئے۔

محمد عربی کہ آبروئے ہر دوسرا است   کسے کہ خاکِ درش نیست خاک برسر او

ترجمہ   وسیلہ دو جہاں کی آبرو کا ہیں نبی سرور

پڑے خاک اس کے سر پر جو نہیں ہے خاک اس در کی

اگر ہجرت ظاہری میسر نہ ہو سکے تو باطنی ہجرت کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ خلقت کے درمیان رہ کر ان سے الگ رہنا چاہیئے۔ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی امر پیدا کر دے گا۔

موسم نوروز آگیا ہے اور معلوم ہے کہ ان دنوں میں وہاں کے رہنے والے معاملہ کو پراگندہ رکھتے ہیں۔ اس ہنگامہ کے گزر جانے کے بعد اگر خدائے تعالیٰ نے چاہا تو امید ہے کہ آپ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوگا۔ زیادہ لکھنا موجب تکلیف ہے۔ ثَبَّتَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی جَادَّۃِ اٰبَائِکُمُ الْکِرَامِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ عَلَیْھِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے بزرگ باپ دادوں کے طریق پر ثابت قدم رکھے۔ آپ پر اور ان پر قیامت تک سلام ہو۔

مکتوب ٤٥

یہ بھی سرداری اور شرافت کے پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ یہ مکتوب اپنے پیر دستگیر کے اس جہان فانی سے کوچ کر جانے کے بعد لکھا تھا اور چونکہ خانقاہ کے فقرا کی ظاہری تقویت شیخ موصوف سے منسوب تھی۔ اس لئے اس کا شکر کر کے انسان کی جامعیت کی وجہ کو جو انسان کے کمال کا بھی اور نقصان کا بھی موجب ہے۔ بیان کیا ہے اور ماہ مبارک رمضان شریف کے فضائل اور اس کے مناسب ذکر کئے ہیں۔

ثَبَّتَكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلٰى جَادَّةِ اٰبَائِكُمُ الْكِرَامِ وَ سَلَّمَكُمْ عَنْ مُوْجِبَاتِ التَّلَهُّفِ وَالتَّاَسُّفِ بِمُرُوْرِ الشُّهُوْرِ وَالْاَيَّامِ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے بزرگ باپ دادوں کے راستہ پر ثابت قدم رکھے اور مہینوں اور دنوں کی گردش کے باعث غم واندوہ کے حادثوں سے سلامت رکھے۔

خدا کے دوست اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اس کو محبت ہے) کے موافق خدا کے ساتھ ہیں لیکن بدنی تعلق اس معیت اور اتصال کے درمیان ایک قسم کا مانع ہے۔ اس عنصری پیکر سے جدا ہونے اور ظلمانی صورت سے الگ ہونے کے بعد قرب در قرب اور اتصال در اتصال ہے۔ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ (موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملاتا ہے) انہی معنوں کا بیان ہے اور آیت کریمہ وَ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ (جو شخص اللہ تعالیٰ کا دیدار چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ آنے والا ہے) کا مضمون جو مشتاقوں کے لئے ایک قسم کی تسلی ہے۔ اسی رمز کو بیان کرتا ہے لیکن ہم پس ماندوں کا خیال بزرگوں کی حضور کی دولت کے بغیر خراب وابتر ہے اور بزرگوں کی روحانیات سے فیض حاصل کرنا چند شرطوں پر مشروط ہے کہ ہر ایک کو ان شرطوں کے پورا کرنے کی مجال نہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے کہ اس ہولناک حادثہ اور وحشت ناک واقعہ کے باوجود ان بے سروسامان فقرا کا مربی اور مددگار بھی دین ودنیا کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلبیت سے مقرر ہوا ہے جو اس سلسلۂ علیہ کے انتظام اور نسبت نقشبندیہ کی جمعیت کا وسیلہ ہے۔

ہاں یہ نسبت علیہ بھی جو اس ملک میں بہت غریب ہے اور اس نسبت والے لوگ ان ملکوں میں بہت تھوڑے ہیں۔ چونکہ اہل بیت کی نسبت کی طرح ہے تو اس کا مربی بھی اہل بیت ہی سے ہونا مناسب ہے۔ اور اس کی تقویت کیلئے بھی انہی نسبت والوں سے ہونا بہتر ہے تاکہ اس بڑی دولت کی تکمیل غیر کے حوالہ نہ ہو جائے جس طرح اس بڑی نعمت کا شکر فقرا پر واجب ہے اسی طرح اس دولت کا شکر بھی ان کے ذمے لازم ہے انسان جس طرح باطنی جمعیت کا محتاج ہے۔ اسی طرح ظاہری جمعیت کی بھی اس

کو احتیاج ہے بلکہ یہ احتیاج مقدم ہے بلکہ تمام مخلوقات میں سے زیادہ محتاج انسان ہے اور یہ احتیاج کی زیادتی اس کو اس کی جامعیت کے سبب سے ہے اور جو کچھ سب کے لئے درکار ہے وہ اس اکیلے کو درکار ہے اور جس جس چیز کی طرف محتاج ہے اس کے ساتھ اس کا تعلق بھی ہے۔ پس اس کے تعلق سب سے زیادہ ہیں اور ہر ایک تعلق خدائے تعالیٰ کی طرف سے روگردانی کا باعث ہے۔ پس اس لحاظ سے تمام مخلوقات میں سے زیادہ محروم انسان ہے۔

گشت محروم از مقام محرمی　　پایہ آخر آدم است و آدمی
نیست از وے ہیچکس محروم تر　　گر نگردد باز مسکیں زیں سفر

ترجمہ: رتبہ انسان ہے سب سے اخیر　　اس لئے محروم تر ہے یہ فقیر
گر نہ لوٹے اس سفر سے یہ گدا　　ہے پھر اس کے حال پر واحسرتا

حالانکہ تمام مخلوقات میں سے اس کے افضل اور اشرف ہونے کا سبب بھی یہی وجہ جامعیت ہے اس لئے کہ اس کا آئینہ پورا اور کامل ہے اور جو کچھ تمام مخلوقات کے آئینوں میں ظاہر ہے وہ اس کے ایک ہی آئینہ میں روشن ہے۔ پس اس جہت سے تمام مخلوقات سے بہتر اور اچھا انسان ہے اور مذکورہ بالا جہت سے سب سے بدتر بھی یہی ہے۔ اسی انسان کی نسل سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور اسی سے ابوجہل علیہ اللعنۃ اس میں شک نہیں کہ خدائے تعالیٰ کی توفیق سے ان فقرا کی ظاہری جمعیت کے ضامن اور کفیل آپ ہی ہیں۔ باطنی جمعیت کے بارہ میں بھی اَلْوَ کَدُ سِرٌّ لِاَبِیہِ (بیٹا باپ کا نمونہ ہوتا ہے) کے موافق بڑی بھاری امید ہے چونکہ آپ کا عنایت نامہ رمضان شریف میں صادر ہوا ہے اس لئے دل میں گزرا کہ اس بڑے قدر والے مہینے کے کچھ فضائل لکھے جائیں۔

جاننا چاہئے کہ رمضان کا مہینہ بڑا بزرگ ہے عبادت نفلی از قسم نماز و روزہ و صدقہ وغیرہ جو اس مہینہ میں ادا کی جائے۔ دوسرے دنوں کے فرضوں کے ادا کرنے کے برابر ہے اور اس مہینے کے فرضوں کا ادا کرنا دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں کے ادا کرنے کے برابر ہے۔

اگر کوئی شخص اس مہینہ میں روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کو بخش دیتے ہیں اور اس کی گردن کو دوزخ سے آزاد کر دیتے ہیں اور اس کو روزہ دار کے اجر کے برابر اجر عطا کرتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر کو کم کریں اور ایسے ہی اگر کوئی شخص اپنے غلاموں کی خدمت میں کمی کرے تو حق تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور اس کی گردن دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔

رمضان کے مہینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیدیوں کو آزاد کر دیا کرتے تھے اور جو کچھ آپ سے کوئی مانگتا اس کو دے دیتے تھے۔

اگر کسی شخص کو اس مہینے میں خیرات اور اعمال صالح کی توفیق حاصل ہو جائے تو تمام سال تک توفیق اس کے شامل حال رہتی ہے اور اگر یہ مہینہ پراگندگی سے گزرا تو تمام سال ہی پراگندہ گزرتا ہے۔ جہاں تک ہو سکے اس مہینے کی جمعیت میں کوشش کرنی چاہئے اور اس مہینے کو غنیمت جاننا چاہئے اس مہینے کی ہر رات میں کئی ہزار دوزخ کے لائق آدمیوں کو آزاد کرتے ہیں اور اس مہینے میں بہشت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیر ڈالے جاتے ہیں اور رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور افطار میں جلدی کرنا اور سحر گی کو دیر سے کھانا سنت ہے۔

اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑا مبالغہ کرتے تھے اور شاید سحر گی کی تاخیر اور افطار کی جلدی میں اپنے عجز واحتیاج کا اظہار ہے جو مقام بندگی کے مناسب ہے اور کھجور یا چھوہارہ سے افطار کرنا سنت ہے اور افطار کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی پیاس دور ہو گئی اور رگیں تر ہو گئیں اور اجر ثابت ہو گیا انشاء اللہ تعالیٰ۔

تراویح کا ادا کرنا اور قرآن مجید کا ختم کرنا اس مہینے میں سنت موکدہ ہے اور اس سے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ وَفَّقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِحُرْمَةِ حَبِيْبِهٖ عَلَيْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وَاٰلِہٖ وسلم کے طفیل ہم کو ان کاموں کی توفیق دے۔

باقی یہ تکلیف دیتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ عین رمضان شریف میں پہنچا ورنہ حکم کے بجالانے میں اپنے آپ کو معاف نہ رکھتا۔ ماہ مبارک کے بعد کی نسبت کی گفتگو کرنا۔ غیب سے حکم کرنا ہے اور بڑی لمبی امید سے خبر دینے والا ہے۔ غرض جس طرح آپ کی مرضی ہو گی اس میں کسی طرح اپنے آپ کو معاف نہ رکھے گا کیونکہ آپ کے ظاہری باطنی حقوق ہم فقرا کے ذمے ثابت ہیں۔

حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ جیو کے حقوق تم سب پر ثابت اور مقرر ہیں اس جمعیت کا باعث آپ ہی ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو ہمیشہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی بزرگ آل رضی اللہ عنہم کی طفیل پسندیدہ اعمال کی توفیق بخشے۔ اس سے زیادہ لکھنا باعث تکلیف ہے۔

مکتوب ٤٦

اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کا وجود اور اس کی وحدت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت بلکہ تمام جو کچھ آپ اللہ کی طرف سے لائے ہیں سب بدیہی ہیں اور کسی فکر اور دلیل کے محتاج نہیں ہیں اور اس مضمون کے واضح کرنے میں بہت دلائل بیان کئے ہیں۔ یہ مکتوب بھی سرداری اور شرافت کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:

ثَبَّتَكُمُ اللّٰهُ عَلٰی جَادَّةِ اٰبَائِکُمُ الْکِرَامِ عَلٰی اَوَّلِهِمْ وَاَفْضَلِهِمْ اَوَّلاً وَ عَلٰی بَوَاقِیْهِمْ ثَانِیاً اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے بزرگ باپ دادوں کے راستہ پر ثابت قدم رکھے اول ان سب میں سے اوّل اور افضل پر اور پھر ان میں سے باقیوں پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

حق تعالیٰ کا وجود اور ایسے ہی ان کی وحدت بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت بلکہ جو کچھ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں سب بدیہی ہیں اور کسی فکر اور دلیل کے محتاج نہیں ہیں۔ بشرطیکہ قوت مدرکہ ردّی آفتوں اور باطنی مرضوں سے سلامت اور تندرست ہو کیونکہ ان امور میں نظر و فکر سے کام لینا قوت مدرکہ میں کسی علت و آفت کے موجود ہونے سے ہے لیکن مرض قلبی سے نجات پانے اور باطنی آنکھوں کے آگے سے پردہ دور ہو جانے کے بعد بداہت ہی بداہت ہے

مثلاً صفراوی آدمی جب تک مرض صفرا میں گرفتار ہے قند اور نبات کی شیرینی اس کے نزدیک دلیل کی محتاج ہے لیکن اس بیماری سے خلاصی پا جانے کے بعد کسی دلیل کی حاجت نہیں اور یہ احتیاج جس کا مبدو بیماری کا ہونا ہے بداہت کے مخالف نہیں ہے۔

بیچارہ احول جو ایک شخص کو دو دیکھتا ہے اور اس شخص کے ایک نہ ہونے کا حکم کرتا ہے معذور ہے اور احول میں بیماری کا ہونا اس شخص کے ایک ہونے کو بداہت سے خارج نہیں کرتا اور نہ ہی دلیل کی طرف محتاج کرتا ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ استدلال کا میدان بہت تنگ ہے اور دلیل کے ذریعے یقین کا حاصل ہونا بہت مشکل ہے۔ پس یقینی ایمان حاصل کرنے کے لئے دلی امراض کا دور کرنا ضروری ہے۔ صفراوی مزاج والے کو نبات و قند کی شیرینی کے یقین حاصل کرنے کے لئے صفراوی مرض کا دور کرنا اس بات سے نہایت ضروری ہے کہ نبات و قند کی شیرینی کے یقین پر دلیل قائم کرے۔

بھلا دلیل سے اس کو کس طرح یقین حاصل ہو سکتا ہے جب کہ اس کا وجدان اور ذوق صفراوی بیماری کے باعث نبات کے کڑوا ہونے کا حکم کرتا ہے اور ایسے ہی حال ہے جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں کیونکہ نفس امارہ بالذات احکام شرعیہ کا منکر ہے اور بالطبع ان کے برخلاف حکم کرنے والا ہے۔ پس ان سچے احکام کے ساتھ بذریعہ دلیل کے یقین حاصل کرنا جب کہ استدلالی وجدان ان کے انکار کا حکم کرتا ہے۔ بہت دشوار ہے۔ پس نفس کا پاک کرنا نہایت ضروری ہے بغیر تزکیہ کے یقین حاصل ہونا مشکل ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا تحقیق خلاص ہو گیا جس نے اس کو پاک کیا اور محروم رہا جس نے اس کو آلودہ کیا۔

پس ثابت ہوا کہ اس روشن شریعت اور ظاہر ملت کا منکر نبات کی مٹھاس کے منکر کی طرح ہے۔

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

ترجمہ: اگر کوئی ہے خود اندھا گناہ خورشید کا کیا ہے

پس سیر و سلوک اور تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے مقصود یہ ہے کہ باطنی آفتیں اور دلی امراض کہ جن کی نسبت فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ میں ارشاد کیا گیا ہے دور ہو جائیں تا کہ ایمان کی حقیقت حاصل ہو جائے اور ان امراض و آفات کے باوجود اگر ایمان ہے تو صرف ظاہری اور رسمی طور پر ہے کیونکہ نفس امارہ کا وجدان اس کے برخلاف حکم کرتا ہے اور اپنے کفر کی حقیقت پر اڑا ہوا ہے۔ اس قسم کے ایمان اور ظاہری تصدیق کی مثال ایسی ہے۔ جیسے قند و نبات کی مٹھاس کے ساتھ صفراوی مزاج والے کا ایمان کہ اس کا وجدان اس کے برخلاف گواہ ہے۔ شکر کی شیرینی کے ساتھ حقیقی یقین کا حاصل ہونا مرض صفراوی کے دور ہو جانے کے بعد متصور ہے۔ پس تزکیہ نفس اور اس کے اطمینان کے بعد ایمان کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے اور اس قسم کا ایمان زوال سے محفوظ ہے۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ایسے ایمان والے لوگوں کے حق میں صادق ہے۔

شَرَّفَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِشَرْفِ هٰذَا الْاِیْمَانِ الْکَامِلِ الْحَقِیْقِیْ بِحُرْمَةِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْقُرَشِیْ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَ مِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی امی قریشی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہم کو اس قسم کے کامل اور حقیقی ایمان سے مشرف فرمائے۔ آمین

مکتوب ۴۷

یہ بھی سرداری کے پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ سابقہ زمانوں کی شکایت کرنے کے بیان میں جب کہ کفار غالب تھے اور اہل اسلام خوار اور بے اعتبار اور اس بات کی ترغیب میں کہ بادشاہت کی ابتدا میں اگر دین کی ترقی اور رواج میسر ہو جائے تو بہتر ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی گمراہ اور خلقت کو گمراہ کرنیوالا درمیان میں آکر اہل اسلام کے کارخانہ میں خلل ڈال دے اور پہلے زمانہ کی طرح کر دے۔

ثَبَّتَکُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلٰی جَادَّةِ اٰبَائِکُمُ الْکِرَامِ عَلٰی اَفْضَلِهِمْ سَیِّدِ الْکَوْنَیْنِ اَوَّلًا وَ عَلٰی بَوَاقِیْهِمْ ثَانِیًا اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ۔ حق تعالیٰ آپ کو بزرگ باپ دادا کے رستہ پر ثابت قدم رکھے اول ان میں سے افضل یعنی سرداری والے دوجہان پر اور پھر باقیوں پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

بادشاہ کی نسبت جہان کے ساتھ ایسی ہے جیسے دل کی نسبت بدن کے ساتھ اگر دل اچھا ہے تو بدن بھی اچھا ہے اگر دل بگڑ جائے تو بدن بھی بگڑ جاتا ہے ایسے ہی جہان کی بہتری بادشاہ کی بہتری پر منحصر ہے اور اس کے بگڑنے پر جہان کا بگڑنا وابستہ ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ گزشتہ زمانہ میں اہل اسلام کے سر پر کیا کیا گزرا ہے۔ گزشتہ زمانہ میں باوجود

کمال غریب ہونے کے اہل اسلام پر اس قسم کی خرابی اور تباہی نہ گزری تھی کہ مسلمان اپنے دین پر قائم رہتے اور کفار اپنے طریق پر۔ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَ لِیَ دِیْنِ اسی مضمون کا بیان ہے اور گزشتہ زمانہ میں کافر غلبہ پا کر دار اسلام میں کفر کے احکام جاری کرتے تھے اور مسلمان اسلام کے احکام جاری کرنے سے عاجز تھے اور اگر کرتے تھے تو قتل کئے جاتے تھے۔

ہائے افسوس! حق تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تصدیق کرنے والے ذلیل وخوار تھے اور ان کے منکر عزت واعتبار میں۔ مسلمان زخمی دلوں کے ساتھ اسلام کی ماتم پرسی کرتے تھے اور دشمن ہنسی ٹھٹھا کر کے ان کے زخموں پر نمک چھڑکتے تھے۔ ہدایت کا آفتاب گمراہی کے پردہ میں چھپا ہوا تھا اور حق کا نور باطل کے پردوں میں آ گیا تھا۔ آج کہ دولت اسلام کی ترقی اور بادشاہ اسلام کی تخت نشینی کی خوشخبری خاص وعام کے کانوں میں پہنچی۔ اہل اسلام نے اپنے اوپر لازم جانا کہ بادشاہ کے مددگار اور معاون ہوں اور شریعت کے رواج دینے اور مذہب کے تقویت دینے میں اس کی رہنمائی کریں۔ خواہ یہ امداد و تقویت زبان سے ہو سکے خواہ ہاتھوں سے۔ سب سے بڑھ کر مدد کتاب و سنت اور اجماع امت کے طریق پر شرعی مسائل کو بیان کرنا اور کلامیہ عقیدوں کا ظاہر کرنا ہے تا کہ کوئی بدعتی اور گمراہ درمیان آ کر راستہ سے نہ بہکاوے اور کام خراب نہ کر دے۔ اس قسم کی امداد علمائے اہل حق سے مخصوص ہے جو آخرت کی طرف توجہ رکھتے ہیں اور علمائے دنیا کا جن کا مقصود ہمہ تن دنیا کمینی ہے اُن کی صحبت زہر قاتل ہے اور ان کا فساد متعدی ہے۔

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند او خویشتن گم است کرا رہبری کند

ترجمہ: وہ عالم جو کہ ہر دم تن کو پالے وہ خود گمرہ ہے کس کو رہ بتائے

گزشتہ زمانہ میں جو بلا اسلام کے سر پڑ آئی وہ اسی جماعت کی کم بختی کے باعث تھی۔ بادشاہوں کو انہوں نے ہی بہکایا۔ بہتر مذہب جنہوں نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا ہے ان کے مقتدا اور پیشرو یہی بُرے علما ہیں۔ علما کے سوا ایسے لوگ بہت کم ہیں جو گمراہ ہوئے ہوں اور ان کی گمراہی کا اثر اور لوگوں تک پہنچا ہو۔

اکثر جاہل اس زمانہ صوفیوں کا لباس پہن کر برے علما کا حکم رکھتے ہیں۔ ان کا فساد بھی متعدی ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص باوجود طاقت کے کسی قسم کی بھی مدد نہ کرے اور کارخانہ اسلام میں فتور پڑ جائے۔ تو اس کوتاہی کرنے والے کو سزا دی جائے گی۔ اس لئے یہ فقیر بے سروسامان بھی چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو دولت اسلامیہ کے مددگار گروہ میں داخل کرے اور اس بارے میں کوشش کرے۔ مَنْ کَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (جس نے قوم کے گروہ کو زیادہ کیا وہ انہی میں سے ہے) کے موافق ہو سکتا ہے کہ اس فقیر کو ان بزرگوں کی جماعت میں داخل کر لیں۔ فقیر اپنے آپ کو اس بڑھیا کی طرح خیال کرتا ہے

جو اپنا تھوڑا سا سوت لیکر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خریداروں میں شامل ہو گئی تھی۔ امید ہے کہ فقیر جلد ہی انشاء اللہ العزیز حاضر خدمت ہونے کا شرف حاصل کرے گا۔ آپ کی جناب شریف سے امید ہے کہ جب حق تعالیٰ نے آپ کو بادشاہ کا قرب پورے طور پر بخشا ہے۔ تو شریعت محمدی ﷺ کے رواج دینے میں ظاہر و باطن کوشش کریں گے اور مسلمانوں کو غریبی سے نکالیں گے۔

حامل رقیمہ ہذا مولانا حامد کا اقبال مند سرکار سے وظیفہ مقرر ہے۔ پچھلے سال ظاہرا حضور سے لے آیا تھا۔ اس سال بھی امیدوار ہو کر حاضر خدمت ہوتا ہے۔ خدائے تعالیٰ حقیقی اور مجازی دولت آپ کے نصیب کرے۔

مکتوب ۴۸

عالموں اور طالب علموں کی تعظیم پر جو شریعت کے اٹھانے والے اور قائم رکھنے والے ہیں۔ ترغیب دینے میں سرداری اور شرافت کے پناہ والے شیخ فرید بخاری کی طرف لکھا ہے:

نَصَرَكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلَى الْاَعْدَاءِ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ عَلَيْهِ وَ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ۔ اللہ تعالیٰ سید الانبیاء ﷺ کے طفیل آپ کو دشمنوں پر فتح دے۔

آپ کا بزرگ مرحمت نامہ جس سے فقرا کو نوازش فرمایا تھا اس کے مطالعہ سے شرف حاصل کیا۔ آپ نے مولانا محمد قلیج کے خط میں لکھا تھا کہ طالب علموں اور صوفیوں کے لئے کچھ خرچ بھیجا گیا ہے۔ صوفیوں پر طالب علموں کے ذکر کا مقدم کرنا آپ کی بلند ہمت نظر میں بہت ہی اچھا معلوم ہوا اور اس ضمن کے موافق کہ اَلظَّاهِرُ عُنْوَانُ الْبَاطِنِ ظاہر باطن کا نمونہ ہے۔ امید ہے کہ آپ کے باطن شریف میں بھی اس بزرگ جماعت کا صوفیوں پر مقدم رکھنا ظاہر ہو گا کیونکہ كُلُّ اِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيْهِ برتن سے وہی کچھ نکلتا ہے جو اس کے بیچ میں ہو اور طالب علموں کے مقدم سمجھنے میں شریعت کی ترویج ہے۔ شریعت کے اٹھانے والے یہی لوگ ہیں اور مصطفوی مذہب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی کے ساتھ قائم ہے۔ کل قیامت کے روز شریعت کی بابت پوچھیں گے اور تصوف کی بابت کچھ نہ پوچھیں گے جنت میں داخل ہونا اور دوزخ سے بچنا شریعت کے حکم بجالانے پر منحصر ہے۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نے جو تمام مخلوقات میں سے بہتر ہیں۔ شرائع کی طرف دعوت کی ہے اور اپنی تمام زندگی میں اسی پر رہے ہیں اور ان بزرگواروں کی پیدائش سے مقصود ہی احکام شریعت کا لوگوں تک پہنچانا ہے۔ پس سب سے بڑی بھاری نیکی یہی ہے کہ شریعت کو رواج دینے اور اس کے حکموں میں سے کسی حکم کے زندہ کرنے میں کوشش کی جائے خاص کر ایسے زمانہ میں جب کہ اسلام کے

نشان بالکل مٹ گئے ہوں۔ کروڑہاروپیہ خدا کے رستہ میں خرچ کرنا اس کے برابر نہیں کہ شرعی مسائل میں سے ایک مسئلے کو رواج دیا جائے کیونکہ اس فعل میں انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اقتدا ہے۔ جو بزرگ ترین مخلوقات ہیں اور اس فعل میں ان بزرگواروں کے ساتھ شریک ہونا ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ سب سے بڑھ کر نیکیاں انہی لوگوں کو عطا ہوئی ہیں اور کروڑہاروپیہ خرچ کرنا تو ان بزرگواروں کے سوا اوروں کو بھی میسّر ہے اور نیز شریعت کے بجالانے میں نفس کی کمال مخالفت ہے۔ کیونکہ شریعت نفس کے برخلاف وارد ہوئی ہے۔ اور مالوں کے خرچ کرنے میں تو کبھی نفس بھی موافقت کر لیتا ہے۔ ہاں ان مالوں کے خرچ کرنے میں جو شریعت کی تائید اور مذہب کی ترویج کے لئے ہوں۔ بہت درجہ ہے اور اس نیت پر ایک جتیل کا خرچ کرنا کسی دوسری نیت سے کئی لاکھ خرچ کرنے کے برابر ہے۔

یہاں کوئی یہ سوال نہ کرے کہ طالب علم گرفتار کو صوفی آزاد سے کیوں مقدم کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے ابھی بات کی حقیقت کو معلوم نہیں کیا ہے۔ طالب علم باوجود گرفتاری کے خلقت کی نجات کا سبب ہے کیونکہ احکام شرعی کی تبلیغ اس سے حاصل ہے۔ اگرچہ اس سے خود اس کو کچھ نفع نہیں ہے اور صوفی نے باوجود آزادی کے اپنے نفس کو خلاص کیا ہے۔ خلقت سے اس کا کچھ تعلق نہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس شخص پر بہت لوگوں کی نجات وابستہ ہو۔ وہ اس شخص سے بہتر ہے جو صرف اپنی نجات کے خیال میں ہے ہاں وہ صوفی جو فنا و بقا اور سیر عن اللہ و باللہ کے بعد عالم کی طرف راجع ہو اور خلق کی دعوت میں مشغول ہو وہ مقام نبوت سے حصہ حاصل رکھتا ہے اور شریعت کے حکم پہنچانیوالوں میں داخل ہے اور علمائے شریعت کا حکم رکھتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

مکتوب ۴۹

ان دونوں دولتوں کے جمع کرنے یعنی ظاہر کو احکام شرعیہ سے آراستہ کرنے اور باطن کو ماسوائے حق کی گرفتاری سے آزاد کرنے کی ترغیب میں سرداری کے پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ آپ کو ظاہری دولت اور باطنی سعادت سے سعادتمند کرے۔ حقیقت میں ظاہری دولت یہ ہے کہ اپنے ظاہر کو شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام سے آراستہ کیا جائے اور سعادت باطنی یہ ہے کہ باطن کو ماسوائے حق کی گرفتاری سے خلاص اور آزاد کیا جائے دیکھئے کس صاحب نصیب کو ان دونوں کرامتوں سے مشرف کرتے ہیں۔

کار این است وغیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ: کام اصلی ہے یہی باقی ہے ہیچ

زیادہ لکھنا موجب تکلیف ہے۔ والسلام

مکتوب ۵۰

کمینی دنیا کی مذمت میں سرداری کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ اپنے حبیب سید البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل جو کجی چشم سے پاک ہیں اپنے ما سوائے کی غلامی سے آزاد فرما کر اپنے ساتھ گرفتار کرے۔

دنیا ظاہر میں میٹھی ہے اور صورت میں تازگی رکھتی ہے۔ لیکن حقیقت میں زہر قاتل اور جھوٹا اسباب اور بیہودہ گرفتاری ہے اس کا مقبول خوار اور اس کا عاشق مجنون ہے۔ اس کا حکم اس نجاست کا سا ہے جو سونے میں منڈھی ہو اور اس کی مثال اس زہر کی سی ہے جو شکر میں ملا ہوا ہو عقلمند وہی ہے جو ایسے کھوٹے متاع پر فریفتہ نہ ہو اور ایسے خراب اسباب کا گرفتار نہ ہو اور داناؤں نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا مال زمانہ میں سے کسی عقلمند کو دیں تو زاہد کو دینا چاہئے۔ جو دنیا سے بے رغبت ہے اور اس کی وہ بے رغبتی بڑی دانائی کے سبب سے ہے۔ زیادہ لکھنا طول کلامی ہے۔

باقی تکلیف یہ دی جاتی ہے کہ فضائل مآب شیخ زکریا اس سال میں کرور گری یعنی تحصیلداری میں گرفتار ہے۔ باوجود اس گرفتاری کے دنیاوی محاسبہ سے جو عاقبت کے محاسبہ کی نسبت بہت آسان ہے۔ بہت ڈرتا ہے اور عالم اسباب میں بڑا ذریعہ اور وسیلہ آپ ہی کی توجہ شریف کو جانتا ہے امید ہے کہ نئے دفتر سے بھی ظاہر ہو جاوے گا کہ یہ آپ کی عالی درگاہ کے خادموں میں سے ہے

تو مرا دل دہ و دلیری بیں روبہ خویش خوان و شیری بیں

ترجمہ: مجھ کو دل دیکے پھر دلیری دیکھ اپنا لومڑ بنا کے شیری دیکھ

نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کی آل بزرگوار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طفیل آپ کو ظاہری باطنی دولت حاصل ہو۔

مکتوب ۵۱

شریعت روشن علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے رواج دینے کی ترغیب میں سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:

خدائے تعالیٰ کی جناب میں دعا ہے کہ ان بزرگوں کی اولاد کے وجود شریف کے ذریعے شریعت غرا کے ارکان اور ملت روشن کے احکام قوت پکڑیں اور رواج پائیں۔

کار ایں و غیر زیں ہمہ ہیچ

ترجمہ: کام اصلی ہے یہی باقی ہے ہیچ

آج کل بیچارے اہل اسلام اس طرح گمراہی کے بھنور میں پھنسے ہیں کہ ان کی نجات کی امید بھی خیر البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اہل بیت کی کشتی سے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِي كَسَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ میری اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس پر سوار ہو گیا بچ گیا اور جو اس سے پیچھے رہا ہلاک ہو گیا۔

اپنی تمام بلند ہمتی اسی بات پر لگائیں تاکہ یہ بڑی بھاری سعادت حاصل ہو جائے۔ خدا کے فضل سے جاہ و جلال اور عظمت و شوکت سب کچھ حاصل ہے۔ ذاتی شرف و عزت کے ساتھ اگر یہ بات بھی شامل ہو جائے تو سبقت کا گیند سعادت کے چوگان کے ساتھ سب سے آگے لے جاویں گے۔ یعنی بڑی سعادت حاصل کرینگے۔

یہ فقیر حقیر شریعت حقہ کی ترویج اور تائید میں اس قسم کی باتوں کے ظاہر کرنے کے ارادے پر آپ کی خدمت کی طرف متوجہ ہے۔

ماہ رمضان کا ہلال دہلی میں دیکھا گیا۔ حضرت والدہ بزرگوار کی مرضی توقف میں معلوم ہوئی۔ اس واسطے تمام قرآن مجید سننے تک دیر کی۔ وَالْاَمْرُ عِنْدَ اللهِ سُبْحَانَه، آگے جو خدا کو منظور ہے۔ دونوں جہان کی سعادت آپ کے نصیب ہو۔

مکتوب ۵۲

نفس امارہ کی مذمت اور اس کی ذاتی مرض اور اس کے علاج کے بیان میں سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:

آپ کا بزرگ مرحمت نامہ جس سے از روئے شفقت و مہربانی کے اپنے اس دعا گو کو آپ نے ممتاز فرمایا تھا۔ اس کے مضمون کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ حق تعالیٰ آپ کو بڑا اجر دے اور آپ کے قدر کو بلند کرے اور آپ کے سینے کو کھولے اور آپ کے کاموں کو آسان کرے۔ آپ کے جد بزرگوار اور اس کی آل کے طفیل علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

ثَبَّتَنَا اللهُ سُبْحَانَه، عَلٰى مُتَابَعَتِهٖ ظَاهِرًا وَ بَاطِنًا وَ يَرْحَمُ اللهُ عَبْداً قَالَ اٰمِيْنَا۔ حق تعالیٰ ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ظاہری و باطنی متابعت پر ثابت قدم رکھے اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔

پھر چند فقرے بُرے مصاحب اور بد خو ہم نشین کی شکایت میں لکھے جاتے ہیں امید ہے کہ قبولیت کے کانوں سے سنیں گے۔

میرے مخدوم ومکرم! نفس امارہ انسانی حب جاہ وریاست پر پیدا کیا گیا ہے اور اس کا مقصود ہمہ تن ہمسروں پر بلندی کا حاصل کرنا ہے اور وہ بالذات اس بات کا خواہاں ہے کہ تمام مخلوقات اس کی محتاج اور اس کے امر و نہی کی تابع ہو جائے اور وہ خود کسی کا محتاج اور محکوم نہ ہو اس کا یہ دعویٰ خدائے بے مثل کے ساتھ الوہیّت اور شرکت کا ہے بلکہ وہ بے سعادت شرکت پر بھی راضی نہیں ہے چاہتا ہے کہ حکام صرف آپ ہی ہو اور سب اس کے محکوم ہوں۔

حدیث قدسی میں آیا ہے۔ عَادِ نَفْسَكَ فَاِنَّهَا اِنْتَصَبَتْ بِمُعَا دَاتِیْ یعنی اپنے نفس کو دشمن رکھ کیونکہ وہ میری دشمنی میں کھڑا ہے۔

پس جاہ وریاست اور بلندی اور تکبر وغیرہ اس کی مرادوں کے حاصل کرنے میں نفس کی تربیت کرنا حقیقت میں اس کو خدائے تعالیٰ کی دشمنی میں مدد اور تقویت لینا میں ہے اس امر کی برائی اچھی طرح معلوم کرنا چاہئے۔

حدیث قدسی میں وارد ہے کہ اَلْکِبْرِ یَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظْمَۃُ اِزَادِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْ شَیْءٍ مِّنْھُمَا اَدْخَلْتُہٗ فِی النَّارِ وَلَا اُبَالِیْ تکبر میری چادر ہے اور عظمت میرا کپڑا۔ پس جس نے ان دونوں میں سے کسی میں میرے ساتھ جھگڑا کیا۔ میں اس کو دوزخ میں داخل کرونگا اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔

دنیا کمینی جو خدائے تعالیٰ کی ملعونہ اور مبغوضہ ہے۔ اسی باعث سے ہے کہ دنیا کا حاصل ہونا نفس کی مرادوں کے حاصل ہونے میں مدد دیتا ہے۔ پس جو کوئی دشمن کی مدد کرے وہ لعنت ہی کے لائق ہے اور فقر فخر محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ کیونکہ فقر میں نفس کی نامرادی اور عاجزی ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیدا ہونے سے مقصود اور شرعی تکلیفوں میں حکمت یہی ہے کہ نفس امارہ عاجز اور خراب ہو جائے۔ شرعی احکام نفسانی خواہشوں کے دفع کرنے کیلئے وارد ہوئے ہیں۔ جس قدر شریعت کے موافق عمل کیا جائے اس قدر نفسانی خواہشیں کم ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ احکام شرعی میں سے ایک حکم کا بجالانا نفسانی خواہشوں کے دور کرنے میں ان ہزار سالہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے جو اپنے پاس سے کئے جائیں کئی درجہ بہتر ہے بلکہ ایسی ریاضتیں اور مجاہدے جو شریعت شریفیہ کے موافق نہ کئے جائیں۔ نفسانی خواہشوں کو مدد اور قوت دینے والے ہیں۔

برہمنوں اور جوگیوں نے ریاضتوں اور مجاہدوں میں کمی نہیں کی۔ لیکن ان میں سے کوئی فائدہ مند نہ ہوا اور ان سے نفس کی تقویت اور تربیت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

مثلاً زکوٰۃ کے طور پر جس کا شریعت نے حکم دیا ہے ایک دام خرچ کرنا نفس کے خراب کرنے میں ان ہزار دیناروں کے خرچ کرنے سے بہتر اور فائدہ مند ہے۔ جو اپنی مرضی کے موافق خرچ کئے جائیں

اور شریعت کے حکم سے عید فطر کے دن کا کھانا خواہش کے دور کرنے میں اپنی مرضی کے موافق کئی سال روزہ رکھنے سے بہتر ہے اور نماز صبح کی دو رکعتوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جو سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔ کئی درجہ اس بات سے بہتر ہے کہ تمام رات نماز نفل میں قیام کریں اور صبح کی نماز بے جماعت ادا کریں۔

غرض جب تک نفس صاف نہ ہو جائے اور سرداری کے مالیخولیا کی پلیدی سے پاک نہ ہو جائے تب تک نجات محال ہے اس مرض کے دور کرنے کا فکر ضروری ہے تاکہ ہمیشہ کی موت تک نہ پہنچادے۔

کلمہ طیبہ **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ** جو انفسی اور آفاقی معبودوں کی نفی کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ نفس کے پاک و صاف کرنے میں بہت ہی فائدہ مند ہے۔ طریقت کے بزرگواروں قدس سرہم نے تزکیہ نفس کے لئے اسی کلمہ کو اختیار کیا ہے

تا بجاروب لا نہ روبی راہ نہ رسی دوسرائے الا اللہ

ترجمہ: نہ ہو صاف راہ لا کے جھاڑو سے جب تک

نہیں پہنچتا کوئی دربار رب تک

جب نفس سرکشی کے درپے ہو اور اپنے عہد کو توڑ دے تو اس کلمہ کے تکرار سے ایمان کو تازہ کرنا چاہئے۔

نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ بِقَوْلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ**۔ لا الہ الا اللہ کے کہنے سے اپنے ایمان کو تازہ کیا کرو۔ بلکہ ہر وقت اس کلمہ کا تکرار ضروری ہے کیونکہ نفس امارہ ہمیشہ اپنی پلیدی میں ہے اور اس کلمہ کی فضیلتوں کے بارہ میں حدیث میں آیا ہے کہ اگر سب آسمان اور زمینوں کو ایک پلہ میں اور اس کلمہ کو دوسرے پلہ میں رکھیں تو کلمہ والا پلہ بھاری ہو گا۔ **وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ** اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۵۳

اس بیان میں کہ بُرے عالموں کا اختلاف جہان کی تباہی کا باعث ہے اور اس کے مناسب بیان میں۔ سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:

ثَبَّتَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی جَادَةِ اٰبَائِکُمُ الْکِرَامِ حق تعالیٰ آپ کو بزرگ باپ دادوں کے رستہ پر ثابت قدم رکھے۔

سنا گیا ہے کہ بادشاہ اسلام نے مسلمانی کی نیک نیت سے جو اپنی ذات میں رکھتا ہے آپ کو فرمایا ہے

کہ چار آدمی علمائے دیندار پیدا کریں تاکہ دربار میں ملازم رہیں اور مسائل شرعیہ کو بیان کرتے رہیں تاکہ خلاف شرع کوئی امر صادر نہ ہو۔

الحمدللہ! مسلمانوں کو اس سے بڑھ کر کون سی خوشی ہوگی اور ماتم زدوں کو اس سے زیادہ کیا خوشخبری ہوگی لیکن چونکہ یہ حقیر بھی اسی غرض کے لئے آپ کی خدمت بلند کی طرف متوجہ ہے۔ چنانچہ کئی دفعہ اس امر کا اظہار کیا گیا ہے اس لئے اس بارہ میں کہنے اور لکھنے سے اپنے آپ کو معاف نہیں رکھ سکے گا۔ امید ہے کہ معذور فرمائینگے۔ صَاحِبُ الْغَرْضِ مَجْنُوْنٌ۔ عرض گزار ہے کہ ایسے علمائے دیندار بہت تھوڑے ہیں جو حب جاہ وریاست سے خالی ہوں اور شریعت کی ترویج اور ملت کی تائید کے سوا اور کچھ مطلب نہ رکھتے ہوں اور حب جاہ ہونے کی صورت میں ہر ایک اپنی طرف کھینچے گا اور اپنی بزرگی کو ظاہر کرنا چاہے گا اور اختلافی باتیں درمیان میں لاکر ان کو بادشاہ کے قرب کا وسیلہ بنائے گا تو ناچار معاملہ بگڑ جائے گا۔ گزشتہ زمانہ میں ایسے علماء کے اختلافوں نے جہان کو بلا میں ڈال دیا اور اب بھی وہی صحبت درپیش ہے۔ ترویج کیا ہوگی بلکہ یہ تو خرابی کا باعث ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بُرے علما کے فتنہ سے بچائے۔ اگر اس غرض کیلئے ایک علم مل جائے تو بہتر ہے اور اگر علمائے آخرت میں سے کوئی دستیاب ہو جائے تو نہایت ہی سعادت ہے کیونکہ اس کی صحبت اکسیر ہے اور اگر ایسا آدمی نہ ملے تو صحیح غور و فکر کے بعد اس قسم کے آدمیوں میں سے کسی بہتر کو اختیار کریں۔ مَا لَا یُدْرَكُ لَا یُتْرَكُ کُلُّہٗ۔

میں نہیں جانتا کیا لکھوں جس طرح مخلوقات کی خلاصی علما کے وجود پر وابستہ ہے جہان کا خسارہ بھی انہیں پر منحصر ہے۔ علماء میں سے بہتر عالم تمام جہان کے انسانوں میں سے بہتر ہے اور علماء میں سے بدتر عالم تمام جہان کے انسانوں میں سے بدتر ہے کیونکہ تمام جہان کی ہدایت و گمراہی انہی پر موقوف ہے۔

کسی بزرگ نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ فارغ اور بیکار بیٹھا ہے اس کا سبب پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ اس وقت کے علماء میرا کام کر رہے ہیں بہکانے اور گمراہ کرنے میں وہی کافی ہیں۔

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند | او خویشتن گم است کرا رہبری کند

ترجمہ: کام جس عالم کا ہوگا غفلت و تن پروری
اور کی وہ کس طرح پھر کر سکے گا رہبری

امید ہے کہ اس بارہ میں صحیح فکر اور کامل غور سے کام لینگے کیونکہ جب کام ہاتھ سے نکل جائے تو پھر کچھ علاج نہیں ہو سکتا اگرچہ اس قسم کی باتوں کا داناؤں کے سامنے اظہار کرنے سے شرم آتی ہے لیکن اسی مطلب کو اپنی سعادت کا وسیلہ بنا کر آپ کو تکلیف دیتا ہے۔

مکتوب ٥٤

اس بیان میں کہ بدعتی کی صحبت سے بچنا لازم ہے۔ بدعتی کی صحبت کا ضرر کافر کی صحبت کے ضرر سے بڑھ کر ہے اور تمام بدعتی فرقوں میں سے بدتر بدعتی فرقہ شیعہ شنیہ ہے اور اس کے مناسب بیان میں سرداری اور شرافت کے پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ آپ کو بڑا اجر دے اور آپ کی قدر بلند کرے اور آپ کا کام آسان کرے اور آپ کے سینے کو کھولے۔ حضرت سید البشر کے طفیل جو کجی چشم سے پاک ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ مَن لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا کا شکر بھی بجا نہیں لاتا۔

پس اول ہم فقیروں پر آپ کے احسانوں کا شکر لازم ہے کیونکہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی ظاہری جمعیت کا سبب آپ ہی ہوئے تھے اور اس جمعیت کی حالت میں آپ کے طفیل ہم نے حق سبحانہ کی طلب کی اور بہت فائدے حاصل کئے۔

دوسرا اس مضمون کے موافق کہ کُبِّرْتُ بِمَوْتِ الْکُبَرَاءِ بڑوں کے مرنے سے میں بڑا بن گیا جب اس طبقہ تک نوبت پہنچی تو فقرا کے اجتماع اور طالبوں کے انتظام کا باعث بھی آپ ہی ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے ؎

گر بر تنِ من زبان شود ہر مُوئے یک شکر تواز ہزار نتوانم کرد

ترجمہ: اگر ہر بال میں میرے زباں ہو

ترا احسان کب مجھ سے بیان ہو

آرزو یہی ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو آپ کے جدِ بزرگوار سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ناموافق اور نامناسب امور سے محفوظ رکھے۔

یہ فقیر آپ کی بزرگ صحبت سے دور پڑا ہے معلوم نہیں کہ آپ کی مجلس شریف میں کس قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور آپ کا خلوت اور جلوت میں کون غمخوار ہے ؎

خوابم بشد از دیدہ دریں فکر جگر سوز کاغوش کہ شد منزل و آسائش خوابت

ترجمہ: تمام رات نہ اس غم سے مجھ کو نیند آئی

کہ سویا کس کی بغل میں تو رات بھر میری جاں

یقینی طور پر تصور فرمائیں کہ بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت کے فساد سے زیادہ تر ہے اور تمام

بدعتی فرقوں میں بدتر اس گروہ کے لوگ ہیں۔ جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ان کا نام کفار رکھتا ہے۔ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ قرآن اور شریعت کی تبلیغ اصحابؓ ہی نے کی ہے اور اگر ان پر طعن لگائیں تو قرآن اور شریعت پر طعن آتا ہے۔ قرآن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہے اگر حضرت عثمانؓ مطعون ہیں تو قرآن مجید بھی مطعون ہے۔ حق تعالیٰ ان زندیقوں کے ایسے بُرے اعتقاد سے بچائے۔ مخالفت اور جھگڑے جو اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان واقع ہوئے ہیں۔ نفسانی خواہشوں پر محمول نہیں ہیں کیونکہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں ان کے نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا اور امارہ پن سے آزاد ہو گیا ہوا تھا۔ اس قدر جانتا ہوں کہ حضرت امیرؓ اس بارہ میں حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر لیکن یہ خطا اجتہادی ہے جو فسق کی حد تک نہیں پہنچاتی بلکہ اس قسم کی خطا میں ملامت کی بھی مجال نہیں کیونکہ ایسی خطا کرنے والے کو بھی ایک درجہ ثواب کا حاصل ہے اور کم بخت یزید اصحاب سے نہیں ہے اس کی بدبختی میں کس کو کلام ہے۔ جو کام اس بدبخت نے کیا ہے کوئی کافر فرنگ بھی نہیں کرتا۔

اہل سنت و جماعت میں سے بعض علماء نے اس کے لعنت کرنے میں جو توقف کیا ہے۔ تو اس لحاظ سے نہیں کیا ہے کہ وہ اس سے راضی ہیں بلکہ اس کی رجوع اور توبہ کے احتمال پر کیا ہے۔

آپ کو چاہئے کہ قطب زمان بندگی مخدوم جہانیاں قدس سرہٗ کی معتبر کتابیں کچھ کچھ ہر روز آپ کی مجلس میں پڑھی جایا کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ انہوں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کی کس طرح تعریف کی ہے اور کس ادب کے ساتھ یاد کیا ہے تاکہ بدخواہ دشمن شرمندہ اور خوار ہوں اس زمانہ میں اس بدخواہ گروہ کا بہت زور ہے اور ادھر ادھر گردونواح میں بہت پھیلا ہوا ہے اس لئے چند کلمے اس بارہ میں لکھے گئے تاکہ آپ کی بزرگ صحبت میں اس قسم کے بداندیش دخل نہ پائیں۔ ثَبَّتَكُمُ اللّٰهُ عَلٰى طَرِيْقَةِ الْمَرْضِيَّةِ اللہ تعالیٰ آپ کو پسندیدہ طریقہ پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب ۵۵

محبت کے ظاہر کرنے میں سیادت پناہ شیخ عبدالوہاب کی طرف لکھا ہے:

کچھ مدت سے فقیر کے دل میں آپ کے ملازموں کی نسبت محبت پیدا ہو گئی ہے۔ سوائے اس رابطہ کے جو پہلے ثابت تھا اسی واسطے آپ کے حق میں غائبانہ دعا میں مشغول ہے اور جب سرور کائنات اور فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَنْ اَحَبَّ اَخَاهُ فَلْيُعْلِمْ اِيَّاهُ جو شخص اپنے بھائی کو دوست رکھے تو اسے چاہئے کہ اس کو جتلا دے۔ اس لئے اپنی محبت کا ظاہر کرنا بہتر اور مناسب جانا اور اس محبت سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں کے ساتھ پیدا ہو گئی ہے۔ بڑی

امید لگ رہی ہے حق تعالیٰ اپنے حبیب سیّد البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ان کی محبت پر استقامت عطا فرمائے۔

مکتوب ٥٦

ایک سیّد کی سفارش میں شیخ عبدالوہاب کی طرف صادر فرمایا ہے:

سادات کثیر البرکات کی پاک درگاہ دین ودنیا کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جزئیت یعنی جزو اور اولاد ہونے کے باعث اس سے بڑھ کر ہے کہ اس کی تعریف اور توصیف ہو سکے۔ ہاں اس کو اپنی سعادت کا وسیلہ بنا کر اس بارہ میں جرأت کرتا ہے بلکہ اس وسیلہ سے اپنے آپ کی ستائش کرتا ہے اور ان کی محبت کو جس کا ہمیں امر ہے ظاہر کرتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ مُحِبِّیْھِمْ بِحُرْمَتِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ یا اللہ تو اپنے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل سادات کے محبّوں میں سے ہم کو بنا۔

حامل عریضہ نیاز میر سید احمد سادات سامانہ میں سے ہیں اور طالب علم اور نیک ہیں۔ گزارہ کی تنگی کے باعث اس طرف متوجہ ہوئے ہیں اگر سرکار عالی میں کچھ گنجائش ہو تو یہ اس کے لائق اور مستحق ہیں۔ ورنہ اپنے مخلصوں میں سے کسی کی طرف سفارش کریں کہ وجہ معاش کی طرف سے ان کو خاطر جمع کر دیں۔ چونکہ یقین تھا کہ آپ کے خادم فقرا اور محتاجوں کے بارہ میں اور خاص کر سادات عظام کی امداد میں بڑی توجہ فرماتے ہیں۔ اس لئے چند کلمے لکھے گئے روانگی کے وقت اگرچہ رخصت کی سعادت سے سعادت مند نہیں ہوا ہے لیکن مخلصوں کے گروہ میں سے ہے۔ حق تعالیٰ آپ کی محبت اور اخلاص پر استقامت بخشے زیادہ لکھنا گستاخی ہے۔

مکتوب ٥٧

نصیحت کے بارے میں شیخ محمد یوسف کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ اپنے حبیب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کو بزرگ باپ دادوں کے رستہ پر ثابت قدم رکھے۔ بزرگی آپ کے خاندان میں موروثی ہے۔ اس طرح زندگانی بسر کریں کہ اس وراثت کا استحقاق حاصل ہو۔ اپنے ظاہر کو ظاہر شریعت سے اور باطن کو باطن شریعت یعنی حقیقت سے آراستہ پیراستہ رکھیں کیونکہ حقیقت اور طریقت دونوں شریعت ہی کی حقیقت اور طریقت سے مراد ہیں۔ نہ یہ کہ شریعت اور ہے اور طریقت و حقیقت کچھ اور۔ کہ یہ الحاد اور زندقہ ہے۔ فقیر کا گمان آپ کے حق میں بہت نیک ہے بعض واقعات اس پر شاہد ہیں اور آپ کے والد بزرگوار علیہ الرحمتہ کے سامنے بھی یہ ماجرا ظاہر کیا گیا تھا۔

باقی مقصود یہ ہے کہ شیخ عبدالغنی بہت نیک اور خدا پرست آدمی ہے۔ اگر آپ کی خدمت میں کسی امر کے لئے رجوع کرے تو اس کے حال پر توجہ فرمائیں۔ والسلام والاکرام

مکتوب ۵۸

اس بیان میں کہ یہ راہ جس کے طے کرنے کے ہم در پے ہیں سب سات قدم ہے اور اس بیان میں کہ مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم نے سیر کی ابتدا عالم امر سے اختیار کی ہے۔ برخلاف دوسرے سلسلوں کے مشائخ کے اور ان بزرگواروں کا طریق اصحاب کرام کا طریق ہے اور اس کے مناسب بیان میں سیادت مآب سید محمود کی طرف لکھا ہے:

آپ کا بزرگ محبت نامہ صادر ہوا اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اس بزرگ گروہ کی باتیں سننے کا شوق ہے اس لئے آپ کی عرض پورا کرنے اور مقصود کی طرف رغبت دینے کے لئے چند باتیں لکھی جاتی ہیں۔

میرے مخدوم! یہ راہ جس کے طے کرنے کے ہم در پے ہیں۔ انسان کے سات لطیفوں کے موافق سب سات قدم ہیں۔ دو قدم عالم خلق میں ہیں جن کا تعلق قالب اور نفس کے ساتھ ہے اور پانچ قدم عالم امر میں ہیں جو قلب و روح و سر خفی و اخفیٰ کے ساتھ وابستہ ہیں اور ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم میں دس ہزار پردے پھاڑنے پڑتے ہیں۔ خواہ وہ پردے نورانی ہوں یا ظلمانی۔ اِنَّ لِلّٰہِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُوْرٍ وَّ ظُلْمَۃٍ تحقیق اللہ تعالیٰ کے لئے ستر ہزار پردے نور اور ظلمت کے ہیں۔

اور پہلے قدم میں جو عالم امر میں لگاتے ہیں تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے قدم پر تجلی صفات اور تیسرے قدم پر تجلیات ذاتیہ کا شروع آجاتا ہے علیٰ ہٰذا القیاس درجوں کے تفاوت کے لحاظ سے ترقی ہوتی جاتی ہے جیسا کہ اس راستہ کے سالکوں پر مخفی نہیں ہے اور ان ساتوں قدموں میں سے ہر ایک قدم پر اپنے آپ سے دور ہوتا جاتا ہے اور حق تعالیٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ان قدموں کے تمام ہونے تک قرب بھی پورا ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد فنا اور بقا سے مشرف ہوتے ہیں اور ولایت خاصہ کے درجے تک پہنچ جاتے ہیں۔

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ قدس سرہم نے برخلاف دوسرے سلسلوں کے مشائخ کے اس سیر کی ابتدا عالم امر سے اختیار کی ہے اور عالم خلق بھی اسی سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں۔ اسی واسطے طریقہ نقشبندیہ سب طریقوں سے اقرب ہے یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان کی ابتداء میں مندرج ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ترجمہ: قیاس کرلے گلستان سے تو بہار میری

ان بزرگواروں کا طریقہ بعینہ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا طریق ہے کیونکہ اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی ہی صحبت میں انتہا کی ابتدا میں درج ہونے کے طریق پر وہ کچھ حاصل ہو جاتا تھا جو امت کے کامل اولیاء کو انتہا میں بھی حاصل ہونا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حمزہ علیہ الرحمتہ کے قاتل وحشی جو ایک ہی دفعہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ خواجہ اویس قرنی سے جو سب تابعین سے بہتر ہے کئی درجے افضل ہے۔

عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ معاویہؓ افضل ہے یا عمر بن عبدالعزیز تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ گرد و غبار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں پڑا ہے وہ عمر بن عبدالعزیز سے کئی گنا بہتر ہے۔ تو پھر سوچنا چاہئے کہ جس گروہ کی ابتدا میں اوروں کی انتہا درج ہو اس کی انتہا کہاں تک ہو گی اور اوروں کے ادراک و فہم میں کس طرح سمائے گی وَ مَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن وقصور — حاش للہ کہ برارم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چساں بگسد ایں سلسلہ را

ترجمہ: گر کوئی قاصر لگائے طعنہ ان کے حال پر — توبہ توبہ گر زباں پر لاؤں میں اس کا گلہ
شیر ہیں اس سلسلے میں سب کے سب جکڑے ہوئے — توڑ سکتی کس طرح ہے لومڑی یہ سلسلہ

رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ اِیَّاكُمْ مُحَبَّةَ هٰذِهِ الطَّائِفَةِ الْعَزِیْزِ وُجُوْدُهَا حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس عزیز الوجود گروہ کی محبت عطا فرمائے۔ کاغذ اگرچہ ناقص ہے لیکن اس میں معارف بلند اور حقائق ارجمند درج ہیں امید ہے کہ عزیز جائیں گے۔

مکتوب ۵۹

سید محمود کی طرف صادر فرمایا ہے اس بیان میں کہ آدمی کو تین چیزوں سے چارہ نہیں تاکہ نجات ابدی حاصل ہو جائے اور اس بیان میں کہ اہل سنت و جماعت کی تابعداری کے سوا نجات محال ہے اور اس بیان میں کہ علم و عمل شریعت سے حاصل ہوتے ہیں اور اخلاص طریق صوفیہ پر چلنے سے وابستہ ہے اور اس بیان میں کہ عمل کا اخلاص اولیاء کو تمام افعال اور اعمال اور حرکات و سکنات میں حاصل ہے:

حق تعالیٰ شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راستہ پر استقامت فرما کر پورے

طور پر اپنی بارگاہ میں گرفتار کر لے۔

آپ کا شریعت اور لطیف محبت نامہ صادر ہو کر خوشی کا باعث ہوا۔ فقرا کے ساتھ آپ کی محبت اور اخلاص کا حال معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اور زیادہ کرے۔ آپ نے فوائد طلب کئے تھے۔

میرے مخدوم! آدمی کو تین چیزوں سے چارہ نہیں ہے تاکہ نجات ابدی حاصل ہو جائے علم و عمل و اخلاص۔

علم دو قسم ہے ایک وہ علم ہے جس سے مقصود عمل ہے۔ جس کا متلفل علم فقہ ہے۔

دوسرا علم وہ ہے جس سے مقصود صرف اعتقاد اور دل کا یقین ہے۔ جو علم کلام میں مفصل مذکور ہے اور فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت کے قیاس صحیح اور عقیدے کے موافق ہے۔ نجات ان بزرگواروں کی اتباع کے بغیر محال ہے اور اگر بال بھر بھی مخالفت ہے تو کمال خطرہ ہے۔ یہ بات کشف صحیح اور الہام صریح سے یقینی طور پر حاصل ہو چکی ہے اس میں کچھ خلاف نہیں ہے۔

پس خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس کو ان کی متابعت کی توفیق حاصل ہوئی اور ان کی تقلید سے مشرف ہوا اور ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جس نے ان کی مخالفت کی اور ان سے الگ ہو گیا اور ان کے اصول سے منہ پھیرا اور ان کے گروہ سے نکل گیا۔ پس وہ خود بھی گمراہ ہوا اور اس نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا پس رویت اور شفاعت کا منکر ہوا اور صحبت کی فضیلت اور صحابہ کی بزرگی اس سے مخفی رہی اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولاد بتول رضی اللہ عنہا کی محبت سے محروم رہا اور وہ اس بڑی نیکی سے رک گیا جو اہل سنت وجماعت نے حاصل کی۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان میں سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ جو اصحاب کے حالات سے بخوبی واقف ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگ بہت بیقرار ہو گئے۔ پس ان کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہتر کوئی شخص آسمان کے سایہ تلے نہ ملا۔ پس انہوں نے ان کو اپنا والی بنالیا۔ یہ صریح دلالت ہے اس بات پر کہ تمام صحابہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے میں متفق ہیں اور ان کے افضل ہونے میں یہ اجماع صدر اول میں ہوا اور یہ اجماع قطعی ہے جس میں انکار کو دخل نہیں ہے اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال کشتی نوح علیہ السلام کی طرح ہے جو اس پر سوار ہوا بچ گیا اور جو اس سے پیچھے ہٹا رہا وہ ہلاک ہو گیا۔

بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کو ستاروں کی مانند فرمایا بِالنَّجمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ اور اہل بیت کو کشتی نوح کی طرح۔ اس میں اشارہ ہے کہ کشتی کے سوار کیلئے

ستاروں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے تاکہ وہ ہلاک ہونے سے بچ جائے اور ستاروں کی رعایت کے بغیر نجات بالکل محال ہے اور اس بات کو اچھی طرح معلوم کریں کہ بعض کا انکار کرنا سب کے انکار کو مستلزم ہے کیونکہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صحبت کی فضیلت میں سب صحابہؓ مشترک ہیں اور صحبت کی فضیلت تمام فضیلتوں اور کمالوں سے بڑھ کر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اویس قرنیؒ جو تمام تابعین میں سے اچھا ہے ایک ادنیٰ صحابی کے درجے کو نہیں پہنچا ہے۔ پس صحبت کی فضیلت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی ہو گی۔ کیونکہ ان کا ایمان صحبت اور نزول وحی کی برکت سے شہودی ہو گیا تھا اور صحابہ کے بعد کسی کو اس درجہ کا ایمان نصیب نہیں ہوا اور اعمال ایمان پر مترتب ہوتے ہیں اور کمال ایمان کے کمال کے موافق حاصل ہوتا ہے اور جو کچھ ان کے درمیان لڑائی جھگڑے واقع ہوتے ہیں۔ سب بہتر حکمتوں اور نیک گمانوں پر محمول ہیں۔ وہ حرص و ہوا اور جہالت سے نہ تھے بلکہ وہ اجتہاد اور علم کی رو سے تھے اور اگر اُن میں سے کسی نے اجتہاد میں خطا کی ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک خطاکار کے لئے بھی ایک درجہ ہے اور یہی افراط و تفریط کے درمیان سیدھا راستہ ہے جس کو اہل سنت و جماعت نے اختیار کیا ہے، اور یہی بچاؤ والا اور مضبوط رستہ ہے۔ غرض علم و عمل دونوں شریعت سے حاصل ہوتے ہیں اور اخلاص کا حاصل ہونا جو علم و عمل کے لئے روح کی طرح ہے طریق صوفیہ پر چلنے پر منحصر ہے جب تک سیر الی اللہ نہ قطع کریں اور سیر فی اللہ کے ساتھ متحقق نہ ہو جائیں حقیقت اخلاص سے دور اور مخلصوں کے کمالات سے مہجور رہتے ہیں۔ اگرچہ عام مومنین کو بھی تکلف اور تعمل کے ساتھ بعض اعمال میں مجمل طور پر اخلاص حاصل ہو جاتا ہے مگر وہ اخلاص جس کا ذکر ہم کر رہے ہیں وہ ہے جو تمام اقوال و افعال اور حرکات و سکنات میں حاصل ہے اور اس میں کسی تکلف اور بناوٹ کو راہ نہیں ہے یہ اخلاص انفسی اور آفاقی معبودوں کے فنا پر منحصر ہے جو فنا و بقا اور ولایت خاصہ کے درجے تک پہنچنے سے وابستہ ہے جو اخلاص تکلف اور بناوٹ کا محتاج ہے وہ ہمیشہ نہیں رہتا۔ اخلاص کا دوامی طور پر حاصل ہونا جو مرتبۂ حق الیقین میں ہے اس میں بے تکلف ہونا ضروری ہے۔

پس اولیا اللہ جو کچھ کرتے ہیں خدا کے لئے کرتے ہیں نہ اپنے نفس کے لئے کیونکہ ان کے نفس خدا پر قربان ہو چکے ہیں۔ ان کے لئے اخلاص کے حاصل ہونے میں نیت کا صحیح کرنا ضروری نہیں ہے ان کی نیت فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے درست ہو چکی ہے مثلاً کوئی شخص جو اپنے نفس میں گرفتار ہے وہ جو کچھ کرتا ہے اپنے نفس کے لئے کرتا ہے خواہ نیت کرے یا نہ کرے اور جب نفس کی قید دور ہو کر خدائے تعالیٰ کی قید حاصل ہو جائے تو اس صورت میں وہ جو کچھ کرے گا خدا کے لئے کرے گا خواہ نیت کرے یا نہ کرے۔ نیت باطنی امر میں درکار ہے یقینی میں اس کی حاجت نہیں ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ

يَشَاءُ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

دوامی اخلاص والا مخلَص بفتح لام ہے اور جس کو دوام حاصل نہیں ہے اور ابھی اخلاص کا کسب کرتا ہے مخلِص بکسر لام ہے اور ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے اور طریق صوفیہ سے علم و عمل میں جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ علوم کلامیہ استدلالیہ کشفی ہو جاتے ہیں اور اعمال کے ادا کرنے میں بڑی آسانی حاصل ہو جاتی ہے اور جو سستی شیطان اور نفس کی طرف سے واقع ہوتی ہے۔ دور ہو جاتی ہے۔

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

ترجمہ: بڑی اعلیٰ ہے یہ دولت ملے اب دیکھئے کس کو

وَ السلام اولاً و اخراً

مکتوب ٦٠

کلی طور پر خطروں کے دور کرنے اور وسوسوں کے دفع کرنے اور اس کے مناسب بیان میں سیادت پناہ سید محمود کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ ہمیشہ کیلئے اپنی جناب پاک کی گرفتاری سے مشرف فرمائے کیونکہ اصلی خلاصی اور حقیقی نجات اسی گرفتاری میں ہے۔ خطرات کا دور ہونا اور وسوسوں کا دفع ہونا حضرات خواجگان قدس سرہم کے طریقہ میں پورے طور پر حاصل ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس بزرگ خاندان کے بعض مشائخ نے خطرات کے دفع کرنے کے لئے چلہ کھینچا ہے تو ان تمام چالیس دنوں میں اپنے باطن کو خطرات کے آنے سے محفوظ رکھا ہے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے اس مقام میں فرمایا ہے کہ خطرات کے دفع کرنے سے وہ خطرات مراد ہیں جو مطلوب کی دوام توجہ کے مانع ہیں نہ کہ مطلق طور پر خطرات کا دفاع کرنا اور اس سلسلہ علیہ کے مخلصوں میں سے ایک درویش اس مضمون کے موافق وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کہ اپنے رب کی نعمت کو ظاہر کر اپنا حال اس طرح بیان کرتا ہے کہ خطرات دل سے اس طرح دور ہو جاتے ہیں کہ اگر بالفرض صاحب دل کو حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر دے دی جائے تو بھی ہرگز اس کے دل میں خطرہ نہ آنے پائے۔ بغیر اس بات کے کہ وہ اس کے دفع میں کسی قسم کا تکلف کرے کیونکہ جو امر تکلف سے ہے وہ وقت تک محدود ہے۔ ہمیشہ تک نہیں رہتا بلکہ اگر خطرات کے لانے میں کئی سال تک تکلف کرے تو بھی میسر نہ ہو۔ اربعین کا مقرر کرنا بناوٹ اور تکلف سے خبر دیتا ہے اور تکلف بناوٹ مرتبہ طریقت میں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ بناوٹ اور تکلف سے خالی ہو کر یاد کرنا طریقت میں ہے اور یاداشت حقیقت میں۔

پس ثابت ہوا کہ عشرہ اور اربعین سے تکلف کے ساتھ خطرات کے روکنے میں جو وقت محدود پر ہے مطلوب کی طرف دوامی توجہ کا حاصل کرنا محال ہے کیونکہ تکلف مرتبۂ طریقت میں ہے اور طریقت میں دوام توجہ متصور نہیں ہے اور مرتبہ حقیقت میں دوام توجہ اس وجہ سے ہے کہ اس مقام میں تکلف کی مجال نہیں ہے۔

پس مرتبۂ تکلف میں خطرات کا آنا بیشک دوام توجہ کا مانع ہے اور دل کی دوام نگرانی جو اس سلسلہ علیہ کے مبتدیوں کو حاصل ہوتی ہے وہ کچھ اور ہے اور دوام توجہ جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ یادداشت سے مراد ہے جو نہایت مرتبہ کمال ہے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ یادداشت کے آگے پنداشت و وہم ہے یعنی اور مرتبہ کوئی نہیں۔

اس قسم کے احوال ظاہر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اس طریقہ علیہ کے طالبوں کو رغبت اور شوق پیدا ہو۔ اگرچہ منکروں کا انکار ہی زیادہ ہوگا۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْراً وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْراً بہت کو گمراہ کرتا ہے اور بہت کو ہدایت دیتا ہے۔

ہر کہ افسانہ بخو اند افسانہ است
وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است

آب نیل است و بقبطی خوں نمود
قوم موسےٰ را نہ خوں بود آب بود

ترجمہ: جس نے افسانہ پڑھا افسانہ ہے
جس نے دیکھا نقد وہ مردانہ ہے

خون آب نیل قبطی پر ہوا
قوم موسیٰ کے لئے و آب تھا

والسّلام مع الاکرام

مکتوب ٦١

شیخ کامل مکمل کی صحبت کی ترغیب اور ناقص کی صحبت سے بچنے اور اس کے مناسب بیان میں سیادت مآب سید محمود کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ اپنے حبیب سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل جو کجی چشم سے پاک ہیں اپنے درد اور طلب میں زیادتی عطا فرمائے اور جو چیز مطلب حاصل کرنے سے مانع ہے اس سے بچائے۔

آپ کا مبارک محبت نامہ مشرف ہوا چونکہ طلب اور شوق کو برانگیختہ کرنے والا اور درد و تشنگی سے بھرا ہوا تھا۔ نظر میں بہت ہی پسند آیا کیونکہ طلب میں مطلب حاصل ہونے کی خوشخبری ہے اور درد مقصود تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ دینے کا ارادہ نہ کرتا تو طلب اور درد نہ دیتا۔ غرض طلب

اور درد لی دولت کو بڑی نعمت جان کر جو چیز اس کے مخالف ہے اس سے بچنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ اس میں کوئی فتور پڑ جائے اور اس گرم میں کسی قسم کی سردی تاثیر کر جائے اور اس کی محافظت کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اس دولت کے حاصل ہونے کا شکر ادا کیا جائے۔ وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اور ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی جناب میں التجا اور زاری کرتے رہیں تاکہ طلب کے چہرہ کو جمال لایزال کے کعبہ کی طرف سے نہ ہٹائے اور اگر حقیقی طور پر التجا اور تضرع حاصل نہ ہو تو ظاہری تضرع اور نیاز مندی کو بھی ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہئے۔ وَ اِنْ لَّمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكَوْا

اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ یہ محافظت شیخ کامل کے ملنے تک ہے بعد ازاں اپنی سب مرادیں اس بزرگ کے سپرد کر دینی چاہئیں اور اس کی خدمت میں مردہ بدست غسال کی طرح ہونا چاہئے۔

اول فنا فنا فی الشیخ ہے اور یہی فنا پھر فنا فی اللہ کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

زاں روئے کہ چشم تست احول — معبود تو پیر قت اول

ترجمہ: آنکھ تیری یہ چونکہ احول ہے — پیر معبود تیرا اول ہے

کیونکہ فائدہ دینا اور فائدہ حاصل کرنا دونوں طرف کی مناسبت پر مبنی ہے۔

اول چونکہ طالب علم کو کمال خست اور کمینہ پن کے باعث حق تعالیٰ کی جناب پاک کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہوتی۔ اس لئے دونوں طرف کے درمیان ایک برزخ کا ہونا ضروری ہے اور وہ شیخ کامل مکمل ہے اور طلب میں فتور و سستی پڑ جانے کا سب سے بڑا سبب شیخ ناقص کی طرف رجوع کرنا ہے جس نے ابھی جذبہ اور سلوک سے اپنے کام کو تمام نہیں کیا اور شیخی کی مسند پر بیٹھ گیا ہے طالب کے لئے اس کی صحبت زہر قاتل ہے اور اس کی طرف رجوع کرنا مرض مہلک۔ ایسے شیخ کی صحبت طالب کی بلند استعداد کو بلندی سے پستی میں گرا دیتی ہے مثلاً وہ مریض جو ناقص طبیب سے دارو کھاتا ہے وہ اپنی مرض کے زیادہ کرنے میں کوشش کرتا ہے اور اپنی مرض کے دور ہونے کی قابلیت کو ضائع کر رہا ہے۔ اگرچہ ابتدا میں اس دارو سے مرض میں کچھ تخفیف ہو گی لیکن حقیقت میں عین مضر ہے۔ یہی مریض اگر بالفرض کسی حاذق طبیب کے پاس جائے تو پہلے اس طبیب کو اس دارو کی تاثیر کو دور کرنے کا فکر کرنا پڑے گا اور مسہلات سے اس کا علاج کر کے اس تاثیر کے دور ہو جانے کے بعد پھر مرض اصلی کے دور کرنے کا فکر کرنا پڑے گا۔

ان بزرگواروں کے طریق کا رمدار صحبت پر ہے صرف کہنے اور سننے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ طلب میں سستی پیدا ہو جاتی ہے۔

امید ہے کہ کچھ دنوں کے بعد دہلی اور آگرہ کی طرف سیر کا اتفاق ہو گا۔ اگر آپ تن تنہا تشریف

لائیں اور آمنے سامنے کچھ حاصل کر کے جلدی واپس چلے جائیں تو بہت ہی مناسب ہے اس سے زیادہ لکھنا ناحق تکلیف ہے۔

بقیہ سوالوں کا جواب یہ ہے کہ جناب شیخیت پناہ معارف آگاہ میاں شیخ تاج بہت بزرگ ہیں اور اس صوبہ میں ان کا وجود غنیمت ہے لیکن آپ کی استعداد ان کے طریق کے مناسب نہیں ہے رابطہ نسبت کے بغیر مطلوب حاصل ہونا مشکل ہے۔ آگے آپ کا اختیار ہے کبھی کبھی اپنے احوال کی نسبت لکھتے رہیں تاکہ اس طرف سے بھی اس کے مناسب کچھ لکھا جایا کرے تو بہت ہی مناسب ہے کیونکہ اخلاص کا سلسلہ اس طرح ہمیشہ حرکت میں رہتا ہے۔ والسلام

مکتوب ٦٢

اس بیان میں کہ وہ جذبہ جو سلوک سے اوّل ہے وہ اصلی مقصود نہیں ہے بلکہ منازل سلوک کو بآسانی قطع کرنے کا وسیلہ ہے ہاں وہ جذبہ جو سلوک کے بعد ہے وہ اصلی مقصد ہے۔ جناب مرزا حسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی سب تعریف اللہ کے لئے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

طریق وصولی الی اللہ کے دو جزو ہیں جذبہ اور سلوک یا دوسری عبادت میں تصفیہ اور تزکیہ۔ وہ جذبہ جو سلوک سے مقدم ہے اصلی مقصود نہیں اور وہ تصفیہ جو تزکیہ سے اول ہے اصلی مطلب نہیں ہے۔ لیکن وہ جذبہ جو سلوک کے تمام ہونے کے بعد ہے اور وہ تصفیہ جو تزکیہ حاصل ہونے کے بعد سیر فی اللہ میں ہے اصلی مقصود اور مطلوب ہیں۔ سابقہ جذبہ اور تصفیہ سلوک کے راستوں کی آسانی کے لئے ہیں۔ کیونکہ بغیر سلوک کے کچھ نہیں ہو سکتا اور منازل طے کرنے کے بغیر مطلوب کا جمال نظر نہیں آتا۔ پہلا جذبہ دوسرے جذبہ کے لئے صورت کی طرح ہے اور حقیقت میں ایک دوسرے کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتے۔

پس ابتدا میں انتہا کے درج ہونے سے جو اس سلسلہ علیہ کے مشائخ کی عبارتوں میں واقع ہے یہ مراد ہے کہ نہایت کی صورت ابتدا میں درج ہے ورنہ نہایت کی حقیقت بدایت میں نہیں سما سکتی اور نہایت کو بدایت کے ساتھ کچھ نسبت نہیں۔

اس بحث کی تحقیق اس رسالہ میں مفصل مذکور ہے جو جذبہ اور سلوک وغیرہ کی تحقیق میں لکھا گیا ہے۔

غرض صورت سے گزر کر حقیقت تک پہنچنا نہایت ضروری ہے اور حقیقت کو چھوڑ کر صورت پر

کفایت کرنا سراسر دوری ہے۔

حَقَّقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِالْحَقِیْقَةِ الْحَقَّةِ وَ جَنَّبَنَا عَنِ الصُّوْرَةِ الْبَاطِلَةِ بِحُرْمَةِ النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ وَاٰلِهِ الْاَبْرَارِ عَلَیْهِ وَ عَلَیْهِمْ مِنَ الصَّلَوٰاتِ اَکْمَلُهَا وَ مِنَ التَّحِیَّاتِ اَفْضَلُهَا حق تعالیٰ اپنے نبی مختار اور ان کی آل ابرار علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہم کو حقیقت حقہ پر ثابت قدم رکھے اور صورت باطلہ سے بچائے۔

مکتوب ۶۳

اس بیان میں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام دین کے اصول میں متفق ہیں اور ان بزرگواروں کا اختلاف صرف دین کے فروع میں ہے اور ان بعض متفق علیہ کلمات کے بیان میں سرداری کی پناہ والے شرافت کے مرتبہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَّةِ اٰبَائِکُمُ الْکِرَامِ عَلٰی اَفْضَلِهِمْ اِصَالَةً وَّعَلٰی بَوَاقِیْهِمْ مُتَابَعَةً اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو آپ کے بزرگ باپ دادوں کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے ان میں سے افضل پر اصلی طور پر اور باقیوں پر متابعت کی رُو سے صلوٰۃ وسلام ہو۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ اللہ کی صلوٰۃ اور سلام اور برکات ان سب پر بالعموم اور ان کے افضل پر بالخصوص ہو اور اللہ کی رحمتیں ہو کیونکہ ان بزرگواروں کے طفیل جہان کو نجات ابدی کی سعادت حاصل ہوئی ہے اور ہمیشہ کی گرفتاری سے آزادی حاصل ہوئی ہے اگر ان کا وجود شریف نہ ہوتا تو حق تعالیٰ جو غنی مطلق ہے جہان کو اپنی ذات و صفات کی نسبت کچھ خبر نہ دیتا اور اس طرف کا رستہ نہ دکھاتا اور کوئی شخص اس کو نہ پہچانتا اور امر و نواہی جن کے ساتھ بندوں کو محض اپنے کرم سے ان کے نفع کے لئے مکلّف کیا ہے۔ ان کے بجالانے کی تکلیف نہ دیتا اور اس کی رضامندی نارضامندی سے جدا نہ ہوتی پس اس نعمت عظمٰی کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے اور کس کو یہ طاقت ہے کہ اس کا شکر ادا کر سکے اللہ کی حمد ہے جس نے ہم پر انعام کیا اور ہم کو اسلام کی طرف ہدایت کی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تصدیق کرنیوالوں میں سے بنایا۔ اور یہ بزرگوار اصول میں متفق ہیں۔ اور ذات و صفات اور حشر و نشر۔ پیغمبروں کے بھیجنے اور فرشتوں کے نازل ہونے اور وحی کے وارد ہونے اور ہمیشہ کیلئے جنت کے آرام اور دوزخ کے عذاب کے بارے میں ان سب کی بات ایک ہی ہے اور ان کا اختلاف صرف بعض احکام میں ہے جو دین کے فروغ سے تعلق رکھتے ہیں اور حق تعالیٰ نے ہر ایک زمانہ میں اولوالعزم پیغمبر پر مناسب احکام کے ساتھ وحی بھیجی ہے اور اس زمانہ کے لوگوں کو احکام مخصوصہ کے ساتھ تکلیف فرمائی ہے۔

احکام شرعیہ میں نسخ اور تبدیل کا ہونا خدائے تعالیٰ کی حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہے اور اس قسم

کی مثالیں بہت سی ہیں کہ ایک ہی صاحب شریعت پیغمبر پر مختلف وقتوں میں ایک دوسرے کے متضاد احکام نسخ اور تبدیل کے طور پر وارد ہوئے ہوں اور ان بزرگواروں کے متفق علیہ کلمات میں سے یہ چند کلمے ہیں:

خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور مخلوقات میں سے کسی کو خدا کے سوا اپنا رب نہ بنانا۔ یہ حکم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہی مخصوص ہیں اور ان کے تابعداروں کے سوا اور لوگ اس دولت سے مشرف نہیں ہوئے اور نہ ہی ان کے سوا کسی نے اس قسم کے کلمات کہے ہیں۔

نبوت کے منکر اگرچہ خدا کو ایک جانتے لیکن ان کا حال دو امر سے خالی نہیں ہے یا تو اہل اسلام کی تقلید کرتے ہیں یا وجود کے وجوب میں واحد جانتے ہیں نہ کہ عبادت کے استحقاق میں۔

کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے مراد جھوٹے خداؤں کی عبادت کی نفی کرنا اور معبود برحق کا ثابت کرنا ہے اور کلمہ دوسرا جو ان بزرگواروں سے مخصوص ہے یہ ہے کہ اپنے آپ کو اور لوگوں کی طرح بشر جانتے ہیں اور عبادت کے لائق خدا ہی کو جانتے ہیں اور لوگوں کو اس کی طرف بلاتے ہیں اور حق تعالیٰ کو حلول اور اتحاد سے پاک بتلاتے ہیں اور منکرین نبوت ایسے نہیں ہیں بلکہ ان کے سردار خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ میں خدا کو حلول کیا ہوا ثابت کرتے ہیں اور عبادت کے حق دار بننے اور خدا کا نام اپنے اوپر بولنے سے احتراز نہیں کرتے۔ اس واسطے بندگی سے پاؤں نکال کر کئی قسم کی بد فعلیوں اور بد عملیوں میں پڑ جاتے ہیں اور اباحت کا رستہ ان کی طرف کھل جاتا ہے اور گمان کرتے ہیں کہ اللہ کسی چیز سے ممنوع نہیں اور جو کچھ کہتے ہیں بہتر جانتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں مباح سمجھتے ہیں پس یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوگئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔ پس ان کے لئے اور ان کے تابعداروں کے لئے اور ان کی تقلید کرنے والوں پر ہلاکت ہے۔

اور اور کلمہ جس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام باہم متفق ہیں اور ان کے منکر اس دولت سے بے نصیب ہیں یہ ہے کہ یہ بزرگوار فرشتوں کے نازل ہونے کے (جو معصوم مطلق ہیں اور کسی قسم کا تعلق اور آلودگی نہیں رکھتے) قائل ہیں اور وحی کے امین اور کلام ربانی کے اٹھانے والے انہی کو جانتے ہیں۔ پس یہ بزرگوار جو کچھ کہتے ہیں خدا کی طرف سے کہتے ہیں۔ اور جو کچھ پہنچاتے ہیں خدا کی طرف سے پہنچاتے ہیں اور ان کے اجتہادی احکام بھی وحی سے موئد ہیں۔ اگر بالفرض کسی قسم کی لغزش واقع ہو جاتی تھی تو حق تعالیٰ خود اس کا تدارک وحی قطعی سے فرما دیتا تھا اور منکروں کے رئیس جو الوہیت کے مدعی ہیں جو کچھ کہتے ہیں اپنی طرف سے کہتے ہیں اور الوہیّت کے خیال سے اسی کو بہتر جانتے ہیں۔ پس

انصاف سے کام لینا چاہئے کہ جو شخص بیوقوفی سے اپنے آپ کو خدا بنائے اور عبادت کا مستحق جانے اور اس خیال سے بہت ناشائستہ فعل اس سے سرزد ہوں تو اس کی باتوں کا کیا اعتبار ہے اور اس کی تابعداری پر کیا مدار ہے۔

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

ترجمہ ہوتا ہے سال ویسا جیسی بہار ہووے

اس قسم کی باتوں کا ظاہر کرنا زیادہ تشریح کیلئے ہے ورنہ حق باطل سے جدا ہے اور نور اندھیرے سے ظاہر ہے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنَا عَلٰی مُتَابَعَةِ هٰؤُلَاءِ الْاَكَابِرِ عَلَيْهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا یا اللہ تو ہم کو اول و آخر انہی بزرگواروں کی تابعداری پر ثابت قدم رکھ۔

بقیہ مقصود یہ ہے کہ سیادت پناہ میاں پیر کمال کو آپ خوب جانتے ہیں۔ کچھ حاجت نہیں کہ اس بارے میں کچھ لکھا جائے۔ لیکن اس قدر لکھنا ضروری ہے کہ فقیر کو کچھ عرصہ سے ان کی ملاقات حاصل ہے۔ مدت سے آپ کی قدم بوسی کا شوق رکھتے تھے لیکن ضعف لاحق ہونے سے کچھ مدت فرش پر پڑے تھے۔ اب صحت ہونے کے بعد آپ کی خدمت عالی کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور آپ کی عنایت کے امیدوار ہیں۔

مکتوب ٦٤

جسمانی اور روحانی لذت اور درد کے بیان میں۔ اور جسمانی رنج اور مصیبتوں کو برداشت کرنے کی ترغیب اور اس کے مناسب بیان میں سیادت و شرافت کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:-

سَلَّمَكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَعَافَاكُمْ فِی الدَّارَیْنِ بِحُرْمَتِ سَیِّدِ الثَّقَلَیْنِ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ حق تعالیٰ حضرت سید الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کو دونوں جہان میں سلامت اور عافیت سے رکھے۔

دنیا کی لذت اور الم دو قسم ہے۔ جسمانی اور روحانی جس چیز میں جسم کی لذت ہے اس میں روح کا رنج ہے اور جس چیز سے جسم کو رنج پہنچے اس میں روح کی لذت ہے۔

پس روح اور جسم ایک دوسرے کی ضد ہیں اور اس جہان میں کہ روح جسم کے مقام میں اترا ہوا ہے اور جسم اور جسمانی میں گرفتار ہوا ہے۔ روح نے بھی جسم کا حکم پیدا کر لیا ہوا ہے اور اس کی لذت سے اس کو لذت اور اس کے رنج سے اس کو رنج ہے۔ یہ مرتبہ عوام کالانعام کا ہے ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ

(پھر ہم اس کو کمتر سے کمتر مخلوق کے درجے میں لوٹا لائے) انہی کی شان میں صادق ہے۔ اگر روح کو اس گرفتاری سے خلاص نہ ہو اور اپنے اصلی وطن کی طرف رجوع نہ کرے تو ہزار ہزار افسوس ہے۔

پایۂ آخر آدم است و آدمی گشت محروم از مقام محرمی
گر نگردد باز مسکین زیں سفر نیست از وے ہیچکس محروم تر

ترجمہ سب کے پیچھے رتبہ ہے انسان کا اس لئے محروم تر سب سے ہوا
گر نہ لوٹے اس سفر سے یہ گدا ہے پھر اس کے حال پر واحسرتا

روح کی بیماری کے باعث ہے کہ اپنے رنج کو لذت اور لذت کو رنج معلوم کرتا ہے جیسا کہ صفراوی مزاج والا شخص بیماری کے باعث شیرینی کو کڑوا معلوم کرتا ہے۔

پس عقلمندوں پر لازم ہے کہ اس مرض کے دور کرنے کا فکر کریں تا کہ جسمانی رنج و مصائب میں خوش و خرم زندگی بسر کریں۔

از برائے عیش و عشرت ساختن صد ہزاراں جاں بباید باختن

ترجمہ صد ہزاراں جاں جوکھوں میں پڑے جاودانی عیش و عشرت تب ملے

اور جب اچھی طرح غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر دنیا میں درد اور الم و مصیبت نہ ہوتے تو جو کے برابر اس کی قدر نہ ہوتی۔ اس کی ظلمتوں کو واقعات اور حادثے دور کر دیتے ہیں۔ حادثوں کی تلخی داروے تلخ کی طرح نافع ہے جس سے مرض کو دور کرتے ہیں۔

فقیر کو تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ عام دعوتوں میں جو کھانا پکاتے ہیں اور خالص نیت نہیں کر سکتے اور بعض لوگ اس کھانے کی نسبت گلہ و شکایت کرتے ہیں اور طعام اور صاحب طعام کا عیب اور نقصان ظاہر کرتے ہیں اور صاحب طعام کو اس بات سے دل کی شکستگی حاصل ہو جاتی ہے۔ تو صاحب طعام کی یہی شکستگی اس ظلمت کو جو خالص نیت کے نہ ہونے سے کھانے میں آ گئی تھی دور کر دیتی ہے اور معرض قبول میں لے آتی ہے اگر وہ لوگ شکایت نہ کرتے اور صاحب طعام کا دل شکستہ نہ ہوتا۔ تو طعام سراسر ظلمت اور کدورت سے بھرا رہتا اور اس صورت میں قبولیت کا احتمال نہ ہوتا۔

پس کام کا مدار شکستگی اور آوارگی پر ہے۔ لیکن ہم ناز سے پلے ہوئے عیش و آرام کے طالبوں کو یہ کام مشکل ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ نص قاطع ہے اور عبادت سے مقصود عجز و انکسار ہے۔ پس انسان اور خاص کر مسلمانوں اور دینداروں کے پیدا کرنے سے مقصود ذلت و خواری ہے۔ کیونکہ دنیا ان کیلئے قید خانہ ہے۔ قید خانہ میں عیش و آرام کا ڈھونڈنا عقل سے دور ہے۔ پس آدمی کو محنت کشی اور اس بوجھ کے اٹھانے سے کوئی چارہ نہیں حق تعالیٰ آپ کے جدِ امجد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

کے طفیل ہم بے طاقتوں کو اس پر استقامت عطا فرمائے۔

مکتوب ٦٥

اسلام کے ضعف اور مسلمانوں کی خواری پر افسوس کرنے اور اہل اسلام کو تقویت دینے اور احکام جاری کرنے کی ترغیب دینے میں خان اعظم کی طرف لکھا ہے:-

حق تعالیٰ آپ کو احکام اسلام کے بلند کرنے میں اسلام کے دشمنوں پر مدد اور نصرت دے۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلْاِسْلَامُ بَدَءَ غَرِیْبًا وَ سَیَعُوْدُ کَمَابَدَءَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ یعنی اسلام غریب ہی ظاہر ہوا اور عنقریب غریب ہو جائے گا پس غریبوں کیلئے خوشخبری ہے۔ اسلام کی غربت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ کفار کھلم کھلا اسلام پر طعن اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں اور ہر کوچہ و بازار میں نڈر ہو کر کفر کے احکام جاری کرتے ہیں اور اہل کفر کی تعریف کرتے ہیں اور مسلمان اسلام کے احکام جاری کرنے سے رکے ہوئے ہیں اور شرائع کے بجالانے میں مذموم اور مطعون ہیں۔

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

ترجمہ چھپائے رخ کو پری دیو ناز کرے حواس و ہوش یہ سن کر میرے بجا نہ رہے

سبحان اللہ و بحمدہ۔ داناؤں نے کہا ہے کہ اَلشَّرْعُ تَحْتَ السَّیْفِ کہ شرع تلوار کے نیچے ہے اور شرع شریف کی رونق بادشاہوں پر منحصر ہے لیکن اب قضیہ برعکس ہو گیا ہے اور معاملہ بدل گیا ہے۔ ہائے افسوس! صد افسوس!!

ہم ایسے نازک وقت میں آپ کے وجود مبارک کو غنیمت جانتے ہیں اور اس معرکہ ضعیف اور شکست خوردہ میں آپ کے سوا کسی کو بہادر اور لڑاکا نہیں پہچانتے۔ حق تعالیٰ اپنے نبی اور ان کی آل صلی اللہ علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طفیل آپ کا مددگار اور ناصر ہو۔

حدیث میں وارد ہے لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّہٗ مَجْنُوْنٌ تم میں سے کوئی ایماندار نہ ہو گا جب تک اس کو دیوانہ نہ کہا جائے۔

اس وقت وہ مجنون جو غیرت اسلام کی زیادتی پر مبنی ہے اب آپ ہی کی طبیعت میں محسوس ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

آج وہ دن ہے کہ تھوڑے سے عمل کو بڑے اجر کے بدلے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں۔ اصحاب کہف سے ہجرت کے سوا اور کوئی عمل ظاہر نہیں ہوا جس نے اتنا اعتبار پیدا کیا ہے۔ سپاہی دشمنوں کے غلبہ کے وقت اگر تھوڑا سا بھی تردد کریں تو بڑا اعتبار رکھتا ہے برخلاف دشمنوں کے امن و

آرام کے وقت کے یہ قولی جہاد جو آج آپ کو حاصل ہے یہی جہاد اکبر ہے۔اس کو غنیمت جانیں اور هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ کہیں اور اس جہاد قولی کو جہاد قتال سے بہتر سمجھیں۔ ہم جیسے بے دست وپا فقرا اس دولت سے محروم ہیں ۔

هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ مبارک منعموں کو اپنی نعمت مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

۔ وادیم تراز گنج مقصود فشاں ما اگر نہ رسیدیم تو شاید برسی

ترجمہ تجھے گنج مقصود بتلایا ہم نے ملا گر نہیں ہم کو شاید تو پالے

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں شیخی کروں تو جہان میں کسی شیخ کا کوئی مرید نہ رہے۔ لیکن میرے متعلق کچھ اور کام ہے اور وہ شریعت کو رواج دینا اور مذہب کی تائید کرنا ہے۔ اسی واسطے بادشاہوں کی صحبت میں جایا کرتے اور اپنے تصرف سے ان کو مطیع کرتے تھے اور ان کے ذریعے شریعت کو رواج دیتے تھے۔ التماس یہی ہے کہ جب حق تعالیٰ نے ان بزرگ خاندان کے بزرگواروں کی محبت کی برکت سے آپ کی بات میں تاثیر بخشی ہے اور آپ کی مسلمانی کی عزت ہمسروں کی نظروں میں ظاہر ہے۔ تو کوشش فرمائیں اور زیادہ نہ سہی تو اس قدر تو ہو کہ اہل کفر کے وہ احکام جو اہل اسلام میں شائع ہیں معدوم ہو جائیں۔ اور اہل اسلام ان کے بیہودہ عملوں سے محفوظ رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر دے۔ پہلی سلطنت میں دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دشمنی مفہوم ہوتی تھی اور اس سلطنت میں ظاہر طور پر وہ عناد نہیں ہے اگر ہے تو بے علمی کے باعث ہے یہ ڈر ہے کہ ایسا نہ ہو عناد و دشمنی تک نوبت پہنچ جائے۔ اور مسلمانوں پر معاملہ اس سے بھی زیادہ تنگ ہو جائے۔ ۔

چو بید بر سر ایمان خویش مے لرزم

ترجمہ کانپتا ایمان پر ہوں مثل بید

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ عَلٰى مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ
حق تعالیٰ آپ کو اور ہم کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ فقیر کسی تقریب پر یہاں آیا تھا۔ یہ نہ چاہا کہ اپنے آنے کی نسبت آپ کو اطلاع نہ دے۔ اور بعض فائدہ مند باتوں کو نہ لکھے۔ اور اپنی دلی محبت سے جو طبعی مناسبت کے سبب ہے خبر نہ کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ اَحَبَّ اَخَاهُ فَلْيُعْلِمْ اِيَّاهُ یعنی جو کوئی اپنے کسی مسلمان بھائی کو دوست

رکھے۔ تو اس کو چاہئے کہ اس محبت کی نسبت اس کو جتلا دے۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى جَمِيعِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى آپ پر اور تمام ہدایت کی راہ پر چلنے والوں پر سلام ہو۔

مکتوب ٦٦

طریقہ علیہ نقشبندیہ کی تعریف میں اور اس بیان میں کہ یہ طریق بعینہٖ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طریق ہے اور دوسروں پر اصحاب کرامؓ کی افضلیّت میں۔

اگرچہ اویس قرنی ہو یا عمر مروانی۔ خان اعظم کی طرف صادر ہوا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے خاص بندوں پر سلام ہے۔

حضرات خواجگان (نقشبندیہ) قدس سرہم کا طریق اندراج نہایت دربدایت پر مبنی ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہم نے انتہا کو ابتدا میں درج کر دیا ہے اور یہ بعینہٖ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریق ہے۔ کیونکہ یہ بزرگوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی ہی صحبت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے کہ امت کے اولیاء کو نہایت النہایت میں بھی اس کمال سے تھوڑا سا حصہ بمشکل حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی جو ابتدائے اسلام میں ایک ہی مرتبہ سید اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہوا۔ اویس قرنیؓ سے جو خیر التابعین ہیں افضل ہے جو کچھ وحشی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی ہی صحبت میں حاصل ہوا۔ اویس قرنیؓ کو وہ خصوصیت انتہا میں بھی میسر نہ ہوئی۔ اسی واسطے سب زمانوں میں سے بہتر زمانہ اصحابؓ کا ہے۔ اور ثُمَّ کے لفظ نے دوسروں کو پیچھے ڈال دیا اور درجے کے بعد کی طرف اشارہ کیا۔

ایک شخص نے عبداللہ بن مبارک قدس سرہٗ سے پوچھا کہ معاویہؓ افضل ہے یا عمرو بن عبدالعزیز۔ تو اس نے جواب دیا کہ وہ غبار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاویہ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا وہ عمر بن عبدالعزیز سے کئی درجے بہتر ہے۔

پس ناچار ان حضرات کا سلسلہ سلسلۃ الذہب ہے اور اس طریقہ علیہ کی زیادتی دوسرے طریقوں پر ایسی ہے جیسے زمانہ اصحاب کی زیادتی اوروں کے زمانہ پر۔ جن لوگوں کو کمال فضل سے ابتدا ہی میں اس پیالہ سے پانی کا گھونٹ پلا دیں ان کے سوا دوسروں کو ان کے کمالات کی حقیقت پر اطلاع پانا مشکل ہے۔ ان کا نہایت دوسروں کے نہایت سے بڑھ کر ہوگا۔

قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا

ترجمہ میری بہار کو کرلے قیاس بستاں سے

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

ترجمہ ہوتا ہے سال ویسا جیسی بہار ہووے

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرۂ فرمایا کرتے تھے کہ ہم فضلی ہیں۔

جَعَلَنَا اللّٰهُ وَاِيَّا كُمْ مِنْ مُحِبِّىْ هٰؤُ لَاءِ الْاَ كَابِرِ وَمُتَابِعِىْ اٰثَارِهِمْ بِحُرْمَةِ النَّبِيِّ الْقُرَشِيِّ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا حق تعالیٰ اپنے نبی قرشی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہم کو اور آپ کو ان بزرگواروں کے محبّوں اور تابعداروں سے بنائے۔

مکتوب ٦٧

ایک محتاج کی سفارش میں خان خانان کی طرف لکھا ہے:-

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ عَلٰى مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ ظَاهِرًا وَ بَاطِنًا وَيَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِيْنًا۔ حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو ظاہر و باطن میں سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری پر ثابت قدم رکھے اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔

دو ضروری امروں نے بے اختیار اس بات پر آمادہ کیا کہ آپ کو تکلیف دی جائے اول تکلیف کے گمان کو دفع کرنے بلکہ دوستی اور اخلاص کے حاصل ہونے کا اظہار ہے اور دوسرا امر ایک محتاج کی حاجت کی طرف اشارہ ہے جو بزرگی اور بہتری سے آراستہ ہے اور معرفت شہود سے پیراستہ۔ نسب کے لحاظ سے کریم ہے اور حسب کی رو سے شریف۔

میرے مخدوم! حق بات کے ظاہر کرنے میں ایک قسم کی تلخی ہے۔ اگرچہ شدت وضعف کے لحاظ سے متفاوت ہوتی ہے وہ شخص بڑا ہی سعادت مند ہے جو اس تلخی کو شہد کی طرح پی جائے اور هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کہے۔

احوال کا تغیر و تبدل امکان کی صفت کے لوازم سے ہے وہ لوگ جو مرتبہ تمکین تک پہنچ گئے ہیں وہ بھی تلوین سے خالی نہیں ہیں۔ بیچارہ ممکن کبھی صفات جلالیہ میں مغلوب ہے اور کبھی صفات جمالیہ کا محکوم۔ کبھی قبض ہے کبھی بسط ہے اور ہر موسم کے احکام جدا ہیں کل کچھ اور حال ہے آج کچھ اور۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ يُقَلِّبُهٗ كَيْفَ يَشَآءُ مومن کا دل خدا کی دو انگلیوں کے

درمیان ہے جس طرح چاہتا ہے اس کو پلٹا تا ہے۔ والسلام۔

مکتوب ۶۸

اس بیان میں کہ تواضع دولتمندوں سے اچھی ہے اور استغناو لاپروائی فقرا سے زیبا ہے اور اس کے مناسب بیان میں خان خانان کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْخَیْرُ فِیْ مَاصَنَعَ اللّٰہُ تَعَالٰی بہتر وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کرے۔

میرے مخدوم!

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم　　　　تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

ترجمہ　جو حق کہنے کا ہے کہتا ہوں تجھ سے اے میرے شفیق
نصیحت آئے ان باتوں سے تجھ کو یا ملال آئے

تواضع دولتمندوں سے اچھی ہے اور استغنا فقرا سے کیونکہ معالجہ ضد کے ساتھ ہوتا ہے آپ کے تینوں خطوں میں استغنا کے سوا کچھ مفہوم نہ ہوا۔ اگرچہ آپ کا مقصود تواضع تھا۔ مثلاً اخیر کے مکتوب میں لکھا تھا کہ حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو۔ اس عبارت کو اچھی طرح معلوم کریں کہ کہاں لکھنی چاہئے اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ نے فقرا کی بہت خدمت کی ہے لیکن آداب خدمت کا مد نظر رکھنا بھی ضروری ہے تاکہ خدمت کا ثمرہ حاصل ہو۔ وَبِدُوْنِھَا خَرْطُ الْقَتَادِ ورنہ بیفائدہ تکلیف ہے۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے متقی لوگ تکلف سے بری ہیں۔ لیکن متکبروں کے ساتھ تکبر کرنا صدقہ ہے۔

کسی شخص نے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کو کہا کہ یہ شخص متکبر ہے آپ نے فرمایا کہ میرا تکبر خدا کی جانب سے ہے۔ آپ اس گروہ کو ذلیل و خوار نہ سمجھیں۔ رُبَّ اَشْعَثٍ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْاَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ (بہت سے ایسے پراگندہ حال درویش ہیں جن کو لوگ دروازہ بدروازہ ہانکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اللہ پر قسم کھائیں تو اللہ اس کو پورا کردے) حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم　　　　کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ　غم دل اس لئے تھوڑا کہا ہے تجھ سے اے دلبر
کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سن سن کے دل تیرا

آپ کے دلی مخلصوں اور عزیز دوستوں کو لازم ہے کہ حقیقت حال کو مد نظر رکھا کریں جو کچھ آپ کی خدمت میں عرض کریں اصلی واقعہ بیان کریں۔ اور جو مشورہ دیں اس میں آپ کی صلاح کو منظور رکھیں نہ اپنی مصلحتوں کو کہ یہ خیانت محض ہے۔ اس سفر کی علت نمائی اور اصلی غرض یہ بھی تھی کہ

آپ کو کچھ فائدہ اور نفع حاصل ہوتا۔ مگر عالم اسباب میں آپ کے محبوں اور مخلصوں نے نہ ہونے دیا اور اس طرف سے کسی قسم کی کوتاہی نہ سمجھیں۔ اگرچہ اس قسم کی باتیں تلخ معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن آپ کے خوشامد گو بہت ہیں۔ انہی پر کفایت کریں۔ فقرا کی محبت سے مقصود یہی ہے کہ پوشیدہ عیبوں پر اطلاع ہو جائے اور پوشیدہ برے فعل ظاہر ہو جائیں۔ لیکن جان لیں کہ اس قسم کی باتوں کا ظاہر کرنا آپ کو آزار و تکلیف دینے کی غرض سے نہیں ہے۔ بلکہ خیر خواہی اور محبت کے باعث ہے اس بات کو یقین سے تصور کریں۔ خواجہ محمد صدیق اگر ایک روز پہلے آتا تو امید تھی کہ فقیر بہرحال اپنے آپ کو آپ کی خدمت میں پہنچاتا لیکن سرہند کے راہ میں ہی ملاقات ہو گئی۔ اس لئے معذور و معارف فرمائیں گے۔ اَلْخَیْرُ فِیْمَا صَنَعَ اللّٰہُ بہتر وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کرے۔

مکتوب ۶۹

تواضع کے بیان میں جو دونوں جہان کی عزت کا باعث ہے اور اس بیان میں کہ نجات فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی تابعداری پر وابستہ ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ آپ کا بزرگ محبت نامہ جو مولانا محمد صدیق کے ہمراہ بھیجا تھا پہنچا۔ آپ نے بڑی مہربانی فرمائی۔ خدا تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے جب آپ نے فقرا کے آداب کو مدنظر رکھا ہے اور تواضع سے گفتگو کی ہے۔ امید ہے کہ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ کے موافق یہ تواضع دینی اور دنیاوی بلندی اور عزت کا موجب ہو جائے گی بلکہ ہو گئی ہے۔ آپ کو مبارک اور بشارت ہو جب آپ انابت اور رجوع کے الفاظ درمیان لائے ہیں۔ ایسا تصور فرمائیں کہ یہ انابت درویشوں میں سے کسی درویش کے ہاتھ پر واقع ہوئی ہے۔ اس کے فائدوں اور نتیجوں کے امیدوار ہیں لیکن چاہئے کہ اس کے حقوق کو پورے طور پر بجالائیں۔

یہ فقیر وصیتیں اور نصیحتیں کیا لکھے اور علوم و معارف کیا ظاہر کرے کیونکہ علمائے مجتہدین اور صوفیہ محققین نے اس امر کی تفصیل اور شرح میں کوتاہی نہیں کی اور بعض یار اس بے سروسامان کے مسودوں کو بھی آپ کی خدمت میں لے گئے ہیں۔ امید ہے کہ نظر شریف سے گزرے ہونگے۔ غرض نجات کا طریق افعال و اقوال اور اصول و فروع میں فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی متابعت پر ہے خدائے تعالیٰ ان کو زیادہ کرے اور اس کے سوا جتنے فرقے ہیں سب زوال کے مقام اور ہلاک کے کنارے پر ہیں۔ آج اس بات کو خواہ کوئی جانے یا نہ جانے کل قیامت کے روز ہر ایک جان لے گا اور اس کو کچھ نفع نہ دے گا۔ اَللّٰھُمَّ نَبِّھْنَا قَبْلَ اَنْ یُّنَبِّھَنَا الْمَوْتُ یا اللہ تو ہم کو اس غفلت سے بیدار کر پیشتر اس کے کہ موت بیدار کرے۔

سیادت مآب سید ابراہیم قدیم سے آپ کی بلند درگاہ سے نسبت رکھتا ہے۔اور دعا گوؤں کے سلسلہ میں شامل ہے۔ آپ کے کرم و بخشش پر امید ہے کہ دستگیری فرمائیں گے۔ تا کہ اس فقر و پیری کی حالت میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ فراغ خاطر سے گزارہ کرے اور آپ کیلئے دونوں جہان کی سلامتی کی دعا میں مشغول رہے۔والسّلام

مکتوب ۷۰

اس بیان میں کہ انسان کے لئے جس طرح اس کی جامعیت اس کے قرب کا باعث ہے ویسے ہی یہ جامعیّت اس کے بعد کا بھی باعث ہے اور اس کے مناسب بیان میں خان خانان کی طرف صادر فرمایا ہے:

ثَبَّتَکُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَه، عَلٰی جَادَّةِ الشَّرِیْعَةِ الْمُصْطَفَوِیَّةِ عَلٰی صَاحِبِهَاالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالْمَحَبَّةُ وَ یَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْداً قَالَ اٰمِیْنًا اللہ تعالیٰ آپ کو شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔

انسان کے لئے جس طرح کہ اس کی جامعیّت اس کے قرب اور کرامت اور فضیلت کا باعث ہے۔ اسی طرح یہی جامعیت اس کے بعد ذلت و خواری کا موجب ہے۔ قرب کا باعث تو اس واسطے ہے کہ اس کا آئینہ تمام و کمال ہے اور تمام اسماء و صفات بلکہ تجلیات ذاتیہ کے بھی ظہور کی قابلیت رکھتا ہے۔ حدیث قدسی لَا یَسِعُنِیْ اَرْضِیْ وَ لَا سَمَائِیْ وَ لٰکِنْ یَّسِعُنِیْ قَلْبُ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ (نہ میں زمین میں سما سکتا ہوں نہ آسمان میں لیکن مومن آدمی کے دل میں سما سکتا ہوں) میں اسی بیان کی رمز ہے اور اس کے بعد اور دوری کا باعث اس لئے ہے کہ جہان کی تمام چھوٹی چیزوں کی اس کو حاجت ہے کیونکہ سب چیزیں اس کو درکار ہیں۔خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا زمین میں جو کچھ ہے سب تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔

اس احتیاج کے باعث ان سب اشیاء میں وہ ایسا گرفتار ہے کہ اس کے بُعد اور گمراہی کا موجب ہے۔

پایہ آخر آدم است و آدمی — گشت محروم ازمقام محرمی

گرنہ گرد باز مسکیں زیں سفر — نیست ازوے ہیچ کس محروم تر

ترجمہ: سب سے آخر رتبہ ہے انسان کا — اس لئے محروم سب سے ہو گیا

گر نہ لوٹے اس سفر سے یہ گدا — ہے پھر اس کے حال پر واحسرتا

پس تمام مخلوقات میں سے بہتر بھی انسان ہی ہے اور بدتر بھی انسان ہے۔ کیونکہ حبیب رب العالمین حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی سے تھے اور زمین و آسمان کے پیدا کرنے والا خدا

ئے پاک کا دشمن ابو جہل لعین بھی اسی سے۔ غرض جب تک ان سب کی گرفتاری سے آزاد ہو کر ایک خدا کے ساتھ جو ایک ہونے سے بھی منزہ و پاک ہے گرفتار و مقید نہ ہو جائیں تب تک خرابی ہی خرابی اور وبال ہی وبال ہے۔ لیکن مَا لَا یُدْرِكُ كُلُّه، لَا یُتْرَكُ كُلُّهٗ کے موافق اپنی چند روزہ زندگانی کو صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری میں بسر کرنا چاہئے کیونکہ آخرت کے عذاب سے بچنا اور ہمیشہ کی نعمتوں سے کامیاب ہونا اسی تابعداری کی سعادت پر وابستہ ہے۔ پس بڑھنے والے مالوں اور چرنے والوں چارپاؤں کی زکوٰۃ پورے طور پر ادا کرنی چاہئے۔ اور اس کو مالوں اور چارپاؤں کے ساتھ تعلق نہ ہونے کا وسیلہ بنانا چاہئے اور لذیذ کھانوں اور نفیس کپڑوں میں نفس کا فائدہ مد نظر نہ رکھنا چاہئے۔ بلکہ کھانے پینے وغیرہ سے اس کے سوا اور کوئی نیت نہ ہونی چاہئے کہ اطاعت کے ادا کرنے پر قوت حاصل ہو۔ نفیس کپڑوں کو خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوۃٍ کے موافق مذکورہ بالا زینت کی نیت پر پہننا چاہئے اور کسی اور نیت کو اس میں نہ ملانا چاہئے اور اگر حقیقی طور پر نیت میسر نہ ہو تو اپنے آپ کو تکلف سے اس نیت پر لانا چاہئے فَاِنْ لَّمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكُوْا اگر تم کو رونا نہ آئے تو رونے والوں کی صورت بنالو اور ہمیشہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا اور زاری کرنی چاہئے کہ حقیقی نیت حاصل ہو جائے اور تکلف دور ہو جائے۔

آنکہ دُر ساختہ است قطرۂ بارانی را ے تو اند کہ دہد اشک مرا حسن قبول

ترجمہ: عجب نہیں کہ وہ کرلے قبول گریہ مرا دیا ہے قطرۂ باراں کو جس نے موتی بنا

علیٰ ہذا القیاس تمام امور میں علمائے دیندار کے فتوٰی کے موافق جنہوں نے عزیمت کو اختیار کیا ہے اور رخصت سے تجاوز کیا ہے۔ زندگانی بسر کرنی چاہئے اور اس کو ہمیشہ کی نجات کا وسیلہ بنانا چاہئے۔ مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْ اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ تو اللہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا۔

مکتوب ۷۱

اس بیان میں کہ منعم کا شکر منعم علیہ پر واجب ہے اور شکر کا حاصل ہونا شریعت کے بجالانے سے نہ کچھ اور۔ خان خاناں کے بیٹے مرزا داراب کی طرف لکھا ہے:

اَیَّدَكُمُ اللّٰهُ وَ نَصَرَكُمْ خدائے تعالیٰ آپ کی تائید کرے اور آپ کو فتح و نصرت دے۔

عقلی اور شرعی طور پر منعم کا شکر منعم علیہ پر واجب ہے اور معلوم ہے کہ شکر بھی اسی قدر واجب ہوتا ہے جس قدر نعمت پہنچے۔ پس جس قدر نعمت زیادہ پہنچے گی شکر بھی اسی قدر زیادہ واجب ہو گا۔ پس اس اعتبار سے فقرا کی نسبت دولت مندوں پر انکے درجوں کے اختلاف کے بموجب کئی گنا زیادہ

شکر واجب ہے کیونکہ اس امت کے فقرا اور دولت مندوں سے پہلے پانچ سو سال بہشت میں جائیں گے اور منعم حقیقی یعنی حق تعالیٰ کا شکر اول یہ ہے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کے عقائد کے موافق اپنے عقیدوں کو درست کیا جائے اور دوسرا یہ کہ اسی فرقہ ناجیہ کے ائمہ مجتہدین کے اقوال کے موافق شرعی عملی احکام بجالائے جائیں تیسرا یہ کہ اسی بلند گروہ کے صوفیہ کرام کے سلوک کے مطابق تصفیہ و تزکیہ کیا جائے اور اس رکن کا وجوب استحسانی و استحبابی ہے بخلاف پہلے دو رکنوں کے کیونکہ اصل اسلام انہیں دو رکنوں سے وابستہ ہے اور کمال اسلام اسی ایک رکن یعنی اخیر سے متعلق ہے۔ جو عمل ان ارکان ثلاثہ کے مخالف ہو۔ خواہ وہ سخت ریاضت اور مشکل مجاہدہ ہو منعم حقیقی جل شانہ، کی نافرمانی اور گنہگاری اور ناشکری میں داخل ہے۔

ہندو برہمنوں اور یونانی فلسفیوں نے ریاضتوں اور مجاہدوں میں کمی نہیں کی۔ چونکہ وہ سب کے سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے احکام کے موافق نہیں ہوئے ہیں اس لئے مردود ہیں اور آخرت کی نجات سے بے نصیب ہیں۔ **فَعَلَيْكُمْ بِمُتَابَعَةِ سَيِّدِنَا مَوْلٰنَا وَشَفِيْعِ ذُنُوْبِنَا وَطَبِيْبِ قُلُوْبِنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَمُتَابَعَةِ خُلَفَائِهِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔**

پس آپ پر واجب ہے کہ ہمارے آقا ہمارے مولا ہمارے گناہوں کے شفیع ہمارے دلوں کے طبیب سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت اور خلفائے راشدین مہدیین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تابعداری لازم پکڑیں۔

مکتوب ۷۲

اس بیان میں کہ دین کا دنیا کے ساتھ جمع کرنا مشکل ہے پس طالب آخرت کے لئے دنیا کا ترک کرنا ضروری ہے۔ اگر حقیقی ترک میسر نہ ہو تو ترک حکمی سے چارہ نہیں اور اس کے مناسب بیان میں خواجہ جہان کی طرف لکھا ہے:

سَلَّمَكُمُ اللّٰهُ وَعَافَاكُمْ حق تعالیٰ آپ کو سلامت و عافیت سے رکھے۔

مَا اَحْسَنَ الدِّيْنُ وَ الدُّنْيَا لَوِ اجْتَمَعَا

ترجمہ: دین و دنیا گر جمع ہو جائیں تو کیا خوب ہے

دین و دنیا کا جمع کرنا دو ضدوں کا جمع کرنا ہے۔ پس طالب آخرت کے لئے دنیا کا ترک کرنا ضروری ہے اور چونکہ اس وقت اس کا حقیقی ترک میسر نہیں ہو سکتا بلکہ مشکل ہے تو ناچار ترک حکمی پر ہی قرار پکڑنا چاہئے اور ترک حکمی سے مراد یہ ہے کہ دنیاوی امور میں شریعت روشن کے حکم کے موافق چلنا چاہئے

اور کھانے پینے اور رہنے سہنے میں شرعی حدوں کو مد نظر رکھنا چاہئے اور حدوں سے تجاوز نہ کرنا چاہئے اور بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چارپاؤں میں زکوۃ مفروضہ کو ادا کرنا چاہئے اور جب احکام شرعی سے آراستہ ہونا نصیب ہوا تو گویا دنیا کی تکالیف سے نجات حاصل ہو گئی اور آخرت کے ساتھ جمع ہو گئی اور کسی کو اگر اس قسم کا ترک حکمی بھی میسر نہ ہو تو وہ اس بحث سے خارج ہے وہ منافق کا حکم رکھتا ہے کیونکہ صرف ظاہری ایمان آخرت میں فائدہ مند ہو گا اس کا نتیجہ صرف دنیاوی خون اور مالوں کا بچاؤ ہے۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم　　　توخواہ از سخنم پند گیر و خواہ و ملال

ترجمہ: جو حق کہنے کا ہے کہتا ہوں تجھ سے اے میرے مشفق
نصیحت آئے ان باتوں سے یا تجھ کو ملال آئے

دیکھئے ایسا صاحب دولت کون ہے جو باوجود اس دنیاوی شان و شوکت اور لشکر و خادموں کے اور باوجود اس قدر لذیذ اور عمدہ کھانوں اور نفیس و قیمتی کپڑوں کے سچی باتوں کو قبولیت کے کانوں سے سنتا ہے۔

گوشت از بار دُرگراں شدہ است　　　نشود نالہ و فغان مرا

ترجمہ: بار دُر سے ہیں بھاری تیرے کان
اس لئے سن نہیں سکتے آہ و فغان

وَفَّقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ اِيَّاكُمْ بِمُتَابَعَةِ الشَّرِيْعَةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ۔ حق تعالیٰ آپ کو اور ہم کو شریعت مصطفیٰ ﷺ کی تابعداری کی توفیق دے۔

بقیہ مقصود یہ ہے کہ میاں شیخ زکریا جو پہلے کروڑی یعنی تحصیل دار تھا اور اب محسوس ہے عالم و فاضل آدمی ہے۔ لیکن شومئی اعمال سے کچھ مدت سے قید خانہ میں ہے۔ بڑھاپے کی کمزوری اور گزارے کی تنگی اور مدت قید کی درازی سے تنگ و عاجز ہو کر نصیر کی طرف لکھا ہے کہ عسکر یعنی چھاؤنی میں آکر ہمارے چھڑانے کی کوشش کریں۔ رستہ کی زیادہ مسافت آنے سے مانع ہے چونکہ میرے بھائی خواجہ محمد صدیق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے تھے۔ ناچار چند کلمات لکھ کر آپ کو تکلیف دی گئی ہے۔ امید ہے کہ اس بوڑھے ضعیف کے بارے میں توجہ عالی سے کام لینگے کہ وہ عالم بھی ہے اور بوڑھا بھی۔

وَالسَّلَامُ اَوَّلاً وَ اٰخِرًا

مکتوب ۷۳

دنیا اور اہل دنیا کی مذمت اور بے فائدہ علوم کے حاصل کرنے کی برائی اور فضول مباحات سے بچنے اور خیرات و اعمال صالحہ کے خاص کر جوانی کے وقت بجالانے کی

ترغیب اور اس کے مناسب بیان میں قلیچ اللہ بن قلیچ خاں کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کی روشن شریعت کے سیدھے راستہ پر چلنے کی استقامت بخشے۔

اے فرزند! دنیا آزمائش اور امتحان کا مقام ہے اس کے ظاہر کو طرح طرح کی آرائشوں سے ملمع اور آراستہ کیا ہے اور اس کی صورت کو وہمی خط و خال اور زلف و چہرہ سے پیراستہ کیا ہے۔ دیکھنے میں شیریں اور تروتازہ نظر آتی ہے لیکن حقیقت میں عطر لگا ہوا مردار اور مکھیوں اور کیڑوں سے بھرا ہوا کوڑا اور پانی کی طرح دکھائی دینے والا سراب اور زہر کی مانند شکر ہے اس کا باطن سراسر خراب اور ابتر ہے اور باوجود اس قدر گندہ ہونے کے اس کا معاملہ اہل دنیا کے ساتھ اس سے بھی بدتر ہے جو بیان ہو سکے۔ اس کا فریفتہ دیوانہ اور جادو کا مارا ہے اس کا گرفتار دھوکا کھایا ہوا اور مجنون ہے۔ جو شخص اس کے ظاہر پر فریفتہ ہوا ہمیشہ کا گھاٹا اس کے ہاتھ آیا اور جس نے اس کی مٹھاس اور تروتازگی پر نظر کی ہمیشہ کی شرمندگی اس کے نصیب ہوئی۔

سرور کائنات حبیب رب العلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے مَاالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ اِلَّا ضَرَّتَانِ اِنْ رَضِیَتْ اِحْدَاھُمَا سَخِطَتِ الْاُخْرٰی دنیا اور آخرت دونوں آپس میں سوکن ہیں۔ اگر ایک راضی ہو گی تو دوسری ناراض۔ پس جس نے دنیا کو راضی کیا آخرت اس سے ناراض ہو گئی پس آخرت سے بے نصیب ہو گیا۔ حق تعالیٰ ہم کو دنیا اور اہل دنیا کی محبت سے بچائے۔

اے فرزند! کیا تو جانتا ہے کہ دنیا کیا ہے دنیا وہی ہے جو تجھے حق تعالیٰ کی طرف سے ہٹا رکھے۔ پس زن اور مال و جاہ و ریاست و لہو و لعب اور بیہودہ کاروبار میں مشغول ہونا سب دنیا میں داخل ہے اور وہ علوم جو آخرت میں کام آنے والے نہیں ہیں۔ سب دنیا ہی میں داخل ہیں۔ اگر نجوم و ہندسہ و منطق و حساب وغیرہ بے فائدہ علوم کا حاصل ہونا مفید ہوتا تو فلاسفہ سب اہل نجات میں سے ہوتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عَلَامَۃُ اِعْرَاضِہٖ تَعَالٰی عَنِ الْعَبْدِ اِشْتِغَالُہٗ بِمَالَا یَعْنِیْہِ بندہ کا فضول کاموں میں مشغول ہونا خدا تعالیٰ کی روگردانی کی علامت ہے۔

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است　　گر شکر خوردن بود جاں کندن است

ترجمہ: 　سوائے عشق حق جو کچھ کہ ہے ہر چند احسن ہے
　　　　شکر کھانا بھی گر ہووے عذاب جان کندن ہے

اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ علم نجوم نماز کے وقت پہچاننے کیلئے درکار ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ علم نجوم کے بغیر اوقات پہچانے نہیں جاتے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ علم نجوم اوقات کے پہچاننے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ بہت لوگ علم نجوم نہیں جانتے مگر نماز کے اوقات کو نجوم کے

جاننے والوں سے بہتر جانتے ہیں اور علم منطق اور حساب وغیرہ کے حاصل کرنے کی بھی جن کا مجمل طور پر حاصل کرنا بعض علوم شرعی میں ضروری ہے یہی وجہ بیان کرتے ہیں غرض بہت سے حیلوں کے بعد ان علوم کے ساتھ مشغول ہونے کا جواز ثابت ہو جاتا ہے۔ بشر طیکہ احکام شرعیہ کی معرفت اور علم کلام کی دلیلوں کی تقویت کے سوا ان کے حاصل کرنے سے اور کوئی غرض مد نظر نہ ہو ورنہ ہر گز جائز نہیں ہیں۔

انصاف کرنا چاہئے کہ جب امر مباح جس کے اختیار کرنے سے امور واجب فوت ہو جائیں اباحت سے خارج ہو جاتا ہے۔ تو کچھ شک نہیں کہ ان علوم میں مشغول ہونے سے علوم شرعی ضروری کا اشتغال فوت ہو جاتا ہے۔

اے فرزند! حق تعالیٰ نے اپنی بڑی مہربانی سے تجھ کو ابتدائے جوانی میں توبہ کی توفیق عطا فرمائی تھی اور اس سلسلہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم کے درویشوں میں سے ایک درویش کے ہاتھ پر انابت ورجوع کی طاقت بخشی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ نفس و شیطان کے ہاتھ سے تجھ کو اس توبہ پر ثابت رہنا نصیب ہوا ہے یا نہیں۔ استقامت مشکل معلوم ہوتی ہے کیونکہ جوانی کا زمانہ ہے اور دنیاوی اسباب سب حاصل ہیں اور وہ بھی ہمسروں کی نسبت زیادہ نامناسب اور ناموافق۔

همه اندر زمن بتو این است　　　که تو طفلی و خانه رنگین است

ترجمہ: نصیحت میری تجھ سے ساری یہی ہے　　　کہ گھر ہے منقش تو بچہ ابھی ہے

اے فرزند! غرض یہی ہے کہ فضول مباحات سے پرہیز کی جائے اور مباحات سے ضرورت کے موافق پر کفایت کرنی چاہئے اور ان میں یہ نیت ہونی چاہئے کہ وظائف بندگی کے ادا کرنے کی جمعیت حاصل ہو۔ مثلاً کھانے سے مقصود طاعت کے ادا کرنے کی قوت اور پوشاک سے ستر عورت اور گرمی و سردی کا دور کرنا ہے باقی مباحات ضروریہ میں بھی یہی قیاس کرلو۔

نقشبندیہ بزرگواروں قدس سرہم نے اپنا عمل عزیمت پر اختیار کیا ہے۔ اور رخصت سے حتی المقدور پرہیز کی ہے اور منجملہ سب عزیمتوں کے قدر ضرورت پر کفایت کرنا ہے اگر یہ دولت میسر نہ ہو۔ تو مباحات کے دائرہ سے پاؤں باہر نہ نکالنا چاہئے اور حرام و مشتبہ کے نزدیک نہ جانا چاہئے۔ حق تعالیٰ نے اپنی کمال بخشش سے امور مباحہ کے ساتھ کامل اور پورے طور پر لذت کا حاصل کرنا جائز فرمایا ہے اور اس قسم کی نعمتوں کا دائرہ وسیع کیا ہے ان نعمتوں اور لذتوں سے قطع کر کے کون سی عیش اس کے برابر ہے کہ بندے کا مولیٰ اُس کے کام سے راضی ہو جائے اور کون سا ظلم اس کے برابر ہے کہ اس کا مالک اس کے اعمال سے ناراض ہو جائے۔ جنت میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی جنت سے بہتر ہے اور دوزخ

میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دوزخ سے بدتر ہے۔

یہ انسان اپنے مولیٰ کے حکم کا غلام ہے اس کو خود مختار نہیں بنایا کہ جو چاہے کرے۔ اس کی کچھ باز پرس نہ ہوگی۔ فکر کرنا چاہئے اور عقل دور اندیش سے کام لینا چاہئے کل قیامت کے دن ندامت اور خسارہ کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا کام کا وقت جوانی کا زمانہ ہے۔ جوان مرد وہ ہے جو اس وقت کو ضائع نہ کرے اور فرصت کو غنیمت جانے ممکن ہے کہ اس کو بڑھاپے تک پہنچنے نہ دیں اور اگر پہنچنے بھی دیں تو جمعیت حاصل نہ ہوگی اور اگر حاصل ہوگی تو ضعف اور سستی کے وقت کچھ نہ کر سکے گا۔ اس وقت جمعیت کے اسباب مہیا ہیں اور والدین کا وجود بھی خدائے تعالیٰ کے بڑے انعاموں میں سے ہے کہ معاش اور گزارہ کا غم ان کے سر پر ہے اور فرصت کا موسم اور قوت و استطاعت کا زمانہ ہے کسی عذر سے آج کے کام کو کل پر نہ ڈالنا چاہئے اور اپنا اسباب تسویف میں یعنی دیر میں نہ کھینچنا چاہئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ هَلَكَ الْمُسَوِّفُوْنَ سَوْفَ اَفْعَلُ یعنی آج کل کرنے والے ہلاک ہوگئے۔ ہاں اگر دنیا کمینی کے کاموں کو کل پر ڈال دیں اور آج آخرت کے عملوں میں مشغول ہو جائیں۔ تو بہت ہی اچھا ہے جیسا کہ اس کا عکس بہت ہی بُرا ہے۔ جوانی کے وقت جب کہ دینی دشمنوں یعنی نفس و شیطان کا غلبہ ہے۔ تھوڑا عمل بھی اس قدر معتبر ہے کہ ان کے غلبہ نہ ہونے کے وقت اس سے کئی گنا زیادہ عمل مقبول نہیں۔ فن سپاہ گری میں دشمنوں کے غلبہ کے وقت کار گزار سپاہیوں کا تھوڑا سا تردد اس قدر معتبر اور نمایاں ہوتا ہے کہ دشمنوں کے شر سے امن کی حالت میں بہت سا تردد ویسا نہیں ہوتا۔

اے فرزند! انسان کے پیدا کرنے سے جو خلاصۂ موجودات ہے صرف کھیل کود اور کھانا سونا مقصود نہیں۔ بلکہ اس سے مقصود بندگی کے وظیفوں کو ادا کرنا۔ ذلت و انکسار و عجز و احتیاج و التجا اور خدائے تعالیٰ کی جناب میں گریہ وزاری کرنا ہے۔ وہ عبادات جن سے شرع محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ناطق ہے اور ان کے ادا کرنے سے مقصود بندوں کے فائدے اور نفع ہیں اور خدائے تعالیٰ کی جناب میں ان میں سے کچھ عائد نہیں ہوتا جان سے احسان مند ہو کر ادا کرنی چاہئیں اور بڑی فرمانبرداری سے اوامر کو بجالانے اور نواہی سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے حق تعالیٰ نے باوجود غنی مطلق ہونے کے بندوں کو اوامر و نواہی سے سرفراز فرمایا ہے ہم محتاجوں کو اس نعمت کا شکر پوری طرح ادا کرنا چاہئے اور بڑی احسان مندی سے احکام کے بجالانے میں کوشش کرنی چاہئے۔

اے فرزند! تجھے معلوم ہے کہ اگر دنیا داروں میں سے کوئی شخص جو ظاہری جاہ و شوکت رکھتا ہو۔ اپنے ماتحت متعلقین میں سے کسی کو خدمت سے سرفراز فرمائے۔ حالانکہ اس خدمت میں حکم دینے

والے کا بھی نفع ہے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ ماتحت اس کے حکم کو کس قدر عزیز جانتا ہے اور اس کو معلوم ہے کہ ایک بلند قد والے شخص نے یہ خدمت فرمائی ہے بڑے احسان کے ساتھ بجالانی چاہئے تو پھر کیا بلا پڑی کہ خدائے تعالیٰ کی عظمت اس شخص کی عظمت سے کم نظر آتی ہے کہ خدائے تعالیٰ کے احکام بجا لانے میں کوشش نہیں کی جاتی شرم کرنی چاہئے اور خواب خرگوش سے اپنے آپ کو بیدار کرنا چاہئے خدائے تعالیٰ کے حکموں کو بجانہ لانا دو باتوں سے خالی نہیں۔ یا شرعی اخباروں کو جھوٹ جانتا ہے اور یقین نہیں کرتا یا خدائے تعالیٰ کی عظمت وشان دنیاداروں کی عظمت کی نسبت بہت حقیر نظر آتی ہے اس امر کی برائی اچھی طرح معلوم کرنی چاہئے۔

اے فرزند! جس شخص کا جھوٹ کئی دفعہ تجربہ میں آچکا ہو وہ اگر کہہ دے کہ دشمن غلبہ پاکر فلاں قوم پر چھاپہ ماریں گے تو اس قوم کے عقلمند اپنی حفاظت کے درپے ہو جائیں گے اور اس مصیبت کے دور کرنے کا فکر کریں گے۔ حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ وہ مخبر جھوٹ سے متہم ہے لیکن کہتے ہیں کہ خطرہ کے گمان کے وقت عقلمندوں کے نزدیک احتراز لازم ہے۔

مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے مبالغہ کے ساتھ آخرت کے عذاب سے آگاہ کیا ہے لیکن کچھ اثر نہیں ہوتا کیونکہ اگر اثر ہو تو اس کے دفعہ کرنے کا فکر کریں۔ حالانکہ اس کے دفعہ کرنے کا علاج بھی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلادیا ہے پس یہ کیا ایمان ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر اس جھوٹے کی خبر جتنا بھی اعتبار نہیں رکھتی۔ صرف ظاہری اسلام نجات نہیں بخشتا یقین حاصل کرنا چاہئے یقین کجا کہ ظن بھی نہیں ہے بلکہ وہم بھی نہیں ہے کیونکہ عقلمند خطرہ کے وقت وہم کا بھی اعتبار کر لیتے ہیں اور ایسا ہی حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اللہ دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو۔

باوجود اس عمل کے بُرے بُرے فعل سرزد ہوتے ہیں اگر جانیں کہ کوئی حقیر شخص ان عملوں سے خبردار ہے تو ہرگز بُرا فعل اس کی نظر کے سامنے نہ کریں۔

پس ان کا حال دو حالت سے خالی نہیں یا حق تعالیٰ کی خبر کا یقین نہیں کرتے یا حق تعالیٰ کے واقف ہونے کا اعتبار نہیں کرتے تو خود ہی بتلانا چاہئے کہ اس قسم کے فعل ایمان سے ہیں یا کفر سے پس اس فرزند پر لازم ہے کہ از سرنو ایمان لائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جَدِّدُوْا اِيْمَانَكُمْ بِقَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی لا الہ الا اللہ کے کہنے سے اپنے ایمان کو تازہ کرو اور خدا تعالیٰ کی ناپسند باتوں سے از سرنو خالص توبہ کرو جن کاموں سے منع فرمایا ہے اور ان کو حرام بتلایا ہے بچو۔ پنج وقتی نماز کو جماعت سے ادا کرو اور اگر تہجد کے

لئے رات کا جاگنا حاصل ہو جائے تو زہے سعادت اور مال کی زکوٰۃ ادا کرنا بھی ارکان اسلام میں سے ہے اس کو بھی ضروری ادا کرو اور اس کے ادا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے مال سے جس قدر فقرا کا حق ہے سال کے حساب سے جدا کریں اور زکوٰۃ کی نیت پر نگاہ رکھ کر تمام سال میں زکوٰۃ کے مصارف میں خرچ کریں اس طریق سے ہر مرتبہ زکوٰۃ کے ادا کرنے کی نئی نیت کرنا لازم نہیں ہے ایک ہی دفعہ کی نیت کافی ہے معلوم ہے کہ تمام سال میں کس قدر فقرا اور مستحقین پر خرچ کرتے ہیں لیکن چونکہ اس میں زکوٰۃ کی نیت نہیں وہ کسی حساب میں نہیں اور صورت مذکورہ بالا میں زکوٰۃ بھی ذمے سے ادا ہو جاتی ہے اور نامناسب خرچ سے بھی خلاصی مل جاتی ہے اور اگر بالفرض اس قدر تمام سال میں فقرا پر خرچ نہ ہو اور کچھ باقی بچ رہے تو اس کو اسی طرح اپنے مال سے جدا رکھیں ہر سال اسی طرح عمل کریں جب فقرا کا مال جدا ہوتا ہے۔ اگر آج اس کے ادا کرنے کی توفیق نصیب نہ ہو تو شاید کل توفیق حاصل ہو جائے۔

اے فرزند! چونکہ نفس بالذات بخیل ہے اور احکام الٰہی کے بجالانے میں سرکش ہے اس واسطے بات صرفہ اور مبالغہ سے کہی جاتی ہے ورنہ مال و ملک سب خدائے تعالیٰ کا ہے اس کی کیا مجال ہے کہ اس میں دیر کرے۔ چاہئے کہ بڑی احسان مندی سے ادا کریں اور ایسے ہی تمام عبادات میں اپنے آپ کو معاف نہ رکھیں۔ بندوں کے حقوق ادا کرنے میں بڑی کوشش کریں کہ کسی کا حق اپنے ذمے نہ رہ جائے۔ اب اس کا حق ادا کرنا آسان ہے نرمی اور چاپلوسی سے بھی رفع ہو سکتا ہے اور آخرت میں کام مشکل ہے کوئی علاج نہ ہوگا۔ احکام شرعی علمائے آخرت سے پوچھنے چاہئیں کیونکہ ان کی بات کی بڑی تاثیر ہے شاید کہ ان کے دم کی برکت سے ان کے عمل کرنے کی توفیق حاصل ہو جائے اور علمائے دنیا سے جنہوں نے علم کو مال و جاہ کا وسیلہ بنایا ہے دور رہنا چاہئے ہاں اگر کوئی پرہیزگار عالم نہ ملے تو بقدر ضرورت ان سے ملنا ضروری ہے۔ وہاں میاں حاجی محمد اثرہ علمائے دیندار میں سے ہیں اور شیخ علی اثرہ کو تم خود جانتے ہی ہو۔ غرض ان ہر دو بزرگواروں کا وجود اس علاقہ میں غنیمت ہے مسائل کی تفتیش میں ان کی طرف رجوع کرنا مناسب ہے۔

اے فرزند! ہم فقرا کو دنیادار دولت مندوں سے کیا نسبت کہ ان کے نیک و بد کی نسبت گفتگو کریں شرعی نصیحتیں اس بارے میں پورے اور کامل طور پر وارد ہوئی ہیں۔ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ کامل دلیل اللہ ہی کے ہاں ہے۔

لیکن جب اس فرزند نے از روئے توبہ کے فقرا کی طرف رجوع کیا تھا۔ اسی نسبت کے سبب اکثر اوقات دلی توجہ اس فرزند کے حال پر ہوتی رہتی ہے اور وہی توجہ اس گفتگو کا باعث ہوئی ہے میں جانتا ہوں کہ یہ سب نصیحتیں اور مسئلے اس فرزند کے کانوں میں پہنچے ہوئے ہوں گے۔ لیکن مقصود عمل ہے نہ

صرف علم۔

وہ بیمار صرف اپنی مرض کی دوا کا علم رکھتا ہے جب تک اس دوا کو نہ کھائے گا صحت نہ پائے گا صرف دوا کا جاننا فائدہ نہ کرے گا۔ یہ سب مبالغہ اور اصرار عمل کے لئے ہے علم خود حجت کو درست کر لیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَاباً عَالِم" لَمْ یَنْفَعْهُ اللّٰهُ بِعِلْمِهٖ سب لوگوں میں سے بڑھ کر عذاب کا مستحق وہ عالم ہے جس کو اپنے علم سے کچھ نفع نہیں۔

وہ فرزند! جان لے کہ پہلی انابت نے جمعیت والوں کی صحبت حاصل نہ ہونے کے باعث اگرچہ کچھ فائدہ نہ دیا ہو گا لیکن اس فرزند کے جوہر استعداد کے نفیس ہونے کی دیتی ہے۔ امید ہے کہ حق تعالیٰ اس انابت کی برکت سے آخر اپنی مرضیات کی توفیق عطا کرے گا اور اہل نجات میں سے بنا دے گا۔

بہر حال اس گروہ کی محبت کا رشتہ ہاتھ سے نہ دیں اور ان لوگوں کے آگے التجا اور عاجزی کرتے رہیں اور منتظر رہیں کہ حق تعالیٰ اس گروہ کی محبت کے باعث اپنی محبت سے مشرف فرمائے اور پوری طرح اپنی طرف کھینچ لے اور ان جنجالوں سے بالکل آزاد کر دے۔

عشق آں شعلہ است کوچوں برفروخت — ہر کہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند — درنگر زاں پس کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت — شاد باش اے عشق شرکت سوز درفت

ترجمہ

عشق کی آتش کا جب شعلہ اٹھا — ما سوا معشوق سب کچھ جل گیا
تیغ لا سے قتل غیر حق کیا — دیکھ اس کے بعد پھر کیا رہ گیا
رہ گیا اللہ باقی سب فنا — مرحبا اے عشق تجھ کو مرحبا

مکتوب ۷۴

فقرا کی محبت اور ان کی طرف توجہ کی ترغیب اور صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کی نصیحت میں مرزا بدیع الزمان کی طرف لکھا ہے:

آپ کا شریف اور لطیف خط صادر ہوا الحمد للہ کہ اس کے مضمون سے فقرا کی محبت اور ان کی طرف توجہ کا حال معلوم ہوا۔ جو سرمایۂ آخرت ہے کیونکہ یہی لوگ اللہ کے ہم نشین ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فقرائے مہاجرین کے طفیل اللہ تعالیٰ سے فتح کی طلب کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہی کے حق میں فرمایا ہے رُبَّ اَشْعَثٍ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ۔ (ترجمہ) بہت سے ایسے پریشان ہیں جو

دروازہ سے ہٹائے ہوئے ہیں۔ اگر قسم کھائیں خدا کی تو البتہ پورا کردے اس کو اللہ تعالیٰ۔

اے میرے سعادت مند۔ آپ کے مکتوب کے کسی فقرہ میں لکھا ہوا تھا کہ خدیو نشأتین یعنی دونوں جہان کا بادشاہ۔

یہ ایسی نعت اور تعریف ہے جو حضرت واجب الوجود جل شانہ سے مخصوص ہے بندہ مملوک کو جو کسی پر قادر نہیں ہے کیا لائق ہے کہ کسی وجہ سے خدائے تعالیٰ کے ساتھ شرکت کرے اور خداوندی کے راستہ پر چلے خاص کر عالم آخرت میں کہ مالکیت اور ملکیت حقیقی اور مجازی حضرت مالک یوم الدین سے مخصوص ہے۔ حضرت حق تعالیٰ قیامت کے دن پکارے گا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ آج یہ کس کا ملک ہے اور خود ہی جواب میں فرمائے گا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اللہ واحد قہار کا ہے۔

اس دن بندوں پر ڈر اور خوف چھایا ہوگا اور حسرت و ندامت کے سوا کچھ متصور نہ ہوگا۔ حق تعالیٰ قرآن مجید میں اس دن کی سختی اور مخلوقات کی بے قراری سے خبر دیتا ہے اور فرماتا ہے۔ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ" بے شک قیامت کا زلزلہ بڑا سخت ہے اس دن سب دودھ پلانے والیاں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اور ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور لوگ مستوں کی طرح لڑکھڑاتے نظر آئیں گے حالانکہ وہ مست نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب سخت ہے۔

دراں کز فعل پر سند و قول — اولوالعزم رادل بلرزد بہول
بجائے کہ دہشت خورند انبیاء — تو عذر گنہ را چہ داری بیا

ترجمہ: حشر کو پوچھیں گے جس دم فعل سے اور قول سے
کانپ جائیں گے الوالعزموں کے دل وہاں ہول سے
جس جگہ ڈر جائیں گے دہشت کے مارے انبیاء
تو گنہ کا عذر کیا لائے گا پھر بتلا بھلا

باقی نصیحت یہ ہے کہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کو لازم پکڑیں اور دنیا کی زیب وزینت کی طرف توجہ نہ کریں اور اس کے ہونے یا نہ ہونے کی پرواہ نہ کریں کیونکہ دنیا حق تعالیٰ جل شانہ کی دشمن اور مبغوضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا کچھ قدر نہیں ہے۔ پس مناسب ہے کہ بندوں کے نزدیک اس کا عدم اس کے وجود سے بہتر ہو اس کی بے وفائی اور جلدی دور ہو جانے کا قصہ مشہور ہے۔ بلکہ مشاہدے میں آچکا ہے پس گزشتہ مردہ اہل دنیا سے عبرت حاصل کریں۔ وَفَّقَنَا اللّٰهُ

سُبْحَانَهٗ وَ اِیَّاکُمْ بِمُتَابَعَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوۃ وَالسَّلَامُ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تابعداری کی توفیق بخشے۔

مکتوب ۷۵

حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تابعداری پر حرص دلانے میں اول عقائد کے درست کرنے سے اور پھر فقہ کے ضروری احکام جاننے سے اور اس بیان میں کہ حق تعالیٰ سے بوسیلہ یا بے وسیلہ اسی کو طلب کرنا چاہئے اور اس کے مناسب بیان میں مرزا بدیع الزمان کی طرف لکھا ہے:

سَلَّمَکُمُ اللّٰهُ وَعَافَاکُمْ حق تعالیٰ آپ کو سلامت اور عافیت سے رکھے دونوں جہان کی سعادت کا نقد سید کونین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت پر وابستہ ہے ایسے طریق پر کہ علمائے اہل سنت و جماعت نے بیان فرمایا ہے۔ خدا ان کو ان کی کوشش کی جزا دے۔ اول اپنے عقیدوں کو ان بزرگواروں کے عقائد کے موافق درست کرنا چاہئے اور پھر علم حلال و حرام و فرض و واجب و سنت و مستحب و مباح و مشتبہ حاصل کرنا چاہئے اور اس علم کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے ان دو پروں اعتقادی اور عملی کے حاصل ہو جانے کے بعد اگر سعادت ازلی مدد فرمائے تو عالم قدس کی طرف پرواز کرنا حاصل ہو جاتا ہے۔ وبِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقِتَادِ ورنہ بے فائدہ رنج ہے اور دنیا کمینی اس لائق نہیں ہے کہ اس کو اصلی مطلوب سے شمار کریں اور اس کے مال و جاہ کے حاصل ہونے کو اصلی مقصود خیال کریں بلند ہمت ہونا چاہئے اور حق تعالیٰ سے بوسیلہ یا بے وسیلہ اسی کو طلب کرنا چاہئے ؎

کار این است باقی ہمہ ہیچ

ترجمہ: اصل مطب ہے یہی باقی ہے ہیچ

اور جب آپ نے توجہ کی ہے اور ہمت کی طلب کی ہے آپ کو بشارت ہو سالم و خانم (سلامتی سے اور غنیمت کا مال لیکر) واپس جائیں گے۔ لیکن ایک شرط کو مد نظر رکھیں اور وہ یہ ہے کہ اپنی توجہ کا قبلہ ایک بنائیں توجہ کے قبلہ کا متعدد بنانا اپنے آپ کو تفرقہ میں ڈالنا ہے۔ مثل مشہور ہے ہر کہ یک جاست ہمہ جاست و ہر کہ ہمہ جا است ہیچ جانے۔ جو ایک جگہ ہے وہ سب جگہ ہے اور جو سب جگہ ہے وہ کسی جگہ نہیں۔ حق تعالیٰ شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راہ پر چلنے کی استقامت بخشے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تابعداری کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۷۶

اس بیان میں کہ ترقی ورع و تقوی سے وابستہ ہے اور فضول مباحات کے ترک کرنے کی ترغیب میں۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو محرمات سے بچ کر فضول مباحات کے دائرہ کو بہت تنگ اختیار کرنا چاہئے اور اس بیان میں کہ محرکات سے بچنا بھی دو قسم ہے۔ قلیج خاں کی طرف لکھا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَبِهٖ نَسْتَعِيْنُ عَصَمَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَمَّا يَصُمُّكُمْ وَ صَانَكُمْ عَمَّا شَانَكُمْ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْبَشَرِ الْنَفِىُّ عَنْهُ زَيْغُ الْبَصَرِ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلٰوةِ اَكْمَلُهَا وَ مِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَفْضَلُهَا حق تعالیٰ آپ کو اس چیز سے بچائے جو عیب لگائے اور محفوظ رکھے آپ کو اس بات سے جو آپ کو دھبہ لگائے۔ بطفیل حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جو میلان چشم سے پاک و صاف ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ہمارا رسول جو چیز تمہارے پاس لے آوے اس کو پکڑ لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے ہٹ جاؤ۔

نجات کا مدار دو چیزوں پر ہے اوامر کا بجالانا اور نواہی سے رک جانا اور ان دونوں چیزوں میں سے بزرگ تر جزو اخیر ہے جو ورع و تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ذُكِرَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِبَادَةٍ وَاجْتِهَادٍ وَ ذُكِرَ اٰخِرُ بِرِعَةٍ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تَعْدِلُ بِالرِّعَةِ شَىْءٌ يَعْنِى الْوَرْعَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس ایک شخص کا ذکر عبادت اور اجتہاد سے کیا گیا تھا اور دوسرے شخص کا ذکر ورع کے ساتھ تو نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ورع یعنی پرہیز گاری کے برابر کوئی چیز نہیں۔

اور نیز نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا مِلَاكُ دِيْنِكُمُ الْوَرَعُ تمہارے دین کا مقصود پرہیز گاری ہے اور انسان کی فضیلت فرشتوں پر اسی جزو سے ثابت ہے اور قرب کے درجوں پر ترقی بھی اسی جزو سے ثابت ہوتی ہے کیونکہ فرشتے پہلی جزو میں شریک ہیں اور ترقی ان میں مفقود ہے۔ پس ورع و تقویٰ کی جزو کا مد نظر رکھنا اسلام کے اصلی مقصودوں اور بڑی ضروریات میں سے ہے۔ یہ جزو کہ جس کا مدار محرمات سے بچنے پر ہے۔ کامل طور پر اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ فضول مباحات سے پرہیز کی جائے اور بقدر ضروریات مباحات پر کفایت کی جائے کیونکہ مباحات کے اختیار کرنے میں باگ کا ڈھیلا چھوڑنا مشتبہ امور تک پہنچا دیتا ہے اور مشتبہ حرام کے نزدیک ہے۔ مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّقَعَ فِيْهِ جو شخص چراگاہ کے گرد پھرا قریب ہے کہ اس میں جا پڑے۔

پس کمال تقویٰ کے حاصل ہونے کے لئے بقدر ضرورت مباحات پر کفایت کرنا ضروری ہے اور

وہ بھی اس شرط پر کہ اس میں وظائف بندگی کے ادا کرنے کی نیت ہو ورنہ اس قدر بھی وبال ہے اور اس کا قلیل بھی کثیر کا حکم رکھتا ہے اور جب فضول مباحات سے پورے طور پر بچنا تمام اوقات میں اور خاص کر اس وقت بہت ہی دشوار ہے۔ اس واسطے محرمات سے بچ کر حتی المقدور فضول مباحات کے اختیار کرنے کا دائرہ بہت تنگ کرنا چاہئے اور اس ارتکاب میں ہمیشہ پشیمان ہونا چاہئے اور توبہ و بخشش طلب کرنی چاہئے اور اس کو محرمات میں داخل ہونے کا دروازہ جان کر ہمیشہ حق تعالیٰ کی جناب میں التجا اور گریہ وزاری کرنی چاہئے۔ شاید کہ ندامت واستغفار اور التجا و تضرع فضول مباحات سے بچنے کا کام کر جائے اور اس کی آفت سے محفوظ کر دے۔

ایک بزرگ فرماتا ہے اِنۡکِسَارُ الۡعَاصِیۡنَ اَحَبُّ مِنۡ صَوۡلَةِ الۡمُطِیۡعِیۡنَ گنہگاروں کی عاجزی فرمانبرداروں کے دبدبہ سے بہتر ہے اور محرمات سے بچنا بھی دو قسم پر ہے ایک وہ قسم ہے جو اللہ کے حقوق سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری وہ ہے جو بندوں کے حقوق سے متعلق ہے اور دوسری قسم کی رعایت نہایت ضروری ہے حق تعالیٰ غنی مطلق اور بڑا رحم کرنے والا ہے اور بندے فقرا اور محتاج اور بالذات بخیل اور کنجوس ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص پر اس کے بھائی کا مالی یا اور کسی قسم کا حق ہے تو اس کو چاہئے کہ آج ہی اس سے معاف کرالے قبل اس کے کہ اس کے پاس دینار و درہم نہ ہوں۔ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہو گا تو حق تعالیٰ کے موافق لے کر صاحب حق کو دیا جائے گا اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہو گی تو صاحب حق کی برائیاں اس کی برائیوں پر زیادہ کی جائیں گی۔

اور نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ ہمارے نزدیک مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم واسباب وغیرہ کچھ نہ ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز و روزہ و زکوٰۃ سب کچھ کر کے آئے مگر ساتھ ہی اس نے اگر کسی کو گالی دی ہو اور کسی کو تہمت لگائی ہو اور کسی کا مال کھایا ہو اور کسی کا خون گرایا ہو اور کسی کو مارا ہو تو اس کی نیکیوں میں سے ہر ایک حق دار کو اس کے حق کے برابر دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ان کے حقوق میں برابر نہ ہوئیں تو ان حق داروں کے گناہ لے کر اس کی برائیوں میں شامل کئے جائیں گے پھر اس کو دوزخ میں ڈالا جائے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔

دوسرا یہ فقیر آپ کی تعریف اور شکر گزاری کرتا ہے کہ شہر لاہور میں آپ کے وجود سے بہت سے احکام شرعی اس زمانہ میں جاری ہو گئے ہیں اور اس جگہ میں دین کی تقویت اور مذہب کی ترویج

حاصل ہو گئی ہے اور وہ شہر فقیر کے نزدیک ہندوستان کے تمام شہروں کی نسبت قطب ارشاد کی طرح ہے اس شہر کی خیر و برکت ہندوستان کے تمام شہروں میں پھیلی ہوئی ہے اگر وہاں ترقی ہے تو سب جگہ ترقی متحقق ہے حق تعالیٰ آپ کا مددگار اور معاون ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق کا مددگار رہے گا اور جو اس کی خواری کا ارادہ کرے گا اسکو کچھ ضرر نہ دے گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا امر آجائے اور وہ اس حال پر ہوں گے چونکہ آپ کی محبت کا رشتہ حضرت معرفت پناہ قبلہ گاہ ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کے ساتھ بہت محکم تھا۔ اس واسطے فقیر یہ چند کلمے لکھ کر اس محبت کی نسبت کو حرکت میں لایا اس سے زیادہ لکھنا طول کلامی ہے۔

حامل ہذا نیک اور صالح آدمی ہے ایک ضروری حاجت کیلئے آپ کے پاس آتا ہے امید ہے کہ اس کے حال پر توجہ فرما کر اس کی حاجت کو پورا کر دیں گے۔ حقیقی دولت اور ہمیشہ کی سعادت آپ کو حاصل ہو۔ بحرمتہ النبی و آلہ الا مجاد علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات اور سیادت مآب میر سید جمال الدین کو غریبانہ دعوات پہنچادیں۔ فقط

مکتوب ۷۷

اس بیان میں کہ خدائے بے مثل و بے مانند کی عبادت کب حاصل ہوتی ہے اور اس کے مناسب بیان میں جباری خاں کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو

بعد از خدائے آنچہ پرستند ہیچ نیست بیدولت است آنکہ ہیچ اختیار کرد

ترجمہ خدا کو چھوڑ کر جو پوجتے ہیں ہیچ و باطل ہے

جو پوجے ہیچ و باطل کو وہی بدبخت و جاہل ہے

خدائے بے مثل و بے مانند کی عبادت اس وقت میسر ہوتی ہے جب کہ تمام ماسوی اللہ کی غلامی سے آزاد ہو کر توجہ کا قبلہ ذات احدیت کے سوا اور کچھ نہ رہے اور اس توجہ کا مصداق حق تعالیٰ کے انعام اور ایلام کا برابر ہونا ہے بلکہ اس مقام کے حاصل ہونے کی ابتدا میں انعام کی نسبت رنج و الم زیادہ مرغوب معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ آخر کار تفویض تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور جو کچھ اس کی طرف سے پہنچتا ہے اس کو بہتر اور مناسب جانتا ہے جو عبادت رغبت اور خوف سے تعلق رکھتی ہے وہ درحقیقت اپنی عبادت ہے۔ اور اس سے مقصود اپنی نجات اور سرور ہے۔

تاتو در بند خویشتن باشی　　عشق گوئی دروغ زن باشی

ترجمہ　جب تلک تجھ کو اپنا ہی ہے خیال　　دعویٰ عشق تیرا سب ہے محال

اس دولت کا حاصل ہونا فنائے مطلق پر وابستہ ہے اور یہ توجہ محبت ذاتیہ کا نتیجہ اور ولایت خاصہ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کا مقدمہ ہے اور اس بڑی نعمت کا حاصل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال تابعداری پر موقوف ہے کیونکہ ہر نبی کی شریعت جواز راہ نبوت اس کو عطا فرمائی ہے۔ اس کی ولایت کے مناسب ہے کیونکہ ولایت میں کلی طور پر حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہے۔ اور جب نبوت کے درجے میں لاتے ہیں تو وہی نور ساتھ آجاتا ہے اور اسی کمال کو خلق کی توجہ کے ساتھ جمع کرتا ہے اور مقام نبوت کے کمالات کے حاصل ہونے کا سبب بھی وہی نور ہے۔ اسی واسطے بزرگوں نے کہا ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے کیونکہ ہر پیغمبر کی شریعت اس کی ولایت کے مناسب ہوتی ہے اور اس شریعت کی تابعداری بھی اس ولایت تک پہنچنے کو مستلزم ہے اور اگر سوال کریں کہ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے بعض تابعداروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت سے کچھ حصہ نہیں بلکہ دوسرے انبیاء کے قدم پر ہیں اور ان کی ولایت سے حصہ رکھتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت تمام شریعتوں کی جامع ہے۔ اور جو کتاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی اس میں تمام آسمانی کتابیں شامل ہیں۔ پس اس شریعت کی تابعداری گویا تمام شریعتوں کی تابعداری ہے۔ پس تابعدار اپنی استعداد کے موافق انبیا میں سے کسی ایک کے ساتھ نسبت رکھتا ہے کہ جس کی ولایت کو حاصل کر لیتا ہے اور اس میں کچھ ڈر نہیں ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایتوں پر حاوی ہے پس ان ولایتوں تک پہنچنا اس ولایت خاصہ کے اجزا میں سے کسی ایک جزو تک پہنچنا ہے اور اس ولایت تک نہ پہنچنے کا باعث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال متابعت میں کمی کرنا ہے اور کمی کیلئے کئی درجے ہیں۔ اسی لئے درجات ولایت میں تفاوت حاصل ہو جاتا ہے اور اگر کمال اتباع میسر ہو جائے تو اس ولایت تک پہنچنا ممکن ہے۔ اعتراض اس وقت وارد ہوتا ہے جب کہ دوسرے نبیوں کی شریعتوں کے تابعداروں کو ولایت خاصہ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل ہوتی اور جب ایسا نہیں تو اعتراض بھی کوئی نہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْعَمَ عَلَیْنَا وَھَدَانَا اِلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ والدِّیْنِ الْقَوِیْمِ اللہ کی حمد ہے جس نے ہم پر بڑا احسان کیا اور سیدھے راستہ اور مضبوط دین کی طرف ہدایت کی۔

صراط مستقیم اسی مضبوط راستے اور شریعت روشن سے مراد ہے۔ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اسی معنی پر دلیل ہے۔

رَزَقَنَا اللّٰهُ وَاِیَّاکُمْ کَمَالَ اِتِّبَاعِ شَرِیْعَةِ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ بِحُرْمَةِ کُمَّلِ اِتِّبَاعِهٖ وَمُعْظَمِ اَوْلِیَآئِهٖ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ -اٰمِیْنَ۔ حق تعالیٰ آپ کو اور ہم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں اور بزرگ اولیاؤں کے طفیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال تابعداری عطا فرمائے۔ آمین۔

حامل رقیمہ ہذا ان حدود کی طرف آنیوالا تھا اس لئے چند باتوں سے محبت کے سلسلہ کو ہلانیوالا ہوا۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ لَدَیْکُمْ اللہ تعالیٰ کی رحمت وسلام تم پر ہو۔

مکتوب ۷۸

سفر در وطن اور سیر آفاقی اور انفسی کے معنی میں اور اس بیان میں کہ اس دولت کا حاصل ہونا صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع سے وابستہ ہے جباری خاں کی طرف صادر فرمایا ہے:-

حق تعالیٰ شریعت حقہ کے سیدھے راستہ پر استقامت عطا فرمائے۔ چند روز ہوئے ہیں کہ دہلی اور آگرہ کے سفر سے مراجعت واقع ہوئی اور وطن مالوف میں آرام حاصل ہوا ہے۔ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ شامل حال ہے۔ وطن میں پہنچنے کے بعد اگر سفر ہے تو وطن میں ہے۔

سفر در وطن مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کا مقرر اصول ہے اس طریق میں اس سفر کی چاشنی ابتدا ہی سے میسر ہو جاتی ہے اور ابتدا میں نہایت کے درج ہونے کے طور پر حاصل ہو جاتی ہے اور اس گروہ میں سے جن کو مجذوب سالک بنانا چاہتے ہیں اس کو سیر بیروی میں ڈال دیتے ہیں اور سیر آفاقی کے تمام ہونے کے بعد سیر انفسی میں جس سے مراد سفر در وطن ہے آرام دیتے ہیں۔

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

ترجمہ بڑی اعلیٰ ہے یہ دولت ملی اب دیکھئے کس کو

ے هَنِیْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمُهَا

ترجمہ مبارک منعموں کو اپنی دولت

اس نعمت عظمیٰ تک پہنچنا سید اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع سے وابستہ ہے۔ جب تک اپنے آپ کو پورے طور پر شریعت میں گم نہ کریں اور اوامر کے بجالانے اور نواہی سے رک جانے سے آراستہ نہ ہو جائیں۔ اس دولت کی بو جان کے دماغ میں نہیں پہنچتی۔ باوجود شریعت کی مخالفت کے اگرچہ بال بھر ہی ہو۔ اگر بالفرض احوال و مواجید حاصل ہو جائیں وہ سب استدراج میں داخل ہیں۔ آخر اس کو رسوا و خوار کریں گے۔ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری

کے بغیر خلاصی ممکن نہیں۔ چند روزہ زندگانی کو خدائے تعالیٰ کی رضامندی میں صرف کرنا چاہئے یہ کیا زندگانی اور عیش ہے کہ اس کا مولیٰ اس کے فعل سے ناراض ہو۔ حق تعالیٰ تمام جزئی کلی چھوٹے بڑے احوال پر مطلع اور حاضر وناظر ہے۔ اس سے شرم کرنی چاہئے۔ بالفرض اگر جانیں کہ کوئی شخص ان کے افعال ناپسندیدہ اور عیبوں سے واقف ہے تو اس کے حضور میں نامناسب امر سرزد نہیں ہوتا اور نہیں چاہتے کہ ان کے عیوب پر وہ شخص مطلع ہو تو پھر کیا بلا پڑی کہ باوجود حق تعالیٰ کو حاضر وناظر جاننے کے کچھ خوف نہیں کرتے اور یہ کیا اسلام ہے کہ حق تعالیٰ کا اس شخص کے برابر اعتبار نہیں کرتے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو نفسوں کی شرارتوں اور بُرے اعمال سے بچائے۔

حدیث جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ بِقَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ موافق اس عظیم الشان قول سے ہر وقت ایمان کو تازہ کرنا چاہئے۔ اور تمام پسندیدہ افعال سے حق تعالیٰ کی جناب میں توبہ ورجوع کرنی چاہئے۔ ممکن ہے کہ پھر توبہ کا موقع نہ ملے۔ هَلَكَ الْمُسَوِّفُوْنَ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ سوف افعل کہنے والے یعنی دیر کرنے والے ہلاک ہو گئے فرصت کو غنیمت جان کر خدائے تعالیٰ کی رضامندی میں (عمر) بسر کرنی چاہئے اور توبہ کی توفیق حق تعالیٰ کی عنایت سے ہے ہمیشہ حق تعالیٰ سے توفیق مانگتے ہیں اور ان درویشوں سے جو شریعت میں قدم راسخ رکھتے ہیں اور عالم حقیقت سے بخوبی واقف ہیں دعا طلب کرنی چاہئے اور مدد لینی چاہئے تاکہ حق تعالیٰ کی عنایت ان کے طفیل ظاہر ہو کر پوری طرح اپنی طرف کھینچ لے اور مخالفت کی اس میں گنجائش نہ رہے اگر شریعت کی مخالفت کا راستہ بال بھر بھی کھلا ہے تو خطرہ کا مقام ہے مخالفت کے تمام راستوں کو بند کرنا چاہئے۔

محال است سعدی کہ راہ صفا — تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

ترجمہ اطاعت نہ ہو جب تک مصطفیٰ کی — کبھی حاصل نہ ہو دولت صفا کی

اہل اللہ پر خاص کر جب کہ پیری ومرشدی کا نام درمیان ہو اور افادہ کا راستہ کھلا ہو اعتراض نہ کرنا چاہئے اور اس کو زہر قاتل جاننا چاہئے۔ اس سے زیادہ لکھنا طول کلامی ہے یہ چند باتیں بھی محبت واخلاص کے رابطہ کے باعث لکھی گئی ہیں۔ امید ہے کہ ملال کا باعث نہ ہونگی۔

دوسرا یہ تکلیف دیتا ہے کہ ملا عمرو شاہ حسین شریف زادہ اور خاندانی ہے اور آپ کی ملازمت کا خواہاں ہے۔ امید ہے کہ اس کو اپنے خاص ملازموں میں داخل کرلیں گے۔ اسماعیل بھی اسی ارادہ سے حاضر خدمت ہوتا ہے اگرچہ پیادہ ہے امید ہے کہ اپنی حالت کے موافق حصہ پالے گا۔ زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔ والسلام والاکرام۔

مکتوب ۷۹

اس بیان میں کہ یہ شریعت عزا تمام گزشتہ شریعتوں کی جامع ہے اور اس شریعت کے موافق عمل کرنا تمام شریعتوں کے موافق عمل کرنا ہے اور اس کے مناسب بیان میں جباری خاں کی طرف لکھا ہے:-

حق تعالیٰ شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سیدھے راستہ پر ثابت قدمی اور استقامت عطا فرما کر اپنی بارگاہ کی طرف بالکل متوجہ کرے۔ چونکہ ثابت ہو چکا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اعتدال کے طور پر تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کے جامع اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مظہر ہیں۔ وہ کتاب جو ان پر نازل ہوئی ہے ان تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ ہے جو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی ہیں اور نیز وہ شریعت جو آنخضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو عطا ہوئی ہے۔ تمام گزشتہ شریعتوں کا خلاصہ اور اقتباس ہے اور وہ اعمال جو اس شریعت حقہ کے موافق ہیں سب گزشتہ شریعتوں بلکہ فرشتوں کے اعمال سے منتخب ہیں۔ کیونکہ بعض فرشتوں کو رکوع کا حکم ہے اور بعض کو سجدے کا اور بعض کو قیام کا اور ایسا ہی گزشتہ امتوں میں سے بعض کو صبح کی نماز کا حکم تھا اور بعض کو دوسری نمازوں کا اس شریعت میں گزشتہ امتوں کا اور مقرب فرشتوں کے اعمال کا خلاصہ انتخاب کر کے ان کے بجالانے کا حکم فرمایا۔ پس اس شریعت کو سچا جاننا اور اس کے مطابق عمل کرنا در حقیقت تمام شریعتوں کی تصدیق کرنا اور ان کے موافق عمل بجالانا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اس شریعت کی تصدیق کرنے والے تمام امتوں میں سے بہتر ہونگے اور اسی طرح شریعت کا جھٹلانا اور اس کے مطابق عمل نہ کرنا گزشتہ تمام شریعتوں کو جھٹلانا۔ اور ان کے موافق عمل نہ کرنا ہے اور ایسے ہی آنخضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا انکار کرنا تمام اسمائی و صفائی کمالات کا انکار کرنا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق ان سب کی تصدیق ہے پس ناچار آنخضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے منکر اور اس شریعت کی تکذیب کرنے والے تمام امتوں میں سے بدتر ہونگے۔ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْراً وَّنِفَاقًا (اعرابی کفر و نفاق میں بڑے سخت ہیں) میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

محمد عربی کہ آبروئے ہر دو سرا است — کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سر او

ترجمہ — وسیلہ دو جہاں کی آبرو کا ہیں نبی سرور
پڑے خاک اس کے سر پر جو نہیں ہے خاک اس در کی

خدائے منعم کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ آپ کا حسن اعتقاد اور کمال یقین اس شریعت اور اس شریعت والے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت اچھی طرح مشاہدہ ہو چکا ہے اور نامناسب حرکات پر

ندامت و پشیمانی ہمیشہ آپ کے دامن گیر رہی ہے۔ حق تعالیٰ اس سے زیادہ عطا فرمائے۔

دوسری یہ التماس ہے کہ حامل رقیمہ دعا میاں شیخ مصطفیٰ قاضی شریح کی نسل سے ہیں۔ ان کے بزرگ اس ملک میں بڑی عزت سے آئے تھے اور وجوہ معاش اور وظائف بکثرت رکھتے تھے۔ مشارٌ الیہ معاش کی تنگی کے باعث لشکر کی طرف متوجہ ہوا ہے اور سندیں اور پروانے اس کے پاس بہت موجود ہیں۔ امید ہے کہ آپ کے وسیلہ سے جمعیت حاصل کرلے گا۔ زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ صدر اعظم کے پاس مشارٌ الیہ کی سفارش کسی طرح کر دیں تاکہ ان کا کام بن جائے اور پراگندہ حال والوں کی جمعیت کا باعث ہو جائے۔ والسلام والاکرام

مکتوب ۸۰

اس بیان میں کہ تہتر فرقوں میں سے فرقہ ناجیہ اہلسنت و جماعت کا فرقہ ہے اور بدعتی فرقوں کی برائی اور اس کے مناسب بیان میں مرزا فتح اللہ خاں حکیم کی طرف لکھا ہے:۔

اللہ تعالیٰ شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے راستہ پر استقامت بخشے۔

کار نیست غیر ایں ہمہ ہیچ

تہتر فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ شریعت کی تابعداری کا مدعی ہے اور اپنی نجات کا دعویٰ کرتا ہے۔ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ان کے حال کے شامل ہے لیکن وہ دلیل جو پیغمبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان متعدد فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجیہ کی تمیز کیلئے بیان فرمائی ہے۔ یہ ہے:۔

اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِىْ ایک فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں جو اس طریق پر ہیں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں۔

اصحاب کا ذکر صاحب الشریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے کافی ہونے کے باوجود اس مقام میں اسی واسطے ہو سکتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ میرا طریق بعینہ اصحاب کا طریق ہے اور نجات کا راستہ صرف ان کے طریق کی اتباع سے وابستہ ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ پس رسول اللہ کی اطاعت عین حق کی اطاعت ہے اور ان کی مخالفت بعینہ حق تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

جن لوگوں نے خدائے تعالیٰ کی اطاعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت کے برخلاف تصور کیا ہے حق تعالیٰ نے ان کے حال کی خبر دی ہے اور ان پر کفر کا حکم لگایا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ حَقًّا ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے

درمیان فرق ڈالیں اور کہتے ہیں کہ بعض کے ساتھ ہم ایمان لاتے ہیں اور بعض سے ہم انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان راستہ اختیار کرلیں۔ یہی لوگ پکے کافر ہیں۔

پس مذکورہ بالا صورت میں اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طریق اور تابعداری کے برخلاف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کا دعویٰ کرنا باطل اور جھوٹا ہے بلکہ حقیقت میں وہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عین نافرمانی ہے پس اس مخالف طریق میں نجات کی کیا مجال ہے۔ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَىْءٍ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُوْنَ (اور گمان کرتے ہیں یہ کہ وہ اوپر کسی چیز کے ہیں، خبردار ہو تحقیق وہی ہیں وہ جھوٹے) ان کے حال کے موافق ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ فرقہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی تابعداری کو لازم پکڑا ہے۔ اہل سنت وجماعت ہی ہیں۔ خدائے تعالیٰ ان کی کوشش کو مشکور فرمائے۔

پس یہی لوگ فرقہ ناجیہ ہیں۔ کیونکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو طعنہ لگانے والے ان کی اتباع سے محروم ہیں۔ جیسا کہ شیعہ اور خارجیہ اور معتزلہ خود مذہب نیا رکھتے ہیں۔ ان کا رئیس واصل بن عطا، امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ہے جو ایمان اور کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرنے کے باعث امامؒ سے جدا ہو گیا اور امامؒ نے اس کے حق میں فرمایا اِعْتَزَلَ عَنَّا ہم سے جدا ہو گیا۔ اسی طرح باقی فرقوں کو قیاس کرلو۔ اور اصحاب کے حق میں طعنہ کرنا در حقیقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طعنہ لگانا ہے مَا اٰمَنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ مَنْ لَّمْ يُوَقِّرْ اَصْحَابَهٗ جس نے اصحابؓ کی عزت و تعظیم نہیں کی وہ رسول اللہ پر ایمان نہیں لایا۔ کیونکہ ان کا جسد ان کے صاحب کے جسد تک نوبت پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بُرے اعتقاد سے بچائے اور نیز جو احکام قرآن وحدیث سے ہم تک پہنچتے ہیں وہ انہی کی نقل کے وسیلہ سے ہیں۔ جب یہ مطعون ہونگے تو ان کی نقل بھی مطعون ہو گی۔ کیونکہ یہ نقل ایسی نہیں کہ بعض کے سوا بعض کے ساتھ مخصوص ہو۔ بلکہ سب کے سب عدل اور صدق اور تبلیغ میں برابر ہیں۔ پس ان میں سے کسی ایک کا طعن دین کا طعن کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے اور اگر طعنہ لگانے والے یہ کہیں کہ ہم بھی اصحاب کی متابعت کرتے ہیں۔ یہ لازم نہیں کہ ہم سب اصحاب کے تابع ہوں بلکہ ان کی راؤں کے متضاد ہونے اور مذہبوں کے اختلاف کے باعث سب کی تابعداری ممکن نہیں تو اس کا جواب ہم کہتے ہیں کہ بعض کی متابعت اس وقت فائدہ مند ہو سکتی ہے۔ جب کہ بعض کا انکار اس کے ساتھ شامل نہ ہو۔ ورنہ بعض کا انکار کرنے سے بعض کی متابعت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلفائے ثلثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عزت و تعظیم کی ہے اور ان کو اقتدا کے لائق جان کر ان سے بیعت کی ہے۔ پس خلفائے ثلثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین کا انکار کرنا اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی متابعت کا دعویٰ کرنا محض افترا ہے۔ بلکہ وہ انکار در حقیقت حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار ہے اور ان کے افعال واقوال کا صریح رد ہے۔ اور تقیہ کے احتمال کو حضرت اسد اللہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دخل دینا بھی بے وقوفی ہے۔ عقل صحیح ہرگز اس کو جائز نہیں سمجھتی کہ حضرت اسد اللہؓ باوجود کمال معرفت اور شجاعت کے خلفائے ثلثہ کے بغض کو تیس سال تک پوشیدہ رکھیں اور ان کے برخلاف کچھ ظاہر نہ کریں۔ اور منافقانہ صحبت ان کے ساتھ رکھیں۔ حالانکہ کسی ادنیٰ مسلمان سے اس قسم کا نفاق متصور نہیں ہو سکتا۔ اس فعل کی برائی کو معلوم کرنا چاہئے کہ حضرت امیرؓ کی طرف کس قسم کی خرابی اور فریب منسوب ہوتا ہے۔ اور اگر بفرض محال حضرت اسد اللہؓ کے حق میں تقیہ جائز بھی سمجھیں تو وہ تعظیم و توقیر جو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلفائے ثلاثہ کی کرتے تھے اور ابتدا سے انتہا تک ان کو بزرگ جانتے رہے ہیں اس کا کیا جواب دیں گے۔ دہاں تقیہ کی گنجائش نہیں۔ حق امر کی تبلیغ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر واجب ہے۔ وہاں تقیہ کو دخل دینا زندقہ تک پہنچا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط پ۶ ع۱۴ اے میرے رسول جو کچھ تجھ پر تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کو پہنچا دے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو رسالت کے حق کو ادا نہ کیا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔

کفار کہا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وحی کو جو اس کے موافق ہے ظاہر کر دیتا ہے اور جو اس کے مخالف ہوتی ہے اسے ظاہر نہیں کرتا اور اس کو پوشیدہ رکھتا اور یہ بات ثابت ہے کہ نبی کو خطا پر مقرر رکھنا جائز نہیں۔ ورنہ اس کی شریعت میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ پس جب خلفائے ثلثہ کی تعظیم و توقیر کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظاہر نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ ان کی تعظیم خطا اور زوال سے محفوظ تھی۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور ان کے اعتراض کا جواب ذرا صاف طور پر کہتے ہیں کہ تمام اصحاب کی متابعت دین کے اصول میں لازم ہے اور ہرگز اصول میں اختلاف نہیں رکھتے اگر اختلاف ہے تو فروع میں ہے۔ اور جو شخص ان میں سے بعض کو طعن کرتا ہے وہ سب کی متابعت سے محروم ہے۔ ہر چند ان کا کلمہ متفق ہے۔ مگر دین کے بزرگواروں کے انکار کی بدبختی اختلاف میں ڈال دیتی ہے اور اتفاق سے باہر نکال دیتی ہے۔ بلکہ قائل کا انکار اس کے اقوال کے انکار تک پہنچا دیتا ہے اور نیز شریعت کے پہنچانے والے سب اصحاب ہی ہیں۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا کیونکہ سب کے سب اصحاب عادل تھے۔ ہر ایک

نے کچھ نہ کچھ شریعت ہم تک پہنچائی ہے۔ اور ایسے ہی قرآن بھی ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لیکر جمع کیا گیا ہے پس بعض کا انکار کرنا گویا اس کی تبلیغ سے بھی انکار کرنا ہے۔ پس تمام شریعت کا انکار منکر کے مادہ میں ثابت ہے پھر کس طرح نجات اور خلاصی کی امید ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرَدُّوْنَ اِلٰی اَشَدِّ الْعَذَابِ اب کیا تم بعض کتابوں پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ پس جو شخص تم میں سے ایسا کرتے ہیں۔ ان کی جزا سوائے اللہ کے اور کیا ہے کہ دنیا میں خوار اور ذلیل ہوں اور آخرت میں سخت عذاب کی طرف کھینچے جائیں۔

یا ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جمع کیا ہوا ہے۔ بلکہ درحقیقت جامع حضرت صدیق وحضرت فاروق اور حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جمع اس قرآن کے سوا ہے۔ پس سوچنا چاہئے کہ ان بزرگواروں کا انکار فی الحقیقت قرآن کا انکار ہے۔ نعوذ باللہ۔

ایک شخص نے اہل شیعہ کے مجتہد سے سوال کیا کہ قرآن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جمع کیا ہوا ہے۔ آپ کا اس قرآن کے حق میں کیا اعتقاد ہے۔ اس نے کہا میں اس کے انکار میں مصلحت نہیں دیکھتا کہ اس کے انکار سے تمام دین درہم برہم ہو جاتا ہے۔

دیگر عاقل آدمی ہرگز قرار نہیں دیتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے روز امر باطل پر اجتماع کریں اور مقرر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے دن ۳۳ ہزار اصحاب حاضر تھے۔ جنہوں نے رضا و رغبت سے حضرت صدیقؓ سے بیعت کی۔ اتنے اصحاب کا گمراہی پر جمع ہونا محال ہے۔ حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

اور جو توقف ابتدا میں حضرت امیرؓ سے واقع ہوا ہے وہ اس واسطے تھا کہ اس مشورہ میں حضرت امیرؓ کو بلایا نہ گیا تھا۔ چنانچہ حضرت امیرؓ نے فرمایا ہے۔ مَا غَضِبْنَا اِلَّا لِتَاَخَّرْنَا عَنِ الْمَشْوَرَۃِ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ اَبَابَکْرٍ خَیْرٌ مِنَّا ہم اس واسطے ناراض ہوئے ہیں کہ ہم کو مشورہ میں بلایا نہیں گیا۔ ورنہ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ ابو بکر ہم سے بہتر ہے۔

اور ان کا نہ بلانا شاید کسی حکمت پر مبنی ہوگا۔ مثل اس کے کہ اہل بیت کو حضرت امیرؓ کے موجود ہونے سے مصیبت کے صدمہ اول کے وقت تسلی ہو۔ وغیرہ وغیرہ اور وہ اختلاف جو اصحاب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان واقع ہوئے تھے۔ وہ نفسانی خواہشوں سے نہ تھے۔ کیونکہ ان کے نفس تزکیہ پا چکے تھے اور امارگی سے اطمینان کے درجے کو پہنچ چکے تھے اور ان کے سب ارادے شریعت کے تابع ہو

گئے تھے۔ بلکہ وہ اختلاف حق کے بلند کرنے کیلئے اجتہاد پر مبنی تھا۔ پس ان کے خطاکار کیلئے بھی اللہ کے نزدیک ایک درجہ ہے اور مُصِیب کیلئے خود دو درجے ثابت ہیں۔ پس زبان کو ان کے گلہ سے روکنا چاہئے اور سب کو نیکی سے یاد کرنا چاہئے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ عَنْهَا اَيْدِيَنَا فَلْنُطَهِّرْ عَنْهَا اَلْسِنَتَنَا یہ ایسے خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا۔ پس ہم اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھتے ہیں۔

اور نیز امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ اِضْطَرَّ النَّاسُ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَجِدُوْا تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ خَيْرٌ مِّنْ اَبِىْ بَكْرٍ فَوَلُّوْهُ رِقَابَهُمْ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگ ناچار ہو گئے۔ پس انھوں نے آسمان کے تلے ابو بکرؓ سے بہتر کوئی نہ پایا۔ پس اس کو اپنی گردنوں کا والی بنالیا۔

یہ قول تقیہ کی نفی اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت پر حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رضامندی کیلئے صریح و صاف ہے۔

بقیہ مقصود یہ ہے کہ میاں سیدن ولد میاں شیخ ابوالخیر شریف خاندان سے ہے اور دکن کے سفر میں آپ کے ہمراہ بھی گیا تھا۔ آپ کی توجہ اور عنایت کا امیدوار ہے۔ اور نیز مولانا محمد عارف طالب علم اور بزرگ زادہ ہے۔ اس کا باپ مُلا آدمی تھا۔ مدد معاش کیلئے آیا ہے اور آپ کی توجہ کا امیدوار ہے۔ والسلام والکرام۔

مکتوب ۸۱

اسلام کی ترقی پر ترغیب دینے اور اسلام اور مسلمانوں کی کمزوری اور کفار نگوں تسار کے غلبہ کے بیان میں **لالا بیگ** کی طرف لکھا ہے:۔

زَادَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ حَمِيَّةَ الْاِسْلَامِ حق تعالیٰ ہم میں اور تم میں غیرت اسلامی کو زیادہ کرے۔ عرصہ تخمیناً ایک صدی سے اسلام پر اس قسم کی غربت چھا رہی ہے کہ کافر لوگ مسلمانوں کے شہروں میں صرف کفر کے احکام جاری کرنے پر راضی نہیں ہوتے۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ اسلامیہ احکام بالکل دور ہو جائیں اور اسلام اور اہل اسلام کا کچھ اثر نہ رہے۔ اور اس حد تک نوبت پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی مسلمان شعار اسلامی کو ظاہر کرتا ہے تو قتل کیا جاتا ہے گائے کا ذبح کرنا ہندوستان میں اسلام کا بڑا شعار ہے۔ کفار جزیہ دینے پر شائد راضی ہو جائیں مگر گائے ذبح کرنے پر ہرگز راضی نہ ہوں گے۔ سلطنت کی ابتدا ہی میں اگر مسلمانی نے رواج پالیا اور مسلمانوں نے اعتبار پیدا کر لیا تو بہتر ورنہ نعوذ باللہ۔ اگر توقف ہو گیا تو

مسلمانوں پر کام بہت مشکل ہو جائے گا۔ الغیاث الغیاث ثم الغیاث۔ دیکھئے کون صاحب دولت اس سعادت کو حاصل کرتا ہے اور کون بہادر اس دولت کو چھین لے جاتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ عَلٰى مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَ عَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوٰتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا حق تعالیٰ آپ کو اور ہم کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ والسّلام۔

مکتوب ۸۲

اس بیان میں کہ دل کی سلامتی ماسوائے اللہ کے نسیان کے بغیر ناممکن ہے اور یہ نسیان فنا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سکندر خاں لودی کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالیٰ سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل جو میلان چشم سے پاک ہیں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور اپنے غیر کے حوالہ نہ کرے۔ جو کچھ ہم پر اور تم پر لازم ہے حق تعالیٰ کے غیر سے دل کو سلامت رکھنا ہے اور یہ سلامتی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ ماسوائے اللہ کا دل پر عبور نہ رہے۔ اور ماسوائے اللہ کا دل پر نہ گزرنا ماسوی اللہ کے نسیان پر وابستہ ہے جس کی تعبیر اس گروہ کے نزدیک فنا سے تعبیر کی گئی ہے اور اگر بالفرض تکلف کے ساتھ بھی غیر کو دل میں گزاریں تو ہر گز نہ گزرے۔ جب تک کام اس درجے تک نہ پہنچے دل کی سلامتی محال ہے۔ آج کل یہ نسبت کوہ قاف کے عنقا کی طرح نایاب ہے۔ بلکہ اگر بیان کی جائے تو کوئی اس کی طرف توجہ نہیں کرتا اور نہ کوئی اس کا یقین کرتا ہے۔ شعر

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ مبارک منعموں کو مال و دولت مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

اس سے زیادہ کیا لکھا جاوے۔ والسّلام اوّلاً و آخراً۔

مکتوب ۸۳

ظاہر و باطن کی جمعیت کو شریعت و حقیقت کے ساتھ جمع کرنے پر ترغیب دینے میں بہادر خاں کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل مختلف تعلقات سے نجات بخش کر بالکل اپنی جناب کا گرفتار کرلے

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است　　　گر شکر خوردن بود جاں کندن است

ترجمہ　سوائے عشق حق جو کچھ کہ ہے ہر چند احسن ہے

شکر کھانا بھی گر ہووے عذاب جان کندن ہے

ظاہر کو شریعت روشن سے آراستہ کرنا اور باطن کو ہمیشہ حق جل شانہ کے ساتھ رکھنا بڑا کام ہے۔ دیکھئے کس نیک بخت کو ان دو بڑی نعمتوں سے مشرف فرماتے ہیں۔ آج ان دونوں نسبتوں کا جمع کرنا بلکہ صرف ظاہر شریعت پر استقامت کرنا بھی بہت مشکل ہے اور سرخ گندھک یعنی اکسیر سے زیادہ نایاب ہے۔ حق تعالیٰ اپنے کمال کرم سے سید اولین و آخرین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت پر ظاہری باطنی استقامت عطا فرمائے۔

مکتوب ۸۴

اس بیان میں کہ شریعت و حقیقت ایک دوسرے کا عین ہیں اور مرتبہ حق الیقین تک پہنچنے کی علامت اس مقام کے معارف کا علوم و معارف شریعہ کے ساتھ مطابق ہونا ہے اور اس کے مناسب بیان میں سید احمد قادری کی طرف لکھا ہے:-

حق تعالیٰ شریعت کے راستہ پر استقامت بخشے اور ہماری ساری ہمت کو اپنی پاک جناب کی طرف پھیر کر ہم کو پورے طور پر اپنے آپ سے فانی کر دے اور بالکل اپنے ماسوائے سے ہٹا لے۔ بحرمت سید البشر صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ اجمعین جو میلان چشم سے پاک ہیں۔

از ہر چہ میرود سخن دوست خوش تر است

ترجمہ:　جو یار کا سخن ہے وہ سب سے عجیب ہے

جو کچھ کہ دوست کی نسبت کہا جاتا ہے اگرچہ اس کا سخن نہیں ہے لیکن جب اس کلام کو خدائے تعالیٰ کی جناب کے ساتھ ایک قسم کی مناسبت ثابت ہے تو اس نسبت کو غنیمت جان کر اس بارہ میں جرأت اور زبان درازی کرتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ شریعت اور حقیقت ایک دوسرے کا عین ہیں اور حقیقت میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ فرق صرف اجمال و تفصیل اور کشف واستدلال اور غیبت وشہادت اور تعمل وعدم تعمل کا ہے۔ وہ احکام وعلوم جو شریعت روشن کے موافق ظاہر اور معلوم ہوئے ہیں۔ حق الیقین کی حقیقت ثابت ہونے کے بعد یہی احکام وعلوم بعینہ تفصیل کے طور پر منکشف ہو جاتے ہیں اور غیب سے شہادت میں آجاتے ہیں اور کسب کا تکلف اور عمل کی بناوٹ درمیان سے اٹھ جاتی ہے اور حق الیقین کی حقیقت تک پہنچنے کی علامت اس مقام کے علوم و معارف کا شرعی علوم معارف کے ساتھ مطابق ہونا ہے اور اگر بال بھر بھی مخالفت ہو تو حق الیقین کی حقیقت تک نہ پہنچنے کی دلیل ہے

اور مشائخ طریقت میں سے جس کسی سے علم و عمل میں خلاف شریعت صادر ہوا ہے۔ وہ سکر وقت پر مبنی ہے اور سکر وقت اثنائے راہ میں واقع ہوتا ہے نہایت النہایت کے منتہیوں کو سب صحو اور ہوشیاری ہے اور وقت ان کا مغلوب ہے اور حال و مقال ان کے کمال کے تابع ہے

صوفی ابن الوقت آمد در مثال   لیک صافی فارغ است از وقت و حال

ترجمہ: صوفی وقت و حال کا پابند ہے   لیک صافی ہر گھڑی خود سند ہے

پس ثابت ہوا کہ خلاف شریعت کا صادر ہونا حقیقت کار تک نہ پہنچنے کی علامت ہے۔ بعض مشائخ کی عبارتوں میں واقع ہے کہ شریعت حقیقت کی پوست ہے اور حقیقت شریعت کا مغز۔ یہ عبارت اگرچہ اس کلام کے بولنے والے کی بے استقامتی ظاہر کرتی ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ مجمل کو مفصل کے ساتھ وہ نسبت ہے جو مغز کو پوست کے ساتھ ہے اور استدلال کشف کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسا مغز کے مقابلہ میں پوست۔ لیکن مستقیم الاحوال بزرگوار اس قسم کی موہومی عبارات کا لانا پسند نہیں کرتے اور اجمال و تفصیل اور کشف و استدلال کے سوا اور فرق نہیں بتلاتے۔

کسی شخص نے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ سے سوال کیا کہ سیر و سلوک سے مقصود کیا ہے تو فرمایا یہ کہ معرفت اجمالی تفصیلی ہو جائے اور استدلالی کشفی بن جائے۔

رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَلثَّبَاتَ وَالْاِسْتِقَامَةَ عَلَى الشَّرِيْعَةِ عِلْمًا وَّ عَمَلًا صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ عَلٰى صَاحِبِهَا اللہ تعالیٰ ہم کو شریعت پر علمی اور عملی طور پر استقامت بخشے۔ باقی تکلیف یہ ہے کہ حامل رقیمہ دعا شیخ مصطفیٰ شریحی قاضی شریح کی نسل سے ہے۔ اس کے باپ دادا بڑے بزرگ تھے اور وظائف اور وجہ معاش بہت رکھتے تھے۔ سندیں اور پروانے جمع کر کے لشکر کی طرف متوجہ ہوا ہے گزارے کے اسباب کے نہ ہونے سے تنگ ہے۔ اس کے حال پر اس طرح توجہ فرمائیں کہ اس کی جمعیت کے حاصل ہونے کا سبب ہو جائے اور بے قراری اور پراگندی سے نجات پائے۔ زیادہ کیا تکلیف دے۔

مکتوب ۸۵

اعمال صالحہ کے بجالانے خاص کر نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی ترغیب اور اس کے مناسب بیان میں مرزا فتح اللہ حکیم کی طرف صادر فرمایا:

وَفَّقَكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ لِمَرْضِيَّاتِهٖ حق تعالیٰ آپ کو اپنی مرضیات کی توفیق دے۔ آدمی کیلئے جس طرح اعتقادوں کا درست کرنا ضروری ہے ویسے ہی اعمال صالحہ کا بجالانا ضروری ہے اور سب عبادتوں سے جامع اور سب طاعتوں سے زیادہ مقرب نماز کا ادا کرنا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اَلصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّيْنِ فَمَنْ اَقَامَهَا فَقَدْ اَقَامَ الدِّيْنَ وَ مَنْ

ترک کیا فَقَدْ هَدَمَ الدِّیْنَ نماز دین کا ستون ہے جس نے اس کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اس کو ترک کیا اس نے دین کو گرا دیا اور جس کسی کو ہمیشہ کیلئے نماز کے ادا کرنے کی توفیق بخشیں اس کو برائیوں اور بے حیائیوں سے ہٹا رکھتے ہیں۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ۔ اسی بات کی موئد ہے اور جو نماز ایسی نہیں ہے وہ صرف صورت نماز کی ہے جس میں حقیقت کچھ نہیں۔ لیکن حقیقت کے حاصل ہونے تک صورت کو بھی نہ چھوڑنا چاہئے۔ مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ وہ اکرم الاکرمین اگر صورت حقیقت کے ساتھ اعتبار کرلے تو اس سے کچھ دور نہیں ہے۔

پس آپ پر واجب ہے کہ ہمیشہ نماز کو جماعت کے ساتھ خشوع اور خضوع سے ادا کریں کیونکہ نجات اور خلاصی کا یہی سبب ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ تحقیق خلاصی پائی ان لوگوں نے جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔

بہادری وہی ہے جو خطرے کے وقت کی جائے سپاہی دشمن پر غلبہ کے وقت اگر تھوڑا بھی تردد کرتے ہیں تو بڑا اعتبار پیدا کرتا ہے۔ جوانوں کی نیکی بھی اسی واسطے زیادہ اعتبار رکھتی ہے کہ باوجود غلبہ شہوت نفسانی کے اپنے آپ کو نیک کام میں لگایا ہے۔ اصحاب کہف نے اس قدر بزرگی صرف ایک ہی عمل یعنی دین کے مخالفوں سے ہجرت کرنے کے باعث حاصل کی اور حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وارد ہے۔ عِبَادَۃٌ فِی الْھَرْجِ کَھِجْرَۃٍ اِلَیَّ ہرج میں عبادت کرنا گویا میری طرف ہجرت کرنا ہے پس منافی حقیقت میں عین باعث ہے اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔

فرزندی شیخ بہاؤالدین کو فقرا کی صحبت پسند نہیں آتی دولت مندوں اور مالداروں کی طرف مائل ہے اور ان میں ملا جلا رہتا ہے اور نہیں جانتا کہ ان کی صحبت زہر قاتل ہے اور ان کے چرب لقمے سیاہی بڑھانے والے ہیں ان سے بچیو بچیو۔

حدیث صحیح میں وارد ہے مَنْ تَوَاضَعَ لِغَنِیٍّ لِغِنَائِہٖ ذَھَبَ ثُلُثَا دِیْنِہٖ فَوَیْلٌ لِّمَنْ تَوَاضَعَھُمْ لِغِنَائِھِمْ جس نے کسی دولت مند کی اس کی دولت کے باعث تواضع کی اس کے دین کے دو حصے چلے گئے پس ہلاکت ہے اس شخص کیلئے جس نے ان کی دولت مندی کے سبب تواضع کی اللہ تعالیٰ ان سے بچنے کی توفیق بخشے۔

مکتوب ۸۶

ماسوائے حق سے دل کو سلامت رکھنے کے بیان میں پرگنہ جرک کے کسی حاکم کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل حد اعتدال اور مرکز عدالت پر استقامت

عطا فرمائے جو کچھ ہم پر اور آپ پر لازم ہے ماسوائے حق کی گرفتاری سے دل کا سلامت رکھنا ہے اور یہ سلامتی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی غیر کا دل پر گزر نہ رہے۔ اگر بالفرض ہزار سال تک زندہ رہیں تو بھی اس نسیان کے باعث جو دل کو ماسوائے حق سے حاصل ہوا ہے۔ دل پر غیر کا گزر نہ ہو

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ: اصل مطلب ہے یہی باقی ہے ہیچ

ملاقات کے وقت از روئے کرم کے آپ نے کہا تھا کہ اگر کوئی مہم یا ضروری کام پیش آجائے تو لکھنا اس لئے تکلیف دی جاتی ہے کہ شیخ عبداللہ صوفی نیک آدمی ہے بعض ضروریات کے باعث قرض دار ہو گیا ہے امید ہے کہ قرض چھڑانے میں اس کی مدد فرمائیں گے۔ والسلام

مکتوب ۸۷

اس بیان میں کہ اس سے بڑھ کر کون سی سعادت ہے کہ خدائے تعالیٰ کے دوست کسی کو قبول کرلیں۔ پہلوان محمود کی طرف لکھا ہے:

سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ ثَبَّتَکُمْ عَلٰی جَادَّۃِ الشَّرِیْعَۃِ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ حق تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے اور شریعت کے رستہ پر ثابت قدم رکھے۔ میاں شیخ مزمل کا آنا آپ کے خاندان کے لئے مبارک ہے ان کی صحبت کی برکتوں کا کیا بیان ہو سکے اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہے کہ خدائے تعالیٰ کے دوست کسی کو قبول کرلیں چہ جائیکہ محبت اور قربت سے ممتاز فرمائیں۔ ھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین بد بخت نہیں ہوتا۔

غرض ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور صحبت کے آداب کو مد نظر رکھیں۔ تا کہ زیادہ موثر ہو زیادہ کیا لکھے۔ اوّل و آخر سلام ہو۔

مکتوب ۸۸

اس بیان میں کہ اس سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہے کہ کسی شخص نے ایمان و صلاح کے ساتھ اپنے سیاہ بالوں کو سفید کیا ہو اور جوانی میں اس پر خوف غالب ہو اور بڑھاپے میں امید ور جا پہلوان محمود کی طرف لکھا ہے:

یہ کس قدر اعلیٰ نعمت ہے کہ کوئی شخص ایمان اور نیکی کے ساتھ اپنے سیاہ بالوں کو سفید کر لے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں ہے مَنْ شَابَ شَیْبَۃً فِی الْاِسْلَامِ غُفِرَلَہٗ، جو اسلام میں بوڑھا ہوا وہ بخشا جائے گا امید کی جانب کو ترجیح دیں اور معرفت کا ظن غالب رکھیں کہ جوانی میں خوف زیادہ

درکار ہے اور پیری میں رجازیادہ غالب چاہئے۔ والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۸۹

ماتم پرسی کے بارہ میں مرزا علی جان کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ شریعت کے راستہ پر استقامت بخشے۔ آدمی کو کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (ہر نفس موت کا مزا چکھنے والا ہے) کے موافق موت سے چارہ نہیں ہے۔ پس وہ شخص کتنا ہی مبارک ہے جس کی عمر لمبی ہوئی اور اس کے نیک عمل بہت ہوئے یہی موت ہے جس سے مشتاقوں کو تسلی دیتے ہیں اور اس کو ایک دوست کا دوسرے دوست کے پاس پہنچنے کا وسیلہ بناتے ہیں۔ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ جو شخص اللہ تعالیٰ کے دیدار کو چاہتا ہے تو اللہ کا وعدہ آنیوالا ہے۔ ہاں پیچھے رہنے والوں اور گرفتاروں کا حال مطلب یافتہ اور آزادوں کی حضور کی دولت کے بغیر خراب وابتر ہے آپ کے ولی نعمت مرحوم کا وجود اس وقت بہت غنیمت تھا۔ اب آپ پر لازم ہے کہ احسان کے بدلے احسان کریں اور دعا و صدقہ سے ہر گھڑی ان کی مدد کریں۔ فَاِنَّ الْمَيِّتَ كَالْغَرِيْقِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ صِدِّيْقٍ کیونکہ میت غریق کی طرح ہوتی ہے اور دعا کی منتظر رہتی ہے جو اسے باپ یا ماں یا دوست کی طرف سے آئے اور نیز چاہئے کہ ان کے مرنے سے اپنی موت کی عبرت پکڑیں اور ہمہ تن اپنے آپ کو خدا کی مرضیات کے سپرد کر دیں اور دنیا کی زندگانی کو دھوکے اور فریب کا اسباب سمجھیں اگر دنیاوی عیش و آرام کا کچھ بھی اعتبار ہوتا تو کفار بدکار کو بال بھر بھی نہ دیتے۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ اِيَّاكُمُ الْاِعْرَاضَ عَمَّا سِوَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَالْاِقْبَالَ اِلٰى جَنَابِ قُدْسِهٖ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَعَلَيْهِمْ مِنَ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُهَا وَ مِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا حق تعالیٰ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل اپنے ماسوائے سے ہٹالے اور اپنی طرف متوجہ کرلے۔ والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۹۰

اس بات پر ترغیب دینے میں کہ ہمہ تن حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور آج اس دولت کا حاصل ہونا اس طبقہ علیہ نقشبندیہ کے ساتھ توجہ اور اخلاص پر وابستہ ہے خواجہ قاسم کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل جو میلان چشم سے پاک ہیں دنیا کمینی کو آپ کی نظر بلند ہمت میں خوار و بے اعتبار کر کے آخرت کے حسن و جمال کو باطن کے آئینہ میں جلوہ گر اور آراستہ فرمائے۔

آپ کا بزرگ محبت نامہ مع نفیس تحفوں کے وصول ہوا۔ آپ نے بڑا کرم کیا اللہ تعالیٰ آپ کو

جزائے خیر دے۔ وہ نصیحت جو محبوں اور دوستوں کو کی جاتی ہے۔ سب یہی ہے کہ پورے طور پر خدائے تعالیٰ کی طرف توجہ میسر ہو جائے اور ماسوائے حق سے روگردانی حاصل ہو جائے۔

کار این است غیر ازیں ہمہ ہیچ

آج اس دولت کا حاصل ہونا اس طریقہ نقشبندیہ کے ساتھ توجہ اور اخلاص پر وابستہ ہے بڑی بڑی سخت ریاضتوں اور مجاہدوں سے اس قدر حاصل نہیں ہوتا جو ان بزرگواروں کی ایک ہی صحبت سے حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ ان بزرگواروں کے طریق میں نہایت ابتدا میں درج ہے پہلی صحبت میں وہ کچھ بخش دیتے ہیں جو دوسرے طریقہ کے منتہیوں کو نہایت میں جا کر حاصل ہوتا ہے اور ان بزرگواروں کا طریق اصحاب کرام کا طریق ہے ان کو خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی ہی صحبت میں وہ کمالات حاصل ہو جاتے تھے۔ جو اولیائے امت کو نہایت میں شاید ہی میسر ہوں اور یہی ابتدا میں انتہا کے درج ہونے کا طریق ہے۔ پس آپ پر ان بزرگواروں کی محبت واجب ہے کیونکہ اصل مقصود یہی ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ عَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اور سلام ہو آپ پر اور اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۹۱

اس بیان میں کہ عقائد کی درستی اور نیک عملوں کا بجالانا دونوں عالم قدس کی طرف اڑنے کے لئے پر ہیں اور شریعت کے اعمال اور حقیقت کے احوال سے مقصود نفس کا پاک اور دل کا صاف کرنا ہے۔ شیخ کبیر کی طرف لکھا ہے:

رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ اِيَّاكُمُ الْاِسْتِقَامَةَ عَلٰى مُتَابَعَةِ السُّنَّتِ السَّنِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری پر استقامت عطا فرمائے۔

اصل مطلب یہ ہے کہ اوّل فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے علما کی رائے کے موافق عقائد کو درست کرنا چاہئے پھر احکام فقریہ کے موافق علم و عمل حاصل کرنا چاہئے ان دو اعتقادی و عملی پروں کے حاصل کرنے کے بعد عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کا ارادہ کرنا چاہئے۔

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

شریعت کے اعمال اور طریقت و حقیقت کے احوال سے مقصود نفس کا پاک کرنا اور دل کا صاف کرنا جب تک نفس پاک اور دل تندرست نہ ہو جائے ایمان حقیقی جس پر نجات کا مدار ہے حاصل نہیں ہوتا اور دل

کی سلامتی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ حق تعالیٰ کا غیر ہر گز دل پر نہ گزرے۔ اگر ہزار سال گزر جائیں تو بھی دل میں غیر کا گزر نہ ہو کیونکہ اس وقت دل کو نسیان ماسوائے پورے طور پر حاصل ہوا ہے اور اگر تکلیف سے بھی اس کو یاد دلائیں تو یاد نہ کرے یہ حالت فنا سے تعبیر کی گئی ہے اور اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے وَ بِدُوْنِہٖ خَرْطُ الْقِتَادِ اور اس کے سوا بے فائدہ تکلیف ہے۔ والسلام والاکرام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۲

اس بیان میں کہ دل کا اطمینان ذکر پر منحصر ہے نہ نظر اور استدلال پر شیخ کبیر کی طرف لکھا ہے:

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَہٗ وَ اِيَّاكُمْ عَلَى الشَّرِيْعَةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةِ۔ حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعت مصطفویہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ثابت قدم رکھے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ خبردار اللہ کے ذکر ہی سے دل اطمینان حاصل کرتا ہے دل کے اطمینان کا طریق اللہ کا ذکر ہے نہ نظر و استدلال

پائے استدلالیاں چوبیں بود   پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

ترجمہ: چوب کے پاؤں ہیں استدلال کے   ایسے پاؤں کب ہیں استقلال کے

کیونکہ ذکر میں حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کے ساتھ ایک قسم کی مناسبت حاصل ہو جاتی ہے اگرچہ ذاکر اس پاک جناب کے ساتھ کچھ نسبت نہیں رکھتا۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

لیکن ذاکر و مذکور کے درمیان ایک قسم کا علاقہ پیدا ہو جاتا ہے جو محبت کا سبب ہو جاتا ہے اور جب محبت غالب ہو گئی۔ تو پھر اطمینان کے سوا کچھ نہیں۔ جب کام دل کے اطمینان تک پہنچ گیا تو ہمیشہ کی دولت حاصل ہو گئی۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان است   پاکئے دل ز ذکر رحمان است

ترجمہ: ذکر کر ذکر جب تلک جاں ہے   دل کی پاکی یہ ذکر رحماں ہے

والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۳

اس بیان میں کہ تمام اوقات ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہئے۔ سکندر خاں لودی کی طرف لکھا ہے:

پنج وقتی نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے اور سنت مؤکدہ کو بجالانے کے بعد اپنے اوقات کو ذکر الٰہی میں صرف کرنا چاہئے اور اس کے سوا کسی چیز میں مشغول نہ ہونا چاہئے۔ یعنی کھانے، سونے اور آنے

جانے میں غافل نہ ہونا چاہئے۔ ذکر کا طریق آپ کو سکھلایا ہوا ہے۔ اسی طریق پر استعمال کریں اور الر جمعیت میں فتور معلوم کریں تو پہلے فتور کا باعث دریافت کرنا چاہئے اور پھر اس کوتاہی کا تدارک کرنا چاہئے اور بڑی عاجزی اور زاری سے حق تعالیٰ کی جناب کی طرف متوجہ ہو کر اس ظلمت کے دور ہونے کی دعا مانگنی چاہئے اور جس شیخ سے ذکر سیکھا ہے اسی کو وسیلہ بنانا چاہئے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُيَسِّرُ كُلَّ عَسِيْرٍ حق تعالیٰ ہر مشکل کو آسان کرنیوالا ہے۔ والسّلام

مکتوب ۹٤

اس بیان میں کہ آدمی کو عقائد کی درستی اور اعمال صالحہ کے بجالانے سے چارہ نہیں ہے تاکہ ان دو پروں کے ساتھ عالم حقیقت کی طرف اڑئے۔ خضر خاں لودی کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ پر استقامت فرمائے جو کچھ ضروری ہے یہ ہے کہ اول فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کے عقائد کے موافق اپنے عقائد کو درست کریں اور پھر احکام فقہی از قسم فرض و سنت و واجب و مستحب وحلال وحرام ومکروہ مشتبہ جاننے کے بعد ان کے موافق عمل بجالائیں۔ جب یہ اعتقادی اور عملی دو پر حاصل ہوگئے اور خداوند تعالیٰ کی توفیق نے مدد کی تو عالم حقیقت کی طرف پرواز کر سکتے ہیں۔ ورنہ ان دو بازوؤں کے حاصل ہونے کے بغیر عالم حقیقت تک پہنچنا محال ہے۔

محال است سعدی کہ راہ صفا　　　تواں رفت جز در پے مصطفیٰ

ترجمہ: اطاعت نہ ہو جب تک مصطفیٰ کی　　　کبھی حاصل نہ ہو دولت صفا کی

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ اِيَّاكُمْ عَلٰى مُتَابَعَتِهٖ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اللہ تعالیٰ ہم اور آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب ۹٥

اس بیان میں کہ آدمی نسخہ جامع ہے اور اس کا دل بھی جامعیت کی صفت پر پیدا کیا گیا ہے اور بعض مشائخ کے اقوال جو مرتبہ سکر میں دل کی وسعت وغیرہ میں ظاہر ہوئے ہیں وہ مختلف توجیہوں پر محمول ہیں اور اس بیان میں کہ صحو افضل ہے سکر سے اور اس کے مناسب بیان میں سید احمد بجواڑی کی طرف لکھا ہے:

انسان نسخہ جامع ہے جو کچھ تمام موجودات میں ہے انسان میں تنہا ثابت ہے لیکن عالم امکان سے بطریق حقیقت کے اور مرتبہ وجوب سے بطور صورت کے اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ (اللہ تعالیٰ

نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) اور قلب انسان بھی اسی جامعیت پر پیدا کیا گیا ہے کہ جو کچھ پورے انسان میں ہے وہ سب کچھ تنہا قلب میں ہے اسی واسطے اس کو حقیقت جامعہ کہتے ہیں اور اسی جامعیت کے باعث بعض مشائخ نے قلب کی وسعت سے ایسی خبر دی ہے کہ اگر عرش اور مافیہا عارف کے دل کے گوشہ میں ڈال دیں تو کچھ محسوس نہ ہو کیونکہ قلب عناصر اور افلاک اور عرش و کرسی و عقل و نفس کا جامع ہے اور مکانی اور لامکانی کو شامل ہے پس لامکانیت سے شامل ہونے کے باعث قلب میں عرش ومافیہا کا کچھ مقدار نہ ہوگا کیونکہ عرش اور مافیہا باوجود وسعت کے دائرہ مکان میں داخل ہے اور مکانی اگرچہ وسیع ہے لیکن لامکانی کے مقابلہ میں بہت تنگ ہے اور کچھ مقدار نہیں رکھتا۔ لیکن مشائخ میں سے اصحاب صحو قدس سرہم جانتے ہیں کہ یہ حکم سکر پر مبنی ہے اور شے کی حقیقت اور اس کے نمونہ کے درمیان تمیز نہ کرنے پر محمول ہے۔ عرش مجید جو ظہور تام کا محل ہے اس سے بہت بلند ہے کہ تنگ قلب میں سما سکے۔ جو کچھ دل میں عرش کی نسبت ظاہر ہوتا ہے وہ عرش کا نمونہ ہے نہ کہ عرش کی حقیقت اور کچھ شک نہیں کہ وہ نمونہ دل کے مقابلہ میں جو بے شمار نمونوں کا جامع ہے کچھ مقدار نہیں رکھتا۔ وہ آئینہ کہ جس میں اس قدر بڑا آسمان مع دوسری اشیاء کے دکھائی دیتا ہے نہیں کہہ سکتے کہ آسمان سے وسیع ہے ہاں آسمان کا نمونہ جو آئینہ میں ہے آئینہ کے مقابلہ میں چھوٹا ہے۔ نہ آسمان کی حقیقت۔ یہ بحث اس مثال سے روشن ہو جاتی ہے۔ مثلاً انسان میں کرۂ خاک کا نمونہ پوشیدہ ہے تو انسان کی جامعیت پر نظر کر کے یہ نہیں کہہ سکتے کہ انسان کا وجود کرۂ خاک سے زیادہ وسیع ہے بلکہ انسان کا وجود کرۂ خاک کے مقابلہ میں ایک حقیر شے کے سوا کچھ مقدار نہیں رکھتا۔ بلکہ حقیر شے کے نمونہ کو شے جان کر یہ حکم وقوع میں آتا ہے اور اسی قسم سے ہے بعض مشائخ کا کلام جو انہوں نے غلبہ سکر میں کہا ہے کہ جامعیت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جامعیت الٰہی سے زیادہ جامع ہے جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امکان و وجوب کی حقیقت جامع جانتے ہیں تو اس لئے حکم کرتے ہیں کہ محمد کی جامعیت اللہ جل شانہ کی جامعیت سے زیادہ ہے یہاں بھی صورت کو حقیقت تصور کر کے حکم کیا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتبہ وجوب کی صورت کے جامع ہیں نہ کہ حقیقت وجوب کے اور اللہ تعالیٰ حقیقی واجب الوجود ہے۔ اگر وجوب کی حقیقت اور اس کی صورت کے درمیان تمیز کرتے تو ایسا حکم نہ کرتے۔ اس قسم کے سکریہ احکام سے اللہ کی پناہ۔ محمد ایک بندہ محدود اور متناہی ہے اور حق تعالیٰ غیر محدود اور نامتناہی۔

جاننا چاہئے کہ جو کچھ احکام سکریہ سے ہے مقام ولایت سے ہے اور جو کچھ صحو سے ہے وہ مقام نبوت سے تعلق رکھتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو بھی تابعداری کے طور پر

صحو کے باعث اس مقام سے حصہ حاصل ہے۔

بسطامیہ سکر کو صحو پر فضیلت دیتے ہیں اسی واسطے شیخ بایزید بسطامی قدس سرہ کہتے ہیں کہ لِوَائِیْ اَرْفَعُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ میرا جھنڈا حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہے۔ اپنے جھنڈے کو ولایت کا جھنڈا جانتے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جھنڈے کو نبوت کا جھنڈا اور ولایت کے جھنڈے کو جو سکر کی طرف توجہ رکھتا ہے نبوت کے جھنڈے پر جو صحو سے متعلق ہے ترجیح دیتے ہیں۔

اور اسی قسم سے ہے بعض کا کلام جو انہوں نے کہا ہے کہ اَلْوِلَا یَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ جانتے ہیں کہ ولایت میں حق کی طرف توجہ رکھتے ہیں اور نبوت میں خلق کی طرف توجہ ہوتی ہے اور کچھ شک نہیں کہ خلق کی طرف منہ کرنے سے حق کی طرف منہ کرنا افضل ہے۔

بعضوں نے اس بات کی توجیہ میں کہا ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے لیکن فقیر کے نزدیک اس قسم کی باتیں بیہودہ معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ نبوت میں صرف خلق کی طرف ہی توجہ نہیں ہوتی۔ بلکہ اس توجہ کے ساتھ خالق کی طرف بھی توجہ رکھتا ہے یعنی اس کا باطن حق کے ساتھ اور ظاہر خلق کے ساتھ ہوتا ہے اور جس کی سب توجہ خلق ہی کی طرف ہے وہ بد بخت ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام موجودات میں سے بہتر ہیں اور سب سے بہتر دولت انہی کے نصیب ہوئی ہے اور ولایت نبوّت کا جزو ہے اور نبوّت کل ہے۔ پس نبوت ولایت سے افضل ہے خواہ ولایت نبی کی ہو یا ولی کی۔

پس صحو افضل ہے سکر سے کیونکہ صحو میں سکر مندرج ہے جیسے نبوّت میں ولایت درج ہے صحو تنہا جو عوام الناس کو حاصل ہے وہ بحث سے خارج ہے۔ اس صحو پر سکر کو ترجیح دینا کچھ معنی نہیں رکھتا اور وہ جس میں سکر شامل ہے بے شک سکر سے افضل ہے۔

علوم شرعیہ جن کا مصدر مرتبہ نبوت ہے سراسر صحو ہے اور ان علوم کے مخالف جو کچھ ہو وہ سکر ہے اور سکر والا شخص معذور ہے تقلید کے لائق صحو کے علوم ہیں نہ سکر کے۔ ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی تَقْلِیْدِ الْعُلُوْمِ الشَّرِیْعَۃِ عَلٰی مَصْدَرِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ یَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْداً قَالَ اٰمِیناً۔ حق تعالیٰ ہم کو علوم شرعیہ کی تقلید پر ثابت قدم رکھے اور ان علوم کے مصدر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود اور سلام ہو اور خدائے تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔

اور یہ حدیث قدسی میں وارد ہے لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَ لَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِ مُؤْمِنٍ۔ زمین و آسمان میں میں نہیں سما سکتا لیکن مومن آدمی کے دل میں سما سکتا ہوں۔

مراد اس گنجائش سے مرتبۂ وجوب کی صورت ہے نہ حقیقت۔ کیونکہ حلول وہاں محال ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا۔

پس ظاہر ہوا کہ قلب کا لامکانیت کو شامل ہونا لامکانیت کی صورت کے اعتبار سے ہے نہ اس کی حقیقت کے اعتبار سے تاکہ عرش ومافیہا کا کچھ مقدار نہ ہو۔ یہ حکم لامکانیت کی حقیقت سے مخصوص ہے۔

مکتوب ۹۶

تسویف اور تاخیر سے منع کرنے اور جھڑکنے اور شریعت کی متابعت پر ترغیب دینے اور اس کے مناسب بیان میں محمد شریف کی صادر فرمایا ہے:

اے فرزند! آج فرصت کا وقت ہے اور جمعیت کے اسباب سب مہیا ہیں توقف اور تاخیر کی گنجائش نہیں ہے۔ بہتر وقت کو جو جوانی کا وقت ہے بہتر عملوں میں جو مولیٰ کی اطاعت و عبادت ہے صرف کرنا چاہئے اور محرمات ومشتبہات سے بچ کر پنج وقتی نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہئے نصاب کے ہونے پر زکوٰۃ کا ادا کرنا ضروریات اسلام سے ہے۔ اس کو بھی رغبت اور منت سے ادا کرنا چاہئے حق تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے تمام دن رات میں پنج وقت عبادت کے لئے مقرر کئے ہیں اور بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چارپاؤں سے چالیسواں حصہ تحقیقاً اور تقریباً فقرا کے لئے مقرر فرمایا ہے اور مباحات خرچوں کا میدان فراخ کر دیا ہے تو پھر کس قدر ناانصافی ہے کہ دن رات کی ساٹھ گھڑیوں میں سے دو گھڑی بھی حق تعالیٰ کی بندگی میں صرف نہ ہوں اور چالیس حصوں میں سے ایک حصہ بھی فقرا کو ادا نہ کیا جاوے اور مباحات کے وسیع دائرہ سے نکل کر محرمات اور مشتبہات میں جا پڑیں جوانی کے وقت جب کہ نفس امارہ اور شیطان لعین کا غلبہ ہے تھوڑے عمل کو بہت سے اجر کے عوض قبول کرتے ہیں اور کل جب کہ بڑھاپے کی عمر تک پہنچ جائیں گے اور حواس اور قوتیں سست ہو جائیں گی اور جمعیت کے اسباب پراگندہ ہو جائیں گے تو سوائے ندامت وپشیمانی کے کچھ حاصل نہ ہو گا اور ممکن ہے کہ کل تک مہلت نہ دیں اور ندامت وپشیمانی کا موقع بھی جو ایک قسم کی توبہ ہے ہاتھ نہ آئے اور ہمیشہ کا عذاب جس کی نسبت پیغمبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی ہے اور گنہگاروں کو اس سے ڈرایا ہے۔ در پیش ہے اس میں کچھ خلاف نہیں ہے۔ آج شیطان خدا کے کرم پر مغرور کر کے سستی میں ڈالتا ہے اور اس کی عفو کا بہانہ بنا کر گناہ کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ دنیا آزمائش اور ابتلا کا مقام ہے اس میں دشمن و دوست دونوں کا ملایا ہوا ہے اور دونوں کو رحمت میں شامل کیا ہے۔ وَسِعَتْ رَحْمَتِیْ كُلَّ شَیْءٍ (میری رحمت نے سب چیزوں کو گھیر لیا ہے) اسی بات پر شامل ہے۔ لیکن قیامت کے دن دشمن کو دوست سے جدا کر دیں گے۔ وَامْتَازُوْا

اَلْیَوْمَ اَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَ (اے مجرمو آج الگ ہو جاؤ) اسی مضمون کی خبر دیتی ہے۔ اس وقت رحمت کا قرعہ دوستوں کے نام ڈالیں گے اور دشمنوں کو محروم مطلق اور لعنت کا مستحق فرمائیں گے۔ فَسَاَکْتُبُھَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ (میں اس کو ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو مجھ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور میری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں) اسی مطلب کا گواہ ہے۔ یعنی میں رحمت کو ان لوگوں کے لئے ثابت کروں گا جو کفر و معاصی سے بچتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں پس کرم و رحمت آخرت میں نیکوکار اور پرہیزگار مسلمانوں کے لئے ہاں مطلق اہل اسلام کے لئے بھی خاتمہ بالخیر ہونے پر رحمت کا کچھ حصہ ہے۔ اگرچہ بے شمار زمانوں کے بعد دوزخ کے عذاب سے نجات پائیں گے لیکن گناہوں کی سیاہی اور آسمانی نازل ہوئے ہوئے احکام کی پروانہ کرنا نور ایمان کو کب سلامت لے جانے دیتا ہے۔

علماء نے فرمایا ہے کہ صغیرہ پر اصرار کرنا کبیرہ تک پہنچا دیتا ہے اور کبیرہ پر اصرار کرنا کفر تک لے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بچائے۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم ۔۔۔ کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ: غم دل اس لئے تھوڑا کہا ہے تجھ سے اے مشفق
کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سُن سُن کے دل تیرا

حق تعالیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اپنی مرضیات و پسندیدہ کاموں کی توفیق دے۔

بقیہ مقصود یہ ہے کہ حامل رقیمہ ہذا مولانا اسحاق فقیر کا مخلص اور آشنا ہے اور قدیم سے ہمسائیگی کا حق بھی رکھتا ہے اگر مدد و اعانت طلب کرے تو اس کے حال پر توجہ فرمائیں۔ مشار الیہ فن کتابت اور انشا میں اچھی مہارت رکھتا ہے۔ والسلام

مکتوب ۹۷

اس بیان میں کہ عبادات مامورہ سے مقصود یقین کا حاصل کرنا ہے۔ شیخ درویش کی طرف لکھا ہے:

حق سبحانہ و تعالیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہم مفلسوں کو حقیقت ایمان سے مشرف فرمائے۔ جس طرح انسانی پیدائش سے عبادت مامورہ کا ادا کرنا مقصود ہے ویسا ہی عبادت مامورہ کے ادا کرنے سے مقصود یقین کا حاصل کرنا ہے جو ایمان کی حقیقت ہے۔ ممکن ہے کہ آیت کریمہ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ (اور اپنے پروردگار کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھ کو موت آئے)

میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے کیونکہ کلمہ حتی جس طرح نہایت وغایت کے لئے آتا ہے سببیت اور علیت کے لئے بھی آتا ہے۔ یعنی لِاَجَلِ اَنْ یَّاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ۔ گویا وہ ایمان جو عبادت کے ادا کرنے سے پہلے ہے وہ صرف ایمان کی صورت ہی صورت ہے نہ کہ ایمان کی حقیقت جس کی تعبیر یقین سے کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا ای اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صُوْرَةً اٰمِنُوْا بِاَدَاءِ الْوَظَائِفِ الْمَامُوْرَةِ اے ایمان والوں پھر ایمان لاؤ یعنی اے لوگو جو ظاہر ایمان لائے ہو وظائف مامورہ کے ادا کرنے پر ایمان لاؤ اور فنا وبقا سے کہ جس کے حاصل ہونے سے مراد ولایت ہے۔ صرف یہی یقین مقصود ہے اور اگر فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے کچھ اور معنی مراد لیں جن سے حالیّت اور محلیّت یعنی حلول کا وہم پڑتا ہو۔ تو عین الحاد اور زندقہ ہے غلبہ حال اور سکر میں ایسی ایسی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں جن سے آخر گزرنا پڑتا ہے اور توبہ کرنی پڑتی ہے۔

ابراہیم بن شیبان جو مشائخ طبقات قدس سرہم میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ فنا وبقا کا علم وحدانیت کے اخلاص اور عبودیت کی صحت کے گرد پھرتا ہے اور اس کے سوائے مغالطہ اور زندقہ ہے اور بے شک سچ فرماتے ہیں اور یہ کلام ان کی استقامت کی خبر دیتی ہے فنا فی اللہ خدائے تعالیٰ کی مرضیات میں فانی ہونے سے مراد ہے اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ وغیرہ اسی قیاس پر ہیں۔

اور دوسری یہ تکلیف دیتا ہے کہ نیک کردار میاں الہ بخش صلاح و تقویٰ وفضیلت سے آراستہ ہیں اور بہت سے لوگ ان کے متعلق ہیں اگر کسی امر میں مدد طلب کریں تو امید ہے کہ ان کے حال پر توجہ فرمائیں گے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی آپ پر اور ہدایت یافتہ لوگوں پر سلام ہو۔

مکتوب ۹۸

نرمی کرنے کی ترغیب دینے اور سختی کو ترک کرنے کے بیان میں اور اس کے مناسب احادیث نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام کے لکھنے میں شیخ زکریا کے بیٹے عبدالقادر کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ مرکز عدالت پر استقامت بخشے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند حدیثیں جو وعظ ونصیحت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں لکھی جاتی ہیں حق تعالیٰ ان کے موافق عمل نصیب کرے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ وَیُعْطِیْ عَلَی الرِّفْقِ مَالَا یُعْطِیْ عَلَی الْعُنْفِ وَمَالَا یُعْطِیْ عَلٰی مَا سِوَاہُ رواہ مسلم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ رفیق ہے نرمی دوست رکھتا ہے اور نرمی پر وہ کچھ دیتا ہے جو سختی اور اس کے سوا اور چیز پر نہیں دیتا۔

اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے قَالَ لِعَائِشَةَ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَ اِيَّاكِ وَالْعُنفَ وَالْفُحْشَ اِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُوْنُ فِیْ شَیءٍ اِلَّا زَانَهُ وَ لَا يُنْزَعُ مِنْ شَیءٍ اِلَّا شَانَهُ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ کو فرمایا نرمی کو لازم پکڑ اور درشت خوئی اور بکواس سے بچ کیونکہ نرمی جس چیز میں ہو اس کو زینت دیتی ہے اور جس چیز سے نکل جائے اس کو عیب ناک کر دیتی ہے۔

وَقَالَ اَيضاً عَلَيْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ مَنْ يُّحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ جو نرمی سے محروم رہا وہ سب نیکی سے محروم رہا۔

وَ قَالَ اَيضاً عَلَيْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُم اِلَیَّ اَحْسَنُكُمْ اَخلَاقًا تم میں سے زیادہ اچھا میرے نزدیک وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔

اور نیز آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے مَنْ اُعْطِیَ حَظَّهُ مِنَ الرِّفْقِ اُعْطِیَ حَظَّهُ مِنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ جس کو نرمی کا کچھ حصہ دیا گیا اس کو دنیا و آخرت کی بھلائی کا حصہ مل گیا۔

اور نیز حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلْحِيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ وَالْاِيْمَانُ فِی الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجفَاءِ وَالْجفَاءُ فِی النَّارِ اِنَّ اللّٰهُ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبُذِیَّ اَلَا اُخْبِرُكُم بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَی النَّارِ وَ يُحْرَمُ النَّارُ عَلَيْهِ عَلٰی كُلِّ هَيِّنٍ لَيِّنٍ قَرِيْبٍ سَهْلٍ اَلْمُومِنُوْنَ هَيِّنُوْنَ لَيِّنُوْنَ كَالْجَمَلِ الْاَنِفِ اِنْ قِيْدَ اِنْقَادَوَاِنِ اسْتُنِيْخَ عَلٰی صَخْرَةٍ اِسْتَنَاخَ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰی اَنْ يُّنْفِذَهُ دَعَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی رُؤُسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰی يُخَيِّرَهُ فِیْ اَیِّ الْحُوْرَاءِ شَاءَ۔

حیا ایمان سے ہے اور اہل ایمان جنت میں ہے اور بکواس جفا سے ہے اور جفا دوزخ میں ہے اور اللہ تعالیٰ بے حیا بکواسی کو دشمن جانتا ہے کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ آگ دوزخ کی کس پر حرام ہے۔ ہر ایک نرم اور متواضع قریب سہل پر۔ مومن سب نرم اور تواضع کرنے والے ہیں۔ ناک میں مہار ڈالے ہوئے اونٹ کی طرح۔ اگر اس کو ہانکا جاوے تو چل پڑے اور اگر اس کو پتھر پر بٹھائیں تو بیٹھ جائے جس نے غصہ کو پی لیا اور حالانکہ وہ اس کے جاری کرنے پر قابو رکھتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کو سب خلقت کے سامنے بلائے گا تاکہ اس کو اختیار دے کہ جس حور کو چاہتا ہے پسند کر لے۔

وَ اِنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ اَلَا اُخْبِرُكُم بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَا بَرَّهُ اَلَا اُخْبِرُكُم بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ اِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ وَ هُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ فَاِنْ ذَهَبَ عَنْهُ

الْغَضَبُ وَ اِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ اِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُالْاِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ وَ مَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَ فِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ قَلْبٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ۔

ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھے وصیت کریں آپ نے فرمایا غصہ مت کیا کر۔ اس نے پھر عرض کی پھر بھی آپ نے فرمایا غصہ مت کیا کر۔ کیا میں آپ کو اہل جنت کی نسبت خبر نہ دوں، وہ ضعیف اور عاجز ہے کہ اگر اللہ پر قسم کھائے تو اللہ اس کی قسم کو سچا کر دے اور میں کیا تم کو اہل دوزخ کی خبر نہ دوں وہ سر کش اکڑنے والا متکبر ہے جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اگر وہ کھڑا ہے تو بیٹھ جائے۔ پس اگر اس کا غصہ دور ہو گیا تو بہتر ورنہ اسے چاہئے کہ لیٹ جائے کیونکہ غضب ایمان کو ایسا بگاڑ دیتا ہے جیسا مصبر شہد کو بگاڑ دیتا ہے جس نے اللہ کے لئے تواضع کی اس کو اللہ بلند کرتا ہے پس وہ اپنے نفس میں حقیر اور لوگوں کی آنکھوں میں بڑا ہوتا ہے اور جس نے تکبر کیا اللہ اس کو پست کرتا ہے پس وہ لوگوں کی آنکھوں میں حقیر اور اپنے نفس میں بڑا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سور سے بھی زیادہ خفیف ہو جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ بن عمران علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی یارب تیرے بندوں میں سے تیرے نزدیک زیادہ عزیز کون ہے۔ فرمایا وہ شخص جو باوجود قادر ہونے کے معاف کر دے۔

وَقَالَ اَيْضًا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ مَنْ خَزِنَ لِسَانَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهٗ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ مَنِ اعْتَذَرَ قَبِلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عُذْرَهٗ۔

جس نے اپنی زبان کو بند رکھا اللہ تعالیٰ اس کی شرم گاہ کو ڈھانپتا ہے اور جس نے غصہ کو روکا اللہ تعالیٰ قیامت کا عذاب اس سے روک لے گا اور جس نے عذر قبول کیا اللہ تعالیٰ اس کے عذر کو قبول کرے گا۔

وَقَالَ اَيْضًا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ كَانَتْ لَهٗ لِاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْشَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ بِقَدْرِهٖ مَظْلِمَتِهٖ وَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّاٰتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ۔

جس شخص پر کسی اپنے بھائی کا کوئی مال یا اور کوئی حق ہے تو اسے چاہئے کہ آج ہی اس سے معاف کرالے۔ پیشتر اس سے کہ اس کے پاس کوئی درہم و دینار نہ ہو گا۔ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہو گا تو اس کے حق میں موافق لیا جائے گا اور اگر کوئی نیکی نہ ہو گی تو صاحب حق کی برائیاں لے کر اس کی برائیوں میں اور زیادہ کی جائیں گی۔

وَقَالَ اَيْضًا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَتَدْرُوْنَ مَالْمُفْلِسُ قَالُوْ الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّادِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ الْمُفْلِسُ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ يَّاتِیْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَ صِيَامٍ وَزَكٰوةٍ وَ يَاْتِیْ قَدْشَتَمَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَ قَذَفَ هٰذَا وَ سَفَكَ دَمَ هٰذَا فَيُعطىٰ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَا هُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو مفلس کون ہے یاروں نے عرض کی ہم میں وہ مفلس ہے جس کے پاس درہم واسباب کچھ نہ ہو۔ آپ نے فرمایا میری امت میں سے مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز روزہ زکوۃ سب کچھ کر کے آئے اور ساتھ ہی اس نے کسی کو گالی دی ہے اور کسی کا مال کھایا ہے اور کسی کو تہمت لگائی ہے اور کسی کا خون گرایا ہے اور کسی کو مارا ہے پس ان نیکیوں میں سے ہر ایک کو دی جائیں گی۔ پس اگر حق ادا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو حق داروں کے قصور لے کر اس کے گناہوں میں اور زیادہ کئے جائیں گے اور پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے حضرت عائشہؓ کی طرف لکھا کہ میری طرف کچھ لکھ کہ جس میں مجھے وصیت کرے لیکن بہت نہ ہو مختصر ہو پس انہوں نے یہ لکھا:

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ الْتَمَسَ رَضِیَ اللّٰهُ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مَؤُنَةَ النَّاسِ وَ مَنِ الْتَمَسَ رَضِیَ النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَ كَلَهُ اللّٰهُ اِلَی النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

آپ پر سلام ہو اس کے بعد واضح ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ جو شخص لوگوں کے غصہ کے مقابلہ میں اللہ کی رضامندی چاہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی تکلیف سے بچائے رکھتا ہے اور جس شخص نے اللہ کی ناراضگی کے مقابلہ میں لوگوں کی رضامندی چاہی۔ اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے حوالہ کر دیتا ہے اور تجھ پر سلام ہو۔ سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔

حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے جو مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ والسلام

یہ حدیثیں اگرچہ بغیر ترجمہ کے لکھی گئی ہیں لیکن شیخ جیوؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے معنی سمجھ لیں اور کوشش کریں کہ ان کے موافق عمل نصیب ہو جائے دنیا کا بقا بہت تھوڑا ہے اور آخرت کا عذاب بہت سخت اور دائمی ہے۔ عقل دور اندیش سے کام لینا چاہئے اور دنیا کی طراوت اور حلاوت پر مغرور نہ ہونا چاہئے۔ اگر دنیا کے باعث کسی کی عزت و آبرو ہوتی تو کفار دنیا دار سب سے زیادہ عزت والے ہوتے اور دنیا کے ظاہر پر فریفتہ ہونا بے وقوفی ہے چند روزہ فرصت کو غنیمت جاننا چاہئے اور

خدائے تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں میں کوشش کرنی چاہئے اور خلق خدا پر احسان کرنا چلا ہے اللہ کے امر کی تعظیم کرنا اور خلق خدا پر شفقت کرنا آخرت کی نجات کیلئے دو بڑے رکن ہیں۔ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ فرمایا ہے حقیقت حال کے مطابق ہے۔ بے ہودہ اور بکواس نہیں ہے۔ یہ خواب خرگوش کب تک۔ آخر رسوائی اور خواری اٹھانی پڑے گی۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ کیا تم نے خیال کیا ہے کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہ پھرو گے۔ اگرچہ معلوم ہے کہ تمہارا وقت اس قسم کی باتیں سننے کا تقاضا نہیں کرتا کیونکہ جوانی کا آغاز ہے اور دنیوی عیش و آرام سب موجود اور خلقت پر غلبہ اور حکومت حاصل ہے لیکن آپ کے حال پر شفقت اس گفتگو کا باعث ہوئی ہے ابھی کچھ نہیں گیا۔ توبہ وانابت کا وقت ہے۔ اس لئے اطلاع دینا ضروری ہے

در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

ترجمہ: سنے کوئی اگر میری فقط اک حرف کافی ہے

والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۹

ایک استفسار کے جواب میں جو دوام آگاہی کی کیفیت اور حالت نوم کے ساتھ اس کے جمع کرنے کے بارے میں جو سراسر غفلت اور بیکاری ہے کیا گیا تھا ملا حسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے:

آپ کا بزرگ محبت نامہ صادر ہوا اور اس استفسار کا حال جو آپ نے دوام آگاہی کی کیفیت اور حالت نوم کے ساتھ اس کے جمع کرنے کے بارے میں جو سراسر غفلت اور بیکاری ہے اور اس بزرگ خاندان کے بعض بزرگوں نے اس دولت کے حاصل ہونے کی نسبت خبر دی ہے کیا ہوا تھا معلوم ہوا۔

میرے مخدوم! اس اشکال کا حل ایک مقدمہ پر مبنی ہے جس کا بیان کرنا ضروری ہے میں کہتا ہوں کہ انسانی روح کے لئے اس جسمانی صورت کے تعلق سے پہلے ترقی و عروج کا رستہ بند تھا۔ اور وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ کے پنجرہ میں مقید و محبوس تھا لیکن اس جوہر نفس کی طبیعت میں عروج کی استعداد نزول کی شرط پر بطور امانت رکھی ہوئی تھی اور اسی وجہ سے فرشتہ پر اس کی زیادتی مقرر فرمائی تھی حق تعالیٰ نے اپنی کمال بخشش سے اس نورانی جوہر کو اس ظلمانی جسم کے ساتھ جمع کر دیا۔ فَسُبْحَانَ مَنْ جَمَعَ بَیْنَ النُّوْرِ وَ الظُّلْمَۃِ وَ قَرَنَ الْاَمْرَ بِالْخَلْقِ۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے نور اور ظلمت کو جمع کر دیا اور امر کو خلق کے ساتھ ملا دیا اور چونکہ یہ دونوں امر در حقیقت ایک دوسرے کے ضد و نقیض واقع

ہوئے تھے۔

اس لئے حکیم مطلق جل شانہٗ نے اس اجتماع کے ثابت کرنے اور اس انتظام کے مقرر کرنے کے لئے روح اور نفس کے درمیان عشق وگرفتاری کی نسبت پیدا کی اور اس گرفتاری کو ان کے انتظام کا سبب بنایا۔ آیت کریمہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ (البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے آدمی کو بیچ اچھی ترکیب کے پھر پھیر دیا ہم نے اس کو سب سے نیچے) میں اسی بیان کی رمز ہے اور یہ روح کا تنزل اور اس کی گرفتاری حقیقت میں مدح بما یشبہ الذم کی قسم سے ہے۔

پس اس محبت کی نسبت کے باعث روح نے ہمہ تن اپنے آپ کو عالم نفس میں ڈال کر اپنے آپ کو اس کے تابع بنا دیا بلکہ اپنے آپ کو بھول گیا اور اپنے آپ کو نفس امارہ سے تعبیر کیا روح کی اصلیت میں یہ لطافت اور ہے کہ کمال لطافت کے باعث جس طرف متوجہ ہوتا ہے اسی کا حکم اختیار کر لیتا ہے۔ پس جب اس نے اپنے آپ کو فراموش کیا ہو تو ضرور ہے کہ اپنی پہلی آگاہی کی نسبت کو بھی جو وجوبِ حق تعالیٰ کے مرتبہ میں رکھتا تھا۔ فراموش کر دے گا اور ہمہ تن اپنے آپ کو غفلت میں ڈال دے گا اور ظلمت کا حکم پکڑ لے گا۔

پس اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی اور بندہ نوازی سے انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا اور روح اس کو ان بزرگواروں کے ذریعے اپنی طرف بلایا اور نفس کی مخالفت کیلئے جو روح کا معشوق ہے حکم فرمایا۔ فَمَنْ رَجَعَ الْقَهْقَرِیَ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا وَ مَنْ لَّمْ یَرْفَعْ رَاْسَهٗ وَ اخْتَارَ الْخُلُوْدَ اِلَی الْاَرْضِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِیْدًا۔ پس جو پاؤں کے بل الٹا پھرا وہ بڑا کامیاب ہوا اور جس نے اپنا سر نہ اٹھایا اور زمین میں ہی ہمیشہ رہنا اختیار کیا وہ سخت گمراہ ہو گیا۔

اب ہم اس اشکال کا جواب لکھتے ہیں کہ اس مقدمہ سے روح کا نفس کے ساتھ جمع ہونا تو مفہوم ہو گیا بلکہ نفس ہی میں اس کی فنا اور اسی کے ساتھ اس کی بقا معلوم ہو چکی۔ پس ناچار جب تک یہ اجتماع اور انتظام قائم ہے۔ ظاہر کی غفلت بعینہ باطن کی غفلت ہے اور نیند جو ظاہر کی غفلت ہے عین باطن کی غفلت ہے اور جب اس انتظام میں خلل پڑ جائے اور باطن ظاہر کی محبت سے منہ پھیر لے اور باطنوں کے باطن کی محبت اس کو حاصل ہو جائے اور وہ فنا وبقا جو فانی کے ساتھ پیدا کی تھی زائل ہو جائے اور باقی حقیقی کے ساتھ فنا وبقا حاصل کر لے تو اس وقت ظاہر کی غفلت باطن کے حضور میں تاثیر نہیں کرتی اور کیونکر تاثیر کرے جب کہ باطن نے ظاہر کی طرف پیٹھ کی ہوئی ہے اور ظاہر کی طرف سے باطن میں کچھ نہیں جاتا۔ پس جائز ہے کہ ظاہر غافل ہو اور باطن آگاہ ہو۔ وَلَا مَحْذُوْرَ اس میں کچھ ڈر نہیں۔

مثلاً روغن بادام جب تک کھلی میں ملا ہوا ہے دونوں کا حکم ایک ہے اور جب روغن کھلی سے جدا ہو

گیا تو دونوں کے احکام جُدا جُدا ہونگے اور ایک کا حکم دوسرے پر جاری نہ ہوگا۔

اس قسم کے صاحب دولت کو جہان کی طرف واپس لانا چاہیں اور جہان کو اس کے وجود شریف کی برکت سے نفسانی اندھیروں سے نکالنا چاہیں تو اس کو سیر عن اللہ باللہ کے طریق پر جہان کی طرف لے آتے ہیں اور اس کی توجہ ہمہ تن خلق کی طرف ہوتی ہے۔ بغیر اس بات کے کہ اس کو ان کے ساتھ کسی قسم کی گرفتاری حاصل ہو۔ کیونکہ وہ اسی اپنی پہلی گرفتاری پر ہے۔ بے اختیار اس کو اس جہان میں لائے ہیں۔ پس یہ منتہی خدائے تعالیٰ کی طرف سے منہ پھیرنے اور خلق کی طرف توجہ کرنے میں ظاہر طور پر تمام مبتدیوں کے ساتھ مشترک ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت میں ان سے کچھ مناسبت نہیں رکھتا اور گرفتاری اور عدم گرفتاری میں بڑا فرق ہے اور نیز خلق کی طرف منہ کرنا اس منتہی کے حق میں بے اختیاری ہے۔ اس میں وہ اپنی کچھ رغبت نہیں رکھتا۔ بلکہ اس توجہ میں حق تعالیٰ کی رضامندی اور مبتدی میں اپنی ذاتی رغبت اور حق تعالیٰ کی نارضامندی ہے۔ اب ایک اور فرق بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مبتدی کیلئے آسان ہے کہ عالم کی طرف سے منہ پھیر کر حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرے۔ لیکن منتہی کیلئے خلق کی طرف منہ پھیرنا محال ہے۔ خلق کی طرف ہمیشہ کیلئے توجہ کا ہونا اس کے مقام کے لازم ہے ہاں جب کہ اس کی دعوت کا کام تمام ہو جائے اور اس کو دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف لے جانا چاہیں تو اس وقت اَلرَّفِيْقُ الْاَعْلٰى کی ندا اس کو سنائی جاتی ہے۔

مشائخ طریقت قدس سرہم نے مقام دعوت کے مقرر کرنے میں مختلف باتیں بیان کی ہیں۔ بعض نے حق اور خلق کے درمیان توجہ کا جمع ہونا بیان کیا ہے۔ ان کا اختلاف احوال و مقامات کے اختلاف پر مبنی ہے۔ ہر ایک نے اپنے مقام کی نسبت خبر دی ہے وَالْاَمْرُ عِنْدَاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

اور یہ جو سید الطائفہ جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ نہایت یہی ہدایت کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اسی مقام دعوت کے موافق ہے جو اس مسودہ میں لکھا جا چکا ہے کیونکہ ہدایت میں ہمہ تن توجہ خلق کی طرف ہے۔

حدیث تَنَامُ عَيْنَایَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِیْ (میری آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا) جو لکھی ہوئی تھی۔ اس میں دوام آگاہی کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ بلکہ اپنے اور اپنی امت کے احوال سے غافل نہ ہونے کی خبر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نیند آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں وضو کو توڑنے والی نہ ہوئی اور جب کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کی محافظت میں گڈریے کی طرح ہیں تو پھر غفلت منصب نبوت کے مناسب نہیں اور حدیث لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُنِیْ فِيْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ

وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ میں بشرط صحت تجلی ذاتی برقی کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے اور وہ تجلی بھی حق تعالیٰ کی جناب کی طرف مستلزم نہیں ہے بلکہ یہ تجلی اس طرف سے ہے متجلی لہ کا اس میں کچھ دخل نہیں اور عاشق میں معشوق کے سیر کرنے کی قسم سے ہے۔ کیونکہ عاشق سیر سے سیر ہو گیا ہوا ہے۔

آئینہ صورت از سفر دور است　　　کاں پذیرائے صورت از نور است

ترجمہ　سفر سے آئینہ صورت کا ہے بہت اب دور

قبول کرتا ہے صورت کو وہ بباعث نور

جاننا چاہئے کہ خلق کی طرف رجوع کرنے کی حالت میں دور ہوئے ہوئے پردے پھر عود نہیں کرتے۔ باوجود بے پردگی کے اس کو خلق میں مشغول کیا ہے اور مخلوقات کی بہتری اور خلاصی اس پر منحصر کی ہے۔

ان بزرگواروں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو بادشاہ کے ساتھ بڑا تقرب رکھتا ہے اور اس کے بادشاہ کے درمیان کوئی ظاہری اور باطنی مانع نہیں ہے اور باوجود اس کے اس کو حاجتمند لوگوں کی خدمت میں مشغول کیا ہے۔ یہ مبتدی و منتہی مرجوع میں اور فرق ہے کیونکہ مبتدی ابھی حجاب میں ہے اور منتہی کے آگے سے حجاب اٹھائے گئے ہیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی اور سلام ہو آپ پر اور ان لوگوں پر جو ہدایت کے تابع ہوئے۔

مکتوب ۱۰۰

ایک سوال کے جواب میں جو اس بارے میں کیا گیا تھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ غیب کا جاننے والا نہیں ہے ملا حسن کشمیری کی طرف لکھا ہے:۔

آپ کا بزرگ نوازش نامہ صادر ہوا۔ جو کچھ از روئے کرم کے لکھا تھا واضح ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے۔

میرے مخدوم! فقیر کو اس قسم کی باتیں سننے کی ہر گز تاب نہیں۔ بے اختیار میری فاروقی رگ جوش میں آجاتی ہے اور اس میں توجیہ و تاویل کی فرصت نہیں دیتی۔

ان باتوں کا قائل شیخ کبیر یمنی ہو یا شیخ اکبر شامی۔ مگر ہم کو تو محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کلام درکار ہے۔ نہ کہ محی الدین عربی اور صدر الدین تونیوی اور عبدالرزّاق کاشی کی کلام۔ ہم کو نص سے کام ہے نہ فص سے۔ فتوحات مدینہ یعنی احادیث نے ہم کو فتوحات مکیہ سے لاپرواہ کر دیا ہے۔

حق تعالیٰ قرآن مجید میں اپنی تعریف علم غیب سے کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو عالم غیب فرماتا ہے۔ حق تعالیٰ سے علم غیب کی نفی کرنا بہت ہی بُرا ہے جو حقیقت میں حق تعالیٰ کی تکذیب ہے۔ غیب

کے کچھ اور معنی بیان کرنے اس برائی کو دور نہیں کرتے۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ چھوٹا منہ بڑی بات ہے کاش ان کو اس قسم کے صریح خلاف شریعت کلمات کے بولنے پر کس چیز نے آمادہ کیا۔

اگر منصور، انا الحق اور بسطامی، سبحانی کہتے ہیں تو وہ معذور ہیں اور غلبہ احوال میں مغلوب ہیں لیکن اس قسم کی کلام احوال پر مبنی نہیں۔ بلکہ علم سے تعلق رکھتی ہے اور تاویل کی محتاج ہے اور کسی عذر کے لائق نہیں اور کوئی تاویل اس مقام میں مقبول نہیں۔ کیونکہ مستوں کے کلام کی تاویل کی جاتی ہے۔ اور ظاہر کی طرف سے پھیری جاتی ہے نہ کسی اور کی کلام اور اگر متکلم کا مقصود اس قسم کی کلام کے اظہار سے خلق کی ملامت اور نفرت ہو تو یہ بھی بہت بُری اور مکروہ بات ہے۔ کیونکہ خلق کی ملامت حاصل کرنے کیلئے اور بہت سے طریقے ہیں۔ ایسی باتوں کی کیا ضرورت ہے جو کفر تک پہنچادیں۔ اور چونکہ آپ نے اس کلام کی تاویل میں گفتگو کی ہے اور دریافت کیا ہے۔ اس لئے سوال کا جواب دینا ضروری ہے۔ ناچار اس بارے میں کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ وَعِلْمُ الْغَيْبِ عِنْدَاللهِ سُبْحَانَهٗ اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

یہ جو بعض نے کہا ہے کہ غیب معدوم ہے اور معدوم کا علم نہیں ہوتا۔ یعنی جب غیب حق تعالیٰ کی نسبت معدوم مطلق اور لاشے محض ہے تو علم کا اس سے تعلق رکھنا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ معلومیت اس کو معدوم مطلق اور لاشے محض ہونے سے خارج کر دیتی ہے نہیں کہہ سکتے کہ حق تعالیٰ کو اپنے شریک کا علم ہے۔ حالانکہ حق تعالیٰ کا شریک ہرگز موجود نہیں اور لاشے محض ہے ہاں غیب اور شریک کا مفہوم تصور کرنا ممکن ہے لیکن گفتگو ان کی مصدوقہ اور ثابت کی ہوئی کلام میں ہے نہ مفہوم میں۔

ان تمام محالات کا حال بھی ایسا ہی ہے جن کے مفہوم کا تصور ممکن ہے اور مصدوقہ کا تصور ممتنع ہے۔ کیونکہ معلومیت اس کو محال ہونے سے نکال دیتی ہے اور کم از کم وجود ذہنی بخشتی ہے۔

اور وہ اعتراض جو مولانا محمد روجی کی توجیہ پر کیا ہے درست ہے احدیت مجردہ کے مرتبہ میں نسبت علمیہ کی نفی کرنا مطلق علم کی نفی کو مستلزم ہے صرف علم غیب کی نفی کو مخصوص کرنا کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ اور دوسری اشکال مولانا کی توجیہ پر یہ ہے کہ اگرچہ احدیت مجردہ کے مرتبہ میں نسبت علمیہ منتفی ہے لیکن حق تعالیٰ کی عالمیت اپنے حال پر ہے۔ کیونکہ وہ ذات کی رو سے عالم ہے نہ کہ صفت کی رو سے۔ کیونکہ وہاں صفت کی گنجائش نہیں۔ صفات کی نفی کرنے والے حق تعالیٰ کو عالم کہتے ہیں اور ساتھ ہی اس کے علم کی صفت کو حق تعالیٰ سے منسوب کرتے ہیں اور وہ انکشاب جو صفت پر مترتب ہوتا ہے اس کو ذات پر مترتب جانتے ہیں پس ایسا ہی یہ ہے۔

اور وہ توجیہ جو آپ نے کی ہے اور غیب سے حق تعالیٰ کی ذات کا غیب مراد لیا ہے اور علم کا تعلق

اس سے جائز نہیں رکھا۔ اگرچہ واجب تعالیٰ کا علم ہو تو وہ سب توجیہات سے زیادہ قریب ہے لیکن فقیر کو حق تعالیٰ کی ذات بحث کے ساتھ علم کے تعلق کے جائز نہ ہونے میں بحث ہے۔ کیونکہ وہ وجہ جو انہوں نے عدم جواز میں بیان کی ہے اس میں علم کی حقیقت معلوم کے احاطہ کی مقتضی ہے اور وہ ذات مطلق عدم احاطہ کی مقتضی ہے۔ پس اس تعلق سے دونوں جمع نہ ہوں گے۔

یہاں خدشہ کا مقام ہے۔ کیونکہ علم حصولی میں یہ معنی درکار ہیں۔ کیونکہ وہاں قوت علمیہ میں معلوم کی صورت کا حاصل ہونا ہے۔ لیکن علم حضوری کچھ درکار نہیں اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں، وہ علم حضوری ہے نہ حصولی۔ پس اس میں کوئی ڈر نہیں۔ کیونکہ علم واجبی کا تعلق حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ حضور کے طریق پر ہے نہ کہ حصول کے طریق پر۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَتِ الْحَالِ اور حقیقت حال کو اللہ ہی جانتا ہے۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ. وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَّاٰخِراً۔

مکتوب ۱۰۱

ان لوگوں کے رد میں جو کامل کو ناقص خیال کر کے اعتراض کی زبان دراز کرتے ہیں۔ ملا حسن کشمیری کی طرف لکھا ہے:۔

اَحْسَنَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ حَالَکُمْ وَاَصْلَحَ بَالَکُمْ حق تعالیٰ آپ کے حال کو اچھا کرے اور دل کو درست کرے۔

مولانا محمد صدیق نے آپ کا نوازش نامہ پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ آپ نے دور پڑے ہوؤں کو فراموش نہیں کیا جو خطاب آپ نے ظاہر طور پر نفس کی طرف کئے ہوئے تھے، واضح ہوئے ہاں جو اعتراض کہ نفس پر کریں، امارگی کے وقت مسلم ہے لیکن اطمینان حاصل ہونے کے بعد اعتراض کی مجات نہیں۔ کیونکہ نفس اس مقام میں حق تعالیٰ سے راضی ہے۔ اور حق تعالیٰ اس سے راضی۔ پس وہ مقبول اور پسند ہے اور مقبول پر اعتراض جائز نہیں اور اس کی مراد حق تعالیٰ کی مرضی ہے۔ کیونکہ اس دولت کا حاصل ہونا اللہ کے اخلاق سے متخلق ہونے کے وقت ہے اور اس کا پاک میدان ہم پست فطرتوں کے اعتراض سے بہت بلند ہے جو کچھ ہم کہیں ہماری طرف ہی لوٹ آتا ہے۔

آگہ از خویشتن چو نیست جنیں　　چہ خبر دارد از چنان و چنیں

ترجمہ　　واقف اپنے سے جب نہیں ہے جنیں
جانے پھر وہ کیا چنان و چنیں

بسا اوقات جاہل لوگ کمال جہالت سے نفس مطمنہ کو امارہ تصور کرتے ہیں اور امارہ کے احکام

مطمئنہ پر جاری کرتے ہیں۔ جیسا کہ کفار نے انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کو باقی تمام انسانوں کی طرح خیال کر کے کمالات نبوت سے انکار کیا ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو ان بزرگواروں اور ان کے تابعداروں کے انکار سے بچائے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

مکتوب ۱۰۲

اس بیان میں کہ سُودی قرض میں سب کا سب روپیہ حرام ہے نہ فقط زیادتی مثلاً کسی شخص نے دس تنگہ بعض بارہ تنگہ کے قرض لئے تو اس صورت میں سب بارہ تنگہ حرام ہیں نہ صرف دو تنگہ زیادتی۔ اور اس کے متعلق مناسب بیان میں۔ ملا مظفر کی طرف صادر کیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ اس دن فرماتے تھے کہ رباء قرض سودی میں صرف زیادتی ہی ہے اور بارہ تنگہ کے عوض دس تنگہ قرض لینے میں صرف یہی دو تنگہ زیادتی حرام ہے لیکن جب فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہو گیا کہ شریعت میں جس عقد میں زیادتی ہے اس میں ربا بھی ہے۔ پس ناچار یہ عقد حرام ہو گا اور جو کچھ حرام کی نسبت حاصل کریں، وہ بھی حرام ہو گا۔ پس وہ دس تنگہ بھی ربا ہو گا اور حرام۔

کتاب جامع الرموز اور روایات کتاب ابراہیم شاہی کے بھیجنے سے مقصود اسی مطلب کا اظہار تھا۔ باقی رہی صورت احتیاج کی۔ سو میرے مخدوم! ربا کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔ جو محتاج اور غیر محتاج کو شامل ہے۔ وہاں محتاج کا خاص کرنا اس قطعی حکم کا منسوخ کرنا ہے اور قنیہ کی روایت یہ مرتبہ نہیں رکھتی کہ حکم قطعی کو منسوخ کرے۔ حالانکہ مولانا جمال لاہوری جو لاہور کے علماء میں سے زیادہ عالم ہیں فرماتے تھے کہ قنیہ کی بہت سی روایتیں قابل اعتبار نہیں ہیں اور کتب معتبرہ کی روایتوں کے مخالف ہیں اور اگر اس روایت کو صحیح مان لیں تو اس احتیاج کی تاویل اضطرار اور مخمصہ سے کرنی پڑے گی۔ تاکہ آیت کریمہ فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ کے ساتھ اس حکم قطعی کی تخصیص ہو جائے کہ قوت میں بھی ویسی ہی ہے۔ ع

کہ رسم را کشد ہم رخش رستم ترجمہ ع اٹھاتا ہے رستم کو رستم کا گھوڑا

اور نیز اگر محتاج سے عام مراد لیا جائے تو پھر چاہئے کہ ربا کی حرمت کیلئے کوئی مقام اور محل پیدا نہ ہو۔ کیونکہ جو زیادتی قبول کرتا ہے اس باعث کوئی نہ کوئی حاجت ضرور ہوتی ہے اور بغیر حاجت کے کوئی شخص اپنے ضرر پر پیش دستی نہیں کرتا۔ پس اس صورت میں اس صاحب تعریف حکیم کے نازل

فرمائے ہوئے حکم کیلئے کوئی زیادہ فائدہ باقی نہیں رہتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب عزیز اس قسم کی وہمی باتوں سے بلند و پاک ہے اور اگر ہم بفرض محال عام احتیاج کو تسلیم کر لیں تو میں کہتا ہوں کہ احتیاج بھی منجملہ ضروریات کے ہے اور ضرورت اندازہ کے موافق پوری کی جاتی ہے۔ پس اس سودی روپیہ سے کھانا پکانا اور لوگوں کو کھلانا احتیاج میں داخل نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ضرورت اس کے متعلق ہے یہی وجہ ہے کہ ترکہ میت میں احتیاج مستثنیٰ ہے اور کفن پر منحصر ہے اور اس کی روحانیت کیلئے کھانا پکانا احتیاج میں داخل نہیں گنتے۔ حالانکہ وہ صدقہ کا زیادہ تر محتاج ہے۔

پس صورت متنازع فیہ میں ملاحظہ فرمائیں کہ سودی قرض لینے والے محتاج ہیں یا نہ اور محتاج ہونے کی صورت میں وہ کھانا جو اس مال سے اس جماعت کیلئے پکاتے ہیں اس جماعت کو یہ کھانا حلال ہے یا نہیں۔

جمعداری اور سپاہگری کو احتیاج کا حیلہ بنانا اور اس سبب سے سودی قرض لینا اور اس کو حلال و جائز جاننا دینداری سے دور ہے۔ چاہئے کہ امر معروف اور نہی منکر کے طریق کو مد نظر رکھیں اور جو لوگ اس بلا میں گرفتار ہیں ان کو منع کریں اور اس حیلہ کے سچا نہ ہونے سے بھی آگاہ کریں ایسا کسب کیوں اختیار کرنا چاہئے کہ جس کے سبب آخر کار اس قسم کے خطرناک فعل کے ارتکاب میں مبتلا ہونا پڑے۔ روزگار کے وجوہ بہت ہیں کچھ سپاہ گری پر ہی منحصر نہیں جب آپ اہل صلاح و تقویٰ ہیں اس لئے کھانے میں طیّب کی روایت بھیجی گئی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس زمانے میں شبہ کے بغیر روزی پیدا نہیں ہوتی۔ سچ ہے لیکن جہاں تک ہو سکے شبہ سے بچنا چاہئے۔ زراعت بے طہارت جس کو آپ نے طیب کے منافی بیان کیا ہے ہندوستان میں اس سے بچنا ممکن ہے **لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا** اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر بقدر اس کی طاقت کے۔

لیکن سودی کھانے کو ترک کر دینا بہت آسان ہے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جاننا حلال و حرام میں قطعی ہے۔ جس کا انکار کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ ظنیات میں ایسا نہیں۔ بہت سے امور حنفیہ کے نزدیک مباح ہیں کہ شافعی ان کو مباح نہیں جانتے۔

پس صورت مذکورہ بالا میں اگر کوئی شخص محتاج مشکوک کیلئے سودی قرض کے حلال ہونے میں جو نص قطعی کے حکم کے بظاہر مخالف ہے توقف کرے تو اس کو گمراہی سے منسوب نہ کرنا چاہئے اور اس کے حلال ہونے کے اعتقاد پر اس کو تکلیف نہ دینی چاہئے۔ بلکہ صواب اسی کی طرف غالب بلکہ یقینی ہے اور اس کا مخالف خطرہ میں ہے۔

آپ کے بعض یاروں نے کہا کہ ایک دن مولانا عبدالفتاح نے آپ کے حضور میں کہا کہ اگر قرض بے سود مل جائے تو بہتر ہے پھر کیوں کوئی سودی قرض لے۔ آپ نے اس کو تنبیہ کی اور کہا کہ تو حلال سے انکار کرتا ہے۔

میرے مخدوم! اس قسم کی باتیں حلال قطعی میں گنجائش رکھتی ہیں اور اگر حلال بھی ہو تو شک نہیں کہ پھر بھی اس کا ترک کرنا مناسب ہے۔ کیونکہ اہل ورع رخصت کا امر نہیں کرتے اور عزیمت پر رہنمائی کرتے ہیں۔

لاہور کے مفتیوں نے احتیاج کو دخل دے کر اس کے حلال ہونے پر حکم کیا ہے۔ احتیاج کا دامن فراخ ہے۔ اگر اس کو چوڑا کریں تو کچھ ربا نہیں رہتا اور ربا کی حرمت میں نص قطعی کا حکم عبث ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا لیکن اس قدر ضرور ملاحظہ کرنا چاہئے کہ سودی قرض لینے والے کیلئے اوروں کو طعام کھلانا کس قسم کی احتیاج ہے۔

قنیہ کی روایت حیلہ و بہانہ کے بعد صرف محتاج کیلئے سودی قرض کا لینا جائز قرار دیتی ہے نہ کہ دوسروں کیلئے۔ اگر کوئی کہے کہ محتاج نے اس کھانے کو شاید کفارۂ قسم یا ظہار یا روزہ کی نیت پر پکایا ہو اور شک نہیں کہ وہ اس کفارہ کے ادا کرنے میں محتاج ہے تو میں کہتا ہوں کہ اگر کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتا تو روزہ رکھ لے نہ یہ کہ قرض سودی لے اور اگر اور کسی قسم کی احتیاج بھی پیدا ہو جائے تو تھوڑی وجہ کے ساتھ تقویٰ کی برکت سے دفع ہو جائیگی۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے کوئی مخرج بنا دیتا ہے اور اس کو اس جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے گمان نہیں ہوتا۔ زیادہ لکھنا درازی کلام ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی آپ پر اور ہدایت والوں پر سلام ہو۔

مکتوب ۱۰۳

عافیت کے معنی اور سرہند کیلئے قاضی کے طلب کرنے کے بیان میں۔ سیادت و شرافت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:-

حق تعالیٰ عافیت سے رکھے۔ آپ کیلئے وہ عافیت طلب کی جاتی ہے کہ ایک بزرگ ہمیشہ دعا کرتا تھا اور ایک دن کی عافیت کی آرزو کرتا تھا۔ ایک شخص نے اس بزرگ سے پوچھا کہ یہ سب کچھ جو تو گزارتا ہے، کیا عافیت نہیں ہے۔ اس نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن صبح سے لے کر شام تک حق تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب نہ ہوں۔

مدت گزری ہے کہ سرہند میں کوئی قاضی نہیں اور بعض احکام شرعیہ کے جاری کرنے

میں بڑی دقت پیش آتی ہے۔ مثلاً ہمارا ایک بھتیجا یتیم ہے۔ اس کے باپ کی کچھ میراث باقی ہے اور اس کا کوئی وصی نہیں اور ہم شرعی حکم کے بغیر اس کے مال میں تصرف نہیں کر سکتے اگر قاضی ہو، تو اس کے حکم کے بموجب کام آسان ہو جائے۔

مکتوب ۱۰٤

ماتم پرسی کے بارے میں گنہ مستکن کے قاضیوں کی طرف صادر فرمایا ہے:-

وہ مصیبت جو مغفرت پناہ کے فوت ہونے سے پہنچی۔ اگرچہ بہت سخت اور مشکل ہے لیکن مقام بندگی ہے۔ مولائے پاک کے فعل سے راضی ہونے کے سوا کچھ چارہ نہیں۔ بندوں کو یہاں رہنے کیلئے نہیں بھیجا۔ بلکہ کام کرنے کیلئے وہ کام کرنا چاہئے۔ اگر کام کر کے چلا گیا تو کچھ ڈر نہیں بلکہ بادشاہ ہے اور اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ اس کی شان میں ثابت ہے۔ چلے جانے پر مصیبت نہیں ہے بلکہ جانے والے کے حال پر ہے کہ دیکھئے اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں۔ دعا و استغفار و صدقہ سے امداد کرنی چاہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میت قبر میں فریاد چاہنے والے غریق کی طرح ہوتی ہے اور اس دعا کی منتظر رہتی ہے جو اس کو باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچے۔ پس جس وقت اس کو وہ دعا پہنچتی ہے تو اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے بہتر ہوتی ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ زمین پر رہنے والوں کی دعا سے اہل قبور پر پہاڑوں جتنی رحمت نازل فرماتا ہے اور بیشک زندوں کا تحفہ مردوں کی طرف ان کیلئے مغفرت مانگنا ہے۔

آپ کا محبت نامہ پہنچا۔ موسم سرما کی ہوا فقرا پر سخت ہے ورنہ کبھی اپنے آپ کو معذور نہ رکھتا۔ سفارش بڑی تاکید سے لکھی ہے۔ انشاء اللہ فائدہ مند ہو گی۔ زیادہ لکھنا سر دردی ہے محبت کے نشان والے قاضی حسن اور تمام عزیز بہت بہت دعوات مطالعہ کریں اور تمام امور میں حق تعالیٰ سے شاکر و راضی رہیں۔

مکتوب ۱۰۵

اس بیان میں کہ مریض جب تک بیماری سے تندرست نہ ہو جائے کوئی غذا اس کو فائدہ نہیں دیتی۔ اور اس کے مناسب بیان میں حکیم عبد القادر کی طرف لکھا ہے:-

جب حکماء کے نزدیک مقرر ہے کہ مریض جب تک بیماریوں سے تندرست نہ ہو جائے کوئی غذا اسے فائدہ نہیں دیتی۔ اگرچہ مرغ بریاں ہو۔ بلکہ غذا اس صورت میں مرض کو بڑھا دیتی ہے۔ ع

ہر چہ گیرد علتی علت شود ترجمہ ع علتی جو کچھ کرے علت ہی ہے

پس پہلے اس کی مرض کے دور کرنے کا فکر کرتے ہیں۔ بعد ازاں مناسب غذاؤں کے ساتھ آہستہ آہستہ اس کو اصلی قوت کی طرف لاتے ہیں۔

پس آدمی جب تک مرض قلبی میں مبتلا ہے فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ کوئی عبادت وطاعت اس کو فائدہ نہیں دیتی۔ بلکہ اس کیلئے مضر ہے۔ رُبَّ تَالٍ لِلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ يَلْعَنُهٗ بعض لوگ قرآن اس طرح پڑھتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے، حدیث مشہور ہے وَرُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الْجُوْعُ والظَّمَاءُ بعض روزہ دار ایسے ہیں کہ سوائے بھوک اور پیاس کے اور کچھ ان کے نصیب نہیں ہوتا، خبر صحیح ہے۔

دلی امراض کا علاج کرنے والے یعنی مشائخ بھی اول مرض کے دور کرنے کا حکم فرماتے ہیں اور اس مرض سے مراد ماسوائے حق کی گرفتاری ہے۔ بلکہ اپنے نفس کی گرفتاری ہے کیونکہ ہر ایک شخص جو کچھ چاہتا ہے اپنے نفس کیلئے چاہتا ہے۔ اگر فرزند کو دوست رکھتا ہے تو اپنے لئے اور اگر مال وریاست و حب جاہ ہے تو اپنے لئے۔ پس درحقیقت اس کا معبود اس کی اپنی نفسانی خواہش ہے۔ پس جب تک نفس اس قید سے خلاص نہ ہو جائے تب تک نجات کی امید مشکل ہے۔

پس دانشمند علما اور صاحب بصیرت حکما پر اس مرض کے دور کرنے کا فکر لازم ہے۔ ع

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است

ترجمہ اگر کوئی سنے میری تو بس اک حرف کافی ہے

مکتوب ۱۰۶

اس بیان میں کہ اس گروہ کی محبت جو ان کی معرفت پر مترتب ہے۔ خداوند تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ محمد صادق کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے:-

آپ کا مکتوب مرغوب جو زیادتی محبت اور کمال دوستی سے بھرا ہوا تھا۔ وصول ہوا لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ عَلٰی ذٰلِكَ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ اس گروہ کی محبت جو ان کی معرفت پر مترتب ہے، خداوند تعالیٰ جل شانہ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ دیکھئے کس صاحب نصیب کو اس نعمت سے مشرف فرماتے ہیں۔

شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں کہ الٰہی یہ کیا ہے کہ تو نے اپنے دوستوں کو عطا کیا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا، تجھ کو پالیا اور جب تک تجھ کو نہ پایا، ان کو نہ پہچانا۔ اس گروہ کا بغض زہر قاتل ہے۔ اور ان پر طعن کرنا ہمیشہ کی مایوسی کا باعث ہے۔ نَجَّانَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمْ عَنْ هٰذَا الْاِبْتِلَاءِ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس مصیبت سے بچائے۔

شیخ الاسلام نے فرمایا ہے کہ الٰہی جس کو تو اپنے دربار سے دھتکارنا چاہتا ہے اس کو تو ہمارا مخالف بنا دیتا ہے۔

بے عنایات حق و خاصان حق گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

ترجمہ بندگان حق اور حق کی عنایت کے سوا بے عمل نامہ سیاہ گرچہ فرشتہ بن گیا

یہ رجوع وانابت جو حق تعالیٰ نے آپ کو نئے سرے سے کرامت فرمائی ہے اس کو بڑی نعمت خیال کریں اور حق تعالیٰ سے اس پر استقامت طلب کریں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت پر چلا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۱۰۷

چند ان سوالوں کے جواب میں جو اس طرح لکھے ہوئے تھے۔ جن سے طعن و تعصب کی بو آتی تھی اور یہ مکتوب ان ضروری فوائد پر مشتمل ہیں۔ جو اس طائفہ علیہ کے ایمان میں فائدہ مند ہیں۔ محمد صادق کشمیری کی طرف لکھا ہے:-

حق تعالیٰ اس طائفہ علیہ کے ایمان کی سعادت نصیب کرے۔ خط مرسلہ جو چند سوالوں پر مشتمل تھا پہنچا اگرچہ اس قسم کے سوال جن میں طعن و تعصب کی ملاوٹ ہو۔ جواب کے لائق نہیں ہیں لیکن فقیر اس سے قطع نظر کر کے جواب دینے میں پیش دستی کرتا ہے۔ اگر ایک کو نفع نہ دیں تو شاید کسی اور ہی کو فائدہ بخشیں۔

پہلا سوال یہ تھا کہ کیا باعث ہے کہ اولیائے متقدمین سے کرامات اور خرق عادات بہت ظاہر ہوتے تھے اور اس زمانہ کے بزرگوں سے کم ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر اس سوال سے مقصود خرق عادات کے کم ہونے کے باعث اس وقت کے بزرگوں کی نفی ہے جیسا کہ عبارت کے مضمون سے صاف ظاہر ہے تو اس قسم کے شیطانی ڈھکوسلوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

خرق عادات کا ظاہر ہونا ولایت کے ارکان میں سے نہیں۔ اور نہ ہی اس کے شرائط میں سے ہے۔ برخلاف معجزہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ مقام نبوت کی شرائط میں سے ہے۔ لیکن خوارق کا ظہور جو اولیاء اللہ سے شائع و ظاہر ہے، بہت کم ہے جو خلاف واقع ہو۔ لیکن خوارق کا کثرت سے ظاہر ہونا، افضل ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ وہاں قرب الٰہی کے درجات کے اعتبار سے فضیلت ہے ممکن ہے کہ ولی اقرب سے بہت کم خوارق ظاہر ہوں اور ولی ابعد سے بہت زیادہ۔

وہ خوارق جو اس امت کے بعض اولیاء سے ظاہر ہوئے ہیں۔ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین سے ان کا نسواں حصہ بھی ظہور میں نہیں آیا۔ حالانکہ اولیا میں سے افضل ولی ایک ادنیٰ اصحابی کے درجے کو نہیں پہنچتا۔

خوارق کے ظہور پر نظر رکھنا کوتاہ نظری ہے اور تقلیدی استعداد کے کم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نبوت وولایت کے فیض قبول کرنے کیلئے لائق وہ لوگ ہیں جن میں تقلیدی استعداد ان کی قوت نظری پر غالب ہو۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تقلیدی استعداد کے قوی ہونے کے باعث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق میں ہرگز دلیل کے محتاج نہ ہوئے اور ابو جہل لعین اسی استعداد کے کم ہونے کے باعث اس قدر کثرت سے آیات ظاہرہ اور معجزات غالبہ ظاہر ہونے کے باوجود نبوت کی دولت کے اقرار سے مشرف نہ ہوا۔

حضرت حق سبحانہ تعالیٰ ان بد نصیبوں کے حق میں فرماتا ہے۔ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِھَا حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْكَ یُجَادِلُوْنَكَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اور اگر دیکھیں سب نشانیاں نہ ایمان لائیں ساتھ ان کے، یہاں تک کہ جب آویں تیرے پاس جھگڑتے تجھ سے کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے نہیں یہ مگر کہانیاں پہلوں کی۔

باوجود اس کے ہم کہتے ہیں کہ اکثر متقدمین میں سے ساری عمر میں پانچ یا چھ خوارق سے زیادہ نقل نہیں کیے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ جو سید الطائفہ ہیں معلوم نہیں کہ ان سے دس خوارق بھی سرزد ہوئے ہوں اور حضرت حق تعالیٰ اپنے کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال سے ایسی خبر دیتا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیَاتٍ بَیِّنَاتٍ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نو روشن معجزے دیئے اور یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ اس وقت کے مشائخ سے اس قسم کے خوارق ظہور میں نہیں آتے۔ بلکہ اولیاء اللہ سے خواہ متقدم ہوں خواہ متاخر ہر گھڑی خوارق ظہور میں آتے رہتے ہیں۔ مدعی ان کو جانے یا نہ جانے۔ ع

خورشید نہ مجرم . ار کسے بینا نیست

ترجمہ اگر کوئی ہے خود اندھا گناہ خورشید کا کیا ہے

دوسرا سوال یہ ہے کہ صادق طالبوں کے کشف وشہود میں القائے شیطانی کو دخل ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کشف شیطانی کی کیفیت کو واضح کریں کہ کس طرح ہے اور اگر دخل نہیں تو کیا وجہ ہے کہ بعض امور الہامی میں خلل پڑ جاتا ہے۔ اس کا جواب اس طرح پر ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ، کہ کوئی شخص القائے شیطانی سے محفوظ نہیں ہے جب کہ انبیاء میں متصور بلکہ متحقق ہے تو اولیاء میں بطریق اولیٰ ہوگا۔ تو پھر طالب صادق کس گنتی میں ہے۔

حاصل کلام یہ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس القاپر آگاہ کر دیتے ہیں اور باطل کو حق سے جدا کر دکھاتے ہیں۔ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيَاتِهٖ اسی مضمون پر دلالت کرتی ہے اور اولیاء میں یہ بات لازم نہیں کیونکہ وہ نبی کے تابع ہے جو کچھ نبی کے مخالف پائے گا اس کو رد کر دے گا اور باطل جانے گا۔ لیکن جس صورت میں کہ نبی کی شریعت اس سے خاموش ہے اور اس کے اثبات اور نفی پر حکم نہیں کرتی۔ قطعی طور سے حق و باطل کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ الہام ظنی ہے لیکن اس امتیاز کے نہ ہونے میں کوئی قصور ولایت میں نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ احکام شریعت کا بجالانا اور نبی علیہ السلام کی تابعداری دونوں جہان کی نجات کو متکفل ہے اور وہ امور جن سے شریعت نے سکوت کیا ہے وہ شریعت پر زائد ہیں اور ہم ان زائدہ امور پر مکلف نہیں ہیں۔

اور جاننا چاہئے کہ کشف کا غلط ہو جانا القائے شیطانی پر ہی منحصر نہیں ہے۔ بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قوت متخیلہ میں احکام غیر صادقہ ایک صورت پیدا کر لیتے ہیں جس میں شیطان کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔

اسی قسم سے ہے یہ بات کہ بعض خوابوں میں حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے ہیں اور بعض ایسے احکام اخذ کرتے ہیں، جن کا حقیقت میں خلاف ثابت ہے۔ اس صورت میں القائے شیطانی متصور نہیں۔ کیونکہ علماء کے نزدیک مختار و مقرر ہے کہ شیطان حضرت خیر البشر علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا۔ پس اس صورت میں صرف قوت متخیلہ کا تصرف ہے جس نے غیر واقع کو واقع ظاہر کیا ہے۔

تیسرا سوال یہ تھا کہ جب کرامات کا تصرف اور استدراج کی تاثیر نمائش اور ظہور میں برابر و یکساں ہیں تو مبتدی کس طرح پہچان سکتا ہے کہ یہ ولی صاحب کرامت ہے۔ یا یہ مدعی صاحب استدراج ہے۔ اس کا جواب یہ ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ کہ طالب مبتدی کیلئے اس تفرقہ میں ایک دلیل روشن ہے اور وہ اس کا وجدان صحیح ہے۔ اگر اپنے دل کو اس کی صحبت میں حق تعالیٰ کے ساتھ جمع پائے گا تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ ولی صاحب کرامت ہے اور اگر اس کے برخلاف پائے گا تو وہ سمجھ لے گا کہ یہ مدعی صاحب استدراج ہے اور اگر اس بات میں کچھ پوشیدگی ہے تو عوام کالانعام کیلئے ہے نہ طالبوں کیلئے۔ اور عوام کی پوشیدگی خواص کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں رکھتی۔ کیونکہ اس کا منشا دلی مرض اور آنکھ کا پردہ ہے بہت سی ایسی چیزیں عوام پر مخفی ہیں جن کا جاننا اس تفرقہ کے جاننے سے ضروری ہے اور ہم اس مکتوب کو بعض ایسے معارف کے بیان کرنے سے ختم کرتے ہیں تو جو آپ کو اس قسم کے شک و شبہ کے دور کرنے میں نفع دیں۔

جاننا چاہئے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ کے معنی جس سے ولایت اخذ کی گئی ہے۔ یہ ہیں کہ اولیاء

اللہ کو وہ صفات حاصل ہو جاتے ہیں جو واجب تعالیٰ کی صفات کے مناسب ہیں لیکن یہ مناسبت اور مشارکت اسم اور عام صفات میں ہوتی ہے نہ کہ خاص معانی میں کہ وہ محال ہے اور اس میں حقائق کا انقلاب و تغیر لازم آتا ہے۔

خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ تحقیقات میں جس مقام پر تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کے معنی بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ اور صفت مَلِك ہے اور مَلِك کے معنی سب پر متصرف کے ہیں۔ جب سالک طریقت اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے اور اس کو مغلوب کر لیتا ہے اور اس کا تصرف دلوں میں جاری ہو جاتا ہے۔ تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور صفت بصیر ہے اور بصیر کے معنے دیکھنے والے کے ہیں۔ جب سالک طریقت کی بینائی کی آنکھ بینا ہو جاتی ہے اور نور فراست سے اپنے تمام عیب دیکھ لیتا ہے اور دوسروں کے حال کا کمال معلوم کر لیتا ہے یعنی سب کو اپنے آپ سے بہتر دیکھتا ہے اور نیز حق تعالیٰ کی بصیرت اس کی نظر کے منظور ہو جاتی ہے تاکہ جو کچھ وہ کرتا ہے حق تعالیٰ کی رضامندی کے موافق کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور صفت سَمِیْع ہے اور سَمِیْع کے معنی سننے والا جب سالک طریقت حق تعالیٰ کی بات کو خواہ وہ کسی سے سنے بلا تکلف قبول کر لیتا ہے اور غیبی اسرار اور لاریبی حقائق کو جان کے کانوں سے سن لیتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور صفت مُحْیِ ہے اور مُحْیِ کے معنی زندہ کرنے والا ہے جس سالک طریقت متروکہ سنت کے زندہ کرنے میں قیام کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور صفت مُمِیْت ہے اور مُمِیت کے معنی مارنے والا ہے۔ جب سالک بدعتیوں کو جو سنتوں کی بجائے ظاہر ہوئی ہوتی ہیں۔ دور کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہوتا ہے۔ علی ہذاالقیاس

اور عوام نے تخلقوا کے معانی اور طرح سمجھیں ہیں۔ اس لئے گمراہی کے جنگل میں جا پڑے ہیں اور انہوں نے خیال کیا ہے کہ ولی کیلئے جسم کا زندہ کرنا در کار ہے اور اشیائے غیبی کا اس پر منکشف ہونا ضروری ہے اور اس قسم کے کئی بیہودہ اور فاسد ظن ان کے دلوں میں جمے ہوئے ہیں۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ بعض ظن گناہ ہیں اور نیز خوارق صرف زندہ کرنے اور مارنے پر ہی منحصر نہیں ہیں۔

الہامی علوم اور معارف بڑے بھاری نشان اور بلند خوارق میں سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنی معجزات سب معجزوں سے زیادہ قوی اور دیرپا ہیں۔ ذرا آنکھ کھول کر دیکھیں کہ یہ سب علوم و معارف جو بہاری بادل کی طرح برس رہے ہیں، کہاں سے ہیں۔ یہ علوم باوجود اس قدر کثرت سب کے علوم شرعیہ کے موافق ہیں۔ بال بھر بھی مخالفت کی گنجائش نہیں ہے یہی خصوصیت ان علوم کے صحیح و درست

ہونے کی علامت ہے۔

ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے اور لکھا کرتے تھے کہ تمہارے علوم سب صحیح ہیں۔ لیکن کیا فائدہ کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی بات آپ پر حجت نہیں ہے اگرچہ آپ نے اپنے آپ کو پیر پرست ظاہر کیا ہوا ہے اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔

آپ کے یہ سوال پہلے تو گراں معلوم ہوئے۔ لیکن جب بہت سے علوم و معارف کے باعث ہوئے اور یہ سب باتیں اسی مناسبت کے لحاظ سے بیان کی گئی ہیں اسلئے نیک ہیں۔

ہیچ زشتے نیست کو را خوبۓ ہمراہ نیست
زنگئے شب رنگ راونداں چو دُرّو گوہر است

ترجمہ گر نہیں زنگی میں کچھ خوبی تو کوئی ڈر نہیں
دانت ہی اس کے ہیں کافی مثل گوہر آب دار

عجب معاملہ ہے کہ پہلے مکتوب میں بڑا اخلاص ظاہر کیا ہوا تھا اور اس کا باعث دو متواتر واقعات کا ظہور بیان کیا تھا اور لکھا تھا کہ اس کا اثر بیداری میں بھی معلوم کیا ہے۔ یہاں تک کہ پہلی وضع سے بڑی ندامت حاصل ہوئی۔ اور توبہ وانابت کی طرف رجوع کر کے از سر نو ایمان سے مشرف ہوئے ابھی ایک مہینہ گزرنے نہیں پایا کہ اس وضع میں تغیر معلوم ہو گیا اور پھر پہلی وضع پر بدل گئے اور اس بات کے در پے ہوئے کہ ان دو واقعات کیلئے کوئی ایسی وجہ پیدا ہو جائے جو ان کو القائے شیطانی سے ملا دے یا غلط کشف تک پہنچا دے وہ کیا تھا اور یہ کیا ہے۔

بگفتا فلانے چو بدمے کند   نہ با من کہ بانفس خودمے کند

ترجمہ کہا کسی نے فلاں کر رہا ہے بہت بدی
بگاڑ ہو گا اسی کا نہ ہو گا میرا ذری

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَهٗ مُتَابَعَةِ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ۔

مکتوب ۱۰۸

اس بیان میں کہ نبوت افضل ہے ولایت سے، برخلاف ان لوگوں کے جو کہتے ہیں کہ ولایت افضل ہے نبوت سے۔ میاں سید احمد کی طرف لکھا ہے:-

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمْ وَجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰی مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ. وَعَلَيْهِمْ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اور تمام

مسلمانوں کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری پر ثابت قدم رکھے۔

بعض مشائخ نے سکر کے وقت کہا کہ ولایت افضل ہے نبوت سے اور بعض دوسروں نے اس ولایت سے نبی کی ولایت مراد لی ہے۔ تاکہ نبی پر ولی کے افضل ہونے کا وہم رفع ہو جائے۔ لیکن حقیقت میں کام برعکس ہے کیونکہ نبی کی نبوت اس کی ولایت سے افضل ہے ولایت میں سینہ کی تنگی کے باعث خلق کی طرف توجہ نہیں کر سکتے اور نبوت میں کمال شرح صدر ہوتا ہے۔ نہ تو حق تعالیٰ کی توجہ خلق کی توجہ کے مانع ہوتی ہے اور نہ ہی خلق کی توجہ حق تعالیٰ کی توجہ کے مانع۔ نبوت میں صرف خلق کی طرف ہی توجہ نہیں تاکہ ولایت کو جس میں صرف حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہوتی ہے، اس پر ترجیح دیں۔ نعوذ باللہ۔

صرف خلق کی طرف توجہ کا ہونا عوام کالانعام کا مرتبہ ہے۔ نبوت کی شان اس سے بڑھ کر ہے۔ ان معنوں کا سمجھنا ارباب سکر کیلئے دشوار ہے لیکن مستقیم الاحوال بزرگوار اس معرفت سے ممتاز ہیں۔ ع

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا

بقیہ مقصود یہ ہے کہ میاں شیخ عبداللہ ولد میاں شیخ عبدالرحیم اس فقیر کے رشتہ دار ہیں ان کے والد بزرگوار مدت تک بہادر خاں کے ملازم رہے اور اب حاجتمند ہیں اور بینائی سے معذور ہیں اپنے بیٹے کو بھیجا ہے کہ بہادر خاں کے پاس نوکر ہو جائے اس بارے میں اگر آپ کی طرف سے بھی کچھ اشارہ ہو جائے تو فائدہ مند ہوگا۔ والسلام۔

مکتوب ۱۰۹

دل کی سلامتی اور ماسوائے حق کے نسیان میں حکیم صدر کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اہل اللہ دلی امراض کے طبیب ہیں۔ باطنی مرضوں کا دور ہونا، ان بزرگواروں کی توجہ سے وابستہ ہے۔ ان کی کلام دوا ہے اور ان کے نظر شفا یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا اور یہی لوگ اللہ کے ہم نشین ہیں۔ انہی کی طفیل بارش نازل ہوتی ہے اور انہی کی طفیل مخلوقات کو رزق دیا جاتا ہے۔ باطنی مرضوں کی سردار اور اندرونی بیماریوں کی رئیس ماسوائے حق کے ساتھ دل کی گرفتاری ہے جب تک اس قید سے پورے طور پر آزادی نہ ہو جائے۔ سلامتی محال ہے۔ کیونکہ شرکت کو اس بارگاہ اعلیٰ میں ہرگز دخل نہیں۔ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ خبردار دین خالص اللہ ہی کیلئے ہے پس کیا حال ہے جب کہ شریک کو غالب کیا ہو۔ غیر کی محبت کو اسی طرح غالب بنانا کہ حق تعالیٰ کی محبت اس کے مقابلہ میں معدوم یا مغلوب ہو جائے۔ نہایت بے حیائی ہے۔ اَلْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ (حیا ایمان کی شاخ ہے) میں شائد اس حیا کی طرف اشارہ ہو۔ اور دل کے گرفتار نہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ ماسوائے حق کو کلی

طور پر بھول جائے اور تمام اشیاء سے بیخبر ہو جائے۔ حتی کہ اگر تکلف سے بھی اشیاء کو یاد کرے تو اس کو یاد نہ آئیں۔ پس اشیا کی گرفتاری کی اس مقام میں کیا مجال ہے اس حالت کو اہل اللہ فنا سے تعبیر کرتے ہیں اور اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے اور قدم کے انوار ظاہر ہونے کا مبدء معرفتوں اور حکمتوں کے وارد ہونے کا منشاء ہے۔ وَبِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقَتَادِ اور اس کے سوا بیفائدہ رنج ہے۔

ہیچکس را تا نگردد او فنا — نیست رہ در بارگاہِ کبریا

ترجمہ جب تلک انسان نہ ہو جائے فنا — درگاہِ حق میں نہیں ملتی ہے جا

مکتوب ۱۱۰

اس بیان میں کہ انسانی پیدائش سے مقصود بندگی کے وظائف کو ادا کرنا ہے اور حق تعالیٰ کی جناب میں پورے طور پر توجہ رکھنا ہے۔ شیخ صدرالدین کی طرف لکھا ہے:-

حق تعالیٰ صاحبان کمال کو اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے۔ خلقت انسانی سے مقصود بندگی کے وظائف کو ادا کرنا۔ اور حق تعالیٰ کی طرف کامل طور پر متوجہ ہونا ہے اور یہ مطلب حاصل نہیں ہوتا جب تک سید اولین و آخرین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کامل طور پر ظاہری باطنی تابعداری نہ کریں۔

رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمْ كَمَالَ اِتِّبَاعِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَوْلًا وَفِعْلًا ظَاهِرًا وَّ بَاطِنًا وَ عَمَلًا وَاِعْتِقَادًا اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو قول و فعل اور ظاہر و باطن میں عملی اور اعتقادی طور پر حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کمال تابعداری عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

بعد از خدا ہر چہ پرستند ہیچ نیست — بیدولت است آنچہ ہیچ اختیار کرد

ترجمہ خدا کو چھوڑ کر جو پوجتے ہیں ہیچ و باطل ہے

جو پوجے ہیچ و باطل کو بڑا کم بخت جاہل ہے

حق تعالیٰ کے سوا جو کچھ مقصود ہے وہی معبود ہے۔ غیر کی عبادت سے اس وقت نجات ملتی ہے جب کہ حق تعالیٰ کے سوا کچھ مقصود نہ رہے۔ خواہ آخرت کا مقصود اور بہشتی لذتیں اور نعمتیں ہی ہوں۔ اگرچہ اس قسم کے مقصود نیک ہیں۔ لیکن مقربین کے نزدیک برائیاں ہیں جب آخرت کے امور میں یہ حال ہے تو امور دنیا کی نسبت کیا کہا جائے کہ دنیا پر تو حق تعالیٰ کا غضب ہے اور جب سے پیدا ہوئی ہے اس کی طرف نگاہ نہیں کی اور اس کی محبت گناہوں کی جڑ ہے اور اس کا طالب لعنت و پھٹکار کا مستحق ہے۔ اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَ مَا فِيْهَا مَلْعُوْنَةٌ اِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى دنیا بھی ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے مگر اللہ کا ذکر۔

حق تعالیٰ ہم کو اپنے حبیب حضرت محمد سید الاولین و آخرین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل دنیا اور اس کے مافیہا کے شر سے بچائے۔

مکتوب ۱۱۱

اس بیان میں کہ توحید ماسوائے حق سے دل کو خلاص کرنے سے مراد ہے اور اس کے مناسب بیان میں شیخ حمید سنبھلی کی طرف لکھا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

توحید سے مراد یہ ہے کہ دل ماسوائے حق کی توجہ سے خلاص ہو جائے جب تک دل ماسوائے حق سے گرفتار ہے خواہ تھوڑا ہی ہو۔ توحید والوں سے نہیں۔ اس دولت کے حاصل ہونے کے بغیر ایک کہنا اور ایک جاننا ارباب حصول کے نزدیک فضول ہے۔ ہاں اس کے ایک کہنے اور ایک جاننے سے جو تصدیق ایمان میں معتبر ہے۔ چارہ نہیں لیکن اس کے اور معنیٰ ہیں **لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ** اور **لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ** کے درمیان فرق ظاہر ہے ایمان کی تصدیق علمی ہے اور ادراک وجدانی حالی ہے جس کی نسبت حال سے پہلے گفتگو کرنا منع ہے۔

حق تعالیٰ حضرت نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل ہم بد بختوں کو بھی کاملین کے احوال سے کچھ حصہ نصیب کرے اور سنت سنیہ کی متابعت پر ثابت قدمی عطا فرمائے۔ والسلام۔

باقی تکلیف یہ ہے کہ حامل رقیمہ دعا میاں شیخ عبد الفتاح حافظ۔ ذی عزت اور شریف زادہ ہے اور اس کے اہل و عیال اور بیٹیاں بہت ہیں۔ اسباب معیشت کے نہ ہونے نے اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ اپنے آپ کو کسی کریم تک لے جائے۔ امید ہے کہ مقصود حاصل کرے گا زیادہ لکھنا سر دردی ہے۔

مکتوب ۱۱۲

اس بیان میں اصل مقصود یہی ہے کہ اہل سنت و جماعت کے عقائد پر پابند ہو جائیں اگر اس دولت کے ساتھ احوال و مواجید بھی عطا فرمائیں۔ تو کمال احسان ہے۔ ورنہ اسی دولت کو کافی جانتے ہیں۔ جب یہ ہے تو سب کچھ ہے شیخ عبد الجلیل کی طرف لکھا ہے:-

حق تعالیٰ ہم مفلسوں کو اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت کے سچے عقائد کی حقیقت پر ثابت قدم رکھ کر پسندیدہ اعمال کی توفیق بخشے اور احوال جو انہی اعمال کا ثمرہ ہیں کرامت فرمائے اور پورے طور پر اپنی پاک جناب کی طرف کھینچ لے۔ ع

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ اصل مطلب ہے یہی باقی ہے ہیچ

کیونکہ احوال و مواجید اس فرقہ ناجیہ کے عقائد کی حقیقت سے متحقق ہونے کے بغیر حاصل ہوں۔ان کو ہم استدراج کے سوا کچھ نہیں جانتے اور خرابی کے سوا کچھ خیال نہیں کرتے اس فرقہ ناجیہ کی تابعداری کی دولت کے ساتھ جو کچھ دیدیں ہم احسان مند ہیں اور شکر بجالاتے ہیں اور اگر یہی عطا فرمائیں اور احوال و مواجید کچھ نہ دیں۔ تو بھی کچھ ڈر نہیں۔ ہم راضی ہیں اور بعض مشائخ قدس سرہم سے جو غلبہ حال اور سکر وقت میں اہل حق کی صحیح راؤں کے برخلاف علوم و معارف ظاہر ہوئے ہیں۔ چونکہ ان کا باعث کشف ہے اس لئے معذور ہیں۔امید ہے کہ قیامت کو انہیں مواخذہ نہ کریں گے۔ وہ خطا کار مجتہد کا حکم رکھتے ہیں کہ اس کو خطا پر بھی ایک اجر ملے گا اور حق علمائے اہل حق کی طرف ہے۔ خدائے تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے۔ کیونکہ علماء کے علوم چراغ نبوت سے لئے ہوئے ہیں۔ جن کی وحی قطعی سے تائید کی گئی ہے اور ان صوفیہ کے معارف کا اقتدا کشف اور الہام ہے کہ خطا کو اس میں دخل ہے اور کشف والہام کی صحت کا مصداق علمائے اہل سنت کے علوم کے ساتھ ان کا مطابق ہونا ہے۔ اگر سر مو بھی مخالفت ہے تو دائرہ صواب سے باہر ہیں۔ یہی علم صحیح اور حق صریح ہے اور اس کے سوا گمراہی۔

رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمُ الْاِسْتِقَامَةَ عَلٰى مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ظَاهِراً وَّ بَاطِنًا عَمَلًا وَ اِعْتِقَادًا عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَكْمَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَفْضَلُهَا حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر ظاہری و باطنی اور عملی اور اعتقادی طور پر استقامت عطا فرمائے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى آپ پر اور تمام ہدایت والوں پر سلام ہو۔

مکتوب ۱۱۳

جذبۂ مبتدی اور جذبۂ منتہی کے درمیانی فرق کے بیان میں اور اس بیان میں کہ مجذوبوں کا مشہود ابتدا میں سوائے روح کے نہیں ہے جو قلب کے اوپر ہے اور اسی شہود روح کو شہود الٰہی خیال کرتے ہیں۔ جمال الدین حسین کولابی کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

جذب اور کشش نہیں ہوتی۔ مگر مقام فوق میں نہ فوق، فوق میں، اور شہود وغیرہ میں بھی یہی حال ہے پس سلوک نہ کئے ہوئے مجذوبوں کو جو مقام قلب میں ہیں جذب اور کشش نہیں ہوتی مگر مقام

روح میں جو مقام قلب کے اوپر ہے کشش الٰہی منتہیوں کے جذبہ میں ہے جس کے اوپر کوئی اور مقام نہیں ہے اور جذبہ ہدایت میں روح منفوخ کے سوائے کچھ مشہود نہیں ہے اور چونکہ روح اپنی اصلی صورت پر موجود ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ مشہود روح کو شہود حق تعالیٰ جانتے ہیں اور جب روح کو عالم اجساد کے ساتھ ایک طرح کی مناسبت ثابت ہے۔ کبھی اس شہود کو کثرت میں احدیّت کا شہود کہتے ہیں اور کبھی معیت کے قائل ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ کا شہود فنائے مطلق کے حاصل ہونے کے بغیر جو نہایت سلوک پر متحقق ہے۔ متصور نہیں ہے۔

ہیچکس راتا نگردد او فنا　　　نیست رہ در بارگاہ کبریا

ترجمہ　جب تلک انساں نہ ہو جائے فنا　　　بارگاہ حق میں کب ملتی ہے جا

اس شہود کا عالم کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے۔

ان دونوں شہودوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ جو شہود عالم کے ساتھ کسی نہ کسی وجہ سے مناسبت رکھتا ہے وہ شہود حق نہیں ہے اور اگر بے مناسبت ہے تو وہ شہود الٰہی کی علامت ہے۔ شہود تنگی عبارت کی وجہ سے بولا گیا ہے۔ ورنہ یہ نسبت بھی منتسب الیہ کی طرح بے چون و بچگون ہے۔ ع

عالم چوں را بہ بے چوں راہ نیست

ترجمہ ع　عالم چوں کو نہیں رہ کوئی بیچوں کی طرف

لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِكِ اِلَّا مَطَایَاهُ بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں۔

مکتوب ۱۱۴

حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر حرص دلانے میں صوفی قربان کی طرف لکھا ہے:-

حق تعالیٰ بے سروسامان مفلسوں کو حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کہ جن کی دوستی کے طفیل اپنے اسمائی اور صفاتی کمالات کو ظاہر فرمایا۔ اور ان کو تمام مخلوقات میں سے بہتر بنایا) کی اتباع کی دولت سے مشرف فرمائے اور اس پر استقامت بخشے۔ کیونکہ وہ پسندیدہ متابعت کا ایک ذرہ تمام دنیاوی لذتوں اور آخرت کی نعمتوں سے کئی درجے بہتر ہے۔

بزرگی، سنت کی تابعداری پر وابستہ اور زیادتی شریعت کی بجا آوری پر منحصر ہے۔ مثلاً دوپہر کا سونا، جو اس تابعداری کے باعث واقع ہو۔ کروڑ کروڑ شب بیداریوں سے جو اس تابعداری کے موافق نہ ہوں اولیٰ و افضل ہے۔ اور ایسے ہی عید فطر کے دن کا کھانا، جن کا شریعت نے حکم کیا ہے خلاف شریعت دائمی روزہ رکھنے سے بہتر ہے۔ شارع علیہ السلام کے حکم جیتل کا دینا اپنی خواہش سے سونے کا پہاڑ خرچ کرنے

سے بزرگ تر ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن صبح کی نماز باجماعت ادا کر کے یاروں میں نگاہ کی۔ ان میں ایک آدمی موجود نہ پایا۔ اس کا سبب پوچھا یاروں نے عرض کی کہ وہ شخص تمام رات جاگتا رہتا ہے شاید اس وقت سو گیا ہو گا۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ اگر وہ تمام رات سویا رہتا اور صبح کی نماز جماعت سے ادا کرتا تو اس کیلئے بہتر تھا۔

گمراہ لوگوں یعنی اہل ہنود نے بہت ریاضتیں اور مجاہدے کئے ہیں۔ لیکن جب شریعت کے موافق نہیں ہیں سب بے اعتبار اور خوار ہیں اور اگر ان سخت اعمال پر کچھ اجر ثابت ہو بھی جائے تو کسی دنیاوی نفع پر ہی منحصر ہے اور تمام دنیا کیا ہے تاکہ اس کے کسی نفع کا اعتبار کیا جائے ان کی مثال خاکروبوں کی طرح ہے کہ کام سب سے زیادہ اور مزدوری سب سے کم ہے اور شریعت کے تابعداروں کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو قیمتی جواہر میں عمدہ عمدہ الماس جڑتے ہیں کہ ان کا کام بہت تھوڑا اور مزدوری بہت زیادہ ہے۔ ایک گھڑی کے کام کی مزدوری لاکھ سال کے برابر ہو سکتی ہے اس میں بھید یہ ہے کہ جو عمل شریعت کے موافق کیا جائے وہ خدائے تعالیٰ کو پسند ہے اور اس کے برخلاف ناپسند۔ پس ناپسندیدہ فعل میں ثواب کی کیا امید ہے بلکہ وہاں تو عذاب کی توقع ہے۔ یہ بات عالم مجاز میں بخوبی واضح ہے تھوڑی سی التفات سے ظاہر ہو جاتی ہے۔

ہر چہ گیرد علتی علت شود　　　کفر گیرد کاملے ملت شود

ترجمہ　　علتی جو کچھ کرے علت ہی ہے
کفر گر کامل کرے ملت ہی ہے

پس تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی تابعداری ہے اور تمام فسادوں کی جڑ شریعت کی مخالفت ہے۔
ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ عَلٰى مُتَابَعَةِ سَيِّدِالْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَالسَّلَامُ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب ۱۱۵

اس بیان میں کہ یہ راہ جس کے ہم قطع کرنے کے درپے ہیں صرف سات قدم ہے۔ ملا عبدالحق دہلوی کی طرف لکھا ہے:

از ہر چہ میرود سخن دوست خوش تراست

ترجمہ:　　کلام یار عاشق کو ہے بہتر سب کلاموں سے

یہ راہ جس کے ہم قطع کرنے کے درپے ہیں۔ سب سات قدم ہے جن میں سے دو قدم عالم خلق میں ہیں اور پانچ عالم امر میں۔

پہلے قدم پر جو عالم امر میں لگاتے ہیں تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے قدم پر تجلی صفات اور تیسرے قدم پر تجلیات ذاتیہ شروع ہو جاتی ہیں۔

اسی طرح درجات کامل کے اختلافات کے بموجب ظہور ہوتا جاتا ہے جیسا کہ اس راہ کے طے کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے یہ سب کچھ سیّد اولین و آخرین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تابعداری پر وابستہ ہے اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ یہ راہ دو قدم ہے اس سے ان کی مراد عالم خلق ہے اور عالم امر ہے اجمالی طور پر تاکہ طالبوں کی نظر میں کام آسان دکھائی دے اور اصل حقیقت اور معاملہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں نے ثابت کیا ہے۔

مکتوب ۱۱۶

اس بیان میں کہ دل کی سلامتی ماسوائے حق کے نسیان میں ہے اور دنیاوی کاروبار میں بکثرت مشغول ہونے سے منع کرنے میں کہ ایسا نہ ہو دنیا میں رغبت پیدا ہو جائے ملا عبد الواحد لاہوری کی طرف لکھا ہے:

میرے بھائی کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ سلامتی قلب کا حال جو آپ نے لکھا تھا واضح ہوا بیشک دل کی سلامتی ماسوائے حق کو بھلا دینے پر منحصر ہے۔ یہاں تک کہ اگر تکلیف سے بھی اس کو یاد دلائیں تو اس کو یاد نہ آئے۔ اس لحاظ سے ماسوائے کے گزرنے کے کچھ معنیٰ نہیں ہیں۔ یہ حالت فنائے قلبی سے تعبیر کی گئی ہے اور اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے اور درجاتِ استعداد کی تفاوت کے بموجب کمالات ولایت کی خوشخبری دینے والا ہے۔ ہمت کو بلند رکھیں اور جوز و مویز پر قناعت نہ کریں۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ مَعَالِیَ الْھِمَمِ اللہ بلند ہمتوں کو دوست رکھتا ہے۔ امور دنیا میں بکثرت مشغول ہونے سے ڈر ہے کہ امور دنیا میں رغبت نہ پیدا ہو جائے۔ اس دل کی سلامتی پر ہرگز مغرور نہ ہو جائیں کیونکہ رجوع ممکن ہے اور جہاں تک ہو سکے دنیاوی کاروبار میں اس قدر مشغول نہ ہوں کہ ان میں رغبت پیدا ہو جائے اور خسارہ میں ڈال دے۔ نعوذ باللہ منہا فقر میں خاکروبی کرنا دولت مندی کی صدر نشینی سے کئی درجے بہتر ہے۔ سب مقصود یہی ہو کہ چند روزہ زندگانی فقر و نامرادی سے بسر ہو جائے اور دولت مندی اور دولت مندوں سے ایسا بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہو۔ والسّلام

مکتوب ۱۱۷

اس بیان میں کہ ابتدا میں قلب جس کے تابع ہے اور انتہا میں یہ تابعداری نہیں

رہتی ملا یار محمد بدخشی قدیم کی طرف لکھا ہے:

مولانا یار محمد کو واضح ہو کہ کچھ مدت تک قلب جس کا تابع ہے پس ناچار جو چیز جس سے دور ہے وہ قلب سے بھی دور ہے۔ حدیث مَنْ لَمْ يَمْلِكْ عَيْنَهُ فَلَيْسَ الْقَلْبُ عِنْدَهُ یعنی جس نے اپنی آنکھ پر قابو نہ پایا دل بھی اس کے قابو میں نہیں ہے۔ اس مرتبہ کی تائید کرتی ہے نہایت کار میں جب دل کو حس کی تابعداری نہیں رہتی۔ حس سے دور ہونا دلی قرب میں اثر نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخ طریقت نے بلندی اور متوسط کے لئے شیخ کامل مکمل کی صحبت سے الگ ہونا جائز نہیں فرمایا۔

غرض مَالَا يُدْرَكُ كُلُّهُ لَا يُتْرَكُ كُلُّهُ کے موافق اسی طریق پر رہیں اور ناجنس کی صحبت سے پوری طرح بچیں۔

میاں شیخ مزمل کا آنا موجب سعادت سمجھ کر ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور اکثر اوقات ان سے صحبت رکھیں کہ بہت عزیز الوجود ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۱۸

ان لوگوں کے خسارہ کے بیان میں جو اہل اللہ پر اعتراض کرتے ہیں ملا قاسم علی بدخشی کی طرف لکھا ہے:

وہ مکتوب جو محبت کے نشان والے مولانا قاسم علی نے بھیجا تھا پہنچا اور خط کا مضمون واضح ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَ مَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا جس نے کوئی نیک کام کیا تو وہ اس کے اپنے نفس کے لئے ہے اور جس نے کوئی برائی کی وہ اسی کے لئے وبال ہے۔

خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الٰہی جس کو تو تباہ کرنا چاہتا ہے اس کو تو ہمارا دشمن بنا دیتا ہے ۔

ترسم آں قوم کہ بردر وکشاں میخند ند   در سر کار خرابات کنند ایماں را

ترجمہ: نہ ہنس تو مے کشوں پر اعظا ہے ڈر مجھے ایسا

کہ میخانے کے در پر بیچ جائے تو نہ ایماں کو

حق تعالیٰ سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل تمام مسلمانوں کو فقرا کے انکار اور درویشوں کے طعن سے نگاہ رکھے۔

مکتوب ۱۱۹

شیخ مقتدا کی صحبت پر ترغیب دینے میں اور اس بیان میں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کامل لوگ اپنے بعض ناقص مریدوں کو بھی کسی خاص اور نیک نیت کیلئے طریقہ سکھانے کی

اجازت فرماتے ہیں۔ میر محمد نعمان بدخشی کی طرف لکھا ہے:

میر صاحب کا مکتوب شریف وصول ہوا اس راستہ میں دیوانہ پن درکار ہے۔ لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ تم میں سے کوئی ایمان والا نہ ہو گا جب تک اسے یہ نہ کہا جائے کہ وہ دیوانہ ہے اور جب دیوانہ پن آ گیا۔ زن و فرزند کی تدبیر سے چھوٹ گیا اور این و آں کے اندیشہ سے جمعیت حاصل ہو گئی یہ دیوانہ پن آپ کی طبیعت میں پایا جاتا ہے۔ مگر بعض بے ہودہ عارضوں کے باعث آپ نے اس کو خس و پوش کر دیا ہے کیا کیا جائے اس ظاہری جدائی میں بڑی بے مناسبتی پائی جاتی ہے جلدی اس کا تدارک کریں اور اپنی کم ہمتی کو عین ہمت جان کر بعد صوری کو رفع کریں اس گروہ کی جمعیت خلق کی جمعیت سے الگ ہے۔ خلق کی جمعیت کے اسباب اس گروہ کے تفرقہ کا باعث ہیں۔ خلق کے تفرقہ کے اسباب میں ہاتھ مارنا چاہئے تاکہ جمعیت حاصل ہو جائے اور اگر بالفرض خلق کی جمعیت میں اس گروہ کو جمعیت بخشیں تو اس جمعیت سے ڈرنا چاہئے اور خدا کی جناب میں التجا کرنی چاہئے تاکہ وہ جمعیت جان کی وبال نہ ہو جائے اور فلاں و فلاں کے احوال پر قیاس نہ کرنا چاہئے کیونکہ کامل ہونے سے پیشتر درجات کے تفاوت کے بموجب سب نقص کے مراتب ہیں۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست

ترجمہ: فراق دوست گو کم ہو مگر وہ کم نہیں ہے

مشائخ طریقت کام ہونے سے پہلے بعض مریدوں کو طریقہ سکھانے کی اجازت فرما دیا کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبندیہ قدس سرہٗ نے مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ کو طریقہ سکھانے اور بعض منزلیں طے کرانے کے بعد فرمایا تھا کہ اے یعقوب جو کچھ ہم سے تجھ کو پہنچا ہے وہ خلق کو پہنچا دے حالانکہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میرے بعد علاؤالدین کی خدمت میں رہنا اور اکثر انہوں نے خواجہ علاؤالدین کی خدمت میں کام پورا کیا۔ حتیٰ کہ مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ نفحات میں ان کو پہلے خواجہ علاؤالدین رحمتہ اللہ علیہ کے مریدوں میں گنتے ہیں اور پھر حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں غرض اس تفرقہ کا علاج جمعیت والوں کی صحبت ہے۔ یہ مضمون بار بار تاکید سے لکھا جا چکا ہے۔

اور سنا گیا ہے کہ مولانا محمد صدیق نے نوکری اختیار کی ہے اور فقرا کی وضع کو چھوڑ دیا ہے۔ افسوس ہزار افسوس کہ کسی کو اعلیٰ علیین سے اسفل سافلین میں گرا دیں اس کا امر دو حال سے خالی نہ ہو گا یا نوکری میں اس کو جمعیت دیں گے یا نہ دیں گے اگر جمعیت دیں گے تو بد ہے اور اگر نہ دیں گے تو بد تر۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۔یا اللہ تو

ہدایت فرما کہ پھر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ فرمانا اور اپنے پاس سے ہمارے حال پر رحمت فرما۔ تو ہی بخشنے والا ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۲۰

جمعیت والوں کی صحبت پر ترغیب دینے میں میر محمد نعمان کی طرف لکھا ہے:

مانا کہ میر صاحب نے فراموشی اختیار کرلی کہ سلام و پیام تک سے یاد نہیں کرتے۔ فرصت بہت تھوڑی ہے اور اس کا صرف کرنا ایک بڑے بھاری کام میں نہایت ضروری ہے اور وہ کام ارباب جمعیت کی صحبت ہے کیونکہ صحبت کے برابر کوئی چیز نہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اصحاب صحبت ہی باعث انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے سوا سب پر اگرچہ اویس قرنی اور عمر مروانی ہی ہو، فضیلت لے گئے۔ حالانکہ صحبت کے سوا یہ دونوں بڑے درجوں تک پہنچے ہوئے تھے اور بڑے بڑے کمالات حاصل کر چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ معاویہؓ کی خطا صحبت کی برکت سے ان دونوں کے صواب سے بہتر ہے اور عمر بن العاصؓ کا سہو ان دونوں کے صواب سے افضل ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں کا ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دیکھنے اور فرشتہ کے حاضر ہونے اور وحی کے مشاہدے اور معجزات کے دیکھنے سے شہودی ہو چکا تھا اور ان کے سوا کسی اور کو اس قسم کے کمالات جو درحقیقت تمام کمالات کا اصل اصول ہیں نصیب نہیں ہوئے اور اگر اویس قرنی کو معلوم ہو تا کہ صحبت کی فضیلت میں یہ خاصیت ہے تو اس کو صحبت سے کوئی چیز مانع نہ ہوتی اور اس فضیلت پر کوئی چیز اختیار نہ کرتا۔ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے خاص کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

سکندر را نے بخشند آبے — بزور وزر میسر نیست ایں کار

ترجمہ: سکندر کو نہیں دیتے ہیں پانی — نہیں ملتی بزور وزر یہ دولت

یا اللہ اگرچہ تو نے ہم کو اس جہان میں ان بزرگواروں کے زمانہ میں پیدا نہیں کیا مگر تو ہمیں عالم آخرت میں ان کے گروہ میں اٹھا۔ بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آمین۔

مکتوب ۱۲۱

اس بیان میں کہ یہ راہ سب سات قدم قرار پایا ہے اور بعض یار چھ قدم پر پہنچے ہیں۔
میر محمد نعمان کی طرف لکھا ہے:

میر صاحب بہت دعوات مطالعہ فرمائیں مدت ہوئی کہ آپ نے اپنے احوال سے اطلاع نہیں دی اور یہاں کے فقرا کی خبر نہیں لی۔ اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ فقرا خوش حال ہیں۔ فقیر مختصر طور پر

تھوڑا سال حال بیان کرتا ہے۔

اے محبت کے نشان والے یہ راستہ سب سات قدم پر قرار پایا ہے بعض یاروں نے اپنا کام چھ قدموں تک پہنچایا ہے اور بعض نے پانچ قدم تک اور ایک گروہ نے چار قدم تک اور ایک گروہ نے تین قدم تک اپنے اپنے درجوں کے اختلاف کے بموجب اور جب تین قدم والا بھی لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے تو وہ لوگ جو ان سے آگے قدم رکھتے ہیں کیسے فائدہ نہ پہنچا سکیں گے۔ بلند ہمتی درکار ہے تاکہ ہیچ پوچ پر کفایت نہ ہو اس سے زیادہ لکھنا وقت کے مناسب نہ تھا۔ والسلام

مکتوب ۱۲۲

بلند ہمتی پر ترغیب دینے اور ہر چیز پر جو ہاتھ میں آوے توجہ نہ کرنے کے بیان میں ملا طاہر بدخشی کی طرف لکھا ہے:

مولانا محمد طاہر معذور ہیں۔ مولانا یار محمد ہماری نقل و حرکت کی وجہ بیان کریں گے جب آپ ہندوستان کے سفر کا ارادہ مصمم رکھتے ہیں تو جائیں اور اہل و عیال کی خبر لیں۔ الباقی عند التلاقی مشہور خبر ہے۔ دوام حضور اور غیروں کی صحبت سے بچنا ضروری ہے۔ ہمت کو بلند رکھنا چاہئے اور جو کچھ ہاتھ میں آ جائے اسی میں مشغول نہ ہونا چاہئے

- ما از پے نورے کہ بود مشرق انوار   از مغربی و کوکب و مشکوٰۃ گزشتیم

ترجمہ: ہمیں اس نور کی خاطر جو ہے انوار کا مشرق
نہ حاجت ہے ستارے کی نہ سورج چاند و مشعل کی

اس زمانہ کے اکثر فقرا مقام ری اور اکتفا (یعنی سیر اب ہونے اور کفایت کرنے) پر اقامت رکھتے ہیں یعنی آگے ترقی نہیں کرتے۔ ان کی صحبت زہر قاتل ہے ان سے ایسا بھاگو جیسا شیر سے اور واقعات کا کچھ اعتبار نہ کریں کیونکہ تاویل کا میدان بہت وسیع ہے اور ہرگز خواب و خیال پر فریفتہ نہ ہو جائیں ۔

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ وَدُوْنَهَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ خَيُوْفُ

ہائے پہنچوں کس طرح میں یار تک   راہ میں ہیں پر خطر کوہ اور غار

والسلام۔

مکتوب ۱۲۳

اس بیان میں کہ نفل کا ادا کرنا خواہ حج ہی کیوں نہ ہو۔ اگر فرض کے فوت ہو جانے کو مستلزم ہے تو وہ لا یعنی میں داخل ہے۔ ملا طاہر بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے:

میرے بھائی نیک بخت کا (کہ اپنے نام کی طرح تعلقات کی آلودگی سے ہمیشہ پاک رہیں) مکتوب مبارک صادر ہوا۔ اے بھائی حدیث میں آیا ہے۔ عَلَامَةُ اِعْرَاضِهٖ تَعَالٰی عَنِ الْعَبْدِ اِشْتِغَالُهٗ بِمَالَا يَعْنِيْهِ بندے کا لایعنی باتوں میں مشغول ہونا بندہ کی طرف سے خدا کی روگردانی کی علامت ہے۔ فرض کو چھوڑ کر نفل میں مشغول ہونا لایعنی میں داخل ہے۔ پس اپنے احوال کی تفتیش کرنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ کس چیز میں مشغول ہے۔ نفل میں یا فرض میں۔ ایک نفلی حج کے لئے اتنے ممنوعات کا مرتکب نہ ہونا چاہئے۔ اچھی طرح ملاحظہ کریں۔ اَلْعَاقِلُ تَكْفِيْهِ الْاِشَارَةُ۔ عقلمند کے لئے ایک ہی اشارہ کافی ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ عَلٰی رُفَقَائِكُمْ آپ پر اور آپ کے دوستوں پر سلام ہو۔

مکتوب ۱۲۴

اس بیان میں کہ راستہ کی استطاعت حج کے واجب ہونے کے لئے شرط ہے استطاعت نہ ہونے کے باوجود حج کا ارادہ کرنا مطلب کے حاصل ہونے کی نسبت تضیع اوقات میں داخل ہے۔ ملا طاہر بدخشی کی طرف لکھا ہے:

ملا محمد طاہر بدخشی کا مکتوب شریف پہنچا۔ اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ فقرا کے اخلاص اور محبت میں کوئی فتور نہیں پڑا۔ جدائی کی مدت دراز ہونے کے باوجود یہ بڑی سعادت کی علامت ہے۔

اے محبت کے نشان والے! جب آپ نے رخصت طلب کی اور جانے کا پختہ ارادہ کر لیا تو وداع ہونے کے وقت اس قدر ذکر ہوا تھا کہ شاید ہم بھی آپ کے ساتھ مل جائیں گے۔ ہر چند ارادہ کیا لیکن استخارے موافق نہ ہوئے اور اس بارے میں کوئی تجویز معلوم نہ ہوئی۔ ناچار اس بارے میں سستی اختیار کی۔ فقیر کی صلاح پہلے ہی آپ کے جانے میں نہ تھی۔ لیکن آپ کے شوق کو دیکھ کر صاف طور پر منع کیا۔ استطاعت راستہ کی شرط ہے۔ بغیر استطاعت کے توضیع اوقات ہے ضروری کام کو چھوڑ کر غیر ضروری کام میں ہونا مناسب نہیں۔ کئی خطوں میں آپ کی طرف یہ مضمون لکھا ہے۔ شائد پہنچا ہے یا نہیں۔ اصل بات یہی ہے۔ آگے آپ مختار ہیں۔ والسلام

مکتوب ۱۲۵

اس بیان میں کہ کیا عالم صغیر کیا عالم کبیر اسما و صفات الٰہی کے مظہر ہیں اور عالم کو اپنے صانع کے ساتھ مخلوقیت اور مظہریت کے سوا اور کوئی نسبت نہیں ہے اور اس کے مناسب بیان میں میر صالح نیشاپوری کی طرف لکھا ہے:

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ یا اللہ ہم کو اشیا کی حقیقت دکھا جیسی کہ وہ ہیں۔

جہان کیا چھوٹا کیا بڑا حق تعالیٰ کے اسماو صفات کے مظہر اور اس کے شیون اور ذاتی کمالات کے آئینے ہیں۔ حق تعالیٰ ایک خزانہ مخفی اور پوشیدہ تھا۔ اس نے چاہا کہ اپنے آپ کو خلوت سے جلوت میں لائے اور جمال سے تفصیل میں لائے۔ تو جہان کو اس طرح پیدا کیا کہ اپنی ذات و صفات حق تعالیٰ کی ذات و صفات پر دلالت کرے۔ پس جہان کو اپنے صانع کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے۔ مگر یہ کہ اس کی مخلوق ہے اور اس کے اسماء و شیون اور کمالات پر دلالت کرنے والا ہے۔ وہاں اتحاد اور عینیت اور احاطہ و سرمان اور معیت ذاتیہ کا حکم لگانا غلبہ حال اور سکر وقت سے ہے۔ مستقیم الاحوال بزرگوار کہ جن کو صحو کا پیالہ پلایا ہوا ہے جہان کے لئے صانع کے ساتھ کوئی نسبت سوائے مخلوق اور مظہر ہونے کے ثابت نہیں کرتے اور علمائے اہل حق کے مطابق (کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو مشکور فرماوے) احاطہ و سریان و معیت کو علمی جانتے ہیں۔

تعجب ہے کہ صوفیہ کی ایک جماعت بعض ذاتی نسبت کو مثل احاطہ اور معیت کے ثابت کرتے ہیں اور ساتھ ہی اس بات کے معترف ہیں کہ ذات سے تمام نسبتیں مسلوب ہیں۔ حتیٰ کہ صفات ذاتیہ کا بھی سبب ظاہر کرتے ہیں حالانکہ یہ تناقض ہے اور اس تناقض کے دفع کرنے کے لئے ذات میں مراتب کا ثابت کرنا فلسفی تحقیقات کی طرح بیجا تکلف ہے صحیح کشف والے لوگ ذات حق کے بسیط حقیقی کے سوا کچھ نہیں جانتے اور اس کے سوائے جو کچھ ہو اسما میں داخل گنتے ہیں۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست　　درون دیدہ اگر نیم موست بسیار است

ترجمہ: فراق رایہ کم بھی ہو تو کم اس کو نہیں گنتے
اگرچہ نیم مو بھی ہو بہت ہے چشم عاشق میں

اس مضمون کی تحقیق کے لئے ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ مثلاً اگر کوئی فاضل عالم بڑے فن جاننے والا چاہے کہ اپنے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کرے اور حرفوں اور آوازوں کو ایجاد کرے تاکہ ان کے پردے میں ان کمالات کو ظاہر کرے تو اس صورت میں دلالت کرنے والے حرفوں اور آوازوں کو ان پوشیدہ معنوں کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے سوائے اس کے کہ یہ حروف اور آواز ان پر پوشیدہ معنوں کے مظہر اور در پردہ کمالات کے آئینے ہیں حرفوں اور آوازوں کو ان مخفی معانی کا عین کہنا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ اسی طرح اس صورت میں احاطہ اور معیت کا حکم لگانا نامناسب ہے۔ معانی اسی طرح اپنی پہلی مخزونہ حالت پر ہیں۔ ان معانی کی ذات و صفات میں کسی قسم کا تغیر و تبدل واقع نہیں ہوا۔ چونکہ معانی اور حروف و اصوات والہ کے درمیان ایک قسم کی دالیّت اور مدلولیّت کی نسبت ثابت ہے تو اس سے کچھ زائدہ معنی خیال میں آتے ہیں اور جو کچھ اس مسئلہ میں ہمارا اعتقاد ہے وہ یہ ہے کہ مظہر اور آئینہ ہونے

کے سوا اور کسی امر زائدہ مثل اتحاد و عینیّت و معیت واحاطہ کا ثابت کرنا سکر کے باعث ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات نسبت ومناسب سے مُعرا ومُبرا ہے۔ مَا لِلتُّرَابِ وَ رَبِّ الْاَرْبَابِ

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ظاہریّت اور مظہریّت کی اس قدر مناسبت کے باوجود وحدت وجود کہیں یا نہ کہیں۔ حقیقت میں متعدد وجود ہیں لیکن اصالت وظلّیت اور ظاہریّت اور مظہریّت کے طور پر نہ یہ کہ ایک موجود ہے اور اس کے سوا باقی سب وہم وخیالات۔ یہ مذہب بعینہ مذہب سوفسطائی ہے۔ حقیقت کا اس میں ثابت کرنا اوہام وخیالات سے جو فسطائی کا مقصود ہے۔ خارج نہیں ہوتا

چوں بدانستی تو اور از نجت سوئے آنحضرت نسب کردی درست
وانگہ وانستی کہ ظلِّ کیتی فارغی گر مردی و گر زیستی

ترجمہ

جبکہ تو نے اس کو جانا از نجت اور کی اس کی طرف نسبت درست
سایہ کس کا ہے تو جب پہچان لے بے خطر ہے خواہ مرے تو خواہ جئے

مکتوب ۱۲۶

اس بیان میں کہ طالب کو چاہئے کہ باطل خداؤں کی نفی کرنے میں خواہ آفاقی ہو خواہ انفسی کوشش کرے اور معبود برحق کے اثبات کی طرف میں جو کچھ حوصلہ فہم اور احاطہ ادراک میں آئے۔ اس کو بھی نفی کے نیچے لاکر صرف موجودیّت پر کفایت کرے اگرچہ وجود کی بھی اس مقام میں گنجائش نہیں اور اس کے مناسب بیان میں میر صالح نیشاپوری کی طرف لکھا ہے:

اے سرداری وشرافت کی مسند والے! طالب کو چاہئے کہ انفسی اور آفاقی جھوٹے خداؤں کی نفی کرنے میں کوشش کرے اور معبود و برحق کے اثبات کی جانب میں جو کچھ فہم کے حوصلہ اور وہم کے احاطہ میں آئے اس کو بھی نفی کے نیچے لاکر صرف مطلوب کی موجودیت پر کفایت کرے

بیش ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

ترجمہ: زیادہ ہست سے بڑھ کر کسی نے کچھ نہ پہچانا

اگرچہ وجود کی بھی اس مقام میں گنجائش نہیں اس کو وجود کے ماسوا طلب کرنا چاہئے۔

علمائے اہل سنت وجماعت نے اچھا کہا ہے کہ واجب تعالیٰ کا وجود اس کی ذات پر زائد ہے۔ وجود کو عین ذات کہنا اور وجود کے سوا دوسرا امر ثابت نہ کرنا قصور نظر سے ہے۔

شیخ علاؤالدولہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ فَوْقَ عَالَمِ الْوُجُوْدِ عَالَمُ الْمَلِكِ الْوُدُوْدِ عالم وجود کے اوپر ملک الودود کا عالم ہے۔

اور اس درویش کا جب مرتبہ وجود سے اوپر گزر ہوا تو کچھ مدت تک کہ مغلوب الحال تھا اپنے آپ کو ذوق و وجدان کی وجہ سے ارباب تعطیل سے پاتا تھا اور حق تعالیٰ کے وجود کا حکم نہیں کرتا تھا کیونکہ وجود راہ میں چھوڑ گیا تھا۔ مرتبہ ذات میں وجود کی گنجائش نہ پاتا تھا فقیر کا اسلام اس وقت تقلیدی تھا نہ حقیقی۔

غرض جو کچھ حوصلہ ممکن میں آئے بطریق اولیٰ ممکن ہوگا پس پاک ہے وہ ذات جس نے خلق کے لئے اپنی طرف کوئی راستہ سوائے اس کے نہیں بنایا کہ اس کی معرفت سے عجز کا اقرار کیا جائے۔

فنافی اللہ اور بقاباللہ کے حاصل ہونے سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ ممکن واجب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ محال ہے اور اس سے حقائق کا تغیر و تبدل لازم آتا ہے۔ پس جب ممکن واجب نہ ہوا تو ممکن کا نصیب سوائے عجز کے کچھ نہ ہوگا۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں　　　　کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

ترجمہ: اٹھالے جال عنقا کب کسی کے ہاتھ آتا ہے

لگاتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے

بلند ہمتی اسی طرح کا مطلب چاہتی ہے کہ کچھ بھی اس سے ہاتھ نہ آئے اور اس سے کچھ نام و نشان پیدا نہ ہو۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو یہ مطلب چاہتے ہیں کہ اس کو اپنا عین پائیں اور اس کے ساتھ قرب و معیت پیدا کریں ۔

آں ایشانند و من چنینم یارب

ترجمہ: وہ ایسے ہیں میں ایسا ہوں خدایا

وَالسَّلَامُ اَوَّلاً وَّاٰخِراً

مکتوب ۱۲۷

اس بیان میں کہ والدین کی خدمت اگرچہ نیکیوں میں سے ہے لیکن اصلی مطلب تک پہنچنے کے مقابلہ میں محض بیکاری اور صرف تعطیل ہے۔ بلکہ برائی میں داخل ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ اور اس کے مناسب بیان میں ملا صفر احمد رومی کی طرف لکھا ہے:

مکتوب مرغوب پہنچا جو عذر آپ نے توقف کے بارے میں کیا تھا صحیح ہے۔ زیادہ اس سے جو وقوع میں آتا ہے کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو قصوروار جاننا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَاناً حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّ وَ ضَعَتْهُ كُرْهاً ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم کیا ہے اس کو اس کی ماں نے تکلیف سے اٹھایا اور تکلیف ہی سے جنا۔

دوسری جگہ فرماتا ہے اَنِ اشْكُرْلِیْ وَلِوَالِدَيْكَ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ باوجود اس امر کے اس بات کا معتقد ہونا چاہئے کہ یہ سب کچھ حقیقی تک پہنچنے کے مقابلہ میں محض بیکاری ہے بلکہ منازل سلوک کے طے کرنے میں صرف تعطیل ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ آپ نے سنا ہوگا

ہرچہ جز عشق خدائے احسن است　　　گر شکر خوردن بود جاں کندن است

ترجمہ: سوائے عشق حق جو کچھ کہ ہے ہر چند احسن ہے
شکر کھانا بھی گر ہو تو عذاب جان کندن ہے

حق تعالیٰ کا حق تمام مخلوقات کے حقوق پر مقدم ہے ان کے حقوق کو ادا کرنا خدا کے حکم کی تابعداری کے باعث ہے۔ ورنہ کس کی مجال ہے کہ اس کی خدمت کو چھوڑ کر دوسرے کی خدمت میں مشغول ہو جائے۔ پس ان کی خدمت اس لحاظ سے خدا ہی کی خدمات میں سے ہے لیکن خدمت خدمت میں بہت فرق ہے۔ کاشتکار اور ہل چلانے والے بھی بادشاہ کی خدمت کرتے ہیں لیکن مقربین کی خدمت اور ہے۔ وہاں زراعت اور ہل چلانے کا نام لینا عین گناہ ہے اور ہر کام کی مزدوری اس کام کے موافق ہوتی ہے۔ ہل چلانے والے بڑی محنت سے دن بھر میں ایک تنگہ مزدوری لیتے ہیں اور مقرب ایک گھڑی خدمت میں حاضر ہو کر لاکھوں کا مستحق ہو جاتا ہے حالانکہ اس کو ان لاکھوں سے کچھ تعلق نہیں۔ وہ تو صرف بادشاہ کے قرب میں گرفتار ہے۔ شَتَّانَ مَا بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان بہت فرق ہے۔

فرخ حسین کو بہت توفیق حاصل ہے اس کی طرف سے خاطر جمع رکھیں زیادہ کیا لکھوں۔ والسّلام

مکتوب ۱۲۸

بلند ہمتی پر ترغیب دینے اور سوائے مطلب بیچونی کے کفایت نہ کرنے کے بیان میں خواجہ مقیم کی طرف لکھا ہے:

جناب خواجہ مقیم دور پڑے ہوؤں کو فراموش نہ کریں بلکہ دور نہ جائیں۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ آدمی اسی کے ساتھ ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔

غرض مسلک یعنی راستہ بہت لمبا ہے اور مطلب کمال بلندی میں ہے اور ہمتیں نہایت پست ہیں۔ نیز درمیانی منزلیں سراب کی طرح مطلب نما ہیں۔ نعوذ باللہ اگر کوئی وسط کو نہایت سمجھ کر یکبار

غیر مقصد کو مقصد جانے اور چون کو بیچون تصور کرے اور مطلب حقیقی تک پہنچنے سے پیچھے رہ جائے۔
ہمت کو بلند رکھنا چاہئے اور کسی حاصل پر کفایت نہ کرنی چاہئے اور وَرَاءُ الْوَرَا میں ڈھونڈنا چاہئے۔
اس قسم کی ہمت کا حاصل ہونا شیخ مقتدا کی توجہ پر منحصر ہے اور اس کی توجہ مرید مقتدی کے اخلاص اور محبت کے موافق ہوتی ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

مکتوب ۱۲۹

اس بیان میں کہ انسان کی جامعیت اس کے تفرقہ کا باعث ہے اور یہی جامعیت اس کی جمعیت کا موجب ہے نہ جیسا کہ کہا گیا ہے كَمَاءِ نِيْلٍ مَاءٌ لِلْمَحْبُوْبِيْنَ وَ بَلَاءٌ لِلْمَحْجُوْبِيْنَ آب نیل کی طرح جو دوستوں کے لئے پانی اور مجوبوں کیلئے بلا ہے۔ سید نظام کی طرف لکھا ہے۔

مکتوب شریف وصول ہوا ہے آدمی چونکہ جامع ترین موجودات ہے اور اجزا میں سے ہر ایک جز کے لئے بے شمار موجودات کے ساتھ اس کا تعلق اور گرفتاری ظاہر ہے۔ پس حقیقت میں یہی جامعیت سب سے زیادہ خدا کی جناب سے اس کی دوری کا باعث ہے اور اس کے بکثرت تعلقات سب سے زیادہ اس کی محرومی کا سبب ہیں اور اگر خدا کی توفیق سے اپنے آپ کو ان پراگندہ تعلقات سے جمع کر لے اور پس پا واپس آ جائے۔ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا وَ اِلَّا فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا تو بڑا کامیاب ہو گیا ورنہ بڑا گمراہ ہوا۔

اس جامعیّت کے باعث بہترین موجودات بھی چونکہ انسان ہی ہے۔ بدترین مخلوقات بھی اسی جامعیت کے باعث وہی ہے۔ اس کا آئینہ اس جامعیّت کے باعث بہت کامل ہے اگر جہان کی طرف منہ رکھے تو اس قدر مکدر ہو جاتا ہے کہ بیان سے باہر ہے اور اگر حق کی طرف منہ کرے تو سب سے زیادہ مصفا اور زیادہ خوش نما ہے ان تعلقات کی آلودگی سے کمال آزادی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا خاصہ ہے اور اس کے بعد دوسرے انبیا اور اولیا کا اپنے اپنے درجوں اور مرتبوں کے موافق۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ و تسلیمات ہوں ہمارے نبی پر اور ان پر اور ان کے سب تابعداروں پر قیامت کے دن تک۔

حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل جس کی حق تعالیٰ نے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى سے تعریف کی ہے ان تعلقات سے نجات بخشے اس سے زیادہ لکھنا ملال کا باعث ہے۔ والسلام والاکرام

مکتوب ۱۳۰

اس بیان میں کہ احوال کے تغیر و تبدل کا کچھ اعتبار نہیں نہ بیچونی اور بے چگونی کے مطلب کو حاصل کرنا چاہئے۔ جمال الدین کی طرف لکھا ہے:

احوال کی تلویات کا کچھ اعتبار نہیں ہے اس بات کا مقید نہ ہونا چاہئے کہ کیا آیا اور کیا گیا اور کیا کہا اور کیا سنا۔ مقصود کچھ اور ہی ہے جو کہنے سننے اور دیکھنے اور مشاہدے سے منزہ و مبرا ہے۔ سلوک کے بچوں کو جوز و مویز سے تسلی دیتے ہیں۔ ہمت بلند رکھنی چاہئے کام کچھ اور ہے۔ یہ سب خواب و خیال ہے۔ خواب میں اگر کوئی اپنے آپ کو بادشاہ دیکھے تو وہ حقیقت میں بادشاہ نہیں ہے لیکن یہ خواب امیدواری بخشتی ہے۔

طریقہ نقشبندیہ قدس سرہم میں واقعات کا کچھ اعتبار نہیں کرتے یہ بیت ان کی کتابوں میں لکھا ہے۔

چو غلام آفتابم ہم ز آفتاب گویم　　نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

ترجمہ: سخن خورشید کا کرتا ہوں خادم میں اسی کا ہوں
نہ شب نے شب کا طالب جو حدیث خواب کچھ بولوں

اگر کوئی حال آئے یا جائے کچھ شادی و غم نہیں۔ بیچون اور بیچونگی کا مطلب حاصل ہونے کا منتظر رہنا چاہئے۔ والسلام

مکتوب ۱۳۱

طریقہ حضرات خواجگان قدس سرہم کی بلندی شان اور ان لوگوں کی شکایت میں جنہوں نے اس طریقہ میں نئی نئی باتیں نکالی ہیں اور ان کو اس طریق تکمیل سمجھی ہے۔ خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ سب تعریف اللہ کی ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور صلوٰۃ و سلام سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر ہو۔

میرے سعادت مند بھائی خواجہ محمد اشرف خدا آپ کو اولیائے کرام کی تشریفات سے مشرف فرمائے۔

جان لیں کہ حضرت خواجگان قدس سرہم کا طریقہ خدا کی طرف پہنچانے والے سب راستوں سے زیادہ قریب راستہ ہے اور دوسروں کی انتہا ان بزرگواروں کی ابتدا میں درج ہے اور ان کی نسبت سب نسبتوں سے بڑھ کر ہے اس کا باعث یہ ہے کہ اس طریقہ میں سنت کو لازم پکڑتے ہیں اور بدعت سے

بچتے ہیں اور حتی المقدور رخصت پر عمل جائز نہیں کرتے۔اگرچہ بظاہر باطن میں فائدہ دینے والا ہو اور عزیمت پر عمل کرنا نہیں چھوڑتے۔اگر بظاہر باطن میں مضر جانیں انہوں نے احوال و مواجید کو احکام شرعی کے تابع کیا ہے اور ذوق و معارف کو علوم شرعیہ کے خادم سمجھتے ہیں احکام شرعیہ کے نفس موتیوں کو بچوں کی طرح وجد وحال کے جوز و مویز کے عوض نہیں دیتے اور صوفیہ کی بے ہودہ باتوں پر مغرور اور فریفتہ نہیں ہوتے نص کو چھوڑ کر فص کی طرف نہیں جاتے اور فتوحات مدنیہ یعنی احادیث سے قطع نظر کر کے فتوحات مکیہ کی طرف التفات نہیں کرتے۔ان کا حال دائمی ہے اور ان کا وقت استمراری تجلی ذاتی جو اوروں کے لئے بجلی کی طرح ہے ان بزرگواروں کے لئے دائمی ہے۔وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو ان بزرگواروں کے نزدیک بے اعتبار ہے۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ یہ وہ بہادر ہیں جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

لیکن ہر ایک کا فہم ان بزرگ واروں کے مذاق تک نہیں پہنچتا بلکہ نزدیک ہے کہ اس طائفہ علیہ کے قاصر اور کم ہمت لوگ بھی ان بزرگواروں کے بعض کمالات سے انکار کردیں۔

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن وقصور　　حاش للہ کہ بر آرم بزباں ایں گلہ را

ترجمہ: کرے گر طعن کوئی پست ہمت اس طریقے پر
پناہ دے رب اگر لاؤں زباں پر کچھ گلہ اس کا

ہاں اس طریقہ علیہ کے بعض متاخرین خلفا نے اس طریق میں بھی نئی نئی باتیں نکالی ہیں اور ان بزرگواروں کے اصل راستہ کو ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے۔ان کے بعض مریدوں کا یہ اعتقاد ہے کہ ان نئی نئی باتوں نے اس طریقہ کو کامل کر دیا ہے۔ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ منہ چھوٹا اور بڑی بات۔بلکہ انہوں نے اس کے خراب اور ضائع کرنے میں کوشش کی ہے۔

افسوس ہزار افسوس کہ جن بدعتوں کا دوسرے سلسلوں میں نام و نشان تک پایا نہیں جاتا وہ اس طریقہ علیہ میں پیدا کر دی ہیں۔نماز تہجد کو جماعت سے ادا کرتے ہیں اور گرد و نواح سے اس وقت لوگ تہجد کے واسطے جمع ہو جاتے ہیں اور بڑی جمعیت سے ادا کرتے ہیں اور یہ عمل مکروہ ہے، بکراہت تحریمہ۔

بعض فقہا نے جن کے نزدیک تداعی (یعنی ایک دوسرے کو بلانا) کراہت کی شرط ہے اور نفل کی جماعت کو مسجد کے ایک کونے میں جائز قرار دیا ہے تین آدمیوں سے زیادہ کی جماعت کو بالاتفاق مکروہ کہا ہے۔

اور نیز نماز تہجد کو اس وجہ سے تیرہ رکعت جانتے ہیں جن میں سے بارہ رکعت کو کھڑے ہو کر ادا کرتے ہیں اور دو رکعت کو بیٹھ کر تاکہ ایک رکعت کا حکم پیدا کرے اور ان سے مل کر تیرہ ہو جائیں

حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

ہمارے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کبھی تیرہ رکعت ادا کئے ہیں اور کبھی گیارہ رکعت اور کبھی نو اور کبھی سات۔ تو اس میں نماز تہجد کے ساتھ وتر نے مل کر فردیت کا حکم پیدا کیا ہے۔ نہ یہ کہ بیٹھ کر دو رکعت ادا کرنے کو کھڑا ہو کر ایک رکعت ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس قسم کے علم و عمل کا باعث سنت سنیہ مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی عدم اتباع ہے۔

تعجب ہی کی بات ہے کہ علما ہی کے شہروں میں مجتہدین علیہم الرضوان کا وطن ہے اس قسم کے محدثات اور بدعات رواج پا گئے ہیں۔ حالانکہ ہم فقیر اسلامی علوم انہی کی برکت سے حاصل کرتے ہیں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ اللہ تعالیٰ بہتری کی طرف الہام کرنے والا ہے۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ:

غم دل اس لئے تھوڑا کیا ظاہر ہے ڈرتا ہوں
کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سُن سُن کے دل تیرا

والسلام۔

مکتوب ۱۳۲

دولت مندوں کی صحبت سے بچنے اور فقرا کی صحبت پر ترغیب دینے کے بیان میں کہ فقرا کی خاکروبی دولت مندوں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ ملا محمد صدیق بدخشی کی طرف لکھا ہے:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ یا اللہ تو ہدایت دے کر پھر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت بخش تو بڑا بخشنے والا ہے۔

آپ نے فقرا کی صحبت سے دل تنگ ہو کر دولت مندوں کی مجلس اختیار کی ہے۔ بہت برا کیا ہے آج اگر آپ کی آنکھ بند ہے تو کل کھل جائیگی اور پھر ندامت کے سوا کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ اطلاع دینا شرط ہے۔

اے بوالہوس تیرا امر دو حال سے خالی نہیں ہے۔ دولت مندوں کی مجلس میں آپ کو جمعیت دیں گے یا نہ دیں گے۔ اگر دیں گے تو بد ہے اور اگر نہ دیں گے تو بدتر ہے اور اگر دیں گے تو استدراج ہے۔ نعوذ باللہ منہا اور اگر نہ دیں گے تو دنیا و آخرت کا خسارہ شامل ہے۔ فقرا کی خاکروبی دولت مندوں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ آج یہ بات آپ کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ آخر ایک دن سمجھ میں آ جائیگی۔ پھر

کچھ فائدہ نہ دیگی۔ جب کھانوں کی خواہش اور قیمتی لباس کی تمنا نے آپ کو اس بلا میں ڈال دیا اب بھی کچھ نہیں گیا۔ اپنے مقصد کا فکر کریں اور جو کچھ حق تعالیٰ سے مانع ہو اس کو دشمن جان کر اس سے بھاگیں اور خوف کریں۔ اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَ اَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ نص قاطع ہے۔

صحبت کے حق نے اس بات پر برانگیختہ کیا کہ ایک مرتبہ آپ کو نصیحت کی جائے آپ عمل کریں یا نہ کریں۔ آپ کی فضول باتوں سے مجھے اول ہی معلوم تھا کہ اس طرح فقر پر استقامت دشوار ہے

وَقَدْ کَانَ مَا خِفْتُ اَنْ یَّکُوْنَا　　　اِنَّا اِلَی اللّٰہِ رَاجِعُوْنَا

ترجمہ: ہوا آخر وہی جس کا ڈر تھا　　　پڑھا اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَا

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَکْمَلُهَا۔ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تابعداری کو لازم پکڑا۔

میں آپ کی فطرت اور استعداد سے کچھ اور امید رکھتا تھا۔ مگر افسوس کہ آپ نے قیمتی جوہر کو سرگین میں ڈال دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مکتوب ۱۳۳

اس بیان میں کہ فرصت کو غنیمت جاننا چاہئے اور وقت کو عزیز رکھنا چاہئے۔ ملا محمد صدیق کی طرف لکھا ہے:

وہ مکتوب جو قاصر کے ہاتھ بھیجا تھا پہنچا۔ فرصت کو غنیمت اور وقت کو عزیز سمجھنا چاہئے رسم و عادات سے کچھ نہیں بنتا اور مہلت وحیلہ بہانہ سے سوائے خسارہ اور مایوسی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ هَلَكَ الْمُسَوِّفُوْنَ سوف افعل کہنے والے ہلاک ہو گئے۔ موجودہ عمر کو موہوم امر میں صرف کرنا اور موہوم کو موجود کے لئے نگاہ رکھنا بہت بُرا ہے۔ چاہئے کہ وقت کے نقد کو ضروری کام میں صرف کریں اور ادھار کو بیہودہ آرائشوں کے لئے جمع کریں۔ حق تعالیٰ تھوڑی سی بے آرامی بخشے تاکہ ماسوائے حق کے آرام سے نجات مل جائے گفتگو کچھ فائدہ نہ کرے گی۔ وہاں تو سلامتی قلب طلب کرتے ہیں اپنے اصل مقصد کا فکر کرنا چاہئے اور بیہودہ کاروبار سے منہ پھیرنا چاہئے

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است　　　گر شکر خوردن بود جاں کندن است

ترجمہ: سوائے عشق حق جو کچھ کہ ہے ہر چند احسن ہے
شکر کھانا بھی گر ہو تو عذاب جان کندن ہے

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد پر پیغام پہچانا ہی ہے۔

مکتوب ۱۳٤

تسوف یعنی سوف افعل کہنے سے منع کرنے میں ملا محمد صدیق کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل قرب کے درجوں میں بے اندازہ عروج کرامت فرمائے۔

اے محبت کے نشان والے اَلْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ وقت کاٹنے والی تلوار ہے۔ معلوم نہیں کل تک فرصت دیں یا نہ دیں۔ ضروری کام آج ہی کرنا چاہئے اور غیر ضروری کام کو کل پر ڈالنا چاہئے۔ عقل کا حکم یہی ہے۔ عقل معاش کا نہیں بلکہ عقل معاد کا۔ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسلام۔

مکتوب ۱۳۵

ولایت عامہ اور خاصہ کے مرتبوں اور ولایت خاصہ کی بعض خصوصیتوں کے بیان میں مخلص محمد صدیق کی طرف لکھا ہے:

جاننا چاہئے کہ ولایت فنا اور بقا سے مراد ہے اور وہ عام ہے یا خاص اور عامہ سے ہماری مراد مطلق ولایت ہے اور ولایت خاصہ سے مراد ولایت محمدیہ ہے۔ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کہ جس میں فنا اتم اور بقا اکمل ہے اور جو شخص اس بڑی نعمت سے مشرف ہو اس کا بدن طاعت کے لئے نرم ہو جاتا ہے اور اس کا سینہ اسلام کے لئے کھل جاتا ہے اور اس کا نفس مطمئنہ ہو کر اپنے مولیٰ سے راضی ہو جاتا ہے اور اس کا مولیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور اس کا دل دلوں کے پھیرنے والے کیلئے صحیح وسلامت ہو جاتا ہے اور اس کا رُوح پورے طور حضرت صفات لاہوت کے مکاشفہ کی طرف پرواز کرتا ہے۔ اور اس کا سر شیون و اعتبارات کے ملاحظہ کے ساتھ مقام مشاہدہ تک پہنچ جاتا ہے اور اس مقام میں تجلیات ذاتیہ برقیہ سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس کا خفی کمال تنزہ اور تقدس اور کبریا کے باعث متحیر ہوتا ہے اور اس کے اخفیٰ کو بلاتکلیف وبلامثال اتصال حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت یہ مثال اس کے حق میں صادق ہوتی ہے

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا

ترجمہ: مبارک منعموں کو مال و دولت

اور وہ بات کہ جس کا جانا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ولایت خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام عروج و نزول کی دونوں طرفوں میں ولایت کے تمام مرتبوں سے متمیز ہے۔ لیکن عروج کی طرف میں اس وجہ سے کہ اخفیٰ کا فنا وبقا دونوں اسی ولایت خاصہ سے مختص ہیں اور باقی ولایتوں کا عروج فقط خفی تک ہے۔ ان کے درجوں کے اختلاف کے بموجب یعنی بعض ولایت والوں کا عروج مقام روح تک اور بعض کا سر

تک اور بعض کا خفی تک ہے اور یہ درجہ ولایت عامہ کے درجوں میں سے زیادہ اعلیٰ ہے لیکن نزول کی طرف میں اس وجہ سے کہ اولیائے محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسموں کے لئے اسی ولایت کے درجوں کے کمالات سے کچھ حصہ حاصل ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کی رات جسد کے ساتھ جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا سیر کرایا اور جنت و دوزخ آپ کے سامنے پیش کئے گئے اور اس کی طرف وحی بھیجی گئی جیسا کہ حق تھا اور اس وقت رویت بصری سے مشرف ہوئے اور اس قسم کا معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سے مخصوص ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعدار اولیا اور آپ کے زیر قدم سالکوں کیلئے بھی اس مرتبہ مخصوص سے کچھ حصہ ہے

وَ لِلْاَرْضِ مِنْ كَاسِ الْكِرَامِ نَصِيْبُ

ترجمہ: ہے کاسۂ کرام سے حصہ زمین کو

حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا میں رویت کا واقع ہونا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سے مخصوص ہے اور وہ حالت جو آنحضرت کے زیر قدم اولیا کو حاصل ہوتی ہے وہ رویت نہیں ہے اور اس رویت اور حالت کے درمیان وہی فرق ہے جو اصل اور فرع اور شخص اور ظل کے درمیان ہے اور ایک دوسرے کا عین نہیں ہے۔

مکتوب ۱۳۶

مطلوب حقیقی کے حاصل کرنے میں تسویف و تاخیر سے منع کرنے میں ملا محمد صدیق کی طرف لکھا ہے:

مکتوب مرغوب وصول ہوا چونکہ قاصد عشرہ متبرک کے اخیر میں پہنچا تھا اس لئے اس کے گزرنے کے بعد خطوں کا جواب لکھا گیا اور خان خاناں کے خط کا جواب اور خواجہ عبداللہ کے خط کا جواب بھی لکھ کر بھیج دیا گیا ہے ملاحظہ فرمالیں گے۔ اس دفعہ آپ کا لشکر میں جانا فقیر کے پسند نہیں ہے دیکھئے اس میں کیا حکمت ہے۔ وَالْاَمْرُ عِنْدَاللّٰہِ سُبْحَانَهٗ سب کام اللہ کے اختیار میں ہے۔

ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت حق تعالیٰ نے بڑی مہربانی سے یومیہ قوت عطا فرمائی ہے اس کو غنیمت سمجھ کر اپنے کام کا فکر کرنا چاہئے نہ یہ کہ اس کو اور وقت کا وسیلہ بنایا جاوے کیونکہ یہ کام تسلسل تک پہنچ جاتا ہے۔ درویشی میں طول امل کفر ہے اور قرض سے فارغ ہونے کا معاملہ معلوم نہیں کہ خواجگی سے کوئی صورت پیدا کرلے اور اگر کچھ شبہ ہے تو خواجگی کی طرف صاف و صریح طور پر لکھنا چاہئے اگر وہ بھی جواب صاف لکھے اور پختہ وعدہ مفہوم ہو تو اس نیت سے چلے جائیں لیکن تسویف و تاخیر کا علاج کیا ہوگا جو کچھ کرنا ہے بہت جلدی کریں کیونکہ فرصت بہت غنیمت ہے۔

مکتوب ۱۳۷

نماز کی بلندی شان میں کہ جس کا کمال نہایت النہایت سے وابستہ ہے اور اس کے مناسب بیان میں حاجی خضر افغان کی طرف صادر کیا ہے:

مکتوب مرغوب پہنچا۔ مضمون معلوم ہوا عبادات میں لذات حاصل ہونا اور ان کے ادا کرنے میں تکلف کا رفع ہونا حق تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ خاص کر نماز کے ادا کرنے میں جو غیر منتہی کو میسر نہیں ہے اس سے زیادہ خاص کر نماز فریضہ کے ادا کرنے میں کیونکہ ابتدا میں نماز نفلی کے ادا کرنے میں لذت بخشتے ہیں اور نہایت النہایت میں یہ نسبت فرائض سے وابستہ ہو جاتی ہے اور نوافل کے ادا کرنے میں اپنے آپ کو بے کار جانتا ہے اس کے نزدیک فرائض کا ادا کرنا ہی بڑا کام ہے ۔

ایں کار دولت است کنوں تا کراد ہند

ترجمہ: بڑی اعلیٰ ہے یہ دولت خدا جانے ملے کس کو

جاننا چاہئے کہ وہ لذت جو نماز کے ادا کرتے وقت حاصل ہوتی ہے نفس کا اس میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔ عین اس لذت حاصل کرنے کے وقت وہ نالہ و فغاں میں ہے۔ سبحان اللہ کیا عجب رتبہ ہے۔

هَنِيْئًا لِاَ رْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا

ترجمہ: مبارک منعموں کو اپنی دولت

ہم جیسے حریص آدمیوں کو اس قسم کی باتیں کہنی اور سننی بھی غنیمت ہیں۔

بارے بہ ہیچ خاطر خود شاد میکنم

ترجمہ: بارے اسی خیال سے کرتا ہوں دل کو خوش

اور نیز جان لیں کہ دنیا میں نماز کا رتبہ آخرت میں رؤیت کے رتبہ کی طرح ہے۔ دنیا میں نہایت قرب نماز میں ہے اور آخرت میں نہایت قرب رؤیت کے وقت اور جان لیں کہ باقی تمام عبادات نماز کے لئے وسیلہ ہیں اور نماز اصلی مقصد ہے۔ والسّلام والاکرام

مکتوب ۱۳۸

دنیا کمینی کی مذمت اور دنیا داروں کی صحبت سے بچنے میں شیخ بہاؤالدین سرہندی کی طرف لکھا ہے:

میرے سعادت مند فرزند! اس دنیائے مبغوضہ پر خوش نہ ہوں اور حق تعالیٰ کی جناب پاک میں دوام توجہ کے سرمایہ کو ہاتھ سے نہ دیں۔

سوچنا چاہئے کہ کیا بیچتے ہیں اور کیا خریدتے ہیں۔ آخرت کو دنیا کے بدلے بیچنا اور حق تعالیٰ کو

چھوڑ کر خلق میں مشغول ہونا بیوقوفی اور کم عقلی ہے۔ دنیاو آخرت کا جمع ہونا دو ضدوں کا جمع ہونا ہے۔

مَا اَحْسَنَ الدِّیْنَ وَالدُّنْیَا لَوِ اجْتَمَعَا

ترجمہ: دین و دنیا جمع گر ہو جائیں تو کیا خوب ہے

ان دونوں ضدوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرے اور جس کے عوض چاہے اپنے آپ کو بیچ ڈالے۔ آخرت کا عذاب ہمیشہ کے لئے ہے اور دنیا کا اسباب بہت تھوڑا۔ دنیا حق تعالیٰ کی مبغوضہ ہے اور آخرت حق تعالیٰ کو پسند ہے۔ عِشْ مَا شِئْتَ فَاِنَّکَ مَیِّتٌ وَالْزِمْ مَا شِئْتَ فَاِنَّکَ مُفَارِقُہٗ، جی لے جس قدر تو چاہتا ہے ایک دن ضرور مرے گا اور لازم پکڑ جس کو تو چاہتا ہے تو اس سے ضرور جدا ہونے والا ہے۔

آخر ایک دن زن و فرزند کو چھوڑنا پڑے گا اور ان کی تدبیر حق تعالیٰ کے سپرد کرنی پڑے گی آج ہی اپنے آپ کو مردہ سمجھنا چاہئے اور انکی ضروریات حق تعالیٰ کے سپرد کرنی چاہئیں۔ اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَ اَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ نص قاطع ہے۔ آپ نے کئی دفعہ سنا ہو گا یہ خواب خرگوش تک رہے گی۔ آخر آنکھ کھولنی چاہئے۔

اہل دنیا کی صحبت اور ان سے ملنا جلنا زہر قاتل ہے اس زہر سے مرا ہو ہمیشہ کی موت میں گرفتار ہے۔ عقل مند کو ایک اشارہ ہی کافی ہے تو مبالغے اور تاکید کے ساتھ تصریح کیونکر کافی نہ ہو گی۔ بادشاہوں کے چرب لقمے دلی مرضوں کو بڑھاتے ہیں تو پھر فلاح اور نجات کی کیسے امید ہے الحذر الحذر الحذر۔

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم — تو خواہ از سخنم پند گیرد خواہ ملال

ترجمہ: جو حق کہنے کا ہے کہتا ہوں تجھ سے اے میرے مشفق

نصیحت آئی ان باتوں سے تجھ کو یا ملال آئے

ان کی صحبت سے اس طرح بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہیں۔ کیونکہ شیر تو دنیاوی موت کا موجب ہے اور وہ کبھی آخرت میں فائدہ دے جاتی ہے اور بادشاہوں سے ملنا جلنا ہمیشہ کی ہلاکت اور دائمی خسارہ کا موجب ہے۔ پس ان کی صحبت اور لقمہ اور محبت اور ان کی ملاقات سے بچنا چاہئے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے کسی دولت مند کی تواضع اس کی دولت مندی کے باعث کی۔ اس کے دو حصے دین کے چلے گئے۔ تو سوچنا چاہئے کہ یہ سب تواضع و چاپلوسی ان کی دولت مندی کے باعث ہے یا کسی اور باعث سے۔ کچھ شک نہیں کہ ان کی دولت مندی کے باعث ہے اور اس کا نتیجہ دین کے دو حصوں کا ضائع ہو جانا ہے تو اسلام کہاں کا اور نجات کہاں کی اور یہ سب مبالغہ اور اصرار اس وجہ سے ہے کہ چرب لقمے اور ناجنس کی صحبت نے اس فرزند کے دل کو پند و نصیحت کے قبول کرنے سے

حجاب میں ڈال دیا ہو گا اور کسی کلمہ و کلام کی تاثیر نہ ہونے دے گی۔ پس ان کی صحبت اور ملاقات سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔ نَجَّانَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ اِيَّاكُمْ عَمَّا لَا يَرْضٰى عَنْهُ بِحُرْمَتِ سَيِّدِ الْبَشَرِ الْمَمْدُوْحِ بِمَا زَاغَ الْبَصَرُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُهَا وَ مِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا حق تعالیٰ سید البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل جس کی تعریف مازاغ البصر وماطغیٰ سے کی گئی ہے ہم کو اور آپ کو ان باتوں سے نجات دے۔ جن سے وہ راضی نہیں ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۳۹

اس بیان میں کہ ان بد بختوں کی ہجو اور مذمت جو اہل اللہ پر طعن کرتے ہیں جائز بلکہ مستحسن ہے جعفر بیگ تہانی کی طرف لکھا ہے:

آپ کا گرامی التفات نامہ مشرف ہوا۔ حق تعالیٰ آپ کو تندرست رکھے کہ آپ فقرا کے حال پر شفقت فرماتے ہیں اور حضور و غیبت کو یکساں رکھتے ہیں۔

میرے مخدوم! جب کفار قریش نے اپنی کمال بد نصیبی سے اہل اسلام کی ہجو اور برائی میں کمال مبالغہ کیا۔ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسلامی شاعروں کو حکم کیا کہ کفار نگونسار کی ہجو کریں۔ وہ شاعر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے منبر پر چڑھ کر کھلم کھلا کفار کی ہجو میں اشعار پڑھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے تھے کہ جب تک وہ کفار کی ہجو کرتے رہتے ہیں روح القدس ان کے ساتھ ہے۔ خلق کی ملامت و ایذا عشق کی غنیمت ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَ عَلَيْهِمْ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ یا اللہ تو ہم کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل ان لوگوں میں سے بنا۔ آمین

مکتوب ۱۴۰

اس بیان میں کہ رنج و محنت محبت کے لوازم سے ہے ملا محمد معصوم کابلی کی طرف لکھا ہے:

اے محبت کے نشان والے! رنج و محنت، محبت کے لوازم سے ہے۔ فقر کے اختیار کرنے میں درد و غم ضروری ہے۔

غرض از عشق تو ام چاشنئ درد و غم است ورنہ در زیر فلک اسباب تنعم چہ کم است

ترجمہ: عشق سے تیرے غرض ہے چاشنے درد و غم
ورنہ نیچے آسماں کے کونسی نعمت ہے کم

دوست رنج اور آوارگی چاہتا ہے تاکہ اس کے غیر سے پورے طور پر انقطاع حاصل ہو جائے۔ یہاں آرام بے آرامی میں ہے اور ساز سوز میں اور قرار بے قراری میں اور راحت جراحت میں اس مقام میں

آرام طلب کرنا اپنے آپ کو رنج میں ڈالنا ہے۔

اپنے آپ کو ہمہ تن محبوب کے حوالہ کر دینا چاہئے اور جو کچھ اس کی طرف آئے خوشی سے قبول کرنا چاہئے اور ہرگز سر نہ پھیرنا چاہئے زندگانی کا طریق اسی صورت میں ہے یہاں تک ہو سکے استقامت اختیار کریں۔ ورنہ فتور پیچھے ہے۔ آپ کی مشغولی خوب ہو گئی تھی لیکن قوی ہونے سے اول ہی کمزور ہو گئی۔ مگر کچھ غم نہیں اگر تھوڑا سا بھی اس ترددات سے اپنے آپ کو جمع کریں تو پہلے سے بھی بہتر ہو جائے گی۔ تفرقہ کے ان اسباب کو عین جمعیت کے اسباب جانیں تاکہ اپنا کام پورا کر سکیں۔ والسلام

مکتوب ۱۴۱

اس بیان میں کہ اس کام میں عمدہ چیز محبت واخلاص ہے۔ ملا محمد قلیج کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل درجات عطا فرمائے۔ احوال قلبی کی نسبت آپ نے کبھی کچھ نہیں لکھا کہ کیا حال ہے۔ کبھی کبھی اس بارے میں لکھتے رہا کریں کہ غائبانہ توجہ کا باعث ہو۔ اس کام میں عمدہ چیز محبت واخلاص ہے۔ اگر اس وقت ترقی مفہوم نہیں ہوتی تو کچھ غم نہیں جب اخلاص پر استقامت حاصل ہے۔ تو امید ہے کہ سالوں کا کام گھڑیوں میں میسر ہو جائے گا۔ والسلام

مکتوب ۱۴۲

اس بیان میں کہ ان بزرگواروں کی نسبت میں سے اگر تھوڑی بھی ہاتھ آجائے تو وہ تھوڑی نہیں۔ ملا عبدالغفور سمرقندی کی طرف لکھا ہے:

مکتوب شریف جو از روئے التفات کے ارسال کیا تھا پہنچا۔ فقرا کی محبت اور اس گروہ سے توجہ رکھنا خدائے تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ حضرت حق تعالیٰ سے اس پر استقامت طلب کرتے ہیں۔ وہ نیاز جو درویشوں کے لئے بھیجی تھی وہ بھی وصول ہوئی اور فاتحہ سلامت پڑھا گیا۔ وہ طریقہ جو آپ نے حاصل کیا تھا اور وہ نسبت جو آپ کو پہنچی تھی۔ اس کی نسبت کچھ ذکر نہ کیا ایسا نہ ہو کہ اس میں فتور پڑ گیا ہو

یک چشم زدن خیال او پیش نظر   بہتر ز وصال خوب رویاں ہمہ عمر

ترجمہ: میری آنکھوں میں ایک لحظہ اگر آئے خیال اس کا
تمامی عمر وصل نازنین سے ہے بہت اچھا

ان بزرگواروں کی نسبت سے اگر تھوڑی بھی حاصل ہو جائے۔ تو تھوڑی نہیں ہے کیونکہ دوسروں کی نہایت ان کی ابتدا میں درج ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

لیکن اس فتور کا کچھ غم نہیں ہے جب کہ رشتہ محبت اس نسبت والوں کے ساتھ قوی ہے وہ فرج یعنی قبا

جو کئی دفعہ پہنی ہے۔ ارسال کی گئی ہے کبھی کبھی اس کو پہنیں اور ادب سے نگاہ رکھیں کہ اس سے بہت فائدہ کی امید ہے اور جس وقت اس کپڑے کو پہنیں۔ باوضو پہنیں اور اس سبق کا تکرار کریں۔ امید ہے کہ جمعیت تام حاصل ہو گی اور جس وقت کچھ لکھنا چاہیں چاہئے کہ اول اپنے باطن کے احوال لکھیں کیونکہ ظاہر کے احوال باطنی احوال کے بغیر بے اعتبار ہیں۔

از ہر چہ میرد و سخن دوست خوشتر است

ترجمہ: مناسب ہے اگر لکھیں تو لکھیں یار کی باتیں

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَ اِيَّاكُمْ عَلٰى مُتَابِعَةِ سَيِّدِ الْبَشَرِ الْمُط مرِعَنْ زَيْغِ الْبَصَرِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ظَاهِراً وَّبَاطِناً۔ حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری باطنی متابعت پر ثابت قدم رکھے

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

اصل مطلب ہے یہی باقی ہے ہیچ

مکتوب ۱۴۳

ملا شمس الدین کی طرف لکھا ہے:

اس بیان میں کہ جوانی کے وقت کو غنیمت جانیں اور لہو ولعب میں صرف نہ کریں محب فقرا مولانا شمس الدین کو اللہ تعالیٰ توفیق بخشے کہ جوانی کے وقت کو غنیمت جان کر کھیل کود اور لہو لعب میں صرف نہ کریں اور جوز و مویز کے عوض ہاتھ سے نہ دیں کہ آخر ندامت و پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا اور کچھ فائدہ نہ ملے گا۔ اطلاع دینا شرط ہے پنج وقت نماز کو جماعت سے ادا کریں اور حلال کو حرام سے تمیز کریں۔ عاقبت کی نجات صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری میں ہے۔ فانی لذتوں اور ہلاک ہونے والی نعمتوں کو منظور نظر نہ رکھیں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مُوَفِّقُ لِلْخَيْرَاتِ۔ حق تعالیٰ نیکیوں کی توفیق دینے والا ہے۔

مکتوب ۱۴۴

سیر وسلوک کے ملنے اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ اور دوسری دو سیروں کے بیان میں جو ان دو سیروں کے بعد ہیں۔ حافظ محمود لاہوری کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل جو کجی نظر سے پاک ہیں، کمالات کے درجوں میں بے شمار ترقیاں عطا فرمائے

از چہ میرد و سخن یار خوش تر است

ترجمہ: یہ ہے بہتر اگر لکھیں تو لکھیں یار کی باتیں

سیر و سلوک حرکت علمی سے مراد ہے جو مقولہ کیف سے ہے کیونکہ حرکت اینی یعنی مکانی کی یہاں گنجائش نہیں۔ پس سیر الی اللہ حرکت علمی سے مراد ہے۔ جو علم اسفل سے علم اعلیٰ تک جاتی ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ تک حتی کہ ممکنات کے علوم طے کرنے اور کلی طور پر ان کے زائل ہو جانے کے بعد واجب تعالیٰ کے علم تک منتہی ہو جاتی ہے اور یہ حالت وہی ہے جو فنا سے تعبیر کی گئی ہے اور سیر فی اللہ مراد ہے۔ اس حرکت علمیہ سے جو مراتب وجوب یعنی اسماو صفات و شیون و اعتبارات و تقدیسات و تنزیہات میں ہوتی ہے اور اس مرتبہ تک منتہی ہوتی ہے جس کو کسی عبارت سے تعبیر نہیں کر سکتے اور نہ کسی اشارہ سے بیان کی جا سکتی ہے اور نہ کسی نام سے اس کا نام رکھا جا سکتا ہے نہ کسی کنایہ سے ادا ہو سکتی ہے اور نہ اس کو کوئی عالم جانتا ہے اور نہ مدرک اس کا ادراک کر سکتا ہے اور اس سیر کا نام بقا رکھا گیا ہے اور سیر عن اللہ باللہ جو تیسری سیر ہے وہ بھی مراد حرکت علمیہ سے ہے۔ جو علم اعلی سے علم اسفل کی طرف نیچے آتی ہے اور اسفل سے اسفل کی طرف۔ یہاں تک کہ ممکنات کی طرف پس پا رجوع کرتی ہے اور تمام مراتب وجوب کے علوم سے نزول کرتے ہیں اور ایسا عارف اللہ کو اللہ کے ساتھ بھلانیوالا اور اللہ کی طرف سے اللہ کے ساتھ پھیرنیوالا اور وہ واجد فاقد اور واصل مہجور اور وہ قریب بعید ہوتا ہے اور سیر چوتھی جو اشیا میں سیر ہے یکے بعد دیگرے اشیا کے علوم حاصل ہونے سے مراد ہے۔ بعد اس کے تمام اشیا کے علوم سیر اول میں زائل ہو جائیں۔

پس سیر اول سیر چہارم کے مقابل ہے اور سیر تیسری سیر دوسری کے مقابلہ میں جیسا کہ بیان ہوا اور سیر الی اللہ اور سیر فے اللہ نفس ولایت کے حاصل ہونے کے واسطے ہیں جو فنا و بقا سے مراد ہے اور سیر تیسرا اور چوتھا مقام دوعت کے حاصل ہونے کے واسطے ہیں۔ جو انبیائے رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور کامل تابعداروں کو بھی ان بزرگواروں کے مقام سے کچھ حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ کہ یہ ہے میرا راستہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور میرے تابعدار بصیرت پر ہیں۔

یہ ہے ہدایت و نہایت کا بیان جس کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ طالبوں کو شوق و رغبت پیدا ہو

بر شکر غلطیہ اے صفرائیاں　　　از برائے کورئے سودائیاں

ترجمہ: کو رہیں سودائی اے صفرائیو　　　پس یہ شکر سب کی سب تم چھین لو

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت پر چلا اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

تابعداری کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۱۴۵

اس بیان میں کہ طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ قدس سرہم نے سیر کی ابتدا عالم امر سے اختیار کی ہے اور اس طریقہ کے بعض مبتدیوں کو جلدی تاثیر نہ ہونے کے بھید میں ملا عبدالرحمٰن مفتی کی طرف لکھا ہے:

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَ اِيَّاكُمْ عَلٰى جَادَةِ الشَّرِيْعَةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَاالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ وَ يَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْداً قَالَ اٰمِيْناً۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔

طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ قدس سرہم نے سیر کی ابتدا عالم امر سے اختیار کی ہے اور عالم خلق کو اس سیر کے ضمن میں قطع کر لیتے ہیں برخلاف دوسرے طریقوں کے مشائخ کے کہ ان کی سیر کی ابتدا عالم خلق سے ہے اور عالم خلق کے طے کرنے کے بعد عالم امر میں قدم رکھتے ہیں اور مقام جذبہ میں پہنچتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ طریقہ نقشبندیہ سب طریقوں سے اقرب ہے اور اسی سبب سے دوسروں کی انتہا ان کے ابتدا میں مندرج ہے

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ترجمہ: بہار میری سمجھ لے تو باغ میرے سے

اس طریقہ نقشبندیہ کے بعض طالب باوجودیکہ ان کی سیر کی ابتدا عالم امر سے ہے جلدی متاثر نہیں ہوتے اور لذت و حلاوت جو جذبہ کا مقدمہ ہے جلدی حاصل نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم امر ان میں عالم خلق کی نسبت ضعیف واقع ہوا ہے اور یہی ضعف جلدی متاثر ہونے کا مانع ہے اور یہ تاثیر کا دیر سے ہونا تب تک متحقق ہے جب تک کہ عالم امر ان میں عالم خلق پر قوی نہ ہو جائے اور معاملہ برعکس نہ ہو جائے۔ اس ضعف کا علاج اس طریقہ علیہ کے مناسب کسی کامل تصرف والے کا تصرف تام ہے اور وہ علاج جو دوسرے طریقوں کے مناسب ہے پہلے تزکیہ نفس اور سخت ریاضتیں اور مجاہدے ہیں۔ جو شریعت کے موافق ہوں علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور معلوم رہے کہ تاثیر کا دیر سے ہونا استعداد کے کم ہونے کی علامت نہیں ہے۔ اکثر کامل استعداد والے لوگ بھی اس بلا میں مبتلا رہتے ہیں۔ والسلام

مکتوب ۱۴۶

سبق کے تکرار پر نصیحت کرنے میں شرف الدین حسین بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

میرے فرزند شرف الدین حسین کا خط پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے کہ آپ کو فقرا کے یاد کی سعادت حاصل ہے۔ دو سبق جو آپ نے حاصل کئے تھے اس کے تکرار سے وقت کو آباد رکھیں اور فرصت کے ہاتھ سے نہ دیں ایسا نہ ہو کہ دنیائے فانی کا کر وفر بھلا دے اور چند روزہ شان و شوکت بے مزہ کر دے

ہمہ اندرز من تبو این است کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

ترجمہ: نصیحت میری تجھ سے ساری یہی ہے کہ رنگین گھر اور تو بچہ ابھی ہے

یہ کس قدر بڑی نعمت ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندے کو جوانی میں توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر استقامت بخشے کہہ سکتے ہیں کہ تمام دنیا کی نعمتیں اس نعمت کے مقابلہ میں ایسی ہیں جیسے دریائے عمیق کے مقابلہ میں شبنم کا قطرہ کیونکہ وہ نعمت حق تعالیٰ کی رضامندی کا موجب ہے۔ جو تمام دنیوی اور اخروی نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑی نعمت ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۱۴۷

اس بیان میں کہ گستن (توڑنا) پیوستن (جوڑنے پر مقدم ہے یا پیوستن (جوڑنا) گستن (توڑنے) پر خواجہ اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل مراتب کمال میں ترقیات عطا فرمائے مشائخ طریقت قدس سرہم میں سے بعض نے توڑنے کو جوڑنے پر مقدم رکھا ہے اور بعض نے جوڑنے کو توڑنے پر مقدم کیا ہے اور تیسرا گروہ توقف کی طرف گیا ہے۔ خواجہ ابو سعید فراز قدس سرہٗ کہتے ہیں "تا نہ رہی نیابی و تا نیابی نہ رہی، ندانم کدم پیش بود" یعنی جب تک کو نہ چھوٹے گا نہ پائے گا اور جب تک کو نہ پائے گا نہ چھوٹے گا میں نہیں جانتا کون آگے ہے۔

راقم سطور (شیخ احمد فاروقی رحمتہ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ توڑنا اور جوڑنا ایک ہی وقت میں ثابت ہو جاتے ہیں۔ جائز نہیں کہ توڑنا اور جوڑنا جدا ہوں اور جوڑنا بغیر توڑنے کے ظاہر ہو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر پوشیدگی ہے تو تقدم ذاتی اور ایک دوسرے کی علت ہونے کے تعین میں ہے۔

شیخ الاسلام ہروی قدس سرہٗ دوسرے مذہب کو اختیار کرتا اور فرماتا ہے کہ سبقت اسی طرف سے

اچھی ہے بیشک یہ بات درست ہے جن لوگوں نے توڑنے کو مقدم رکھا ہے وہ بھی اس سبقت کا انکار نہیں کرتے۔ ان کی مراد جوڑنے سے ظہور تام ہے اور ظہور تام کی سبقت ظہور مطلق کی سبقت کے منافی نہیں۔ کیونکہ ظہور مطلق توڑنے پر مقدم ہے اور ظہور تام اس سے موخر ہے۔

اس تحقیق پر ان کی نزاع لفظ کی طرف رجوع ہو جاتی ہے لیکن گروہ اول کی نظر بہت بلند ہے کہ قلیل کو اعتبار میں نہیں لاتے اور جاننا چاہئے کہ اس توجیہ پر تقدم زمانی بھی ظاہر ہے۔ فَافْهَمْ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ اَعْلَمُ باالصَّوَابِ پس سمجھ اور اللہ تعالیٰ بہتری کی طرف الہام کرنے والا ہے۔

بہر حال گستن و پیوستن کا مظہر ہونا چاہئے کہ مرتبہ ولایت انہی دو مرتبوں سے وابستہ ہے۔ وَبِدُو نِهَا خَرْطُ الْقِتَادِ ورنہ رنج بے فائدہ ہے۔

مرتبہ اول سیر الی اللہ سے وابستہ ہے اور مرتبہ دوسرا سیر فی اللہ سے اور ان دونوں سیروں کے مجموعہ سے درجوں کے اختلاف کے موافق مرتبہ ولایت و کمال تک پہنچ جاتے ہیں اور دوسری دو سیر تکمیل کے حاصل کرنے اور درجہ دعوت تک پہنچنے کے لئے ہیں۔

بانگ زد کردم اگر در دہ کس است

ترجمہ: پس خبر کر دی ہے میں نے گاؤں میں گر ہے کوئی

والسلام

مکتوب ۱۴۸

اس بیان میں کہ صاحب رے یعنی سیر اب ہوا ہوا بے حاصل ہے اور اس بیان میں کہ مشائخ کی روحانیت کے وسیلہ اور ان کی امداد پر ہر گز مغرور نہ ہوں۔ کیونکہ مشائخ کی صورتیں حقیقت میں شیخ مقتدا کے لطائف ہیں۔ ملا صادق کابلی کی طرف لکھا ہے:

دو خط پے در پے پہنچے۔ پہلا مکتوب سیرابی اور حصول سے بھرا ہوا تھا اور دوسرا تشنگی اور بے حاصلی سے۔ اللہ کی حمد ہے کہ خاتمہ پر اعتبار ہے۔ صاحب رے بے حاصل ہے اور جس نے اپنے آپ کو بے حاصل جانا وہ واصل ہے۔ کئی دفعہ آپ کو لکھا گیا ہے کہ مشائخ کی روحانیت کے وسیلے اور ان کی امداد پر ہر گز مغرور نہ ہوں کیونکہ مشائخ کی وہ صورتیں حقیقت میں شیخ مقتدا کے لطائف ہیں جو ان صورتوں میں ظاہر ہوئے ہیں۔ توجہ کے قبلہ کے لئے ایک ہونا شرط ہے۔ توجہ کو پراگندہ کرنا خسارے کا موجب ہے۔ نعوذ باللہ منہا

دوسرا یہ کہ کئی بار اور بڑی تاکید سے آپ کو کہا ہے کہ کام کا سر رشتہ مختصر پکڑیں تاکہ جلدی سر انجام ہو۔ امر ضروری کو چھوڑ کر بیہودہ امر میں مشغول ہونا عقل دور اندیش سے بہت بعید ہے لیکن آپ

اپنی رائے کے معتقد ہیں۔ کسی کی بات آپ میں بہت کم اثر کرتی ہے۔ آپ جانیں یا نہ جانیں ہمارا کام کہہ دینا ہے۔ مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام کہہ دینا ہے۔

مکتوب ۱۴۹

اس بیان میں کہ اگرچہ مسبب الاسباب نے اشیا کو اسباب مترتب کیا ہے لیکن کیا فائدہ جب کہ سبب معیّن پر ہی نظر لگی رہے۔ ملا صادق کابلی کی طرف لکھا ہے:

میرے بھائی مولانا محمد صادق تعجب کی بات ہے کہ آپ ہمہ تن عالم اسباب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اگرچہ مسبب الاسباب نے اشیاء کو اسباب پر مترتب کیا ہے لیکن کیا فائدہ جب کہ سبب معین پر ہی نظر لگے رہے

گر درے بستہ شد اے دل دگرے بکشاید

ترجمہ: ایک در گر بند ہو جائے تو دے گا کھول اور

اس قسم کی کوتاہ نظری بہت نامناسب ہے اور آپ جیسے آدمیوں سے تو بہت ہی بُری ہے ایک گھڑی اپنے حال پر غور کرنا چاہئے اور اس برائی کو سمجھنا چاہئے۔ فقرا کے لباس میں ہو کر حق تعالیٰ کی مبغوضہ یعنی دنیا کے حاصل کرنے کی یہ اس قدر تلاش کس قدر ناپسندیدہ ہے بڑا تعجب ہے کہ اس بدصورت کو آپ کی نظروں میں کیسا زیبا و خوبصورت ظاہر کیا ہے امور ضروری کے حاصل کرنے میں بقدر ضرورت کوشش کرنی چاہئے تمام ہمت کو اس میں لگانا اور عمر کو اسی دھندے میں بسر کرنا محض بیوقوفی ہے۔ فرصت بہت ہی غنیمت ہے۔ ہزار ہزار افسوس ہے کہ کوئی شخص اس کو بے فائدہ علوم کے حاصل کرنے میں صرف کرے خبر کر دینا ضروری ہے۔ مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچانا ہی ہے۔

لوگوں کے کہنے سننے سے آزردہ نہ ہوں۔ وہ باتیں جو آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں جب آپ میں نہ ہوں تو کچھ غم نہیں۔ یہ کس قدر بڑی دولت ہے کہ لوگ کسی کو بُرا جانیں اور وہ حقیقت میں نیک ہو۔ ہاں اگر اس قضیہ کا عکس ثابت ہو تو پھر سراسر خطرہ کا مقام ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۵۰

اس بیان میں کہ مطلوبیت کے لائق سوائے حضرت واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کے اور کوئی نہیں ہے۔ خواجہ محمد قاسم کی طرف لکھا ہے:

میرے بھائی خواجہ محمد قاسم کا محبت نامہ پہنچا۔ بہت خوشی ہوئی۔ دنیاوی حالات کی پراگندگی اور ظاہری احوال کے تفرقہ سے دل تنگ نہ ہوں کہ وہ اس لائق نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ جہان مقام فنا میں ہے۔ حق تعالیٰ کی رضامندی میں بسر کرنا چاہئے اس ضمن میں تنگی ہو یا آسانی مطلوبیت کے لائق واجب

الوجود کی ذات پاک کے سوا کچھ نہ جاننا چاہیئے۔ خاص کر آپ جیسے بزرگ لوگوں کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ باوجود اس کے اگر کسی خدمت و کام کے لئے فقیر کو اشارہ کریں تو بڑی احسان مندی ہے اس میں کوشش کی جائے گی۔ والسلام

مکتوب ۱۵۱

حضرات خواجگان قدس سرہم کے طریقہ کی بزرگی اور یادداشت کے معنیٰ میں جوان بزرگواروں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ میر مومن بلخی کی طرف لکھا ہے:

از ہر چہ میرود سخن دوست خوش تراست

ترجمہ: بیان جو کچھ کہ ہوتا ہے کلام یار بہتر ہے

حضرات خواجگان قدس سرہم کے طریقہ میں یادداشت سے مراد حضور بے غیبت ہے یعنی حضرت ذات تعالیٰ کا دوام حضور بغیر اس بات کے کہ شیونی اور اعتباراتی پردے درمیان میں حائل ہوں اور اگر کبھی حضور ہے اور کبھی غیبت یعنی کبھی تو پردے سب کے سب دور ہو جائیں اور کبھی درمیان آ جائیں۔ جیسا کہ تجلی ذاتی برقی میں کہ برق کی طرح تمام پردے حضرت حق تعالیٰ کے آگے سے مرتفع ہو جاتے ہیں اور پھر جلدی ہی شیون و اعتبارات کے پردے چھا جاتے ہیں۔ تو یہ ان بزرگواروں کے نزدیک مقام اعتبار سے ساقط ہے۔ پس حضور بے غیبت کا حاصل یہ ہے کہ تجلی ذاتی برقی جو شیون و اعتبارات کے وسیلہ کے بغیر حضرت ذات کے ظہور سے مراد ہے اور جو اس راہ کے نہایت میں میسر ہوتی ہے اور فنائے اکمل اس مقام میں ثابت کرتے ہیں۔ وہ دائمی ہو جائے اور حجاب ہرگز رجوع نہ کریں اور اگر رجوع کریں تو حضور غیبت سے بدل جائے گا اور اس کو یادداشت نہ کہیں گے۔ پس ثابت ہوا کہ ان بزرگواروں کا شہود اتم و اکمل وجہ پر ہے اور فنا کا اکمل اور بقا کا اتم ہونا مشہود کے اکمل و اتم ہونے کے اندازہ کے موافق ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ترجمہ: قیاس کر لے مرے باغ سے بہار کو تو

مکتوب ۱۵۲

اس بیان میں کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت عین حق تعالیٰ کی اطاعت ہے اور اس کے مناسب بیان میں سیادت و شرافت کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:

حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے رسول کی اطاعت کو عین اپنی اطاعت فرمایا ہے پس خدائے تعالیٰ کی وہ اطاعت جو رسول کی اطاعت کے سوا ہو وہ حق تعالیٰ کی اطاعت نہیں ہے اور اس مطلب کی تاکید و تحقیق کے کلمہ قد لایا تاکہ کوئی ابوالہوس ان دونوں اطاعتوں کے درمیان جدائی ظاہر نہ کرے اور ایک دوسرے پر اختیار نہ کرے۔

اور دوسرے مقام میں حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ان لوگوں کے حال سے شکایت کرتا ہے۔ جو ان دونوں اطاعتوں کے درمیان تفرقہ ظاہر کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکَافِرُوْنَ حَقًّا۔ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفرقہ ڈالیں اور کہتے ہیں کہ بعض سے ہم ایمان لاتے ہیں اور بعض سے انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان رستہ نکالیں حقیقت میں یہی لوگ کافر ہیں۔

ہاں بعض مشائخ کبار قدس سرہم نے سکر اور غلبہ حال کے وقت ایسی باتیں کہی ہیں جن سے ان دو اطاعتوں کے درمیان تفرقہ ظاہر ہوتا ہے اور دوسرے ایک کی محبت کو اختیار کرنے پر مشتمل ہیں۔

چنانچہ منقول ہے کہ سلطان محمود غزنوی اپنی بادشاہت کے زمانہ میں خرقان کے نزدیک اُترا ہوا تھا۔ اس نے اپنے وکیلوں کو شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا اور التماس کی کہ اگر شیخ سے توقف معلوم ہو تو تم آیت کریمہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ پڑھ دینا۔ جب وکیلوں نے شیخ کی طرف سے توقف معلوم کیا تو انہوں نے آیت مذکورہ پڑھی۔ شیخ نے جواب میں فرمایا کہ میں اَطِیْعُو اللّٰہَ میں اس قدر گرفتار ہوں کہ اَطِیْعُو الرَّسُوْل سے شرمندہ ہوں۔ تو پھر اُولِی الْاَمْر کی اطاعت کا کیا ذکر ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حق تعالیٰ کی اطاعت کو اس کے رسول کی اطاعت کے سوا سمجھا۔ یہ بات استقامت سے دور ہے۔ مشائخ مستقیم الاحوال اس قسم کی باتوں سے پرہیز کرتے ہیں اور شریعت و طریقت و حقیقت کے تمام مراتب میں حق تعالیٰ کی اطاعت کو رسول اللہ کی اطاعت میں جانتے ہیں اور اس اطاعت کو جو اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کے سوا ہے عین گمراہی خیال کرتے ہیں۔

اور نیز منقول ہے کہ شیخ مہنہ شیخ ابوسعید ابوالخیر ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور خراسان کے بزرگ سادات میں سے سیّد اجل بھی اسی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاقاً اسی اثنا میں ایک مجذوب مغلوب الحال آنکلا۔ حضرت شیخ نے اس کو سید اجل پر مقدم کیا سیّد کو یہ بات ناپسند معلوم ہوئی۔ شیخ نے سیّد کو فرمایا کہ تمہاری تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے باعث ہے اور اس مجذوب کی

تعظیم حق تعالیٰ کی محبت کے سبب ہے۔ مستقیم الاحوال بزرگوار اس تفرقہ کو بھی جائز نہیں سمجھتے اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت پر حق تعالیٰ کی محبت کے غلبہ کو سکر حال سے جانتے ہیں اور فضول و بیہودہ خیال کرتے ہیں لیکن اس قدر ضرور ہے کہ مرتبہ کمال میں جو مرتبہ ولایت ہے حق تعالیٰ کی محبت غالب ہے اور مقام تکمیل میں جہاں مقام نبوت سے نصیب وحصہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت غالب ہے۔ ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی اِطَاعَۃِ الرَّسُوْلِ الَّتِیْ ھِیَ عَیْنُ اِطَاعَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی. اللہ تعالیٰ ہم کو رسول اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت پر جو عین اللہ کی اطاعت ہے ثابت قدم رکھے۔

مکتوب ۱۵۳

ماسوائے اللہ کی غلامی سے پورے طور پر آزاد ہونے کے بیان میں جو فنائے مطلق سے وابستہ ہے میاں شیخ مزمل کی طرف لکھا ہے:

خط مرسلہ آپ کا پہنچا۔ منعم حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اپنے طالبوں کو اپنی طلب میں بے قرار و بے آرام رکھتا ہے اور اس بے آرامی میں اپنے غیر کے آرام سے نجات بخشتا ہے۔ لیکن غیروں کی غلامی سے پوری پوری خلاصی و آزادی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ فنائے مطلق سے مشرف ہوں اور ماسوائے اللہ کے نقش بالکل دل کے آئینہ سے مٹ جائیں اور اس کے ساتھ کسی چیز کا حُبّی و علمی تعلق نہ رہے اور حق تعالیٰ کے سوا اس کا کچھ مقصود و مراد باقی نہ رہے۔ وَدُوْنَہٗ خَرْطُ الْقَتَادِ۔ ورنہ بے فائدہ رنج و تکلیف ہے اگرچہ بے تعلقی کا گمان رکھتا ہے لیکن اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ظن حق کا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

ترجمہ: بڑی بھاری ہے یہ دولت خدا جانے ملے کس کو

احوال و مقامات میں گرفتار ہوا ہوا غیر سے گرفتار ہے۔ دوسری چیزوں کا کیا ذکر کیا جائے۔

بہر چہ از دوست دامانی چہ کفر آں حرف و چہ ایماں

بہر چہ از راہ دور افتی چہ رشت آں نقش و چہ زیبا

ترجمہ: جدا جو یار سے کر دے برابر کفر و ایماں ہے

تجھے گمراہ جو کر دے وہ زشت و خوب یکساں ہے

تمہارا سفر لمبا ہو گیا فرصت غنیمت ہے۔ اگر یار موافق ہیں تو رخصت میں کس طرح توقف کریں گے اور ناموافق ہیں تو رخصت کی کیا حاجت ہے۔ حق تعالیٰ کی رضامندی کو مد نظر رکھنا چاہئے اہل عالم یعنی اہل جہان راضی ہوں یا نہ ہوں ان کی رضامندی کیا نقصان دے گی۔

طفیل دوست باشد ہر چہ باشد

ترجمہ: طفیل یار ہوتا ہے جو ہوتا ہے

اپنا مقصود حق تعالیٰ کو جاننا چاہئے اس کے ساتھ کو جو کچھ جمع ہو جائے بہتر ہے اور اگر اس کے ساتھ جمع نہ ہو تو پرواہ نہیں ۔

رخسار من اینجاؤ تو در گل نگری

ترجمہ: میرا اس جا ہے رخسارہ تو گل میں جا کے دیکھے ہے ۔

والسلام

مکتوب ۱۵٤

اس بیان میں کہ اپنے آپ سے گزرنا چاہئے اور اپنے آپ میں جانا چاہئے میاں مزمل کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ اپنے ساتھ رکھے اور ایک لحظہ بھی اپنے غیر کے حوالہ نہ کرے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تُكِلْنَا اِلٰى اَنْفُسِنَا طُرْفَةَ عَيْنٍ فَنَهْلِكَ وَلَا اَقَلَّ مِنْهَا فَنَضِيْعَ یا اللہ تو ہم کو ایک لحظہ بھی نفسوں کے حوالہ نہ کرے۔ ہم ہلاک ہو جائیں گے ورنہ اس سے کم ہم ضائع ہو جائیں گے جو بلا و مصیبت ہے اپنے ساتھ گرفتار ہونے سے ہے، جب اپنے آپ سے خلاص ہو گیا تو گویا سوائے حق کی گرفتاری سے آزاد ہو گیا اگر بت پوجتے ہیں تو حقیقت میں اپنے آپ کو پوجتے ہیں کہ اَفَرَئَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو خدا بنالیا ہے۔

از خود چو گزشتی ہمہ عیش است و خوشی

ترجمہ: تو گزرا آپ سے جب پس یہی عیش و خوشی ہے

دَعْ نَفْسَكَ وَ تَعَالِ یعنی اپنے نفس کو چھوڑ اور آجا۔ جس طرح کہ از خود گذشتن فرض ہے۔ در خود رفتن بھی لازم ہے کیونکہ یافت اسی جگہ ہے۔ اپنے باہر میں یافت کچھ نہیں ہوتی

باتو در زیر گلیم است آنچہ ہست ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست

ترجمہ: ساتھ تیرے گودڑی میں ہے چھپا جو کچھ کہ ہے

مارتا ہے ہر طرف تو مثل نابینا کے ہاتھ

سیر آفاقی بُعد در بعد ہے اور سیر انفسی قُرب در قُرب۔ اگر شہود ہے تو اپنے آپ میں ہے اگر معرفت ہے تو وہ بھی اپنے آپ ہی میں اور اگر حیرت ہے تو وہ بھی اپنے آپ ہی میں ہے۔ اپنے باہر کوئی قدم گاہ نہیں او ہو بات کدھر چلی گئی ایسا نہ ہو کوئی سادہ دل اس مقام میں حلول یا اتحاد سمجھ لے اور گمراہی کے

بھنور میں غرق ہو جائے

ایں جا حلول کفر بود اتحاد ہم

ترجمہ: یہاں کفر ہے اتحاد و حلول

اس مقام کے ساتھ متحقق ہونے سے پیشتر اس میں تفکر کرنا منع ہے۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ اِيَّاكُمُ الْاِسْتَقَامَةَ عَلَى الطَّرِيْقَةِ الْمَرْضِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ اللہ تعالیٰ ہم اور آپ کو طریقہ پسندیدہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر استقامت عطا فرمائے۔

اپنے احوال کی نسبت لکھتے رہا کریں کہ اس کو بڑا دخل ہے اور باوجودی اور ظاہری تعلقات کے آزاد رہیں اور ان کے وجود و عدم کو برابر سمجھیں۔ والسلام والاکرام۔

مکتوب ۱۵۵

اپنے اصل کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب میں میاں شیخ مزمل کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ اپنے ساتھ رکھے۔

بعد از خدائے ہر چہ پر ستند ہیچ نیست　　بیدولت است آنکہ ہیچ اختیار کرد

ترجمہ: خدا کو چھوڑ جو کچھ پوجتے ہیں ہیچ و باطل ہے

جو پوجے ہیچ و باطل کو بڑا کمبخت جاہل ہے

(فقیر) جمادی الاول کی پہلی تاریخ کو جمعہ کے دن حضرت دہلی کے طواف سے مشرف ہوا اور محمد صادق بھی ہمراہ ہے۔ اگر خدا نے چاہا تو چند روز یہاں رہ کر جلدی ہی اپنے اصلی وطن کی طرف واپس ہو جائیں گے۔ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِيْمَانِ صحیح خبر ہے۔ بیچارہ کہاں جائے پیشانی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ" بِنَا صِيَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور نہیں کوئی زمین پر چلنے والا جاندار مگر اللہ تعالیٰ اس کی پیشانی کو پکڑنے والا ہے۔ بیشک میرا رب سیدھے راستہ پر ہے۔ اَيْنَ الْمَفَرُّ کہاں بھاگ جائیں۔ مگر فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ کہہ کر اسی کی طرف بھاگیں۔ بہر حال اصل کو اصل جاننا چاہئے اور فرع کو طفیلی جان کر اصل کی طرف متوجہ ہونا چاہئے

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است　　گر شکر خوردن بود جاں کندن است

ترجمہ: سوائے عشق حق جو کچھ کہ ہے ہر چند احسن ہے

شکر کھانا بھی گر ہو تو عذاب جان کندن ہے

مکتوب ۱۵۶

اہل اللہ کی صحبت کی ترغیب میں میاں مزمل کی طرف صادر فرمایا ہے:

وہ خط جو آپ نے قاضی زادہ جالندھری کے ہاتھ بھیجا تھا اس نے دہلی میں پہنچایا اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ آپ کو فقرا کی محبت حاصل ہے اور اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کے مضمون کے موافق آپ انہی کے ساتھ ہیں ماہ رجب اگرچہ وقت و زمانہ کے لحاظ سے نزدیک ہے لیکن حقیقت میں بہت دور ہے۔

فراق دوست اگر اندک اندک نیست — دردن دیدہ اگر نیم موست بسیار است

ترجمہ: فراقِ یار تھوڑا بھی بہت ہے حق میں عاشق کے

اگر ہے بال آدھا بھی بہت تکلیف دیتا ہے

جب آپ نے حق داروں کے حقوق کو مد نظر رکھ کر اس مطلب کو اختیار کیا ہے تو اسی طرح کریں فقیر بھی ماہ رجب تک شاید یہاں ہی رہے گا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَ اِلَيْهِ مَرْجِعُ الْمَابُ بہر حال چند روزہ عمر کو فقرا کی خدمت میں بسر کرنا چاہیئے۔ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (روک رکھ اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ جو صبح و شام اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور اسی کے طالب ہیں) خود نص قاطع ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی طرف امر فرمایا ہے۔

اک بزرگ فرماتے ہیں الٰہی یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا کیا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا اس نے تجھ کو پالیا اور جب تک تجھ کو نہ پایا ان کو نہ پہچانا۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی وَ اِيَّاكُمْ مُحَبَّةَ الطَّائِفَةِ الْعُلِيَّةِ الشَّرِيْفَةِ۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس بزرگ اور شریف گروہ کی محبت عطا فرمائے۔ آمین

مکتوب ۱۵۷

اس بیان میں کہ جب کوئی درویشوں کے پاس جائے تو اس کو چاہیئے کہ خالی ہو کر جائے تاکہ بھرا ہوا واپس آئے اور اس بیان میں کہ اول عقائد کو درست کرنا چاہیئے حکیم عبدالوہاب کی طرف لکھا ہے:

دو دفعہ آپ قدم رنجہ کر کے آئے اور جلدی ہی اٹھ کر چلے گئے اس قدر فرصت بھی نہ ملی کہ صحبت کے بعض حقوق ادا کیئے جاتے۔ ملاقات کا مقصود افادہ ہے یا استفادہ اور جب مجلس ان دونوں سے خالی ہو تو وہ کسی گنتی میں نہیں ہے۔

اس گروہ کے پاس خالی ہو کر آنا چاہیئے تاکہ بھرے ہوئے واپس جائیں اور اپنی مفلسی کو ظاہر کرنا چاہیئے تاکہ ان کو شفقت آئے اور استفادہ کا راستہ کھل جائے سیر آنا اور سیر ہی چلا جانا کچھ مزہ نہیں دیتا۔ امتلا یعنی پر شکمی کا پھل سوائے بیماری کے کچھ نہیں اور استغنا سے سوائے سرکشی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اول خستہ دل کی عجز و نیاز اور پھر شکستہ دل کی توجہ

۔پس توجہ کے لئے عجز و نیاز شرط ہے۔

اس وقت ایک طالب علم نے آکر آپ کی طرف سفارش کی طلب ظاہر کی۔ دل میں آیا کہ چونکہ آپ کے صرف آنے کا بھی حق ہے۔ پس اپنی طرف سے جہاں تک ہو سکے حق ادا کرنا چاہئے اس لئے گزشتہ کے تدارک و تلافی کے لئے چند باتیں وقت و حال کے موافق قلم کی زبان سے لکھ کر آپ کی طرف ارسال کی گئی ہیں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ وَالْمُوَفِّقُ لِسَّدَادِ اللہ تعالیٰ بہتری کی طرف الہام کرنے والا اور راستی کی توفیق دینے والا ہے۔

اے سعادت مند جو کچھ ہم پر اور آپ پر لازم ہے وہ یہ ہے کہ اول اپنے عقائد کو کتاب و سنت کے موافق درست کریں جس طرح کہ علمائے حق نے کہ خدا ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے ان عقائد کو کتاب و سنت سے سمجھا ہے اور وہاں سے اخذ کیا ہے کیونکہ ہمارا اور آپ کا سمجھنا اگر ان بزرگواروں کے فہم کے موافق نہیں ہے۔ تو وہ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے باطل احکام کو کتاب و سنت ہی سے سمجھتا ہے اور وہیں سے اخذ کرتا ہے۔ حالانکہ ان سے کسی چیز کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور دوسرا احکام شرعی از قسم حلال و حرام و فرض واجب کا علم حاصل کرنا ہے اور تیسرا اس علم کے موافق عمل کرنا اور چوتھا تصفیہ و تزکیہ کا طریق جو صوفیہ کرام قدس سرہم سے مخصوص ہے۔ جب تک عقائد کو درست نہ کریں احکام شرعیہ کا علم کچھ فائدہ نہیں دیتا اور جب تک یہ دونوں متحقق نہ ہوں عمل نفع نہیں دیتا اور جب تک یہ تینوں حاصل نہ ہو تصفیہ و تزکیہ کا حاصل ہونا محال ہے ان چار رکنوں اور ان کے متمات و مکملات (جیسا کہ سنت فرض کو کامل کرنے والی ہے) کے بعد جو کچھ ہے سب فضول ہے اور دائرہ مالا یعنی میں داخل ہے اور وَمِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ وَ اِشْتِغَالُهُ بِمَا يَعْنِيْهِ اور لایعنی و بیہودہ بات کو ترک کرنا اور فائدہ مند بات میں مشغول ہونا انسان کے حسن اسلام کی علامت ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةِ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۱۵۸

اس بیان میں کہ کمال کے مرتبوں میں استعداد کی تفاوت کے موافق فرق ہوتا ہے۔ شیخ حمید بنگالی کی طرف لکھا ہے:

جاننا چاہئے کہ مراتب کمال میں استعدادوں کی تفاوت کے موافق تفاوت ہوتا ہے اور کمال میں تفاوت کبھی کمیت کے لحاظ سے ہوتا ہے اور کبھی کیفیت کے اعتبار سے اور کبھی ان دونوں یعنی کمیت و

کیفیت کی رُو سے۔ پس بعض کا کمال تجلی صفاتی پر ہے اور بعض دوسروں کا کمال تجلی ذاتی تک ہے۔ باوجود بہت سے تفاوت کے جو ان دونوں تجلیوں کے افراد اور ان کے ارباب کے مابین ہے۔ پس بعض کا کمال ما سوائے حق سے دل کی سلامتی اور رح کی آزادی تک ہے اور دوسرے کا کمال ان دونوں کے علاوہ شہود وسری تک اور تیسرے کا کمال ان تینوں کے علاوہ اس حیرت تک ہے۔ جو خفی کی طرف منسوب ہے اور چوتھے کا کمال ان چاروں کے علاوہ اس اتصال تک ہے۔ جو اخفی کی طرف منسوب ہے، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ مذکورہ بالا مراتب میں سے ہر مرتبہ میں کمال حاصل ہونے کے بعد پس یا رجوع کرتے ہیں۔ یا اس مقام میں ثابت و برقرار رہتے ہیں۔ مقام اول تکمیل وارشاد کا مقام ہے اور اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے خلق کی طرف دعوت کیلئے رجوع کرتے ہیں اور دوسرا مقام استہاک یعنی مغلوب الحال ہونے اور خلق سے تنہا رہنے کا مقام ہے۔ والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۱۵۹

ماتم پرسی میں شرف الدین حسین بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے:

رنج و مصائب اگرچہ بظاہر تلخ اور جسم کو تکلیف دینے والے ہیں لیکن باطن میں شیریں اور روح کو لذت بخشنے والے ہیں۔ کیونکہ جسم و روح گویا ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئے ہیں۔ ایک کے رنج میں دوسرے کی لذت ہے۔ وہ پست فطرت جو ان دو ضدوں اور ان کے لوازم کے درمیان تمیز نہیں کر سکتا۔ وہ بحث سے خارج ہے اور باہم مخاطب ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ یہ لوگ چارپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں۔

آگہ از خویشتن چو نیست جنیں | چہ خبر دارد از چنان و چنیں

ترجمہ: جس کو اپنی خبر نہیں ہے بھلا | حال اوروں کا پھر وہ جانے کیا

وہ شخص جس کا روح تنزل کر کے مرتبہ جسم میں آ ٹھہرا ہو اور اس کا عالم امر عالم خلق کے تابع ہو گیا ہو اس معما کے بھید کو کیا جانتا ہے جب تک روح اپنے اصلی مقام میں رجعت نہ کرے اور امر خلق سے جدا نہ ہو جائے اس معرفت کا جمال جلوہ گر نہیں ہوتا۔ اس دولت کا حاصل ہونا، اس موت سے وابستہ ہے جو اجل مسمی یعنی وقت مقررہ سے پہلے حاصل ہوتی ہے اور مشائخ طریقت قدس سرہم نے اس کو فنا سے تعبیر کیا ہے

خاک شو خاک تر بر دید گل | کہ بجز خاک نیست مظہر کل

ترجمہ: خاک ہو خاک تا اگیں سب پھول | خاک مظہر ہے کل کا مت بھول

اور جو شخص مرنے سے اول نہیں مرا مصیبت تو اس کے لئے ہے اور اسی کی ماتم پرسی بجالانی چاہئے۔ آپ کے والد مرحوم کے انتقال کی خبر جو نیک نامی میں مشہور تھے اور امر معروف اور نہی منکر کے طریق کو مد نظر رکھتے تھے۔ واقعی مسلمانوں کے غم واندوہ کا موجب ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف جانے والے ہیں۔

میرے فرزند! طریق صبر کو اختیار کر کے صدقہ و دعا و استغفار سے آگے گئے ہوؤں کی مدد و معاونت کریں کہ مردوں کو زندوں کی امداد کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں آیا ہے:

مَا الْمَیِّتُ اِلَّا کَالْغَرِیْقِ الْمُتَغَوِّثِ یَنْتَظِرُ دَعْوَتاً تَلْحَقُہٗ مِنْ اَبٍ اَوْاُمٍّ اَوْاَخٍ اَوْ صَدِیْقٍ فَاِذَا لَحِقَتْہُ کَانَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا وَ مَا فِیْھَا وَ اَنَّ اللّٰہَ لَیُدْ خِلُ عَلٰی اَھْلِ الْقُبُوْرِمِنْ دُعَاءِ اَھْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ مِنَ الرَّحْمَتِ وَ اَنَّ ھَدِیَّۃُ الْاَحْیَاءِ اِلَی الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُلَھُمْ کہ مردہ فریاد کرنیوالے غریق کی طرح ہوتا ہے جو اپنے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے دعا کا منتظر رہتا ہے جب اس کو ان کی طرف سے دعا پہنچتی ہے تو اس کو دنیا و مافیہا سے زیادہ پیاری معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے قبر والوں پر پہاڑوں جتنی رحمت نازل فرماتا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ زندوں کا ہدیہ مردوں کی طرف یہ ہے کہ ان کے لئے اللہ کی جناب میں استغفار کریں۔

باقی یہ نصیحت ہے کہ ہمیشہ ذکر و فکر میں رہیں کیونکہ فرصت بہت ہی تھوڑی ہے اس کو ضروری کاموں میں صرف کرنا چاہئے۔ والسلام

مکتوب ۱۶۰

اس بیان میں کہ مشائخ قدس سرہم تین گروہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے احوال اور کمال و نقصان کو مشرح و مفصل طور پر بیان کرنے میں اس کمترین غلام یعنی یار محمد جدید بدخشی طالقانی کے نام لکھا ہے:

مشائخ طریقت قدس سرہم تین گروہ ہیں:

پہلا گروہ۔اس بات کا قائل ہے کہ عالم حق تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہے اور جو کچھ اس میں اوصاف و کمال ہیں سب حق تعالیٰ کی ایجاد سے ہیں اور اپنے آپ کو شیخ یعنی ظاہری صورت اور سانچہ سے زیادہ کچھ نہیں جانتے بلکہ شجیت بھی اسی کی طرف سے سمجھتے ہیں اور بحر نیستی میں ایسے گم ہوتے ہیں کہ نہ عالم کی خبر رکھتے ہیں نہ اپنی۔ اس ننگے شخص کی طرح جس نے جامہ عاریت پہنا ہوا ہو اور وہ جانتا ہے کہ یہ

جامہ عاریت ہے اور یہ عاریت کا دیکھنا اس پر ایسا غالب ہو کہ سارے کپڑے کو اپنے اصل کی طرف منسوب کرے اور اپنے آپ کو برہنہ پاوے اور اگر ایسے شخص کو بے شعوری اور سکر سے شعور اور صحو میں لائیں اور فنا کے بعد بقا سے مشرف کریں تو اس وقت بھی اگرچہ جامہ کو اپنے اوپر پاتا ہے لیکن یقیناً جانتا ہے کہ یہ اور کی طرف سے ہے کیونکہ وہ فنا اب علم میں مندرج ہے اور گرفتاری و تعلق جو اس جامعہ کے ساتھ رکھتا تھا کچھ نہیں رہتا۔ ایسے ہی اس شخص کا حال ہے جو اپنے اوصاف و کمالات کو جامہ عاریت کی طرح خیال کرتا ہے لیکن یہ جانتا ہے کہ یہ جامہ وہم میں ہے۔ خارج میں کوئی جامہ نہیں اور میں بالکل ننگا ہوں اور یہ دید یہاں تک غالب آجائے کہ اس لباس وہمیہ کو بھی سارے کا سارا اتار دے اور اپنے آپ کو بالکل برہنہ معلوم کرے اور ہوش و صحو کے بعد اس جامہ وہمیہ کو بھی اپنے ہمراہ پائے۔ لیکن اول شخص کی فنا اتم ہے اور بقا جو اس پر مترتب ہے اکمل ہے جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

یہ بزرگوار تمام معتقدات کلامیہ میں جو کتاب و سنت و اجماع کے موافق ثابت ہوئے ہیں۔ علمائے اہل سنت و جماعت کے ساتھ متفق ہیں اور متکلمین اور ان کے درمیان سوائے اس کے اور کچھ فرق نہیں ہے کہ متکلمین اس مطلب کو علمی اور استدلالی طور سے حاصل کرتے ہیں اور یہ لوگ کشف و ذوق کے طور پر اور نیز بزرگوار حق تعالیٰ کے ساتھ نہایت تنزیہ کے باعث عالم کی کوئی نسبت ثابت نہیں کرتے اور تمام نسبتوں کو سلب کرتے ہیں تو پھر عینیت اور جزیت یعنی ایک دوسرے کا عین اور جزو ہونے کا کیا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے لیکن مولیٰ اور عبد اور صانع و مصنوع ہونے کی نسبت ثابت کرتے ہیں اس وقت فنا حقیقی سے مشرف ہو کر تجلیات ذاتیہ کی قابلیت پیدا کرتے ہیں اور بے اندازہ تجلیات کا مظہر ہو جاتے ہیں۔

دوسرا گروہ۔ عالم کو حق تعالیٰ کا ظل جانتا ہے لیکن اس بات کے قائل ہیں کہ عالم خارج میں موجود ہے لیکن بطریق ظلیت نہ بطریق اصالت اور ان کا وجود حق تعالیٰ کے وجود سے قائم ہے نہ جیسا کہ سایہ اپنے اصل سے قائم ہوتا ہے۔

مثلاً ایک شخص کا سایہ دراز ہوا اور اس شخص نے اپنی کمال قدرت سے اپنی صفات از قسم علم و قدرت و ارادہ وغیرہ حتیٰ کہ لذت والم کو بھی منعکس کر دیا۔ پس اگر بالفرض وہ سایہ آگ پر پڑے اور اس سے دردناک ہو جائے تو از روئے عقل اور عرف کے یہ نہ کہیں گے کہ وہ شخص دردناک ہوا ہے جیسا کہ تیسرا گروہ اس کا قائل ہے۔ علیٰ ہذا القیاس تمام برے افعال جو مخلوقات سے صادر ہوتے ہیں نہیں کہہ سکتے کہ حق تعالیٰ کا فعل ہیں جیسا کہ سایہ اپنے ارادہ سے حرکت کرتا ہے تو نہیں کہہ سکتے کہ شخص متحرک ہے۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی قدرت و ارادات کا اثر ہے یعنی اس کی مخلوق ہے اور یہ بات

ظاہر ہے کہ برے کا پیدا کرنا بُرا نہیں ہے بلکہ بُرے کا فعل و کسب بُرا ہے۔

تیسرا گروہ- وحدت وجود کا قائل ہے۔ یعنی خارج میں فقط ایک ہی موجود ہے اور وہ حق تعالیٰ کی ذات ہے اور عالم کا خارج میں علمی ثبوت کے سوا ہرگز کوئی ثبوت ثابت نہیں ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اَلْاَعْیَانُ مَا شَمَّتْ رَائِحَةَ الْوُجُوْدِ اعیان نے وجود کی بو نہیں سونگھی۔ اور اگرچہ یہ لوگ بھی عالم کو حق تعالیٰ کا ظل کہتے ہیں۔ لیکن کہتے ہیں کہ ان کا ظلّی وجود صرف مرتبہ حس میں ہے۔ مرتبۂ نفس الامر اور خارج میں عدم محض ہے اور حق تعالیٰ کی ذات کو صفات وجوبیہ اور امکانیہ سے متصف جانتے ہیں۔ اور مراتب تنزّلات ثابت کرتے ہیں اور ہر مرتبہ میں ذات احد کو اس مرتبہ کے لائق احکام سے متصف کرتے ہیں۔ اور متلذذ اور متالم اسی ذات کو جانتے ہیں لیکن اس محسوسہ متوہمہ ظلال کے پردہ اور عقلی اور شرعی طور پر بہت سے محظورات یعنی اشکال ان پر وارد ہوتے ہیں۔ جن کے جواب میں بہت سے حیلے اور تکلف کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ وصل و کمال کے درجات کی تفاوت کے موافق واصل و کامل ہیں لیکن ان کی باتیں خلقت کو گمراہی اور الحاد کی طرف رہنمائی کر کے زندقہ تک پہنچا دیتی ہیں۔

پہلے گروہ کے لوگ اتم و اکمل ہیں اور کتاب و سنت کے ساتھ اسلم و اوفق ہیں۔ لیکن ان کا اسلم اور افق ہونا خود ظاہر ہے اور اکمل و اتم ہونا اس وجہ سے ہے کہ وجود انسانی کے بعض مراتب نہایت لطافت اور تجرد کے باعث مبدء کے ساتھ پوری پوری مشابہت اور مناسبت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ خفی اور اخفی۔

پس وہ لوگ جو باوجود فنائے سرّی کے ان مرتبوں کو مبدء سے جدا نہیں کر سکتے تا کہ لا کے نیچے لا کر ان کی نفی نہ کر سکیں۔ بلکہ مبدء ان کے نزدیک باہم ملے ہوئے اور ایک دوسرے کی مانند رہتے ہیں اور اپنے آپ کو عین حق پاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خارج میں فقط حق سبحانہٗ ہی موجود ہے اور ہمارا ہرگز وجود نہیں ہے لیکن جب آثار خارجیہ کا بیشمار ہونا ثابت ہوتا ہے تو ناچار ثبوت علمی کے قائل ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اعیان کو وجود اور عدم کے درمیان برزخ کہتے ہیں اور چونکہ مخلوقات کے وجودوں کے بعض مراتب کو مبدء سے جدا نہ کر سکے اس لئے اس کے وجود کے وجوب کے قائل نہ ہو کر برزخ ہونے کے قائل ہوئے اور وجوب کے رنگ کو ممکن میں ثابت کر دیا اور یہ نہ جانا کہ وہ رنگ بھی ممکن ہی کا رنگ ہے جو واجب کے مشابہ ہے۔ اگرچہ صورت اور اسم میں ہے اور اگر اس رنگ کو جدا کرتے اور ممکن کو کلی طور پر واجب سے الگ کرتے ہرگز ہرگز اپنے آپ کو حق تعالیٰ نہ دیکھتے۔ بلکہ عالم کو حق سے جدا کرتے اور ایک وجود کے قائل نہ ہوتے اور جب تک انسان سے کچھ اثر باقی رہے اپنے آپ کو حق نہیں جانتا۔ اگرچہ جانتا ہے کہ مجھ سے اثر باقی نہیں رہا یہ بھی اس کی کوتاہ نظری کے باعث ہے۔

اور دوسرے گروہ نے بھی اگرچہ ان مرتبوں کو مبدء سے جدا دیکھا اور کلمہ لا میں لا کر ان کی نفی کر

دی۔ لیکن ایک دوسرے کے ظل اور اصل ہونے کے باعث ان کے وجود کے بقیوں میں سے ایک چیز ثابت رہی۔ کیونکہ ظل کا اصل کے ساتھ تعلق کا رشتہ بہت قوی ہے یہ نسبت ان کی نظر سے محو نہ ہوئی۔

لیکن پہلے گروہ نے حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال مناسبت و متابعت کے باعث ممکن کے تمام مراتب کو واجب سے جدا کیا اور سب کو کلمہ لا کے نیچے لاکر ان کی نفی کر دی اور ممکن کی واجب کے ساتھ کچھ مناسبت نہ دیکھی اور کسی نسبت کو اس کے ساتھ ثابت نہ کیا اور اپنے آپ کو بندۂ مخلوق غیر مقدور یعنی عاجز کے سوا کچھ نہ پہچانا اور حق تعالیٰ کو اپنا مولیٰ اور خالق جانا۔

اپنے آپ کو مولیٰ جاننا یا اس کا سایہ خیال کرنا۔ ان بزرگواروں پر بہت بھاری اور دشوار ہے مَالِلتُّرَابِ وَ رَبُّ الْاَرْبَابِ۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

یہ بزرگوار اشیاء کو اس سبب سے کہ حق تعالیٰ کی مخلوق ہیں دوست رکھتے ہیں اور ان کی نظر میں محبوب دکھائی دیتی ہیں اور اس سبب سے کہ حق تعالیٰ کی مصنوع ہیں۔ اور ان کے افعال بھی اسی کے مصنوع ہیں، اشیاء کے پورے پورے تابعدار اور فرمانبردار ہوتے ہیں اور افعال پر سوائے انکار شریعت کے کچھ انکار نہیں کرتے اور جیسا کہ اربابِ توحید کو اشیاء کے ساتھ ان کے مظہر ہونے کے باعث بلکہ حق سبحانہ کی نسبت اشیاء کے عین ہونے کی وجہ سے اس قسم کی محبت و تابعداری حاصل ہوتی ہے ان لوگوں کو صرف ان کے مصنوع و مخلوق ہونے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ ع

بہ بیں تفاوت راہ از کجا ست یا بکجا

محبوب کے عین کو تھوڑی سی محبت سے بھی دوست رکھ سکتے ہیں۔ لیکن اس کے مصنوع اور مخلوق اور بندوں کو جب تک محبوب کی کامل محبت حاصل نہ ہو۔ دوست نہیں رکھتے اور محبوب خیال نہیں کرتے۔

اس طائفہ علیہ کو مقام عبدیت سے جو تمام مقامات ولایت کی نہایت ہے۔ کامل حصہ حاصل ہوتا ہے اور ان بزرگواروں کے صحت حال پر اس سے بڑھ کر اور کونسی دلیل ہے کہ ان کے تمام کشف کتاب و سنت اور ظاہر شریعت کے موافق ہیں اور ظاہر شریعت سے سر مُو مخالف نہیں ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ مُحِبِّیْھِمْ وَمُتَابِعِیْھِمْ بِحُرْمَةِ مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ یا اللہ تو اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبارک کے طفیل ان لوگوں کے محبّوں اور تابعداروں میں سے بنا۔

یہ درویش (مراد حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ) جس سے ان سطروں کا استفادہ ہوا ہے پہلے

توحید کا معتقد تھا اور بچپن کے زمانہ سے اس توحید کا علم رکھتا تھا اور یہ علم یقین تک پہنچ چکا تھا ہر چند حال نہ رکھتا تھا اور جب اس راہ میں آیا پہلے توحید کا راہ منکشف ہوا اور کچھ مدت تک اس مقام کے مرتبوں میں جولان کرتا رہا اور بہت سے علوم جو اس مقام کے مناسب تھے، فائض ہوئے اور وہ مشکلات و واردات جو توحید والوں پر وارد ہوتی ہیں کشوف اور علوم فائضہ کے ساتھ سب حل ہو گئیں کچھ مدت کے بعد ایک اور نسبت نے اس درویش پر غلبہ کیا اور اس کے غلبہ میں توحید میں توقف کیا لیکن یہ توقف حسن ظن سے تھا نہ انکار سے کچھ مدت تک تو انکار میں متوقف رہا۔ آخر کار انکار تک نوبت پہنچ گئی اور ظاہر ہوا کہ یہ مرتبہ نہایت ہی پست ہے۔ مقام ظلیّت میں اسباب پہنچانا چاہئے لیکن فقیر اس انکار میں بے اختیار تھا نہیں چاہتا تھا کہ اس مقام سے نکلے۔ کیونکہ بڑے بڑے مشائخ اس مقام میں اقامت رکھتے تھے اور جب مقام ظلیّت میں پہنچا اور اپنے آپ کو اور عالم کو ظل معلوم کیا جیسا کہ دوسرے گروہ کے لوگ قائل ہیں۔ تب یہ آرزو ہوئی کہ کاش فقیر کو اس مقام سے نہ نکالیں۔ کیونکہ فقیر وحدت وجود کو کمال جانتا تھا اور یہ مقام کچھ کچھ اس سے مناسبت رکھتا تھا۔ اتفاقاً کمال عنایت اور غریب نوازی سے اس مقام سے بھی اوپر لے گئے اور مقام عبدیت تک پہنچا دیا اس وقت اس مقام کا کمال نظر آیا اور اس کی بلندی ظاہر ہوئی اور گزشتہ مقامات سے توبہ و استغفار کی اور اگر اس درویش کو اس طریق پر اُوپر نہ لے جاتے اور بعض سے بعض کی بلندی و فوقیت ظاہر نہ کرتے تو اپنے تنزل کو اس مقام میں جانتا۔ کیونکہ اس کے نزدیک توحید وجودی سے بڑھ کر کوئی اور بلند مقام نہ تھا۔ وَاللّٰهُ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ اللہ تعالیٰ حق ثابت کرتا ہے اور سیدھے راستہ کی ہدایت کرتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ علوم و معارف کی تفاوت کا منشا مکتوب اور رسالوں میں جو اس درویش سے بلکہ ہر سالک سے جو بیان ہوا ہے۔ یہی مقامات متفاوت کے حاصل ہونے کا تفاوت ہے کیونکہ ہر مقام کیلئے علوم و معارف جدا ہیں اور ہر حال کیلئے قال علیحدہ ہے۔

پس در حقیقت علوم میں کوئی تدافع اور تناقض نہیں ہے بلکہ احکام شریعہ کے نسخ کی طرح ہے۔ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ پس کوئی شک نہ کر۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمْ۔

مکتوب ۱۶۱

اس بیان میں کہ منازل سلوک کے طے کرنے سے مقصود ایمان حقیقی کا حاصل ہونا جو نفس کے مطمنہ ہونے پر وابستہ ہے۔ ملا صالح بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے:-

منازل سلوک کے طے کرنے سے مقصود ایمان حقیقی کا حاصل ہونا ہے، جو نفس کے مطمنہ ہونے پر وابستہ ہے۔ جب تک نفس مطمنہ نہ ہو جائے۔ نجات نا ممکن ہے اور نفس اطمینان کے مرتبہ تک نہیں

پہنچتا جب تک اس پر قلبی سیاست نہ ڈالیں اور سیاست قلبی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ دل اس کام سے جو اس کے سامنے ہے فارغ ہو جائے اور ماسوائے حق کی گرفتاری سے سلامتی حاصل کر لے اور ماسوائے اللہ کی گرفتاری سے دل کے سلامت ہونے کی علامت ماسوائے حق کا نسیان ہے اور جب تک بال بھر بھی غیر سے آگاہ ہے سلامتی سے گمراہ ہے۔ فَطُوْبٰی لِمَنْ سَلِمَ قَلْبُهٗ لِرَبِّهٖ پس مبارک ہے وہ شخص جس کا دل اللہ تعالیٰ کیلئے سلامت ہو گیا۔ کوشش کرنا ضروری ہے تاکہ سلامتی قلب سے مشرف ہوں اور اطمینان نفس تک پہنچ جائیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

مکتوب ۱۶۲

ماہ رمضان کی فضیلت اور قرآن مجید کے ساتھ اس کی اس مناسبت کے بیان میں جو اس مہینے میں اس کے نازل ہونے کا سبب ہے اور تمر یعنی کھجور کی جامعیت کے بیان میں جس سے افطار کرنا مستحب ہے اور اس کے مناسب بیان میں خواجہ محمد صدیق بدخشی کی طرف لکھا ہے:-

باسمہٖ سبحانہٗ! کلام کا شان جو شیونات ذاتیہ میں سے ہے۔ تمام کمالات ذاتی اور شیونات صفاتی کا جامع ہے۔ جیسا کہ علوم گزشتہ میں ذکر ہو چکا ہے اور ماہ مبارک رمضان تمام خیرات و برکات کا جامع ہے۔ اور جو خیر و برکت ہے وہ حضرت ذات ہی کی طرف سے پہنچتی ہے اور اس کے شیونات کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ جو شر و نقص کہ وجود میں آتا ہے اس کا منشاء و مبدء ذات وصفات محدثہ ہے۔ مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ خود نص قاطع ہے۔

پس اس ماہ مبارک کی خیرات و برکت ان کمالات ذاتیہ کا نتیجہ ہیں جن کی جامع شان کلام ہے اور قرآن مجید اس شان جامع کی تمام حقیقت کا حاصل ہے۔ پس اس ماہ مبارک کو قرآن مجید کے ساتھ پوری پوری مناسبت ہے۔ کیونکہ قرآن مجید تمام کمالات کا جامع ہے اور یہ مہینہ ان تمام خیرات کا جامع ہے جو ان کمالات کے نتائج اور ثمرات ہیں۔ اسی مناسبت کے باعث قرآن مجید اس مہینہ میں نازل ہوا ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ اور اس مہینے میں شب قدر اس مہینے کا خلاصہ اور زبدہ ہے۔ وہ رات گویا اس کا مغز ہے اور یہ مہینہ اس کا پوست پس جس کا یہ مہینہ جمعیت سے گزر جائے اور اس مہینے کی خیرات و برکات سے فائدہ مند ہو جائے اس کا تمام سال جمعیت کے ساتھ اور خیر و برکت سے بھرا ہوا گزرتا ہے۔ وَفَّقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ لِلْخَیْرَاتِ وَالْبَرَكَاتِ فِیْ هٰذَا الشَّهْرِ الْمُبَارَكِ وَرَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ النَّصِیْبَ الْاَعْظَمَ حق تعالیٰ ہم کو اس مبارک مہینے کی خیرات و برکات حاصل کرنے کی توفیق

دے اور بہت حصہ عطا فرمائے۔

حضرت رسالت خاتمیّت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُکُمْ فَلْیُفْطِرْ عَلٰی تَمْرٍ فَاِنَّہٗ بَرَکَۃٌ کہ جب کوئی شخص تم میں سے روزہ افطار کرنا چاہئے تو اس کو تمر سے افطار کرنا چاہئے کیونکہ اس میں برکت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ تمر سے افطار کیا ہے اور تمر میں برکت کا موجب یہ ہے کہ اس کا درخت ایک ایسا درخت ہے جو انسان کی طرح جامعیّت اور عدلیّت کے طور پر پیدا ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نخل کو بنی آدم کی عمر فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ آدم کی مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَکْرِمُوْا عَمَّتَکُمُ النَّخْلَۃَ فَاِنَّھَا خُلِقَتْ مِنْ بَقِیَّۃِ طِیْنَۃِ اٰدَمَ اپنی درخت خرما کی تعظیم کرو۔ کیونکہ وہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بقیہ مٹی سے پیدا کی گئی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کا نام برکت اسی جامعیت کے اعتبار سے ہو۔

پس اس کے پھل سے جو تمر ہے افطار کرنا صاحب افطار کی جزو بن جاتا ہے اور اس کی حقیقت جامع اس جزئیت کے اعتبار سے اس کے کھانے والے کی حقیقت کی جزو ہو جاتی ہے۔ اور اس کا کھانے والا اس اعتبار سے ان بیشمار کمالات کا جامع ہو جاتا ہے جو اس تمر کی حقیقت جامع میں مندرج ہے۔

یہ مطلب اگرچہ اس کے مطلق کھانے میں بھی حاصل ہو جاتا ہے لیکن افطار کے وقت جو روزہ دار کے شہوات مانع اور لذات فانیہ سے خالی ہونے کا وقت ہے اس کا کھانا زیادہ تاثیر کرتا ہے اور یہ مطلب کامل اور پورے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔

اور یہ جو آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ نِعْمَ سَحُوْرُ الْمُؤْمِنِ التَّمَرُ مومن کی بہتر سحر گی تمر ہے، اس اعتبار سے ہو سکتا ہے کہ اس کی غذا میں جو صاحب غذا کی جزو ہو جاتی ہے اس کی حقیقت کی تکمیل ہے نہ کہ اس کی غذا کی حقیقت اور جب یہ مطلب روزہ میں مفقود ہے تو اس کی تلافی کیلئے تمر کی سحور پر ترغیب فرمائی کہ گویا اس کا کھانا تمام ماکولات کے کھانے کا فائدہ رکھتا ہے اور اس کی برکت جامعیت کے اعتبار سے افطار کے وقت تک رہتی ہے اور غذا کا یہ فائدہ جو مذکور ہو چکا ہے اس تقدیر پر مترتب ہو سکتا ہے جب کہ وہ غذا تجویز شرعی کے مطابق واقع ہو اور شرعی حدود سے سر مو متجاوز نہ ہو اور نیز اس فائدہ کی حقیقت اس وقت میسر ہوتی ہے جب کہ اس کا کھانے والا صورت سے گزر کر حقیقت تک جا پہنچا ہو اور ظاہر سے باطن تک پہنچ گیا ہوں تا کہ غذا کا ظاہر اس کے ظاہر کو مدد دے اور غذا کا باطن اس کے باطن کو مکمل کرے ورنہ صرف ظاہری امداد پر ہی موقوف ہے اور اس کا کھانے والا عین قصور میں ہے۔

سعی کن تا لقمہ را سازی گہر　　　بعد ازاں چندانکہ میخواہی بخو

ترجمہ کر یہ کوشش تا بنے گوہر غذا　　　بعد اسکے جس قدر چاہے تو کھا

جلدی افطار کرنے اور سحر گی دیر سے کھانے میں حکمت یہی ہے کہ صاحب غذا کیلئے غذا کی تکمیل ہو جائے۔ والسلام۔

مکتوب ۱۶۳

اس بیان میں کہ اسلام و کفر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ان دو ضدوں کا جمع ہونا محال ہے اور ایک کے عزت دینے میں دوسرے کی خواری ہے۔ اخیر تک حضرت خواجہ سلمۂ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ذلیل کرنے اور ان کے ساتھ نہ ملنے جلنے اور اس اختلاط ضرر کے بیان میں فرمایا ہے اور اس بیان میں کہ دنیا اور آخرت بھی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ سیادت و شرافت کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْعَمَ عَلَیْنَا وَهَدٰنَا اِلَی الْاِسْلَامِ وَجَعَلَنَا مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہم کو اسلام کی طرف ہدایت کی اور ہم کو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت سے بنایا۔

دونوں جہان کی سعادت فقط سردار دو جہان صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تابعداری سے وابستہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت یہ ہے کہ اسلامی احکام بجالائے جائیں اور کفر کی رسمیں مٹادی جائیں۔ کیونکہ اسلام و کفر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کو ثابت و قائم کرنا دوسرے کے دور ہو جانے کے باعث ہے اور ان دو ضدوں کے جمع ہونے کا احتمال محال ہے۔

حق تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتا ہے۔ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور ان پر سختی کر۔

پس جب اپنے پیغمبر کو جو خلق عظیم سے موصوف ہے کفار کے ساتھ جہاد کرنے اور ان پر سختی کرنے کا حکم فرمایا، تو معلوم ہوا کہ ان پر سختی کرنا خلق عظیم میں داخل ہے۔ پس اسلام کی عزت کفر اور کافروں کی خواری میں ہے جس نے اہل کفر کو عزیز رکھا اس نے اہل اسلام کو خوار کیا۔ ان کے عزیز رکھنے سے یہ مراد نہیں کہ صرف ان کی تعظیم کریں اور بلند بٹھائیں۔ بلکہ اپنی مجلسوں میں جگہ دینا اور ان کی ہم نشینی کرنا اور ان کے ساتھ گفتگو کرنا، سب اعزاز میں داخل ہے کتوں کی طرح ان کو دور کرنا چاہئے اور اگر کوئی دنیاوی غرض ان کے متعلق ہو جو ان کے بغیر حاصل نہ ہوتی ہو۔ تو پھر بھی بے اعتباری کے طریق کو مد نظر رکھ کر بقدر ضرورت ان کے ساتھ میل جول رکھنا چاہئے اور کمال اسلام تو یہ ہے کہ

اس دنیاوی غرض سے بھی در گزر کریں اور ان کی طرف نہ جائیں۔

حق تعالیٰ نے اہل کفر کو اپنا اور اپنے پیغمبر کا دشمن فرمایا ہے۔ پس ان خدا اور رسول کے دشمنوں کے ساتھ ملنا جلنا اور محبت کرنا بڑا بھاری گناہ ہے کم سے کم ضرر ان کی ہم نشینی اور ملنے جلنے میں یہ ہے کہ احکام شرعی کے جاری کرنے اور کفر کی رسموں کو مٹانے کی طاقت مغلوب ہو جاتی ہے اور دوستی کا حیا اس کے مانع ہو جاتا ہے اور یہ ضرر حقیقت میں بہت بڑا ضرر ہے۔ خدا کا دشمنوں کے ساتھ دوستی و الفت کرنا خدائے تعالیٰ اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی تک پہنچا دیتا ہے۔ ایک شخص گمان کرتا ہے کہ وہ اہل اسلام سے ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان و تصدیق رکھتا ہے۔ لیکن نہیں جانتا کہ اس قسم کے بُرے اعمال اس کے اسلام کی دولت کو پاک وصاف لے جاتے ہیں۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ نفسوں کی شرارت اور بُرے اعمال سے پناہ مانگتے ہیں۔

خواجہ پندارد کہ مردواصل است حاصل خواجہ بجز پندار نیست

ترجمہ خواجہ کرتا ہے گمان واصل ہوں میں لیک حاصل جز گماں کچھ بھی نہیں

ان نابکاروں کا کلام اسلام اور اہل اسلام پر ہنسی ٹھٹھہ کرنا ہے۔ ہر وقت اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ اگر قابو پائیں تو ہم کو اسلام سے باہر کر دیں یا سب کو قتل کر دیں یا کفر میں لوٹا دیں پس اہل اسلام کو بھی شرم چاہئے کہ اَلْحِيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ حیا ایمان سے ہے اور مسلمانی کی عار ضروری ہے۔ ہمیشہ ان کی خواری کے در پے رہنا چاہئے۔ ہندوستان میں اہل کفر سے جزیہ دور ہونے کا باعث یہی ہے کہ اہل کفر اس ملک کے بادشاہوں کے ساتھ ہم نشین ہیں۔ ان سے جزیہ لینے کا اصلی مقصود ان کی ذلت و خواری ہے۔ اور یہ خواری اس حد تک ہے کہ جزیہ کے ڈر سے اچھے کپڑے نہ پہن سکیں اور شان و شوکت سے نہ رہ سکیں اور مال کے لینے سے ہمیشہ ڈرتے اور کانپتے رہیں۔ بادشاہوں کو کیا لائق ہے کہ جزیہ لینے سے منع کریں۔ حق تعالیٰ نے جزیہ کو ان کی خواری کیلئے وضع کیا ہے اس سے مقصود ان کی رسوائی اور اہل اسلام کی عزت اور غلبہ ہے۔

جہود ہر کہ شود کشتہ سود اسلام است

ترجمہ جس قدر ہوں قتل منکر دین کا ہے فائدہ

اہل کفر کے ساتھ بغض و عناد رکھنا دولت اسلام کے حاصل ہونے کی علامت ہے۔ حق تعالیٰ نے کلام مجید میں ان کو نجس اور دوسری جگہ فرمایا ہے۔ پس چاہئے کہ اہل اسلام کی نظروں میں اہل کفر نجس و پلید دکھائی دیں۔ جب ایسا دیکھیں اور جانیں گے، تو ضرور ان کی صحبت سے پرہیز کریں گے اور ان کے

ساتھ ہم نشینی کرنے کو برا سمجھیں گے۔ ان سے کچھ پوچھنے اور اس کے موافق عمل کرنے میں ان دشمنوں کی کمال عزت ہے۔ بھلا جو کوئی ان سے ہمت طلب کرے اور ان کے ذریعے دعا مانگے، وہ کیا فائدہ دے گی جیسا کہ حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلَالٍ ان دشمنوں کی دعا باطل اور بے حاصل ہے۔ مقبولیت کا یہاں کیا احتمال ہے۔ ہاں اس قدر فساد ضرور لازم آتا ہے کہ ان کتوں کی عزت بڑھ جاتی ہے اگر یہ دعا بھی کریں گے تو اپنے بتوں کو درمیان میں وسیلہ لائیں گے تو خیال کرنا چاہئے کہ یہ معاملہ کہاں تک پہنچ جاتا ہے اور مسلمانی کی بو بھی نہیں رہنے دیتا۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ جب تک تم میں سے کوئی دیوانہ نہ ہو جائے مسلمانی تک نہیں پہنچتا اس دیوانہ پن سے مراد یہ ہے کہ کلمہ اسلام کو بلند کرنے کیلئے اپنے نفع ضرر سے درگزر کیا جائے۔ مسلمانی کے ساتھ جو کچھ ہو جائے ہونے دو۔ اگر اس کے ساتھ کچھ نہ ہو، تو کچھ بھی نہیں، کیونکہ مسلمانی خدائے تعالیٰ اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضامندی ہے اور رضائے مولیٰ سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ تَعَالٰى رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ نَبِيًّا وَرَسُوْلًا ہم راضی ہو گئے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے۔ اور اسلام ہمارا دین ہے اور حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے نبی اور رسول ہیں۔ یا اللہ تو ہم کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اول و آخر اسی عقیدہ پر رکھ۔

وقت کے موافق جو کچھ ضروری اور مناسب معلوم ہوا مجمل و مختصر طور پر لکھ کر بھیج دیا ہے۔ بعد ازاں اگر توفیق رفیق ہوئی تو پھر کسی موقع پر اس سے زیادہ مفصل طور پر لکھ کر ارسال کیا جائے گا۔

جس طرح اسلام کفر کی ضد ہے اسی طرح آخرت بھی دنیا کی ضد ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں جمع نہیں ہوتیں۔

دنیا کا ترک دو قسم پر ہے ایک تو یہ ہے کہ بقدر ضرورت کے سوا اس کے تمام مباحات کو ترک کر دیا جائے اور یہ ترک دنیا کی اعلیٰ قسم ہے اور دوسری قسم یہ ہے کہ حرام اور مشتبہ امور سے پرہیز کیا جائے اور مباح امور سے فائدہ اٹھایا جائے یہ قسم بھی خاص کر ان دونوں میں نہایت ہی کم یاب اور عزیز الوجود ہے

آسماں نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالی است پیشِ خاکِ تود

ترجمہ
عرش سے نیچے ہے گرچہ آسماں
لیک اونچا ہے زمیں سے ایچواں

پس ناچار چاندی سونے کے استعمال اور حریری یعنی ریشم کے پہننے وغیرہ سے جن کو شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے حرام کیا ہے پرہیز کرنا چاہئے۔ چاندی سونے کے برتن جو شان و

شوکت کیلئے بناتے ہیں۔ البتہ گنجائش رکھتے ہیں لیکن ان کا استعمال کرنا یعنی ان میں پانی پینا اور کھانا کھانا اور خوشبو ڈالنا اور سرمہ دان بنانا وغیرہ وغیرہ سب حرام ہیں۔

الغرض حق تعالیٰ نے امور مباحہ کا دائرہ بہت وسیع کیا ہے اور ان کے ساتھ عیش و عشرت حاصل کرنے میں امور محرمہ کی نسبت زیادہ لذت وخوشی ہے۔ کیونکہ مباحات میں حق تعالیٰ کی رضامندی ہے اور محرمات میں اس کی نارضامندی۔

عقل سلیم ہرگز پسند نہیں کرتی کہ کوئی شخص اس لذت کیلئے جو بقا بھی نہیں رکھتی۔ اپنے مولیٰ کی نارضامندی اختیار کرے۔ حالانکہ اس محرمہ لذت کے عوض مباح لذت بھی تجویز فرمائی ہے۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی مُتَابَعَۃِ صَاحِبِ الشَّرِیْعَۃِ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت پر استقامت عطا فرمائے۔

حل وحرمت کے معاملہ میں ہمیشہ علمائے دیندار کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور انہی سے پوچھنا چاہئے اور انہی کے فتویٰ کے موافق عمل کرنا چاہئے کیونکہ نجات کا راستہ شریعت ہی ہے اور شریعت کے بعد جو کچھ ہے سب باطل واعتبار ہے۔ فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ حق کے بعد سوائے گمراہی کے کچھ نہیں۔ وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَاٰخِرًا۔

مکتوب ۱۶۴

اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کا فیض ہمیشہ خاص وعام پر وارد ہے۔ اس کے قبول کرنے اور نہ کرنے کا تفاوت اسی طرف سے پیدا ہے۔ حافظ بہاؤالدین سرہندی کی طرف لکھا ہے:۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل واحسان سے شریعت کے سیدھے راستہ پر استقامت بخشے اگرچہ حق تعالیٰ کا فیض خواہ اولاد واموال کی قسم سے ہو اور خواہ ہدایت وارشاد کی جنس سے خاص وعام اور کریمہ ولئیم پر بلا تفرقہ ہمیشہ وارد ہے۔ لیکن بعض فیوض کے قبول کرنے اور بعض کے قبول نہ کرنے میں تفاوت اسی طرف سے پیدا ہے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

گرمی کا سورج دھوبی اور کپڑے پر یکساں چمکتا ہے لیکن دھوبی کا چہرہ سیاہ اور اس کا کپڑا سفید ہو جاتا ہے یہ عدم قبول جناب پاک کی طرف سے روگردانی کے سبب ہے۔ روگرداں کیلئے بدبختی لازم اور نعمت سے محروم رہنا واجب ہے۔

اس جگہ کوئی یہ نہ کہے کہ بہت سے ایسے روگرداں ہیں جو دنیا کی ناز ونعمت میں ممتاز ہیں اور ان کی

روگردانی ان کی محرومی کا باعث نہیں ہوئی۔

جاننا چاہئے کہ وہ در حقیقت نقمت یعنی بد بختی ہے جو استدراج کے طور پر اس کی خرابی کیلئے نعمت کی صورت میں ظاہر کی ہوئی ہے تاکہ اس روگردانی اور گمراہی میں مستغرق رہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِى الْخَيْرَاتِ بَلْ لَا يَشْعُرُوْنَ وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال واولاد سے ان کی امداد کرتے ہیں۔ اور ان کیلئے بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں بلکہ وہ نہیں سمجھتے۔

پس دنیا کا ناز و نعمت جو اعراض و روگردانی کے باوجود حاصل ہو۔ عین خرابی ہے اس سے بچنا چاہئے۔ والسلام۔

مکتوب ۱۶۵

صاحب شریعت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت اور اس کی شریعت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت و بغض و سختی کرنے کی ترغیب میں، سیادت و شرافت کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔

شَرَّفَكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِتَشْرِيْفِ الْمِيْرَاثِ الْمَعْنَوِيِّ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الْقُرَشِيِّ الْهَاشِمِيِّ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا كَمَا شَرَّفَكُمْ بِتَشْرِيْفِ الْمِيْرَاثِ الصُّوْرِيِّ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِيْنًا۔ حق تعالیٰ آپ کو نبی امی قرشی ہاشمی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی باطنی میراث کی خلعت سے بھی مشرف فرمائے جیسا کہ آپ کو ظاہری میراث کی خلعت سے مشرف فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ظاہری میراث عالم خلق سے تعلق رکھتی ہے اور باطنی میراث عالم امر سے جہاں کہ سراسر ایمان و معرفت و رُشد و ہدایت ہے۔

میراث ظاہری کی بڑی نعمت کا شکر یہ ہے کہ باطنی میراث سے آراستہ ہوں اور باطنی میراث سے آراستہ ہونا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل تابعداری کے سوا حاصل نہیں ہوتا۔ پس آپ پر واجب ہے کہ اوامر و نواہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اتباع و اطاعت بجالائیں۔ کیونکہ کمال متابعت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کمال محبت کی فرع ہے۔ ع

اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ هَوَاهُ مُطِيْعٌ

ترجمہ کہ عاشق تابع معشوق ہوتا ہے

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال محبت کی علامت یہ ہے کہ حضور کے دشمنوں کے ساتھ

کمال بغض رکھیں اور ان کی شریعت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت کا اظہار کریں۔ محبت میں مداہنت و چاپلوسی روا نہیں ہے۔ کیونکہ محب اپنے محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے۔ مخالفت کی طاقت نہیں رکھتا اور اپنے محبوب کے مخالفوں کے ساتھ کسی طرح بھی صلح پسند نہیں کرتا دو مختلف اور متفرق محبتیں اکٹھی نہیں ہوتیں اور محبت و بیگانگت باہم جمع نہیں ہوتی۔ دو ضدوں کا جمع ہونا محال ہے ایک کی محبت دوسرے کی عداوت کو مستلزم ہے۔ اس بات میں بخوبی غور و تامل کرنا چاہئے کیونکہ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ آج گزشتہ کا تدارک کر سکتے ہیں لیکن کل جب کہ کام ہاتھ سے نکل چکا تو سوائے ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت　　　　که باکہ باختہ عشق در شب دیجور

ترجمہ　بوقت صبح قیامت ہو جائے گا معلوم

که کالی رات یہ دنیا کی کس طرح گزری

متاع دنیا سراسر غرور و فریب ہے اور آخرت کا ابدی معاملہ اسی پر مترتب ہے چند روزہ زندگانی کو اگر سید الاولین آخرین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تابعداری میں بسر کیا جائے تو نجات ابدی کی امید ہے ورنہ کچھ نہیں۔ خواہ کوئی ہو اور عمل خیر ہی کیوں نہ بجالایا ہو۔

محمد عربی کہ آبروئے ہر دو سرا است　　　　کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سر او

ترجمہ　ہیں محمد سیّد کونین عزت دو جہاں کی

پڑے خاک اس کے سر پر جو نہیں ہے خاک اس در کی

متابعت کی اس بڑی دولت کا حاصل ہونا پورے طور پر دنیا کے ترک کرنے پر موقوف نہیں ہے تا کہ مشکل نظر آئے بلکہ اگر زکوٰۃ مفروضہ بھی بالفرض ادا ہو جائے تو مضرت کے نہ پہنچنے میں کلی ترک کا حکم رکھتا ہے۔ کیونکہ مال مزکی ضرر سے نکل جاتا ہے۔

پس دنیاوی مال سے ضرر دور کرنے کا علاج اس مال سے زکوٰۃ نکالنا ہے۔ اگرچہ ترک کلی افضل ہے لیکن زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی اس کا کام کر جاتا ہے۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود　　　　ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

ترجمہ　عرش سے نیچے ہے گرچہ آسماں

لیک اونچا ہے زمیں سے اے جواں

پس لازم ہے کہ اپنی تمام ہمت احکام شرعی کے بجالانے میں صرف کرنی چاہئے اور اہل شریعت علماء و صلحا کی تعظیم و عزت بجالانی چاہئے اور شریعت کے رواج دینے میں کوشش کرنی چاہئے اور اہل ہوا و بدعتیوں کو خوار رکھنا چاہئے جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے گویا اسلام کے گرانے میں اس کی مدد

کی۔اور کفار کے ساتھ جو خدا اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن ہیں۔دشمن ہونا چاہئے اور ان کی ذلت وخواری میں کوشش کرنی چاہئے اور کسی وجہ سے ان کو عزت نہ دینی چاہئے اور ان بدبختوں کو اپنی مجلس میں داخل نہ ہونے دینا چاہئے اور ان سے انس ومحبت نہ کرنی چاہئے اور ان کے ساتھ شدت و سختی کا طریق برتنا چاہئے اور جہاں تک ہوسکے کسی امر میں ان کی طرف رجوع نہ کرنا چاہئے اور اگر بالفرض کوئی ضرورت پڑ جائے تو قضائے حاجت انسانی کی طرح چار و ناچار اپنی ضرورت ان سے پوری کرنی چاہئے۔

وہ راستہ جو آپ کے جدِّ بزرگوار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ تک پہنچا دیتا ہے یہی ہے اگر اس راستہ پر نہ چلیں تو اس پاک جناب تک پہنچنا مشکل ہے۔ہائے افسوس۔

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سَعَادَ وَدُوْنَهَا　　قَلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ خُيُوْفُ

ترجمہ　ہائے جاؤں کس طرح یار تک
راہ میں ہیں پرخطر کوہ اور غار

زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم　　کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ　غم دل اس لئے تھوڑا کیا اظہار ہے میں نے
کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سُن سُن کے دل تیرا

مکتوب ۱۶۶

اس بیان میں کہ چند روزہ ناپائدار حیات پر مدار نہ رکھنا چاہئے اور تھوڑی سی فرصت میں ذکر کثیر کے ساتھ مرض قلبی کے علاج کا فکر کرنا چاہئے جو نہایت ہی ضروری ہے ملا محمد امین کی طرف لکھا ہے:۔

اے میرے مخدوم کب تک اپنے اوپر مادر مہربان کی طرح کانپنا چاہئے اور کب تک اپنے اوپر غم و غصہ سے پیچ وتاب کھانا چاہئے۔اپنے آپ کو اور سب کو مردہ سمجھنا چاہئے اور بے حس و حرکت چند جماد خیال کرنا چاہئے۔اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ نص قاطع ہے۔اس تھوڑی سی فرصت میں مرض قلبی کے علاج کا فکر جو نہایت ہی ضروری ہے،ذکر کثیر کے ساتھ کرنا چاہئے اور اس تھوڑی سی مہلت میں رب جلیل کی یاد سے باطنی مرض کا علاج کرنا چاہئے جو نہایت ہی اعلیٰ و اعظم مقصد ہے وہ دل جو غیر کا گرفتار ہے۔اس سے خیر کی کیا امید ہے اور وہ روح جو کہتر یعنی دنیا کی طرف مائل ہے اس سے نفس امارہ بہتر ہے۔وہاں تو سلامتی قلب طلب کرتے ہیں اور خلاصی روح چاہتے ہیں اور ہم کوتہ اندیش ہمہ تن روح

وقلب کی گرفتاری کے اسباب حاصل کرنے کی فکر میں ہیں ہائے افسوس کیا کیا جائے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

دوسری عرض یہ ہے کہ ضعف ظاہری کے باعث کچھ اندیشہ نہ کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ صحت و عافیت سے بدل جائیگا۔ ہمارا دل اس سبب سے جمع ہے۔ جامہ فقرا جو آپ نے طلب کیا تھا وہ پیراہن بھیجا گیا ہے اس کو پہنیں اور اس کے نتائج و ثمرات کے منتظر رہیں۔ کیونکہ وہ بڑی برکت والا ہے۔

ہر کہ افسانہ بخواند افسانہ ایست　　　وانکہ نقدش دید خود مردانہ ایست

ترجمہ　جس نے افسانہ کہا افسانہ ہے

جس نے دیکھا نقد وہ مردانہ ہے

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور جس نے حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۱۶۷

تمام جہانوں کی پرورش کرنے والے خدائے بیچون و بیچگون کی عبادت کرنے اور ہندوؤں کے جھوٹے خداؤں سے بچنے کی ترغیب میں ہردے رام ہندو کی طرف لکھا ہے۔

جس نے اس طائفہ علیہ کی محبت واخلاص کا اظہار کیا تھا:

آپ کے دونوں خط پہنچے دونوں سے فقرا کی محبت اور اس بزرگ گروہ کی طرف التجا کرنے کا حال معلوم ہوا یہ کس قدر بڑی نعمت ہے کہ کسی کو اس دولت سے سرفراز فرمائیں دوسرا یہ ہے کہ

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم　　　تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

ترجمہ: جو حق کہنے کا ہے کہتا ہوں تجھ سے اے میرے مشفق

نصیحت آئے ان باتوں سے تجھ کو یا ملال آئے

جان لے اور آگاہ ہو کہ ہمارا اور تمہارا بلکہ جہان والوں یعنی آسمان و زمین اور اعلیٰ و اسفل والوں کا پروردگار صرف ایک ہی ہے اور وہ بیچون و بیچگون ہے۔ شبہ و مانند سے منزہ اور شکل و مثال سے مبرا ہے پدر و فرزند ہونا اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے اس بارگاہ میں ہمسر اور ہم مثل ہونے کی کیا مجال ہے اتحاد و حلول کی آمیزش اس کی شان میں بری ہے اور کمون و بروز یعنی پوشیدہ ہونے اور ظاہر ہونے کا گمان اس جناب پاک کے حق میں قبیح ہے۔ وہ زمانی نہیں ہے کیونکہ زمانہ اسی کا پیدا کیا ہوا ہے نہ وہ مکانی ہے کیونکہ

مکان اسی کا بنایا ہوا ہے اس کے وجود کی کوئی ابتدا نہیں اور اس کے بقا کی کوئی انتہا نہیں۔ سب قسم کا خیر و کمال اس کی ذات میں ثابت ہے اور سب قسم کا نقص و زوال اس سے مسلوب ہے۔ پس عبادت کے مستحق اور پرستش کے لائق وہی حق سبحانہ وتعالیٰ ہے۔

رام و کرشن وغیرہ جو ہندوؤں کے معبود ہیں اس کی کمینہ مخلوقات میں سے ہیں اور ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ رام جسرتھ کا بیٹا اور لچھمن کا بھائی اور سیتا کا خاوند ہے۔ جب رام اپنی بیوی کو نگاہ میں نہ رکھ سکا تو وہ پھر دوسرے کی کیا مدد کر سکتا ہے عقل دور اندیش سے کام لینا چاہئے اور ان کی تقلید پر نہ چلنا چاہئے۔ بڑی عار کی بات ہے کہ کوئی تمام جہانوں کے پروردگار کو رام یا کرشن کے نام سے یاد کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عظیم الشان بادشاہ کو کمینہ خاکروب کے نام سے یاد کرے۔ رام و رحمٰن کو ایک جاننا بڑی بے وقوفی ہے۔ خالق مخلوق کے ساتھ ایک نہیں ہوتا اور چون و بیچون کے ساتھ متحد نہیں ہوتا۔

رام و کرشن کے پیدا ہونے سے پہلے پروردگار عالم کو رام و کرشن کوئی نہیں کہتا تھا ان کے پیدا ہونے کے بعد کیا ہو گیا کہ رام و کرشن کے نام کو حق تعالیٰ پر اطلاق کرتے ہیں اور رام و کرشن کی یاد کو پروردگار کی یاد جانتے ہیں ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے۔

ہمارے پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام جو ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب گزرے ہیں۔ سب نے خلقت کو خالق کی عبادت کرنے کی ترغیب فرمائی ہے اور غیر کی عبادت سے منع کیا ہے اور اپنے آپ کو بندہ اور عاجز جان کر اس کی ہیبت اور عظمت سے ڈرتے اور کانپتے رہے اور ہندوؤں کے معبودوں نے خلقت کو اپنی عبادت کی ترغیب دی اور اپنے آپ کو معبود سمجھا ہے۔ اگرچہ پروردگار کے قائل ہیں لیکن اپنے آپ میں اس کا حلول و اتحاد ثابت کیا ہے اور اسی باعث سے خلق کو اپنی عبادت کی طرف بلاتے ہیں اور اپنے آپ کو معبود کہلایا ہے اور بے کھٹکے محرمات میں پڑے ہیں۔ اس خیال سے کہ معبود کسی چیز سے ممنوع نہیں ہے اپنی خلق میں جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے اس قسم کے بے ہودہ اور فاسد خیالات بہت رکھتے ہیں یہ لوگ خود بھی گمراہ ہو گئے ہیں اور اوروں کو بھی گمراہ کر دیا۔ برخلاف پیغمبروں علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کہ انہوں نے جن باتوں سے مخلوقات کو منع کیا ہے ان سے اپنے آپ کو بھی پورے اور کامل طور پر باز رکھا ہے اور اپنے آپ کو اور انسانوں کی طرح انسان ہی کہتے رہے ہیں۔

بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

ترجمہ: دیکھ دونوں میں کس قدر ہے فرق

مکتوب ۱۶۸

سلسلہ علیہ نقشبندیہ کی بلند شان اور ان لوگوں کے حال کی شکایت بیان کرنے میں

جنہوں نے اس طریقہ شریفہ میں کئی طرح کے محدثات و مخترعات کو رواج دیا ہے اور اس کے مناسب بیان میں مخدوم زادہ امکنگی یعنی خواجہ محمد قاسم کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ سب تعریف اللہ ہی کو ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور صلوٰۃ وسلام ہو حضرت سیّد المرسلین اور ان کی آل پاک پر۔

اس کے بعد بہت سی دعائیں اور بیشمار تحفے مشائخ کرام کے برگزیدہ اور اولیائے عظام کے نتیجہ یعنی سیدھے راستہ پر چلنے والے حضرت مخدوم زادہ سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ کی خدمت شریف میں پہنچا کر اشتیاق و آرزومندی کا اظہار کرتا ہے۔ شعر

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَدُوْنَھَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَھُنَّ حُیُوْفُ

ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک　　　راہ میں ہیں پر خطر کوہ اور غار

مخدوم زادہ کو معلوم ہو کہ اس طریقہ علیہ کی بلندی سنت کے التزام اور بدعت سے اجتناب کے باعث ہے یہی وجہ ہے کہ اس طریقہ کے بزرگواروں نے ذکر جہر سے پرہیز فرمایا ہے اور ذکر قلبی کی طرف رہنمائی کی ہے اور سماع ورقص و تواجد سے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھے ان سے منع کیا ہے اور خلوت وچلہ جو صدر اول میں نہ تھا۔ اس کی بجائے خلوت اور انجمن کو اختیار کیا ہے۔ اسی سبب سے بڑے بڑے نتیجے اس التزام پر مترتب ہوئے ہیں اور بہت قسم کے فائدے اس اجتناب سے حاصل ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان بزرگوازوں کی ابتدا میں مندرج ہے اور ان کی نسبت سب نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ ان کی کلام دلی مرضوں کی دوا ہے۔ اور ان کی نظر باطنی امراض کی شفا ہے۔ ان کی بزرگ توجہ طالبوں کی دونوں جہان کی گرفتاری سے نجات بخشتی ہے اور ان کی بلند ہمت مریدوں کو امکان کی پستی سے وجوب کی بلندی تک پہنچاتی ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند　　　کہ برانداز رہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شاں　　　میبر د وسوسہ خلوت و فکر چلہ را

ترجمہ:

عجب ہی قافلہ سالار ہیں یہ نقشبندی　　　کہ لیجاتے ہیں پوشیدہ حرم تک قافلے کو
دل سالک سے ان کا جذبہ صحبت گھڑی میں　　　مٹا دیتا ہے خلوت کے خیالات اور چلے کو

لیکن ان دونوں میں کہ وہ نسبت شریفہ عنقائے مغرب ہو گئی ہے اور بالکل پوشیدہ ہو گئی ہے اسی گروہ میں سے ایک جماعت نے اس دولت عظمیٰ کے نہ پانے اور اس نعمت اعلیٰ کے گم ہونے سے ہر طرف ہاتھ پاؤں مارے ہیں جو ہر نفیسہ کو چھوڑ کر چند خزف ریزہ یعنی ٹھیکریوں پر خوش ہوئے ہیں اور بچوں کی طرح جوز و مویز پر آرام کیا ہے اور نہایت بیقراری اور حیرانی سے اپنے بزرگوں کے طریق کو چھوڑ کر کبھی جہر سے تسلی حاصل کرتے ہیں اور کبھی سماع و رقص سے آرام ڈھونڈتے ہیں اور خلوت در انجمن حاصل نہ ہونے کے سبب سے چلہ اور خلوت کو اختیار کیا ہے اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ایسی بدعتوں کو اس نسبت شریفہ کی متمم اور مکمل خیال کرتے ہیں اور اس بردباری کو عین آبادی گنتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کو انصاف عطا کرے اور اس طریقہ کے بزرگواروں کے کمالات کی خوشبو ان کی جان کے دماغ میں پہنچائے۔ بِحُرْمَتِ النُّوْنِ وَ الصَّادِ وَ بِحُرْمَتِ النَّبِيِّ وَ اٰلِهِ الْاَمْجَادِ عَلَيْهِ وَ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوۃُ والسَّلَامُ

اور چونکہ اس قسم کی بدعتیں اس ملک میں یہاں تک پھیلی ہوئی ہیں کہ بزرگواروں کے اصل طریق کو پوشیدہ کر دیا ہے اور وہاں کے ہر شریف و خسیس نے نئی اور جدید وضع اختیار کر لی ہے اور اصل اور قدیم طریق کی طرف سے منہ پھیر لیا ہے اس لئے دل میں گزرا کہ تھوڑا سا یہ ماجرا اس بلند بارگاہ کے خادموں کی خدمت میں ظاہر کرے اور اس وسیلہ سے اپنی درد دل کو نکالے۔

نہیں معلوم کہ حضرت مخدوم زادہ کی مجلس میں کون سا گروہ ہمنشین ہے اور محفل کا مونس کون سا فرقہ ہے۔

خوابم بشد از دیدہ دریں فکر جگر سوز   کاغوش کہ شد منزل آسائش خوابت

ترجمہ: تمام رات نہ اس غم سے مجھ کو نیند آئی

کہ سویا کس کی بغل میں تو رات بھر میری جاں

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی پاک جناب کو ان آفات کے عموم سے بچائے اور آپ کی بلند بارگاہ کو اس ابتلاء کے شمول سے محفوظ رکھے۔

میرے مخدوم و مکرم! اس طریقہ علیہ میں ان لوگوں نے یہاں تک احداث و ابداع کو رواج دیا ہے کہ اگر مخالف یہ بات کہیں کہ اس طریق میں بدعت کا التزام اور سنت سے اجتناب ہے تو بجا ہے۔ نماز تہجد کو پوری جمعیت یعنی جماعت سے ادا کرتے ہیں اور اس بدعت کو سنت تروایح کی طرح مسجد میں رواج و رونق بخشتے ہیں اور اس عمل کو نیک جانتے ہیں اور لوگوں کو اس پر ترغیب دیتے ہیں۔ حالانکہ فقہاء نے اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے۔ نوافل کا جماعت سے ادا کرنا نہایت ہی مکروہ کہا ہے اور بعض

فقہاء نے جو تداعی کو جماعت نفل میں کراہت کی شرط قرار دیا ہے۔ انہوں نے بھی جماعت نفلی کا جواز مسجد کے کونے میں مقید کیا ہے اور تین آدمیوں سے زیادہ کی جماعت کو بالاتفاق مکروہ فرمایا ہے اور نیز نماز تہجد کی تیرہ رکعت اس طرح خیال کرتے ہیں کہ بارہ رکعت کھڑے ہو کر ادا کرتے ہیں اور دو رکعت بیٹھ کر تا کہ ایک رکعت کا حکم پیدا کرے کیونکہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے ثواب سے آدھا ہے۔ حالانکہ یہ علم و عمل بھی سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مخالف ہے۔

حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تیرہ رکعت ادا فرمائی ہیں ان میں وتر بھی شامل ہیں اور نماز تہجد کی رکعتوں کا فرد اور طاق ہونا رکعاتِ وتر کے طاق ہونے سے پیدا ہوا ہے نہ کہ جیسا کہ ان بزرگواروں نے خیال کیا ہے

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم — کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ: غم دل اس لئے تھوڑا کیا اظہار ہے میں نے
کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سُن سُن کے دل تیرا

تعجب کی بات ہے کہ بلاد ماوراء النہر ہی میں جو علمائے حق کا ماویٰ و مسکن ہے اس قسم کی بدعتیں رواج پا گئی ہیں اور اس قسم کی مخترعات اور من گھڑت باتیں شائع ہو گئی ہیں۔ حالانکہ ہم فقیر انہی کی برکات سے علوم شرعیہ حاصل کرتے ہیں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ اور اللہ تعالیٰ ہی بہتری کی طرف الہام کرنے والا ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَ اِيَّاكُمْ عَلٰى جَادَّةِ الشَّرِيْعَةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ وَ يَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْداً قَالَ اٰمِيْناً اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔

مکتوب ۱۶۹

شیخ عبدالصمد سلطان پوری کی طرف لکھا ہے اس کے اس سوال کے جواب میں کہ مرید نے اپنے پیر سے کہا کہ اگر خاص وقت میں جب کہ میں حق تعالیٰ کے ساتھ ہوں تو درمیان آ جائے تو میں تیرے سر کو تن سے جدا کر دوں گا اور پیر نے اس بات کو پسند کیا اور بغل میں لے لیا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ وَ اٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ اَجْمَعِيْنَ ۔ اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

آپ کا شریف اور لطیف خط جواز روئے کرم کے صادر فرمایا تھا پہنچ کر خوشی کا باعث ہوا اس میں ایک استفسار لکھا تھا جس کے جواب میں لکھا جاتا ہے کہ میرے مخدوم! سب سے بڑھ کر اعلیٰ مقصود اور بزرگ مطلوب حق تعالیٰ کی جناب میں واصل ہونا ہے چونکہ طالب ابتدا میں مختلف تعلقات کے باعث کمال آلودگی اور تنزل میں ہے اور حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کمال پاکیزگی اور بلندی میں ہے اور وہ مناسبت جو طالب و مطلوب کے درمیان فیض لینے یا دینے کا سبب ہے مسلوب ہے۔ اس لئے رستہ جاننے والے تجربہ کار پیر کی ضرورت ہے جو دونوں کے درمیان بمنزلہ برزخ کے ہو اور دونوں طرف سے حظ وافر رکھتا ہو تاکہ طالب کے مطلوب تک پہنچنے کا واسطہ ہو جائے اور جس قدر طالب کو مطلوب کے ساتھ مناسبت پیدا ہوتی جائے گی اسی قدر پیر اپنے آپ کو درمیان سے الگ کرتا جائے گا اور جب طالب کی اپنے مطلوب سے کامل مناسبت پیدا ہو گئی۔ تو پیر نے پورے طور پر اپنے آپ کو درمیان سے الگ کر لیا اور اپنے وسیلہ کے بغیر طالب کو مطلوب سے واصل کر دیا۔ پس ابتدا اور توسط میں پیر کے آئینے کے بغیر مطلوب کو نہیں دیکھ سکتے اور انتہا میں آئینہ پیر کے وسیلہ کے سوا مطلوب کا جمال جلوہ گر ہوتا ہے اور وصل عریانی حاصل ہو جاتا ہے اور یہ جو کہا ہے کہ اگر پیر اس وقت حاضر ہو تو میں اس کے تن سے سر جدا کر دوں یہ دیوانہ پن ہے کیونکہ استقامت والے لوگ ایسا نہیں کہتے اور بے ادبی کی راہ پر نہیں چلتے اور اپنی تمام مرادوں کو پیر ہی کی برکات سے حاصل کرتے ہیں۔ والسلام

مکتوب ۱۷۰

اس بیان میں کہ آدمی کو جس طرح حق تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے بجالانے سے چارہ نہیں ہے ویسا ہی خلق کے حقوق ادا کرنے اور ان کے ساتھ غم خواری کرنے سے چارہ نہیں اور اس کے مناسب بیان میں شیخ نور کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

میرے سعادت مند بھائی! آدمی کو جس طرح حق تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے بجالانے سے چارہ نہیں ہے۔ ویسے ہی خلق کے حقوق کو ادا کرنے اور ان کے ساتھ غم خواری کرنے سے بھی چارہ نہیں ہے۔ اَلتَّعْظِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰهِ وَالشَّفْعَةُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم اور خلق اللہ پر شفقت کرنا) انہی دو حقوق کے ادا کرنے کا بیان فرماتا ہے اور دونوں طرف کو مد نظر رکھنے کی ہدایت کرتا ہے۔ پس ان دونوں میں سے صرف ایک ہی پر اختصار کرنا سراسر قصور ہے اور کل کو چھوڑ کر جزو پر کفایت کرنا کمالیت سے دور ہے پس خلق کے حقوق کو ادا کرنا اور ان کے ایذا کو برداشت کرنا ضروری ہے اور ان کے

ساتھ حسن معاشرت یعنی اچھی طرح رہنا سہنا واجب ہے۔ بد دماغی اور لا پروائی اچھی نہیں۔

ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنین عالم است نازکی کے راست آید بار میباید کشید

ترجمہ: گرچہ عاشق حسن میں ہو خود جہاں کا نازنین

عاشقوں کا نازنین ہونا سراسر غلط ہے

چونکہ آپ مدتوں صحبت میں رہے ہیں اور پند و نصیحت بہت سنے ہیں اس لئے طول کلامی سے منہ پھیر کر چند فقروں پر اختصار کیا گیا۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ اِيَّاكُمْ عَلٰى جَادَةِ الشَّرِيْعَةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ والسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راستے پر قدم رکھے۔

مکتوب ۱۷۱

اس بیان میں کہ جو کچھ فقرا پر لازم ہے وہ ہمیشہ محتاج اور ذلیل رہتا ہے۔ اور بندگی کے وظیفوں کو ادا کرنا۔ حدود شرعیہ کی محافظت۔ سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت۔ گناہوں کے غلبہ کا مشاہدہ عالم الغیب کے انتقام کا خوف وغیرہ ملا طاہر بدخشی کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ اٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ اللہ رب العلمین کی حمد ہے اور اس کے رسول سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر درود و سلام ہو۔

جو کچھ ہم فقیروں پر لازم وہ یہ ہے کہ ہمیشہ ذلیل و محتاج اور عاجز اور روتے اور التجا کرتے رہیں۔ بندگی کے وظیفوں کو بجا لائیں۔ شرعی حدود کی محافظت اور سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کریں اور نیکیوں کے حاصل کرنے میں نیتوں کو درست رکھیں اور اپنے باطنوں کو خالص اور اپنے ظاہروں کو سلامت رکھیں اور اپنے عیبوں کو دیکھتے رہیں اور گناہوں کے غلبہ کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ علام الغیوب کے انتقام سے ڈرتے رہیں اور اپنی نیکیوں کو تھوڑا سمجھیں۔ اگرچہ بہت ہوں اور اپنی برائیوں کو بہت خیال کریں اگرچہ تھوڑی ہوں اور خلقت کی قبولیت اور شہرت سے ڈرتے رہیں۔

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ **بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يُّشَارَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فِيْ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ** آدمی کے لئے اتنا ہی شر کافی ہے کہ دین یا دنیا میں انگشت نما ہو مگر جس کو اللہ بچائے اور اپنے فعلوں اور نیتوں کو تہمت زدہ خیال کریں۔ اگرچہ وہ صبح کی سفیدی کی طرح ہوں اور احوال و مواجید کی پرواہ نہ کریں اگرچہ صحیح و مطابق ہوں صرف دین کی تائید اور مذہب کی تقویت اور

شریعت کو رواج دینے اور خلقت کو حق کی طرف دعوت کرنے ہی سے کسی پر اعتبار نہ کر لینا چاہئے اور نہ ہی اس کو اچھا سمجھنا چاہئے جب تک کہ سنت کی متابعت پر اس کی استقامت معلوم نہ کر لیں کیونکہ اس قسم کی تائید کبھی کافر و فاجر سے بھی ہو جاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ اللہ تعالیٰ اس دین کو مرد فاجر سے مدد دے گا جو مرید طلب کے لئے آئے اور مشغولی کا ارادہ ظاہر کرے اس کو شیر و ببر کی طرح جاننا چاہئے اور ڈرنا چاہئے کہ مبادا اسی طرح سے اس کی خرابی مطلوب ہو اور اس کے حق میں یہ امر استدراج ہو اور اگر بالفرض کسی مرید کے آنے میں خوشی و سرور اپنے آپ میں معلوم کریں تو اس کو کفر و شرک جانیں اور ندامت اور استغفار سے اس کا ایسا تدارک کریں کہ اس سرور کا کچھ اثر باقی نہ رہے بلکہ اس خوشی کے بجائے خوف و حزن پیدا ہو اور اچھی تاکید کریں کہ مرید کے مال میں طمع اور اس کے دنیاوی منافع میں توقع پیدا نہ ہو جائے کیونکہ یہ بات مرید کی ہدایت کے مانع اور پیر کی خرابی کا باعث ہے کیونکہ وہاں تو بالکل خالص دین طلب کرتے ہیں۔ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ خبردار دین خالص اللہ ہی کے لئے ہے شرک کو اس بارگاہ میں کسی طرح گنجائش نہیں اور جان لیں کہ ہر قسم کی ظلمت اور کدورت جو دل پر طاری ہو جائے وہ توبہ و استغفار اور ندامت و التجا سے اچھی طرح دور ہو سکتی ہے مگر وہ ظلمت و کدورت جو دنیا کمینی کی محبت سے دل پر چھا جائے اور اس کو بدمزہ اور خراب کر دے اس کا دور کرنا نہایت مشکل اور کمال دشوار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سچ فرمایا ہے کہ حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم اور آپ کو دنیا اور دنیاداروں کی محبت اور ان کی صحبت و ہم نشینی سے بچائے۔ کیونکہ یہ زہر قاتل اور مرض مہلک اور بری بلا اور عام بیماری ہے۔ میرے سعادت مند بھائی شیخ حمید بڑی اچھی طرح ان حدود کی طرف جانے والے ہیں۔ ان سے تازہ اور نئی باتوں کے سننے کو غنیمت جانیں۔ والباقی عند التلاقی۔

مکتوب ۱۷۲

ان بعض خاص اسرار کے بیان میں جو خواص میں سے بہت تھوڑوں کو نصیب ہوتے ہیں اور اس بیان میں کہ عارف اس مقام میں اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر معلوم کرتا ہے اس کا کیا سبب ہے اور شریعت روشن کے ظاہر کے ساتھ اس کے مطابق کرنے اور اس کے مناسب بیان میں شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے:

حمد و صلوٰۃ کے بعد میرے عزیز بھائی کو معلوم ہو کہ شریعت کے لئے ایک صورت یعنی ظاہر ہے

اور ایک حقیقت یعنی باطن ہے اس کی صورت وہ ہے جو علمائے ظاہر اس کے بیان کرنے کے ذمہ دار ہیں اور اس کی حقیقت وہ ہے جس سے صوفیہ علیہ ممتاز ہیں۔ شریعت کی صورت کا نہایت عروج سلسلہ ممکنات کی نہایت تک ہے۔ بعد ازاں اگر وجوب کے مرتبوں میں سیر واقع ہو۔ تو صورت حقیقت کے ساتھ مل جائے گی اور اس آمیزش کا معاملہ بھی شان علم کے عروج تک ہے۔ جو سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعین کا مبدء ہے۔ اس کے بعد اگر ترقی واقع ہو تو صورت وحقیقت دونوں کو وداع کرینگے ۔اگر عارف کا معاملہ شان حیات سے جا پڑے گا اور اس عظیم الشان شان کو عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے یہ شان حقیقی شیونات سے ہے۔ جس کو اضافت کی گرد نہیں پہنچی تاکہ جہان سے تعلق پیدا کرے اور یہ شان مقصود کا دروازہ اور مطلوب کا مقدمہ ہے۔ اس مقام میں عارف اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے۔ لیکن چونکہ محفوظ ہے اس لئے شریعت کے دقائق میں سے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کرتا اور وہ لوگ جو اس اعلیٰ دولت سے مشرف ہوئے ہیں بہت ہی تھوڑے ہیں اور اگر ان کی تعداد بیان کی جائے تو بہت ہی کم نکلیں گے اور صوفیوں میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اس مقام عالی کے ظلال تک پہنچے ہیں کیونکہ ہر مقام عالی کے لئے اسفل میں اس کے ظلال میں سے ایک ظل ہے۔ انہوں نے سمجھا ہے کہ قدم دائرہ شریف سے باہر رکھا ہے اور پوست کو چھوڑ کر مغز تک پہنچ گئے ہیں یہ مقام صوفیوں کے قدموں کے پھسلنے کی جگہ ہے۔ بہت سے ناقص اس طریق سے الحاد وزندقہ میں جا گرے ہیں اور شریعت اغر کی تابعداری سے سر نکال لیا ہے۔ ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا اور کامل لوگ جو ولایت کے درجوں میں سے کسی درجہ میں مشرف ہوئے ہیں اور اس مقام عالی کے ظلال میں سے کسی ظل میں اس معرفت کو حاصل کیا ہے اگرچہ اس مقام کے اصل تک نہیں پہنچے۔ لیکن محفوظ ہیں اور شریعت کے آداب میں سے کسی ادب کو فرو گزاشت کرنا پسند نہیں کرتے۔ اگرچہ اس معرفت کے بھید کو نہیں جانتے اور اصل معاملہ کو نہیں سمجھتے اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے اس فقیر پر اس معما کا بھید منکشف ہو گیا ہے اور اصل معاملہ جیسا کہ چاہئے واضح روشن ہو گیا ہے اس کا تھوڑا سا ماجرا معرض بیان میں لاتا ہے شاید کہ ناقص راہ راست پر آجائیں اور کاملوں پر حقیقت معاملہ ظاہر ہو جائے۔

جاننا چاہئے کہ شرعی تکلیفات قالب اور قلب پر مخصوص ہیں کیونکہ تزکیۂ نفس انہی پر موقوف ہے اور وہ لطیفے جو دائرہ شریعت سے باہر قدم رکھتے ہیں وہ ان کے ماسوا ہیں۔ پس جو شریعت سے مکلف ہے وہ ہمیشہ مکلف ہے اور وہ جو مکلف نہیں ہے وہ ہر گز مکلف نہیں ہوگا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ سلوک سے پہلے لطائف ایک دوسرے سے ملے جلے ہوتے ہیں اور قلب

سے جدائی نہیں رکھتے جب سیر و سلوک سے ہر ایک کو ایک دوسرے سے جدا کیا اور اپنے اصلی مقام میں پہنچایا تو معلوم ہوا کہ مکلّف کون تھا اور غیر مکلّف کون۔

سوال: اگر کہیں کہ اس مقام میں عارف اپنے قلب اور قالب کو بھی دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ہم کہتے ہیں کہ وہ پانا تحقیقی نہیں ہے بلکہ تخیلی ہے اور اس تخیل کا منشا قلب و قالب کا ان لطائف میں سے جنہوں نے قدم باہر رکھا ہے۔ زیادہ لطیف لطیفے کے رنگ میں رنگا جانا ہے اور اگر یہ کہیں کہ اگرچہ صورت شریعت کی تکلیفات قلب و قالب پر مخصوص ہیں۔ لیکن شریعت کی حقیقت کو قلب سے آگے بھی گنجائش ہے تو پھر مطلق شریعت سے قدم باہر رہنے کے کیا معنیٰ ہوئے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ شریعت کی حقیقت بھی روح و سر سے آگے نہیں گزرتی اور خفی و اخفیٰ تک نہیں پہنچتے اور قدم باہر رہے ہوئے حقیقت میں یہی خفی اور اخفیٰ ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ اور حقیقت حال کو اللہ ہی جانتا ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ جَمِیْعَ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی مُتَابَعَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ اَتَمُّھَا وَ اَکْمَلُھَا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب ۱۷۳

ایک سوال کے جواب میں مع بعض اسرار غریبہ کے بیان میں جو کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی نفی و اثبات کے متعلق ہیں۔ میر محمد نعمان کی طرف لکھا ہے:

حمد و صلوٰۃ کے بعد سیادت کی پناہ والے کو معلوم ہو کہ آپ نے پوچھا تھا کہ جب جو کچھ دید و دانش میں آئے کلمہ لا کے ساتھ اس کا نفی کرنا ضروری ہے کیونکہ مطلوب مثبت و دید و دانش کے ماوراء ہے۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مشہود بھی نفی کے لائق ہو اور مطلوب مثبت اس کے ماوراء ہیں متحقق ہو۔

اے بھائی! حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی باوجود اس قدر بلند شان ہونے کے بشر تھے اور حدوث و امکان کے داغ سے داغدار تھے۔ بشر خالق بشر کی نسبت کیا معلوم کر سکتا ہے اور ممکن واجب کی نسبت کیا حاصل کر سکتا ہے اور حادث قدیم کو کیسے احاطہ کر سکتا ہے لَا یُحِیْطُوْنَ بِہٖ عِلْمًا نص قاطع ہے۔ شیخ عطار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

نے بنی کہ شاہے چوں پیمبر　　نیافت فقر کل تورنج کم بر

ترجمہ: نہ پایا جب کہ محمد نے فقر کا کل گنج — تو اس کے لینے کی خاطر اٹھانا نہ مطلق رنج

اے عزیز یہ مقام تفصیل چاہتا ہے گوش ہوش سے سننا چاہیئے۔

جاننا چاہیئے کہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے دو مقام نفی اور اثبات اور نفی و اثبات میں سے ہر ایک کے دو اعتبار ہیں۔

اول یہ کہ جھوٹے خداؤں کی عبادت کے استحقاق کی نفی کی جائے اور حق تعالیٰ کو عبادت کا مستحق ثابت کیا جائے۔

دوسرا اعتبار یہ ہے کہ غیر مقصود مقصودوں اور غیر مطلوب مطلوبوں کی نفی کی جائے اور مطلوب حقیقی اور مقصود اصلی کے سوا کچھ ثابت نہ کیا جائے اور اعتبار اول میں کمال پہلے یہ ہے کہ جو کچھ معلوم و شہود ہوا ہے سب لا کے نیچے داخل ہو جائے اور اثبات کی جانب میں کلمہ مستثنیٰ کے تکلم سے سوا کچھ ملحوظ نہ ہو۔ کچھ مدت کے بعد جب کہ بصیرت تیزی پیدا کر لیتی ہے اور مطلوب کے راہ کی خاک کے سرمہ سے سرمگیں ہو جاتی ہے تو مستثنیٰ بھی مستثنیٰ منہ کے رنگ میں مشہور ہوتا ہے۔ باوجود اس کے سالک اپنے آپ کو اس مشہود کے ماوراء میں گرفتار ہوا ہوا پاتا ہے اور اپنے مطلوب کو اس کے باہر طلب کرتا ہے کیونکہ اس کمال کی ابتدا میں جو کچھ لا کے نیچے داخل ہوا تھا سب کا سب دائرہ ممکنات سے تھا جو عبادت کا استحقاق نہ رکھتا تھا اور اس کلمہ طیبہ کے تکرار کی برکت سے اس معبود سے جو عبادت کے مستحق ہیں جدا ہوا تھا۔ لیکن ضعف بصیرت سے مرتبہ وجوب کو جو عبادت کے لائق ہے اور کلمہ اِلَّا سے مثبت ہوا ہے نہیں دیکھتا تھا اور کلمہ مستثنٰے کے تکلم کے سوا اس مقام سے کچھ نصیب نہ رکھتا تھا لیکن قوت بصیرت کے بعد مستثنیٰ بھی مستثنیٰ منہ کے رنگ میں مشہود ہوا اور جب مرتبہ وجوب اللہ جل شانہ کے اسماء و صفات کا جامع ہے اور سالک کی ہمت کا متعلق احدیت مجردہ ہے جس مقام میں عبادت کا استحقاق بھی عبادت کے عدم استحقاق کی طرح رستہ میں رہ جاتا ہے اس لئے اپنے مقصود کو اسماء و صفات کے ماوراء میں طلب کرتا ہے اور اس کے ماسوا کی گرفتاری سے کنارہ کشی کرتا ہے۔

چو دل با دلبرے آرام گیرد — زوصلِ دیگرے کے کام گیرد
نہی صد دستہ ریحاں پیش بلبل — نخواہد خاطر ش جز نگہت گل
زمہر آتش چو در نیلوفر افتد — تماشائے مہش کے در خور افتد
چو خواہد تشنہ جانے شربتِ آب — نیفتد سود مندش شکرِ ناب

ترجمہ:

ہوا دلبر سے جب کہ دل کو آرام — اسے پھر وصل سے اَوروں کے کیا کام

رکھے سودستہ ریحاں کر تو لا کر　　سوا گل کے نہیں بلبل کو خوشتر

پڑے جب نیلوفر میں تاب خورشید　　رکھے پھر چاند کی وہ کیسے امید

پیاسا جب کہ مانگے مجھ کو دو آب　　بری ہے اس کے حق میں شکر ناب

اور اعتبار ثانی میں کہ جس سے مقصود غیر مقصودہ مقصودوں کی نفی ہے۔

کمال یہ ہے کہ مرتبہ وجوب کا شہود بھی مراتب امکانی کے شہود کی طرح لا کے تحت میں داخل ہو جائے اور جانب اثبات میں مستثنیٰ کے تکلم کے سوا کوئی چیز ملحوظ نہ ہو

چہ گوئیم با تواز مرغ نشانہ　　کہ باعنقا بود ھم آشیانہ

زعنقاہست نامے پیش مردم　　زمرغ من بود آں نام ہم گم

ترجمہ: کہوں کیا مرغ کا تجھ سے نشانہ　　جو عنقا کے رہے ہم آشیانہ

مگر ہے نام عنقا سب کو معلوم　　مرے اس مرغ کا ہے نام معدوم

اور حق یہ ہے کہ اعلیٰ فطرت اور بلند ہمت اسی قسم کے مطلوب کی خواہاں ہے کہ اس سے کچھ بھی ہاتھ میں نہ آئے۔ بلکہ ذرہ گرد بھی اس کے ادراک کے دامن کو نہ لگے۔

روئیت اخروی یعنی آخرت کا دیدار حق ہے لیکن مجھ کو اس کا تصور بیقرار کئے جاتا ہے۔ لوگ روئیت اخروی کے وعدہ پر مسرور و محفوظ ہیں۔ لیکن میری گرفتاری غیب الغیب کے سوا کسی سے نہیں ہے بلکہ تمام ہمت اس امر کی خواہاں ہے کہ مطلوب کا سر مُو بھی غیب سے شہادت میں نہ آئے اور گوش سے آغوش میں نہ پہنچے اور علم سے عین کی طرف اسباب نہ لے جائے میں کیا کروں مجھے ایسا ہی پیدا کیا ہے

ہر کسے را بہر کارے ساختند

ترجمہ: ہر کام کے لئے ہے پیدا کیا ہر اک کو

اگرچہ اس مقام میں بہت سی دیوانہ پن کی باتیں رکھتا ہوں لیکن ادب سے لب نہیں ہلا سکتا ہوں۔

جنونم از جیت ذوفنون است

مرا دیوانہ پن ہے یار پُر فن سے

عمر بگزشت وحدیث دردما آخر نہ شد　　شب بآخر شد کنوں کوتاہ کنم افسانہ را

ترجمہ: عمر گزری پر نہ قصہ درد کا آخر ہوا

رات آخر ہو گئی کرتا ہوں افسانہ کو بس

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَکْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا اور حضرت محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۱۷٤

اس بیان میں کہ اس راہ کے دیوانے اس معیت کے ساتھ تسلی حاصل نہیں کرتے اور اس قرب نما بُعد سے تسکین نہیں پاتے بلکہ وہ قرب چاہتے ہیں جو بُعد نما ہو اور وہ وصل ڈھونڈتے ہیں جو ہجر کی مانند ہو اور اس بیان میں کہ وہ واقعہ جو لکھا تھا وہ جن کا ظہور اور اس کا باطل تصرف تھا۔ خواجہ اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے:

میرے عزیز بھائی کا مکتوب پہنچا چونکہ فقرا کی محبت اور اس بلند گروہ کی طرف التجا کرنے کے حال سے بھرا ہوا تھا اس واسطے خوشی کا باعث ہوا۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کو اپنا نقدِ وقت جانیں لیکن جان لیں کہ اس راہ کے دیوانے اس معیّت سے تسلّی حاصل نہیں کرتے اور اس بُعد نما قُرب سے تسکین نہیں پاتے بلکہ ایسا قرب چاہتے ہیں جو بعد نما ہو اور ایسا وصل ڈھونڈتے ہیں جو ہجر کی مانند ہو۔ تسویف و تاخیر کو تجویز نہیں کرتے اور تعطیل و تعجیل کو برا خیال کرتے ہیں۔ وقت کی نقدی کو بیہودہ زیب و زینت میں صرف نہیں کرتے اور عمر کے سرمایہ کو بے فائدہ ملمع امور میں تلف نہیں کرتے۔ شریف سے خسیس کی طرف میلان نہیں کرتے اور پسندیدہ کو چھوڑ کر غضب کی ہوئی کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اپنے آپ کو چرب اور شیریں لقموں کے بدلے نہیں بیچتے اور باریک و آراستہ کپڑوں کیلئے غلامی اختیار نہیں کرتے۔ وہ اس بات سے علم رکھتے ہیں کہ شاہی تخت کو تعلقات کی پلیدیوں سے آلودہ رکھیں اور اس بات سے ننگ رکھتے ہیں کہ ملک خداوندی میں لات وعزیٰ کو شریک بنائیں۔ اے بھائی وہاں تو فقط دین خالص طلب کرتے ہیں۔ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ اور شرکت کا غبار پسند نہیں فرماتے لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ اگر تو نے شریک کیا تو تیرا سب عمل اکارت گیا۔ گھڑی بھر کے لئے اپنے حال میں غور کریں۔ اگر دین خالص ہے تو آپ کو بشارت و مبارک ہو اور اگر نہیں تو واقع کا علاج وقوع سے پہلے پہلے کرنا چاہئے وہ واقع جو آپ نے لکھا تھا وہ جن کا ظہور اور اس کا باطل تصرف تھا اور اس کا اس قسم کا تصرف اور ظہور طالبوں پر بہت واقع ہوتا ہے۔ آپ کچھ غم نہ کریں۔ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا شیطان کا مکر ضعیف ہے اور اگر پھر ظہور کرے تو کلمہ تمجید لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کے تکرار سے اس کے مکر کو دفع کریں۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَكْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۱۷۵

احوال کی تلوینات اور تمکین کے حاصل ہونے اور حدیث قدسی لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ کے معنیٰ کے بیان میں حافظ محمود کی طرف لکھا ہے:

میرے بھائی کا مکتوب شریف وصول ہوا۔ آپ نے اپنے احوال کی تلوینات کا کچھ حال لکھا ہوا تھا۔ جاننا چاہئے کہ سالکوں کو خواہ وہ ابتدا میں ہوں خواہ انتہا میں احوال کی تلونیات سے چارہ نہیں ہے۔ حاصل کلام کہ اگر وہ تلوین قلب پر ہے تو وہ سالک ارباب قلوب میں سے ہے اور ابن الوقت کے نام سے موسوم ہے اور اگر قلب تلوین سے نکل گیا اور احوال کی غلامی سے آزاد ہو کر مقام تمکین میں پہنچ گیا تو اس وقت احوال متلونہ نفس پر وارد ہوتے ہیں۔ جو مقام قلب میں اس کی خلافت میں بیٹھا ہے۔ یہ تلوین تمکین کے حاصل ہونے کے بعد ہے اور اس تلوین والے کو اگر ابوالوقت کہیں تو بجا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے نفس بھی تلوینات سے گزر گیا اور تمکین واطمینان کے مقام تک جا پہنچا۔ تو اس وقت تلوینات کا وارد ہونا قالب پر ہے جو امور مختلفہ سے مرکب ہے۔ یہ تلوین دائمی ہے کیونکہ تمکین قالب کے حق میں متصور نہیں۔ اگرچہ لطائف میں سے زیادہ لطیف بطفہ کے رنگ میں رنگا ہوا ہو کیونکہ وہ تمکین جو اس انصباغ کی طرف سے ہو کر آتی ہے۔ وہ بطریق تبعیت ہے اور احوال متلونہ کا وارد ہونا بطریق اصالت ہے اور اعتبار اصل کا ہے۔ نہ کہ فرع اور تبع کا اور اس مقام والا اخص خواص میں سے ہے اور حقیقت میں ابوالوقت بھی یہی ہے اور ہو سکتا ہے کہ حدیث لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے اور بعض نے وقت سے وقت مستمرہ یعنی دائمی مراد رکھا ہے اور بعض نے وقت نادر اس کے معنی اسی بیان کی طرف راجع ہوں کیونکہ بعض لطائف کی نسبت بطریق استمرار ہے اور بعض کی نسبت بطریق ندرت۔ پس کچھ خلاف نہیں ہے۔

غرض ظاہر کو شریعت روشن سے آراستہ کر کے باطنی سبق کے تکرار پر ہیشگی کریں۔

اندرایں بحر بے کرانہ چو غوک　　　دست وپائے بزن چہ دانی بوک

ترجمہ: مثل مینڈک ہاتھ پاؤں اپنے مار　　　ہے بڑا یہ بحر ناپیدا کنار

میرے عزیز بھائی مولانا محمد صدیق آگرہ میں ہیں ان کی ملاقات کو غنیمت جانیں۔

مکتوب ۱۷۶

اس بیان میں کہ وقتوں کی محافظت اس راہ کی ضروریات میں سے ہے تاکہ بیہودہ امور میں تلف نہ ہو جائیں۔ ملا محمد صدیق کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ

بندوں پر سلام ہو۔

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرءِ اِشْتِغَالُهٗ بِمَا يَعْنِيْهِ وَ اِعْرَاضُهٗ عَمَّا لَا يَعْنِيْهِ فائدے کے کام میں مشغول ہونا اور لائعنی اور بیہودہ کاموں سے منہ پھیرنا آدمی کے حسن اسلام کا نشان ہے۔ پس اپنے وقتوں کی محافظت ضروری ہے تاکہ بیہودہ کاموں میں برباد نہ ہوجائیں۔ شعر خوانی اور قصہ گوئی کو دشمنوں کا نصیب جان کر خاموشی اور باطنی نسبت کی حفاظت میں مشغول ہونا چاہئے اس طریق میں یاروں کا باہم جمع ہونا باطن کی جمعیت کے لئے ہے نہ کہ دل کی پراگندگی کے لئے یہی وجہ ہے کہ انجمن کو خلوت پر اختیار کیا ہے اور جمعیت کو اجتماع سے حاصل کیا ہے وہ اجتماع جو تفرقہ کا باعث ہو اس سے الگ رہنا لازم ہے۔ باطنی جمعیت کے ساتھ جو کچھ جمع ہو جائے مبارک ہے اور جو کچھ جمع نہ ہو منحوس و نامبارک ہے اس طرح زندگی بسر کرنی چاہئے کہ انسان کی صحبت میں لوگوں کو جمعیت حاصل ہو نہ اس طرح کہ تفرقہ میں ڈال دے۔ اپنے ورق کو الٹانا چاہئے اور گفتار کو چھوڑ کر خاموشی اختیار کرنی چاہئے اب شعر گوئی۔ بحث و جھگڑے اور باہم گفتگو کرنے کا موقع نہیں ہے۔

چہ وقت مدرسہ وبحث وکشف وکشاف است

ترجمہ: کشف اور کشاف کے پڑھنے کا اب کیا وقت ہے

والسلام۔

مکتوب ۱۷۷

اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی آرائے صائبہ کے موافق عقائد درست کرنے کی ترغیب میں جمال الدین حسین بدخشی کی طرف لکھا ہے:

خواجہ جمال الدین حسین جوانی کے وقت کو غنیمت جانیں اور جہاں تک ہوسکے حق تعالیٰ کی رضامندی میں صرف کریں۔ یعنی اول لازم ہے کہ اپنے عقائد کو اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی بے خطاراؤں کے موافق درست کریں۔ دوسرا احکام شرعیہ فقہیہ کے موافق عمل کریں اور تیسرا صوفیہ کرام قدس سرہم کے بلند طریقہ پر سلوک کریں۔ وَ مَنْ وُ فِقَ لِهٰذَا فَقَدْ فَوْزًا عَظِيْمًا وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْ هٰذَا فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا جس کو ان سب کی توفیق حاصل ہو گئی وہ دونوں جہان میں بڑا کامیاب ہو گیا اور جو ان سے محروم رہا اس کو بڑا خسارہ حاصل ہوا۔

خواجہ محمد صالح کے فرزندوں کی خدمت و تواضع کو بڑی سعادت سمجھیں کیونکہ وہ خدمت حقیقت میں خواجہ مشار' الیہ کی مدد و اعانت ہے جو خدائے تعالیٰ کے مقبولوں میں سے ہے۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں

ترجمہ: تجھے گنج مقصود بتلایا ہم نے

والسلام۔

مکتوب ۱۷۸

ایک شخص کی سفارش اور سید عالمیان خلاصہ آدمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کی ترغیب میں مرزا مظفر کی طرف لکھا ہے:

عَظَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَجْرَکُمْ وَرَفَعَ قَدْرَکُمْ وَیَسَّرَاَ مَنْ کُمْ وَشَرَّحَ صَدْرَ کُمْ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰاتُ وَالسَّلَامُ اللہ تعالیٰ آپ کو بڑا اجر دے اور آپ کا قدر بلند کرے اور آپ کا کام آسان کرے اور آپ کے سینے کو کھولے بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

جو لوگ اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متخلق ہیں۔ ان کو اس امر کی طرف رہنمائی کرنے کی کیا حاجت ہے کہ وہ کسی کے ساتھ احسان اور حسن معاشرت سے پیش آئیں۔ بلکہ نزدیک ہے کہ وہ دلالت بے ادبی میں داخل ہو۔ لیکن چونکہ انسان احتیاج کے وقت ہر ادنیٰ وحقیر سے پنجہ مارتا ہے اور ہر ضعیف وکمزور سے اپنی تسلی حاصل کرتا ہے اس لئے آپ کو تکلیف دے کر سائلین وحاجت مندوں کی تسلی کی گئی ہے۔

میرے مخدوم! احسان سب جگہ اچھا ہے خاص کر ان لوگوں کے ساتھ جو ہمسائیگی کا قرب رکھتے ہوں۔ بہت ہی بہتر ہے۔ حضرت رسالت خاتمیّت علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑوسی کا حق ادا کرنے میں اس قدر مبالغہ فرمایا کرتے تھے کہ اصحاب کرام کو اس مبالغہ سے گمان ہوتا تھا کہ شاید ہمسایہ کو میراث سے بھی حصہ دلائیں گے ۔

چون چنیں با یک دگر ہمسایہ ایم　　توچو خورشیدی وماچوں سایہ ایم
چہ بدے اے مایۂ بے مائگاں　　گر نگہداری حق ہمسائگاں

ترجمہ: جب کہ ہم آپس میں سب ہمسایہ ہیں　　تو ہے خورشید اور ہم سب سایہ ہیں
کیا ہو پھر اے مایہ بیمائگاں　　گر نگاہ رکھے حق ہمسائگاں

والسلام۔

مکتوب ۱۷۹

نصیحت کے بارے میں میر عبداللہ بن میر نعمان کی طرف لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ میرے فرزند عزیز کو اپنے نام کی طرح بندہ بننے کی توفیق بخشے۔

میرے فرزند! موسم جوانی کو غنیمت جان کر علوم شرعی کے حاصل کرنے اور ان علوم کے مطابق

عمل کرنے میں مشغول رہیں اور کوشش کریں کہ یہ قیمتی عمر بیہودہ باتوں میں صرف نہ ہو جائے اور کھیل کود میں برباد نہ جائے۔

دوسرا یہ کہ تمہارے والد بزرگوار چند روز تک تم سے آملیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ ان کے پہنچنے تک متعلقین کی اچھی طرح خبر رکھیں۔

پدر خویش باش گر مردی

ترجمہ: اگر تو مرد ہے باپ اپنا آپ ہی بن جا

والسلام۔

مکتوب ۱۸۰

پیروں کے بعض ناموروں کے استفسار میں کہ جن میں تردد پیدا ہوا تھا۔ مخدوم زادہ امکنگی یعنی خواجہ ابوالقاسم کی طرف لکھا ہے:

اے میرے مخدوم ومکرم! ان پیروں کے ناموں کی تحقیق میں جو حضرت مولانا امکنگی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کے درمیان گزرے ہیں جو کچھ حضرت محمد باقی رحمتہ اللہ علیہ سے ہم کو پہنچا ہے۔ وہ یہ ہے کہ دو بزرگ ہیں جن میں سے ایک حضرت مولانا خواجہ امکنگی رحمتہ اللہ علیہ کے والد بزرگوار یعنی حضرت مولانا درویش محمد رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے حضرت مولانا محمد زاہد ہیں۔ جو حضرت مولانا محمد درویش کے خال یعنی ماموں ہیں۔ ان دونوں میں مشیخت پناہ خواجہ خاوند محمود ان حدود کی طرف تشریف لائے تھے۔ ملاقات ہوتے ہی حضرت مولانا خواجہ امکنگی کی نسبت گفتگو شروع کی اور کہا کہ یہ کسی سے مجاز نہ تھے۔ اس لئے ابتداء میں مرید نہ بناتے تھے اور عمر کے اخیر میں اس کام کو شروع کیا تھا۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ یہ بزرگ تھے اور تمام ماوراء النہر کے لوگ ان کی بزرگی کے قائل تھے۔ ہرگز یہ بات پسند نہیں کر سکتے کہ انہوں نے ابتداء میں یا اخیر میں بے اجازت مرید بنائے ہوں۔ کیونکہ اس قسم کا عمل خیانت میں داخل ہے۔ ادنیٰ مسلمان پر اس قسم کا ظن نہیں کر سکتے تو پھر اکابر دین پر کیسے کر سکیں۔ پھر خواجہ خاوند محمودؒ نے کہا کہ ایک روز مولانا رحمتہ اللہ علیہ خواجہ کلاں بیدی کی خدمتؒ میں گئے تھے اور خواجہ صاحب خربوزہ کھا رہے تھے۔ مولانا نے بھی خربوزے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ آپ کا خربوزہ پکا ہوا ہے۔ مولاناؒ نے فرمایا آپ گواہی دیتے ہیں کہ ہمارا خربوزہ پکا ہوا ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا خربوزہ پکا ہوا ہے۔ اس وقت مولانا نے مرید بنانے شروع کئے۔

یہ نقل بھی بہت ہی بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ صرف اتنا کہنے سے مولاناؒ نے اپنے آپ کو شیخ

سمجھ لیا اور مرید بنانے شروع کیئے۔

بعد ازاں خواجہ خاوند محمود نے کہا کہ ان بزرگواروں کے یہ دونام جو حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ احرارؒ کے درمیان بتلاتے ہیں اور دوناموں سے مسمیٰ کرتے ہیں یہ خطا ہے۔ انہوں نے اور ناموں سے یاد کیا اور نیز کہا کہ مولانا درویش محمد کو اپنے ماموں سے نسبت نہیں ہے کسی اور شخص سے ہے۔ ان باتوں سے بہت تعجب حاصل ہوا۔ اس لئے جناب کو تکلیف دی گئی ہے کہ ان دو بزرگوں کے نام تحقیق کر کے لکھیں تاکہ کسی کو گفتگو کی مجال نہ رہے اور اجازت کے بارے میں کچھ لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان کی بزرگی خود گواہ عادل ہے باوجود اس کے اگر لکھیں تو طعنہ زنوں کی زبان بند ہو جائے گی۔

دوسرا یہ ہے کہ معلوم نہیں کہ اس قسم کی پریشان باتوں سے خواجہ خاوند محمود کا مقصود کیا ہے اگر ان باتوں کا مقصود ان بے سروسامان فقرا کی کامل طور پر نفی ہے کیونکہ پیر کی نفی مرید کی نفی کو مستلزم ہے تو ان بے سروسامانوں کی نفی کے اور بہت سے طریق ہیں۔ اس غرض کے لئے بزرگوں کی نفی کرنے کی کیا حاجت ہے اور اگر اس کے سوا کچھ اور مقصود ہے اور اصلی طور پر بزرگوں کی نفی کرنی چاہتے ہیں تو یہ بات بھی درست نہیں۔ جیسا کہ یہ بات تھوڑی عقل والے پر بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْهَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ بحرمت سید المرسلین علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیمات، یا اللہ تو ہمارے دلوں کو ہدایت دے کر پھر ٹیڑھا نہ کر اور اپنی جناب سے ہم کو رحمت بخش تو بہت بخشنے والا ہے۔ بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا۔

مکتوب ۱۸۱

حضرت مخدوم زادہ یعنی میاں محمد صادق کی طرف (کہ خدائے تعالیٰ اسکو دوستوں کے سروں پر سلامت و باقی رکھے) لکھا ہے۔ ان کے اس استفسار کے جواب میں کہ کیا سبب ہے کہ مشائخ کی جماعت کو میں دیکھتا ہوں کہ قرب الٰہی کے مرتبوں میں ادنیٰ درجہ رکھتے ہیں لیکن باوجود اسکے مقامات زہد و توکل وغیرہ میں ان کے بڑے درجے ہیں اور بعض مشائخ کو دیکھتا ہوں کہ قرب کے مرتبوں میں فوقیت رکھتے ہیں اور مقامات مذکورہ میں تنزل اور اس کے مناسب بیان میں:-

میرے سعادتمند فرزند نے پوچھا ہے کہ کیا سبب ہے کہ بعض مشائخ کو دیکھتا ہوں کہ قرب الٰہی کے مرتبوں میں ادنیٰ درجہ رکھتے ہیں لیکن مقامات زہد و توکل و ترک و صبر و رضا میں ان کے بڑے بڑے

درجے مفہوم ہوتے ہیں اور بعض مشائخ کو دیکھتا ہوں کہ مراتب قرب میں بڑا درجہ رکھتے ہیں لیکن مقامات زہد و توکل وغیرہ میں ان کے قدم بہت نیچے ہیں اور یہ بات ثابت و مقرر ہے کہ جس قدر یقین اتم ہوگا اسی قدر یہ مقامات اکمل ہونگے اور یقین کا اتم ہونا حق تعالیٰ کے زیادہ قرب کا سبب ہے پس یہ بات چند امروں سے خالی نہیں ہے یا تو ہماری کشفی نظر خطا کرتی ہے کہ قریب کو بعید اور بعید کو قریب جانتی ہے یا اس مقام کے اکمل ہونے کا باعث یقین کے سوا کچھ اور امر ہے۔ یا قرب پر یقین مترتب نہیں ہے تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یقین قرب پر مترتب ہے یعنی جس قدر قرب زیادہ ہوگا اسی قدر یقین زیادہ ہوگا اور ان مقامات کے اکمل ہونے کا سبب بھی یقین کا اتم ہونا ہے نہ کچھ اور امر اور نظر کشفی بھی صحیح ہے۔

حاصل کلام یہ کہ قرب الطف لطائف کو حاصل ہوتا ہے۔ پس یقین بھی انہی کا نصیب ہے اور ان مقامات کا اکمل ہونا بھی چونکہ یقین کے اتم ہونے پر مترتب ہے اس لئے وہ بھی انہی کو حاصل ہوتا ہے۔

پس ہو سکتا ہے کہ کسی بزرگ نے باوجود قرب کے کم ہونے کے لطائف میں سے زیادہ لطیف کے مقامات میں سے کسی مقام میں اقامت اختیار کی ہو اور لطائف میں سے زیادہ کثیف کی طرف رجوع نہ کی ہو اور مقامات مذکورہ میں اس دوسرے بزرگ سے اکمل ہو جو قرب زیادہ رکھتا ہو اور لطائف میں سے زیادہ کثیف کی طرف جو لطیفہ قالب ہے رجوع کی ہو کیونکہ لطیفہ قالب جب اس قرب سے محروم ہے۔ پس یقین بھی اس کے نصیب نہیں ہوگا تو پھر ان مقامات کی اکملیّت کیسے حاصل کر سکے اور وہ بزرگ جس کا رجوع اس لطیفہ کی طرف ہوا ہے اس نے اسی لطیفے کا حکم پیدا کر لیا ہے اور باقی لطائف کے یقینات جو اس کو پہلے حاصل ہوئے تھے۔ سب پوشیدہ ہوگئے ہیں۔ برخلاف اس بزرگ کے جس کا رجوع قالب کی طرف نہیں ہوا۔ اسکا حکم الطف لطائف کا حکم ہے اور قرب و یقین اس کے حق میں استقامت رکھتے ہیں اور اس سے پوشیدہ نہیں ہوئے پس ناچار مقامات مذکورہ میں اتم و اکمل ہوگا۔

لیکن جاننا چاہئے کہ صاحب رجوع جس طرح قرب و یقین میں اکمل ہے۔ اسی طرح مقامات میں اکمل ہے لیکن اس کے ان کمالات کو پوشیدہ کر دیا ہے اور خلق کی دعوت اور خلق کے ساتھ مناسبت حاصل کرنے کیلئے جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے اس کے ظاہر کو عوام الناس کے ظاہر کی طرح کر دیا ہے۔ یہ مقام دراصل انبیائے مرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مقام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابرہیم خلیل الرحمٰن علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دل کا اطمینان طلب فرمایا اور یقین کے حاصل ہونے میں عوام الناس کی طرح رؤیت بصری کے محتاج ہوئے اور حضرت عُزیر علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا اللہ تعالیٰ ان کو مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا۔ اور جس نے رجوع

نہیں کیا۔ اس نے اپنے یقین سے کہا ہے۔ لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ لَمَا ازْدَدْتُ يَقِيْنًا اگر پردہ دور کیا جائے تو پھر بھی میرا یقین زیادہ نہ ہو گا۔

یہ کلام اگر ثابت ہو جائے کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے ہے تو اس کو اس بات پر محمول کرنا چاہئے کہ رجوع حاصل ہونے سے پہلے فرمایا ہو کیونکہ رجوع کے بعد صاحب رجوع عوام الناس کی طرح یقین کے حاصل ہونے میں دلائل و براہین کا محتاج ہے۔ اس درویش کے تمام معتقدات کلامیہ رجوع سے پہلے بدیہی ہو گئے تھے اور ان مستقدات کے یقین کو محسوسات کے یقین سے زیادہ پاتا تھا لیکن رجوع کے بعد وہ یقین مستور ہو گیا اور عوام الناس کی طرح دلائل و براہین کا محتاج ہو گیا۔ ع

چنانچہ پرورشم مے دہند مے رویم

ترجمہ ع پلتا ہوں ویسے ہی میں جیسے کہ پالتے ہیں والسلام

مکتوب ۱۸۲

اس حدیث نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کے بیان میں جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے بعض یاروں کو جنہوں نے اپنے بُرے خطرات کی شکایت بیان کی تھی۔ فرمایا تھا کہ ذٰلِكَ مِنْ كَمَالِ الْاِيْمَانِ یہ کمال ایمان سے ہے اور اس کے مناسب بیان میں ملا صالح، کولابی کی طرف لکھا ہے:-

درویشوں کی ایک جماعت بیٹھی تھی۔ طالبوں کے شیطانی خطروں اور وسوسوں کی نسبت گفتگو شروع ہوئی۔ اس اثنا میں حدیث کے معنی بھی بیان کئے گئے کہ ایک دن حضرت خیر البشر علیہ الصلوۃ والسلام کے بعض اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں اپنے بُرے خطرات کی شکایت کی۔ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ذٰلِكَ مِنْ كَمَالِ الْاِيْمَانِ یہ کمال ایمان سے ہے۔ اس وقت اس حدیث کے معنی اس فقیر کے دل میں اس طرح گزرے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ (اور حقیقت حال کو اللہ ہی زیادہ جانتا ہے) کہ کمال ایمان مراد ہے کمال یقین سے۔ اور کمال یقین کمال قرب پر مترتب ہے اور قلب اور اس سے اوپر کے لطائف کو جس قدر قرب الٰہی زیادہ حاصل ہو گا اس قدر کمال و یقین بھی زیادہ ہو گا اور قالب کے ساتھ اس کی بے تعلقی زیادہ ہو گی۔ اس وقت خطرات قالب میں زیادہ تر ہو نگے۔ اور وسوسے بہت نامناسب ظاہر ہو نگے۔ پس ناچار بڑے خطروں کا سبب کمال ایمان ہو گا۔

پس نہایت النہایت کے منتہی کو جس قدر خطرات زیادہ اور نامناسب ہو نگے۔ اسی قدر ایمان کی اکملیت زیادہ تر ہو گی۔ کیونکہ کمال ایمان اس امر کا مقتضی ہے کہ الطف لطائف کو لطیفہ قالب کے ساتھ

زیادہ بے مناسبتی ہو اور یہ بے مناسبتی جس قدر زیادہ ہوگی۔ اسی قدر قالب زیادہ خالی اور ظلمت و کدورت کے زیادہ نزدیک اور خطرے اور وسوسے اس میں زیادہ ہونگے۔ برخلاف مبتدی اور متوسط کے کہ اس قسم کے خطرات ان کیلئے زہر قاتل ہیں اور باطن کو نقصان دینے والے ہیں۔ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقَاصِرِيْنَ پس تو کم ہمت نہ ہو۔ یہ معرفت اس درویش کے پوشیدہ معارف میں سے ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامُ اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا اور حضرت محمد مصطفٰی صلی علیہ و آلہ الصلوۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۱۸۳

نصیحت کے بارے میں ملا معصوم کابلی کی طرف لکھا ہے:۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کے سیدھے راستے پر استقامت عطا فرمائے اور کلی طور پر اپنی پاک جناب کا گرفتار کرلے۔ امید ہے کہ مختلف تعلقات اور پراگندہ توجہات جنہوں نے ظاہر پر غلبہ پایا ہوا ہے۔ باطنی نسبت کی مانع نہ ہونگی کوشش کریں کہ وہ تخفیف جو تفرقہ ظاہر میں میسر ہے کہیں باطن میں اثر نہ کر جائے اور مطلب تک پہنچنے سے نہ ہٹا رکھے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔

دنیا و مافیہا اس لائق نہیں کہ قیمتی عمر خرچ کر کے اس کو حاصل کریں۔ اطلاع دینا شرط ہے۔ یہ خواب خرگوش کب تک رہے گی۔

اے سرائے دباغ توزندانِ تو　　　　خان و مان تو بلائے جانِ تو

ترجمہ　باغ و بستان سب ترا زندان ہے　　　　خان و ماں سب کچھ بلائے جان ہے

اگر موت سے پہلے کچھ کام کر لیا تو بہتر ورنہ خرابی در خرابی ہے۔ باطنی سبق کو عزیز جاننا چاہئے اور جو کچھ اس کے منافی ہو۔ اس کو دشمن خیال کرنا چاہئے۔

ہرچہ جز عشق خدائے احسن است　　　　گر شکر خوردن بود جاں کندن است

ترجمہ　سوائے عشق حق جو کچھ کہ ہے ہر چند احسن ہے
شکر کھانا بھی گر ہو تو عذاب جان کندن ہے

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔

مکتوب ۱۸۴

حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت کی ترغیب میں قلیج اللہ کی طرف لکھا ہے:۔

میرے فرزند عزیز کا مکتوب مرغوب جو از روئے محبت و اخلاص کے لکھا تھا۔ میر سید خواجہ نے پہنچایا۔ بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ حق تعالیٰ اپنے نبی اور ان کی آل پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل اپنی مرضیات کی توفیق نصیب کرے۔

اے فرزند جو بات کل قیامت کے دن کام آئے گی۔ وہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ہے اور احوال و مواجید اور علوم و معارف اور اشارات و رموز اگر اس متابعت کے ساتھ جمع ہو جائیں تو بہتر اور زہے قسمت۔ ورنہ سوائے خرابی اور استدراج کے کچھ نہیں۔

سید الطائفہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو مرنے کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور ان کا حال پوچھا۔ انہوں نے جواب میں کہا طَارَتِ الْعِبَارَاتُ وَ فَنِيَتِ الْإِشَارَاتُ وَمَا نَفَعَنَا اِلَّا رُكَيْعَاتٌ رَكَعْنَا هَا فِيْ جَوْفِ الَّيْلِ کہ سب عبارتیں اڑ گئیں اور سب اشارتیں فنا ہو گئیں اور ہم کو دو رکعتوں کے سوا جو رات کے درمیان پڑھا کرتے تھے کسی چیز نے نفع نہ دیا۔

فَعَلَيْكُمْ بِمُتَابَعَتِهٖ وَمُتَابَعَةِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَاِيَّاكُمْ وَمُخَالَفَةَ شَرِيْعَتِهٖ قَوْلًا وَعَمَلًا وَاِعْتِقَادًا فَاِنَّ الْاُوْلٰى يُمْنٌ وَبَرَكَةٌ وَالثَّانِيَةُ شُوْمًا وَهَلَكَةٌ پس آپ کو لازم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کے خلفاء راشدین علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت پر ثابت قدم رہیں اور قول و فعل میں شریعت کی مخالفت سے بچیں۔ کیونکہ متابعت میں یمن و برکت ہے اور مخالفت میں بدبختی اور ہلاکت۔

دوسرا وہ رسالہ جو آپ نے بھیجا تھا پہنچا۔ بعض بعض جگہ سے پڑھا گیا۔ نظر میں پسند آیا۔ لیکن تصنیف سے زیادہ ضروری کام در پیش ہے اور اس میں مشغول ہونا نہایت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ والسلام۔

مکتوب ۱۸۵

ایک شخص کی سفارش میں منصور عرب کی طرف لکھا ہے:۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راستہ پر استقامت عطا فرما کر ہمہ تن اپنی جناب پاک کی طرف متوجہ کرے۔

جو کچھ ہم پر اور آپ پر لازم ہے وہ یہ ہے کہ دل کو ماسوائے حق کی گرفتاری سے سلامت رکھیں اور یہ سلامتی تب حاصل ہوتی ہے، جب کہ حق تعالیٰ کے غیر کا دل پر گزر نہ رہے۔ اگر بالفرض ہزار سال تک جیتے رہیں تو بھی اس نسیان کے باعث جو دل کو ماسوائے حق سے حاصل ہے، غیر کا دل پر گزر نہ ہو۔

کار ایں است غیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ: یہی ہے کام باقی ہیچ سب کچھ

باقی مطلب یہ ہے کہ مولانا فضل سرہندی جو آپ کی بلند خدمت میں قیام رکھتا ہے اس کا باپ سرہند میں ہے اور چاہتا ہے کہ ضعف و بڑھاپے کی حالت میں اپنے بیٹے کو مل کر خوش ہو جائے۔ اس لئے اس مطلب کے واسطے فقیر کو وسیلہ بنایا ہے۔ وَالْاَمْرُ عِنْدَ کُمْ بَلْ کُل" مِنْ عِنْدِاللّٰہِ آگے آپ کا اختیار ہے بلکہ سب کچھ اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ والسلام۔

مکتوب ۱۸۶

سنت کی تابعداری اور بدعت سے بچنے کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ ہر بدعت ضلالت ہے۔ کابل کے مفتی خواجہ عبدالرحمٰن کی طرف لکھا ہے:-

عاجزی اور زاری اور التجا اور محتاجی اور ذلت و خواری کے ساتھ ظاہر اور پوشیدہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرتا ہے۔ کہ جو کچھ اس دین میں محدث اور مبتدع پیدا ہوا ہے۔ جو خیر البشر اور خلفائے راشدین علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں نہ تھا۔ اگر وہ روشنی میں صبح کی سفیدی کی مانند ہو۔ اس ضعیف کو ان لوگوں کے ساتھ جو اس بدعت سے منسوب ہیں اس محدث کے عمل میں گرفتار نہ کرے اور مبتدع کے حسن پر فریفتہ نہ کرے۔ بحرمت سید المختار و آلہ الابرار علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

علماء نے کہا ہے کہ بدعت دو قسم پر ہے۔ حسنہ اور سیئہ، حسنہ اس نیک عمل کو کہتے ہیں، جو آنحضرت اور خلفائے راشدین علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے بعد ہوا ہو اور وہ سنت کو رفع نہ کرے اور بدعت سیئہ وہ ہے جو سنت کی رافع ہو۔

یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن اور نورانیت مشاہدہ نہیں کرتا اور ظلمت و کدورت کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتا۔ اگرچہ آج مبتدع کے عمل کو ضعفِ بصارت کے باعث طراوت و تازگی میں دیکھتے ہیں لیکن کل جب کہ بصیرت تیز ہو گی تو دیکھ لیں گے کہ اس کا نتیجہ خسارت و ندامت کے سوا کچھ نہ تھا۔

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت   کہ باکہ باختہ عشق در شب دیجور

ترجمہ بوقت صبح ہو جائے گا روشن روز کی مانند
کہ تو نے عشق میں کس کے گزاری رات ہے ساری

حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مَنْ اَحْدَثَ فِی اَمْرِنَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَرَدٌّ جس نے ہمارے اس امر میں ایسی نئی چیز پیدا کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ بھلا جو چیز مردود ہو وہ حسن کہاں پیدا کر سکتی ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ

وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ اس کے بعد واضح ہو کہ اچھی کلام کتاب اللہ ہے اور بہتر رستہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا رستہ ہے اور تمام امور سے بدتر محدثات ہیں اور ہر ایک بدعت ضلالت ہے۔

اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا حَبْشِيًّا فَاِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِیْ فَسَيَرٰی اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّتِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور اس کے حکموں کو مانو اور اطاعت کرو اگرچہ حبشی غلام ہو۔ کیونکہ تم میں سے جو کوئی میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا پس تمہیں لازم ہے کہ میری سنت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو اور اس کے ساتھ پنجہ مارو۔ اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑو اور نئے پیدا ہوئے کاموں سے بچو۔ کیونکہ ہر نیا امر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی۔ پس جب ہر محدث بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت تو پھر بدعت میں حسن کے کیا معنی ہوئے۔

نیز جو کچھ احادیث سے مفہوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر بدعت سنت کی رافع ہے بعض کی کوئی خصوصیت نہیں۔ پس ہر بدعت سئیہ ہے۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِّنَ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ جب کوئی قوم بدعت کو پیدا کرتی ہے تو اس جیسی ایک سنت اٹھائی جاتی ہے۔ پس سنت سے پنجہ مارنا بدعت کے پیدا کرنے سے بہتر ہے۔

اور حسانؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِیْ دِيْنِهِمْ اِلَّا نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَا يُعِيْدُهَا اِلَيْهِمْ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ کسی قوم نے دین میں بدعت کو جاری نہیں کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس جیسی ایک سنت کو ان میں سے اٹھالیا پھر اللہ تعالیٰ قیامت تک اس سنت کو ان کی طرف نہیں پھیرتا۔

جاننا چاہئے کہ بعض بدعتیں جن کو علماء و مشائخ نے سنت سمجھا ہے جب ان میں اچھی طرح ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سنت کو رفع کرنے والی ہیں:۔

مثلاً میت کے کفن دینے میں عمامہ کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ حالانکہ یہی بدعت رافع سنت ہے کیونکہ عدد مسنون یعنی تین کپڑوں پر زیادتی نسخ ہے اور نسخ عین رفع ہے اور ایسے ہی مشائخ نے شملہ دستار کو بائیں طرف چھوڑنا پسند کیا ہے۔ حالانکہ سنت شملہ کا دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑنا ہے۔ ظاہر

ہے کہ یہ بدعت رافع سنت ہے اور ایسے ہی وہ امر ہے جو علماء نے نماز کی نیت میں مستحسن جانا ہے کہ باوجود ارادہ دلی کے زبان سے بھی نیت کہنی چاہئے۔ حالانکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی صحیح یا ضعیف روایت سے ثابت نہیں ہوا اور نہ ہی اصحاب کرام اور تابعین عظام سے کہ انہوں نے زبان سے نیت کی ہو۔ بلکہ جب اقامت کہتے تھے فقط تکبیر تحریمہ ہی فرماتے تھے۔ پس زبان سے نیت کرنا بدعت ہے اور اس بدعت کو حسنہ کہا ہے اور یہ فقیر جانتا ہے کہ یہ بدعت رفع سنت کی بجائے فرض کو بھی رفع کرتی ہے کیونکہ اس کی تجویز میں اکثر لوگ زبان ہی پر کفایت کرتے ہیں اور دل کی غفلت کا کچھ ڈر نہیں کرتے۔ پس اس ضمن میں نماز کے فرضوں میں سے ایک فرض جو نیت قلبی ہے متروک ہو جاتا ہے اور نماز کے فاسد ہونے تک پہنچا دیتا ہے تمام مبتدعات و محدثات کا یہی حال ہے۔ کیونکہ وہ سنت پر زیادتی ہیں۔ خواہ کسی طرح کی ہوں اور زیادتی نسخ ہے اور نسخ رفع ہے۔

پس آپ پر لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت پر کمربستہ رہیں اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی اقتدا پر کفایت کریں۔ کیونکہ وہ ستاروں کی مانند ہیں جن کے پیچھے چلو گے ہدایت پاؤ گے لیکن قیاس اور اجتہاد کوئی بدعت نہیں کیونکہ وہ نصوص کے معنیٰ کو ظاہر کرتے ہیں۔ کسی زائد امر کو ثابت نہیں کرتے۔ پس داناؤں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا اور حضرت مصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۱۸۷

اس بیان میں کہ مُوصل الی اللہ طریقوں میں سے ربط کا طریق اقرب ہے اور اس بیان میں کہ مرید کیلئے رابطہ ذکر کہنے سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے:۔

وہ خط جو یاروں کی طرف لکھا ہوا تھا نظر سے گزرا۔ اور لکھے ہوئے حال پر اطلاع پائی۔ واضح ہو کہ تکلّف اور بناوٹ کے بغیر مرید کو پیر کے رابطہ کا حاصل ہونا پیر و مرید کے درمیان اسی مناسبت کے کامل ہونے کی علامت ہے جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے اور وصول الی اللہ کیلئے رابطہ سے زیادہ اقرب کوئی طریق نہیں ہے۔ دیکھیں کس دولت مند کو اس سعادت سے بہرہ مند کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ فقرات میں لاتے ہیں۔ ع

سایۂ رہبر بہ است از ذکر حق

ترجمہ: ذکر سے بہتر ہے سایہ پیر کا

بہتر کہنا نفع کے اعتبار سے ہے یعنی رہبر کا سایہ مرید کیلئے اس کے ذکر کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے کیونکہ مرید کو ابھی مذکور کے ساتھ کامل مناسبت نہیں ہے تاکہ ذکر کے طریق سے پورا پورا نفع حاصل کر سکے۔ وَالسَّلَامُ اَوَّلًا و اٰخِرًا.

مکتوب ۱۸۸

ان مسائل کے حل میں جو پوچھے گئے تھے۔ خواجہ محمد صدیق بدخشی کی طرف لکھا ہے:

میرے عزیز بھائی کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ امور گانہ کی نسبت آپ نے دریافت کیا تھا۔ اے محبت کے نشان والے۔ مرتبہ قلب میں بعض لطائف کا پوشیدہ رہنا ان لطائف پر ہی موقوف ہے۔ جن کا متضمن قلب ہے نہ اُن لطائف پر جو قلب کے ماسوا متحقق ہیں کیونکہ مرتبہ قلب میں ان کا پوشیدہ ہونا کچھ معنی نہیں رکھتا۔

دوسرا یہ کہ اس شخص کو جس کی استعداد مرتبہ روح یا قلب تک ہے۔ پیر صاحب کا تصرف اس کو مرتبہ فوق تک پہنچا سکتا ہے۔ لیکن یہاں ایک ایسا دقیقہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق رکھتا ہے جس کا بذریعہ تحریر بیان کرنا مشکل ہے۔

دوسرا یہ کہ جب ظاہر باطن کے رنگ میں اور باطن ظاہر کے رنگ میں رنگا جائے۔ تو پھر کیا مشکل ہے کہ ظاہر کے احکام باطن میں اور باطن کے احوال ظاہر میں پیدا ہو جائیں۔ والسلام

مکتوب ۱۸۹

اس بیان میں کہ فقرا کی یاد کو باوجود بیہودہ تعلقات کے فقرا کے ساتھ بڑی مناسبت ہے اور اس دنیائے کمینی کی تروتازگی پر فریفتہ نہ ہونا چاہئے اور باطنی سبق کو عزیز رکھنا چاہئے اور اس بیان میں کہ احکام شریعت سے سر نہ پھیرنا چاہئے اور منت و حاضری سے قبول کرنے چاہئیں اور اس کے مناسب بیان میں شرف الدین حسین بدخشی کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ اَجْمَعِيْنَ اللہ رب العلمین کی حمد ہے اور ان کی آل پاک پر درود و سلام ہو۔

فرزند ارجمند و عزیز سعادتمند شرف الدین حسین کا خط پہنچا۔ خوشی کا موجب ہوا یہ کس قدر بڑی نعمت ہے کہ باوجود بیہودہ تعلقات کے فقرانے دور از کار کو نہیں بھلایا۔ یہ بات اس نسبت کی شدت سے یاد دلاتی ہے جو افادہ اور استفادہ کا باعث ہے۔ بعض واقعات جو لکھے تھے نیک اور اصلی ہیں اور پہلے باطنی ارتباط پر دلیل ہیں۔

اے فرزند! دنیائے کمینی کی تروتازگی پر فریفتہ نہ ہونا اور اس کے بے فائدہ شان و شوکت پر مفتون

نہ ہونا کہ یہ بے مقدار اور بے اعتبار ہے اگر آج تمہیں یہ بات سمجھ میں نہ آئے تو کل البتہ سمجھ میں آ جائے گی اور کچھ فائدہ نہ دے گی۔

گوشت از بار در گران شدہ است نشنو د نالہ و فغان مرا

ترجمہ: کان تیرے بار در سے ہیں گراں پھر سنیں کیسی میری آہ و فغاں

چاہئے کہ باطنی سبق کو خداوند تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے جان کر اس کے تکرار پر حریص رہیں اور بغیر سستی اور قصور کے پنج وقتی نماز کو جماعت سے ادا کریں اور چالیس میں سے ایک حصہ زکوٰۃ کا احسان کے ساتھ فقرا و مساکین کو دیدیا کریں اور محرمات و مشتبہات سے پرہیز کریں اور مخلوقات پر مشفق اور مہربان رہیں۔ نجات اور خلاصی کا یہی طریق ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۹۰

دوام ذکر الٰہی جل شانہ پر حرص دلانے اور طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم کو اختیار کرنے کی ترغیب میں اور نیز ذکر کی طرز اور اس کے مناسب بیان میں میر محمد نعمان کے فرزندوں میں سے ایک فرزند کی طرف لکھا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ اَجْمَعِيْنَ اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

جان من آگاہ ہو کہ تیری کیا بلکہ سب بنی آدم کی سعادت اور خلاصی اور نجات اپنے مولیٰ کی یاد میں ہے۔ جہاں تک ہو سکے سب اوقات کو ذکر الٰہی میں بسر کرنا چاہئے اور ایک لحظہ بھی غفلت جائز نہ سمجھنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ دوام ذکر حضرت خواجگان قدس سرہم کے طریق میں ابتدا ہی میں میسر ہو جاتا ہے اور ابتدا میں نہایت کے درج ہونے کے طریق پر حاصل ہو جاتا ہے۔ پس طالب کو اس بلند طریقہ کا اختیار کرنا بہت ہی بہتر اور مناسب بلکہ واجب اور لازم ہے۔ پس تجھے چاہئے کہ توجہ کے قبلہ کو سب طرف سے پھیر کر ہمہ تن اس طریقہ علیہ کے بزرگواروں کی بلند بارگاہ کی طرف توجہ کرے اور ان کے باطن پاک سے دعا طلب کرے ابتدا میں ذکر کہنے سے چارہ نہیں۔ چاہئے تو قلب صوری کی طرف متوجہ ہو کہ وہ مضغہ گوشت قلب حقیقی کے لئے حجرہ کی طرح ہے اور ہم اسم اللہ کو اس قلب پر گزارے اور اس وقت قصداً کسی عضو کو برکت نہ دے اور ہمہ تن قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے۔ اور قوت متخیلہ میں قلب کی صورت کو جگہ نہ دے۔ اور اس کی طرف التفات نہ کرے کیونکہ

مقصود قلب کی طرف توجہ کرنا ہے نہ کہ اس کی صورت کا تصور اور لفظ مبارک اللہ کے معنی کو بیچونی اور بیچگونی کے ساتھ ملاحظہ کرنے اور کسی صفت کو اس کے ساتھ شامل نہ کرے اور حاضر و ناظر بھی ملحوظ نہ ہو۔ تاکہ تو ذات تعالیٰ کی بلندی سے صفات کی پستی میں نہ آجائے۔ اور وہاں سے کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرنے میں نہ پڑ جائے اور بیچون کی گرفتاری سے چون کی شہود سے آرام نہ پکڑے کیونکہ جو کچھ چون کے آئینہ میں ظاہر ہو وہ بیچون نہیں ہے اور جو کثرت میں نمودار ہو۔ وہ واحد حقیقی نہیں بیچون کو دائرہ چون کے باہر ڈھونڈنا چاہئے اور بسیط حقیقی کو کثرت کے احاطہ کے باہر تلاش کرنا چاہئے۔ اگر ذکر کہنے کے وقت پیر کی صورت بے تکلف ظاہر ہو تو اس کو بھی قلب کی طرف لے جانا چاہئے اور قلب میں نگاہ رکھ کر ذکر کہنا چاہئے تو جانتا ہے کہ پیر کون ہے۔ پیر وہ شخص ہے جس سے تو خدائے تعالیٰ کی جناب پاک کی طرف پہنچنے کا راستہ سیکھے اور اس راستہ میں تو اس سے مدد و اعانت حاصل کرے۔ صرف کلاہ اور دامنی اور شجرہ جو معروف ہو گیا ہے پیری و مریدی کی حقیقت سے خارج ہے اور رسم و عادت میں داخل ہے۔ ہاں اگر شیخ کامل مکمل سے کوئی کپڑا تبرک کے طور پر تجھے ہاتھ لگے اور اعتقاد و اخلاص کے ساتھ تو اسے پہن کر زندگی بسر کرنی چاہئے۔ تو اس صورت میں بیشمار فائدوں اور ثمروں کے حاصل ہونے کا قوی احتمال ہے اور تجھے جاننا چاہئے کہ خوابیں اور واقعات اعتماد اور اعتبار کے لائق نہیں ہیں۔ اگر کسی نے اپنے آپ کو خواب میں بادشاہ دیکھا یا قطب وقت معلوم کیا تو حقیقت میں ایسا نہیں ہے ہاں اگر خواب اور واقع کے بغیر بادشاہ ہو جائے یا قطب بن جائے تو مسلّم ہے پس جو احوال و مواجید کہ بیداری اور ہوش کی حالت میں ظاہر ہوں وہ اعتماد کے لائق ہیں۔ ورنہ نہیں اور جاننا چاہئے کہ ذکر کا نفع اور اس پر آثار کا مترتب ہونا شریعت کے احکام بجالانے پر وابستہ ہے۔ پس فرضوں اور سنتوں کے ادا کرنے اور محرم و مشتبہ سے بچنے میں اچھی طرح احتیاط کرنی چاہئے اور قلیل و کثیر میں علماء کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور ان کے فتویٰ کے موافق زندگی بسر کرنی چاہئے۔ والسلام

مکتوب ۱۹۱

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ شمری تکلیفات میں بڑی آسانی کو مد نظر رکھا گیا ہے اور بڑی تخفیف فرمائی گئی ہے۔ خان خلدن کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو اس طرف ہدایت کی اور اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے اور بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں۔

ہمیشہ کی سعادت اور دائمی نجات انبیاء (کہ اللہ کی رحمت و سلام ان سب پر عام طور پر اور ان میں سے افضل پر خاص طور پر ہو) کی متابعت پر وابستہ ہے۔ اگر بالفرض ہزارہا سال تک عبادت کی جائے اور کٹھن ریاضتیں اور سخت مجاہدے بجالائے جائیں۔ مگر جب تک ان بزرگواروں کی تابعداری کے نور سے منور نہ ہوں جو کے بدلے بھی نہیں خریدتے اور دوپہر کے سونے کے ساتھ جو سراسر غفلت اور بیکاری ہے اور جو کہ ان بزرگواروں کے حکم سے واقع ہو۔ برابر نہیں کرتے بلکہ ان کو صاف میدان کے سراب کی طرح جانتے ہیں۔ خداوند جل شانہ کی کمال عنایت یہ ہے کہ تمام شرعی تکلیفوں اور دینی امروں میں بڑی آسانی اور سہولت کو مد نظر فرمایا ہے۔

مثلاً رات دن کے آٹھ پہر میں سترہ رکعت نماز کی تکلیف فرمائی ہے کہ ان کے ادا کرنے کا سارا وقت ایک ساعت کے برابر نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ قرأت میں جس قدر میسر ہو سکے اسی پر کفایت کی ہے اور اگر قیام مشکل ہو تو قعود تجویز فرمایا ہے اور قعود کے مشکل ہونے کے وقت پہلو کے بل لیٹ کر ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے اور جب رکوع و سجود مشکل ہو تو ایماء واشارہ کا ارشاد کیا ہے اور وضو میں اگر پانی کے استعمال کرنے پر قدرت نہیں ہو سکتی تو تیمّم کو اس کا خلیفہ بنایا ہے اور زکوٰۃ میں چالیس حصوں میں سے ایک حصہ فقرا اور مساکین کے لئے مقرر فرمایا ہے اور اس کو بھی بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چارپاؤں پر منحصر کیا ہے اور تمام عمر میں ایک ہی بار حج کو فرض کیا ہے اس کے علاوہ خرچ اور سواری اور راستہ کے امن کو اس کے لئے شرط قرار دیا ہے اور مباح کے دائرہ کو وسیع کیا ہے چار عورتیں نکاح کے ساتھ اور لونڈیاں جس قدر چاہیں مباح فرمائی ہیں اور طلاق کو عورتوں کی تبدیلی کا وسیلہ بنایا ہے اور کھانے پینے کی چیزوں میں سے بہتوں کو مباح اور تھوڑوں کو حرام کیا ہے اور وہ بھی بندوں کی بہتری اور فائدے کے لئے۔

مثلاً ایک بدمزہ اور پرضرر شراب کو حرام کیا ہے تو اس کے عوض میں بیشمار فائدہ مند اور خوش ذائقہ اور خوشبودار شربتوں کو مباح کیا ہے عرق لونگ اور عرق دار چینی میں باوجود ان کے خوش مزہ اور خوشبودار ہونے کے اس قدر فائدے اور نفعے ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ بھلا کڑوی اور بدمزہ، تند بو، بدخو، ہوش کو دور کرنیوالی اور پرخطر چیزوں کو خوشبودار اور خوشگوار چیز سے کیا مناسبت ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اس کے علاوہ وہ فرق جو حلال و حرام ہونے کے باعث پیدا ہوتا ہے وہ جدا ہے اور وہ تمیز جو خدائے تعالیٰ کی رضامندی اور اس کی نارضامندی کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہے وہ الگ ہے۔

اور اگر بعض ریشمی کپڑوں کو حرام کیا ہے تو کیا ڈر ہے جب کہ کئی قسم کے قیمتی اور زیب و زینت والے کپڑے اس کے عوض حلال کئے ہیں اور پشمینہ کا لباس جو عام طور پر مباح کیا ہے، ریشمی لباس سے

کئی درجے بہتر ہے۔ باوجود اس کے ریشمی لباس کو عورتوں پر مباح فرمایا ہے کہ اس کے نفعے بھی مردوں ہی کو پہنچتے ہیں اور یہی حال چاندی اور سونے کا ہے کہ ان سے عورتوں کے زیور مردوں ہی کے فائدے کیلئے بنتے ہیں۔ اگر کوئی بے انصاف باوجود اس آسانی اور سہولت کے مشکل اور دشوار جانے تو وہ دلی مرض میں مبتلا اور باطنی بیماری میں گرفتار ہے۔ بہت سے ایسے کام ہیں جن کا کرنا تندرستوں پر نہایت ہی آسان ہے لیکن کمزوروں پر نہایت ہی مشکل ہے اور مرض قلبی سے مراد آسمانی نازل ہوئے احکام کے ساتھ دلی یقین کا نہ ہونا ہے اور یہ تصدیق جو رکھتے ہیں صرف تصدیق کی صورت ہے نہ کہ تصدیق کی حقیقت اور تصدیق کی حقیقت کے حاصل ہونے کی علامت احکام شرعیہ کے بجالانے میں آسانی کا ثابت ہونا ہے۔ وَبِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقَتَادِ ورنہ بیفائدہ رنج اٹھانا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ اللّٰهُ يَجْتَبِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ مشرکوں پر یہ بات بہت ہی بھاری ہے جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے۔ اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے برگزیدہ کرلیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۱۹۲

ایک استفسار کے جواب میں جو اس بارے میں کیا گیا تھا کہ آپ مقام رنگین میں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے برتر ہے، گئے تھے۔ شیخ بدیع الدین سہارنپوری کی طرف لکھا ہے:

میرے عزیز اور سعادت مند بھائی نے دریافت فرمایا تھا کہ گیارہویں عرضداشت میں جو حضرت خواجہ (باقی اللہ) قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں لکھا تھا ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک ایسے رنگین مقام میں پہنچنا میسر ہوا۔ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے برتر ہے اس کلام کے کیا معنی ہیں۔

اے بھائی خدا تجھے ہدایت دے۔ جان لے کہ ہم ہرگز تسلیم نہیں کرتے کہ یہ عبارت تفصیل کو مستلزم ہے۔ جب کہ لفظ ہم بھی واقع ہوا ہے اور اگر تسلیم کیا جائے تو میں کہتا ہوں کہ یہ بات اور دوسری باتیں جو اس عرضداشت میں واقع ہوئی ہیں۔ ان واقعات میں سے ہیں جو اپنے پیر کی طرف لکھے ہیں اور اس گروہ میں یہ بات ثابت و مقرر ہے کہ جو کچھ ظاہر ہوتا رہے خواہ صحیح ہو یا غلط بے تحاشا اپنے پیر کی

طرف ظاہر کرتے رہیں کیونکہ غیر صحیح میں بھی تاویل و تعبیر کا احتمال ہے۔ پس اس کے ظاہر کرنے سے چارہ نہیں اور جس بات کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس معنی کے لحاظ سے اس میں کوئی ممنوع لازم نہیں آتا اور دوسرا حل یہ ہے کہ بزرگوں نے تجویز فرمایا ہے کہ جزئیات میں سے کسی جزئی میں نبی کے سوا کسی اور کو نبی پر فضیلت ثابت ہو جائے تو کچھ ڈر نہیں بلکہ ایسا ہونا واقع ہے جیسا کہ شہدا کے بارے میں ایسی ایسی زیادتیاں واقع ہوئی ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں نہیں ہیں لیکن باوجود اس امر کے کلی فضیلت نبی کیلئے ہے علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام۔

اس لحاظ سے اگر نبی کے سوا غیر کی سیر ان جزئی کمالات میں واقع ہو جائے اور اپنے آپ کو اس مقام میں بلند تر معلوم کرے تو بھی جائز ہے اگرچہ اس مقام کا حاصل ہونا اس کو نبی کی متابعت کے سبب سے ہے اور نبی کو بھی اس مقام سے حدیث مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا (جس نے کسی اچھی سنت کو جاری کیا اس کیلئے اس کا اور اس کے ساتھ عمل کرنیوالے کا بھی اجر ہے) کے موافق کامل حصہ ہے۔ پس جب غیر نبی کے لئے جزئی فضل نبی پر جائز ہو تو نبی کے سوا غیر پر بطریق اولیٰ جائز ہو گا۔ پس کچھ اشکال نہ رہا۔ والسلام

مکتوب ۱۹۳

فرقہ اہل سنت و جماعت کی راؤں کے موافق عقائد کو درست کرنے اور احکام فقیہہ یعنی حلال و حرام و فرض و واجب و سنت و مندوب و مکروہ (جن کا علم فقہ ذمہ دار ہے) کے سیکھنے کی ترغیب میں اور اسلام کی غربت اور اس کی تائید و ترقی کے لئے برانگیختہ کرنے کے بیان میں سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ☆

اَللّٰهُ تَعَالٰى نَاصِرُكُمْ وَ مُعِيْنُكُمْ عَلٰى كُلِّ مَا يَعِيْبُكُمْ وَ يَشِيْنُكُمْ حق تعالیٰ اس چیز پر جو آپ کو عیب دار اور داغ دار کرے آپ کا مددگار اور معاون رہے۔

ارباب تکلیف پر پہلے نہایت ضروری ہے کہ علمائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی راؤں کے موافق اپنے عقائد کو درست کریں کیونکہ عاقبت کی نجات انہی بزرگواروں کی بے خطاراؤں کی تابعداری پر موقوف ہے اور فرقہ ناجیہ بھی یہی لوگ اور ان کے تابعدار ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریق پر ہیں اور ان علوم سے جو کتاب و سنت سے حاصل ہوئے ہیں وہی معتبر ہیں جو ان بزرگواروں نے کتاب و سنت سے اخذ کئے ہیں اور سمجھے ہیں کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ بھی اپنے فاسد عقائد کو اپنے خیال فاسد میں

کتاب و سنت ہی سے اخذ کرتا ہے۔ پس ان کے مفہومہ معانی میں سے ہر معنی پر اعتبار نہ کرنا چاہئے اور ان عقائد حقہ کی درستی کے لئے امام اجل نور پشتی کا رسالہ بہت مناسب اور آسان فہم ہے اپنی مجلس شریف میں اس کا ذکر کرتے رہا کریں لیکن رسالہ مذکورہ چونکہ استدلال پر مشتمل ہے اور اس میں طول وبسط بہت ہے اس لئے کوئی ایسا رسالہ جو صرف مسائل ہی کو شامل ہو بہتر اور مناسب ہے۔ اسی اثنا میں فقیر کے دل میں گزرا کہ اس بارے میں ایک ایسا رسالہ لکھے جو اہل سنت و جماعت کے عقائد پر مشتمل ہو۔ اگر ہو سکا تو جلدی ہی لکھ کر خدمت میں بھیج دیا جائے گا۔

ان عقائد کو درست کرنے کے بعد حلال و حرام و فرض و واجب و سنت و مندوب و مکروہ (جن کا علم فقہ متکفل ہے) کا سیکھنا اور اس علم کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے بعض طالبوں کو فرمائیں کہ فقہ کی کتاب جو فارسی عبارت میں ہو۔ مثل مجموعہ خوانی اور عمدۃ الاسلام کو مجلس میں پڑھتے رہا کریں اور اگر نعوذ باللہ ضروری اعتقادی مسئلوں میں سے کسی مسئلہ میں خلل پڑ گیا تو نجات آخرت کی دولت سے محروم ہو گیا اور اگر عملیات میں سستی واقع ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ توبہ ہی سے معاف کر دیں اور اگر مواخذہ بھی کریں گے تو پھر بھی نجات تو ہو ہی جائے گی پس عمدہ کام عقائد کا درست کرنا ہے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تمام احوال و مواجید ہمیں دے دیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ آراستہ نہ کریں تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے اور تمام خرابیوں کہ ہم پر جمع کر دیں لیکن ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد سے نوازش فرمائیں تو پھر کچھ خوف نہیں رکھتے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ اِيَّاكُمْ عَلٰى طَرِيْقَتِهِمُ الْمَرْضِيَّةِ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْبَشَرِ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین علیہ التحیات و التسلیم کے طفیل طریقہ پسندیدہ پر ثابت قدم رکھے۔

ایک درویش لاہور کی طرف سے آیا ہوا تھا اس نے بیان کیا کہ شیخ جیو پرانی منڈی کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ اور میاں رفیع الدین نے آپ کی التفات کے اظہار کے بعد کہا کہ نواب شیخ جیو نے اپنی حویلی میں جامع مسجد بنائی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ حق تعالیٰ آپ کو زیادہ توفیق عنایت فرمائے۔ مخلصوں اور یاروں کی اس قسم کی باتیں سن کر بہت ہی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

میرے سیادت پناہ مکرم! آج اسلام بہت غریب ہو رہا ہے۔ آج اس کی تقویت میں ایک جیتل کا صرف کرنا کروڑ ہا روپیوں کے بدلے قبول کرتے ہیں۔ دیکھیں کون سے بہادر کو اس دولت عظمیٰ سے مشرف فرماتے ہیں۔ دین کی ترقی اور مذہب کی تقویت ہر وقت خواہ کسی سے وقوع میں آئے بہتر اور زیبا

ہے لیکن اس وقت میں کہ اسلام غریب ہو تا جاتا ہے اہل بیت کے آپ جیسے جوانمردوں سے نہایت ہی زیبااور خوب ہے۔ کیونکہ یہ دولت آپ جیسے بزرگوں کے خاندان کی خانہ زاد ہے۔اس کا تعلق آپ سے ذاتی ہے اور دوسروں سے عارضی حقیقت میں نبی علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اسی عظیم القدر امر کے حاصل کرنے میں ہے۔ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم ایسے زمانہ میں موجود ہوئے ہو کہ اگر اوامر ونواہی میں سے دسویں حصہ کو ترک کرو تو ہلاک ہو جاؤ اور تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے کہ اوامر ونواہی میں سے دسویں حصہ کو بجالائیں گے تو خلاصی پائیں گے اب یہ وقت وہی وقت ہے اور یہ لوگ وہی لوگ ہیں

گوئے توفیق وسعادت درمیان افگندہ اند　　　کس بمیداں درنمے آید سواراں راچہ شد

ترجمہ: پڑا میدان میں ہے گیند توفیق وسعادت کا

ہوا کیا ہے سواروں کو کوئی آگے نہیں بڑھتا

کافر لعین گوبند اور اس کی اولاد کا مارا جانا بہت خوب ہوا اور ہنود مردود کی بڑی شکست کا باعث ہوا۔ خواہ کسی نیت سے اس کو قتل کیا ہو اور خواہ کسی غرض سے اس کو ہلاک کیا ہو بہر حال کفار کی خواری اور اہل اسلام کی ترقی ہے۔

اس فقیر نے اس کافر کے قتل ہونے سے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ بادشاہ وقت نے شرک کے سر کی کھوپڑی کو توڑا ہے۔ واقعی وہ بہت بُت پرست اہل شرک کا رئیس اور اہل کفر کا امام تھا۔ خَذَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اللہ تعالیٰ ان کو خوار کرے۔

اور دین ودنیا کے سردار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعض دعاؤں میں اہل شرک کو اس عبارت میں لعنت ونفرین فرمائی ہے۔

اَللّٰهُمَّ شَتِّتْ شَمْلَهُمْ وَ فَرِّقْ جَمْعَهُمْ وَ خَرِّبْ بُنْيَانَهُمْ وَ خُذْهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُقْتَدِرٍ یااللہ تو ان کی جمعیت کو پراگندہ کر اور ان کی جماعت میں تفرقہ ڈال اور ان کے گھروں کو ویران کر اور ان کو ایسا پکڑ جیسا غالب طاقتور پکڑتا ہے۔

اسلام اور اہل اسلام کی عزت، کفر اور اہل کفر کی خواری میں ہے۔ جزیہ سے مقصود کفار کی خواری اور ان کی اہانت ہے۔ جس قدر اہل کفر کی عزت ہو اسی قدر اسلام کی ذلت ہے۔ اس سر رشتہ کو اچھی طرح نگاہ میں رکھنا چاہئے۔ اکثر لوگوں نے اس سر رشتہ کو گم کر دیا ہے اور بدبختی سے دین کو برباد کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کر اور ان کے ساتھ سختی سے معاملہ کر۔

کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان پر سختی کرنا دین کی ضروریات میں سے ہے۔ کفر کی باقی رسمیں جو پہلے زمانہ میں پیدا ہوئی تھیں۔ اس وقت کے بادشاہ اسلام کو اہل کفر کے ساتھ وہ توجہ نہیں رہی۔ مسلمانوں کے دلوں پر بہت گراں اور بھاری معلوم ہوتی ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ بادشاہ اسلام کو ان بد مذہبوں کی رسموں کی برائی سے اطلاع بخشیں اور ان کے دور کرنے میں کوشش کریں شاید بادشاہ کو ان بقایا رسوم کی برائی کا علم نہ ہو اور اگر وقت کے لحاظ سے مناسب سمجھیں تو بعض علمائے اہل اسلام کو اطلاع دیں تاکہ وہ آکر اہل کفر کی برائی ظاہر کریں۔ کیونکہ احکام شرعی کی تبلیغ کے لئے خوارق و کرامات کا اظہار کرنا کچھ درکار نہیں۔ قیامت کے دن کوئی عذر نہ سنیں گے کہ تصرف کے بغیر احکام شرعی کی تبلیغ نہیں کی۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام جو بہترین موجودات ہیں جب احکام شرعی کی تبلیغ کرتے تھے اور امت کے لوگ معجزہ طلب کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ معجزات خدا کی طرف سے ہیں ہم پر احکام کا پہنچانا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس وقت شاید حق تعالیٰ ایسا امر ظاہر کردے جو ان لوگوں کے حق ہونے کے اعتقاد کا باعث ہو جائے بہر حال مسائل شرعیہ کی حقیقت سے اطلاع دینا ضروری ہے۔ جب تک یہ واقع نہ ہو اس امر کی ذمہ داری علماء اور بادشاہ کی بارگاہ کے مقربوں پر ہے۔ یہ کس قدر بڑی سعادت ہے کہ اس گفتگو میں کسی جماعت کو تکلیف پہنچے۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نے احکام کی تبلیغ میں کون سی تکلیفیں ہیں جو برداشت نہیں کیں اور کیسی کیسی مصیبتیں ہیں جو ان کے پیش نہیں آئیں۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے بہتر و مہتر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ کسی نبی کو ایسی ایذا نہیں پہنچی جیسی کہ مجھ کو ایذا پہنچی ہے

عمر بگذشت وحدیث عشق ما آخر نہ شد　　　شب بآخر شد کنوں کوتاہ کنم افسانہ را

ترجمہ: عمر گزری پر نہ قصہ عشق کا پورا ہوا

رات آخر ہو گئی اب چھوڑتا ہوں ماجرا　　　والسلام۔

مکتوب ۱۹۴

ملت کی ترقی اور دین کی تائید کی ترغیب میں اور اس کے متعلق بیان میں صدر جہان کی طرف لکھا ہے:

سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ عَافَاکُمْ حق تعالیٰ آپ کو سلامت و عافیت سے رکھے۔ احکام شرعیہ کے جاری ہونے اور مذہب مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں کی خواری کی باتیں سن کر ماتم

زدہ مسلمانوں کے دل کو خوشی اور روح کو تازگی حاصل ہوئی۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے اور اللہ مالک وقدیر سے سوال ہے کہ اپنے نبی بشیر ونذیر علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل اس بڑے کام میں زیادتی بخشے مجھے یقین ہے کہ اسلام کے مقتدا یعنی سادات عظام اور علمائے کرام خلوت و جلوت میں اس دین متین کی زیادتی اور اس صراط مستقیم کی تکمیل کے در پے ہونگے۔ یہ فقیر بے سر وسامان اس بارے میں کیا دم مارے۔ اب سنا گیا ہے کہ بادشاہ اسلام اسلامی استعداد کی خوبی سے علماء کا خواہاں ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ سابق میں جو فساد پیدا ہوا تھا۔ وہ علماء ہی کی کم بختی سے ظہور میں آیا تھا۔ اس بارے میں امید ہے کہ پورا پورا تتبع مد نظر رکھ کر علمائے دیندار کے انتخاب کرنے میں پیش دستی کریں گے۔ علماءِ بد دین کے چور ہیں۔ ان کا مقصود ہمہ تن یہ ہے کہ خلق کے نزدیک مرتبہ و ریاست و بزرگی حاصل ہو جائے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَتِهِمْ اللہ تعالیٰ ان کے فتنہ سے بچائے۔ ہاں ان میں سے جو بہتر ہیں۔ وہ سب خلقت سے اچھے ہیں۔ کل قیامت کے دن ان کی سیاہی کو فی سبیل اللہ شہیدوں کے خون کے ساتھ تولیں گے اور ان کی سیاہی کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔ شَرُّ النَّاسِ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ وَ خَیْرُ النَّاسِ خِیَارُ الْعُلَمَاءِ سب لوگوں میں سے بُرے بُرے عالم ہیں اور سب خلقت سے اچھے اچھے عالم ہیں۔

دوسری التماس یہ ہے کہ بعض نیتیں آمادہ کرتی ہیں کہ فقیر اپنے آپ کو لشکر میں پہنچائے۔ لیکن ماہ مبارک رمضان کے نزدیک آنے کے باعث دہلی میں ٹھہرنے کا اتفاق ہو گیا ہے۔ انشاء اللہ اس مبارک مہینے کے گزرنے کے بعد عزیزوں کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔ والسلام

مکتوب ۱۹۵

شریعت کی ترقی پر ترغیب دینے اور اسلام اور اہل اسلام کی کمزوری پر افسوس ظاہر کرنے کے بیان میں صدر جہاں کی طرف لکھا ہے:

سَلَّمَکُمُ اللّٰهُ وَاَبْقَاکُمْ حق تعالیٰ آپ کو سلامت اور باقی رکھے۔ بادشاہوں کا احسان چونکہ تمام خلقت کو حاصل ہے اس لئے مخلوقات کے دل اس مضمون کے موافق کہ جُبِلَتِ الْخَلَائِقُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْهِمْ (مخلوقات اپنے محسن کی محبت پر پیدا کی گئی ہے) اپنے محسنوں کی طرف مائل ہیں۔ پس بادشاہوں کا جتنا جتنا احسان عام لوگوں پر پہنچتا ہے۔ اس ارتباط اور تعلق کے باعث اتنا ہی بادشاہوں کے نیک اور بُرے اخلاق اور بُرے بھلے عادات لوگوں میں اثر کرتے جاتے ہیں۔ اسی سبب سے فرماتے ہیں اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہیں۔ گزشتہ زمانہ کے

کاروبار اس بات کے مصداق ہیں۔

اب جب کہ سلطنتوں میں انقلاب پڑ گیا ہے اور دشمنی اور فساد نے اہل مذہب کو بگاڑ دیا ہے۔ اسلام کے پیشواؤں یعنی بڑے بڑے وزیروں اور امیروں اور بزرگ عالموں پر لازم ہے کہ اپنی تمام ہمت کو روشن شریعت کی ترقی میں لگائیں اور سب سے اول اسلام کے گرے ہوئے ارکان کو قائم کریں۔ کیونکہ تاخیر میں خیریت ظاہر نہیں ہوتی اور غریبوں کے دل اس تاخیر سے نہایت بے قرار ہیں۔ گزشتہ زمانہ کی سختیاں ابھی تک مسلمانوں کے دلوں میں برقرار ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کا تدارک نہ ہو سکے اور اسلام کی غربت اس سے بھی زیادہ ہو جائے۔ جب بادشاہ سنت سنیہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ترقی میں سرگرم نہ ہوں اور بادشاہ مقرب بھی اس بارے میں اپنے آپ کو الگ رکھیں اور چند روزہ زندگانی کو عزیز سمجھیں تو پھر اہل اسلام بیچاروں پر زمانہ بہت ہی تنگ ہو جائے گا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ایک بزرگ فرماتے ہیں

آنچہ از من گم شدہ گر از سلیماں گم شدے　　　ہم سلیماں ہم پری ہم ہرمن بگریستے

ترجمہ: ہوا جو مجھ سے ہے گم گر سلیماں سے وہ گم ہوتا
سلیمان بھی پری بھی دیو بھی ہر ایک خوں روتا

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّھَا　　　صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَا لِیَا

ترجمہ: پڑی ایسی مصیبت آ کے مجھ پر　　　پڑے گردن پہ بن جائے سیاہ رات

اسلامی نشانوں میں سے ایک نشان اسلامی شہروں میں قاضیوں کا مقرر کرنا ہے جو گزشتہ زمانہ میں محو ہو گیا تھا۔ سرہند میں جو اہل اسلام کے بڑے شہروں میں سے ہے کئی سال سے کوئی قاضی نہیں۔

حامل رقعہ ہذا قاضی یوسف کے باپ دادا جب سے سرہند آباد ہوا ہے۔ قاضی ہوتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ بادشاہوں کی اسناد بہت اس کے پاس ہیں اور صلاح و تقویٰ سے بھی آراستہ ہے۔ اگر بہتر سمجھیں تو اس عظیم الشان کام کو اس کے حوالہ فرمائیں۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَۃِ الشَّرِیْعَۃِ الْحَقَّۃِ عَلٰی مَصْدَرِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعت حقہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب ۱۹۶

اس بیان میں کہ وہ راستہ جس کے ہم طے کرنے کے درپے ہیں۔ سب سات قدم ہے اور ہر قدم پر سالک اپنے آپ سے دور اور حق سبحانہ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے منصور

عرب کی طرف لکھا ہے:

آپ کا مرحمت نامہ بڑے نیک وقت میں پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ خاص لوگ عام لوگوں کی یاد سے فارغ نہیں ہیں اور بزرگ لوگ غریبوں کی غم خواری سے خالی نہیں ہیں۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَنَّا خَیْرَ الْجَزَاءِ حق تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا کرے۔

میرے مخدوم!

از ہر چہ میر دو سخن دوست خوش تراست

ترجمہ: بیان جو کچھ کیا جائے کلام یار بہتر ہے

یہ راہ جس کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں۔ سب سات قدم ہے۔ دو قد عالم خلق سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ عالم امر سے۔

پہلے قدم پر جو سالک عالم امر میں لگاتا ہے تجلّی افعال ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے قدم پر تجلی صفات اور تیسرے قدم پر تجلیات ذاتیہ کا ظہور شروع ہونے لگتا ہے۔ پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ ترقی ہوتی جاتی ہے۔ جیسا کہ اس حال کے جاننے والوں پر پوشیدہ نہیں لیکن یہ سب کچھ حضرت سید اولین و آخرین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت پر منحصر ہے اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ یہ راہ صرف دو قدم ہے۔ اس سے ان کی مراد مختصر طور پر عالم خلق اور عالم امر سے ہے۔ تاکہ طالبوں کی نظر میں یہ کام آسان دکھائی دے۔

ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم پر سالک اپنے آپ سے دور ہوتا جاتا ہے اور حق تعالیٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ ان قدموں کے طے کرنے کے بعد فنائے اتم ہے۔ جس پر بقائے اکمل مترتب ہے اور ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حاصل ہونا اس فنا و بقا پر موقوف ہے۔

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

ترجمہ: بڑی اعلیٰ ہے یہ دولت ملے اب دیکھئے کس کو

ہم نامراد فقیروں کو اس قسم کی باتوں سے کیا مناسبت ہے۔ سوائے اس کے کہ اہل کمال کے زلال سے اپنے کام ودہان کو سیراب و شیریں کریں ۔

گر ندارم از شکر جزنام بہر　　　زیں بسے خوش تر کہ اندر کام زہر

آسمان نسبت بعرش آمد فرود　　　ورنہ بس عالی است پیش خاک تو

ترجمہ: گرچہ شکر سے ہمیں حاصل ہے نام　　　زہر سے بہتر ہے پراے نیک نام

عرش سے نیچے ہے گرچہ آسمان　　　لیک ہے اونچا زمیں سے اے جواں

والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۱۹۷

اس بیان میں کہ سعادتمند وہ شخص ہے جس کا دل دنیا سے سرد ہو گیا ہو اور حق تعالیٰ کی محبت کی گرمی سے گرم ہوا اور اس کے مناسب بیان میں پہلوان محمود کی طرف لکھا ہے:

ثَبَّتَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی جَادَۃِ الشَّرِیْعَۃِ اللہ تعالیٰ آپ کو شریعت کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔

سعادت مند وہ آدمی ہے جس کا دل دنیا سے سرد ہو گیا ہو اور حق سبحانہ کی محبت کی گرمی سے گرم ہو گیا ہو۔ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اور اس کا ترک کرنا تمام عبادتوں کا سردار کیونکہ دنیا حق تعالیٰ کی مغضوبہ ہے اور جب سے اس کو پیدا کیا ہے اس کی طرف نہیں دیکھا دنیا اور دنیادار طعن و ملامت کے داغ سے داغدار ہیں۔

حدیث شریف میں ہے اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنٌ وَمَلْعُوْنٌ مَافِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے مگر اللہ کا ذکر۔ جب ذاکر بلکہ ان کے وجود کا ہر ایک رونگٹا اللہ کے ذکر سے پُر ہے تو وہ اس وعید سے خارج ہیں۔ اور دنیاداروں کے شمار میں نہیں۔ کیونکہ دنیا وہ چیز ہے جو دل کو حق تعالیٰ کی طرف سے ہٹا رکھے اور اس کے غیر کے ساتھ مشغول کر دے۔ خواہ وہ مال و اسباب ہو۔ خواہ جاہ و ریاست۔ خواہ ننگ و ناموس۔ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا (منہ موڑ لے اس شخص سے جس نے ہمارے ذکر سے منہ موڑا) نص قاطع ہے جو کچھ دنیا کی قسم سے ہے۔ وہ بلائے جان ہے۔ اہل دنیا دنیا میں ہمیشہ کیلئے تفرقہ میں ہیں اور آخرت میں حسرت و ندامت والوں میں سے دنیا کے ترک کی حقیقت سے مراد اس میں رغبت کا ترک کرنا ہے اور رغبت کا ترک کرنا اس وقت ثابت ہوتا ہے جب کہ اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہو جائے اور اس مطلب کا حاصل ہونا جمعیت والے لوگوں کی صحبت کے بغیر مشکل ہے۔ ان بزرگوں کی صحبت اگر حاصل ہو جائے تو غنیمت جاننا چاہے۔ اور اپنے آپ کو ان کے سپرد کرنا چاہے۔ میاں شیخ مزمل کی صحبت بیشک آپ کے لئے غنیمت ہے۔ اور اس قسم کے عزیز الوجود عزیز سرخ گندھک یعنی اکسیر سے زیادہ نایاب ہیں۔ لیکن اہل کرم کا طریقہ ایثار یعنی غیر کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھنا ہے۔ اگر چند روز کیلئے میاں شیخ مزمل کو رخصت فرمائیں۔ تو بہتر ہے کام سے فارغ ہو کر انشاء اللہ واپس چلے جائیں گے۔ اور غائبانہ اخلاص بھی آپ کو حضور کا سا کام دے گا۔ زیادہ لکھنا سر درد ہے۔

رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ اِیَّاکُمُ الْاِسْتِقَامَۃَ عَلٰی مُتَابَعَۃِ سَیِّدِ الْبَشَرِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ

اَتَمُّهَا وَ مِنَ التَّحِيَّاتِ اَکْمَلُهَا حق تعالیٰ ہم کواور آپ کو حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت پر استقامت عطا فرماوے۔ والسلام والا کرام۔

مکتوب ۱۹۸

*اس بیان میں کہ فقیروں کی دوستی دولتمندوں کے ساتھ اس زمانہ میں بہت مشکل ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں خان خانان کی طرف لکھا ہے۔

فتوحات مکیہ فتوحات مدینہ کی کنجی ہیں۔ بحرمت النبی و آلہ لامجاد علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام آپ کا بزرگ محبت نامہ جو فقیر کے نام ارسال فرمایا تھا پہنچا۔ بڑی محبت کا باعث ہوا آپ کو مبارک ہو۔

میرے مخدوم فقیروں کو دولت مندوں کے ساتھ محبت کرنی اس زمانہ میں بہت مشکل ہے۔ کیونکہ اگر فقرا کچھ کہنے یا لکھنے میں تواضع اور حسن خلق جو فقرا کے لوازم میں سے ہے ظاہر کرتے ہیں۔ تو کوتاہ اندیش لوگ اپنی بدظنی سے خیال کرتے ہیں۔ کہ طامع اور محتاج ہیں اس لئے اس بدظنی سے دنیا و آخرت کا خسارہ حاصل کرتے ہیں۔ اور ان کے کمالات سے محروم رہتے ہیں۔ اگر فقرا استغنا اور لاپروائی سے کہ یہ بھی لوازم فقر سے ہے کوئی بات کریں تو کوتہ نظر اپنی بدخلقی سے قیاس کرتے ہیں کہ متکبر اور بدخلق ہیں اور نہیں جانتے کہ استغناء بھی لوازم فقر سے ہے کیونکہ جمع ضدین اس جگہ محال نہیں ہے۔ حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِجَمْعِ الْاَضْدَادِ میں نے اپنے رب کو ضدوں کے جمع ہونے سے پہچانا اگرچہ اہل نظر اس مقدمہ کو قبول نہیں کرتے اور انکار کرتے ہیں اور محال جانتے ہیں۔ لیکن کچھ غم نہیں۔ کیونکہ ولایت نظر و عقل کی سمجھ سے بالاتر ہے باقی احوال کو مفصل طور پر میر و مولانا عرض کرینگے وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔

مکتوب ۱۹۹

ورد اور مشغول کے قبول فرمانے میں جس کی طلب کی گئی تھی ملا محمد امین کابلی کی طرف لکھا ہے:

مبارک خط جو محبت و اخلاص کی زیادتی سے بھرا ہوا اور دوستی و خلوص پر شامل تھا پہنچا اور خوشی کا باعث ہوا۔ حق تعالےٰ آپ کو عافیت بخشے۔ آپ نے چونکہ کسی ورد کی طلب ظاہر کی تھی اس لئے برادر سعادت مند مولانا محمد صدیق کو بھیجا گیا ہے۔ تاکہ اس طریقہ علیہ کے ذکر میں آپ کو مشغول کریں۔ اور جو کچھ فرمائیں اس کے بجالانے میں بڑی کوشش کریں۔ امید ہے کہ بہت فائدے حاصل ہوں گے چونکہ ذکر کا تلقین کرنا صرف لکھنے ہی سے کافی نہ تھا اور حضور اور صحبت سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لئے

برادر مذکور کو بھیجنے کی تکلیف دی گئی ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۰۰

نفحات کی مشکل عبارتوں کے حل کرنے میں جن کی تشریح طلب کی گئی تھی ملا شکیبی اصفہانی کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ اللہ رب العلمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو

آپ نے فرمایا تھا کہ نفحات کی عبارتوں کی جو واقعی مشکل ہیں شرح کی جاوے اس لئے چند باتیں لکھنے پر دلیری کی۔

میرے مخدوم ومکرم عَیْنُ الْقُضَاۃِ ھَمْدانی رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں کا حال بیان کرتے ہوئے جو بغیر کسی رہبر کے ناسلوک راہ پر چلے فرماتے ہیں کہ ان میں بعض کو مغلوبی نے اپنی پناہ میں نگاہ رکھا اور مستی ان کے سر کی جانبان ہو گئی اور جو کوئی باتمیز تھا اس کے سر کو قطع کر دیا۔

راہ مسلوک سے مراد واللہ اعلم طریق سلوک اور دس مشہور مقامات کا ترتیب وار اور مفصل طور پر طے کرنا ہے۔ اس طریق میں نفس کا تزکیہ قلب کے تصفیہ پر مقدم ہے اور اس میں انابت وتوبہ ہدایت کی شرط ہے۔ اور راہ نامسلوک سے مراد جذبہ اور محبت کا طریق ہے اور اس میں تصفیہ قلب تزکیہ نفس پر مقدم ہے اور یہ اجتباء کا راستہ ہے جس میں انابت وتوبہ کی شرط نہیں اور یہ طریق محبوبوں اور مریدوں کا طریق ہے۔ برخلاف پہلے طریق کے کہ وہ محبّوں اور مریدوں کا طریق ہے۔

پس ان میں سے بعض جو قوی جذبہ اور محبت کا غلبہ (کہ مغلوبی اور مستی اس سے مراد ہے) رکھتے تھے۔ آفاقی اور انفسی یعنی ظاہری اور باطنی شیطانوں کی شرارت سے محفوظ رہے اور ان کے بہکانے اور گمراہ کرنے سے بچے رہے۔ اگرچہ ان کا کوئی رہبر نہ تھا لیکن فضل ایزدی نے ان کی رہبری فرما کر ان کو مطلوب حقیقی تک پہنچا دیا اور ان میں سے جو باتمیز تھا یعنی جذبہ کی قوت نہ رکھتا تھا اور محبت کا غلبہ اس کے حق میں مفقود تھا۔ چونکہ کوئی اس کا رہبر نہ تھا۔ اس لئے دین کے دشمنوں نے اس کو رستہ سے بہکا دیا اور اس کو ہلاک کر دیا اور دائمی موت میں اس کو گرفتار کیا۔

اور منجملہ مغلوبوں کے وہ دو ترک تھے جن کی نسبت حسین قصاب نے رمز واشارہ سے حکایت کی ہے کہ "میں ایک بڑے قافلہ کے ساتھ ایک راستہ میں جا رہا تھا کہ ناگاہ اس قافلہ سے وہ راہ سلوک ہے۔ جو مقامات عشرہ مشہورہ کو مفصل اور ترتیب وار قطع کرنے سے طے ہوتا ہے کیونکہ اکثر مشائخ خاص کر متقدمین اسی طریق سے اپنے مقصد تک پہنچے ہیں اور راہ نامسلوک جو ان دونوں ترکوں نے اختیار کیا اور

حسین قصاب نے اس راہ میں ان کی متابعت کی وہ جذبہ اور محبت کا طریق ہے جو اس مشہور مسلوک راہ کی نسبت وصول الی اللہ کے بہت نزدیک ہے اور اس طریق کا مقدمہ لذت اور آرام پانا ہے۔ جو حس سے بے حس ہونے اور شعور سے بے شعور ہونے کا باعث ہے اور اس حالت سے رات مرادلی ہے اور جب خلق سے یہ بے حس اور بے شعور رہنا حق تعالیٰ کے ساتھ حضور اور شعور کو شامل ہے۔ اس حضور اور شعور کو چاند سے اشارہ فرمایا۔

یہ مقام کچھ بیان کا طالب ہے گوش ہوش سے سننا چاہئے کہ جسد کی تربیت کرنے والی روح ہے اور قالب کا ترتیب کرنیوالا قلب ہے۔ تو اسے جسدی قوت روحانی سے حاصل کئے ہوئے ہیں اور حواس قلبی قلب کی نورانیت سے مستفاد ہیں۔ پس ناچار حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف قلب اور روح کی توجہ کرنے کے وقت جو طریق جذبہ میں لازم ہے۔ ابتدائے حال میں کہ نقص کا وقت ہے جسد کی تدبیر اور قالب کی تربیت میں فتور پڑجاتا ہے جو حس کے بیکار ہونے اور شعور سے بے خبر ہونے کا باعث ہو جاتا ہے۔ اور قویٰ اور اعضا کی سستی تک پہنچادیتا اور بے اختیار زمین پر سلادیتا ہے۔

اس حالت کو شیخ اجل شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ نے فتوحات مکیہ میں سماع روحی سے تعبیر کیا ہے اور وہ سماع جس میں رقص اور حرکت دوری ہے اس کو طبعی سماع کہا ہے اور اس سے منع کرنے میں بڑا مبالغہ کیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ ظاہری غیبت باطنی حضور کو شامل ہے اور یہ جسد کا بے حس ہونا شعور روحی پر مشتمل ہے۔ جس کی تعبیر چاند سے مناسب ہے اب ہم پھر اصل بات کو بیان کرتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ چاند کا سیاہ بادل سے چھپ جانا مراد ہے صفات بشریہ کے ظہور سے جو مبدیوں کے اس حضور و آگاہی کو پردہ میں چھپالیتا ہے اور یہ پردہ میں آجانا احوال کے توسط تک ہی ہے کیونکہ متوسطوں کے لئے یہ استتار نہیں ہے۔ اگرچہ بغیر انتشار کے نہیں ہیں اور ہو سکتا ہے کہ انہی معنوں سے کہا ہو کہ جب آدھی رات ہوئی پھر چاند بادل سے نکلا اور ان دو جوان مردوں کے قدموں کے نشان کو معلوم کیا۔ کیونکہ حالت بسط میں جو حضور و آگاہی کا وقت ہے راستہ روشن ہو جاتا ہے اور مسافت زیادہ طے کی جاتی ہے۔ جب صبح ہوئی یعنی وہ غیبت سے دور ہو گیا اور وہ حضور و آگاہی زیادہ ہو گئی اور خلق کی توجہ کے ساتھ جمع ہوئی۔ اس ظہور سے کنایہ آفتاب کا طلوع ہونا ہے اور پہاڑ سے مراد بشریت کا وجود ہے جو اس وقت اس پر ظاہر ہوا کیونکہ اس طریق میں نفس کا تزکیہ قلب کے تصفیہ کے بعد ہے اور چونکہ وہ دونوں ترک قومی جذبہ اور محبت کا غلبہ رکھتے تھے اس لئے بہادروں کی طرح بشریت کے پہاڑ پر چڑھ گئے اور ایک دم میں اس کے اوپر جا پہنچے اور ایک قسم کی فنا سے مشرف ہوئے اور حسین قصاب میں چونکہ اس طرح کے جذبہ کی قوت نہ تھی بڑی محنت سے اس پہاڑ پر چڑھا لیکن وہ بھی ان ترکوں کی متابعت کی

برکت سے میسر ہوا۔ ورنہ اس کا سر اڑا دیتے اور ہلاک کر دیتے۔

لشکر گاہ عیان ثابتہ کے مرتبہ سے مراد ہے جو حقائق امکانی کے تعینات اور وجوبی علمی تعین کا جامع ہے کہ بے نہایت خیمے ان تعینات سے کنایہ ہے اور ان کے درمیان ایک بڑا خیمہ جس کو سلطانی خیمہ کہا اس سے تعین علمی وجوبی کی طرف اشارہ ہے اور جب حسین قصاب نے سنا کہ وہ سلطانی خیمہ ہے۔ تو خیال کیا کہ اب مطلب کو پہنچ گیا۔ چاہا کہ سکر و مستی کی سواری ہے جس کی مدد کے بغیر یہ راہ طے نہیں ہو سکتا۔ نیچے اترے اور مطلوب کو پا کر آرام کرے ابھی دایاں پاؤں جو روح سے مراد ہے کیونکہ اس راہ نا مسلوک میں قلب و روح کے پاؤں سے چلتے ہیں نہ علم و عمل کے پاؤں سے کیونکہ یہ راہ مسلوک مناسبت رکھتے ہیں اور اول جو مستی سے نکلتا ہے یہی روح ہے اور پھر قلب جس سے مراد بایاں پاؤں ہے) رکاب سے نکالا ہی تھا کہ اس کے کان میں الہام پہنچا کہ سلطان خیمہ میں نہیں ہے اور واقعی اسی طرح ہے اور حسین قصاب چونکہ جذب کی قوت نہ رکھتا تھا۔ تھوڑی سی بشارت سن کر مستی سے نکل آیا اور وہ دو ترک چونکہ جذب قوی اور غلبہ محبت رکھتے تھے۔ اس قسم کی بشارتوں پر فریفتہ نہ ہوئے۔ اور بہادروں کی طرح اوپر چڑھ گئے۔ حسین قصاب اگر ہزار سال تک بھی انتظار کرے۔ ہر گز سلطان کو خیمہ میں نہ پائے گا۔ کیونکہ وہ وراء الوراء ہے۔

قولہ گھوڑے پر چڑھ کر شکار کو گیا ہے۔ یعنی خوبصورت مظہروں اور جلوہ گاہوں پر بیٹھا ہے۔ اور عاشقوں کے دلوں کو شکار کر رہا ہے۔ یہ آواز اور یہ بات حسین قصاب کے فہم و سمجھ کے موافق تھی جو تنزل کے طور پر اس سے کہی گئی۔ ورنہ جس جگہ وہ ذات تعالیٰ و تقدس ہے۔ وہاں بیٹھنا اور شکار کے لئے جانا کچھ معنی نہیں رکھتا۔

لاو ہوا زاں سرائے روز بی   باز گشتند و حبیب و کیسہ تہی

ترجمہ: دریائے معرفت میں ہے سب نے ہاتھ مارا   لیکن کسی نے اس کا دیکھا نہیں کنارا

اس عبارت سے ایک اور معنی خاطر دفاتر میں آئے جو مقام تفرد اور کبریائی کے مناسب ہیں۔ اگرچہ یہ معنی بھی اس پاک بارگاہ جل شانہ کے لائق نہیں ہیں۔ لیکن دوسرے معنوں سے زیادہ بہتر اور مناسب ہیں اور وہ معنی یہ ہیں کہ وحدت پر جو تعین اول ہے اور مرتبہ واحدیت سے بڑھ کر ہے بیٹھا ہے اور چونکہ مرتبہ وحدت میں تمام علمی اور عینی تعینات کا استہلاک اور فنا ہے اس لئے شکار کو جو وحوش و طیور کے ہلاک کا باعث ہے۔ اس مقام کے مناسب جان کر شکار کے لئے گیا ہوا فرمایا۔

شیخ محمد معشوق طوسی اور امیر علی عبو بادشاہ کی شکار گاہ میں پہنچ گئے اور اس کا شکار ہو گئے لیکن معشوق طوسی اقدم اور اقرب ہے اور حسین قصاب بادشاہ کے واپس آنے کی امید پر واحدیت کے خیموں

میں ہی رہا۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْمُرَادِ وَ مَافِیْهِ مِنَ الصَّوَابِ وَالسَّدَادِ اور حقیقت مراد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور بہتری اور صواب اسی کو معلوم ہے۔

میرے مخدوم طریقہ نقشبندیہ قدس سرہم کے بزرگواروں نے اسی نامسلوک راستہ کو اختیار کیا ہے اور یہ غیر مقررہ راستہ ان بزرگواروں کے طریقہ میں مقررہ راہ بن گیا ہے اور بے شمار لوگوں کو اسی راہ سے توبہ و تصرف کے ساتھ مطلب تک پہنچاتے ہیں۔ اسی طریق کے لئے وصول لازم ہے۔ بشرطیکہ پیر مقتدا کے آداب کو مد نظر رکھا جائے کیونکہ اس طریق میں بوڑھے اور جوان اور عورتیں اور بچے وصول میں برابر ہیں بلکہ مردے بھی اس دولت سے امیدوار ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ میں نے حق تعالیٰ سے ایسا طریق مانگا ہے، جو بیشک موصل ہے۔

اور حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ جو آپ کے پہلے خلیفے ہیں۔ اس معنی میں ایک بیت فرماتے ہیں۔

گر نشکستی دل دربان راز　　　　قفل جہاں را ہمہ بکشادے

ترجمہ: اگر نہ ٹوٹا دل رازداں کا　　　　جہاں کے قفل میں سب کھول دیتا

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی طَرِیْقَةِ ھٰٓؤُلَآءِ الْاَکَابِرِ اللہ تعالیٰ ہم کو ان بزرگواروں کے طریقہ پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب ۲۰۱

ایک استفسار کے جواب میں کوچک بیگ حصاری کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ جناب کوچک بیگ حصاری نے پوچھا ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ علوم سب کے سب دو یا تین حرفوں میں مندرج ہیں۔ اس بات کا یقین کریں یا نہ کریں اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ ظاہر اس شخص نے علم و سماع اور کتابوں کے مطالعہ کی رو سے کہا ہوگا۔ کیونکہ متقدمین بزرگوں سے اس قسم کی باتیں سرزد ہوئی ہیں۔

حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ تمام علوم بسم اللہ کی با میں مندرج ہیں بلکہ اس با کے نقطہ میں اور اگر وہ شخص اس بات میں کشف کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا امر دو حال سے خالی نہیں۔ اگر وہ یہ کہے کہ مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ تمام علوم دو تین حرفوں میں عام طور پر مندرج ہیں۔ خواہ ان دو تین حرفوں کو خاص طور پر اسے جتلایا گیا ہو یہ نہ تو صدق کا احتمال رکھتا ہے اور اگر کہے کہ سب علوم کو دو تین

حرفوں کے ضمن میں مجھ پر منکشف کیا ہے اوران دو تین حرفوں کے صفحہ میں تمام علوم کا مطالعہ کرتا ہوں۔ تو وہ جھوٹا مدعی ہے اس کی بات کا یقین نہ کرنا چاہئے وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت پائی اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۰۲

ان لوگوں کے حال پر افسوس کرنے میں جنہوں نے اپنے آپ ان بزرگوں کی سلک ارادت میں داخل کیا ہے اور پھر بے سبب ان بزرگواروں سے قطع تعلق کر لیا ہے مرزا فتح اللہ خان حکیم کی طرف لکھا ہے:

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَ اِيَّاكُمْ عَلَى الطَّرِيْقَةِ الْمُسْتَقِيْمَةِ الْمَرْضِيَّةِ الْمُصْطَفِوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسندیدہ سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔

ایک دن مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کی غیریّت کی نسبت گفتگو ہو رہی تھی کہ اس اثنا میں اس بات کا بھی ذکر درمیان آیا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جنہوں نے اپنے آپ کو ان بزرگواروں کی جماعت میں داخل کیا ہے یا ان کے ضمن میں اپنے آپ کو لائے ہیں اور انہوں نے قبول فرمایا ہے اور پھر بے جہت و بے سبب ان بزرگواروں سے قطع تعلق کیا ہے اور ظن و گمان سے دوسروں کے دامنوں کو جا پکڑا ہے۔ اس ضمن میں آپ کا اور قاضی سنام کا بھی ذکر ہوا تھا۔ یہ بات ٹھیک معلوم نہیں شاید ایک لمحہ تک ہوتی رہی ہو گی اور وہ بھی خاص موقع پر مبنی تھی بعد ازاں خدا نہ کرے کہ فقیر نے کسی مسلمان کو تکلیف دینے کا ارادہ کیا ہو یا دل میں کینہ چھپا رکھا ہو اپنی خاطر شریف کو اس بات سے جمع رکھیں۔

آپ کو معلوم ہو گا کہ ہمارا طریق دعوت اسما کا طریق نہیں ہے اس طریقہ کے بزرگ واروں نے ان اسما کے مسما میں فنا ہونا اختیار کیا ہے اور ابتدا ہی سے ان کی توجہ احدیّت صرف کی طرف ہے اور اسم و صفت سے سوائے ذات کے اور کچھ نہیں چاہتے یہی وجہ ہے کہ اوروں کی نہایت ان کی بدایت میں مندرج ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا ترجمہ: مری بہار کا کر لے قیاس بستاں سے

اب چونکہ اس تذکرہ نے بیشمار نقلوں کی وجہ سے ایک نئی صورت حال پیدا کر لی ہے اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ اس طرف سے کئی قسم کی وہمی باتیں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے ان کے دفع کرنے کے لئے یہ چند کلمے لکھنے کی جرأت کی۔ آپ کی آشنائی سے کچھ زیادہ نہیں ہوتا اور نہ ہی آپ کی نا

آشنائی سے کچھ نقصان پہنچتا ہے۔ صرف آپ کی خیر خواہی ملحوظ و منظور تھی لیکن اَلرَّاضِیْ بِالضَّرَرِ لَا یَسْتَحِقُّ النَّظْرِ (جو اپنے ضرر پر آپ راضی ہو وہ شفقت و مہربانی کا مستحق نہیں ہوتا) مثل مشہور ہے۔ یقیناً جان لیں کہ اس فقیر نے آپ کے ضرر کا ارادہ نہیں کیا اور نہ ہی انشاء اللہ تعالیٰ کرے گا۔ وہ صرف ایک بات تھی جو از روئے غیرت کے جو درویشوں کو ہونی چاہئے۔ مناسب موقع پر کہی گئی تھی دل میں کسی قسم کے فکر کو دخل نہ دیں۔

دوسرا یہ کہ وہ شخص جو اپنے آپ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل جانے اس کا امر دو حال سے خالی نہیں ہے یا وہ زندیق محض ہے یا جاہل صرف چند سال ہوئے کہ اس فقیر نے اس سے پہلے بھی فرقہ ناجیہ اہل سنت کے بارے میں ایک مکتوب آپ کی طرف لکھا تھا۔ پھر تعجب کی بات ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد بھی آپ اس قسم کی باتیں پسند کرتے ہیں۔ وہ شخص جو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کہے اہل سنت و جماعت کے گروہ سے نکل جاتا ہے۔ تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے جو اپنے آپ کو افضل جانے اور اس گروہ میں یہ بات مقرر ہے کہ اگر کوئی سالک اپنے آپ کو خسیس کتے سے بہتر جانے تو وہ ان بزرگواروں کے کمالات سے محروم ہے۔

سلف کا اجماع اس بات پر منعقد ہوا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ وہ بڑا ہی احمق ہے جو اس اجماع کے بر خلاف کرے۔

اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی جو ایک مرتبہ خیر البشر علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں پہنچا۔ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو خیر التابعین ہیں کئی درجے بہتر ہے۔

پس ایسے شخص کے حق میں اس قسم کی باتوں کا خیال کرنا عقل دور اندیش سے دور ہے جس عبارت سے لوگوں کے دلوں میں یہ وہم پیدا ہوا ہے اس کو غور سے دیکھنا چاہئے اور اصل معاملہ کو سمجھنا چاہئے۔ صرف حاسدوں کی تقلید کرنی مناسب نہیں حالانکہ مشائخ عظام نے غلبہ سکر میں بہت نا مناسب باتیں کہی ہیں۔ چنانچہ شیخ بسطام رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں لِوَائِیْ اَرْفَعُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ میرا جھنڈا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جھنڈے سے بلند ہے تو ایسی باتوں سے افضل ہونے کا گمان نہیں کر سکتے کہ یہ عین زندقہ ہے اور فقیر کی کلام میں تو اس قسم کی باتوں کا ذکر تک بھی نہیں ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۰۳

اس بزرگ گروہ کی محبت کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ ان کا ہم نشین بد بختی سے محفوظ ہے اور اس کے مناسب بیان میں ملا حسینی کی طرف لکھا ہے:

اَحْسَنَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَحْوَالَکُمْ وَ اَصْلَحَ اَعْمَالَکُمْ وَ اٰمَالَکُمْ اللہ تعالیٰ آپ کے احوال کو اچھا کرے اور آپ کے اعمال اور مقصودوں کو نیک کرے۔

مکتوب شریف جو فقرا کی محبت پر مبنی تھا پہنچا اور بڑی خوشی حاصل ہوئی حق تعالیٰ اس بلند گروہ کی محبت کو دن بدن زیادہ کرے اور ان کی نسبت نیاز مندی کو سرمایہ روزگار بنائے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کے بموجب ان کا محب انہی کے ساتھ ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا۔

حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے کہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کے سوائے خدائے تعالیٰ کے چند ایسے فرشتے ہیں جو راہ گزروں اور بازاروں میں اہل ذکر کی تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ جب وہ ذاکروں کے گروہ کو کہیں ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ آؤ تمہارا مطلب حاصل ہو گیا۔ پس جمع ہو کر اپنے پروں سے ان کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ جب وہ ذکر سے فارغ ہوتے ہیں تو فرشتے آسمان پر جاتے ہیں۔ پس حق تعالیٰ حالانکہ اپنے بندوں کے حال کو بخوبی جانتا ہے فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کیسے دیکھا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ خدایا تیری حمد و ثنا کرتے تھے اور تجھ کو بزرگی سے یاد کرتے تھے اور تجھ کو تمام عیوب اور نقصان سے پاک بیان کرتے تھے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو پھر ان کا کیا حال ہو۔ ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ بزرگی اور پاکیزگی سے یاد کریں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا طلب کرتے تھے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ بہشت مانگتے تھے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے بہشت کو دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں دیکھا ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ بہشت کو دیکھ لیں تو پھر ان کا کیا حال ہو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ اس کی طلب اور حرص کریں۔ پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے ڈرتے تھے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ دوزخ سے ڈرتے تھے اور تجھ سے پناہ مانگتے تھے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں دیکھا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر دیکھ لیں تو پھر کیا حال ہو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ پناہ مانگیں اور اس سے زیادہ ڈریں اور بھاگیں۔ پھر حق تعالیٰ فرشتوں کو فرماتا ہے کہ تم گواہ رہو میں نے سب کو بخش دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں یارب اس ذکر کی مجلس میں فلاں آدمی ذکر کے لئے نہیں آیا تھا بلکہ کسی دنیاوی حاجت کے لئے آیا تھا اور ان میں بیٹھ گیا تھا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ (میں اس کا ہم نشین ہوں جس نے میرا ذکر کیا) کے بموجب میرے ایسے ہم نشین ہیں کہ ان کا ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا۔

اس حدیث میں اور پہلی حدیث اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ سے لازم آتا ہے کہ ان کے محب ان کے

ساتھ ہیں اور جو کوئی ان کے ساتھ ہے وہ بدبخت نہیں ہوتا۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَه، وَ اِيَّاكُمْ عَلٰى مُحَبَّةِ هٰؤُلَاءِ الْكِرَامِ بِحُرْمَةِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الْهَاشِمِيِّ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَ كُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ. اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو ان بزرگوں کی محبت پر ثابت قدم رکھے بحرمت النبی الامی الہاشمی علیہ والہ الصلوٰۃ والسلام جب تک ذکر کرنے والے اس کا ذکر کریں اور غافل اس کے ذکر سے غافل رہیں۔

اور جو آپ نے اپنے احوال کی نسبت شیخ الہٰ داد کے مکتوب میں لکھا تھا اس قسم کی نیستی اور گم ہونا بہت طالبوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ اپنی ہمت بلند رکھیں اور جو کچھ حاصل ہو اس پر قناعت کریں ؎

بس بیرنگ است یار دلخواہ اے دل — قانع نشوی برنگ ناگاہ اے دل

ترجمہ: بہت بیرنگ ہے اے یار دلبر — قناعت رنگ پر ہرگز نہ تو کر

اس گروہ کی صحبت نہایت ضروری ہے حق تعالیٰ ان لوگوں کی صحبت میں داخل کرے ؎

گرد مستاں گرد گرے کم رسد بوئے رسد
گرچہ بوئے ہم نباشد رویت ایشان بس است

ترجمہ: پاس جا مستوں کے گر دینگے نہ مے تو بو سہی
بو اگر حاصل نہ ہو کافی ہے پھر دیدار ہی

اسی طریق پر جو حضرت قبلہ گاہی خواجہ عبدالباقی قدس سرہٗ سے اخذ کیا ہے اللہ کے اسم مبارک کو کامل توجہ کے بعد بیچونی اور بیچگونی کے معنی سے دل میں گزاریں اور حاضر و ناظر کے معنی میں تصور نہ کریں بلکہ کسی صفت کو ملحوظ نہ رکھیں۔ اسی اسم مبارک کو اچھی توجہ کے بعد ہمیشہ دل میں حاضر رکھیں بعض ضروری باتیں حضور و صحبت پر منحصر ہیں۔ اگر ملاقات میسر ہوئی تو بیان کی جائیں گی۔ ملاقات کے وقت تک تازہ احوال لکھتے رہیں کیونکہ ان کا مطالعہ غائبانہ توجہ کا باعث ہوتا ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۰۴

اس بیان میں کہ اہل خسران کے طعنوں سے تکلیف نہ اٹھائیں اور جو کام در پیش رکھتے ہیں اس میں مشغول رہیں اور دوستوں کی جمعیت اور ترقیوں کے حاصل ہونے میں کوشش کریں میر محمد نعمان بدخشی کی طرف لکھا ہے:

جناب میر نعمان اہل خسران کی پریشان باتوں سے رنج نہ اٹھائیں قُلْ كُلٌّ "يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ" کہ ہر ایک اپنی طرز پر کام کرتا ہے۔ آپ کو لائق ہے کہ انکے بدلے اور مکافات کے درپے نہ ہوں۔

دروغ کو کبھی فروغ نہیں ہے۔ یہ متناقص باتیں ہی ان کے بازار کی رونق کو کم کردیں گی مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ جس کے لئے اللہ نے کوئی نور نہیں بنایا اس کے لئے کوئی نور نہیں۔ وہ شغل جو درپیش رکھتے ہیں اس میں کوشش کریں اور اس کے غیر سے آنکھ بند کرلیں قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ کہہ اللہ پھر چھوڑدے ان کو تاکہ اپنی بے ہودہ باتوں میں لگے رہیں۔

اخی محمد صادق وقت پر آپہنچے۔ عشرہ اعتکاف اتفاق سے بجالائے اور فتوحات اور واردات مجددہ سے مشرف ہوئے۔ الحمد للہ کہ تمام دوستوں کے اوقات جمعیّت سے گزر رہے ہیں اور پے در پے ترقیاں حاصل ہو رہی ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ وَ بَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ

مکتوب ۲۰۵

اس بیان میں کہ اصلی مقصود صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی کمال متابعت سے مشرف فرمائے کیونکہ صدیقین کی اصلی غرض اور مقصود یہی ہے اور اس کے سوا سب کچھ جھوٹے وہم اور بے ہودہ خیالات ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو اور ہم کو ان سے بچائے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ دَائِمًا۔ اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت پائی اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو ہمیشہ لازم پکڑا

مکتوب ۲۰۶

دنیا اور اس کے ناز و نعمت میں گرفتار ہونے کی برائی میں ملا عبدالغفور سمرقندی کی طرف لکھا ہے:

اَللّٰهُمَّ نَبِّهْنَا قَبْلَ اَنْ يُّنَبِّهَنَا الْمَوْتُ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ عَلَيْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَفْضَلُهَا یا اللہ تو ہم کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آگاہ کردے پیشتر اسکے کہ ہم کو موت آگاہ کرے۔

آپ کا شریف اور لطیف خط جو اس دُور افتادہ حقیر کے نام لکھا ہوا تھا پہنچ کر بڑی خوشی کا باعث ہوا۔ جَزَاكُمُ اللّٰهُ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاءِ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرماوے۔

اے بھائی! آدمی کو چرب اور لذیذ کھانوں اور نفیس اور عجیب کپڑوں کے لئے دنیا میں نہیں لائے اور عیش و عشرت اور کھیل کود کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ انسان کے پیدا کرنے سے مقصود اس کی ذلت و انکساری اور عجز و محتاجی ہے جو بندگی کی حقیقت ہے۔ لیکن وہ انکسار اور احتیاج جس کا شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا ہے کیونکہ باطل لوگوں کی وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو شریعت روشن کے موافق نہیں ہیں۔ سوائے خسارہ کے کچھ فائدہ نہیں دیتی اور ان سے سوائے حسرت اور ندامت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ چاہئے کہ اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیھم کے عقائد کے موافق احکام شرعیہ سے عملی اور اعتقادی طور پر اپنے ظاہر کو آراستہ اور پیراستہ کرنے کے بعد اپنے باطن کو ذکر الٰہی سے آباد رکھیں اور وہ سبق جو طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم نے اخذ کیا ہے اس کا تکرار کریں کیونکہ ان بزرگواروں کے طریق میں انتہا ابتدا میں درج ہے اور ان کی نسبت سب نسبتوں سے اعلیٰ ہے۔ کوتاہ اندیش ان باتوں کا یقین کریں یا نہ کریں۔ فقیر کا مقصود دوستوں کو رغبت اور شوق دلانا ہے۔ مخالف اس بحث سے خارج ہیں

ہر کہ افسانہ بخواند افسانہ ایست　　　ہر کہ نقدش دید خود مردانہ ایست

ترجمہ: جس نے افسانہ کہا، فسانہ ہے　　　جس نے دیکھا نقد وہ مردانہ ہے

غرض یہ کہ عاقبت کی بہتری ذکر پر وابستہ ہے۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اس مطلب پر گواہ ہے۔ پس ذکر کثیر کو برقرار رکھنا چاہئے اور جو کچھ اس دولت کے نامناسب ہے۔ اس کو دشمن جاننا چاہئے نجات کا علاج یہی ہے

ذکر گو ذکر تا ترا جان است　　　پاکئے دل زذکر رحمان است

ترجمہ: ذکر کر ذکر جب تلک جاں ہے　　　دل کا جینا یہ ذکر رحماں ہے

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ خبردار اللہ کے ذکر سے دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے نص قاطع ہے۔ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا ہے کہ اس پر ثابت اور برقرار رہنے کی توفیق عطا فرماوے۔ کیونکہ اصل مقصود یہی ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

جامہ فرجی یعنی قبا جو نیک وقتوں میں کئی دفعہ پہنا گیا ہے۔ ارسال کیا گیا ہے اس کو پہن لیں۔ حق تعالیٰ اپنے نبی اور ان کی آل پاک ﷺ کے طفیل تمام کاموں کا انجام بخیر کرے۔

مکتوب ۲۰۷

اس بیا ن میں کہ بدنوں کے قُرب کو دلوں کے قُرب میں بڑی تاثیر ہے اور اس بیان میں کہ وجد و حال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تولیں نیم چیتل کے برابر نہیں لیتے مرزا حسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

مدت گزری ہے کہ جناب کی اور حضرات مخدوم زادوں کی اور فرزندی میاں جمال الدین حسین اور باقی عزیزوں اور بزرگوں اور بلند بارگاہ کے خادموں بالخصوص میاں شیخ اِلٰہ داد اور میاں اِلٰہ دیا کی خیریت کی خبر نہیں پہنچی۔ اس کا مانع سوائے اس امر کے کچھ نہ ہوگا کہ شاید جناب نے اس دور افتادہ کو بھلا دیا ہوگا۔ ہاں بدنوں کے قرب کو دلوں کے قرب میں بڑی تاثیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ولی صحابیؓ کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ خواجہ اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ باوجود اس قدر بلند مرتبہ ہونے کے چونکہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں حاضر نہیں ہوئے ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔

کسی شخص نے عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ معاویہؓ افضل ہے یا عمر بن عبدالعزیزؒ تو جواب فرمایا کہ وہ غبار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاویہ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا۔ عمر بن عبدالعزیز سے کئی درجے بہتر ہے۔

اس طرف کے احوال واوضاع مع متعلقین اور تابعداروں کے بخیر وعافیت ہیں اس بات پر بلکہ تمام نعمتوں پر اور خاص کر اسلام اور حضرت سید الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ کیونکہ اصلی مقصود یہی ہے اور نجات کا مدار اسی پر ہے اور دنیا و آخرت کی سعادت کا پانا اسی پر وابستہ ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی ذٰلِکَ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ عَلَیْھِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اس متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

کار ایں است غیر ازیں ہمہ ہیچ　　　ترجمہ: کام اصلی ہے یہی باقی ہے ہیچ

صوفیوں کی بے ہودہ باتوں سے کیا حاصل ہوتا ہے اور ان کے احوال سے کیا بڑھتا ہے۔ وہاں وجد و حال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تولیں نیم چیتل سے نہیں خریدتے اور کشف اور الہاموں کو جب تک کتاب و سنت کی کسوٹی پر نہ پرکھ لیں نیم جَو کے برابر بھی پسند نہیں کرتے۔

طریق صوفیہ پر سلوک کرنے سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ کا جو ایمان کی حقیقت ہیں زیادہ یقین حاصل ہو جائے اور فقیہ احکام کے ادا کرنے میں آسانی میسر ہو۔ نہ کہ اس کے سوا کچھ اور امر کیونکہ رؤیت کا وعدہ آخرت میں ہے اور دنیا میں البتہ واقع نہیں ہے۔ وہ مشاہدات اور تجلّیات جن کے ساتھ صوفیہ خوش ہیں وہ صرف ظلال سے آرام پانا اور شبہ و مثال سے تسلی حاصل کرنا ہے حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔

عجب کاروبار ہے کہ اگر ان کے مشاہدات اور تجلیات کی حقیقت پوری پوری بیان کی جائے تو یہ ڈر لگتا ہے کہ اس راہ کے مبتدیوں کی طلب میں فتور اور ان کے شوق میں قصور پڑ جائے گا اور ساتھ ہی اس بات کا بھی ڈر ہے کہ اگر باوجود علم کے کچھ بھی نہ کہے تو حق باطل کے ساتھ ملا رہے گا۔ یَا دَلِیْلَ الْمُتَحَیِّرِیْنَ دُلَّنِیْ بِحُرْمَةِ مَنْ جَعَلْتَه' رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اے سرگشتہ اور حیرانوں کے راہ دکھانے والے ہم کو اس وجود پاک کی حرمت سے سیدھے راہ کی ہدایت کر جس کو تو نے رحمتہ للعلمین بنایا ہے۔ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

کبھی کبھی اپنے احوال کی کیفیات سے اطلاع دیتے رہیں کیونکہ محبت کے زیادہ ہونے کا موجب ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ اَفْضَلُهَا وَ اَکْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی راہ پائی اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۰۸

اس سوال کے جواب میں کہ اس طریق کا سالک کبھی اپنے آپ کو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات میں پاتا ہے بلکہ بعض اوقات دیکھتا ہے کہ ان سے بھی اوپر چلا گیا ہے۔ اس میں کیا بھید ہے۔ حضرت مخدوم زادہ یعنی میاں محمد صادق سَلَّمَهُ اللّٰهُ عَلٰی مُفَارِقِ الْمُحِبِّیْنَ کی طرف لکھا ہے:

میرے فرزند نے پوچھا تھا کہ اس طریق کا سالک مقامات عروج میں کبھی اپنے آپ کو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات میں پاتا ہے بلکہ بعض اوقات معلوم کرتا ہے کہ ان مقامات سے بھی بلند چلا گیا ہے۔ اس معنیٰ کا بھید کیا ہے حالانکہ سب کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہے کہ فضیلت انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے۔ اولیا جو کچھ حاصل کرتے ہیں یا ولایت کے کمالات تک پہنچتے ہیں۔ انہی کی متابعت سے پہنچتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وہ مقامات ان کے مقامات عروج کے نہایت نہیں ہیں بلکہ ان بزرگواروں کا عروج ان مقامات سے کئی مرتبہ بلند ہے۔

کیونکہ وہ مقامات اسمائے الٰہی جل شانہٗ سے مراد ہیں جو ان کے تعینات کے مبادی اور حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے فیوض کے وسیلے ہیں کیونکہ حضرت ذات کو اسماء کے وسیلہ کے بغیر عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے اور غنا کے سوا کوئی نسبت حاصل نہیں ہے۔ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (اللہ جہان والوں سے غنی ہے) اس معنی پر گواہ ہے اور جب یہ بزرگ وار مراتب عروج سے نزول فرماتے ہیں اور اوپر کے انوار کو اپنے ساتھ لے کر نیچے آتے ہیں تو ان اسماء میں ان کے مرتبوں کے اختلاف کے بموجب جو ان کے طبعی مقامات کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اقامت فرماتے ہیں اور وطن بنا لیتے ہیں پس اگر کوئی ان کو استقرار کے بعد ڈھونڈے تو ان کو انہی اسماء میں پائے گا۔ پس وہ بلند استعداد والا جو حضرت ذات کی طرف متوجہ ہے ناچار عروج کے وقت ان اسماء میں پہنچے گا اور اس جگہ اوپر کو گزر جاوے گا۔ الا ماشاء اللہ لیکن جب وہ سالک اوپر سے نیچے آئے گا اور اس اسم میں جو اس کے وجودی تعین کا مبدء ہے نزول کرے گا تو وہ اسم بیشک ان اسموں سے جو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات ہیں بہت نیچے ہوگا اور اس جگہ مقامات کا فرق ظاہر ہو جائے گا کیونکہ افضلیت کا مدار اس بات پر ہے کہ جس کا مقام بلند ہے وہی افضل ہے اور جب تک سالک اپنے اسم میں واپس نہ آئے اور اپنے اسم کو ان اسموں سے نیچے معلوم نہ کرے ان بزرگواروں کی افضلیت کو ذوق وحال کے طور پر معلوم نہیں کر سکتا بلکہ تقلید کے طور پر ان کو افضل کہتا ہے اور پہلے یقین پر ان کی اولیت کا حکم کرتا ہے لیکن اس کا وجدان وذوق اس کے حکم کا مکذب ہے ایسے وقت میں بارگاہ الٰہی میں التجا اور زاری اور عجز و نیاز کرنا ضروری ہے تاکہ اصلی حقیقت ظاہر ہو جائے یہی وہ مقام ہے جہاں سالکوں کے قدم پھسل جاتے ہیں اس جواب کو ہم ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔ معقولی یعنی اہل فلسفہ نے کہا ہے کہ دھواں خاکی اور آتشی اجزا سے مرکب ہے جس وقت دھواں اوپر کو جاتا ہے تو خاکی اجزا آتشی اجزا کے ہمراہ اوپر چلے جاتے ہیں اور قاسر (1) کا قسر حاصل ہونے سے عروج کر جاتے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ اگر دُخان قوی ہو۔ تو وہ کرۂ نار تک صعود کر جاتا ہے۔ اس وقت اجزائے خاکی اجزائے آبی اور اجزائے ہوائی کے مقامات میں جو بالطبع فوقیت رکھتے ہیں پہنچ جاویں گے اور وہاں سے عروج کر کے اوپر چڑھ جاویں گے۔ اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے اجزائے خاکی کا مرتبہ اجزائے ہوائی کے رتبہ سے بلند تر ہے کیونکہ وہ فوقیت باعتبار قاسر کے ہے نہ باعتبار ذات کے اور کرۂ نار تک پہنچنے کے بعد جب وہ اجزائے خاکی نیچے گریں گے اور اپنے اصلی مرکز پر پہنچیں گے تو بیشک ان کا مقام آب وہوا کے مقام سے نیچے ہوگا۔

پس بحث مذکورہ میں اس سالک کا عروج بھی ان مقامات سے باعتبار قاسر کے ہے اور وہ قاسر

1۔ قاسر کے معنی زبردستی کسی کو کسی کام پر لگانیوالا اور قسر کے معنی زبردستی کسی کو کام پر لگانا۔

گرمیٔ محبت کی زیادتی اور جذبۂ عشق کی قوت ہے اور ذات کے اعتبار سے اس کا مقام ان مقامات سے بہت نیچے ہے۔

یہ جواب جو کہا گیا ہے منتہی کے حال کے مناسب ہے۔ لیکن اگر ابتدا میں یہ وہم پیدا ہو جائے اور اپنے آپ کو بزرگوں کے مقامات میں معلوم کرے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتدا اور توسط میں ہر مقام کا ظل اور مثال ہے اور مبتدی اور متوسط جب ان کے ظلال میں پہنچتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ ان مقامات کی حقیقت تک پہنچ گئے ہیں اور ظلال اور حقائق کے درمیان فرق نہیں کر سکتے اور ایسے ہی بزرگوں کے شبہ اور مثال کو جب اپنے مقامات کے ظلال میں پاتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ ان مقامات میں بزرگوں کے ساتھ مشترک ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہاں شے کے ظل کا نفس شے کے مانند ہونا لازم آتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ وَ جَنِّبْنَا عَنِ الْاِشْتِغَالِ بِالْمَلَاهِيْ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا یااللہ تو ہم کو حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اشیاء کی اصل حقیقت سے پورا پورا آگاہ کر اور لہو ولعب کے ساتھ مشغول ہونے سے بچا۔

مکتوب ۲۰۹

رسالہ مبدء و معاد کی بعض مشکل عبارتوں کے حل کرنے میں اور بعض عبارتوں کے بیان میں جو اس کی تائید میں لکھی گئی ہیں اور ایک مکتوب کے جواب میں جو اس طریق کی ضروری باتوں پر مشتمل ہے میر محمد نعمان بدخشی کی طرف لکھا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ اَجْمَعِيْنَ اللہ رب العلمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

میرے سیادت پناہ عزیز بھائی میر محمد نعمان جمعیت سے رہیں۔ اس طرف کے احوال حمد کے لائق ہیں۔ سرائے فرخ میں رخصت ہونے کے وقت آپ نے اور برادرم محمد اشرف نے اس عبارت کے معنی جو رسالہ مبدء و معاد میں واقع ہے پوچھی تھی۔ چونکہ وقت نے یاوری نہ کی اس لئے توقف میں رہی۔ اب دل میں آیا کہ اس عبارت کے حل میں کچھ لکھا جاوے تا کہ دوستوں کی تسلی اور تشفی کا موجب ہو۔ رسالہ کی عبارت یہ ہے کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحلت فرمانے سے ہزار اور چند سال

کے بعد ایک ایسا زمانہ آتا ہے کہ حقیقت محمدی اپنے مقام سے عروج فرماتی ہے اور حقیقت کعبہ کے مقام سے متحد ہو جاتی ہے اور اس وقت حقیقت محمدی کا نام حقیقت احمدی ہو جاتا ہے اور ذات احد جل سلطانہ کا مظہر بن جاتی ہے اور دونوں اسم مبارک اپنے مسمیٰ کے ساتھ متحقق ہو جاتے ہیں اور پہلا مقام حقیقت محمدی سے خالی رہے گا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں اور شریعت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موافق عمل کریں۔ اس وقت حقیقت عیسوی اپنے مقام سے عروج فرما کر حقیقت محمدی کے مقام میں جو خالی رہا تھا قرار پکڑے گی۔

جاننا چاہئے کہ شخص کی حقیقت اس کے تعین وجوبی سے مراد ہے کہ اس شخص کا تعین امکانی اس تعین کا ظل ہے اور وہ تعین وجوبی اسمائے الٰہی مثل علیم و قدیر و مرید و متکلم وغیرہ میں سے ایک اہم ہے اور وہ اسم الٰہی اس شخص کا رب اور اس کے وجودی فیوض کا مبدء ہے اور اس اسم کی نسبت حضرت ذات کے ساتھ مختلف مراتب میں ہے۔ مرتبہ صفت میں اور توابع وجودی کہ اس کا وجود ذات کے وجود پر زائد ہے۔ یہی اسم اطلاق پاتا ہے اور مرتبہ شان میں بھی کہ اس کی زیادتی ذات پر مجرد اعتبار سے ہے۔ یہی اسم صادق آتا ہے اور صفت و شان کے درمیان فرق اس مکتوب میں جو سلوک اور جذبہ کے بیان میں لکھا گیا تھا۔ مفصل ذکر پا چکا ہے۔ اگر معلوم نہ ہو تو اس مکتوب کی طرف رجوع کریں اور شک نہیں ہے کہ شان کا حاصل ہونا بھی اگرچہ مجرد اعتبار ہے اس بات کی اقتضا کرتا ہے کہ اس سے اوپر اس کی شان کے مناسب اور زائد معنی ہوں۔ جو اس کے وجود اعتباری کا مبدء ہوں پس اس اسم کو اس مرتبہ سے بھی نصیب حاصل ہے اور اس معنی زائدہ کے فوق میں بھی یہ احتمال جاری ہے۔ لیکن قوت بشری اس کے ضبط کرنے سے عاجز ہے۔ اس فقیر بے بضاعت نے ایک اور مرتبہ کو بھی عبور کیا ہے۔ لیکن اس مرتبہ کے فوق میں سوائے استغراق اور نیستی کے کچھ حاصل نہیں ہے۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ہر صاحب علم کے اوپر علم والا ہے۔

هَنِيْئًا لِّاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ: مبارک منعموں کو ناز و نعمت — مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

اہل اللہ کی ایک دوسرے پر فضیلت اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے موافق ان مختلف مراتب کے طے کرنے کے اعتبار سے ہے اور اس اسم سے واصل اولیاء بہت تھوڑے ہیں کیونکہ اکثر ان میں سے سلوک اور سیر تفصیلی کے طریق پر تمام مراتب امکانیہ سے عروج کرنے کے بعد اسم کے ظلال میں سے کسی

ظل تک واصل ہیں اور صرف جذبہ کے طریق سے بھی اس اسم تک واصل ہونے کا وہم کیا جاسکتا ہے لیکن یہ بے اعتبار اور بے اعتماد ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اس اسم سے عروج کیا ہے اور مراتب متفاوتہ کو کم وبیش طے کیا ہے وہ بہت ہی تھوڑے ہیں۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شخص کی حقیقت جیسا کہ تعین وجوبی کو کہتے ہیں۔ تعین امکانی کو بھی کہتے ہیں جب یہ مقدمات معلوم ہو گئے تو میں کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام مخلوقات کی طرح عالم خلق اور عالم امر سے مرکب ہیں اور وہ اسم الٰہی جو ان کے عالم خلق کی تربیت کرنے والا ہے شان العلیم ہے اور وہ جو ان کے عالم امر کی تربیت فرماتا ہے وہ معنی ہے جو اس شان کے وجود اعتباری کا مبدء ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے اور حقیقت محمدی شان العلیم سے مراد ہے اور حقیقت احمدی اس معنی سے کنایہ ہے جو اس شان کا مبدء ہے اور حقیقت کعبہ سبحانی بھی اسی معنی سے مراد ہے اور وہ نبوت جو حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھی اور اس مرتبہ کی نسبت خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ کُنْتُ نَبِیًّا وَّادَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ میں نبی تھا جبکہ آدم ابھی پانی اور کیچڑ میں تھے۔ وہ اعتبار حقیقت احمدی کے تھی جس کا تعلق عالم امر سے ہے اور اس اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کلمۃ اللہ تھے اور عالم امر سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی خوشخبری اسم احمد سے دی ہے اور فرمایا ہے مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّأْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ خوشخبری دینے والا ایک رسول کی جو اس کے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہے اور وہ نبوت جو عنصری پیدائش سے تعلق رکھتی ہے وہ صرف حقیقت محمدی کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ دونوں حقیقتوں کے اعتبار سے ہے اور اس مرتبہ میں آپ کی تربیت کرنے والی وہ شان اور اس شان کا مبدء ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مرتبہ کی دعوت پہلی مرتبہ کی دعوت کی نسبت زیادہ اتم ہے۔ کیونکہ اس مرتبہ میں آپ کی دعوت عالم امر سے مخصوص تھی اور آپ کی تربیت روحانیوں پر منحصر تھی اور اس مرتبہ میں آپ کی دعوت خلق وامر کو شامل ہے اور آپ کی تربیت اجساد وارواح پر مشتمل ہے۔

حاصل کلام یہ کہ اس جہان میں آپ کی عنصری پیدائش کو آپ کی ملکی پیدائش پر غالب کیا ہوا تھا تاکہ مخلوقات کے ساتھ جن میں بشریت زیادہ غالب ہے۔ وہ مناسبت جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے زیادہ پیدا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنی بشریت کے ظاہر کرنے کے لئے بڑی تاکید سے امر فرماتا ہے کہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ کہ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ لفظ مِثْلُكُمْ کا لانا تاکید بشریت کے لئے ہے

اور وجود عنصری سے رحلت کر جانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت کی جانب غالب ہو گئی اور بشریّت کی مناسبت گم ہو گئی اور دعوت کی نورانیت میں تفاوت پیدا ہو گیا۔

بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے فرمایا ہے کہ ابھی ہم آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دفن سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں میں تفاوت معلوم کیا۔ ہاں ایمان شہودی ایمان غیبی سے جل گیا اور معاملہ آغوش سے گوش تک آپہنچا اور دیکھنے سے سننے تک نوبت آگئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے جب ہزار سال گزرے جو بڑی لمبی مدت اور بڑا دراز زمانہ ہے۔ تو روحانیت کی طرف اس طرح غالب ہوئی کہ بشریت کی تمام جانب کو اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ حتیٰ کہ عالم خلق نے عالم امر کا رنگ اختیار کیا۔ پس ناچار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم خلق سے جس چیز نے اپنی حقیقت کی طرف رجوع کی تھی۔ یعنی حقیقت محمدی عروج کر کے حقیقت احمدی سے لاحق ہو گئی اور حقیقت محمدی حقیقت احمدی سے متحد ہو گئی۔

اس جگہ حقیقت محمدی اور حقیقت احمدی سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلق وامر کا تعین امکانی ہے۔ نہ تعین وجوبی کہ تعین امکانی اس کا ظل ہے۔ کیونکہ تعین وجوبی کے عروج کے کچھ معنی نہیں اور اس تعین کے ساتھ متحد ہونا معقول نہیں ہے۔

جب حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے تو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی متابعت کریں گے اور اپنے مقام سے عروج فرما کر تبعیّت کے طور پر حقیقت محمدی کے مقام میں پہنچیں گے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی تقویت کریں گے۔ گزشتہ شریعتوں کا بھی یہی حال تھا کہ اولوالعزم پیغمبروں کے رحلت فرما جانے سے ہزار سال کے بعد انبیائے کرام اور رسل عظام مبعوث ہوتے تھے۔ جو ان پیغمبروں کی شریعت کو تقویت دیتے تھے اور ان کے کلمہ کو بلند کرتے تھے اور جب پیغمبر اولوالعزم کی دعوت و شریعت کا دورہ تمام ہو جاتا تھا تو دوسرا اولوم العزم پیغمبر مبعوث ہو جاتا تھا اور نئے سرے سے اپنی شریعت ظاہر کرتا تھا اور چونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت نسخ و تبدیل سے محفوظ ہے اس لئے حضور کی امت کے علماء کو انبیاء کا مرتبہ عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد فرمایا ہے بلکہ ایک اولوالعزم پیغمبر کو حضور کا تابعدار بنا کر حضور کی شریعت کو ترقی بخشی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ہم ہی نے قرآن مجید کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اور جاننا چاہئے کہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رحلت کر جانے سے ہزار سال بعد

حضور کی امت کے اولیاء جو ظاہر ہوں گے اگرچہ وہ قلیل ہونگے مگر اکمل ہونگے تاکہ اس شریعت کی تقویت پورے طور پر کر سکیں۔

حضرت مہدی جن کی تشریف آوری کی نسبت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت فرمائی ہے ہزار سال کے بعد پیدا ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی ہزار سال کے بعد نزول فرمائیں گے۔

خلاصہ یہ کہ اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات اصحاب کرام کے کمالات کی مانند ہیں۔ اگرچہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد فضیلت و بزرگی اصحاب کرام کے لئے ہے۔ لیکن یہ مناسب نہیں کہ کمال مشابہت سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دے سکیں۔

اور ہو سکتا ہے کہ اسی وجہ سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہو کہ لَا یُدْرٰی اَوَّلُهُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُهُمْ نہیں معلوم ان میں سے اول کے بہتر ہیں یا آخر کے اور یہ نہیں فرمایا کہ اَدْرِیْ اَوَّلُهُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُهُمْ میں جانتا ہوں کہ ان میں سے اول کے بہتر ہیں یا آخر کے کیونکہ فریقین میں سے ہر ایک کا حال آپ کو معلوم تھا۔ اسی واسطے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے لیکن چونکہ کمال مشابہت کے باعث تردد کا مقام تھا۔ اس لئے لَا یُدْرٰی فرمایا۔

اگر کوئی سوال کرے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصحاب کے زمانہ کے بعد تابعین کے زمانہ کو اور تابعین کے زمانہ کے بعد تبع تابعین کے زمانہ کو بہتر فرمایا ہے تو یہ دونوں قرن بھی یقیناً اس گروہ سے بہتر ہونگے۔ پھر یہ طبقہ کمالات میں اصحاب کرام کے ساتھ کیسے مشابہ ہوگا۔ تو اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ اس قرن کا اس طبقہ سے بہتر ہونا اس اعتبار سے ہو کہ اولیاء اللہ کا ظہور کثرت سے ہوگا اور بدعتیوں اور بدکاروں اور گنہگاروں کا وجود کم ہوگا اور یہ امر ہرگز اس بات کے منافی نہیں کہ اس طبقہ کے اولیاء اللہ میں سے بعض افراد ان دونوں قرنوں کے اولیا سے بہتر ہوں جیسا کہ حضرت مہدی ؒ

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید   دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

ترجمہ: فیض روح القدس کا گر دے مدد تو اور بھی
کر دکھائیں کام وہ جو کچھ مسیحا سے ہوا

لیکن اصحاب کا زمانہ تمام طرح سے بہتر ہے۔ اس کی نسبت گفتگو کرنا فضول ہے۔ سابق سابق ہی ہیں اور جنت نعیم میں مقرب ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ دوسروں کا پہاڑ جتنا سونا خرچ کرنا ان کے ایک مُد جو خرچ

کرنے کے برابر نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ پہلے بیان سے اس عبارت کے معنیٰ واضح ہو گئے جو رسالہ مبدء و معاد میں اس عبارت کے اوپر لکھی گئی ہے کہ کعبہ ربانی کی حقیقت حقیقت محمدی کی مسجود ہو گئی کیونکہ کعبہ ربانی کی حقیقت بعینہ حقیقت احمدی ہے کہ حقیقت محمدی دراصل اس کا ظل ہے۔ پس ناچار حقیقت محمدی کی مسجود ہو گی۔ اگر سوال کریں کہ کعبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اولیائے امت کے طواف کے لئے آتا ہے اور ان سے برکات حاصل کرتا ہے حالانکہ اس کی حقیقت حقیقت محمدی پر متقدم ہے۔ تو پھر یہ بات کس طرح جائز ہو گی؟

میں جواب میں کہتا ہوں کہ حقیقت محمدی تنزیہ اور تقدیس کی بلندی سے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کرنے کے مقامات کی نہایت ہے اور کعبہ کی حقیقت عروج کعبہ کے مقامات کی نہایت ہے اور حقیقت محمدی کے واسطے مرتبہ تنزیہ پر عروج کرنے کے لئے پہلا مرتبہ حقیقت کعبہ ہے اور حقیقت محمدی کے عروج کی نہایت کو سوائے خدائے تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے کامل اولیاء کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عروجات سے پورا پورا حصہ حاصل ہے تو پھر اگر کعبہ ان بزرگواروں سے برکات حاصل کرے تو کیا تعجب ہے۔

زمین زادہ بر آسماں تافتہ　　زمین وزماں را پس انداختہ

ترجمہ: زمیں زادہ اتنا فلک پر چڑھا　　زمیں آسماں اس سے پیچھے رہا

اور دوسری عبارت بھی جو اس رسالہ سے اس مقام میں لکھی گئی تھی حل ہو گئی اور وہ عبارت یہ ہے کہ کعبہ کی صورت جس طرح کہ اشیاء کی صورتوں کی مسجود ہے۔ اسی طرح کعبہ کی حقیقت بھی ان اشیا کی حقیقتوں کی مسجود ہے کیونکہ مقدمات سابقہ سے معلوم ہوا ہے کہ حقائق اشیا ان اسمائے الٰہی سے مراد ہے جو ان کے وجود اور ان کے وجود کے متعلقات کے فیوض کا مبدء ہیں اور حقیقت کعبہ ان اسما کے فوق ہے۔ پس بیشک حقیقت کعبہ حقائق اشیاء کی مسجود ہو گی۔ ہاں اگر اولیاء میں سے اکمل کو حقیقت کعبہ سے بالاتر سیر واقع ہو جائے اور بلندی کے انوار کو حاصل کر کے اپنے حقائق کے مراتب میں جو مراتب عروج میں اشیاء کے طبعی مقامات کی مانند ہیں نیچے اتر آئیں۔ تو کعبہ ان کی برکات سے توقع رکھے گا جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

اور نیز رسالہ مبدء و معاد میں چند فقرے انبیائے اولوالعزم کے ایک دوسرے سے افضل ہونے میں لکھے گئے تھے۔ ان کے ایک دوسرے کے افضل ہونے کے معنی چونکہ کشف والہام پر مبنی ہیں جو ظنی

ہیں اس لئے اس کے لکھنے اور فضیلت میں تفرقہ کرنے سے ندامت اور توبہ کرتا ہے کیونکہ قطعی دلیل کے سوا اس بارے میں گفتگو کرنا جائز نہیں۔ اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ مِنْ جَمِیْعِ مَا کَرِہَ اللّٰہُ قَوْلًا وَ فِعْلًا میں ان تمام قول و فعل سے جو اللہ کو ناپسند ہیں توبہ کرتا ہوں اور بخشش مانگتا ہوں۔

آپ نے اپنے مکتوب میں یہ بھی لکھا تھا کہ:

میں نے سرائے فرخ میں پوچھا تھا کہ طالبوں کو طریقت سکھانا میرے حال کے مناسب ہے یا نہیں اور تم نے جواب میں لکھا تھا کہ نہیں۔

فقیر کو یاد نہیں رہا کہ عام طور پر نفی کی ہو بلکہ یہ کہا ہو گا کہ شرائط پر مشروط ہے۔ بے شرائط ہرگز مناسب نہیں۔ اور اب بھی اسی طرح جاننا چاہئے کہ شرائط کو مدنظر رکھنے میں بڑی احتیاط کریں اور ہرگز سستی نہ کریں اور جب تک استخاروں کے ساتھ اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ طریقہ سکھانا چاہئے تب تک کسی کو نہ سکھائیں اور برادرم مولانا یار محمد قدیم کی بھی اس بات کی طرف رہنمائی کریں اور بڑی تاکید سے کہیں کہ طریقت چلانے میں جلدی نہ کرے کیونکہ مقصود دکان کھولنا نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ کی مرضی کو مدنظر رکھنا چاہئے اطلاع دینا شرط ہے۔

دوسرا یہ کہ آپ نے اپنے مریدوں کی نسبت گلہ کیا تھا۔ گلہ تو آپ کو اپنی وضع کی نسبت کرنا چاہئے تھا کیونکہ آپ اس جماعت سے اس طرح زندگی بسر کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ آرزو و تکلیف ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ پیر کو چاہئے کہ مریدوں کی نظر میں اپنے آپ کو آراستہ اور شان و شوکت سے رکھے نہ یہ کہ ان کے ساتھ اخلاط کا دروازہ کھول دے اور ان سے ہم نشینوں کی طرح سلوک کرے اور حکایت و گفتگو سے مجلس گرم رکھے۔ والسلام

مکتوب ۲۱۰

نفحات کی عبارت کے حل کرنے اور بعض ضروری نصیحتوں کے ذکر میں ملا شکیبی اصفہانی کی طرف لکھا ہے:

آپ کا شریف و لطیف خط جو ازروئے شفقت و مہربانی کے اس حقیر بے سامان کے نام لکھا ہوا تھا شرف صدور لایا اور اس کے مطالعہ سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ سلامت رہیں اور سلامت ہی جائیں اور جب تک رہیں فقرا کی محبت پر رہیں اور جب چاہیں ان کی محبت کا سرمایہ لیکر جائیں اور جب اٹھیں ان کی محبت میں اٹھیں۔ بحرمت اس وجود پاک کے جس نے فقر پر فخر کیا اور اس کو دولت مندی پر اختیار کیا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

آپ نے ازروئے کرم کے لکھا تھا اس حکایت کا اصل معاملہ کیا ہے جو نفحات میں شیخ ابن السکینہ

قدس سرہٗ کے مرید کی نسبت مذکور ہے کہ ایک دن دریائے دجلہ میں غسل کے موقع پر غوطہ لگایا اور سر دریائے نیل سے جا نکالا اور مصر میں چلا گیا اور وہاں شادی کی اور اس کے ہاں بیٹے پیدا ہوئے اور سات سال تک مصر میں مقیم رہا۔ اتفاقاً پھر ایک دن غسل کے لئے دریائے نیل میں غوطہ لگایا اور سر دریائے دجلہ میں جا نکالا دیکھا کہ اس کے کپڑے جو دریائے دجلہ کے کنارہ پر رکھے تھے بدستور موجود ہیں۔ ان کپڑوں کو پہن کر گھر آیا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ مہمانوں کے کھانا جو آپ نے فرمایا تھا تیار ہے۔ الیٰ آخرہٖ

میرے مخدوم! اس حکایت کا اشکال اس وجہ سے نہیں ہے کہ برسوں کا کام ایک گھڑی میں کیسے میسر ہو گیا کیونکہ اس قسم کا معاملہ بہت واقع ہوتا ہے۔

حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج میں عروج کے مرتبے طے کرنے اور وصول کی منزلیں قطع کرنے کے بعد جو کئی ہزار برسوں میں میسر ہو سکیں جب اپنے دولت خانہ میں واپس آئے تو دیکھا کہ بستر خواب ابھی گرم ہے اور کوزہ میں وضو کا پانی ابھی حرکت میں ہے۔

اس کی وجہ وہی ہے جو اس حکایت کے نقل کرنے کے بعد نفحات میں مذکور ہے کہ یہ بات بسط زمان کی قسم سے ہے۔ بلکہ اس حکایت کا اشکال اس سبب سے ہے کہ بغداد میں جو وقت ہو وہی مصر میں ہو۔ حالانکہ عرصہ سات سال کا درمیان پیدا ہو۔ مثلاً اہل بغداد اس وقت سن تین سو ساٹھ ہجری میں ہوں اور اہل مصر اس وقت تین سو ساٹھ ہجری میں عقل و نقل اس بات کو پسند نہیں کرتی۔ یہ معاملہ ایک یا دو شخصوں کی نسبت ہو تو جائز ہے۔ لیکن شہروں اور متعدد مکانوں کی نسبت محال ہے۔ جو کچھ اس فقیر کی خاطر فاتر میں گزرتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حکایت حالت بیداری سے نہیں ہے۔ بلکہ خواب و واقعات کی قسم سے ہے کہ سننے والے کے لئے خواب رویت سے مشتبہ ہو گئی ہے اور نیند سے بیداری کا وہم گزرا ہے۔ اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوتے ہیں۔ بلکہ اسی اشتباہ کے ظن سے ہے کہ خواب میں دیکھا ہے اور خواب میں اپنے پیر سے کہا ہے اور فرزندوں کو لایا ہے وغیرہ وغیرہ اور وہ حکایت بھی جو اس حکایت کے بعد شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہٗ سے نقل کرتے ہیں اسی قسم سے ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّھَا اور تمام امور کی اصلی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس عبارت کی شرح لکھنی چاہئے کہ جسد کا مُربّی روح ہے اور قالب کا مُربّی قلب۔

میرے مخدوم ان دونوں عبارتوں کا مطلب ایک ہی ہے اور وہ انسان کہ عالم خلق کو اس کے عالم امر سے تربیت کرتا ہے اور چونکہ جسد کا لفظ روح کے لفظ کے ساتھ اکثر استعمال واقع ہوتا ہے اور قالب و قلب کے درمیان لفظی مناسبت ہے اس واسطے ہر ایک کو اپنے مناسب لفظ کے ساتھ جمع کر کے عبارت کا اختلاف اختیار کیا گیا ہے آپ نے نصیحتوں کی طلب ظاہر فرمائی تھی۔

میرے مشفق مخدوم! شرم آتی ہے کہ باوجود اس خرابی اور گرفتاری اور بے سامانی اور بے حاصلی کے اس بارہ میں کچھ لکھے اور صریح طور پر یا اشارہ کے طور پر اس قسم کی کلام کرے۔ لیکن اس بات کا بھی ڈر ہے کہ اگر قول معروف سے اپنے آپ کو معاف رکھے تو اس سے خست اور کمینہ پن ظاہر ہوتا ہے اور بخل و کنجوسی کی نوبت پہنچتی ہے۔ اس لئے چند باتیں لکھنے کی جرأت کرتا ہے۔

میرے مخدوم! دنیا کی بقا کی مدت بہت قلیل ہے اور اس قلیل سے بھی اکثر تلف ہو گئی ہے اور بہت کم باقی رہ گئی ہے اور بقائے آخرت کی مدت خلود اور دوام ہے اور معاملہ خلود کو بقائے چند روزہ کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ بعد ازاں یا دائمی راحت ہے یا دائمی عذاب۔

مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو خبر دی ہے وہ سچ ہے اس میں خلاف کا احتمال نہیں ہے اپنی عقل دور اندیش سے کام لینا چاہئے۔

میرے مخدوم! عمر کا بہتر اور قیمتی حصہ ہوا و ہوس میں گزر گیا اور خدائے تعالیٰ کے دشمنوں کی رضا مندی میں بسر ہوا اور عمر کا نکما حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر آج ہم اس کو خدائے تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے میں صرف نہ کریں اور اشرف کی تلافی ارذل سے نہ کریں اور تھوڑی محنت کو ہمیشہ کے آرام کا وسیلہ نہ بنائیں اور تھوڑی نیکیوں سے بہت سی برائیوں کا کفارہ نہ کریں۔ کل کون سا منہ لے کر ہم خدائے تعالیٰ کے سامنے جائیں گے اور کیا حیلہ پیش کریں گے۔ یہ خواب خرگوش کب تک رہی گی اور غفلت کی روئی کب تک کانوں میں پڑی رہے گی۔ آخر ایک دن بینائی سے پردے اٹھادیں گے اور غفلت کی روئی کانوں سے دور کر دیں گے۔ لیکن پھر کچھ فائدہ نہ ہوگا اور سوائے حسرت وندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا موت کے آنے سے پہلے ہی اپنا کام بنا لینا چاہئے اور وَاشَوْقًا کہتے ہوئے مرنا چاہئے۔ اول عقائد کا درست کرنا ضروری ہے اور اس امر کی تصدیق سے جو تواتر و ضرورت کے طور پر دین سے معلوم ہوا ہے چارہ نہیں ہے۔ دوسرا ان باتوں کا علم و عمل ضروری ہے جن کا متکفل علم فقہ ہے اور تیسرا طریقہ صوفیہ کا سلوک بھی درکار ہے۔ نہ اس غرض کے لئے کہ غیبی صورتیں اور شکلیں مشاہدہ کریں اور نوروں اور رنگوں کا معائنہ کریں حسّی صورتیں اور انوار کیا کم ہیں کہ کوئی ان کو چھوڑ کر ریاضتوں اور مجاہدوں سے غیبی صورتوں اور انوار کی ہوس کرے۔ حالانکہ یہ حسّی صورتیں اور انوار اور وہ غیبی صورتیں اور انوار دونوں حق تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور حق تعالیٰ کے صانع ہونے پر روشن دلیلیں ہیں۔ چاند و سورج کا نور جو عالم شہادت سے ہے ان انوار سے جو عالم مثال میں دیکھیں۔ کئی گنا زیادہ ہیں۔ لیکن چونکہ یہ دید دائمی ہے اور خاص و عام اس میں شریک ہیں اس لئے اس کو نظر اور اعتبار میں نہ لا کر انوار غیبی کی ہوس کرتے ہیں۔ ہاں

آبے کہ رود پیش درت تیرہ نماید

ترجمہ ع سیاہ پانی نظر آئے تجھے در پر جو جاری ہے

بلکہ طریق صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ میں یقین زیادہ حاصل ہو جائے۔ تاکہ استدلال کی تنگی سے کشف کے میدان میں آجائیں۔

مثلاً واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کا وجود جو اوّل استدلال یا تقلید کے طور پر معلوم ہوا تھا اور اس کے اندازہ کے موافق یقین حاصل ہوا تھا۔ جب طریق صوفیہ کا سلوک میسر ہو۔ تو یہ استدلال و تقلید کشف شہود سے بدل جاتا ہے اور یقین اکمل حاصل ہو جاتا ہے۔ سب اعتقادی امور میں یہی قیاس ہے اور نیز طریق صوفیہ کے سلوک سے یہ مقصود ہے کہ احکام فقہیہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہو جائے اور وہ مشکل دور ہو جائے جو نفس کی امادگی سے پیدا ہوتی ہے اور اس فقیر کا یہ یقین ہے کہ طریق صوفیہ حقیقت میں علوم شریعہ کا خادم ہے۔ نہ شریعت کے مخالف کچھ اور امر اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں اس معنی کی تحقیق کی ہے اور اس غرض کے حاصل ہونے کے لئے تمام طریقوں میں سے طریقہ علیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے کنارہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر متابعت کی دولت ان کو حاصل ہو اور احوال کچھ نہ رکھتے ہوں۔ تو خوش ہیں اور اگر باوجود احوال کے متابعت میں قصور معلوم کریں۔ تو ان احوال کو پسند نہیں کرتے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر تمام احوال و مواجید ہمیں دیدیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے اعتقاد سے نوازش نہ فرمائیں۔ تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے اور اگر اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ہم کو دیدیں اور احوال کچھ نہ دیں تو پھر کچھ غم نہیں ہے اور نیز اس طریق میں نہایت بدایت میں مندرج ہے۔ پس یہ بزرگ پہلے قدم میں وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں جو دوسروں کو نہایت میں جا کر حاصل ہوتا ہے۔ اگر فرق ہے تو صرف اجمال و تفصیل اور شمول و عدم شمول کا ہے۔ یہ نسبت بعینہ اصحاب کرام علیہم رضوان کی نسبت ہے۔ کیونکہ اصحاب حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پہلی صحبت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے جو اولیائے امت کو نہایت میں بھی شاید ہی حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ خواجہ اویس قرنی قدس سرہٗ جو خیر التابعین ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ جس کو صرف ایک ہی دفعہ خیر البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی کیونکہ صحبت کی بزرگی تمام فضیلتوں اور کمالوں سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ ان کا ایمان شہودی ہے اور دوسروں کو یہ دولت ہرگز نصیب نہیں ہوئی۔ ع

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

یہی وجہ ہے کہ ان کا ایک مد جو خرچ کرنا دوسروں کے پہاڑ جتنا سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے اور تمام اصحاب اس فضیلت میں برابر ہیں۔ پس سب کو بزرگ جاننا چاہئے اور نیکی سے یاد کرنا چاہئے کیونکہ اصحاب سب کے سب عادل ہیں اور روایت اور تبلیغ احکام میں سب برابر ہیں۔ ایک کی روایت کو دوسرے کی روایت پر کوئی زیادتی نہیں ہے۔ قرآن مجید کے اٹھانے والے یہی لوگ ہیں اور آیات متفرقہ کو ان کے عادل ہونے کے بھروسہ پر ایک سے دو آیتیں یا تین آیتیں کم و بیش اخذ کر کے جمع کیا ہے۔ اگر اصحاب میں سے کسی ایک پر طعن کریں تو وہ طعن قرآن مجید کے طعن تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بعض آیات کا حامل وہی ہو اور ان کی مخالفتوں اور جھگڑوں کو نیک نیتی پر محمول کرنا چاہئے اور ہوا و تعصب سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو صحابہ کے احوال کو بخوبی جانتے ہیں۔ فرمایا ہے کہ **تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ عَنْهَا اَیْدِیَنَا فَلْنُطَهِّرَ عَنْهَا اَلْسِنَتِهَا** یہ وہ خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا۔ پس ہمیں چاہئے کہ اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھیں۔ اور اسی قسم کا مقولہ امام اجل حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ والسلام اوّلاً و آخراً۔

مکتوب ۲۱۱

ایک سوال کے جواب میں جو مولوی علیہ الرحمۃ کے مقولہ کے بارہ میں کیا گیا تھا اور مقام تکمیل و ارشاد کی ضروری شرطوں کے بیان میں مولانا یار محمد قدیم بدخشی کی طرف لکھا ہے:۔

میرے عزیز بھائی مولانا یار محمد قدیم کا مکتوب مرغوب پہنچ کر فرحت کا موجب ہوا۔ حضرت حق تعالیٰ بحرمت النبی و آلہ الامجاد صلی اللہ علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام، کمال اور تکمیل کی بلندی تک پہنچائے۔

مولوی علیہ الرحمۃ کے مقولہ کی نسبت پوچھا تھا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ وہ نازنین جو میری بغل میں تھا وہ حق تعالیٰ تھا۔ آیا اس قسم کی باتیں کہنی جائز ہیں یا نہیں۔ تو جاننا چاہئے کہ اس قسم کی باتیں اس راہ میں بہت واقع ہوتی ہیں اور زبان پر آتی ہیں۔ اس قسم کا معاملہ تجلی صوری کا ہے کہ صاحب معاملہ اس صورت متجلّی کو حق تعالیٰ خیال کرتا ہے۔ ورنہ بات دراصل وہی ہے جو شیخ بزرگ امام ربانی خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ فرمائی ہے۔ **تِلْكَ خِیَالَاتٌ تُرَبّٰی بِهَا اَطْفَالُ الطَّرِیْقَةِ** یہ وہ خیال ہیں جن سے طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے۔

دوسرا یہ کہ چونکہ آپ کو طریقہ سکھانے کی ایک قسم کی اجازت دی گئی ہے۔ اس لئے اس بارہ میں

چند فائدے لکھے جاتے ہیں۔ گوش ہوش سے سُن کر ان پر عمل کریں۔

جاننا چاہئے کہ جب کوئی طالب آپ کے پاس ارادت سے آئے اس کے طریقہ سکھانے میں بڑا تامل کریں۔ شاید اس امر میں آپ کا استدراج مطلوب ہو اور خرابی منظور ہو۔ خاص کر جب کسی مرید کے آنے میں خوشی و سرور پیدا ہو تو چاہئے کہ اس بارہ میں التجا و تضرع کا طریقہ اختیار کر کے بہت سے استخارے کریں تا کہ یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ اس کو طریقہ سکھانا چاہئے اور استدراج و خرابی مراد نہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ کے بندوں میں تصرف کرنا اور اپنے وقت کو ان کے پیچھے ضائع کرنا۔ خدائے تعالیٰ کے اذن کے بغیر جائز نہیں۔ آیت کریمہ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ (تا کہ تو لوگوں کو اندھیرے سے نور کی طرف نکالے اللہ کے اذن سے) اسی مطلب پر دلالت کرتی ہے۔

ایک بزرگ فوت ہو گیا اس کو خطاب ہوا کہ تو وہی ہے کہ جس نے میرے دین میں میرے بندوں پر زرہ پہنی تھی۔ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا کہ تو نے میری خلق کو میری طرف کیوں نہ چھوڑا۔ اور دل کو کیوں نہ میری طرف متوجہ کیا۔

اور وہ اجازت جو آپ کو اور دوسروں کو دی گئی ہے چند شرائط پر مشروط ہے اور حق تعالیٰ کی رضامندی کا علم حاصل کرنے پر وابستہ ہے۔ ابھی وقت نہیں آیا کہ مطلق اجازت دی جائے۔ اس وقت کے آنے تک شرائط کو اچھی طرح مد نظر رکھیں اطلاع دینا شرط ہے اور میر نعمان کی طرف بھی یہی لکھا گیا ہے۔ وہاں سے معلوم کر لیں۔ غرض کوشش کریں تا کہ وہ وقت آ جائے اور شرائط کی تنگی سے چھوٹ جائیں۔ والسلام

مکتوب ۲۱۲

مولانا محمد صدیق بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے اس کے بعض سوالوں کے جواب میں جو اس نے پوچھے تھے اور اس واقعہ کے حل میں جو اس نے دیکھا تھا اور لکھا تھا:۔

آپ کے دو مکتوب مرغوب پے در پے پہنچ کر بڑی خوشی کا موجب ہوئے۔ حضرت حق تعالیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل بیشمار ترقیاں عطا فرمائے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ صاحب تصرف پیر اپنے تصرف سے مستعد مرید کو ان مرتبوں میں جو اس کی استعداد سے بڑھ کر ہیں، پہنچا سکتا ہے یا نہیں۔ ہاں پہنچا سکتا ہے لیکن ان بلند مرتبوں میں جو اس کی استعداد کے مناسب ہیں۔ نہ ان مراتب میں جو اس کی استعداد کے مخالف ہیں۔ مثلاً وہ مرید جو ولایت موسوی کی استعداد رکھتا ہے اور اس کی استعداد کی نہایت قوت اس ولایت کے نصف راہ تک پہنچنے کی ہے۔ تو صاحب تصرف پیر اس کو اس ولایت کے نہایت درجات تک پہنچا سکتا ہے لیکن یہ کہ اس کو ولایت موسوی سے

ولایت محمدی میں لادے اور اس ولایت میں اس کو ترقی بخشے۔ معلوم الوقوع نہیں ہے۔

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ وہ کونسا مرتبہ ہے جس میں اخفیٰ جو انسانی لطائف میں سے زیادہ لطیف ہے نفس امارہ کا حکم رکھتا ہے اور دناءت و خساست میں اس کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے۔

میرے بھائی کو معلوم ہو کہ اخفیٰ اگرچہ لطائف میں سے لطیف ہے لیکن دائرہ امکان میں داخل ہے اور حدوث کے داغ سے داغدار ہے۔ جب سالک دائرہ امکان سے پاؤں باہر رکھتا ہے۔ اور مراتب و وجوب میں سیر فرماتا ہے اور ظلال وجوبی سے ان کے اصلوں میں پہنچتا ہے اور صفت و شان کی قید سے چھوٹ جاتا ہے۔ ناچار ممکن اس کو خوار و بے اعتبار نظر آتا ہے اور اس کے احسن و لطف کو دناءت و خساست میں برابر دیکھتا ہے اور نفس و اخفیٰ کو اس مقام میں یکساں خیال کرتا ہے۔

اور آپ نے لکھا تھا کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ہم نے سنا ہے کہ عبادت کے وقت حق تعالیٰ کو حاضر و ناظر دیکھ کر عبادت کرنا حق تعالیٰ کے تنزل کا موجب ہے۔ بندہ کی طرح عبادت کرنی چاہئے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کو حاضر سمجھ کر عبادت کرنی بے ادبی میں داخل ہے۔

اے محبت کے نشان والے مجھے معلوم نہیں کہ اس قسم کی بات اس فقیر سے سرزد ہوئی ہو کہیں اور جگہ سے دیکھی ہو گی اور وہ واقع جو آپ نے لکھا تھا اور اس واقع میں حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا۔ بہت نیک اور اصلی ہے۔ پانی سے مراد علم ہے اور اس میں ہاتھ ڈالنا علم میں قدرت کا حاصل ہونا ہے اور اس بارہ میں حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشارکت اس کے حاصل ہونے کی موکدہ مؤید ہے۔ کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت رحمٰن کے شاگرد ہیں۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا سکھائے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام چیزوں کے نام حاصل کلام یہ کہ اس واقعہ میں علم سے مراد علم باطن ہے۔ بلکہ علم باطن کی وہ قسم جو اہلبیت علیہم الرضوان کی نسبت سے مناسبت رکھتی ہے۔ والباقی عند التلاقی۔ والسلام

مکتوب ۲۱۳

پند و نصائح کے بیان میں اور فرقہ ناجیہ یعنی علمائے اہل سنت و جماعت کی تابعداری کرنے اور برے علماء کی صحبت سے جنہوں نے علم کو دنیاوی اسباب حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا ہے۔ بچنے کی ترغیب میں سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:۔

عَصَمَکُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَمَّا یَلِیْقُ بِجَنَابِکُمْ بِحُرْمَةِ جَدِّکُمُ الْاَمْجَدِ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ حق تعالیٰ آپ کو آپ کے جد بزرگوار علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ان باتوں سے بچائے، جو آپ کی جناب کے لائق نہیں ہیں۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ احسان کا بدلہ احسان ہے فقیر نہیں جانتا کہ آپ کے احسان کا بدلہ کس احسان سے ادا کرے۔ سوائے اس بات کے کہ نیک وقتوں میں سلامتی دارین کی دعا سے تر زبان رہے۔ اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ یہ بات بے تکلف حاصل ہے اور دوسرا احسان جو مکافات کے لائق ہے وہ پند و نصیحت ہے اگر قبول ہو جائے تو زہے سعادت۔

اے شرافت و نجابت کے مرتبہ والے۔ تمام نصیحتوں کا خلاصہ دینداروں اور شریعت کے پابندوں کے ساتھ میل جول رکھنا ہے اور دین و شریعت کا پابند ہونا تمام اسلامی فرقوں میں سے فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت و جماعت کے طریقہ حقہ کے سلوک پر وابستہ ہے۔ ان بزرگواروں کی متابعت کے بغیر نجات محال ہے۔ اور ان کے عقائد کی اتباع کے بغیر خلاصی دشوار ہے۔ تمام عقلی اور نقلی اور کشفی دلیلیں اس بات پر شاہد ہیں۔ ان میں سے کسی میں خلاف کا احتمال نہیں ہے اگر معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگواروں کے سیدھے راستہ سے ایک رائی کے برابر بھی الگ ہو گیا، تو اس کی صحبت کو زہر قاتل جاننا چاہئے اور اس کی ہم نشینی کو زہر مار خیال کرنا چاہئے۔ بے باک طالب علم خواہ کسی فرقہ سے ہوں، دین کے چور ہیں۔ ان کی صحبت سے بھی بچنا ضروری ہے۔ یہ سب فتنہ و فساد جو دین میں پیدا ہوا ہے۔ انہی لوگوں کی کمبختی سے ہے کہ انہوں نے دنیاوی اسباب کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کر دیا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی۔ پس ان کی اس تجارت نے ان کو نفع نہ دیا اور نہ ہی انہوں نے ہدایت پائی۔

کسی شخص نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ آسودہ اور فارغ بیٹھا ہے اور گمراہ کرنے اور بہکانے سے ہاتھ کو تاہ کیا ہوا ہے۔ اس نے اس کا سبب پوچھا۔ لعین نے کہا کہ اس وقت کے برے علماء میرا کام کر رہے ہیں اور گمراہ کرنے اور بہکانے کے ذمہ دار ہوئے ہیں۔

وہاں کے طالبوں سے مولانا عمر بہت نیک طبع آدمی ہے۔ بشر طیکہ آپ اس کو حوصلہ دیں اور حق کے اظہار پر دلیر کریں اور حافظ امام بھی اسلام کا جنون رکھتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں اس قسم کا جنون ضرور ہونا چاہئے۔ لَنْ يُّؤْمِنَ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُقَالَ اِنَّهٗ مَجْنُوْنٌ تم میں سے کوئی ایمان دار نہ ہو گا جب تک اس کو دیوانہ نہ کہا جائے۔

آپ کو معلوم ہے کہ اس فقیر نے کہہ کر اور لکھ کر نیک صحبت کی ترغیب میں کوتاہی نہیں کی اور بری صحبت سے بچنے کیلئے مبالغہ کرنے میں اپنے آپ کو معاف نہیں رکھا۔ کیونکہ فقیر اسی کو اصل عظیم جانتا ہے۔ آگے قبول کرنا آپ کے اختیار میں ہے۔ بلکہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

فَطُوْبیٰ لِمَنْ جَعَلَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ مَظْھَرَ الْخَیْرِ پس اس شخص کیلئے مبارک ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خیر کا مظہر بنایا۔

آپ کے احسانوں کی یاد اس گفتگو پر آمادہ کرتی ہے اور رنج وملال کے ملاحظہ کو درمیان سے اٹھا دیتی ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۱٤

اس بیان میں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور اس سوال مشہور کے جواب میں کہ کفار کو کفر موقت کے باعث دائمی عذاب کیوں ہو گا اور ایک حاجت مند کی سفارش میں خانخاناں کی طرف لکھا ہے:-

طُوْبیٰ لِمَنْ جَعَلَہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ مَظْھَرَ الْخَیْرِ مبارک ہے وہ شخص جس کو خدائے تعالیٰ نے نیکی کا مظہر بنایا۔

حق تعالیٰ نے دنیا کو آخرت کی کھیتی بنایا ہے۔ وہ شخص بڑا ہی بدنصیب ہے جو سب کا سب بیج کھا جائے اور استعداد کی زمین میں نہ ڈالے اور ایک دانہ سے سات سو دانہ نہ بنائے۔ اور اس دن کیلئے کہ بھائی بھائی سے بھاگے گا اور ماں بیٹے کی خبر نہ لے گی، کچھ ذخیرہ نہ کرے۔ ایسے شخص کو دنیا و آخرت کا خسارہ حاصل ہے اور سوائے حسرت وندامت کے کچھ فائدہ نہیں۔ نیک بخت لوگ دنیا کی فرصت کو غنیمت جانتے ہیں نہ اس غرض کیلئے کہ دنیا کی لذتوں اور نعمتوں سے عیش و عشرت حاصل کریں جو باوجود اس قدر سختیوں اور تکلیفوں کے ناپائیدار اور بے ثبات ہیں۔ بلکہ اس غرض کیلئے کہ اس فرصت میں کاشتکاری کریں اور نیک عمل کے ایک دانہ سے وَاللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ کے بموجب بے نہایت ثمرات حاصل کریں۔ یہی وجہ ہے کہ چند روزہ اعمال صالحہ کی جزا ہمیشہ کا آرام مقرر فرمایا ہے۔ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اگر پوچھیں کہ حسنات میں اجر کئی گناہ ہے اور برائیوں میں ان کے مثل جزا ہے تو پھر کفار کو چند روزہ برائیوں کے عوض ہمیشہ کا عذاب کیوں ہو گا۔ میں کہتا ہوں کہ عمل کیلئے جزا کا ہم مثل ہونا واجب تعالیٰ کے علم پر موقوف ہے جس کے سمجھنے سے ممکن کا علم قاصر ہے۔

مثلاً قذف محصنات یعنی نیک بیاہی عورتوں کو زنا کی تہمت لگانے میں اس کے ہم مثل جزا اسی (۸۰) کوڑے فرمائی ہے۔ اور چوری کی حد میں چور کا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالنا اس کی جزا ہے اور زنا کی حد میں بکر کا بکر کے ساتھ زنا کرنے کی صورت میں سو کوڑے یا ایک سال کی جلاوطنی مقرر کی ہے اور بوڑھے آدمی کا بڑھیا عورت کے ساتھ زنا کی صورت میں رجم یعنی سنگسار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ان حدود اور

تقدیرات کا علم انسان کی طاقت سے خارج ہے۔ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ یہ خدائے عزیز و علیم کا اندازہ ہے۔

پس کفار کے بارہ میں حق تعالیٰ نے کفر موقت کے موافق ہمیشہ کا عذاب جزا فرمائی ہے تو معلوم ہوا کہ کفر موقت کی ہم مثل جزا یہی ہمیشہ کا عذاب ہے اور وہ شخص جو تمام احکام شرعیہ کو اپنی عقل کے مطابق کرنا چاہے اور عقلی دلائل کے برابر کرنا چاہے وہ شان نبوت کا منکر ہے اس کے ساتھ کلام کرنا بیوقوفی ہے۔

زانکس کہ بقرآن خبر زونہ رہی | آن است جوابش کو جوابش نہ دہی

ترجمہ جو مانتا ہی نہیں ہے حدیث اور قرآں | بجز سکوت جواب اس کا تو نہ کچھ پہچان

باقی مطلب یہ ہے کہ حامل رقیمہ ہذا میاں شیخ احمد مغفرت پناہ شیخ سلطان تھانسیری کا بیٹا ہے۔ آپ کی ان مہربانیوں اور احسانوں کو یاد کر کے جو آپ نے اس کے والد بزرگوار کی نسبت کئے تھے۔ اس فقیر کو وسیلہ بنا کر آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتا ہے۔ اور آپ کی مہربانیوں میں سے ایک موضع جو پرگنہ اندری میں انعام فرمایا ہوا تھا۔ آگے آپ کا اختیار ہے بلکہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اور سلام ہو آپ پر اور ان لوگوں پر جو ہدایت کے راستہ پر چلے اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۱۵

دنیا کی مذمت میں مرزا داراب کی طرف لکھا ہے:۔

مکتوب شریف جو طبعی استعداد کی خوبی سے بڑی عاجزی کے ساتھ ان بے سامان فقرا کی طرف ارسال کیا تھا، پہنچا۔ حق تعالیٰ آپ کو اپنے حبیب علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے جزائے خیر عطا کرے۔

اے فرزند! دنیا دار اور دولتمند بڑی بلا میں گرفتار ہیں۔ اور ابتلائے عظیم میں مبتلا ہیں کیونکہ دنیا کو جو حق تعالیٰ کی مبغوضہ ہے اور تمام نجاستوں سے زیادہ مردار ہے۔ ان کی نظروں میں آراستہ اور پیراستہ ظاہر کیا ہے، جس طرح کہ نجاست کو سونے سے ملمع کریں اور زہر کو شکر میں ملا دیں۔ حالانکہ عقل دور اندیش کو اس کمینی کی برائی سے آگاہ کر دیا ہے اور اس ناپسندیدہ کی قباحت پر ہدایت و دلالت فرمائی ہے۔ اسی واسطے علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا مال زمانہ کے عقلمند کو دیں تو زاہد کو دینا چاہئے، جو دنیا سے بے رغبت ہے اور اس کی وہ بے رغبتی اس کی کمال عقل سے ہے۔ اس کے علاوہ صرف عقل کے ایک گواہ پر کفایت نہیں کی نقل کا دوسرا گواہ بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا ہے اور

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے جو اہل جہان کیلئے سراسر رحمت ہیں۔ اس کھوٹے اسباب کی حقیقت پر اطلاع بخشی ہے اور اس فاحشہ مکار کی محبت و تعلق سے بہت منع فرمایا ہے۔ ان دو عادل گواہوں کے موجود ہوتے بھی اگر کوئی شکر موہوم کی طمع پر زہر کھالے اور خیالی سونے کی امید پر نجاست اختیار کرلے، تو وہ شخص بڑا ہی بیوقوف اور احمق بالطبع ہے۔ بلکہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اخبار کا منکر ہے۔ ایسا شخص منافق کا حکم رکھتا ہے کہ اس کا ظاہری ایمان آخرت میں اس کو کچھ فائدہ نہ دیگا۔ اور اس کا نتیجہ دنیاوی خون اور مال کے بچاؤ کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ آج غفلت کی روئی کانوں سے نکالنی چاہئے۔ ورنہ کل حسرت و ندامت کے سوا کچھ سرمایہ حاصل نہ ہوگا۔ خبر کرنا ضروری ہے۔

ہمہ اندرز من بتو این است　　　که تو طفلی و خانہ رنگین است

ترجمہ نصیحت مری تجھ سے ساری یہی ہے　　　منقش ہے گھر اور تو لڑکا ابھی ہے

والسلام۔

مکتوب ۲۱۶

اس بات کے بھید میں کہ بعض اولیاء اللہ سے خوارق بکثرت ظہور میں آتے ہیں اور بعض اولیاء اللہ سے کم اور مقام ارشاد و تکمیل کے اتم ہونے اور اس کے مناسب بیان میں میرزا حسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ اَجْمَعِيْنَ اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور آل پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

خاطر فاتر میں آتا ہے کہ جب دوستوں کے درمیان بعد صوری حاصل ہے اور ظاہری ملاقات عنقا ہو گئی ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی بعض علوم و معارف یاروں کی طرف لکھے جائیں۔ اس واسطے کبھی کبھی اس قسم کی باتیں لکھتا رہتا ہے امید ہے کہ ملال کا باعث نہ ہونگی۔

میرے مخدوم! چونکہ ولایت کی بحث کے درمیان ہے اور عوام کی نظر خوارق کے ظاہر ہونے پر لگی ہے۔ اس لئے اس قسم کی بعض باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ذرا غور سے سنئے گا۔

ولایت فنا و بقا سے مراد ہے کہ خوارق اور کشف خواہ کم ہوں یا زیادہ اس کے لوازم سے ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہ جس سے خوارق زیادہ ظاہر ہوں اس کی ولایت بھی اتم ہو۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خوارق بہت کم ظاہر ہوتے ہیں، مگر ولایت اکمل ہوتی ہے۔

خوارق کے بکثرت ظاہر ہونے کا مدار دو چیزوں پر ہے۔ عروج کے وقت زیادہ بلند جانا اور نزول کے وقت بہت کم نیچے اترنا۔ بلکہ کثرت خوارق کے ظہور میں اصل عظیم قلت نزول یعنی بہت کم نزول

کرنا ہے۔ عروج کی جانب خواہ کسی کیفیت سے ہو۔ کیونکہ صاحب نزول عالم اسباب میں اتر آتا ہے اور اشیاء کے وجود کو اسباب سے وابستہ معلوم کرتا ہے اور مسبب الاسباب کے فعل کو اسباب کے پردے کے پیچھے دیکھتا ہے اور وہ شخص کہ جس نے نزول نہیں کیا یا نزول کر کے اسباب تک نہیں پہنچا۔ اس کی نظر صرف مسبب الاسباب کے فعل پر ہے کیونکہ مسبب الاسباب کے فعل پر اس کی نظر ہونے کے باعث تمام اسباب اس کی نظر سے مرتفع ہو گئے ہیں۔ پس حق تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کے ظن کے موافق علیحدہ علیحدہ معاملہ کرتا ہے۔ اسباب کو دیکھنے والے کا کام اسباب پر ڈال دیتا ہے اور وہ جو اسباب کو نہیں دیکھتا اس کا کام اسباب کے وسیلہ کے بغیر مہیا کر دیتا ہے۔ حدیث قدسی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ اس مطلب کی گواہ ہے۔

بہت مدت تک دل میں کھٹکتا رہا کہ کیا وجہ ہے کہ اس امت میں اکمل اولیاء بہت گزرے ہیں مگر جس قدر خوارق حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہٗ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ ویسے خوارق ان میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے۔ آخر کار حق تعالیٰ نے اس معما کا بھید ظاہر کر دیا اور جتلا دیا کہ ان کا عروج اکثر اولیاء اللہ سے بلند تر واقع ہُوا ہے اور نزول کی جانب میں مقام روح تک نیچے اترے ہیں جو عالم اسباب سے بلند تر ہے۔

خواجہ حسن بصریؒ اور حبیب عجمی قدس سرہٗ کی حکایت اسی مقام کے مناسب ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن حسن بصریؒ دریا کے کنارے پر کھڑے ہوئے کشتی کا انتظار کر رہے تھے کہ دریا سے پار ہوں۔ اسی اثناء میں خواجہ حبیب عجمیؒ بھی آ نکلے۔ پوچھا آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ عرض کیا کہ کشتی کا انتظار کر رہا ہوں۔ حبیب عجمیؒ نے فرمایا کہ کشتی کی کیا حاجت ہے کیا آپ یقین نہیں رکھتے۔ خواجہ حسن بصریؒ نے کہا کہ آپ علم نہیں رکھتے۔ غرض خواجہ حبیب عجمیؒ کشتی کی مدد کے بغیر دریا سے گزر گئے۔ اور خواجہ حسن بصریؒ کشتی کے انتظار میں کھڑے رہے۔ خواجہ حسن بصریؒ نے چونکہ عالم اسباب میں نزول کیا ہوا تھا۔ اس لئے اس کے ساتھ اسباب کے وسیلہ سے معاملہ کرتے تھے۔ اور حبیب عجمیؒ نے چونکہ پورے طور پر اسباب کو نظر سے دور کر دیا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ اسباب کے وسیلہ کے بغیر زندگانی بسر کرتے تھے۔ لیکن فضیلت حضرت خواجہ حسن بصریؒ کیلئے ہے جو صاحب علم ہے اور جس نے عین الیقین کو علم الیقین کے ساتھ جمع کیا ہے اور اشیاء کو جیسی کہ وہ ہیں جانا ہے۔ کیونکہ قدرت کی اصل حقیقت کو حکمت کے پیچھے پوشیدہ کیا ہے۔ اور حبیب عجمیؒ صاحب سکر ہے اور فاعل حقیقی پر یقین رکھتا ہے بغیر اس بات کے کہ اسباب کا درمیان میں دخل ہو۔

یہ دید نفس امر کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اسباب کا وسیلہ واقع کے اعتبار سے ثابت و کائن ہے۔

لیکن تکمیل وارشاد کا معاملہ ظہور خوارق کے معاملہ کے برعکس ہے کیونکہ مقام ارشاد میں جس کا نزول جس قدر زیادہ تر ہوگا، اسی قدر وہ زیادہ کامل ہوگا۔ کیونکہ ارشاد کیلئے مرشد و مسترشد کے درمیان اس مناسبت کا حاصل ہونا ضروری ہے جو نزول پر وابستہ ہے۔

اور جاننا چاہئے کہ جس قدر کوئی اوپر جاتا ہے اسی قدر نیچے آتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سب سے زیادہ اوپر گئے اور نزول کے وقت سب سے نیچے آگئے۔ اسی واسطے آپ کی دعوت اتم ہوئی۔ او آپ تمام خلق کی طرف بھیجے گئے۔ کیونکہ نہایت نزول کے باعث سب کے ساتھ مناسبت پیدا کی اور افادہ کا راستہ کامل تر ہو گیا اور بسا اوقات اس راہ کے متوسطوں سے اس قدر طالبوں کا فائدہ وقوع میں آتا ہے جو غیر مرجوع منتہیوں سے میسر نہیں ہوتا۔ کیونکہ متوسط غیر مرجوع منتہیوں کی نسبت مبتدیوں کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔

اسی سبب سے شیخ الاسلام ہروی قدس سرہٗ نے کہا ہے کہ اگر خرقانیؒ اور محمد قصابؒ موجود ہوتے ہیں تو میں تم کو محمد قصابؒ کے پاس بھیجتا اور خرقانیؒ کی طرف نہ جانے دیتا۔ کیونکہ وہ خرقان کی نسبت تمہارے لئے زیادہ فائدہ مند ہوتا۔ یعنی خرقانیؒ منتہی تھے۔ مرید آپ سے بہت کم فائدہ حاصل کرتے تھے۔ یعنی منتہی غیر مرجوع تھے نہ کہ مطلق منتہی کیونکہ کامل افادہ کا نہ ہونا اس کے حق میں غیر واقع ہے۔ کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سب سے زیادہ منتہی تھے۔ حالانکہ آپ کا افادہ سب سے زیادہ تھا۔ پس افادہ کے کم یا زیادہ ہونے کا مدار رجوع اور ہبوط پر ہے نہ کہ انتہا اور عدم انتہا پر۔

یہاں ایک نکتہ ہے جس کا جاننا بہت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح نفس ولایت کے حاصل ہونے میں ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا شرط نہیں ہے، جیسا کہ مشہور ہے اسی طرح اس کو اپنے خوارق کے وجود کا علم ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کسی ولی سے خوارق نقل کرتے ہیں۔ اور اس کو ان خوارق کی نسبت بالکل اطلاع نہیں ہوتی۔ اور وہ اولیاء جو صاحب علم اور کشف ہیں ان کیلئے جائز ہے کہ اپنے بعض خوارق پر اس کو اطلاع دیدیں بلکہ ان کی مثالیہ صورتوں کو متعدد مکانوں میں ظاہر کریں اور دور دراز جگہوں میں ان صورتوں سے ایسے عجیب و غریب کام ظہور میں لائیں، جن کی اس صورتوں والے کو ہرگز اطلاع نہیں ہے۔ ع

از ما و شما بہانہ ساختہ اند

ترجمہ ع　　بہانہ ہے ہمارا اور تمہارا درمیاں میں

حضرت مخدوم قبلہ گاہی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ کہتا تھا کہ عجیب کاروبار ہے کہ لوگ اطراف وجوانب سے آتے ہیں، بعض کہتے ہیں ہم نے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا اور موسم حج میں

حاضر پایا ہے۔اور ہم نے آپ سے مل کر حج کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بغداد میں دیکھا ہے۔اور اپنی دوستی کا اظہار کرتے ہیں اور میں ہرگز اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا ہوں اور نہ ہی کبھی اس قسم کے آدمیوں کو دیکھا ہے۔ کتنی بڑی تہمت ہے جو ناحق مجھ پر لگاتے ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ كُلِّهَا سب کاموں کی اصل حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے اس سے زیادہ لکھنا طول کلامی ہے۔ہاں اگر آپ کی طلب اور پیاس زیادہ معلوم کی تو بہت جلدی اس سے زیادہ کچھ لکھا جاویگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مکتوب ۲۱۷

اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر بہتر ہے اور اس بیان میں کہ کیا باعث ہے کہ اولیاء اللہ کے بعض کشف غلط واقع ہوتے ہیں اور ان کے خلاف ظاہر ہوتا ہے اور قضائے معلق اور قضائے مبرم کے درمیانی فرق اور ان میں سے ہر ایک کے حکم میں اور اس بیان میں کہ جو کچھ قطعی اور اعتبار کے لائق ہے وہ کتاب و سنت ہے اور اس بیان میں کہ بعض طالبوں کو طریقہ سکھانے کی اجازت دینا اور ان کے کمال اور تکمیل کی علامت نہیں ہے اور اس کے متعلق بیان میں ملا طاہر بدخشی کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ اَجْمَعِيْنَ اللہ رب العالمین کی حمد اور سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

مدت گزری ہے کہ اپنے احوال و اوضاع سے آپ نے اطلاع نہیں دی۔ ہر حال میں استقامت مطلوب ہے۔ کوشش کریں کہ از روئے عمل اور اعتقاد کے سرمو خلاف شریعت سرزد نہ ہو اور باطنی نسبت کی حفاظت نہایت ہی ضروری ہے۔اور باطنی نسبت جس قدر جہالت کی طرف جائے اسی قدر زیبا ہے اور جس قدر حیرت تک پہنچے اسی قدر بہتر ہے۔ کیونکہ کشوف الٰہی اور ظہورات اسمائی سب راستہ کے درمیان ہیں۔ وصول کے بعد یہ سب کم ہو جاتے ہیں اور جہالت اور مطلوب کے نہ پانے کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ کشوف کونی کی نسبت کیا لکھا جائے کیونکہ ان میں خطا کی مجال بہت ہے اور غلطی کا گمان غالب ہے۔ان کے عدم و وجود کو یکساں جاننا چاہئے اگر پوچھیں کہ کیا سبب ہے کہ بعض کشوف میں جو اولیاء اللہ سے صادر ہوتے ہیں، غلطی واقع ہو جاتی ہے اور ان کے برخلاف ظہور میں آتا ہے۔

مثلاً خبر دی کہ فلاں آدمی ایک ماہ کے بعد مر جائے گا۔ یا سفر سے واپس وطن میں آئے گا اتفاقاً ایک ماہ کے بعد ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی وقوع میں نہ آئی تو اس کا یہ جواب ہے کہ وہ چیز جس کا کشف ہوا ہے اور اس کی خبر دی گئی ہے اس کا حاصل ہونا شرائط پر مشروط تھا کہ صاحب کشف نے اس وقت ان

شرائط سے مفصل طور پر اطلاع نہیں پائی اور مطلق طور پر اس شے کے حاصل ہونے کا حکم کیا ہے۔ یا یہ وجہ ہے کہ لوح محفوظ کے احکام میں سے کوئی حکم عارف پر ظاہر ہوا ہے کہ وہ حکم فی نفسہ محو واثبات کے قابل ہے اور قضاء معلق کی قسم سے ہے۔ لیکن اس عارف کو اس حکم کے محو واثبات کی تعلیق اور قابلیت سے کچھ خبر نہیں ہے۔ اس صورت میں اگر اپنے علم کے موافق حکم کریگا تو اس میں ضرور ہی خلاف کا احتمال ہو گا۔

لکھا ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت پیغمبر علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک شخص کے حق میں یہ خبر دی کہ یہ جوان کل صبح ہوتے ہی مر جائے گا۔ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس جوان کے حال پر رحم آیا۔ اس سے پوچھا کہ تو دنیا سے کیا آرزو رکھتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ دو چیزیں۔ ایک کنواری بیوی، دوسرا حلوا۔ حضور نے دونوں چیزیں مہیا کرنے کا حکم فرمایا۔ وہ جوان اپنی بیوی کے ساتھ خلوت میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ حلوے کا طبق ان کے آگے رکھا تھا کہ اسی اثناء میں ایک سائل محتاج نے دروازہ پر آکر اپنی حاجت کو ظاہر کیا اس جوان نے وہ حلوے کا طبق اٹھا کر اس فقیر کو دیدیا۔ جب صبح ہوئی حضرت پیغمبر علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام اس جوان کے مرنے کی خبر کا انتظار کرنے لگے جب دیر ہو گئی تو فرمایا کہ اس جوان کی خبر لاؤ کہ کیا حال ہے۔ معلوم ہوا کہ خوش و خرم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حیران رہ گئے۔ اسی اثناء میں حضرت جبرئیل علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس حلوے کے صدقہ نے اس جوان کی بلا کو دفع کیا۔ جب اس کے بستر کو دیکھا تو اس کے نیچے ایک بڑا سانپ مردہ پایا اور اس کے پیٹ میں اس قدر حلوا پڑا ہوا دیکھا کہ حلوے کی زیادتی سے جان دیدی۔ لیکن یہ فقیر اس نقل کو پسند نہیں کرتا۔ اور جبرئیل علیہ السلام پر خطا تجویز نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ وحی قطعی کا حامل ہے اور وحی کے حامل پر خطا کا احتمال تجویز کرنا برا جانتا ہے۔ ہاں اگر یہ کہیں کہ اس کی عصمت و امانت اور خطا کا احتمال نہ ہونا اس وحی سے مخصوص ہے۔ جو حق تعالیٰ کی طرف سے صرف تبلیغ پر موقوف ہے اور اس خبر میں اس قسم کی وحی نہیں ہے۔ بلکہ علمی اخبار ہے اور لوح محفوظ سے مستفاد ہے۔ جو محو واثبات کا محل ہے تو اس خبر میں خطا کی مجال ہو سکتی ہے برخلاف وحی کے جو مجرد تبلیغ ہے۔ پس دونوں میں فرق ظاہر ہو گیا۔ جیسا کہ شہادت اور اخبار کے درمیان فرق ہے کیونکہ اوّل شرع میں معتبر ہے اور دوسرا غیر معتبر۔

اے میرے سعادت مند بھائی! آپ کو معلوم کرنا چاہئے کہ قضا دو قسم پر ہے۔ (۱) قضائے معلق، (۲) قضائے مبرم۔

قضائے معلق میں تغیر و تبدل کا احتمال ہے اور قضائے مبرم میں تغیر و تبدل کی مجال نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ میرا قول کبھی تبدیل نہیں ہوتا، یہ قضائے مبرم کے بارہ میں ہے اور قضائے معلق کے بارہ میں فرماتا ہے۔ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ جسے چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب ہے۔

میرے حضرت قبلہ گاہی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہٗ نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ قضائے مبرم میں کسی تبدیلی کی مجال نہیں ہے، مگر مجھے ہے۔ اگر چاہوں تو میں اس میں بھی تصرف کروں۔ اس بات سے بہت تعجب کیا کرتے تھے اور بعید از فہم فرماتے تھے۔

یہ نقل بہت مدت تک اس فقیر کے ذہن میں رہی۔ یہاں تک کہ حضرت حق تعالیٰ نے اس دولت سے مشرف فرمایا۔ ایک دن ایک بلیّہ کے دفع کرنے کے درپے ہوا۔ جو کسی دوست کے حق میں مقرر ہو چکی تھی۔ اس وقت بڑی التجا اور عاجزی اور نیاز و خشوع کی، تو معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں اس امر کی قضا کسی امر سے معلق اور کسی شرط پر مشروط نہیں ہے۔ اس بات سے بڑی یاس و ناامیدی حاصل ہوئی۔ اور حضرت سید محی الدین قدس سرہٗ کی بات یاد آئی۔ دوبارہ پھر ملتجی اور متضرع ہوا اور بڑی عجز و نیاز سے متوجہ ہوا۔ تب محض فضل و کرم سے اس فقیر پر ظاہر کیا گیا کہ قضائے معلق دو طرح پر ہے۔ ایک وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا لوح محفوظ میں ظاہر ہوا ہے اور فرشتوں کو اس پر اطلاع دی ہے اور دوسری وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا صرف خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور لوح محفوظ میں قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے اور قضائے معلق کی اس دوسری قسم میں بھی پہلی قسم کی طرح تبدیلی کا احتمال ہے پھر معلوم ہوا کہ حضرت سید قدس سرہٗ کی بات بھی اسی اخیر قسم پر موقوف ہے جو قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ نہ اس قضا پر جو حقیقت میں مبرم ہے کیونکہ اس میں تصرف و تبدل عقلی اور شرعی طور پر محال ہے اور حق یہ ہے کہ جب کسی کو اس قضا کی حقیقت پر اطلاع ہی نہیں ہے تو پھر اس میں تصرف کیسے کر سکے اور اس آفت و مصیبت کو جو اس دوست پر پڑی تھی۔ قسم اخیر میں پایا اور معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے اس بلیّہ کو دفع فرمادیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا عَلَیْہِ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَیَرْضٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ الَّذِیْ اَرْسَلَہٗ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ وَالْمَلَآئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ اَجْمَعِیْنَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ مُحِبِّیْھِمْ وَ مُتَابِعِیْ اٰثَارِھِمْ بِبَرَکَۃِ ھٰؤُلَآءِ الْکُبَرَاءِ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے ایسی حمد کثیر اور طیب اور

مبارک جیسا کہ ہمارا رب چاہتا اور پسند کرتا ہے اور اولین و آخرین کے سردار اور انبیاء و مرسلین کے ختم کرنے والے پر جس کو اللہ تعالیٰ نے اہل جہان کیلئے رحمت بنا کر بھیجا اور ان کی آل و اصحاب اور ان کے تمام بھائیوں یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیکوں اور تمام مقرب فرشتوں پر صلوٰۃ و سلام و تحیّت ہو۔ یا اللہ تو ہم کو ان بزرگواروں کی برکت سے ان سب کا محبّ اور ان کے افعال کا تابعدار بنا اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر جس نے آمین کہا۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بعض اوقات بعض علوم الہامی میں بھی جو خطا ہو جاتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ بعض مسلمہ مقدمات جو صاحب الہام کے نزدیک ثابت اور حقیقت میں کاذب ہیں۔ علوم الہامی کے ساتھ اس طرح مل جاتے ہیں کہ صاحب الہام تمیز نہیں کر سکتا بلکہ تمام علوم کو الہامی خیال کرتا ہے۔ پس ان علوم کے بعض اجزا میں خطا ہونے کے باعث مجموع علوم میں خطا واقع ہو جاتی ہے اور نیز کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کشف اور واقعات میں امور غیبی کو دیکھتا اور خیال کرتا ہے کہ ظاہر پر محمول ہیں اور صورت پر منحصر ہیں تو اس خیال کے موافق حکم کرتا ہے اور خطا واقع ہو جاتی ہے اور نہیں جانتا کہ وہ امور ظاہر کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں۔ اور تاویل و تعبیر پر محمول ہیں۔ اس مقام پر تمام کشف غلط واقع ہوتے ہیں۔ غرض جو کچھ قطعی اور اعتبار کے لائق ہے۔ وہ صرف کتاب و سنت ہے جو وحی قطعی سے ثابت ہوئے ہیں اور فرشتہ کے نازل ہونے سے مقرر ہوئے ہیں اور علماء کا اجماع اور مجتہدین کا اجتہاد بھی انہی دو اصلوں کی طرف راجع ہے۔ ان چار شرعی اصول کے سوا اور جو کچھ ہو۔ خواہ صوفیہ کے علوم و معارف ہوں۔ اور خواہ ان کے کشف و الہام۔ اگر ان اصول کے موافق ہیں تو مقبول ہیں ورنہ مردود۔ وہاں وجد و حال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تول لیں، نیم جو سے بھی نہیں خریدتے اور کشوف و الہامات کو جب تک کتاب و سنت کی کسوٹی پر نہ رکھ لیں نیم چیتل کے برابر بھی پسند نہیں کرتے۔

طریق صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ کی حقیقت پر جو ایمان کی حقیقت ہیں یقین زیادہ ہو جائے اور احکام شرعیہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہو۔ نہ کچھ اور امر اس کے سوا۔ کیونکہ رویت کا وعدہ آخرت کو ہے اور دنیا میں ثابت نہیں ہے اور وہ مشاہدے اور تجلیات جن پر صوفیہ خوش ہیں۔ وہ ظلال سے آرام اور شِبہ و مثال کے ساتھ تسلی کئے بیٹھے ہیں۔ حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر ان مشاہدوں اور تجلیوں کی پوری پوری حقیقت بیان کروں تو اس راہ میں مبتدیوں کی طلب میں فتور پڑ جاوے گا اور ان کے شوق میں قصور واقع ہو جاوے گا۔ اور اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ اگر باوجود علم کے کچھ نہ کہوں تو حق باطل سے ملا رہے گا۔ البتہ اس قدر ضرور ظاہر کرتا ہوں کہ اس راہ

کی تجلیات و مشاہدات کو موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہاڑ کی تجلی و شہود کی کسوٹی پر پرکھنا چاہئے۔ اگر درست نہ ہوں تو ناچار ظلال اور شبہ و مثال پر محمول کرنے چاہئیں۔ تو پھر شاید درست ہوں کیونکہ تجلی سے مقصود وک وفک یعنی پارہ پارہ ہونا ہے اور دنیا میں اس سے چارہ نہیں ہے۔ خواہ باطن پر متجلی ہو خواہ ظاہر پر وک وفک ضرور ہے لیکن خاتم الانبیاء علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام اس داغ سے پاک ہیں۔ آپ کو دنیا میں رویت میسر ہوئی اور سر مُو اپنی جگہ سے نہ ہلے اور آپ کے کامل تابعداروں کو جو اس مقام سے نصیب رکھتے ہیں۔ وہ رویت ظلال میں سے کسی ظل کے پردہ کے بغیر نہ ہو گی۔ صاحب تجلی سمجھے یا نہ سمجھے۔ جب کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس حال کے مشاہدے سے بغیر اس بات کے کہ تجلی ہو، بیہوش ہو گئے تو پھر اوروں کا کیا حال ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ جاننا چاہئے کہ بعض مخلصوں کو اجازت دینے سے مقصود یہ تھا کہ اس وجہ سے لوگوں کو گمراہی کے بھنور سے حق تعالیٰ کے راستہ کی طرف راہنمائی کریں اور آپ بھی ان طالبوں کے ساتھ مل کر مشغولی کریں اور ترقیات حاصل کریں اور اس سر رشتہ کو نگاہ رکھ کر کوشش کریں کہ ان کی اپنی بقیہ بُری خصلتیں دور ہو جائیں اور مرید و مسترشد بھی اس دولت سے مشرف ہو جائیں نہ کہ یہ اجازت کمال و تکمیل کے وہم میں ڈال دے اور مقصود سے ہٹا رکھے۔ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچانا ہے۔ والسلام۔

مکتوب ۲۱۸

پیر طریقت کے آداب کو مدنظر رکھنے کے بیان میں ملا داؤد کی طرف لکھا ہے:۔

میرے عزیز بھائی! مولانا داؤد کا مکتوب شریف پہنچ کر خوشی کا موجب ہوا۔ حق تعالیٰ اپنے نبی اور ان کی آل پاک علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طفیل آپ کے ظاہر و باطن کو اپنی مرضیات سے آراستہ و پیراستہ کرے۔

باطنی سبق کے تکرار کرنے اور خواجگان قدس سرہم کے طریقہ پر استقامت کرنے میں ایسا نہ ہو کہ پراگندہ توجہوں سے فتور پڑ جائے اور اگر بالفرض کچھ ظلمت و کدورت طاری ہو جائے تو اس کا علاج یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں التجا اور زاری اور نیاز و شکستگی بجا لائیں اور اپنے مربی یعنی پیر کی طرف جو اس دولت کے حاصل ہونے کا وسیلہ ہے۔ پورے طور پر متوجہ ہوں اور حضور و غیبت میں اس بڑی دولت کے وسیلوں یعنی پیروں کے آداب کو اچھی طرح مدنظر رکھیں اور ان بزرگواروں کی رضا کو حق تعالیٰ کی رضامندی کا وسیلہ بنائیں۔ نجات و خلاصی کا طریقہ یہی ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۱۹

اس بیان میں کہ آدمی اپنی نادانی سے اپنی ظاہری مرض کے دور کرنے کی فکر میں لگا ہے اور باطنی مرض سے جو دل کی گرفتاری سے مراد ہے، غافل پڑا ہے اور اس کے مناسب بیان میں میرزا ایرج کی طرف لکھا ہے۔

عَصَمَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَمَّایَعْصِمُکُمْ وَصَانَکُمْ عَمَّا شَانَکُمْ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَتَمُّھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا حق تعالیٰ سید الاولین و آخرین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل آپ کو اس چیز سے بچائے جو آپ کو داغدار کرے اور اس چیز سے محفوظ رکھے جو آپ کو عیب لگائے۔

اے سعادت و شرافت کے نشان والے آدمی کو جب کوئی ظاہری مرض لگ جاتی ہے اور اس کے کسی عضو کو آفت پہنچتی ہے تو بہت کوشش اور مبالغہ کرتا ہے تاکہ وہ مرض دفع ہو جائے اور وہ آفت دور ہو جائے لیکن مرض قلبی نے جو ماسوائے حق کی گرفتاری سے مراد ہے اس پر اس طرح غلبہ پایا ہوا ہے جو نزدیک ہے کہ اس کو ہمیشہ کی موت تک پہنچادے۔ اور ہمیشہ کے عذاب میں اس کو گرفتار کردے۔ اس کے دور کرنے کا فکر نہیں کرتا اور اس کے دفع کرنے میں کوشش نہیں کرتا۔ اور اگر اس گرفتاری کو مرض نہیں جانتا تو پرلے درجے کا احمق ہے اور اگر جانتا ہے اور پھر فکر نہیں کرتا تو بڑا ہی پلید ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس مرض کے سمجھنے کیلئے عقل معاد درکار ہے۔ کیونکہ عقل معاش اپنی کوتاہ اندیشی سے ظاہر بینی پر لگی ہوئی ہے اور عقل معاش جس طرح باطنی امراض کو فانی عیش و عشرت کے باعث مرض خیال نہیں کرتی۔ اسی طرح عقل معاد بھی ظاہری امراض کو عاقبت کے ثوابوں کی وجہ سے مرض نہیں جانتی۔ عقل معاش کی نظر کوتاہ ہے اور عقل معاد کی نظر تیز۔

عقل معاد انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہے اور عقل معاش دولتمندوں اور دنیا داروں کا حصہ ہے اور ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے اور وہ اسباب جو عقل معاد کو برانگیختہ کرنے والے ہیں، موت کا ذکر۔ آخرت کے احوال کا یاد کرنا اور ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا ہے جو دار آخرت کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشانے ۔۔۔ ما اگر نہ رسیدیم تو شاید برسی

ترجمہ تجھے گنج مقصود بتلایا ہم نے ۔۔۔ ملا گر نہیں ہم کو شاید تو پالے

جاننا چاہیئے کہ جس طرح ظاہری مرض احکام شرعیہ کے بمشکل ادا ہونے کا باعث ہے مرض باطن بھی اسی دشواری کو مستلزم ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کَبُرَ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ مَاتَدْعُوْھُمْ اِلَیْہِ

مشرکوں پر وہ بات جس کی طرف تو ان کو بُلاتا ہے بہت بھاری ہے اور فرماتا ہے وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ بیشک نماز بھاری ہے مگر خاشعین پر۔

ظاہری مرض میں قویٰ اور اعضا کی کمزوری اس دشواری کو مستلزم اور مرض باطنی میں یقین کا ضعف اور ایمان کی کمی اس دشواری کا موجب ہے۔ ورنہ تکالیف شرعی میں سراسر آسانی اور سہولت ہے۔ آیت کریمہ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا اور آیت کریمہ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا اللہ تم سے تخفیف کرنا چاہتا ہے اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے، دونوں اس مطلب پر گواہ ہیں۔ ع

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

ترجمہ ع اگر کوئی نہیں بینا گناہ سورج کا ہے پھر کیا

پس اس مرض کے دور کرنے کا فکر ضروری ہے اور حاذق طبیبوں کی طرف التجا کرنا فرض عین ہے مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصدوں کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔ والسلام۔

مکتوب ۲۲۰

صوفیوں کی بعض غلطیوں اور ان غلطیوں کے منشاء کے بیان میں شیخ حمید بنگالی کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور حضرت سید المرسلین اور ان کی سب آل واصحاب پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

اس طرف کے فقرا کے احوال واوضاع دن بدن شکر کی زیادتی کا موجب ہیں۔ اور دور افتادہ دوستوں کے بارہ میں بھی یہی امید رکھتا ہے۔

اے عزیز! اس غیب الغیب یعنی اندھا دھند رستہ میں سالکوں کے قدم بہت پھسلتے ہیں۔ آپ اعتقادات اور عملیات میں شریعت کو مد نظر رکھ کر زندگانی بسر کریں۔ حضور وغیبت میں فقیر کی یہی نصیحت ہے۔ اس میں غفلت نہ ہونے پائے۔

فقیر اس راستہ کی بعض غلطیوں کو لکھتا ہے اور اس غلط کا منشا مقرر کرتا ہے۔ امید ہے کہ اعتبار کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں گے اور ان مذکورہ جزئیات کے ماسوا ان کے اندازہ کے موافق کام کریں گے۔

جان لیں کہ صوفیہ کی بعض غلطی یہ ہے کہ کبھی سالک مقامات عروج میں اپنے آپ کو دوسروں سے بلند پاتا ہے جن کی افضلیت علماء کے اجماع سے ثابت ہوئی۔ حالانکہ یقیناً اس سالک کا مقام ان

بزرگواروں کے مقامات سے نیچے ہے۔ بلکہ یہ اشتباہ کبھی کبھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت بھی جو قطعی طور پر بہترین خلائق ہیں واقع ہو جاتا ہے۔ عَیَاذًا بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔
اس باب میں بعض کی غلطی کا منشا یہ ہے کہ انبیاء واولیاء میں سے ہر ایک کا عروج پہلے ان اسماء تک ہے جو ان کے وجودی تعینات کے مبدء ہیں۔ اور اس عروج سے ولایت کا اسم متحقق ہوتا ہے۔ دوسرے عروج ان اسماء میں اور ان اسماء سے الّا ماشاء اللہ۔ لیکن باوجود اس عروج کے ان میں سے ہر ایک کا مقام و منزل وہی اسم ہے جو اس کے وجودی تعین کا مبدء رہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقامات عروج میں جو کوئی ان کو ڈھونڈتا ہے اکثر انہی اسماء میں پاتا ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں کے طبعی مکان مراتب عروج میں وہی اسماء ہیں۔ اور ان اسماء سے عروج و ہبوط کرنا عوارض کے سبب سے ہے۔ پس جب بلند فطرت سالک کی سیر ان اسماء سے بلند تر واقع ہو تو ضرور ان اسماء سے بھی بالاتر جائے گا اور اس کو یہ وہم پیدا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے بچائے کہ یہ وہم اس پہلے یقین کو دور کر دے۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے افضل ہونے اور اولیاء کے اولیٰ ہونے میں جو اجماع کے ساتھ افضل ہیں اشتباہ پیدا کرے۔ یہ مقام سالکوں کے قدم پھسلنے کا مقام ہے۔ اس وقت سالک نہیں جانتا کہ ان بزرگواروں نے ان اسماء سے بے نہایت عروج فرمائے ہیں اور فوق الفوق میں پہنچے ہوئے ہیں اور نیز جاننا چاہئے کہ وہ اسماء ان کے عروج کے طبعی مکان ہیں اور اس کا بھی اس جگہ طبعی مکان ہے جو ان اسماء سے بہت نیچے اور پست ہے کیونکہ ہر شخص کا افضل ہونا اس کے اسم کے اقدم ہونے کے اعتبار سے ہے جو اس کے تعین کا مبدء ہوا ہے۔
اسی قسم سے ہے یہ بات جو بعض مشائخ نے کہی ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عارف کے مقامات عروج میں برزخیت کبریٰ حائل نہیں ہوتی اور اس کے وسیلہ کے بغیر ترقی کرتا ہے۔
ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ رابعہؒ بھی اسی جماعت سے ہے یہ لوگ چونکہ عروج کے وقت اس اسم سے جو برزخیت کبریٰ کے تعین کا مبدا ہے اوپر گزرے ہیں۔ اس لئے ان کو وہم ہوا ہے کہ برزخیت کبریٰ درمیان حائل نہیں رہی اور برزخیت کبریٰ سے ان کی مراد حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت ہے اور اصل معاملہ وہی ہے جو اوپر گزرا۔
اور بعض دوسرے کی اس غلطی کا منشا یہ ہے کہ جب سالک کا سیر اس اسم میں واقع ہوتا ہے جو اس کے یقین کا مبدء ہے اور وہ اسم مجمل طور پر تمام اسماء کا جامع ہے۔ کیونکہ انسان کی جامعیت اسی قسم کی جامعیت کے باعث ہے۔ پس ناچار اس ضمن میں وہ اسماء بھی جو دوسرے مشائخ کے تعیّنات کے مبدء ہیں مجمل طور پر اس سیر میں قطع کرے گا اور ہر ایک سے گزر کر اس اسم کے منتہا تک پہنچ جاوے گا اور اپنی فوقیت کا وہم پیدا کرے گا اور نہیں جانتا کہ مقامات مشائخ سے جو کچھ اس نے دیکھا ہے اور ان سے گزر کیا

ہے۔ان کے مقامات کا نمونہ ہے نہ کہ ان مقامات کی حقیقت اور جب اس مقام میں اپنے آپ کو جامع معلوم کرتا ہے اور دوسروں کو اپنے اجزا خیال کرتا ہے تو اپنے اولیٰ ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے۔اسی مقام میں شیخ بسطام قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ لِوَائِیْ اَرْفَعُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ میرا جھنڈا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہیں۔غلبہ سکر کے باعث نہیں جانتا کہ اس کے جھنڈے کی بلندی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے سے نہیں ہے بلکہ ان کے جھنڈے کے نمونہ سے ہے جو ان کے اسم کی حقیقت کے ضمن میں مشہور ہوا ہے اور اسی قسم سے ہے وہ بات جو انہوں نے اپنے قلب کی وسعت کے بارہ میں کہی ہے کہ اگر عرش اور مَافِیْہِ کو عارف کے قلب کے گوشہ میں رکھ دیں تو کچھ محسوس نہ ہو۔یہاں بھی نمونہ کا حقیقت سے اشتباہ ہے۔ورنہ عرش کے مقابلہ میں جس کو حق تعالیٰ عظیم فرماتا ہے۔عارف کے قلب کا کیا اعتبار اور مقدار ہے۔وہ ظہور جو عرش میں ہے اس کا سواں ۱۰۰ حصہ بھی قلب میں نہیں ہے۔اگرچہ عارف کا قلب ہی کیوں نہ ہو۔کیونکہ رویت اخروی عرش کے ظہور پر متحقق ہوگی یہ بات اگرچہ آج بعض صوفیاء کو ناگوار گزرے گی لیکن آخر کار ایک دن ان کی سمجھ میں آ جاوے گی۔

اس بات کو ہم ایک مثال سے روشن کرتے ہیں کہ انسان چونکہ عناصر وافلاک کا جامع ہے جب اس کی نظر اپنی جامعیّت پر پڑتی ہے تو عناصر وافلاک کو اپنے اجزا دیکھتا ہے اور جب یہ دید غالب آجائے تو کچھ دور نہیں کہ اگر وہ یہ بات کہدے کہ میں کرۂ زمین سے بڑا ہوں اور آسمانوں سے فراخ تر ہوں۔اس وقت عاقل لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کی عظمت و بڑائی اس کے اپنے اجزا سے ہے اور کرۂ زمین اور آسمان حقیقت میں اس کے اجزا نہیں ہیں بلکہ اس کے ان اجزا کا نمونہ بنے ہوئے ہیں۔اور اس کی بزرگی ان نمونوں سے ہے جو اس کے اجزا ہیں نہ کہ کرۂ ارضی وسماوی کی حقیقت سے اور اسی وجہ سے کہ کسی شے کا نمونہ اس کی حقیقت کے متشابہ ہوتا ہے۔فتوحات مکیہ والے نے کہا ہے کہ جمع محمدی جمع الٰہی سے اجمع ہے۔کیونکہ جمع محمدی کونی اور الٰہی حقائق پر مشتمل ہے پس اجمع ہوگی۔اور نہیں جانتا کہ یہ اشتمال مرتبہ الوہیّت کے ظلال میں سے ایک ظل ہے اور اس کے نمونوں میں سے ایک نمونہ پر ہے۔نہ کہ وہ اشتمال اس مرتبہ مقدسہ کی حقیقت پر۔بلکہ اس مرتبہ کے پہلو میں کہ عظمت وکبریائی اس کے لوازم سے ہے۔جمع محمدی کی کچھ مقدار نہیں ہے۔ مَالِلتُّرَابِ وَرَبُّ الْاَرْبَابِ۔ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اور نیز اس مقام میں جب کہ سالک کا سیر اس اسم میں جو اس کا رب ہے واقع ہوتا ہے تو بسا اوقات خیال کرتا ہے کہ بعض بزرگوار جو یقیناً اس سے افضل ہیں اس کے وسیلہ سے بلند مقامات میں

پہنچے ہیں اور اس کے وسیلہ سے ترقی کی ہے۔ یہاں بھی سالکوں کے قدم پھسلنے کا مقام ہے۔ اللہ پناہ دے کہ اس کمال سے کوئی اپنے آپ کو افضل جانے اور ہمیشہ کا خسارہ حاصل کرے۔

اچھا اگر بادشاہ عظیم الشان کسی زمیندار کی مدد سے جو اسی کی سلطنت میں داخل ہے جاوے اور اس زمیندار کے وسیلہ سے بعض مقامات میں پہنچے اور اس کے ذریعے سے بعض جگہوں کو فتح کرے تو اس میں کونسی تعجب کی بات ہے اور اس میں کیا فضیلت ہے۔

حاصل کلام یہ کہ یہاں جزئی فضیلت کا احتمال ہے جو بحث سے خارج ہے کیونکہ ہر ایک حجام اور جولاہا اپنی کسی خاص وجہ سے باعث ہر عالم ذوفنوں اور حکیم بو قلموں پر فضیلت رکھتا ہے لیکن یہ فضیلت اعتبار سے خارج ہے اور وہ جو معتبر ہے وہ فضیلت کلی ہے جو عالم و حکیم کیلئے ثابت ہے۔

اس درویش کو بھی اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوئے تھے۔ اور اس قسم کی خیالی باتیں بہت پیدا ہوئی تھیں۔ اور مدتوں تک یہ حالت رہی لیکن باوجود اس کے فضل خداوندی شامل حال رہا کہ پہلے دائمی یقین میں تذبذب پیدا نہ ہوا اور متفق علیہ اعتقاد میں فتور واقع نہ ہوا۔ لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذٰلِكَ وَعَلٰی جَمِیْعِ نُعْمَائِهٖ اس نعمت پر اور تمام نعمتوں پر اللہ کی حمد اور اس کا احسان ہے اور جو کچھ مجمع علیہ کے خلاف ظاہر ہوتا تھا۔ اس کا کچھ اعتبار نہ کرتا تھا اور اس کو نیک توجیہ کی طرف پھیرتا تھا۔ اور مجمل طور پر اتنا جانتا تھا کہ اس کشف کے صحیح ہونے پر بھی یہ زیادتی جزئی فضیلت پر ہو گی اگرچہ یہ وسوسہ بھی پیش آتا تھا کہ فضیلت کا مدار قرب الٰہی پر ہے۔ اور یہ زیادتی اسی قرب میں ہے پھر جزئی کیوں ہو گی۔ لیکن پہلے یقین کے مقابلہ میں یہ وسوسہ گرد کی طرح اڑ جاتا تھا اور کچھ اعتبار نہ رکھتا تھا بلکہ توبہ و استغفار و انابت سے التجا کرتا تھا۔ اور عاجزی اور زاری سے دعا کرتا تھا کہ اس قسم کے کشف ظاہر نہ ہوں اور اہل سنت و جماعت کے معتقدات کے خلاف سر مُو منکشف نہ ہو۔

ایک دن یہ خوف غالب ہوا کہ مبادا ان کشفوں پر مواخذہ کریں اور ان وہمی باتوں کی نسبت پوچھیں۔ اس خوف کے غلبہ نے بڑا بیقرار اور بے آرام کیا۔ اور بارگاہ الٰہی میں بڑی التجا اور زاری کا باعث ہوا۔ یہ حالت بہت مدت تک رہی۔ اتفاقاً اسی حالت میں ایک بزرگ کے مزار پر گزر ہوا۔ اور اس معاملہ میں اس عزیز کو اپنا مددگار بنایا۔ اسی اثناء میں خداوند تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور معاملہ کی حقیقت کماحقہ ظاہر کر دی گئی۔ اور حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جو رحمت عالمیاں ہیں۔ ان کی روح مبارک نے حضور فرمایا اور غمناک دل کی تسلی کی اور معلوم ہوا کہ بیشک قرب الٰہی ہی فضل کلی کا موجب ہے لیکن یہ قرب جو تجھے حاصل ہوا ہے الوہیت کے ان مراتب کے ظلال میں سے ایک ظل کا قرب ہے، جو اس اسم سے مخصوص ہیں جو تیرا رب ہے۔ پس فضل کلی کا موجب نہ ہو گا اور اس مقام کی

مثالی صورت کو اس طرح مجھ پر منکشف کیا کہ کوئی شک و شبہ نہ رہا اور اس اشتباہ کا محل بالکل دور ہو گیا اور بعض وہ علوم جو اشتباہ کا محل رکھتے ہیں اور ان میں تاویل و توجیہ کی گنجائش ہے اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھی تھی۔ زیادہ منکشف ہوئی۔

اس فقیر نے چاہا کہ ان علوم کے اغلاط کا منشا جو محض فضل خداوندی جل شانہٗ سے ظاہر ہوا ہے لکھے اور شائع کر دے کیونکہ گناہ مشتہر کیلئے توبہ کا اشتہار ضروری ہے تاکہ لوگ ان علوم سے خلاف شریعت نہ سمجھ لیں۔ اور تقلید کر کے گمراہی میں نہ جا پڑیں۔ یا تکلف و تعصب سے گمراہی و جہالت اختیار نہ کریں کیونکہ اس اندھا دھند رستہ میں اس قسم کی عجیب باتیں بہت ظاہر ہوتی ہیں جو بعض کو ہدایت کی طرف لے جاتی ہیں اور بعض کو گمراہی میں ڈال دیتی ہیں۔

اس فقیر نے اپنے والد بزرگوار قدس سرہٗ سے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہتر (۷۲) گروہوں میں سے اکثر جو گمراہ ہوگئے ہیں اور سیدھے راستہ سے بھٹک گئے ہیں ان کا باعث طریق صوفیاء میں داخل ہونا ہے کہ انہوں نے کام کو انجام تک نہ پہنچا کر غلط راہ اختیار کیا اور گمراہ ہوگئے۔ والسلام۔

مکتوب ۲۲۱

طریقہ علیہ نقشبندیہ کی خصوصیتوں اور کمالوں کے بیان میں یعنی اس طریق کے افضل ہونے اور دوسروں کی انتہا اس کی ابتدا میں مندرج ہونے اور اس طریق کے انتہا کے بیان میں اور سفر در وطن اور خلوت در انجمن اور سلوک پُر جذبہ کے مقدم ہونے کے بیان میں۔ اور اس بیان کہ اس طریق میں سیر کی ابتدا عالم امر سے ہے اور یہ طریقہ موصل الی اللہ طریقوں میں سے سب سے اقرب ہے اور یہ طریقہ ایسا ہے کہ اس کے ابتدا میں حلاوت اور وجدان ہے اور انتہا میں بے مزگی اور فقدان جو ناامیدی کے لوازم سے ہے اور ایسا ہی اس طریق کے ابتدا میں قرب و شہود ہے اور انتہا میں بُعد و حرمان اور اس طریقہ کے بزرگواروں نے احوال و مواجید کو احکام شرعی کے تابع کیا ہے اور ذوق و معرفتوں کو علوم دینی کا خادم بنایا ہے اور اس طریق میں پیری و مُریدی طریقت کے سیکھنے اور سکھانے پر ہے اور نہ کلاہ و شجرہ پر۔ اور اس طریق میں نفس امارہ کے ساتھ ریاضتیں اور مجاہدے احکام شرعی کے بجالانے اور سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لازم پکڑنے سے ہیں اور اس طریق میں سالک کا سلوک شیخ مقتدا کے تصرف پر منحصر ہے اور جس طرح یہ بزرگوار نسبت کے عطا کرنے میں کامل طاقت رکھتے ہیں اسی طرح اس نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری پوری طاقت رکھتے ہیں اور اس طریق میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں

ہے اور خاموشی اس طریق کے لوازم سے ہے اور اس کے مناسب بیان میں سید حسین مانک پوری کی طرف لکھا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَعَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ

میرے عزیز بھائی! سیادت پناہ میر سیّد حسین نے دور پڑے ہوؤں کو فراموش نہ کیا ہو گا اور اس طریقہ عَلیہ کے آداب کی رعایت کو جو مشائخ کرام کے تمام طریقوں سے کئی وجہ سے ممتاز ہے۔ ہاتھ سے نہ دیا ہو گا۔ چونکہ آپ کو ملاقات کی فرصت کم ملی۔ اس لئے مطلب کو مد نظر رکھ کر اس طریقہ عَلیہ کی بعض خصوصیتوں اور کمالات کو علوم بلند و معارف ارجمند کے ضمن میں لکھتا ہے۔

اگرچہ معلوم ہے کہ اس قسم کے علوم و معارف کا سمجھنا بالفعل سننے والوں کے فہموں سے بعید ہے لیکن ایسے مصارف اختیار کرنا دو باتوں سے ہے ایک یہ کہ سننے والے کو ان علوم کی استعداد ہے اگرچہ اس کو بالفعل دور از کار دکھائی دیتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اگرچہ ظاہر میں مخاطب معین ہے لیکن حقیقت میں مخاطب وہ شخص ہے جو اس معاملہ سے واقف ہے۔ اَلسَّیْفُ لِلضَّارِبِ (تلوار مارنیوالے کیلئے ہے) مثل مشہور ہے۔

اے برادر! اس بلند طریق کے سر حلقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تحقیقی طور پر تمام بنی آدم سے افضل ہیں اور اسی اعتبار سے اس طریق کے بزرگواروں کی عبارتوں میں آیا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ ان کی نسبت جس سے مراد حضور اور آگاہی ہے بعینہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت اور حضور ہے۔ جو تمام آگاہیوں سے بڑھ کر ہے اور اس طریق میں نہایت اس کے ابتدا میں درج ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو ابتدا میں درج کرتے ہیں۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ترجمہ ع قیاس کرلے گلستان سے تو بہار مری

اور اگر کوئی پوچھے کہ جب دوسروں کی انتہا ان کے ابتدا میں مندرج ہوئی تو پھر ان کی انتہا کیا ہو گی۔ نیز جب دوسروں کی نہایت وصول بحق ہے تو پھر ان کو حق سے آگے کہاں تک سیر میسر ہو گی۔ حالانکہ لَیْسَ وَرَاءُ الْعَبَّادَانِ قَرْیَۃٌ" (جزیرہ عبادان کے آگے اور کوئی گاؤں نہیں ہے) مثل مشہور ہے تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ:-

اس طریقہ علیہ کی نہایت اگر میسر ہو جائے وصل عریانی ہے جس کے حاصل ہونے کی علامت

مطلوب کے حاصل ہونے سے ناامیدی کا حاصل ہونا ہے۔ پس اس سے سمجھ لے کیونکہ ہمارے کلام وہ اشارہ ہیں جن کو خواص بلکہ اخص میں سے بہت تھوڑے سمجھتے ہیں اس اعلیٰ دولت کے حاصل ہونے کی علامت اس واسطے بیان کی ہے کہ اس گروہ میں سے بعض نے وصل عریانی کا دم مارا ہے اور بعض مطلوب کے حاصل ہونے سے ناامیدی کے قائل ہوئے ہیں لیکن اگر دونوں دولتوں کا جمع ہونا ان کے پیش کیا جاوے تو نزدیک ہے ان کو جمع ہونے کے جمع ضدین خیال کریں۔ اور محالات کی قسم سے جانیں۔ وہ جماعت جو وصل کا دعویٰ کرتی ہے یاس کو حرمان جانتی ہے اور وہ گروہ جو یاس کے مدعی ہیں وصل کو عین فصل خیال کرتے ہیں یہ سب کچھ اس بلند مرتبہ تک نہ پہنچنے کی علامت ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس عالی مقام کا ایک پرتو ان کے باطن پر چمکا ہے جس کو بعض نے وصل خیال کیا ہے اور بعض نے یاس۔ اور یہ تفاوت ہر ایک گروہ کی استعداد سے پیدا ہوتی ہے ایک گروہ کی استعداد کے مناسب وصل ہے اور دوسرے گروہ کی استعداد کے مناسب یاس۔

اس حقیر کے نزدیک وصل کی استعداد سے یاس کی استعداد بہت اچھی ہے اگرچہ وصل و یاس ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں اس جواب سے دوسرے اعتراض کا جواب بھی روشن ہو گیا، کیونکہ وصل مطلق اَور ہے اور وصل عریاں اَور۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے اور وصل عریانی سے ہماری مراد یہ ہے کہ حجاب سب کے سب اٹھ جائیں اور تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں اور چونکہ ہر قسم کی تجلّیات اور مختلف قسم کے ظہورات بہت بڑے اور قوی حجاب ہیں اس لئے ان سب تجلّیات و ظہورات سے گزر جانا اور آگے بڑھنا ضروری ہے خواہ یہ تجلّی و ظہور امکانی آئینوں میں ہو، خواہ وجوبی مظہروں میں۔ کیونکہ اصل حجابوں کے حاصل ہونے میں دونوں برابر ہیں اور اگر کچھ فرق ہے تو شرف اور رتبہ میں ہے اور وہ طالب کی نظر سے خارج ہیں۔

اگر پوچھیں کہ اس بیان سے لازم آتا ہے کہ تجلّیات کی نہایت ہے۔ حالانکہ مشائخ طریقت نے تصریح کی ہے کہ تجلّیات کی نہایت نہیں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تجلّیات کا بے نہایت ہونا اس لحاظ سے ہے کہ اسماء و صفات میں سیر مفصل طور پر واقع ہو۔ اس تقدیر پر حضرت ذات تک پہنچنا میسر نہیں ہے اور وصل عریانی حاصل نہیں بلکہ حضرت ذات تک پہنچنا اسماء و صفات کو مجمل طور پر طے کرنے سے وابستہ ہے۔ پس اس وجہ سے تجلیات کی نہایت ہو گی۔ اور اگر کہا جائے کہ تجلّیات ذاتیہ کو بھی بے نہایت کہا ہے چنانچہ مولوی جامی قدس سرہٗ نے شرح معمات میں اس کی تصریح کی ہے پس تجلّیات کی نہایت کہنا کس وجہ سے درست ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تجلّیات ذاتیہ بھی شیون و اعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر نہیں ہیں۔ کیونکہ اس ملاحظہ کے بغیر تجلّی کا ہونا ممکن نہیں اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں

وہ ایک ایسا امر ہے جو تجلّیات کے ماوراء ہے۔ خواہ وہ تجلّیات صفاتی ہوں خواہ ذاتی کیونکہ اس مقام میں تجلی کا اطلاق جائز نہیں اس لئے تجلی پر تجلّی کا ہونا مراد ہے شے کے ظہور سے جو دوسرے یا تیسرے یا چوتھے مرتبہ میں ہو۔ جہاں تک کہ اللہ تعالیٰ چاہے اور یہاں سب مراتب ساقط ہو گئے ہیں اور تمام مسافت طے ہو چکی ہے۔

اور اگر یہ پوچھیں کہ ان تجلّیات کو ذاتی کس اعتبار سے کہا جاتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ تجلّیات اگر معانی زائدہ کے ملاحظہ سے ہیں تو تجلّیات صفات ہیں اور اگر غیر زائدہ معانی کے ملاحظہ سے ہیں تو تجلّیات ذات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وحدت کے ظہور کو جو تعین اول ہے اور ذات پر زائد نہیں ہے۔ بزرگوں نے تجلّی ذات کہا ہے اور ہمارا مطلب حضرت ذات تعالیٰ و تقدس سے جہاں معانی کے ملاحظہ کو ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ خواہ وہ معانی زائد ہوں یا غیر زائد کیونکہ معانی سب کے سب مجمل طور پر طے ہو کر حضرت ذات تعالیٰ تک وصول میسر ہوا ہے۔

اور جاننا چاہئے کہ وصل اس مقام میں مطلب کی طرح بیچون و بچگون ہے۔ اور وہ اتصال جس کو عقل سمجھ سکے وہ بحث سے خارج ہے اور اس جناب پاک کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ چون کو بیچون کی طرف کوئی راہ نہیں ہے۔ لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِكِ اِلَّا مَطَایَاهُ بادشاہوں کے عطیوں کو اُسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں۔

اتصالے بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس

ترجمہ جانِ انساں سے خدا کا اس طرح ہے اتصال

جس کی کیفیت کا پانا اور سمجھنا ہے محال

اس طریقہ عَلیہ کے مشائخ میں سے کسی نے اپنے نہایت کی خبر نہیں دی ہے سب نے اپنے طریق کے ابتدا کی نسبت کہا ہے کہ نہایت اسی میں مندرج ہے۔ جب ان کی ابتدا میں دوسروں کی انتہا ملی ہوئی ہو تو ان کی نہایت بھی اسی بدایت کے مناسب ہونی چاہئے اور وہ وہی ہے جس کے ظاہر کرنے سے اس فقیر نے امتیاز حاصل کی ہے۔

اگر بادشاہ بردرِ پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ اگر بڑھیا کے در پر آئے سلطاں

تو اے خواجہ نہ ہو ہرگز پریشاں

لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ اَلْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ عَلٰی ذٰلِكَ اس بات پر اللہ کی حمد اور احسان ہے۔

اے برادر! اس طریق سے اور دوسرے طریقوں سے اس نہایت کے واصل بہت ہی تھوڑے

ہیں۔ اگر ان کے افراد کی تعداد ظاہر کریں تو نزدیکی ہے کہ نزدیک لوگ دوری اختیار کریں اور بعیدوں کے انکار سے تو کچھ تعجب ہی نہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے نہایت النہایت تک کمال وصول کے سبب سے ہے۔

اور اس طریقہ علیہ کی خصوصیتوں میں سے ایک سفر در وطن ہے جو سیر انفسی سے مراد ہے اگرچہ سیر انفسی مشائخ کے تمام طریقوں میں ثابت ہے لیکن وہ سیر سیر آفاقی کے قطع کرنے کے بعد نہایت میں میسر ہوتا ہے اور اس طریقہ میں ابتدا اس سیر سے ہے اور سیر آفاقی اس کے ضمن میں قطع ہو جاتا ہے پس اس سیر کا منشا جو ابتدا میں حاصل ہوتا ہے ابتدا میں انتہا کا مندرج ہونا ہے۔ اور دوسرا خاصہ خلوت در انجمن ہے جو سفر در وطن پر متفرع و مترتب ہے۔ جس سفر در وطن میسر ہو جائے۔ خلوت در انجمن اس کے ضمن میں میسر ہو جائے گا پس انجمن کا تفرقہ سفر در وطن کے خلوت خانہ میں تفرقہ نہیں ڈالتا اور آفاق کا تفرقہ انفس کے حجرہ میں راہ نہیں پاتا یہ خلوت در انجمن اگرچہ دوسرے طریقوں کے منتہیوں کو حاصل ہے لیکن اس طریق میں چونکہ ابتدا ہی میں میسر ہو جاتی ہے اس لئے اس طریق کے خاصوں میں سے ہے۔

اور جاننا چاہئے کہ خلوت در انجمن اس تقدیر پر ہے کہ وطن کے خلوت خانہ کے دروازوں کو بند کیا ہو اور تمام سوراخوں کو مسدود کر دیا ہو۔ یعنی انجمن تفرقہ میں کسی کی طرف متوجہ نہ ہو اور متکلم و مخاطب نہ ہو نہ یہ کہ آنکھ کو ڈھانپے اور حواس کو تکلف کے ساتھ بیکار کرے کیونکہ یہ بات اس طریق کے منافی ہے۔

اے برادر! یہ سب حیلہ و تکلف ابتدا اور وسط ہی میں ہے اور انتہا میں اس قسم کا حیلہ و تکلف درکار نہیں ہے۔ عین تفرقہ میں جمعیت سے ہے اور نفس غفلت میں حاضر ہے اس سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ منتہی میں تفرقہ و عدم تفرقہ مطلق طور پر مساوی ہیں۔ ایسا نہیں ہے بلکہ تفرقہ و عدم تفرقہ اس کے باطن کے نفس جمعیت کے برابر ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کر لے اور ظاہر سے بھی تفرقہ کو دفع کر دے تو پھر بہت ہی بہتر اور مناسب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امر کرتا ہوا فرماتا ہے۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيلاً اپنے رب کا نام یاد کر اور سب سے توڑ کر اس سے جوڑ۔

جاننا چاہئے کہ بعض اوقات ظاہر کے تفرقہ سے چارہ نہیں ہوتا۔ تاکہ خلق کے حقوق ادا ہوں۔ پس تفرقہ ظاہر بھی بعض اوقات اچھا ہے لیکن تفرقہ باطن کسی وقت میں جائز نہیں۔ کیونکہ وہ خالص حق تعالیٰ کیلئے ہے۔

پس مسلمان بندوں سے تین حصے خدائے تعالیٰ کیلئے مقرر ہوئے۔ باطن سب کا سب اور ظاہر سے ایک نصف اور ظاہر کا دوسرا نصف خلق کے حقوق ادا کرنے کیلئے باقی رہا۔ لیکن ان حقوق کے ادا کرنے میں چونکہ حق تعالیٰ کے امر کی بجا آوری ہے اس لئے وہ دوسرا نصف بھی حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ اِلَيْهِ يَرْجِعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ سب امر اسی کی طرف لوٹتا ہے پس اسی کی عبادت کر اور اسی پر توکل کر اور تیرا رب اس سے جو تم کرتے ہو غافل نہیں۔

اور اس طریق میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے اور سیر کی ابتدا عالم امر سے ہے۔ برخلاف اکثر دوسرے طریقوں کے کہ ان کے سیر کی ابتدا عالم خلق سے ہے اور اس طریق میں سلوک کی منزلیں جذبہ کے مراتب طے کرنے کے ضمن میں قطع ہو جاتی ہیں اور عالم خلق کا سیر عالم امر کے سیر میں میسر ہو جاتا ہے۔ پس اگر اس اعتبار سے بھی کہیں کہ اس طریق میں انتہا ابتدا میں درج ہے تو گنجائش رکھتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ابتدا کی سیر اس طریق میں انتہا کے سیر میں مندرج ہے نہ یہ کہ انتہا سے ابتدا کی سیر کیلئے اتر آتے ہیں اور نہایت کی سیر تمام کرنے کے بعد بدایت کی سیر کرتے ہیں۔

اس مضمون سے اس شخص کا خیال باطل ہو گیا جو یہ کہتا ہے کہ اس طریق کی انتہا دوسرے مشائخ کے طریقوں کی ابتدا ہے۔

اور اگر کوئی کہے کہ اس طریقہ کے بعض مشائخ کی عبارتوں میں واقع ہے کہ اسماء و صفات میں ان کا سیر ان کی نسبت کے تمام ہونے کے بعد واقع ہوتا ہے۔ پس درست ہوا کہ ان کی نہایت دوسروں کی بدایت ہے۔ کیونکہ اسماء و صفات کی سیر تجلّیات ذاتیہ کے سیر کی نسبت ابتدا عین ہے تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ ان کی سیر اسماء و صفات میں تجلّیات ذاتیہ کے سیر کے بعد نہیں ہے بلکہ اسی سیر کے ضمن میں وہ سیر بھی واقع ہو جاتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جب سیر اسمائی و صفاتی کسی عارضہ کے پیش آنے کے باعث ظہور کرتا ہے اور تجلّیات ذاتی کا سیر پوشیدہ ہو جاتا ہے تو خیال میں آتا ہے کہ اس سیر کو تمام کر کے عارضہ کے باعث تجلّیات اسمائی و صفاتی میں داخل ہو گیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ہاں ولایت کے مدارج میں سیر پورا کرنے کے بعد خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کیلئے عالم کی طرف جو رجوع واقع ہوتا ہے اگر اس رجوع کو ان کی نہایت سمجھ کر اپنی بدایت تصور کیا ہو تو بعید نہیں لیکن کس طرح کہے جب کہ اسکے مشائخ نہایت میں ہی رجوع رکھتے ہیں اور نیز نہایت و بدایت سے مراد ولایت کا نہایت و بدایت ہے اور یہ رجوع کا سیر ولایت سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ مرتبہ دعوت و تبلیغ کا ایک حصہ ہے اور یہ طریق سب طریقوں سے اقرب ہے اور بیشک موصل ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے اور فرمایا حق تعالیٰ سے میں نے ایسا طریق طلب کیا ہے جو بیشک موصل ہے اور آپ کی یہ التجا قبول ہو گئی ہوئی ہے۔

چنانچہ رشحات میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ کیوں کہ اقرب اور موصل نہ ہو جب کہ انتہا اس کے ابتدا میں مندرج ہے۔ وہ شخص بہت ہی بد قسمت ہے جو اس طریق میں داخل ہو۔ اور استقامت اختیار نہ کرے اور بے نصیب چلا جاوے۔

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

ترجمہ اگر کوئی ہو خود اندھا نہیں خورشید پھر مجرم

ہاں اگر کوئی طالب کسی ناقص کے ہاتھ پڑ جائے تو طریق کا کیا گناہ ہے اور طالب کا کیا قصور۔ کیونکہ حقیقت میں اس طریق کا رہبر موصل ہے نہ نفس طریق۔ اور اس طریق میں ابتدا میں حلاوت و وجدان ہے اور انتہا میں بے مزگی اور فقدان۔ جو ناامیدی کے لوازم سے ہے برخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ابتدا میں بے مزگی اور فقدان رکھتے ہیں اور انتہا میں حلاوت و وجدان اور ایسا ہی اس طریق کے ابتدا میں قرب و شہود ہے اور انتہا میں بُعد و حرمان۔ برخلاف دوسرے مشائخ کرام کے طریقوں کے۔

پس اس مضمون سے طریقوں کے فرق کو قیاس کرنا چاہئے اور اس بلند طریق کی بزرگی کو معلوم کرنا چاہئے کیونکہ قرب و شہود اور حلاوت و وجدان دوری اور مہجوری سے خبر دیتے ہیں اور بُعد و حرمان اور بے حلاوتی اور فقدان نہایت قرب سے خبر دیتے ہیں عقلمند اس بات کو سمجھتے ہیں۔

اس بھید کی شرح میں اس قدر بیان کیا جاتا ہے کہ کسی شخص کو اپنے نفس سے زیادہ تر اپنے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے اور قُرب و شہود اور حلاوت و وجدان اس کیلئے اپنے نفس کے حق میں مفقود ہیں اور اپنے غیر کی نسبت جس سے بیگانگی رکھتا ہے یہ سب نسبتیں موجود ہیں۔ فَالْعَاقِلُ تَکْفِیۡهِ الْاِشَارَةُ پس عقلمند کیلئے ایک ہی اشارہ کافی ہے۔

اور اس طریقہ عُلیہ کے بزرگواروں نے احوال و مواجید کو احکام شرعی کے تابع کیا ہے اور اذواق و معارف کو علوم دینیہ کا خادم بنایا ہے۔

احکام شرعیہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے جوز و مویز کے عوض ہاتھ سے نہیں دیتے۔ اور صوفیاء کی بیہودہ باتوں پر مغرور و مفتون نہیں ہوتے اور ان کے احوال کو جو شرعی ممنوعات اور سنت سنیہ کے خلاف اختیار کرنے سے حاصل ہوں۔ قبول نہیں کرتے اور نہ ہی انہیں چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سماع ورقص کو پسند نہیں کرتے اور ذکر جہر کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان کا

حال دائمی ہے اور ان کا وقت استمراری وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کو برق خاطف کی طرح ہے ان کیلئے دائمی ہے اور وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو ان بزرگواروں کے نزدیک بے اعتبار ہے بلکہ ان کا معاملہ حضور و تجلی سے بدتر ہے جیسا کہ اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اس طریقہ عُلیہ کے خواجگان قدس سرہم ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے ان کا کام اس سے بلند تر ہے اور اس طریق میں پیری و مریدی طریقہ کے تعلم و تعلیم پر موقوف ہے نہ کلاہ و شجرہ پر جو مشائخ کے اکثر طریقوں میں مرسوم ہے حتیٰ کہ ان میں سے متاخرین نے پیری و مریدی کو کلاہ و شجرہ پر منحصر کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیر کا تعدد تجویز نہیں کرتے۔ اور طریق سکھانے والے کو مرشد کہتے ہیں پیر نہیں جانتے اور آداب پیری کو اس کے حق میں نظر نہیں رکھتے۔ یہ ان کی بڑی جہالت اور نادانی ہے نہیں جانتے کہ ان کے مشائخ نے پیر تعلیم اور پیر صحبت کو بھی پیر کہا ہے اور پیر کا تعدد تجویز فرمایا ہے۔ بلکہ پیر اول کی عین حیات میں اگر طالب اپنی ہدایت کسی اور جگہ دیکھے تو اس کو جائز ہے کہ پہلے پیر کے انکار کے بغیر دوسرے پیر کو اختیار کرے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے اس بات کی تجویز کیلئے علمائے بخارا سے اس بات کا فتویٰ درست فرمایا تھا۔ ہاں اگر ایک پیر سے خرقہ ارادت لیا ہو تو پھر دوسرے سے خرقہ ارادت نہ لے اور اگر لے تو تبرک کا خرقہ لے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا پیر ہرگز نہ پکڑے بلکہ روا ہے کہ خرقہ ارادت ایک سے لے اور طریقت کی تعلیم دوسرے سے اور صحبت تیسرے کے ساتھ رکھے اور اگر یہ تینوں دولتیں ایک ہی سے میسر ہو جائیں، تو زہے قسمت و نعمت اور جائز ہے کہ مشائخ متعددہ سے تعلیم و صحبت کا استفادہ کرے۔

جاننا چاہئے کہ پیر وہ ہے جو مرید کو حق سبحانہ کی طرف رہنمائی کرے یہ بات تعلیم طریقت میں زیادہ ملحوظ اور واضح ہے کیونکہ پیر تعلیم شریعت کا استاد بھی ہے اور طریقت کا رہنما بھی ہے برخلاف پیر خرقہ کے۔ پس پیر تعلیم کے آداب کی زیادہ تر رعایت کرنی چاہئے اور پیر بننے اور کہلانے کا زیادہ مستحق یہی ہے اور اس طریق میں ریاضتیں اور مجاہدے نفس امارہ کے ساتھ احکام شرعی کے بجالانے اور سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑنے سے ہیں۔ کیونکہ پیغمبروں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل کرنے سے نفس امارہ کی خواہشوں کو دور کرنا مقصود ہے جو اپنے مولائے جل شانہٗ کی دشمنی میں قائم ہے پس نفسانی خواہشوں کا دور ہونا احکام شرعی کے بجالانے پر وابستہ ہے۔ جس قدر شریعت میں راسخ اور ثابت قدم ہو گا۔ اسی قدر ہوائے نفس سے دور تر ہو گا کیونکہ نفس پر شریعت کے اوامر و نواہی کے بجالانے سے زیادہ دشوار کوئی چیز نہیں ہے اور صاحب شریعت کی پیروی کے سوا کسی چیز میں اس کی

خرابی متصور نہیں ہے وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو سنت کی تقلید کے سوا اختیار کریں، وہ معتبر نہیں ہیں۔ کیونکہ جوگی اور ہندو برہمن اور یونان کے فلسفی اس امر میں شریک ہیں اور وہ ریاضتیں ان کے حق میں گمراہی کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتیں اور سوائے خسارہ کے کچھ فائدہ نہیں دیتیں اور اس طریقہ میں طالب کا سلوک شیخ مقتدا کی تقلید پر منحصر ہے۔ اس کے تصرف کے بغیر کچھ کام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ابتدا میں نہایت کا درج ہونا اسی کی شریف توجہ کا اثر ہے اور بیچونی اور بیچگونی کا حاصل ہونا اسی کے کمال تصرف کا نتیجہ ہے۔ بیخودی کی وہ کیفیت جس کیلئے انہوں نے مختص راستہ اختیار کیا ہے اس کا حاصل ہونا مبتدی کے اختیار میں نہیں ہے اور وہ توجہ جو شش جہت سے معرا ہے اس کا وجود طالب کے حوصلہ سے باہر ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند　　　که برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

ترجمہ　عجب ہی قافلہ سالار ہیں یہ نقشبندی
که لیجاتے ہیں پوشیدہ حرم تک قافلے کو

یہ بزرگوار جس طرح نسبت کے عطا کرنے پر کامل طاقت رکھتے ہیں اور تھوڑے وقت میں طالب صادق کو حضور و آگاہی بخش دیتے ہیں۔ اسی طرح نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری طاقت رکھتے ہیں اور ایک ہی بے التفاتی سے صاحب نسبت کو مفلس کر دیتے ہیں۔ ہاں سچ ہے جو دیتے ہیں وہ لے بھی لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے غضب اور اپنے اولیائے کرام کے غضب سے بچائے۔

اور اس طریقہ میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے۔ ان بزرگواروں نے فرمایا ہے کہ جس کو ہماری خاموشی سے نفع حاصل نہ ہوا۔ وہ ہمارے کلام سے کیا نفع حاصل کرے گا اور اس خاموشی کو انہوں نے تکلف کے ساتھ اختیار نہیں کیا ہے۔ بلکہ ان کے طریق کے لوازم اور ضروریات سے ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں کی توجہ ابتدا ہی سے احدیّت مجردہ کی طرف ہے اور اسم و صفت سے سوائے ذات کے کچھ نہیں چاہتے اور معلوم ہے کہ اس توجہ کے مناسب اور اس مقام کے موافق خاموشی اور گونگا ہے۔ مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ كَلَّ لِسَانُهٗ (جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گنگ ہو گئی) اس بات کی مصداق ہے۔

اب ہم اس گفتگو کو اللہ کی حمد اور اس کے حبیب کی صلوٰۃ پر ختم کرتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ اللہ رب العالمین کی حمد اور حضرت سید المرسلین اور آپ کی آل پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

مکتوب ۲۲۲

احوال کی خرابی اور اپنے حسنات کو کم دیکھنا اور متہم رکھنا اور اس دید قصور کا ولایت کے کمالات کے ساتھ جمع ہونے بلکہ اس دید کا ان کمالات کا اثر ہونے اور اس کے مناسب بیان میں خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے:-

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَرْضَا تِکَ وَثَبِّتْنَا عَلٰی طَاعَتِکَ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ یا اللہ تو ہم کو اپنی رضامندی کی توفیق بخش اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اپنی اطاعت پر ثابت قدم رکھ۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ مرید صادق وہ ہے کہ بیس سال تک اس کے بائیں طرف کے عمل لکھنے والے فرشتے اس کے عمل نامہ میں کچھ لکھنے نہ پائیں۔ اور یہ فقیر پُر تقصیر ذوق سے اپنے حق میں معلوم کرتا ہے کہ کاتب یمین معلوم نہیں کہ بیس سال کی مدت میں بھی کوئی ایسی نیکی پائے جو اس کے عمل نامہ میں درج کرے خدائے تعالیٰ جانتا ہے کہ فقیر اس بات کو بناوٹ اور تکلف سے نہیں کہتا اور نیز از روئے ذوق کے معلوم کرتا ہے کہ کافر فرنگ اس سے کئی درجے بہتر ہے اور اس کا باعث پوچھیں تو جواب سے عاجز نہیں اور نیز ذوق کے طریق پر اپنے آپ کو برائیوں کا احاطہ کئے ہوئے جانتا ہے اور گناہوں کو شامل کئے ہوئے خیال کرتا ہے اور وہ نیکیاں جو سرزد ہوتی ہیں۔ اپنے کاتب شمال کو ان کے لکھنے کا زیادہ مستحق پاتا ہے اور معلوم کرتا ہے کہ اس کا کاتب شمال ہمیشہ اپنے کام میں ہے اور کاتب یمین معطل و بیکار ہے اور دائیں طرف کے عمل نامے کو خالی اور سفید اور بائیں طرف کے عمل نامہ کو بھرا ہوا اور سیاہ جانتا ہے۔ رحمت کے سوا اسے کوئی امید نہیں اور مغفرت کے سوا کوئی وسیلہ نہیں جانتا۔

دُعا اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ (یا اللہ تیری بخشش میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور مجھے اپنے عمل کی نسبت تیری رحمت پر زیادہ امید ہے) اس کے حال کے موافق ہے۔

عجب معاملہ ہے کہ حق تعالیٰ کے فیوض و واردات جو ہمیشہ کمال اور تکمیل کے درجوں میں فائض اور وارد ہیں وہ اس دید قصور کی تائید کرتے ہیں اور اس عیب بینی کو تقویت دیتے ہیں اور بجائے غرور کے منقصت زیادہ کرتے ہیں اور بجائے رفعت و تکبر کے تواضع اور فروتنی کو بڑھاتے ہیں اور ایک ہی وقت میں کمالات ولایت سے بھی مشرف ہے اور دید قصور سے بھی متصف ہے۔ جس قدر بلند جاتا ہے اسی قدر زیادہ نیچے اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ بلکہ وہی اوپر جانا زیادہ نیچے دیکھنے کا سبب ہوا ہے۔ دانا اس بات کا یقین کریں یا نہ کریں اور اگر بات کا بھید معلوم کریں تو پھر شاید یقین کر لیں۔

سوال: ان دو متنافی باتوں کے جمع ہونے کا کیا سرّ ہے اور ایک متنافی کا وجود دوسرے متنافی کے وجود کا کیوں سبب ہے؟

جواب: دونوں متنافیوں کا جمع ہونا اس شرط پر محال ہے جب کہ محل دونوں کا واحد ہو اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں محل متعدد ہیں۔ انسان کامل سے اوپر جانے والے اس کے عالم امر کے لطائف ہیں اور نیچے آنے والے عالم خلق کے لطائف۔ عالم امر کے لطائف جس قدر بلند جاتے ہیں۔ اسی قدر عالم خلق سے زیادہ بے مناسب ہوتے جاتے ہیں اور یہی بے مناسبتی عالم خلق کے زیادہ نیچے آنے کا سبب ہے۔ اور عالم خلق جس قدر زیادہ نیچے آتا ہے اسی قدر سالک کو زیادہ بے مزہ کرتا ہے اور عیوب و قصور کی دید زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منتہی مرجوع اس لذت و حلاوت کی آرزو کرتے ہیں جو ابتدا میں ان کو حاصل ہوئی تھی اور انتہاء میں ہاتھ سے جاتی رہی اور اس کی جگہ بے مزگی آگئی اور یہی وجہ ہے کہ عارف اپنے آپ سے کافر فرنگ کو بہتر جانتا ہے کیونکہ کافر میں اس کے عالم امر کے عالم خلق میں ملنے کے سبب سے نور الٰہی ظاہر ہے اور عارف میں یہ ملاوٹ دور ہو چکی ہے عالم خلق تنہا جس کے باعث عارف سے انا سرزد ہوتا ہے جدا رہ گیا ہے جو سراسر ظلمت و کدورت سے پُر ہے اور عالم امر کے لطائف خواہ کتنے ہی نیچے آئیں۔ عالم خلق کے ساتھ کوئی اختلاط نہیں رکھتے اور کچھ ملاوٹ حاصل نہیں کرتے جیسا کہ ابتدا میں رکھتے تھے۔

وہ مکتوب جو برادرم خواجہ محمد طاہر کے ہاتھ آپ نے بھیجا تھا پہنچا۔ رابطہ کا حاصل ہونا جو پوری مناسبت پر مبنی ہے غیبت کے زمانہ میں بڑی نعمت سمجھیں اور موانع کے دور ہونے تک دلوں کے قرب پر کفایت کریں اور اس قرب کے باوجود بدنوں کے قرب کی خواہش کو ہاتھ سے نہ دیں۔ کیونکہ پوری نعمت اسی قرب پر موقوف ہے۔

خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو باوجود قرب قلبی کے چونکہ قرب بدنی حاصل نہ ہوا۔ اس لئے ان لوگوں میں سے ادنیٰ آدمی کے درجے کو بھی نہیں پہنچا۔ جن کو قرب بدنی حاصل تھا یہی وجہ ہے کہ اس کا سونے کا پہاڑ خرچ کرنا ان کے ایک مُد بھر جَو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہوتا پس صحبت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔ والسلام۔

مکتوب ۲۲۳

احوال و واقعات کو شیخ بزرگوار کی خدمت میں ظاہر کرنے کی ترغیب میں خواجہ جمال الدین حسین کولابی کی طرف صادر فرمایا ہے:-

برادرم خواجہ جمال الدین حسین نے مدت سے اپنے احوال کی کیفیت سے اطلاع نہیں دی۔ آپ

نے نہیں سنا کہ مشائخ کبرویہ، اُس مرید کو جو تین روز تک اپنے احوال وواقعات کو اپنے شیخ کی خدمت میں عرض نہ کرے۔ کف پا فرماتے ہیں۔ خیر جو کچھ ہوا سو ہوا۔ پھر ایسا نہ کریں اور جو کچھ ظاہر ہو تا رہے لکھتے رہا کریں۔ میرے بزرگ بھائی کا مبارک آنا غنیمت سمجھیں اور ان کی خدمت و دلجوئی میں کوشش کریں اور ان کی بزرگ صحبت کو بڑا عزیز جانیں۔ ع

داریم تُر از گنج مقصود نشاں

ترجمہ ع بتایا تجھے گنجِ مقصود ہم نے والسّلام

مکتوب ۲۲۴

آداب کی رعایت کرنے اور آزار کے ظن دور کرنے میں جس کا وہم ہوا تھا اور احتیاط کا امر کرنے اور تعلیم طریقت کے بارہ میں تاکید کرنے اور فقر کی سختی اور نامرادی برداشت کرنے اور بعض ان نصیحتوں اور تنبیہوں کے بیان میں جو اس مکتوب کی پشت پر ملا یار محمد قدیم کی طرف لکھیں تھیں۔ میر محمد نعمان بدخشی کی طرف لکھا ہے:۔

میرے سعادت مند بھائی یعنی سیادت پناہ میر محمد نعمان کا مکتوب شریف وصول ہوا۔ ان مقدمات کا مضمون جو آپ نے ترتیب دیئے تھے اور ان مکتوب کا مطلب جو آپ نے لکھے تھے۔ واضح ہوا۔ لوگ آپ کو زمانہ کا عاقل کہتے ہیں پھر اس قسم کی باتیں اس شخص کے ساتھ جس سے چارہ نہیں ہے درمیان لانی کیا مناسب ہیں۔ جب کہ اس سے قطع نہیں کر سکتے اور مفارقت نہیں حاصل کر سکتے۔ باوجود ان باتوں کے خیال نہ کریں کہ اس قسم کی باتوں سے فقیر کے دل میں کسی قسم کا غبار آیا ہو جس کا انجام آزار ہو۔ چہ جائیکہ بیزاری کی نوبت پہنچے۔ آپ کی خوبیاں نظر کے سامنے ہیں اور آپ کی لغزشیں اعتبار سے ساقط ہیں۔ کسی طرح اپنے دل کو پریشان نہ رکھیں اور کسی وجہ سے اس طرف کا آزار تصور نہ کریں۔ کیونکہ کسی وجہ سے آزار واقع نہیں ہے اور آزار کیسے متصور ہو، جب کہ آزار کا موجب منتفی ہے۔ وہ امور جو بشریت کے لحاظ سے بھول چوک کر سرزد ہوں۔ مواخذہ کے لائق نہیں ہیں۔ آزار کا وہم دل سے دور کر کے طریقت کی تعلیم دینے اور طالبوں کے فائدہ پہنچانے میں سرگرم رہیں اور استخاروں کا حکم اس امر کی تاکید کے لئے ہے نہ کہ اس امر کی نفی کے لئے۔ کیونکہ جب شیطان لعین اور نفس بدترین اس مسکین کی گھات میں لگے ہوئے ہیں۔ تو پھر بڑی احتیاط اور تاکید سے کام لینا چاہئے ایسا نہ ہو کہ مکر و حیلہ سے پھسلا دیں اور اپنے ڈھکوسلوں اور فریبوں سے بُرائیوں کو نیکیوں کی صورت میں ظاہر کریں۔

اور بزرگواروں نے فرمایا ہے کہ دشمن لعین جب طاعت و نصیحت کے رستہ سے آئے تو اس کا دفع کرنا بہت مشکل ہے۔ پس ہمیشہ روتے اور التجا کرتے رہیں اور بڑی عاجزی وزاری کے ساتھ حق تعالیٰ

سے دعا مانگتے رہیں کہ اس راہ سے آپ کی خرابی اور استدراج مطلوب نہ ہو۔ استقامت کا طریق یہی ہے جو سعادت ابدی کی طرف رہنمائی کرے۔

دوسرا یہ امر ہے کہ فقر و نامرادی اس گروہ کا جمال اور حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اقتدا ہے۔ حضرت حق تعالیٰ اپنے کمال کرم سے اپنے بندوں کی روزی کا ذمہ دار ہوا ہے اور ہم کو اور آپ کو اس فکر و تردّد سے فارغ کر دیا ہے۔ جس قدر آدمی زیادہ ہونگے اسی قدر رزق زیادہ ہو گا۔ آپ جمعیّت کے ساتھ اس حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے میں متوجہ ہوں اور متعلقین کا غم حق تعالیٰ کے کرم کے حوالہ کریں۔ والباقی عند التلاقی۔

بعض یاروں نے جو اس طرف آئے تھے ظاہر کیا کہ ابھی تک آزار کا وہم میر کے دل میں متمکن ہے۔ اس لئے تاکید اور مبالغہ سے لکھا گیا ہے کہ آزار کے وہم کو دور کر دیں۔

دوسرا یہ کہ ایک خط ملا یار محمد قدیم کی طرف لکھا تھا جو پند و نصیحتوں پر مشتمل تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس خط کا مضمون اس کی طبیعت کے پسند آئے یا نہ آئے، پرواہ نہیں۔ وہ لوگ جو اس فقیر کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔ اگر ان کی غلطی اور خطا کو انہیں نہ جتلائے اور حق کو باطل سے جدا نہ کرے تو اپنے ذمہ سے کس طرح بری ہو گا اور آخرت میں کیا منہ دکھائے گا۔ آپ اس سے کہہ دیں۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم — توخواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

ترجمہ جو حق کہنے کا ہے کہتا ہوں تجھ سے اے میرے مشفق
نصیحت تجھ کو آئے اس سے یا تجھ کو ملال آئے

جاننا چاہئے کہ شیخ بننے اور حق کی طرف خلق کو دعوت کرنے کا مقام بہت ہی عالی ہے آپ نے سنا ہو گا کہ اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی امت میں۔ ہر بے سرو سامان کو اس بلند مرتبہ سے کیا مناسبت ہے۔

ہر گدائے مردمیداں کے شود — پشّہ آخر سلیماں کے شود

ترجمہ گدا ہر اک نہیں ہے مرد میداں — کبھی مچھر نہیں بنتا سلیماں

احوال و مقامات کا مفصل علم ہونا اور مشاہدات و تجلّیات کی حقیقت کا پہچاننا اور کشوف والہامات کا حاصل ہونا اور واقعات کی تعبیر کا ظاہر ہونا۔ اس بلند مقام کے لوازم سے ہے۔ وَبِدُوْنِھَا خَرْطُ الْقَتَادِ اور ان کے بغیر بیفائدہ رنج و تکلیف ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ طریقت کے بزرگوار قدس سرہم بعض مریدوں کو پیشتر اس کے کہ وہ مقام شیخی تک پہنچیں، کسی مصلحت اور بہتری کے لئے ایک قسم کی اجازت دیدیتے ہیں اور ایک طرح

تجویز فرماتے ہیں کہ طالبوں کو طریقہ دکھائیں تاکہ احوال وواقعات پر اطلاع پائیں۔

اس قسم کی تجویز میں شیخ مقتدا کو لازم ہے کہ اس مرید مجاز کو اس کام میں بڑی احتیاط سے کام کرنے کا امر کرے اور تاکید کے ساتھ غلطی کے مواد کو ظاہر کر دے اور بار بار انکے نقص پر اطلاع دے اور مبالغہ کے ساتھ ان کا ناقص ہونا ظاہر کر دے۔ اس صورت میں اگر شیخ حق کے ظاہر کرنے میں سستی کرے تو خیانتی ہے اور اگر مرید کو وہ باتیں بُری معلوم ہوں تو بد قسمت ہے۔ کیا نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ کی رضامندی شیخ کی رضامندی سے وابستہ ہے اور حق تعالیٰ کا غضب شیخ کے غضب پر موقوف ہے۔ اس پر کیا بلا آپڑی وہ نہیں سمجھتا کہ ہم سے قطع کرنا اس کو کہاں تک پہنچادے گا اور اگر ہم سے قطع کرے گا۔ تو اور کس سے جاملے گا اور اگر نعوذ باللہ اس قسم کا کوئی امر اس کے دل میں راہ پا گیا ہو تو بے توقف اس کو کہہ دیں کہ توبہ واستغفار کرے اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی اور زاری کرے کہ اس ابتلا و فتنہ عظیم میں اس کو مبتلا نہ کرے اور اس خطرناک بلا و آزمائش میں اس کو گرفتار نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ یاروں کی اس بے پروائی اور اضطراب سے کسی قسم کا غبار اور آزار فقیر کے دل میں داخل نہیں ہوا۔ اس سبب سے امیدوار ہے کہ تمام کاموں کا انجام بخیر ہو گا اور باقی احوال واوضاع کو برادر سعادت مند مولانا صالح محمد مفصل بیان کریں گے اور آپ بعض شبہوں کے مقام کو ان سے دریافت کر لیں گے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۲۵

اس بیان میں کہ وہ احوال جو دوسروں کو نہایت میں میسر ہوتے ہیں۔ اس طریقہ علیہ کے ابتدا میں میسر ہو جاتے ہیں۔ لیکن بدائت میں نہایت مندرج ہونے کے طریق پر جو اس طریقہ علیہ کے لوازم سے ہے اور اس قسم کے احوال کا ابتدا میں ظاہر ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ایسے احوال والے کو کامل مکمل کہیں اور طریقت کے سکھانے کی اجازت دیدیں اور اس کے مناسب بیان میں ملّا طاہر لاہوری کی طرف لکھا ہے:-

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰی نَبِيِّهٖ وَنُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الْكِرَامِ ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اور اس کے نبی اور آپ کی آل بزرگوار پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں۔ آپ کے شریف خط پے در پے پہنچے۔ طالبوں کی ترقی اور ان کی التزا اور جمعیّت کا حال پڑھ کر بہت ہی خوشی حاصل ہوئی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ چونکہ اس طریق میں نہایت ابتدا میں مندرج ہے۔ اس لئے اس طریقہ علیہ

کے مبتدیوں کو ابتدا میں اس قسم کے احوال ظاہر ہوتے ہیں جو منتہیوں کے احوال کے ساتھ یہاں تک مشابہ ہوتے ہیں کہ ان دونوں قسم کے احوال کے درمیان سوائے عارف کے جس کی نظر بصیرت تیز ہو کوئی فرق نہیں کر سکتا۔ پس اس لحاظ سے احوال کے حاصل ہونے کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ ایسے احوال والے کو طریقہ سکھانے کی اجازت نہ دینی چاہئے۔ کیونکہ اس صورت میں طالبوں کے ضرر کی نسبت اس کا اپنا بڑا ضرر ہے۔ ممکن ہے کمال کا خیال کر کے ترقی سے رک جائے یا جاہ وریاست کے حاصل ہونے سے جو مقام ارشاد کیلئے ضروری ہے فتنہ میں پڑ جائے۔ کیونکہ اس کا نفس امارہ ابھی اپنے کفر کی حالت پر ہے اور اس کا تزکیہ نہیں ہوا ہے۔ خیر جو کچھ ہوا سو ہوا۔ جن لوگوں کو آپ نے اجازت دی ہے انہیں نرمی اور محبت سے سمجھادیں کہ اس قسم کی اجازت کمال پر مبنی نہیں ہے۔ ابھی بہت کام در پیش ہے اس قسم کے احوال جو ابتدا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ بدایت میں نہایت مندرج ہونے کی قسم سے ہیں اور جو نصیحتیں مناسب جانیں عمل میں لائیں اور ان کے نقص پر ان کو اطلاع بخشیں اور چونکہ آپ نے ان کو اجازت دے دی ہے اس لئے طریقہ سکھانے سے ان کو منع نہ کریں۔ شاید آپ کی توجہ کی برکت سے مقام ارشاد کی حقیقت تک پہنچ جائیں۔

دوسرا یہ ہے کہ جب آپ نے اس عظیم القدر کام کو شروع کیا ہے تو مبارک ہے اس کام میں بڑی سعی و کوشش بجالائیں یہ بڑے سرگرم رہیں تاکہ طالبوں کی زیادہ سے زیادہ ترقی کا باعث ہو۔ وَالسَّلَامُ

مکتوب ۲۲۶

اس بیان میں کہ زندگی کی فرصت بہت کم ہے اور ہمیشہ کا عذاب اس پر مترتب ہے اور اس کے مناسب بیان میں اپنے حقیقی بھائی میاں شیخ محمد مودود کی طرف لکھا ہے:-

میرے عزیز بھائی! کا خط پہنچ کر خوشی کا موجب ہوا۔ اے بھائی اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو توفیق دے۔ زندگی کی فرصت بہت تھوڑی ہے اور ہمیشہ کا عذاب اس پر آنے والا ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کوئی اس فرصت کو بیہودہ امور کے حاصل کرنے میں صرف کرے اور ہمیشہ کا رنج والم خریدے۔

اے بھائی! لوگ دُور دُور سے دنیاوی اسباب کو چھوڑ کر مورو ملخ کی طرف آرہے ہیں اور تم اپنے گھر کی دولت کی قدر نہ جان کر دنیا کمینی کی طلب میں بڑے مزے سے باہر دوڑ رہے ہو اور بڑے شوق سے اس کے حاصل کرنے کے خواہاں ہو۔ اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ حیا ایمان کی شاخ ہے۔ حدیث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔

اے بھائی! اہل اللہ کا اس طرح اکٹھا ہونا اور اس طرح لِلّٰہ فی اللہ کی جمعیت جو آج سرہند میں میسر ہے۔ اگر تمام جہان کے گرد پھرو تو بھی معلوم نہیں کہ اس دولت کا سوواں (۱۰۰) حصہ بھی کہیں پا سکو اور اس

ماجرا و کیفیت کا کچھ حصہ حاصل کر سکو۔ تم نے اس دولت کو مفت ہاتھ سے کھو دیا اور قیمتی موتیوں کو چھوڑ کر بچوں کی طرف جوز و مویز پر کفایت کی۔ ع

شرمت بادا ہزار شرمت بادا

ترجمہ ع ہزار شرم و حیا کی ہے بات تیرے لئے

اے بھائی! آئندہ وقت تک شاید فرصت نہ دیں اور اگر دیں بھی تو اس قسم کے اجماع کو قائم نہ رہنے دیں۔ تو پھر کیا علاج ہو گا اور کس طرح تدارک ہو سکے گا اور کس چیز سے تلافی حاصل ہو گی۔ تم نے خطا کی ہے اور غلط سمجھے ہو۔ چرب و شیریں لقموں پر فریفتہ نہ ہو جاؤ اور قیمتی اور آراستہ کپڑوں پر دھوکا نہ کھا جاؤ۔ ان کا نتیجہ دنیا و آخرت میں حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہیں۔ اہل و عیال کی رضامندی کے لئے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنا اور آخرت کا عذاب اختیار کرنا، عقل دور اندیش سے دور ہے۔ حق تعالیٰ تم کو عقل دیوے اور آگاہ کر دیوے۔

اے بھائی! دنیا بیوفائی میں ضرب المثل ہے اور اہل دنیا خست اور کمینہ پن میں مشہور ہیں پھر بڑے افسوس کی بات ہے کہ انسان اپنی قیمتی عمر کو اس بیوفا اور کمینی کیلئے خرچ کرے۔ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلاَّ الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۲۷

بعض ان پند و نصائح کے بیان میں جو مقام شیخی اور تکمیل سے تعلق رکھتے ہیں ملا طاہر لاہوری کی طرف لکھا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ مکتوب شریف پہنچا۔ خوشی کا موجب ہوا اور یاروں کے التذاذ اور حلاوت کا حال پڑھ کر نہایت ہی فرحت حاصل ہوئی۔

اے بھائی! حق تعالیٰ نے آپ کو یہ منصب عطا فرمایا ہے اس نعمت کا شکر پوری طرح ادا کریں اور محافظت کریں کہ کوئی ایسا امر صادر نہ ہو جو مخلوقات کی نفرت کا باعث ہو۔ کیونکہ اس میں بڑی خرابی ہے۔ خلق کی نفرت اس ملامتی گروہ کے حال کے مناسب ہے جن کا دعوت اور شیخی سے کچھ واسطہ نہیں ہے۔ بلکہ ملامت کا مقام شیخی کے مقام کے برخلاف ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ان دونوں مقام کو آپس میں ملا دیں اور عین شیخی میں ملامت کی آرزو کریں کہ یہ بڑے ظلم کی بات ہے اور مریدوں کی نظر میں اپنے آپ کو متجمل یعنی رعب و داب سے آراستہ پیراستہ رکھیں اور مریدوں کے ساتھ کثرت سے میل جول اور انس اختیار نہ کریں کہ خفت اور سبکی کا موجب ہے اور افادہ اور استفادہ کے منافی ہے اور حدود شرعیہ کی اچھی

طرح محافظت کریں اور جہاں تک ہو سکے رخصت پر عمل نہ کریں کہ یہ بھی اس طریقہ علیہ کے منافی اور سنت سنیہ کی تابعداری کے دعویٰ کے مخالف ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ رِيَاءُ الْعَارِفِيْنَ خَيْرٌ مِّنْ اِخْلَاصِ الْمُرِيْدِيْنَ عارفوں کا ریا مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے۔ کیونکہ عارفوں کا ریا طالبوں کے دلوں کو حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف کھینچنے کے لئے ہوتا ہے۔ پس ضرور مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہوگا اور نیز عارفوں کے اعمال طالبوں کے لئے اعمال بجالانے میں موجب تقلید ہیں۔ اگر عارف خود عمل نہ کریں تو طالب محروم رہیں گے۔ پس عارف اس واسطے ریا کرتے ہیں۔ تاکہ طالب ان کی اقتدا کریں یہ ریا عین اخلاص ہے۔ بلکہ اُس اخلاص سے بہتر ہے جو اپنے نفع کے لئے ہو۔

اس بات سے کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ عارفوں کے عمل محض طالبوں کی تقلید کے لئے ہیں اور عارفوں کو عمل کی حاجت نہیں ہے۔ نعوذ باللہ منہا یہ الحاد و زندقہ ہے۔ بلکہ عارف اعمال کے بجالانے میں عام طالبوں کے ساتھ برابر ہیں اور اعمال کے بجالانے سے کسی کو چارہ نہیں ہے۔

غرض قول و فعل میں بڑی محافظت کریں کیونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگ فساد و ہنگامہ کے درپے ہیں کوئی ایسا کام سرزد نہ ہونے پائے جو اس مقام کے منافی ہو اور جاہل لوگوں کو بزرگوں کے طعن کا موقع مل جائے اور حضرت حق تعالیٰ سے استقامت طلب کرتے رہا کریں۔

دوسرا یہ ہے کہ آپ نے مشائخ کی نسبتوں کے حاصل ہونے کے بارہ میں لکھا تھا۔ اس کی وجہ کئی دفعہ رُوبرُو آپ سے بیان ہو چکی ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہ سمجھیں کہ اس میں خیریت نہیں ہے۔ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسلام

مکتوب ۲۲۸

بعض نصیحتوں کے بیان میں جو مقام تکمیل اور تعلیم طریقت سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کے مناسب بیان میں میر نعمان کی طرف لکھا ہے:-

میرے بھائی سیادت پناہ کا مکتوب پہنچا۔ خوشی کا باعث ہوا۔ اے بھائی کئی دفعہ آپ کو کہا گیا ہے کہ اس طریق کا مدار دو اصلوں پر ہے۔

ایک شریعت پر اس حد تک استقامت اختیار کرنی کہ اس کے چھوٹے چھوٹے آداب کے ترک پر بھی راضی نہ ہوں۔

دوسرا شیخ طریقت کی محبت اور اخلاص پر اس طرح راسخ اور ثابت قدم ہوں کہ اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کریں۔ بلکہ اس کے تمام حرکات و سکنات مرید کی نظر میں زیبا اور محبوب دکھائی دیں۔

خدا محفوظ رکھے کہ ان امور میں سے جو ان دو اصلوں کے متعلق ہیں کسی امر میں خلل واقع نہ ہو اور اگر اللہ کی مہربانی سے یہ دو اصل درست ہو گئے۔ تو دنیا و آخرت کی سعادت نقد وقت ہے اَور اَور نصیحتیں اور وصیتیں بھی آپ کے کانوں تک پہنچ چکی ہیں۔ ان کو مد نظر رکھنے میں بڑی احتیاط کریں اور بڑی عاجزی اور زاری سے پہلی تقصیروں کا تدارک کریں اور رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف جو ایک دفعہ آپ سے ترک ہو گیا تھا۔ اس کی قضا کی نیت پر اس ذی الحج کے عشرہ میں اعتکاف بیٹھیں تاکہ اس نیت سے سنت کے مرتکب ہوں اور اس عشرۂ اعتکاف میں گریہ وزاری اور عجز و نیاز سے اپنی تقصیروں اور کوتاہیوں کی عذر خواہی کریں۔ فقیر بھی انشاءاللہ اس عشرہ میں آپ کی مدد کرے گا۔

اجازت نامہ کے لکھنے میں جو آپ اس قدر مبالغہ اور کوشش کر رہے ہیں۔ اس سے آپ کا مقصود کیا ہے۔ طریقہ تعلیم کرنے کی اجازت جو آپ کو دی گئی ہے۔ اگر وہ کافی نہیں ہے تو اجازت نامہ کیا کرے گا۔ یہ لازم نہیں کہ جو کچھ دل میں گزرے اسی کے واسطے کوشش کرنے لگ جائیں۔ کئی ایسی باتیں دل میں گزرتی ہیں۔ جن کا ترک کرنا بہتر اور مناسب ہوتا ہے نفس بڑا ضدی ہے۔ جس امر کو اختیار کرتا ہے اس کے پورا کرنے کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور اس کے حق و باطل ہونے کا لحاظ نہیں کرتا۔ یہ چند باتیں آپ کی خاطر لکھی گئی ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو نفع دے۔ بھائی صاحب اپنے کام کا فکر کرنا چاہئے تاکہ جہان سے ایمان سلامت لے جائیں۔ اجازت نامہ اور مرید کچھ کام نہیں آئیں گے۔ ہاں اپنے کام کے ضمن میں اگر کوئی شخص سچی طلب سے آجائے تو اس کو طریقہ سکھا دیں۔ نہ یہ کہ طریقت کی تعلیم کو اپنے کام کا اصل خیال کریں اور اپنے معاملہ کو اس کے تابع بنا دیں کہ اس میں سراسر ضرر اور خسارہ ہے۔

مکتوب ۲۲۹

اس بیان میں کہ ہمارا طریق بعینہ حضرت ایشاں قدس سرہٗ کا طریق ہے اور ہماری نسبت وہی نسبت ہے لیکن صناعت کا کامل ہونا اور نسبت کا تمام ہونا بہت سے فکروں کے ملنے اور بہت سی نظروں کے پے در پے آنے پر موقوف۔ مرزا حسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کے شریف مکتوب جو اپنے مخلص مشتاق کے نام لکھے ہوئے تھے، پے در پے پہنچ کر بڑی خوشی اور زیادہ محبت کا باعث ہوئے جَزَاكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاءِ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے۔

مجمل طور پر بعض شبہات وتردیدات جو آپ نے لکھے تھے۔ ان کا جواب یہ ہے کہ ہمارا طریق وہی حضرت ایشاں یعنی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کا طریق ہے اور ہماری نسبت آنحضرت ہی کی شریف نسبت ہے۔ اس طریق سے بڑھ کر عالی اور کونسا طریق ہے اور اس نسبت سے زیادہ بہتر اور مناسب اور کونسی نسبت ہے کہ کوئی اس کو اختیار کرے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہر صناعت کی تکمیل اور ہر نسبت کی تتمیم مختلف فکروں کے ملنے اور بہت سی نظروں کے پے درپے آنے پر منحصر ہے۔ مثلاً وہ نحو جو سیبویہ کے زمانہ میں تھا۔ وہ اب متاخرین کے فکروں کے ملنے سے دوچند زیادہ ہو گیا ہے اور بہت کامل اور صاف ہو گیا ہے حالانکہ یہ وہی سیبویہ کا نحو ہے، جس کو متاخرین کے فکروں نے پہلے کی نسبت زیادہ آراستہ پیراستہ کر دیا ہے۔

شیخ علاؤالدولہ قدس سرہٗ کا مقولہ آپ کے مبارک کانوں تک پہنچا ہو گا۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ واسطے اور وسیلے جس قدر زیادہ ہوں اسی قدر رستہ زیادہ نزدیک اور روشن ہو گا۔

اس نسبت علیہ پر اس قسم کی زیادتی نے جو آراستگی اور پیراستگی کے طور پر پیدا ہو گئی ہے بہت لوگوں کو تخیلات میں ڈال رکھا ہے۔ اصل معاملہ یہی ہے جس میں تکلف اور بناوٹ کو دخل نہیں۔

آپ اس فقیر کے مکتوبات اور رسالوں کو دیکھیں کہ اس طریق کو اصحاب کرامؓ کا طریق ثابت کیا ہے اور اس نسبت کو سب نسبتوں سے بڑھ کر مدلل بیان کیا ہے اور اس طریق عالی اور اس طریق کے بزرگواروں کی تعریف اور مدح اس طرح پر کی ہے کہ اس بزرگ خاندان کے خلفا میں سے کسی کو اس کا
سوال (۱۰۰) حصہ بیان کرنے کی توفق حاصل نہیں ہوئی اور نیز یہ فقیر روزمرہ اور نشست و برخاست میں اس طریق کے آداب ولوازم کی رعایت پورے طور پر کرتا ہے اور سر مو مخالفت اور نئی بات کو پسند نہیں کرتا۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ نے یہ سب ہُنر نظر انداز کر دیئے ہیں اور اگر بالفرض آزار کے دنوں میں بعض یاروں کی نسبت کلمہ وکلام میں کوئی نامناسب بات کہی گئی ہو اور آپ کی نظر میں آئی ہو۔ تو پھر بھی تعجب ہے کہ آپ اس قسم کی باتوں کا یقین کر لیتے ہیں اور صرف سن کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اگر حسن ظن ہے تو کیا اسی جماعت سے مخصوص ہے یا شاید میں ہی حسن ظن کے قابل نہیں ہوں۔

الغرض اگر گفت وشنید پر ہی مدار ہے۔ تو پھر چغل خوروں کے ہاتھ سے خلاصی ناممکن ہے اور اخلاص کی کوئی توقع نہیں ہے۔ آپ گفت وشنید سے درگزر کریں اور گزشتہ امور کو یاد میں نہ لائیں۔ تاکہ اخلاص متصور ہو اور پرانی کلفت رفع ہو جائے۔

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت پیرزادوں کی تربیت کا وقت آگیا ہے اور حضرت ایشاں قدس سرہٗ کی وصیت کو یاد دلایا تھا۔

اے میرے مخدوم ومکرم! اس میں خادموں کی سعادت ہے کہ اپنے مخدوم زادوں کی خدمت سے کامیاب ہوں۔ لیکن اس مدت میں معلومہ رکاوٹوں کے باعث ظاہری خدمت سے دور رہا اور وصیّت کے وقت کے آنے کا انتظار کرتا رہا اور اب اگر آپ جانتے ہیں کہ کوئی مانع نہیں ہے اور گفت وشنید کا رستہ بند ہو گیا ہے۔ تو فرمائیں تا کہ بندہ چند روز آ کر اس خدمت میں مشغول رہے اور اگر اچھی طرح ملاحظہ کرتا ہے تو جانتا ہے کہ اس کام میں صرف وصیت کا حکم بجالانا مقصود ہے ورنہ آپ کی ظاہری باطنی تربیت ان کے لئے کافی ہے کسی اور کی حاجت نہیں۔

دوسرا یہ ہے کہ برادرم مولانا عبداللطیف فرماتے تھے کہ میاں محمد قلیچ نے بڑے مخدوم زادہ کی ظاہری تعلیم وتربیت کو اپنے ذمے لے لیا ہے اور آپ نے بھی اس بات کو پسند فرمایا ہے۔ اس بات کو سُن کر بہت تعجب ہوا۔ اور اگر وہ اپنی پارسائی کے باعث اس بارہ میں کچھ خیال کرے تو خیر مگر آپ کیسے تجویز کرتے ہیں۔ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ ایسا نہ ہو کہیں محمد قلیچ کا آزار کسی اور جگہ سرایت کر جائے۔

مکتوب ۲۳۰

بلند ہمتی میں اور اس چیز پر جو حاصل ہو کفایت نہ کرنے میں بلکہ جو کچھ معلوم ومشہود ہو۔ اس کی نفی کرنے اور معبود بیچون وبیچگون کے ثابت کرنے میں جو دید ودانش سے باہر ہے۔ شیخ یوسف برکی کی طرف لکھا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کے بزرگ احوال میاں بابو نے آپ کے کہنے کے مطابق ظاہر کئے اور ان کی حقیقت دریافت فرمائی۔ اس لئے چند کلمے لکھے جاتے ہیں۔

میرے مخدوم! اس قسم کے احوال ابتدائی مراتب میں اس راہ کے مبتدیوں کو بہت حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا کچھ اعتبار نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی نفی کرتے ہیں۔ وصل کجا اور نہایت کونسی ہے شعر

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَدُوْنَهَا　　قُلَلَ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ خُیُوْفٌ

ترجمہ　ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک
درمیاں میں پرخطر کوہ اور غار

اللہ تعالیٰ بیچون اور بیچگون ہے اور جو کچھ دید ودانش اور شہود ومکاشفہ میں آئے اس کا غیر ہے۔ وہ حق سُبحانہٗ وتعالیٰ اس سے وراء الوراء ہے۔ آپ اس راہ کے جوز ومویز پر بچوں کی طرح ہرگز فریفتہ نہ ہو جائیں اور نہایت کو پالینے پر مغرور نہ ہوں اور احوال وواقعات کو ناقص مشائخ کے پاس ظاہر نہ کریں۔ کیونکہ اپنی

سمجھ کے موافق تھوڑے کو بہت خیال کرتے ہیں اور ہدایت کو نہایت شمار کرتے ہیں۔ پس طالب مستعد اپنے کمال کے خیال میں پڑ جاتا ہے اور اس کی طلب میں فتور آ جاتا ہے شیخ کامل کی تلاش کرنی چاہئے اور اپنے باطنی امراض کا علاج اس سے کرانا چاہئے اور جب تک شیخ کامل نہ ملے، چاہئے کہ ان احوال کو لا کے نیچے لا کر نفی کریں اور معبود برحق کا جو بیچون بچگون ہے اثبات کریں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا یہ سب اس کا غیر ہے۔ کلمہ لا سے اس کی نفی کرنی چاہئے آیندہ جو کچھ ظاہر ہو، اس کی نفی کریں کہ وہ حق تعالیٰ وراء الوراء ہے اور اثبات کی جانب میں کلمہ مستثنٰی کے تکلّم کے سوا کچھ ہاتھ میں نہ ہو اس طریقت کے بزرگواروں کا طریق یہی ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنَ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۳۱

چند سوالوں کے جواب میں جو آپ سے کئے گئے تھے اور جن میں پوچھا گیا تھا کہ وصول اور حصول کے درمیان کیا فرق ہے اور وہ اسماء جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعیّنات کے مبادی ہیں۔ اولیاء کے تعیّنات کے مبادی بھی وہی اسم ہیں یا نہیں اور اگر ہیں تو کیا فرق ہے اور آپ سے پوچھا گیا تھا کہ مشائخ نقشبندیہ ذکر جہر سے منع کرتے ہیں کہ یہ بدعت ہے حالانکہ ذوق وشوق بخشتا ہے اور چیزوں سے جو آنحضرت کے زمانہ میں نہ تھیں۔ مثلاً لباس فرجی اور شال اور سراویل سے کیوں نہیں منع کرتے۔ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:-

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰی نَبِيِّهٖ وَنُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الْكِرَامِ ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اور نبی اور اس کی آل بزرگوار پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں۔

آپ کے دو مکتوب شریف پے در پے پہنچے پہلا مکتوب تو سوزش اور اضطراب کی خبر دیتا تھا۔ لیکن دوسرا مکتوب اس سے ملائم اور شوق وسرگرمی سے بھرا ہوا تھا۔

میرے دوست آپ نے اس وقت جب کہ میر سعد الدین روانہ ہوئے خط کا جواب طلب کیا۔ بندہ اس وقت یہاں تک بیدماغ اور مقبوض تھا کہ اپنے ہاتھ سے خط نہ لکھ سکتا تھا۔ مولانا یار محمد جدید کو لکھنے کیلئے کہا۔ بیدماغی کے وقت اگر کوئی نامناسب کلمہ لکھا گیا ہو تو معاف فرمائیں آپ کو چاہئے کہ تھوڑی سی

بات سے نہ بگڑ جائیں اور معاملہ کو درہم برہم نہ کریں۔ خدا نہ کرے کہ کسی قسم کا آزار درمیان ہو یا رنجش وروگردانی کے باعث کچھ لکھا جائے۔ ہاں اگر نصیحت کے طور پر کچھ لکھا جاوے تو خوشحال ہونا چاہئے۔

آپ کے دوسرے خط نے بہت ہی خوش کیا حرارت ہر کام میں درکار ہے۔ پژمردگی اور افسردگی دشمنوں کے نصیب ہو۔

آپ نے لکھا تھا کہ حصول اور وصول کے درمیان جو فرق ہے وہ سمجھ میں نہیں آتا۔

اے بھائی! حصول باوجود بُعد کے متصور ہے اور وصول متعذر ودشوار ہے عنقا کو جب ہم صورت مخصوصہ سے تصور کرتے ہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ عنقا ہماری قوت مدرکہ میں حاصل ہے۔ لیکن عنقا تک وصول ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ ظلیّت جو مرتبہ ثانی میں اس شے کے ظہور سے مراد ہے اس شے کے حصول کے منافی نہیں ہے۔ لیکن شے کا وصول ظلیّت کی تاب نہیں لا سکتا پس دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو گیا۔

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ وہ اسما جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے تعینات کا مبدء ہیں وہی اسماء اولیاء کے تعینات کا مبدء ہیں یا نہیں اور اگر ہیں تو کیا فرق ہے۔

اے عزیز! انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے تعینات کے مبادی ان اسما کے کلیات ہیں اور اولیاء کے تعینات کے مبادی ان اسما کی جزئیات ہیں جو ان کلیات کے تحت میں مندرج ہیں اور ان اسما کی جزئیات سے مراد وہی اسما ہیں جو قیود کے ساتھ ماخوذ ہیں۔ جیسا کہ کسی شے کے ساتھ ارادہ مطلقہ اور ارادہ مقید ہوتا ہے اور چونکہ اولیا کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی متابعت کے باعث ترقی واقع ہوتی ہے۔ اس لئے اس قید کو دور کر کے مُطلق کے ساتھ مل جائے گا۔ فقیر نے اس فرق کو اپنے بعض مکتوبات میں مفصل ذکر کیا ہے۔ وہاں سے ملاحظہ کرلیں۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ ذکر جہر سے منع کرتے ہیں کہ بدعت ہے حالانکہ ذوق وشوق بخشتا ہے اور چیزوں سے جو آنحضرت علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسّلام کے زمانہ میں نہ تھیں مثل لباس فرجی اور شال اور سراویل سے کیوں منع نہیں کرتے۔

میرے مخدوم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل دو طرح پر ہے۔ ایک عبادت کے طریق پر دوسرا عرف اور عادت کے طور پر۔ وہ عمل جو عبادت کے طریق پر ہے اس کے خلاف کرنا بدعت منکرہ جانتا ہوں اور اس کے منع کرنے میں بہت مبالغہ کرتا ہوں کہ یہ دین میں نئی بات ہے اور وہ مردود ہے اور وہ عمل جو عرف وعادت کے طور پر ہے اس کے خلاف کو بدعت منکرہ نہیں جانتا اور نہ ہی اس کے منع کرنے میں مبالغہ کرتا ہوں کیونکہ وہ دین سے تعلق نہیں رکھتا اس کا ہونا یا نہ ہونا عرف

وعادت پر مبنی ہے نہ کہ دین ومذہب پر۔ کیونکہ بعض شہروں کا عرف بعض دوسرے شہروں کے عرف کے برخلاف ہے اور ایسے ہی ایک شہر میں زمانوں کے تفاوت کے اعتبار سے عرف میں تفاوت ظاہر ہے۔ البتہ عادی سنّت کو مد نظر رکھنا بھی بہت سے فائدوں اور سعادتوں کا موجب ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ عَلٰى مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلٰى تَابِعِيْ كُلٍّ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب ۲۳۲

دنیا کمینی کی حقیقت اور اس کی ردی زیبائش کی بُرائی اور اس کمینی دنیا کی محبت کے دور کرنے کے علاج اور مناسب بیان میں خانخاناں کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ناپسندیدہ کمینی دنیا کی حقیقت اور اس کی ردّی زیب وزینت اور سج دھج کو آپ کی نظر بصیرت میں منکشف کر کے آخرت کے حسن وجمال کو بہشتوں اور ان کی نہروں کی تروتازگی اور ان میں پروردگار جلشانہٗ کے دیدار کی زیادتی کے ساتھ جلوہ گر کرے۔ تاکہ اس جلدی دور ہو جانے والی بُری دنیا کی طرف سے بے رغبتی حاصل ہو جائے اور پورے طور پر عالم بقا کی طرف جو حق تعالیٰ جلشانہٗ کی رضا کا مقام ہے توجہ میسر ہو جائے اور جب تک اس کمینی کی بُرائی ظاہر نہ ہو، اس کی قید سے نکلنا مشکل ہے۔ جب تک اس کی قید سے خلاصی نہ ہو، تب تک آخرت کی نجات اور بچاؤ دشوار ہے حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ (دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے) مشہور اور مانی ہوئی بات ہے اور چونکہ علاج ضد سے ہوتا ہے اس لئے اس کمینی دنیا کی محبت دور کرنے کا علاج امور آخرت میں رغبت کرنے اور شریعت روشن کے احکام کے موافق اعمال اصالحہ بجا لانے پر وابستہ ہے۔ حق تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کو پانچ بلکہ چار چیزوں پر منحصر کیا ہے اور فرمایا ہے:۔

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ دنیا کی زندگی کھیل کود اور زینت اور باہم فخر کرنا اور مال واولاد میں زیادتی کرنا ہے۔

پس جب عمل صالحہ میں مشغول ہوں، تو جزو اعظم لہو ولعب ہی کم ہونے لگتا ہے اور ریشم اور چاندی سونے کے استعمال سے جن پر عمدہ اور اعلیٰ زیب وزینت کا مدار ہے پرہیز کرنے لگتے ہیں اور دوسرا جزو جو زینت ہے زائل ہونے لگتا ہے اور جب یقین ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک فضیلت وبزرگی پرہیزگاری اور تقویٰ سے ہے نہ کہ حسب ونسب سے تو فخر کرنے سے باز آتے ہیں اور جب جانیں کہ مال واولاد حق تعالیٰ کے ذکر سے مانع ہیں اور اس کی بارگاہ سے روکتے ہیں تو ان کے زیادہ سے زیادہ حاصل

کرنے سے کوتاہی کرتے ہیں اوران کے بڑھانے کو معیوب جانتے ہیں۔ غرض مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا كَيْلَا يَضُرَّكُمْ شَيْءٌ جو کچھ رسول تمارے پاس لایااس کو پکڑلواور جس سے اس نے منع کیاہے ہٹ جاؤ تاکہ تمہیں کوئی چیز ضرر نہ دے۔

ما اگر نہ رسیدیم تو شاید برسی دا دیم تر از گنج مقصود نشاں

ترجمہ ملا گر نہیں ہم کو شاید تو پالے تجھے گنج مقصود بتلا دیا ہے

باقی مقصود یہ ہے کہ میاں شیخ عبدالمؤمن بزرگ زادہ ہیں اور تحصیل علوم سے فارغ ہو کر طریقہ صوفیہ کا سلوک فرماتے ہیں اور سلوک کے ضمن میں عجیب وغریب احوال مشاہدہ کرتے ہیں ضرورت انسانی از قسم اہل وعیال ان کو حیران وبے اختیار ناچار کر دیتی ہے۔ اس فقیر نے اس ناچارگی اور پریشانگی کو دور کرنے کے لئے آپ کی جناب کی طرف ان کی رہنمائی کی ہے۔ مَنْ دَقَّ بَابَ الْكَرِيْمِ اِنْفَتَحَ جس نے کریم کادروازہ کھٹکھٹایاوہ کشادہ حال ہو گیا۔ والسلام

مکتوب ۲۳۲

بعض عمدہ عمدہ نصیحتوں میں عالیجناب شیخ فرید کی طرف لکھاہے:-

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ عَلٰى مَاجَاءَ بِهٖ جَدُّكُمُ الْاَمْجَدُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا اللہ تعالیٰ ہم کواور آپ کواس چیز پر جس کو آپ کا جد بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لایاہے ثابت قدم رکھے۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے عرس شریف کے دنوں میں دہلی حاضر ہو کر ارادہ تھا کہ آپ کی خدمت عالی میں بھی پہنچے کہ اسی اثنامیں کوچ کی خبر پھیل گئی۔ اس لئے توقف کر کے چند ٹوٹے پھوٹے کلموں سے آپ کوتکلیف دی گئی ہے۔ فقیر خواہ حضور میں ہو خواہ غیبت میں ہر دم آپ کے لئے دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر نامناسب اور نالائق امر سے سلامت رکھے بعض اوقات خیر خواہی کا غلبہ اس بات پر لاتاہے کہ لِلّٰہ ان کی خدمت کواختیار کر کے ان چیزوں سے جو آپ کی بلند درگاہ کے لائق نہیں تاکید ومبالغہ کے ساتھ آپ کوان سے منع کرے اور مجلس شریف میں نااہلوں کو نہ رہنے دے لیکن جانتاہے کہ سب امیدیں حاصل نہیں ہوتیں۔ ناچار آپ کے حق میں غائبانہ دعاسے ترزبان ہے۔ شاید قبول ہو جائے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ اپنی بزرگی اور کلانی کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ ہر چند یہ کفر ہے کہ کوئی ایسا بڑاہو جائے کہ اگر وہ برہم ہو جائے تو تمام جہان برہم ہو جاۓ۔ لیکن کیا کیا جائے کہ ہم کو ہماری مصلحت کے بغیر بڑابنایاہے۔

آج اس قسم کی بزرگی اور کلانی نزدیک ہے کہ آپ کی جناب کے بارہ میں صادق آئی۔ کیونکہ آپ مخلوقات کے آرام میں ہیں اور مخلوقات آپ کے آرام میں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کے نزدیک آپ کی دعائے خیر بارش کی طرح برس رہی ہے۔ جو عام مخلوقات کو فائدہ مندہ ہے۔ پھر افسوس ہے کہ باوجود اس قدر کلانی اور بزرگی کے دانہ خشخاش کے برابر خالی جگہ رہ جائے اور یہ دانہ خشخاش دوستوں اور خیر خواہوں کے دل پر بڑا بھاری بوجھ ہے۔ مہربانی فرما کر ان کو اس بوجھ سے ہلکا کریں۔ مدت ہوئی ہے کہ اس خیر خواہ نے اس بات کی نسبت کچھ نہیں لکھا کہ ایسا نہ ہو کہ تکرار و مبالغہ گراں معلوم ہو ؎

یار نازک بدن ازبار ہوائے رنجد ہمچو گل برگ ز آسیب صبائے رنجد

ترجمہ دکھتا ہے نازک بدن دلبر ہوا کے بوجھ سے برگ گل کی طرح مرجھائے صبا کے بوجھ سے

لیکن دوستی سے دور معلوم ہوا کہ آپ کے دل کے ناراض ہونے کا لحاظ کر کے خاموش رہے ؎

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است وبس در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

ترجمہ حافظ وظیفہ تیرا ہے بس دعا کا کہنا
سنتا ہے کوئی یا نئے کر فکر تو نہ اس کا

کچھ مدت سے حرمین شریفین (کہ خدائے تعالیٰ ان کو آفات سے محفوظ رکھے) کی زیارت کا ارادہ و شوق پیدا ہوا۔ اور اس سفر کا باعث یہی خواہش ہے۔ اور چونکہ یہ ارادہ آپ کے صلاح مشورے اور رضامندی پر وابستہ تھا۔ اس لئے کوچ کی خبر سن کر وہ ارادہ ملتوی ہو گیا۔ اَلْخَیْرُ فِیْ مَاصَنَعَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بہتری اسی بات میں ہے جو اللہ تعالیٰ کرے۔ والسلام

مکتوب ۲۳۴

اس بیان میں کہ واجب الوجود کی حقیقت وجود محض ہے جو ہر چیز و کمال کا منشا ہے اور ممکنات کی حقیقتیں عدم محض ہیں جو ہر شر و نقص کا مبدء ہیں اور مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کے معنی میں اور تجلی ذاتی کے بیان میں جو تمام نسبتوں اور اعتباروں سے بڑھ کر ہے اور آیت کریمہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے تاویلی معنوں اور اس کے مناسب بیان میں مع سوالوں اور جوابوں کے جو اس مقام کی توضیح کے متعلق ہیں اور مع تنبیہات کے جو اس مطلب کی تشریح کے لائق ہیں۔ حقائق کو جاننے والے معارف کے پہچاننے والے عالم ربانی عارف سبحانی مخدوم زادہ کلاں یعنی شیخ محمد صادق (خدا اس کو سلامت اور باقی رکھے اور اعلیٰ مقصود تک پہنچائے) کی طرف صادر فرمایا ہے:-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

خداوند بیچون کی حمد اور پیغمبر رہنمون کے دُرود کے بعد میرے فرزند کو معلوم ہو کہ حق سبحانہ کی حقیقت وجود محض ہے کہ اور کوئی امر اس کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہے اور وہ وجود تعالیٰ ہر جزو کمال کا منشا اور ہر حسن و جمال کا مبدء ہے اور جزئی حقیقی اور بسیطی ہے۔ جس کی طرف ترکیب کو ہرگز راہ نہیں ہے نہ ذہنی طور پر نہ خارجی طور پر اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا تصور میں آنا محال ہے اور ذات تعالیٰ پر از روے مواطات کے محمول ہے نہ از روے اشتقاق کے اگرچہ حمل کی نسبت کو بھی اس مقام میں فی الحقیقت گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ تمام نسبتیں وہاں ساقط ہو گئی ہیں اور وہ وجود جو عام و مشترک ہے وہ اس وجود خاص کے ظلوں میں سے ایک ظل ہے اور یہ ظل ذات تعالیٰ و تقدس پر محمول ہے اور اشیا پر تشکیک کے طور پر از روے اشتقاق کے نہ از روے مواطات کے اور اس ظل سے مراد تنزلات کے مرتبوں میں حضرت وجود تعالیٰ و تقدس کا ظہور ہے اور اس ظل کے افراد میں سے اولیٰ و اقدم و اشرف وہ فرد ہے جو ذات تعالیٰ پر از روئے اشتقاق کے محمول ہے۔ پس اصالت کے ہر مرتبہ میں اَللّٰہُ تَعَالٰی وَجُوْد" کہہ سکتے ہیں نہ کہ اَللّٰہُ تَعَالٰی مَوْجُوْد" اور اس ظل کے مرتبہ میں اَللّٰہُ تَعَالٰی وَجُوْد" صادق ہے نہ اَللّٰہُ تَعَالٰی مَوْجُوْدٌ اور چونکہ حکماء اور صوفیہ کے ایک گروہ نے جو وجود کی غیبت کے قائل ہیں اور اس فرق کی حقیقت سے واقف نہیں ہوئے اور ظل کو اصل سے جدا نہیں کیا حمل اشتقاق اور حمل مواطات دونوں کو ایک ہی مرتبہ میں ثابت کیا ہے اور حمل اشتقاق کے صحیح کرنے میں بیجا تکلف اور حیلہ کے محتاج ہوئے ہیں اور حق وہی ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کے الہام سے ثابت و تحقیق کیا ہے اور یہ اصالت و ظلیّت تام حقیقی صفات کی اصالت و ظلیّت کی طرح ہے۔ کیونکہ ہر مرتبہ اصالت میں جو اجمال اور غیب الغیب کا مقام ہے۔ ان صفات کا حمل کرنا مواطات کے طریق پر ہے نہ اشتقاق کے طریق پر پس اَللّٰہُ تَعَالٰی عَلِیْمٌ کہہ سکتے ہیں اور اَللّٰہُ تَعَالٰی عَالِمٌ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ حمل اشتقاق میں مغائرت ظلیّت کے مرتبوں میں ہوتی ہے اور اس جگہ کوئی ظلیّت نہیں۔ کیونکہ وہ تعین اول سے کئی درجے برتر ہے۔ اس لئے کہ نسبتیں اس تعین میں اجمالی طور پر ملحوظ ہیں اور اس مقام میں اشیا میں سے کسی شے کا کسی طرح کا ملاحظہ نہیں ہے اور مرتبہ ظل میں جو اس اجمال کی تفصیل ہے۔ حمل اشتقاق صادق ہے نہ حمل مواطات۔ لیکن ان صفات کی عینیّت اس مرتبہ میں وجود تعالیٰ کی عینیّت کی فرع ہے جو ہر خیر و کمال کا مبدء اور ہر حسن و جمال کا منشا ہے اور اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں جس جگہ وجود کی عینیّت کی نفی کی ہے۔ اس سے وجود ظلی مراد رکھنی چاہئے۔ جو حمل اشتقاق کا صحیح کرنے والا ہے اور یہ وجود ظلی بھی آثار خارجیہ کا مبدء ہے پس وہ ماہیّتیں جو مراتب موجودات میں سے ہر مرتبہ میں اس وجود کے

ساتھ متصف ہوں خارجیہ ہونگے۔ فَافْهَمْ فَاِنَّهٗ یَنْفَعُكَ فِیْ كَثِیْرٍ مِنَ الْمَوَاقِعِ پس سمجھ لے کیونکہ بہت جگہ تجھے نفع دے گا۔ پس صفات حقیقیہ بھی موجودات خارجیہ ہونگی اور ممکنات بھی خارجہ میں موجود ہونگی۔

اے فرزند! اس پوشیدہ سر کو سُن کہ کمالات ذاتیہ حضرت ذات تعالیٰ کے مرتبہ میں حضرت ذات کا عین ہیں۔ مثلاً علم کی صفت اس مقام میں حضرت ذات کا عین ہے اور ایسے ہی قدرت اور ارادہ اور تمام صفات کا حال ہے اور نیز اس مقام میں حضرت ذات بتمامہ علم ہے اور ایسے ہی بتمامہ قدرت ہے نہ یہ کہ حضرت ذات کا بعض علم ہے اور بعض قدرت کیونکہ وہاں بعض ہونا اور جزو بننا محال ہے اور ان کمالات نے جو گویا حضرت ذات سے متنزع اور الگ ہیں حضرت علم کے مرتبہ میں تفصیل پائی ہے اور تمیز پیدا کی ہے اور حضرت ذات تعالیٰ و تقدس اپنی وحدانیت کی اسی اجمالی صرافت پر باقی ہے بعد ازاں اس مقام میں کوئی چیز نہیں رہی جو اس تفصیل میں داخل نہ ہوئی ہو اور متمیز نہ ہوئی ہو۔ بلکہ تمام وہ کمالات جن میں سے ہر ایک ذات تعالیٰ کا عین ہے مرتبہ علم میں آگئی ہیں اور ان مفصلہ کمالات نے دوسرے مرتبہ میں وجود ظلی پیدا کر کے صفات نام حاصل کیا ہے اور حضرت ذات کے ساتھ جو ان کا اصل ہے قیام پیدا کیا ہے اور اعیان ثابتہ صاحب فصوص علیہ الرحمۃ کے نزدیک انہی مفصلہ کمالات سے مرداہے جنہوں نے خانۂ علم میں وجود علمی حاصل کیا ہے اور فقیر کے نزدیک ممکنات کے حقائق عدم محض ہیں۔ جو بمع ان کمالات کے جو ان میں منعکس ہوئے ہیں۔ ہر شر و نقص کا مبدء و ماویٰ ہیں۔

یہ بات تفصیل چاہتی ہے گوش ہوش سے سننا چاہئے۔ خدا تجھے ہدایت دیوے۔

جان لے کہ عدم وجود کے مقابل ہے اور اس کی نقیض ہے۔ پس عدم بالذات ہر شر و نقص کا منشا بلکہ ہر شر و فساد کا عین ہوگا۔ جس طرح وجود مرتبہ اجمال میں ہر چیز و کمال کا عین ہے اور جس طرح حضرت وجود اصل الاصل مقام ذات تعالیٰ پر اشتقاق کے طور پر محمول نہیں ہے اسی طرح عدم بھی اس وجود کے مقابل ہے ماہیت عدمیہ پر اشتقاق کے طریق پر محمول نہیں ہے اس مرتبہ میں اس ماہیت کو معدوم نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ عدم محض ہے اور تفصیل علمی کے مرتبوں میں کہ جس کے ساتھ ماہیت عدمیہ نے تعلق پایا ہے اس ماہیت کی جزئیات عدم سے متصف ہو جاتی ہیں اور حمل اشتقاق ان میں درست آتا ہے اور عدم کا مفہوم کہ گویا اس اجمالیہ عدمیہ ماہیّت سے متنزع اور الگ ہے اور اس ماہیّت عدمیہ کیلئے ظل کی مانند ہے۔ اس ماہیّت عدمیّہ کے تمام مفصلہ افراد پر اشتقاق کے طریق پر حمل پاتا ہے۔ جیسے کہ آگے آئیگا۔ اور چونکہ وہ عدم مرتبہ اجمال شر و فساد کا عین تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر شر دوسرے شر سے جدا اور ہر فساد دوسرے فساد سے الگ ہو گیا۔ جیسے کہ وجود کی جانب میں اجمال کے

مرتبہ میں حضرت وجود ہر چیز و کمال کا عین تھا اور تفصیل علمی کے مرتبہ میں ہر کمال سے الگ اور ہر چیز دوسری چیز سے جدا ہو گی۔ پس ان وجودیہ کمالات میں سے ہر ایک کمال ان نقائص عدمیہ میں سے ہر ایک نقص میں جو اس کے مقابل ہے خانۂ علم میں منعکس ہوا ہے اور ایک دوسرے کی علمیہ صورتیں باہم مل جُل گئی ہیں اور وہ عدمات جو شر و نقائص سے مراد ہیں بمع ان کمالات منعکر کے ممکنات کی ماہیتیں ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ وہ عدمات ان ماہیتوں کے اصول و مواد ہیں اور وہ کمالات ان میں حلول کی ہوئی صورتوں کی مانند ہیں۔

پس اعیان ثابتہ اس فقیر کے نزدیک ان عدمات اور کمالات سے مراد ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ باہم مل جل گئے ہیں اور جب قادر مختار جل شانہ‘ نے چاہا ان عدمیہ ماہیات کو بمع ان کے لوازم اور وجودیہ ظلال کے کمالات کے جو ان میں حضرت علم میں منعکس ہو کر ممکنات کی ماہیات نام پایا ہے۔ اس وجود ظلی کے رنگ میں کہ موجودات خارجیہ بنایا اور آثار خارجیہ کا مبدء کر دیا۔

جاننا چاہئے کہ صور علمیہ کا جو ممکنات کے اعیان ثابتہ اور اور ان کی ماہیات سے مراد ہیں رنگدار کرنا ان معنوں میں نہیں ہے کہ صور علمیہ نے خانۂ علم سے نکل کر وجود خارجی پیدا کیا ہے۔ کیونکہ یہ محال ہے اور جہل کو مستلزم ہے تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عَلُوًّا كَبِيْرًا اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے بلکہ ان معنوں میں ہے کہ ممکنات نے خارج میں ان صور علمیہ کے مطابق وجود پیرا کیا ہے اور وجود علمی کے سوائے اس وجود علمی کے موافق وجودِ خارجی حاصل کیا ہے۔ جیسے کہ کاریگر نجار تخت کی صورت کو ذہن میں تصور کر کے خارج میں اس کا اختراع کرتا ہے۔ اس صورت میں تخت کی وہ ذہنیہ صورت جو حقیقت میں اس تخت کی ماہیت ہے۔ اس نجار کے خانہ علم سے باہر نہیں نکلی۔ بلکہ خارج میں اس تخت نے اس صورت ذہنیہ کے مطابق وجود پیدا کیا ہے۔ فافہم

جاننا چاہئے کہ ہر عدم نے کمالات وجودیہ کے ظلال میں سے ایک ظل کے ساتھ جو اس کے مقابل ہے اور اس میں منعکس اور منصبغ ہے۔ خارج میں وجود ذہنی پیدا کیا ہے۔ بخلاف عدم صرف کے کہ وہ ان ظلال سے متاثر نہیں ہوا اور ان کا رنگ نہیں پکڑا۔ اور وہ کیسے رنگ پکڑے جب کہ وہ ان ظلال کے مقابل نہیں ہے۔ اگر مقابلہ رکھتا ہے تو حضرت وجود سے صرف رکھتا ہے۔

پس عارف تام المعرفت جب حضرت وجود سے ترقی کر کے عدم صرف کے مقام میں نزول کرتا ہے تو اس کے وسیلہ سے یہ عدم بھی اس حضرت سے انصباغ پیدا کر کے مزیّن و مستحسن ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس عارف کے تمام عدم کے مراتب نے جو فی الحقیقت اس کی تمام اجمالی اور تفصیلی ذاتیہ مراتب ہیں۔ حسن و حیزیت پیدا کی ہے اور کمال حاصل کیا ہے اور یہ حیزیت جو تمام ذاتیہ میں سرایت

کرتی ہے اس قسم کے عارف سے مخصوص ہے اور اس کے غیر کے لئے اگر خیریت نے سرایت کی ہے۔ تو وہ اس کے اعدام ذاتیہ کے بعض تفصیلیہ مراتب تک ہی منحصر ہے یا بلحاظ اختلاف درجات کے اس کے تمام تفصیلی مراتب میں پھیلی ہوتی ہے۔ اور یہ قسم اخیر بھی نادر الوجود ہے۔ لیکن عدم کے مرتبہ اجمال میں جو شر و نقص کا عین ہے اس عارف کے سوا اور کسی نے خیریت کی بو نہیں پائی اور نہ ہی حسن کا کوئی رنگ پیدا کیا ہے۔

پس ناچار ایسے عارف کا جو خیریت تام سے متصف ہے شیطان بھی حسن اسلام پیدا کر لیتا ہے اور اس کا نفس امارہ مطمنہ ہو کر اپنے مولیٰ سے راضی ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سید المرسلین علیہ و علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا ہے کہ اَسْلَمَ شَیْطَانِیْ میرا شیطان بھی مسلمان ہو گیا ہے۔

سبحان اللہ! وہ معارف جو اس فقیر حقیر سے بے ارادہ و بے تکلف ظاہر ہو رہے ہیں۔ اگر بہت سے لوگ جمع ہو کر ان کی تصویر میں کوشش کریں تو معلوم نہیں کہ میسر ہو سکے۔ فقیر کا یقین ہے کہ ان معارف کا بہت ساحصہ حضرت مہدی موعود علیہ الرضوان کے نصیب ہو گا۔

اگر پادشاہ بردرِ پیر زن   بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ اگر بڑھیا کے در پر آئے سلطاں   تو اے خواجہ نہ ہو ہرگز پریشاں

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پس کیا ہی بزرگ اور بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جو بہتر پیدا کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ ممکنات ذوات اور اصل عدمات ہیں کہ وجودی کمالات کے ظلال نے ان میں منعکس ہو کر ان کو مزیّن کر دیا ہے۔ پس ناچار ممکنات بالذات ہر شر و فساد کا ماویٰ اور ہر سود نقص کی جائے پناہ ہوئیں اور ہر خیر و کمال جو ان میں تعبیر اور پوشیدہ فرمایا ہے وہ عاریتی ہے جو حضرت وجود سے جو خیر محض ہے فائز ہوا ہے۔ مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ (جو تجھے بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو تجھے برائی پہنچے وہ تیرے نفس سے ہے) اس مضمون کی شاہد ہے اور جب خداوند تعالیٰ کے فضل سے یہ دید غلبہ پا جاتی ہے اور اپنے کمالات کو ٹھیک اسی طرف دیکھتا ہے۔ تو اپنے آپ کو شر محض معلوم کرتا ہے اور خالص نقص جانتا ہے اور کوئی کمال اپنے آپ میں مشاہدہ نہیں کرتا۔ اگرچہ انعکاس کے طریق پر ہو۔ اس شخص کی طرح جو کہ ننگا ہو اور اس نے عاریت کا لباس پہنا ہو اور یہ دید عاریت اس پر اس قدر غالب آ جائے کہ وہ اپنے خیال میں اپنا سارا لباس اس لباس کے مالک کا سمجھے تو بالضرور وہ شخص اپنے آپ کو ذوق میں ننگا معلوم کرے گا۔ اگرچہ عاریت درمیان واسطہ ہے۔ اس دید کا صاحب مقام عبدیت سے مشرف ہوتا ہے جو تمام کمالات ولایت سے برتر ہے۔

تنبیہ: یہ خیر وشر اور نقص وکمال کا اجتماع جو در حقیقت وجود عدم کا اجتماع ہے جمع نقیضین کی قسم سے ہے کہ تو اس کو محال جانے کیونکہ وجود صرف کی نقیض عدم صرف ہے اور ان ظلی مراتب نے جس طرح وجود کی جانب میں اصل کی بلندی سے تنزلات کی پستی میں نزول فرمایا ہے۔ اسی طرح عدم کی جانب میں بھی ان ظلی مراتب نے عدم صرف کی پستی سے اوپر کی طرف عروج کیا ہے۔ ان کا اجتماع عناصر متضاد کے اجتماع کی طرح ہے کہ ہر ایک کے ضد یہ غلبہ اور تیزی کو توڑ کر ان کو جمع فرمایا ہے۔ فَسُبْحَانَ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الظُّلْمَةِ وَالنُّوْرِ پس پاک ہے وہ ذات جس نے اندھیرے اور نور کو جمع کر دیا۔

اگر کہا جائے کہ تو نے اوپر عدم صرف کے لئے بھی وجود صرف کے ساتھ جو اس کی ضد ہے منصبغ اور رہ گزار ہونے کا حکم کیا ہے۔ پس اجتماع نقیضین پیدا ہوا۔

اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ دو نقیضوں کا جمع ہونا ایک محل میں محال ہے۔ لیکن ایک نقیض کا دوسرے نقیض کے ساتھ قیام کرنا اور ایک دوسرے سے متصف ہونا محال نہیں ہے جیسا کہ معقول والوں نے کہا ہے کہ وجود معدوم ہے اور وجود کا عدم کے ساتھ متصف ہونا محال نہیں ہے۔ پس اگر عدم موجود ہو اور وجود کے ساتھ رنگا جائے۔ تو کیوں محال ہو گا۔ تو اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ عدم کے مفہوم کو معقولات ثانیہ سے کہا ہے۔ لیکن اگر عدم کے افراد میں سے کوئی فرد وجود سے متصف ہو جاوے تو کیا فساد ہے۔ جس طرح معقول والوں نے وجود کے بارہ میں اشکال کے طریق پر کہا ہے کہ وجود کو چاہئے کہ واجب الوجود کی ذات کا عین نہ ہو۔ کیونکہ وجود معقولات ثانیہ سے ہے جو وجود خارجی نہیں رکھتا اور واجب الوجود کی ذات خارج میں موجود ہے پس عین نہ ہو گا اور اس کے جواب میں انہوں نے کہا ہے کہ وجد کا مفہوم معقولات ثانیہ سے ہے نہ کہ اس کی جزئیات۔ پس اس کی جزئیات میں سے جزئی وجود خارجی کے منافی نہ ہو گی اور ہو سکتا ہے کہ خارج میں موجود ہو۔

سوال: پہلی تحقیق سے معلوم ہوا کہ صفات حقیقیہ کا وجود ظلال کے مرتبوں میں ہے اور مرتبہ اصل میں ان کا کوئی وجود حاصل نہیں ہے۔ یہ بات اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی رائے کے مخالف ہے۔ کیونکہ وہ صفات کو کسی وقت ذات مقدس سے جدا نہیں جانتے اور ممتنع الانفکاک یعنی ان کا ذات سے جدا ہونا محال تصور کرتے ہیں۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ اس بیان سے انفکاک کا جواز لازم نہیں آتا۔ کیونکہ یہ ظل اس اصل کے لازم ہے۔ پس انفکاک نہ رہا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ عارف جس کی توجہ کا قبلہ احدیت ذات ہے اور اسماء وصفات میں سے کچھ اس کے مد نظر نہیں ہے۔ اس مقام میں ذات تعالیٰ ہی کو پاتا ہے اور صفات سے کچھ ملحوظ نہیں ہوتا نہ یہ

کہ صفات اس وقت حاصل نہیں ہیں۔ پس حضرت ذات تعالیٰ وتقدس سے صفات کا الگ ہونا نہ ہی عارف کے ملاحظہ کے اعتبار سے ثابت ہوا ہے اور نہ ہی حقیقت امر کے اعتبار سے تاکہ اہل سنت وجماعت کے مخالف ہو۔ فافہم

اس بیان سے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے رب کو پہچان لیا) کے معنی بھی ظاہر ہو گئے۔ کیونکہ جس نے اپنی حقیقت کو شرارت ونقص کے ساتھ پہچان لیا اور جان لیا کہ ہر خیر وکمال جو اس میں پوشیدہ کیا گیا ہے۔ وہ حضرت واجب الوجود کی طرف سے عاریت کے طور پر ہے۔ پس وہ ضرور ہی حق سبحانہٗ کو خیر وکمال اور حسن وجمال سے پہچان لے گا۔ اس تحقیقات سے آیت کریمہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے تاویلی معنی بھی واضح ہو گئے کیونکہ جب ظاہر ہو چکا کہ ممکنات سب کے سب عدمات ہیں۔ جو سراسر ظلمت وشرارت ہیں اور ان میں خیر وکمال اور حسن وجمال حضرت وجود کی طرف سے جو نفس ذات تعالیٰ ہے اور ہر خیر وکمال اور حُسن وجمال کا عین ہے۔ تو بالضرور آسمانوں اور زمینوں کا نور حضرت وجود ہی ہو گا جو واجب تعالیٰ وتقدس کی حقیقت ہے اور چونکہ یہ نور آسمانوں اور زمین میں ظلال کے واسطہ سے ہے اس لئے ان وہم کرنے والوں کے وہم کو دور کرنے کے لئے جو بے واسطہ سمجھتے ہیں۔ اس نور کے لئے مثال بیان کی اور اس طرح فرمایا مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ الی آخر الآیۃ کریمہ تاکہ واسطوں کا ثبوت ہو جائے اور اس آیت کریمہ کے تاویلی معنی مفصل طور پر انشاء اللہ تعالیٰ کسی اور جگہ پر لکھے جاویں گے۔ کیونکہ اس میں سخن کی بہت مجال ہے اور یہ مکتوب اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں رکھتا اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ آیت کریمہ کے تاویلی معنی ہیں۔ اس لئے کہا ہے کہ تفسیری معنی نقل وسماع پر مشروط ہیں۔ مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَاْيِهٖ فَقَدْ كَفَرَ (جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی وہ کافر ہو گیا) تم نے سنا ہو گا اور تاویل میں صرف احتمال کافی ہے۔ بشرطیکہ کتاب وسنت کے مخالف نہ ہو پس ثابت ہوا کہ ممکنات کے ذوات واصول عدمات ہیں اور ان کی ناقص اور ذیل صفات ان عدمات کی مقتضی ہیں جو قادر مختار جل سلطانہٗ کے ایجاد سے وجود میں آئی ہیں اور صفات کاملہ ان میں حضرت وجود تعالیٰ کے کمالات کے ظل سے عاریت کے طور پر ہیں جو انعکاس کے طریق پر ظہور پا کر قادر مختار جلّشانہٗ کی ایجاد سے موجود ہوئی ہیں اور اشیا کے حسن وقبح کا مصداق یہ ہے کہ جو چیز آخرت سے تعلق رکھتی ہے اور دنیا کے لئے ذریعہ ووسیلہ ہے۔ وہ حسن ہے اگرچہ بظاہر اچھی دکھائی نہ دے اور جو چیز دنیا سے تعلق رکھتی ہے اور دنیا کے لئے وسیلہ وذریعہ ہے وہ قبیح ہے اگرچہ بظاہر حسن وخوب دکھائی دے اور حلاوت وطراوت سے ظاہر ہو۔ دنیا کی مزخرفات یعنی بیہودہ زیب وزینت کا یہی حال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت مصطفویٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ میں

امردوں یعنی بے ریشوں اور بیگانی عورتوں کے حسن اور دنیاوی زیب وزینت کی طرف رغبت وخواہش سے نظر کرنا منع فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ حسن وطراوت عدم مقتضیات سے ہے جو ہر فساد کا محل ہے اور اگر حسن وجمال کا منشا کمالات وجود یہ ہوتے تو اس سے منع نہ فرماتے۔ مگر اس سبب سے کہ اصل کے ہوتے ظل کی طرف توجہ کرنا بُرا ہے۔ یہ منع منع استحسانی ہے۔ نہ وجوبی بر خلاف پہلی منع کے پس وہ حسن جو دنیا کے مظاہر جمیلہ میں ظاہر ہے۔ وہ اس ذات تعالیٰ کے حسن ظلال سے نہیں ہے بلکہ لوازم عدم سے ہے جس نے حسن کی مجاورت کے باعث ظاہر میں حسن پیدا کر لیا ہے اور حقیقت میں قبیح وناقص ہے۔ جس طرح زہر کو شکر سے غلافی کریں اور نجاست کو زر سے منڈھیں اور یہ جو منکوحہ خوبصورت عورتوں اور لونڈیوں سے منع حاصل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ وہ اولاد کے حاصل کرنے اور نسل کے باقی رکھنے کے لئے ہے جو انتظام عالم کے باقی رکھنے کے لئے مطلوب ہے۔

پس بعض صوفیہ جو مظاہر جمیلہ اور عمدہ عمدہ نغموں میں اس خیال سے گرفتار ہیں کہ یہ حسن وجمال حضرت واجب الوجود تعالی کے کمالات سے مستعار ہے جو ان مظاہر میں ظاہر ہوا ہے اور اس گرفتاری اور تعلق کو نیک اور بہتر سمجھتے ہیں۔ بلکہ راہ وصول تصور کرتے ہیں۔ اس فقیر کے نزدیک ان کے برخلاف صادق وثابت ہوا ہے چنانچہ اس قسم کا تھوڑا سا مضمون اوپر مذکور ہو چکا ہے بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان میں سے بعض اپنے مطلب کے لئے اس قول کو بطور سند پیش کرتے ہیں۔ جو کہا گیا ہے کہ اِيَّاكُمْ وَالْمُرْدَ فَاِنَّ فِيهِمْ لَوْنًا كَلَوْنِ اللهِ تم بے ریشوں سے بچو کیونکہ ان میں رنگ ہے اللہ تعالیٰ کے رنگ کی طرح کلمہ كَلَوْنِ اللهِ ان کو شبہ میں ڈال دیتا ہے اور نہیں جانتے کہ یہ قول ان کی طلب کے منافی ہے اور اس فقیر کی معرفت کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ کلمہ تحذیر لایا گیا ہے۔ جس سے ان کی طرف توجہ کرنے سے ان کو منع کیا گیا ہے اور اس غلط فہمی کا منشا بیان فرمایا ہے کہا کا محسن حق سبحانہ' کے حسن وجمال کے مشابہ اور ماخذ ہے نہ کہ بعینہ اس کا حسن تا کہ غلطی میں نہ پڑ جائیں۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے مَا الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ اِلَّا ضَرَّتَانِ اِنْ رَضِيَتْ اِحْدٰهُمَا سَخِطَتِ الْاُخْرٰى دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں یعنی دو عورتیں جو ایک مرد کے نکاح میں ہوں اگر ایک راضی ہو تو دوسری ناراض۔

اس حدیث میں بھی اس امر کی تصریح ہے کہ دنیا وآخرت کا حسن وجمال ایک دوسرے کا نقیض اور ضد ہے اور مقرر ہوئے کہ دنیاوی حسن ناپسند ہے اور حسن اخروی پسند۔ پس شر دنیاوی حسن کے لازم ہو گا اور خیر حسن آخرت کے لازم۔ پس ناچار اوّل کا منشا عدم ہو گا اور دوسرے کا منشا وجود۔ ہاں بعض چیزیں ایسی ہیں جو ایک وجہ سے دنیا کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور ایک وجہ سے آخرت کے ساتھ

یہ اشیا پہلی وجہ کے لحاظ سے قبیح ہیں اور دوسری وجہ کے اعتبار سے حسن اور ان ہر دو وجہ کے درمیان اور ہر ایک کے حسن وقبح کے درمیان تمیز کرنا علم شریعت پر موقوف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا جو کچھ رسول تمہارے پاس لائے اس کو پکڑ لو اور جس سے منع کرے اس سے ہٹ جاؤ۔

حدیث میں آیا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے حضرت حق سبحانہٗ نے اس پر نظر نہیں کی اور اس پر حق تعالیٰ کا غضب ہے۔

یہ سب کچھ اس کی قباحت اور شرارت اور فساد کے باعث ہے جو عدم کے مقتضیات ہے۔ جو ہر شر وفساد کا ماویٰ ہے۔ دنیاوی حسن وجمال اور اس کی حلاوت وطراوت رستہ میں پھینکے ہوئے کوڑے کرکٹ کی طرح ہیں اور منظور نظر نہیں ہیں۔ وہ آخرت کا جمال ہی ہے جو نظر کے لائق اور حق تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ دنیا داروں کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے یُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ وہ دنیا کا مال واسباب چاہتے ہی اور اللہ تعالیٰ آخرت چاہتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَغِّرِ الدُّنْیَا بِاَعْیُنِنَا وَکَبِّرِ الْاٰخِرَۃَ فِیْ قُلُوْبِنَا بِحُرْمَتِ مَنِ افْتَخَرَ بِالْفَقْرِ وَتَجَنَّبَ عَنِ الْغِنَاعَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوٰتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا یا اللہ تو دنیا کو ہماری آنکھوں میں حقیر کردے اور آخرت کو ہمارے دلوں میں بزرگ بنا اس رسول کے طفیل جس نے فقر کے ساتھ فخر کیا اور دولتمندی سے الگ رہا اس پر اور اس کی آل پر اتم واکمل صلوٰۃ وسلام ہو۔

اور چونکہ شیخ اجل شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شرارت اور نقص اور فساد کی حقیقت پر نظر نہیں ڈالی اور ممکنات کے حقائق کو حق جل وعلا کی علمیہ صورتیں مقرر کی ہیں۔ کیونکہ ان کی صورتوں نے حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے آئینہ میں کہ خارج میں اس کے سوا کچھ موجود نہیں جانتا۔ انعکاس پیدا کر کے خارجی نمود وظہور حاصل کیا ہے اور ان علمیہ صورتوں کو واجب تعالیٰ کی صفات اور شیون کی صورتوں کے غیر نہیں سمجھا ہے۔ اس لئے وحدت وجود کا حکم کیا ہے اور ممکنات کے وجود کو واجب تعالیٰ وتقدس کے وجود کا عین کہا ہے اور شر ونقص کو اضافی اور نسبتی کہہ کر شرارت مطلق اور نقص محض کی نفی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی چیز کو فی نفسہ قبیح نہیں جانتا حتی کہ کفر وضلالت کو ایمان وہدایت کی نسبت برا نہیں جانتا نہ اپنی ذات کی نسبت کہ اس کو عین صلاح وخیر سمجھتا ہے اور اپنے ارباب کی نسبت ان کیلیے استقامت کا حکم کرتا ہے اور آیت کریمہ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (کوئی زمین پر چلنے والا نہیں جس کو وہ اس کی پیشانی سے پکڑنے والا نہیں

ہے۔ بیشک میرا رب صراط مستقیم پر ہے) کو ان معنی پر شاہد لاتا ہے۔ ہاں جو کوئی وحدت وجود کے سوا حکم نہ پاوے وہ اس قسم کی باتوں سے کیوں کنارہ کرے۔

اور جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ممکنات کی ماہیتیں بمع ان کے کمالات وجودیہ کے جو ان میں منعکس ہو کر ان سے مل گئی ہیں، عدمات ہیں جیسا کہ مفصل طور پر گزر چکا۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ اللہ تعالیٰ حق ظاہر کرتا اور وہی راہ راست کی ہدایت دیتا ہے۔

اے فرزند! یہ علوم و معارف جن کی نسبت کسی اہل اللہ نے نہ ہی صراحت سے اور نہ ہی اشارہ سے گفتگو کی ہے۔ بڑے اعلیٰ معارف اور اکمل علوم ہیں۔ جو ہزار سال کے بعد ظہور میں آئے ہیں اور واجب تعالیٰ و ممکنات کی حقیقت کو جیسا کہ ممکن اور لائق ہے بیان فرمایا اور جو نہ ہی کتاب و سنت کی مخالفت رکھتے ہیں اور نہ ہی اہل حق کے اقوال کے مخالف ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دعا میں جو آپ نے گویا تعلیم کیلئے فرمائی ہے اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِىَ (یا اللہ تو اشیا کی حقیقتیں کما حقہ دکھا) حقائق سے مراد یہی حقائق ہیں جو ان علوم کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں اور جو کہ مقام عبودیت کے مناسب ہیں اور جو کہ نقص وذلت وانکسار پر جو بندگی کے حال کے مناسب ہے دلالت کرتی ہیں۔ بندہ عاجز جو اپنے آپ کو اپنے مولائے قادر کا عین جانے، کمال بے ادبی ہے۔

اے فرزند! یہ وہ وقت ہے جب کہ پہلی امتوں میں سے ایسی ظلمت سے بھرے ہوئے وقت میں الو العزم پیغمبر مبعوث ہوتا تھا اور نبی شریعت کو زندہ کرتا تھا اور اس امت میں جو خیر الامم ہے اور اس امت کا پیغمبر خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس کے علماء کو انبیاء بنی اسرائیل کا مرتبہ دیا ہے اور علماء کے وجود کے ساتھ انبیاء کے وجود سے کفایت کی ہے۔ اسی واسطے ہر صدی کے بعد اس امت کے علماء میں سے ایک مجدد مقرر کرتے ہیں۔ تاکہ شریعت کو زندہ کرے۔ خاص کر ہزار سال کے بعد جو کہ اولوالعزم پیغمبر کے پیدا ہونے کا وقت ہے اور ہر پیغمبر پر اس وقت کفایت نہیں کی ہے۔ اسی طرح اس وقت ایک تام المعرفت عالم وعارف درکار ہے جو گذشتہ امتوں کے اولوالعزم پیغمبر کے قائم مقام ہو۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید   دیگراں نیز کنند آنچہ مسیحا میکرد

ترجمہ فیض روح القدس کا گر دے مدد تو اور بھی
کر دکھائیں کام وہ جو کچھ جو مسیحا نے کیا

اے فرزند! وجود صرف عدم صرف کے مقابل ہے اور اوپر گزر چکا کہ وہ صرف واجب الوجود تعالیٰ وتقدس کی حقیقت اور ہر خیر و کمال کا عین ہے۔ اگرچہ یہ عینیت بھی خواہ اجمال کے طور پر ہی ہو اس مقام

میں گنجائش نہیں رکھتی۔ کیونکہ ظلیت کی آمیزش رکھتی ہے اور عدم جو صرف اس وجود کے مقابل ہے وہ عدم ہے جس کی طرف کسی نسبت اور اضافت نے راہ نہیں پایا اور وہ ہر شر و نقص کا عین ہے۔ اگرچہ یہ عینیت بھی وہاں گنجائش نہیں رکھتی۔ کیونکہ احنافت کی بُو رکھتی ہے۔

اور معلوم ہے کہ کسی شے کا ظہور پُورے پُورے طور پر اس شے کے حقیقی مقابل میں ظاہر ہوتا ہے۔ وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْأَشْيَاءُ اشیا اپنی ضد سے ظاہر ہوتی ہیں۔ پس بالضرور وجود صرف کا ظہور پورے طور پر عدم صرف کے آئینہ میں حاصل ہوگا اور مقرر ہے کہ نزول عروج کے اندازہ سے ہے۔ پس جس کا عروج اللہ تعالیٰ کی عنایت سے وجود صرف تک ثابت ہو۔ ناچار اس کا نزول عدم صرف میں ہوگا۔ جو اس کے مقابل ہے۔ لیکن عروج کے وقت وہاں عارف کا استہلاک ہے۔ جس کو جہل لازم ہے اور نزول کے وقت صحو سے متحقق ہے جو علم و معرفت کا مقام ہے اس وقت اس کے صحو کو اس تجلی ذاتی سے جو ظلیّت کی آمیزش سے منزہ اور ذاتیہ شیون و اعتبارات کے ملاحظہ سے مُبرّا ہے مشرف کرتے ہیں اور اس کو جتلا دیتے ہیں کہ اس سے پہلے جو تجلی حاصل ہوئی تھی وہ اسماو صفات و شیون و اعتبارات کے ظلال میں کسی ظل کے پردہ میں تھی اگرچہ عارف اس کو اسماء و شیون کے ملاحظہ کے بغیر جانتا ہے اور حضرت وجود صرف کی تجلی گنتا ہے سبحان اللہ! اس عدم نے جو ہر شر و نقص کا ماویٰ ہے حضرت وجود تعالیٰ کے ظہور تام کے باعث حسن کے معنی پیدا کئے اور وہ کچھ پایا جو کسی نے نہ پایا اور جو فی نفسہ قبیح تھا حسن عارضی کے سبب مستحسن ہو گیا۔ نفس امارہ انسانی جو بالذات شرارت کی طرف مائل ہے۔ اس عدم کے ساتھ سب سے زیادہ کامل مناسبت رکھتا ہے۔ اسی واسطے تجلّی خاص میں سب سے فائق ہو گیا اور سب پر ترقی پا گیا۔ ع

کہ مستحق کرامت گنہگار انند

جاننا چاہئے کہ تام المعرفت عارف جب عروج کے مقامات اور نزول کے مراتب کو مفصل طور پر طے کرنے کے بعد عدم صرف میں نزول فرمائے گا اور حضرت وجود کی آئینہ داری کرے گا تو اس وقت تمام اسمائی و صفاتی کمالات اس میں ظہور پائیں گے اور مفصل طور پر سب کو ایسے لطائف کے ساتھ ظاہر کرے گا کہ مقام اجمال جن کا متضمن ہے اور یہ دولت اس کے سوا کسی دوسرے کو میسر نہیں ہے۔ اور یہ آئینہ داری ایک قیمتی لباس ہے جو اس کے قد پر سیا ہوا ہے۔ اس تفصیل نے اگرچہ حضرت علم کے خزینہ میں صورت حاصل کی ہے۔ لیکن وہ آئینہ داری مرتبہ علم میں ہے جس نے خارج میں تمام کمالات کو ظاہر کیا ہے۔

سوال: مرآتیّتِ عدم کے کیا معنی ہیں اور عدم کو جو لاشے محض ہے کس اعتبار سے وجود کا آئینہ کہا ہے؟

جواب: عدم باعتبار خارج کے لاشے محض ہے لیکن اس نے علم میں امتیاز پیدا کی ہے بلکہ وجود ذہنی

کے ثابت کرنے والوں کے نزدیک اس نے وجود علمی بھی حاصل کیا ہے اور اس کو وجود کا آئینہ اس اعتبار سے کہا ہے کہ مرتبۂ عدم میں ہر نقص و شرارت جو وجود سے جو اس کے نقیض ہے ثابت ہو۔ ضرور مسلوب ہوگا اور ہر کمال جو مرتبۂ عدم میں مسلوب ہو۔ وہ حضرت جود میں مثبت ہوگا پس ناچار عدم کمالات وجودی کے ظہور کا سبب ہوا اور آئینہ ہونے کے یہی معنی ہیں اس کے سوا اور معنی کچھ نہیں۔ فَافْهَمْ فَاِنَّهٗ دَقِيْقٌ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمْ (پس سمجھ لے کیونکہ یہ باریک مطلب ہے اور اللہ تعالیٰ الہام کرنے والا ہے)

اے فرزند! یہ جو معارف لکھے گئے ہیں امید ہے کہ رحمانی الہامات سے ہوں گے جن میں ہرگز شیطانی وسوسوں کی آمیزش نہیں ہے اور اس مطلب پر دلیل یہ ہے کہ جب فقیر ان علوم کے لکھنے کے درپے ہوا اور اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں التجا کی تو دیکھا کہ گویا ملائکہ کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام اس مقام کے گرد و نواح سے شیطان کو دفع کرتے ہیں اور اس مکان کے گرد نہیں آنے دیتے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں کا ظاہر کرنا بڑی اعلیٰ درجہ کی شکر گزاری ہے۔ اس لئے اس نعمت عظمیٰ کے ظاہر کرنے کی دلیری کی امید ہے کہ یہ بات عُجب اور خود بینی کے گمان سے پاک ہوگی اور خود بینی کی گنجائش کیسے ہو سکے جب کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اپنا ذاتی نقص و شرارت ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے ہے اور کمالات سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَوَّلاً وَاٰخِرًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ دَائِمًا وَسَرْمَدًا وَعَلٰى اٰلِهِ الْكِرَامِ وَاَصْحَابِهِ الْعِظَامِ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا اول آخر میں اللہ رب العلمین کی حمد ہے اور اس کے رسول اور اس کی آل بزرگوار اور اصحاب عظام پر ہمیشہ صلوٰۃ و سلام ہو اور سلام ہو ان سب پر جو ہدایت کے رستہ پر چلے اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۳۵

اس بیان میں کہ اس طائفہ کی محبت دنیا و آخرت کی سعادت کا سرمایہ ہے اور احکام شرعیہ کے بجالانے اور باطنی جمعیت کے حاصل کرنے کی توفیق اس محبت کا ثمرہ ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں ملا عبدالغفور سمرقندی اور حاجی بیگ فرکتی اور خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا ہے:-

حمد و صلوٰۃ اور دعوات کے بعد دوستانِ حقیقی اور مشتاقانِ تحقیقی کو معلوم شریف ہو کہ آپ کے مکتوبات شریفہ جو فرط محبت اور کمال اشتیاق سے بھرے ہوئے تھے ان کے پہنچنے سے بہت خوشی حاصل

ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسی محبت پر ثابت قدم رکھے اس محبت کو دنیا اور آخرت کی سعادت کا سرمایہ جان کر حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے اس پر ثابت اور قائم رہنے کی دعا مانگتے رہا کریں۔ اور احکام شرعیہ کے بجالانے کی توفیق اسی محبت کا نتیجہ ہے اور باطنی جمعیّت کا حاصل ہونا اسی دوستی کا ثمرہ ہے۔ اگر تمام جہان جتنی ظلمتیں اور کدورتیں باطن میں گرادیں لیکن اس محبت کو قائم رکھیں تو کچھ غم نہ کرنا چاہئے بلکہ امیدوار رہنا چاہئے اور اگر تمام پہاڑوں کے برابر انوار واحوال کو باطن میں زیادہ کردیں لیکن اس محبت سے بال کے برابر بھی دور کردیں تو سوائے خرابی کے کچھ نہ جاننا چاہئے اور اس کو استدراج شمار کرنا چاہئے اس سر رشتہ کو مضبوط پکڑ کر اپنے کام میں متوجہ رہیں اور قیمتی عمر کو بے فائدہ کاموں میں ضائع نہ کریں۔

همہ اندرز من تبو این است — کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

ترجمہ: ہے نصیحت مری یہی تجھ سے — تو ہے طفل اور خانہ رنگین ہے

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ عَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَ مِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا اور سلام ہو آپ پر اور ان سب پر جو ہدایت کی راہ پر چلے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۳۶

بعض اسرار کے بیان میں مخدوم زادہ میاں شیخ محمد صادق سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے:-

حمد وصلوٰۃ کے بعد میرے فرزند ارشد کو معلوم ہو کہ تمہارے خط سے جو تم نے احوال کی شرح میں لکھا ہوا تھا۔ ایسا مفہوم ہوا تھا کہ تم کو ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت پیدا ہو گئی ہے۔ اس بات سے خداوند جل سلطانہٗ کا شکر بجالایا کہ بہت مدت سے یہ آرزو تھی کہ یہ دولت تمہیں حاصل ہو جائے۔ اب امیدوار ہو کر اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ تم کو اس دولت کی طرف جذب کرے۔ اتفاقاً اس جستجو میں تم کو ولایت موسوی علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میں داخل پایا اور وہاں سے کھینچ کر دائرہ ولایت خاصہ میں داخل کیا۔ لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ عَلٰى ذٰلِكَ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے اور جب تم کو قسر و جبر سے اس ولایت میں لائے ہیں۔ اس لئے بیس روز سے زیادہ ہوئے ہیں کہ تم کو اپنی بغل میں نگاہ رکھ کر پرورش کرتا ہے معلوم نہیں کہ اس نسبت کے ضعف سے تمہیں معلوم ہوا ہوگا اور اب چونکہ یہ نسبت قوی ہو گئی ہے امید ہے کہ تم کو بھی معلوم ہو جاوے گا اور حضرت حق سبحانہٗ کے انعامات کی نسبت جو پے در پے اس عاصی کے حق میں پہنچ رہے ہیں کیا لکھے۔

من آں خاکم کہ ابرِ نوبہاری — کند از لطف بر من قطرہ باری

اگر بر روید از تن صد زبانم　　　　چو سبز از لطفش کے توانم

ترجمہ:　ہوں وہ مٹی کہ ابرِ نو بہاری　　　　کرے شفقت سی مجھ پر قطرہ باری

اگر ہر بال میں میرے زباں ہو　　　　تو پھر بھی شکر نعمت کب عیاں ہو

دوسرا یہ ہے کہ فرزند عزیز محمد سعید نے جو اپنے مکتوب میں اپنے احوال کو ظاہر کیا تھا بہت ٹھیک ہیں اور اس خصوصیت کے ساتھ یاروں میں سے کم کسی کو حاصل ہوئے ہیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی ولایت خاصہ سے مشرف فرمائے گا اور فرزندی محمد معصوم بالذات اس دولت کے قابل ہے۔ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے قوت سے فعل میں لائے۔

مکتوب ۲۳۷

سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی تابعداری پر ترغیب دینے اور طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم کی مدح میں محمد طالب بیان کی طرف صادر فرمایا ہے:-

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَّةِ الشَّرِیْعَةِ الْحَقَّةِ الْمُصْطَفَوِیَّةِ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ وَ اٰلِهِ الْکِرَامِ وَ اَصْحَابِهِ الْعِظَامِ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی شریعت حقہ کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔

میرے سعادت مند بھائی! طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم کے بزرگواروں نے سنت سنیہ کو لازم پکڑا ہے اور عزیمت پر عمل اختیار کیا ہے۔ اگر اس التزام اور اختیار کے ساتھ ان کو احوال و مواجید سے مشرف کریں تو ان کو نعمت عظیم جانتے ہیں اور اگر احوال و مواجید ان کو بخشیں اور اس التزام اور اختیار میں فتور معلوم کریں تو ان احوال کو پسند نہیں کرتے اور ان مواجید کو نہیں چاہتے۔ اور اس فتور میں اپنی سراسر خرابی جانتے ہیں۔ کیونکہ برہمنوں اور ہندو جوگیوں اور یونانی فلسفیوں کو علم توحید کی بہت سی قسم کی تجلیات صوری اور مکاشفات مثالی ہوئی ہیں۔ لیکن سوائے خرابی اور رسوائی کے ان سے کچھ نتیجہ حاصل نہ ہوا اور سوائے بُعد و حرمان کے ان کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔

اے بھائی! جب آپ نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان بزرگواروں کی ارادت کے ملک میں داخل کیا ہے تو چاہئے کہ ان کی متابعت کو لازم پکڑیں اور سر مُو ان کی مخالفت نہ کریں تاکہ ان کے کمالات سے فائدہ مند اور برخوردار ہوں۔ اول اپنے عقائد کو اہل سنت و جماعت کہ ہم اللہ تعالیٰ کے عقائد کے موافق درست کریں۔

دوسرا فرض و سنت واجب و مندوب و حلال و حرام و مکروہ و مشتبہ کا علم جو فقہ میں مذکور ہے حاصل کریں اور اس علم کے موافق عمل درست کریں۔

تیسرے درجے پر علوم صوفیہ کی نوبت پہنچتی ہے۔ جب تک وہ دو(۲) پر درست نہ کرلیں عالم قدس میں اُڑنا محال ہے اور اگر ان دو کاموں کے حاصل ہونے کے بغیر احوال و مواجید میسر ہوں تو ان میں اپنی سراسر خرابی جاننی چاہئے اور ایسے احوال و مواجید سے پناہ مانگنی چاہئے۔

کاراین است غیر ایں ہمہ ہیچ
اصل مطلب ہے یہی باقی ہے ہیچ

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغ رسول کا کام حکم پہنچادینا ہے۔

برادرم میاں شیخ داؤد وہاں آئے ہوئے ہیں۔ ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور جو نصیحت اور دلالت کریں بجالائیں۔ کیونکہ وہ ان بزرگواروں کے مریدوں کی صحبت میں بہت مدت رہے ہیں۔ اور ان کا راہ و روش معلوم کیا ہے۔ اس جگہ کے ان یاروں کو جو میر نعمان کے ذریعے اس طریقہ علیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ چاہئے کہ مشار الیہ (شیخ داؤد) کی صحبت کو غنیمت جانیں اور حلقہ میں ایک ہی جگہ بیٹھیں اور ایک دوسرے میں فانی ہوں تا کہ جمعیت حاصل ہو اور معاملہ ترقی پائے اور مکتوب کا مطالعہ کیا کریں کہ بہت فائدہ مند ہے ۔

دادیم تراز گنج مقصود نشاں
ترجمہ تجھے گنج مقصود بتلا دیا ہے

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَكْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۳۸

اس بیان میں کہ بھائیوں یعنی دوستوں کے زیادہ ہونے میں بہت سی امیدیں ہیں اور اس امر کی تنبیہ میں کہ ایسا نہ ہو کہ مریدوں کے احوال و معارف پیروں کے توقف اور عجب کا موجب ہو جائیں اور اس بیان میں کہ مریدوں کے احوال حیا کا باعث ہونا چاہئے تا کہ ترقیات پر ترغیب کریں۔ میر نعمان کی طرف صادر کیا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ اَجْمَعِيْنَ اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور ان کی آل پاک و طاہر پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

آپ کا مکتوب شریف جو خواجہ رحمی کے خدمت گار کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچ کر نہایت ہی خوشی

کا باعث ہوا۔ اور چونکہ آپ کے مریدوں کے احوال مفصل طور پر درج تھے۔ اس لئے خوشی پر خوشی حاصل ہوئی۔ کیونکہ بھائیوں کے زیادہ ہونے میں اَكْثِرُوْا اِخْوَانَكُمْ فِی الدِّیْنِ (اپنے دینی بھائیوں کو زیادہ بناؤ) کے موجب بہت بہت امیدیں ہیں اور آیت کریمہ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ (تیرے بازو کو تیرے بھائی سے قوی کرینگے) بھی اسی مضمون کی موید ہے۔ لیکن چاہئے کہ اپنے احوال واعمال منظور نظر ہوں اور اپنی حرکت وسکون ملحوظ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ مریدوں کی ترقیاں پیروں کے توقف کا باعث ہو جائیں اور مسترشدوں اور مریدوں کی گرمجوشی مرشدوں کے گھر میں سردی ڈالدے۔ اس امر سے بہت ڈرتے رہنا چاہئے اور مریدوں کے احوال ومقامات کو شیر ببر کی طرح جاننا چاہئے اور ان پر فخر ومباحات نہ کرنا چاہئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس وجہ سے عُجب وغرور کا دروازہ کھل جائے بلکہ چاہئے کہ اَلْحِیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ (حیا ایمان کی جزو ہے) کے موافق مریدوں کی ترقیاں شرمندگی وخجالت کا باعث ہوں اور طالبوں کی گرمی عبرت وغیرت کا موجب ہو اور چاہئے کہ اپنے اعمال کو قاصر اور اپنی نیت کو کوتاہ سمجھیں۔ اور حال وقال کی زبان هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ سے تر رکھیں۔ اگرچہ آپ کے پسندیدہ اطوار سے امید ہے کہ آپ اس طرح معاملہ کرینگے۔ لیکن دینی دشمنوں یعنی نفس امارہ اور شیطان لعین کا ملاحظہ کر کے تاکید کے طور پر مبالغہ کیا گیا ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ طالبوں کی توجہ کی سرگرمی میں سردی پڑ جائے کیونکہ مقصود ان دونوں حالتوں کا جمع کرنا ہے صرف ایک ہی فکر میں لگا رہنا قصور ہے۔

خواجہ رحمی وسیّد احمد کو آپ کی خدمت میں حاضر رہنا چاہئے اور آپ ان کے حال پر پورے طور پر توجہ فرماتے رہیں۔ میر عبداللطیف نے بھی اگر توجہ کی توفیق پائی ہو تو اس کی بھی مدد کریں تاکہ استقامت حاصل کرلے۔

آپ نے لکھا تھا کہ بعض طالب طریقہ قادریہ کی التماس کرتے ہیں چاہئے کہ طریقہ نقشبندیہ کے سوا اور کوئی طریقہ کسی کو نہ سکھائیں تاکہ دو طریقے باہم مل نہ جائیں۔ ہاں اگر کلاہ وشجرہ طلب کریں اور استخارہ کی اجازت دے دیں۔ تو مرید بنالیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ عَلٰی سَائِرِ اَصْحَابِكُمْ وَ اَصْبَابِكُمْ وَ عَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَ عَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَتَمُّهَا وَ اَكْمَلُهَا ۔ آپ پر اور آپ کے تمام دوستوں پر سلام ہو اور نیز ان تمام پر جو ہدایت کے راستہ پر چلے۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۳۹

ملا احمد برکی کی طرف اس کے اس خط کے جواب میں جو اس نے لکھا تھا اور اس میں چند

سوال استفسار کئے تھے۔ لکھا ہے:- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الطَّاهِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ

اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور ان کی آل واصحاب پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

آپ کا مکتوب گرامی جواز روے شفقت ومہربانی کے ارسال کیا تھا۔ اس کے مضمون کو مطالعہ کر کے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے لکھا تھا کہ احوال کا عرض کرنا احوال کے اندازہ پر ہے۔ الخ

میرے مخدوم! احوال کے حاصل ہونے سے مقصود یہ ہے کہ محول احوال یعنی احوال کے پھیرنے والے کے ساتھ گرفتاری اور تعلق حاصل ہو جائے۔ جب یہ گرفتاری حاصل ہو۔ تو پھر اگر احوال حاصل ہوں یا نہ ہوں کچھ پروا نہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ حضور میں مذکور ہوا تھا کہ آپ کے حق میں ہم نے بہت تخم ریزی کی۔ الخ

میرے مخدوم! واقعی اسی طرح ہے۔ لیکن ثمرات کا زندگی میں اور مرنے کے بعد بیشمار زمانوں کے گزرنے پر موقوف ہے۔ اُبْشِرْ وَلَا تَعْجَلْ بِهٖ (خوش ہو اور جلدی نہ کر)

مولانا محمد صالح کے مقولہ کی نسبت آپ نے لکھا تھا۔ چونکہ مولانا مذکور حاضر نہ تھے تا کہ ان کی مراد سمجھی جائے اس لئے اس مقولہ سے معترض نہ ہوا۔ لیکن خیر ہے کسی طرح کا فکر دل میں نہ لائیں اور بے ادبی کی نسبت جو آپ نے لکھا تھا، سو دوستوں کی خطائیں معاف ہیں دل میں کچھ فکر اندیشہ نہ کریں۔

آپ نے اپنے احوال کی نسبت تفتیش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ آپ مقبولوں میں سے ہیں۔ قُبِلَ مَنْ قُبِلَ بِلَا عِلَّةٍ (جو قبول کیا گیا وہ بلا علت قبول کیا گیا)

آپ نے لکھا تھا کہ دو (۲) شیخ زادے آئے تھے تا کہ ذکر کی تلقین حاصل کریں۔ الخ

میرے مخدوم! استخارہ ہر امر میں مسنون ومبارک ہے لیکن ضروری نہیں ہے ممکن ہے کہ استخارہ کے بعد خواب یا واقعہ یا بیداری میں ایسا امر ظاہر ہو۔ جو اس کام کے کرنے یا نہ کرنے پر دلالت کرے۔ بلکہ استخارہ کے بعد دل کی طرف رجوع کرنا چاہئے اگر اس کام کی طرف پہلے سے زیادہ توجہ ہے تو اس کام کے کرنے پر دلالت رکھتا ہے اور اگر توجہ اسی قدر ہے جس قدر کہ پہلے تھی اور کچھ کم نہیں ہوئی۔ تب بھی منع نہیں ہے۔ اس صورت میں استخارہ کو دو بارہ سہ بارہ کرے۔ تا کہ توجہ کی زیادتی مفہوم ہو جائے۔ استخارہ کے تکرار کی نہایت سات (۷) مرتبہ تک ہے۔ اور اگر استخارہ کے ادا کرنے کے بعد پہلی توجہ میں نقصان مفہوم ہو۔ تو منع پر دلالت ہے۔ اس صورت میں بھی اگر استخارہ کو مکرر کرے تو گنجائش ہے۔ بلکہ ہر تقدیر پر استخارہ کو مکرر کرنا بہت بہتر اور مناسب ہے اور اس امر کے کرنے یا نہ کرنے میں احتیاط ہے۔

رسالہ مبدء و معاد کی اس عبارت کے معنی جو اس جسد کے بیان میں لکھی گئی ہے۔ جو روح سے مکتب ہے آپ نے پوچھی تھی۔

میرے مخدوم! روح کا ایسے افعال کا اختیار کرنا اور کر گزرنا جو اجسام کے افعال کے مناسب ہیں۔ جیسا کہ دشمنوں کا ہلاک کرنا اور دوستوں کی مدد کرنا وغیرہ وغیرہ اسی قسم سے ہے۔

ظالموں کے فتنہ سے آپ نے امن طلب کیا تھا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے اہلبیت کو بلکہ آپ کی جگہ کو ان ظالموں کی شرارت سے محفوظ رکھا ہے خاطر جمع ہو کر حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف متوجہ رہیں اور امید ہے کہ اس حفظ کو موقت نہ کریں گے۔ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ (تیرا رب بڑی بخشش والا ہے) لیکن اس جگہ کے رہنے والوں کو نصیحت کریں کہ مسلمانوں کی بہتری اور خیر خواہی کی وضع کو نہ بدلیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَابِاَنْفُسِهِمْ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت کو خود نہ بدلیں۔

مکتوب ۲۴۰

اس راستہ کی بے نہایتی اور کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے بعض فائدوں کے بیان میں شیخ یوسف برکی کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

وہ رسالہ جو آپ کے خیریت کے انجام والے احوال پر شامل تھا۔ پہنچا اور اسکا مطالعہ خوشی کا باعث ہوا۔ ع

در عشق چنیں بوالعجبیہا باشد

ترجمہ ع
عشق میں ایسی بہت ہوتی ہیں باتیں بوالعجب

لیکن چاہئے کہ احوال سے گزر کر محول احوال یعنی احوال کے پلٹانے والے تک پہنچنا چاہیے کہ وہاں سراسر جہالت و نادانی ہے۔ بعد ازاں اگر معرفت سے مشرف فرمائیں تو زہے دولت و سعادت۔ غرض جو کچھ دید و دانش میں آئے نفی کے قابل ہے۔ خواہ کثرت میں وحدت کا مشاہدہ ہی ہو۔ کیونکہ اس وحدت کی کثرت میں گنجائش نہیں ہے۔ جو کچھ دکھائی دیتا ہے اس وحدت کا شبح و مثال ہے نہ بذات خود وحدت۔ پس اس وقت آپ کے حال کے مناسب کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر اور تکرار ہے۔ اس حد تک کہ دید و دانش میں کچھ نہ چھوڑے اور حیرت و جہالت میں ڈال دے اور معاملہ کو فنا تک پہنچا دے۔ جب تک جہل و حیرت میں نہ پہنچیں، فنا نصیب نہیں ہوتی۔ جس کو آفتاب جانتے ہیں اس فنا کو عدم سے

تعبیر کرتے ہیں نہ فنا سے اور جب جہل تک پہنچنے کے بعد فنا حاصل ہو گی۔ تب پہلا قدم اس راہ میں لگایا ہو گا۔ وصل کہاں اور اتصال کس کے لئے ہے

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَدُوْنَهَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ خَیُوْق

ترجمہ ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک راہ میں ہیں پر خطر کوہ اور غار

آپ کے احوال درست ہیں لیکن ان سے گزرنا لازم ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ وَالتَّسْلِيْمَاتِ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

دوسری نصیحت یہ ہے کہ آپ شریعت پر استقامت اختیار کریں اور اپنے احوال کو علوم و اصول شریعہ کے مطابق درست کریں۔ اگر العیاذُ باللہ کسی قول فعل میں شریعت کا خلاف پیدا ہو تو اس میں اپنی خرابی سمجھنی چاہئے۔ استقامت والوں کا یہی طریق ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۴۱

بعض یاروں کی ترقی کے بیان میں مولانا محمد صالح کی طرف لکھا ہے۔

میرے سعادت مند بھائی کو حمد و صلوٰۃ کے بعد معلوم ہو کہ ان حدود کے احوال حمد کے لائق ہیں اور اس جگہ کے سب یار خوش و خرم ہیں۔ بالخصوص مولانا محمد صدیق ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ولایت خاصہ کے ساتھ مشرف ہوئے اور اسم جزئی سے اسم کلی کے ساتھ ملحق ہوئے باوجود اس کے نظر فوق کی جانب رکھتے ہیں۔ وہاں سے نصیب وافر حاصل کر کے شاید رجوع کی طرف میلان کریں ۔وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے۔ کبھی کبھی اپنے اور ان دوستوں کے احوال جو طریقہ میں داخل ہوئے ہیں اور ہوتے ہیں۔ لکھتے رہا کریں اور چند روز اسی جگہ استقامت اختیار کریں۔ والسلام

مکتوب ۲۴۲

بعض سوالوں کے جواب میں ملا بدیع الدین کی طرف لکھا ہے:۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد میرے عزیز بھائی کو معلوم ہو کہ درویش کمال نے آپ کا مکتوب شریف پہنچایا۔ بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ آپ نے اپنے اعمال کو قاصر اور نیتوں کو کوتاہ سمجھنے کے بارہ میں لکھا ہوا تھا۔ واضح ہو احق تعالیٰ سے التجا ہے کہ اس دید کو زیادہ کرے اور اس الہام کو کامل کرے کیونکہ اس راہ میں یہ

دونوں دولتیں اصل مقصود میں سے ہیں۔

آپ نے لکھا اور دریافت کیا تھا کہ اسم ذات کا شغل کہاں تک ہے اور اس مبارک کی مداومت سے کس قدر پردے دور ہوتے ہیں اور نفی واثبات کی نہایت کہاں تک ہے اور اس کلمہ متبرکہ سے کیا وسعت حاصل ہوتی ہے اور کس قدر حجاب دور ہوتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ ذکر سے مراد غفلت کا دور کرنا ہے اور چونکہ ظاہر کو غفلت سے چارہ نہیں ہے۔ خواہ ابتدا میں ہو خواہ انتہا میں۔ اس لئے ظاہر سب وقت ذکر کا محتاج ہے۔

حاصل کلام یہ کہ بعض اوقات ذکر اسم ذات نفع دیتا ہے اور بعض اوقات ذکر نفی واثبات مناسب ہوتا ہے۔ باقی رہا معاملہ باطن کا۔ وہاں بھی جب تک بالکل غفلت دور نہ ہو جائے تب تک ذکر کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ ہاں اس قدر ہے کہ ابتدا میں یہ دونوں ذکر متعیّن ہیں اور توسط وانتہا میں یہ دونوں ذکر متعین نہیں ہیں۔ اگر قرآن مجید کی تلاوت اور نماز کے ادا کرنے سے غفلت دور ہو جائے تو ہو سکتا ہے لیکن قرآن مجید کی تلاوت متوسط کے حال کے مناسب ہے اور نماز نوافل کا ادا کرنا منتہی کے حال کے مناسب ہے۔

جاننا چاہئے کہ حضرت ذات کا وہ حضور جو اسما وصفات کے ملاحظہ سے ہو۔ اگرچہ دائمی ہو۔ احدیّت مجردہ کی طرف توجہ کرنے والوں کے نزدیک غفلت میں داخل ہے۔ اس غفلت کو بھی دور کرنا چاہئے اور وراء الوراء کی طرف جانا چاہئے

فراق دوست اگر مذک است اندک نیست | درون دیدہ اگر نیم موست بسیار است

ترجمہ فراق یار تھوڑا بھی بہت ہے حق میں عاشق کے | بہت آتا نظر ہے بال آدھے کے برابر بھی

آپ نے ان واقعات کی نسبت جو ظاہر ہوتے ہیں لکھا تھا۔ اس سے پہلے بھی جواب میں یہی لکھا تھا کہ یہ مُبشّرات ہیں ابھی ان کے ظہور کا وقت نہیں آیا۔ منتظر رہیں اور کام کرتے جائیں

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ وَدُوْنَهَا

قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ خَيُوْفُ

ترجمہ ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک | راہ میں ہیں پرخطر کوہ اور غار

والسلام

مکتوب ۲۴۳

طریقہ عُلیہ نقشبندیہؒ کی ترغیب میں ملا ایوب محتسب کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد میرے معزز بھائی کو معلوم ہو کہ کئی دفعہ آپ نے اپنے متعدد

خطوں میں نصائح طلب فرمائی تھیں۔ لیکن یہ حقیر اپنی خرابیوں پر نظر کر کے اس سوال کے قبول کرنے میں جرأت نہیں کرتا تھا۔ لیکن جب بار بار یہی طلب آپ کی طرف سے ظہور میں آئی اس لئے چند ٹوٹے پھوٹے فقرے لکھے جاتے ہیں ان کو غور سے سنیں اور جان لیں کہ جو کچھ طالب کے لئے ضروری ہے اور اس کے ساتھ مکلّف ہے وہ اوامر کا بجالانا اور نواہی سے ہٹ جانا ہے۔ آیت کریمہ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (جو کچھ رسول تمہارے پاس لایا اس کو پکڑلو اور جس سے اس نے تمہیں منع کیا ہے اس سے ہٹ جاؤ) اس مطلب پر شاہد ہے اور جب طالب اخلاص سے مامور ہے اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (خبردار دین خالص اللہ ہی کے لئے ہے) اور وہ بغیر فنا کے حاصل نہیں ہوتا اور محبت ذاتیہ کے سوا متصور نہیں اس لئے طریق صوفیہ کا سلوک بھی جس سے فنا اور محبت ذاتیہ حاصل ہوتی ہے، ضروری ہے۔ تاکہ اخلاص کی حقیقت ہاتھ آئے اور چونکہ صوفیہ کے طریقے کمال و تکمیل کے مرتبوں میں اصالۃً متفاوت ہیں۔ اس لئے ایسے طریق کا اختیار کرنا جس میں سنت سنّیہ کی متابعت زیادہ لازم اور احکام شرعیّہ کے بجالانے کے زیادہ موافق ہو۔ بہت ہی بہتر اور مناسب ہے اور وہ طریقہ مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کا طریقہ ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں نے اس طریق میں سنت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب فرمایا ہے۔ جہاں تک ہو سکے رخصت پر عمل کرنا پسند نہیں کرتے۔ اگرچہ بظاہر اس کا نفع باطن میں معلوم کریں اور عزیمت پر عمل کرنا نہیں چھوڑتے اگرچہ بظاہر اس کو باطن میں مضر جانیں۔ انہوں نے احوال و مواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے اور ذوق و معارف کو علوم دینیہ کے خادم جانتے ہیں۔ احکام شرعیہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے جوز و مویز کے بدلے ہاتھ سے نہیں دیتے اور صوفیہ کی بے فائدہ باتوں پر مغرور و مفتوں نہیں ہوتے۔ نص کو چھوڑ کر فص کی طرف خواہش نہیں کرتے اور فتوحات مدینہ کو چھوڑ کر فتوحات مکیّہ کی طرف التفات نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا حال دائمی اور ان کا وقت استمراری ہے۔ ماسوی اللہ کے نقش ان کے باطن سے اس طرح محو ہو جاتے ہیں کہ اگر ماسوی کے حاضر کرنے میں ہزار سال تک توقف کریں تو بھی میسر نہ ہو اور وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کے لئے برق کی طرح ہے ان بزرگواروں کے لئے دائمی ہے اور وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو ان عزیزوں کے نزدیک اعتبار سے ساقط ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (وہ ایسے بہادر ہیں کہ تجارت اور خرید و فروخت ان کو ذکر سے غافل نہیں کرتی) ان کے حال کا بیان ہے۔

اس کے علاوہ ان کا طریق سب طریقوں سے اقرب اور البتہ موصل ہے اور دوسروں کی نہایت ان کی بدایت میں درج ہے اور ان کی نسبت جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ تمام

مشائخ کی نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ لیکن ہر کسی کا فہم ان بزرگواروں کے مذاق تک نہیں پہنچتا۔ بلکہ ممکن ہے کہ اس طریقہ علیہ کے کم ہمت لوگ بھی انکے بعض کمالات سے انکار کریں ؎

قاصرے گر کند ایں طائفہ راطعن قصور　　حاش للہ کہ برارم بزباں ایں گلہ را

ترجمہ　گر کوئی قاصر لگائے طعن ان کے حال پر　　توبہ توبہ گر زباں پر لاؤں میں اس کا گلہ

شاعر عرب فرماتا ہے شعر

أُولٰٓئِكَ اٰبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ　　اِذَا جَمَعَتْنَا يَاجَرِيْرُ لِلْجَامِعُ

ترجمہ　ایسے ایسے باپ دادا ہیں ہمارے اے جریر

کر بیاں مجلس میں تو بھی بات دادوں کی صفت

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اس سلسلہ علیہ کے مشائخ قدس سرہم ہر زراق اور رقاص (فریب کرنے والے اور رقص کرنے والے) کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے۔ ان کا کارخانہ بے کار ہے ؎

حیف باشد شرح او اندر جہاں　　ہمچو راز عشق باید در نہاں

لیک گفتم وصف او تارہ برند　　پیش ازاں کز فوت آں حسرت خورند

ترجمہ　ہو نہیں سکتا بیاں اس کا عیاں　　مثل راز عشق چاہئے یہ نہاں

لیک کردی وصف میں نے اس لئے　　تانہ حسرت کھائیں اس کے فوت سے

اگر ان بزرگواروں کے خصائص و کمالات میں دفتروں کے دفتر لکھے جائیں۔ تو دریائے بے نہایت سے قطرہ کی طرح ہیں ع

دادیم تُرا از گنج مقصود نشاں

ترجمہ ع　تجھے گنج مقصود بتلا دیا ہے

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۴۴

محمد صالح کولابی کی طرف اس کے اس خط کے جواب میں جو اس نے اپنی خرابی کے بیان میں لکھا تھا، لکھا ہے:۔

میرے سعادت مند بھائی خواجہ محمد صالح کا مکتوب شریف پہنچا جو آپ نے اپنے احوال کی خرابی کی

نسبت لکھا ہوا تھا۔ امید ہے کہ اس سے بھی زیادہ خراب ہو گا اور اس خرابی کی نہایت اس مکتوب میں جو انہی دنوں میں میرے فرزند ارشد کے نام لکھا ہے درج ہو چکی ہے۔ وہاں سے معلوم کر لیں۔ اگر آپ جانتے ہیں کہ آپ کا وہاں چند روز رہنا یاروں کی جمعیت کا باعث ہے۔ تو بہتر ہے کہ چند روز وہاں ٹھیریں۔ یہ فقیر بھی عنقریب حضرت دہلی کے سفر کا ارادہ رکھتا ہے۔ اکثر استخارے اور توجہات اس سفر کا باعث ہیں اور یہ یہ مقام میرے فرزند ارشد کو عنایت فرمایا ہے اور ان کی ولایت میں داخل کیا ہے۔ فقیر اس جگہ مسافروں کی طرح ان کی ولایت میں بیٹھا ہے وہ یار جو طریقہ علیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ خاص کر میر سیّد مرتضٰی و مولنا شکر اللہ اور میر سید نظام بہت دعاؤں سے مخصوص ہیں۔ فرزندی خواجہ محمد صادق اور سب بھائی آپ کو اور تمام یاروں کو سلام و دعا پہنچاتے ہیں۔

مکتوب ۲۴۵

ملا محمد صالح کی طرف بعض استفساروں کے جواب میں لکھا ہے:-

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ مکتوب شریف جو قاصد کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا اور بڑی خوشی کا باعث ہوا۔

آپ نے لکھا تھا کہ ذکر نفی اثبات اکیس (۲۱) عدد تک پہنچایا ہے لیکن ہمیشگی نہیں ہو سکتی اور غیبت بھی کبھی کبھی ظاہر ہوتی ہے۔ میرے محبت آثار ذکر کرنے میں ظاہراً کوئی نہ کوئی شرط مفقود ہے جس کے باعث اس عدد پر کوئی نتیجہ مترتب نہیں ہوا۔ روبرو انشاء اللہ دریافت کر لیں گے۔

دوسرا آپ نے اس قول کے معنی دریافت کئے تھے اور لکھا تھا کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کام کو تمام کر کے فرمایا کہ ذِكْرُ اللِّسَانِ لَقَلْقَلَةٌ وَذِكْرُ الْقَلْبِ وَسْوَسَةٌ" وذِكْرُ الرُّوْحِ شِرْكٌ وَذِكْرُ السِّرِّ كُفْرٌ زبان کا ذکر بکواس اور قلب کا ذکر وسوسہ اور روح کا ذکر شرک اور سر کا ذکر کفر ہے۔ کیونکہ جب ذکر، ذاکر و مذکور کی خبر دینے والا ہے خواہ کوئی ذکر ہو اور اصل مقصود مذکور میں ذکر و ذاکر کا فنا ہونا ہے۔ اس لئے ذکر کو قلقلہ و وسوسہ و شرک و کفر فرمایا ؎

بہرچہ از دوست دامانی چہ کفر آں حرف وچہ ایماں   بہرچہ از راہ واافتی چہ زشت آں حرف وچہ زیبا

ترجمہ   جدا جو یار سے کر دے وہ یکساں کفر و ایماں ہے
تجھے گمراہ جو کر دے برابر زشت و زیبا ہے

لیکن ذکر کے لئے ان ناموں کا عارض ہونا فنا و بقا کے حاصل ہونے سے پہلے جاننا چاہئے۔ کیونکہ بقا کے حاصل ہونے کے بعد ذاکر کا وجود اور ذکر کا ثبوت اس سے مذموم نہیں ہے۔ اگر اس میں کچھ پوشیدگی رہی ہو۔ تو حضور میں دریافت فرمالیں گے۔ کیونکہ تحریر کا حوصلہ تنگ ہے پس اس قول کو

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرنا خاص کر کام کے تمام ہونے کے بعد اچھا نہیں ہے۔

دوسرا استفسار یہ تھا کہ آپ نے لکھا تھا کہ شیخ ابو سعید ابوالخیری نے ابو علی سینا سے مقصود پر دلیل طلب کی تھی اور اس نے جواب میں لکھا تھا کہ کفر حقیقی میں آجا اور اسلام مجازی سے نکل جا اور شیخ ابو سعید نے عین القضاۃ کی طرف لکھا کہ اگر میں لاکھ برس تک عبادت کرتا تو مجھے وہ فائدہ حاصل نہ ہوتا جو مجھے اور ابو علی سینا کے اس کلمہ سے حاصل ہوا عین القضاۃ نے لکھا کہ اگر آپ سمجھتے تو اس بیچارہ کی طرح مطعون مُلام کیوں ہوتے۔

جاننا چاہئے کہ کفر حقیقی دوئی کے بالکل دور ہو جانے اور کثرت کے کلی طور پر چھپ جانے سے مراد ہے۔ جو کہ فنا کا مقام ہے اور اس کفر حقیقی کے اوپر اسلام حقیقی کا مقام ہے جو بقا کا محل ہے کفر حقیقی کو اسلام حقیقی سے نسبت دینی سراسر نقص وعیب ہے۔ یہ ابن سینا کی کوتاہ نظری ہے۔ کہ اس نے اسلام حقیقی کی طرف دلالت نہیں کی ہے اور حقیقت میں اس کو کفر حقیقی سے بھی کچھ نصیب نہیں ہوا۔ اس نے صرف ازروئے علم و تقلید کے کہہ دیا اور لکھ دیا ہے۔ بلکہ اسکو تو اسلام مجازی سے بھی حظ وافر حاصل نہ ہوا اور فلسفی بکھیڑوں میں عمر بسر کر دی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تکفیر کرتے ہیں اور واقعی اس کے فلسفی اصول، اصول اسلام کے منافی و مخالف ہیں۔ نیز شیخ ابو سعید عین القضاۃ سے بہت مقدم ہے وہ اس کی طرف کیا لکھے اگر کچھ شبہ باقی رہا ہو۔ تو حضور میں آکر دریافت فرمالیں گے۔ والسلام

مکتوب ۲۴۶

اس مقام کے حاصل ہونے کے بیان میں جو کمال و تکمیل کے مرتبوں میں متوقع اور مترصد ہے اور اس بے توفیقی کی وجہ کے بیان میں جو بعض اوقات طاری ہو جاتی ہے میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الطَّاھِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ

اللہ رب العلمین کی حمد ہے اور حضرت سید المرسلین اور ان کی آل واصحاب پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

آپ کے مکتوب شریف پے در پے صادر ہوئے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ ان حدود کی طرف جانے والا کوئی نہ ملا تاکہ ہر ایک کا جواب الگ الگ لکھا جاتا اُمید ہے کہ معذور فرمائیں گے۔ اس مکتوب کے پہنچنے کے بعد جو میر داد کے ہمراہ ارسال کیا تھا۔ ایک دن صبح کی نماز کے بعد یاروں کے حلقہ میں بیٹھا

تھا کہ بیخواستہ آپ کی طرف توجہ ہوئی اور بقایا آثار جو نظر میں آتے تھے۔ ان کے دور کرنے کے درپے ہوا اور وہ ظلمتیں اور کدورتیں جو محسوس ہو رہی تھیں ان کے دفع کرنے میں کوشش کرنے لگا۔ یہاں تک کہ آپ کے کمال کا ہلال بدر کامل بن گیا اور جو کچھ ہدایت کے آفتاب میں امانت رکھا تھا سب اس بدر میں منعکس ہوا۔ حتی کہ کمال کی جانب میں کچھ متوقع اور منتظر نہ رہا۔ اَلَّا اَنْ یَّتَّسِعَ الظَّرْفُ وَیَاخُذُ بِقَدْرِ وُسْعَتِهٖ شَیْئًا فَشَیْئًا (سوائے اس کے کہ ظرف وسیع ہو جائے اور اپنی وسعت کے موافق کچھ حاصل کر لے) اور بہت دیر تک اس معنی کی مثالیہ صورت نظر میں رہی۔ یہاں تک کہ وہ یقین جو صدق کا مصداق ہے حاصل ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ عَلٰی ذٰلِكَ

اس دولت کا حاصل ہونا اس واقعہ کی تاویل ہے جو آپ نے دیکھا تھا اور اس کے حاصل ہونے کے لئے بڑے مبالغہ اور تاکید کے ساتھ سوال کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے کہ آپ کا قرض سب کا سب ادا ہو گیا اور وعدہ پورا ہوا۔ اب امیدوار ہے کہ اس کمال کے اندازہ پر تکمیل حاصل ہو گی اور اس طرف کے دشت وصحرا آپ کے وجود شریف سے منور ہونگے۔

آپ نے اپنی بے توفیقی کی نسبت لکھا تھا۔ ظاہر اُاس کا سبب قبض کی زیادتی ہے اور چونکہ آپ کی قبض مفرط اور دیر کے بعد دور ہونے والی ہے۔ اس کا مسبب بھی سبب کے اندازہ کے موافق طویل ہو گا۔ اس حال میں تکلف کے ساتھ آپ اعمال بجالاتے اور عبادات کرتے رہیں اور تعمل اور بناوٹ کے ساتھ اس پر آمادہ رہیں۔

دوسرا یہ کہ اس سال میں بہت علوم بلند اور معارف ارجمند ظہور میں آئے ہیں۔ ان میں سے وہ مسودہ کو اخوند مَوْلَانَا محمد اَمِیْن ہمراہ لائے ہیں۔ ان میں ایک مسودہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی ان بعض رباعیوں کی شرح کے حل میں ہے جو فیروز آبادی یاروں کی قرأت کے وقت لکھا گیا ہے۔ اس رسالہ میں توحید آمیز علوم ان رباعیوں کے مناسب درج ہوئے ہیں اور علما اور وحدت وجود کے قائل صوفیہ کے درمیان تطبیق دی ہے اور اس طرح تحریر ہوا ہے کہ فریقین کی نزاع لفظ کی طرف راجع ہوئی ہے اور دوسرا مسودہ وہ مکتوب ہے جو فرزندی ارشد کی طرف بڑے طول وبسط کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ آپ کو مطالعہ کے وقت معلوم ہو جائے گا کہ علوم کس درجہ کے بلند ہیں۔ اگر کوئی امر ان سے شبہ میں رہ جائے تو دریافت کر لیں۔

مکتوب ۲۴۷

اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کے وجود پاک پر اس کا پنا وجود پاک ہی دلیل ہے نہ کہ اس کا ماسوائے اور اس کے بیان میں عرفان پناہ مرزا حسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے:-

عَرَفْتُ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ لَا بَلْ عَرَفْتُ فَسْخَ الْعَزَائِمِ بِرَبِّیْ میں نے اپنے رب کو ارادوں کے توڑنے سے نہیں پہچانا۔ بلکہ ارادوں کے توڑنے کو اپنے رب کے ساتھ پہچان لیا ہے۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ اپنے ماسوائے پر دلیل ہے نہ کہ بر عکس اس لئے کہ دلیل اپنے مدلول سے اظہر ہوتی ہے اور حق تعالیٰ سے بڑھ کر اور کونسی چیز اظہر ہے۔ کیونکہ تمام اشیا اسی سے ظاہر ہوئی ہیں۔ پس وہ اپنی ذات اور اپنے ماسوائے پر دلیل ہے اسی واسطے میں کہتا ہوں کہ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ وَعَرَفْتُ الْاَشْیَاءَ بِهٖ تَعَالٰی میں نے اللہ تعالیٰ کو اللہ ہی کے ساتھ پہچانا اور اشیا کو اس کے ساتھ پہچانا پس برہان اس جگہ لِمّی (1) ہے اور اکثر کے خیال میں انّی ہے اور تفاوت نظر کے تفاوت سے ہے اور اختلاف بلحاظ منظر کے اختلاف ہے۔ بلکہ وہاں استدلال اور برہان کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ حق سبحانہٗ کے وجود میں کوئی پوشیدگی اور اس کے ظہور میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور وہ تمام بدیہیات سے زیادہ روشن ہے اور یہ بات سوائے اس شخص کے کہ جس کے دل میں مرض اور اس کی آنکھوں پر پردہ ہو کسی پر پوشیدہ نہیں ہے اور تمام اشیا حواس ظاہری سے محسوس ہیں اور ضروری طور پر معلوم ہے کہ ان سب کا وجود اسی ذات پاک کی طرف سے ہے اور بعض لوگوں کو اس علم کا حاصل نہ ہونا کسی مرض کے عارض ہونے کے سبب سے ہے جو مطلوب میں مضر نہیں ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا اور سلام آپ پر اور ان سب پر جو ہدایت پر چلے اور حضرت مصطفٰی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۴۸

اس بیان میں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو ان کے تمام کمالات سے بطریق تبعیّت کچھ نہ کچھ حصہ حاصل ہے اور اس بیان میں کہ کوئی ولی، نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اور اس امر کی تحقیق میں کہ تجلّی ذاتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مخصوص ہے کس معنی سے ہے اور اس کے مناسب بیان میں عالی جناب مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَتَسْلِیْمَاتُهٗ عَلَیْهِمْ وَعَلٰی اَتْبَاعِهِمْ وَاَعْوَانِهِمْ وَخَزَنَةِ اَسْرَارِهِمْ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس طرف ہدایت کی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں۔ ان پر اور ان کے تابعداروں اور مددگاروں اور

1۔ برہان لمی یہ ہے کہ علت سے معلول کی طرف دلیل پکڑیں اور انی یہ ہے کہ معلول سے علت کی طرف دلیل پکڑیں۔

ان کے اسرار کے خزانچیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ وسلام ہو۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعدار کمال متابعت اور زیادہ محبت کے باعث بلکہ محض عنایت وبخشش سے اپنے متبوعہ انبیاء کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں اور پورے طور پر ان کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں حتیٰ کہ تابعوں اور متبوعوں کے درمیان سوائے اصالت اور تبعیّت اور اولیّت اور آخریت کے کچھ فرق نہیں رہتا باوجود اس امر کے کوئی تابعدار اگرچہ افضل الرسل کے تابعداروں سے ہو کسی نبی کے مرتبہ کو اگرچہ وہ تمام انبیاء سے کم درجہ کا ہو نہیں پہنچتا یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں ان کا سر ہمیشہ اس پیغمبر کے نیچے رہتا ہے جو تمام پیغمبروں سے نیچے درجے کا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ تمام انبیاء اور ان کے ارباب کے تعینات کے مبادی مقام اصل سے ہیں اور تمام اعلیٰ واسفل امتوں اور ان کے ارباب کے مبادی تعینات اس اصل کے ظلال کے مقامات سے اپنے اپنے درجہ کے موافق ہیں پھر اصل وظل کے درمیان کس طرح مساوات ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اَنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاَنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ بیشک ہمارے مرسل بندوں کے لئے ہمارا وعدہ ہو چکا کہ وہ فتح یاب ہیں اور یہی ہمارا لشکر غالب ہے۔

اور یہ جو کہتے ہیں کہ تجلی ذاتی جو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درمیان حضرت خاتم الرسل سے مخصوص ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل تابعداروں کو بھی اس تجلی سے حصہ حاصل ہے وہ اس معنی کے لحاظ سے نہیں ہے کہ تجلی ذات انبیاء کے نصیب نہیں ہے اور تابعداری کے سبب ان کے کاملوں کو نصیب ہے۔ حاشا وکلا کہ کوئی اس سے یہ مطلب تصور کرے۔ کیونکہ اس میں اولیا کی انبیاء پر زیادت ہے۔ بلکہ اس تجلی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص ہونا اس معنی کے اعتبار سے ہے کہ دوسروں کو اس کا حاصل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اور تبعیّت سے ہے یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس تجلی کا حاصل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہے اور اس امت کے کامل اولیا کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کے سبب سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعمت عظمیٰ کے دستر خوان پر اس کے طفیلی اور جلیس ہیں اور اولیا آنحضرت ﷺ کے خادم پس خوردہ کھانے والے اور جلیس طفیلی اور خادم پس خوردہ کھانے والے کے درمیان بہت فرق ہے۔ اس مقام پر قدم لغزش کھا جاتا ہے۔

اس شبہ کی تحقیق میں اس فقیر نے اپنے مکتوبات اور رسالوں میں کئی قسم کی وجہیں ذکر کی ہیں

اور حق وہی ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مسودہ میں تحقیق کیا ہے۔

آپ کو معلوم ہو گا کہ اگرچہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اس تجلی سے کامل حصہ حاصل ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس ولایت خاصہ نے ان کی امتوں کے اولیاء میں اثر نہیں کیا ہے اور تجلی سے وافر حصہ حاصل نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ جب ان کی اصلوں میں یہ دولت طفیلی اور انعکاسی ہو تو فروع میں عکس العکس کے طریق پر کیا پہنچے۔ اس معنی کا مصداق کشف صریح ہے نہ استدلال عقلی۔

اور یہ جو پہلے مذکور ہوا ہے کہ کامل تابعدار کمال متابعت کے سبب اپنے متبوعوں کے کمالات جذب کر لیتے ہیں مراد ان سے متبوعوں کے اصلیہ کمالات ہیں نہ کہ مطلقاً تاکہ تناقض پیدا نہ ہو۔ بلکہ یہ لوگ انبیاء میں سے اپنے ہر ایک نبی کی مخصوصہ ولایت سے بہرہ ور ہوئے ہیں اور سب امتوں کے درمیان یہی امت تابعداری کے سبب اس تجلی سے مخصوص ہے اور اس دولت عظمیٰ سے مشرف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ امت خیر الامم ہے اور اس امت کے علما بنی اسرائیل کی طرح ہیں ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

دل نے چاہا کہ اس ولایت خاصہ کے کچھ فضائل وخصائص لکھے لیکن وقت کی تنگی نے مددنہ کی اور کاغذ نے کوتاہی کی۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے علوم ومعارف بھاری بادل کی طرح برس رہے ہیں اور عجیب وغریب اسرار پر اطلاع بخش رہے ہیں۔ اس راز کے محرم اپنی اپنی استعداد کے موافق میرے بزرگوار فرزند ہیں اور دوسرے یار چند روز حضور میں ہیں اور چند روز غیب میں اسی واسطے کہتے ہیں کہ ولی ہر چند ولی ہو۔ صحابی کے درجے کو نہیں پہنچتا۔

آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق حد سے بڑھ کر ہے صحیفہ گرامی جو اس حقیر کے نامزد فرمایا تھا اس کے پہنچنے سے مشرف ہوا۔ اعمال کو قاصر دیکھنا بڑی بھاری نعمت ہے۔ لیکن توسط احوال تمام امور میں اچھا ہے۔ افراط تفریط کی طرح حد اعتدال سے باہر ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَآئِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اور سلام ہو آپ پر اور ان سب پر جو ہدایت پر چلے اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۴۹

حضرت المرسلین والآخرین کی متابعت کے فضائل اور اس پر مترتبہ کمالات اور اس کے

ساتھ مخصوص مراتب کے بیان میں میر زاد اداب کی طرف صادر کیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آخرت کی نجات اور ہمیشہ کی خلاصی حضرت سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر وابستہ ہے۔ آپ ہی کی متابعت سے حق تعالیٰ کی محبوبیّت کے مقام میں پہنچتے ہیں اور آپ ہی کی متابعت سے تجلی ذات سے مشرف ہوتے ہیں اور آپ ہی کی متابعت سے مرتبہ عبدیّت میں جو کمال کے مراتب سے اوپر اور مقام محبوبیّت کے حاصل ہونے کے بعد ہے سر فراز فرماتے ہیں اور آپ کے کامل تابعداروں کو بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح فرماتے ہیں اور اولوالعزم پیغمبر آپ کی متابعت کی آرزو کرتے ہیں اور اگر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے زمانہ میں زندہ ہوتے تو آپ ہی کی تابعداری کرتے اور عیسیٰ روح اللہ کے نازل ہونے اور حضرت حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کرنے کا قصہ مشہور معلوم ہے۔ آپ کی امت آپ کی متابعت کے سبب خیر الامم ہوئی ہے اور اس میں سے اکثر اہل جنت ہیں قیامت کے دن آپ کی تابعداری کی بدولت تمام امتوں سے پہلے آپ کے امتی بہشت میں جائیں گے اور ناز و نعمت حاصل کریں گے پس آپ کو لازم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہٖ وسلم کی متابعت اور سنت کو لازم پکڑیں اور شریعت حصہ کے موافق اعمال بجالائیں۔

دوسرا یہ کہ شیخ اسمٰعیل کی سفارش کرتا ہے جو معارف آگاہ حاجی عبد الحق کے دوستوں میں سے ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۵۰

بعض استفساروں کے حل میں ملا احمد برکی کی طرف صادر کیا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ اس طرف کے فقرا کے احوال واوضاع حمد کے لائق ہیں اور آپ کی عافیت حق تعالیٰ سے مطلوب و مسئول ہے۔

آپ کا مکتوب شریف صادر ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ وہ ذوق و خوشی جو اول حاصل تھی اب اپنے آپ میں نہیں پاتا اور اس بات کو اپنا تنزل جانتا ہے۔ سو میرے بھائی کو معلوم ہو کہ پہلی حالت اہل وجد و سماع کی طرح تھی۔ جس میں جسد کو کامل و حل تھا اور جو حالت اب حاصل ہوئی ہے اس میں جسد کا کوئی حصہ نہیں ہے اس کا زیادہ تر تعلق قلب و روح کے ساتھ ہے۔ اس معنی کا بیان کرنا تفصیل چاہتا ہے حاصل یہ کہ دوسری حالت پہلی حالت سے کئی مرتبہ بڑھ کر ہے اور ذوق کا نہ پانا اور خوشی کا دور ہونا، ذوق

وخوشی کے پانے سے برتر ہے۔ کیونکہ نسبت جس قدر جہالت اور حیرت میں ترقی کرے اور جسد سے دور تر ہو۔ اسی قدر اصل اور مقصود حاصل ہونے کے نزدیک تر ہے۔ اس لئے کہ اس مقام میں عجز و جہل کے سوا کسی اور چیز کی گنجائش نہیں ہے۔ جہل کو معرفت سے تعبیر کرتے ہیں اور عجز کا نام ادراک رکھتے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس نسبت کی وہ تاثیر جو پہلے تھی اب نہیں رہی۔ ہاں تاثیر جسدی نہیں رہی لیکن تاثیر روحی زیادہ تر حاصل ہو گئی ہے۔ لیکن ہر ایک شخص اس کا ادراک نہیں کر سکتا لیکن کیا کیا جائے آپ کی صحبت اس فقیر کے ساتھ بہت کم ہوئی ہے اور علوم و معارف خاصہ بہت کم مذکور ہوئے ہیں شاید اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا کہ دوبارہ صحبت حاصل ہو اور پھر چند روز باہم اکٹھے رہیں۔

نیز آپ نے دریافت کیا تھا کہ باوجود زاد و راحلہ کے اس زمانہ میں مکہ معظمہ جانا فرض ہے یا نہیں؟

میرے مخدوم! اس بارہ میں فقہ کی روایتوں میں بہت اختلاف ہے اور اس مسئلہ میں مختار فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے جو اس نے کہا ہے کہ اگر راستہ میں امن اور عدم ہلاک کا ظن غالب ہے تو اس کی فرضیت ثابت ہے۔ ورنہ نہیں لیکن یہ شرط وجوب ادا کی شرط ہے نہ کہ نفس وجوب کی کہا ہو التصحیح پس اس صورت میں حج کی وصیت واجب نہیں ہوتی۔ چونکہ وقت نے موافقت نہ کی اس لئے آپ کے دوسرے استفساروں کے جواب کو کسی دوسرے مکتوب پر موقوف رکھا۔ والسلام

مکتوب ۲۵۱

خلفائے راشدین کے فضائل اور حضرت شیخین کی فضیلت اور حضرت امیرؓ کے بعض خاصوں اور اصحاب کرام علیہم الرضوان کی تعظیم و توقیر اور ان کے درمیان جھگڑوں اور لڑائیوں کو محمل صحیح پر حمل کرنے اور اس کے متعلق بیان میں مولانا محمد اشرف کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد میرے سعادت مند بھائی محمد اشرف کو معلوم ہو کہ بعض علوم غریبہ اور اسرار عجیبہ اور مواہب لطیفہ اور معارف شریفہ جن میں سے اکثر حضرات شیخین و ذی النورین وحیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے فضائل و کمالات سے تعلق رکھتے ہیں اپنی ناقص سمجھ کے موافق لکھتا ہے، گوش ہوش سے سُنیں۔

حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کمالات محمدی کے حاصل ہونے اور ولایت مصطفوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والسلام کے درجوں کے پہنچنے کے باوجود گزشتہ انبیا کے درمیان ولایت کی طرف میں حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور دعوت کی طرف میں جو مقام نبوت کے مناسب ہے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مناسبت رکھتے

ہیں اور حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ دونوں طرف میں حضرت نوح علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ دونوں طرف میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور چونکہ حضرت عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اس لئے نبوت کی جانب سے ولایت کی طرف ان میں غالب ہے اور حضرت امیر میں بھی اس مناسبت کے باعث ولایت کی طرف غالب ہے اور خلفائے اربعہ کے تعینات کے مبادی جہالت کے اختلاف کے بموجب اجمالی اور تفصیلی طور پر صفت العلم ہے اور وہ صفت باعتبار اجمال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب ہے اور باعتبار تفصیل کے حضرت خلیل علیہ السلام کا رب اور اجمال وتفصیل کی برزخیّت کے اعتبار سے حضرت نوح علیہ السلام کا رب ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السّلام کا رب صفت الکلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رب صفت القدرت اور حضرت آدم علیہ السلام کا رب صفت التکوین ہے۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اور حضرت فاروق مراتب کے اختلاف کے موافق نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بوجھ کو اٹھانے والے ہیں اور حضرت امیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مناسبت اور جانب ولایت کے غلبہ کے باعث ولایت محمدی ﷺ کے بوجھ کو اٹھانے والے ہیں اور حضرت ذی النورین کو برزخیّت کے اعتبار سے ہر دو طرف کے بوجھ اٹھانے والا فرمایا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس اعتبار سے بھی ان کو ذی النورین کہیں اور چونکہ حضرت شیخین بار نبوت کے اٹھانے والے ہیں اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں کیونکہ مقام دعوت جو مرتبہ نبوت سے پیدا ہوا ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد باقی تمام انبیا کے درمیان ان میں اتم واکمل ہے اور ان کی کتاب قرآن مجید تمام نازل شدہ کتابوں سے بہتر ہے۔ اسی واسطے ان کی امت گذشتہ امتوں کی نسبت زیادہ بہشت میں جاوے گی۔ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ملت تمام شریعتوں اور ملتوں سے افضل واکمل ہے یہی وجہ ہے کہ تمام پیغمبروں میں سے افضل پیغمبر کو اس کی ملت کی متابعت کا امر کیا گیا ہے آیت کریمہ ثُمَّ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا (پھر ہم نے تیری طرف وحی بھیجی کہ ملت ابراہیم کی تابعداری کر کہ وہ راہ راست پر چلنے والا ہے) اس مضمون کی شاہد ہے اور حضرت مہدی موعود کہ اس کا رب بھی صفت العلم ہے حضرت امیر کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مناسبت رکھتے ہیں گویا ایک قدم حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے سر پر ہے اور دوسرا قدم حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر۔

اور جاننا چاہیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی ولایت، ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں طرف واقع ہوئی ہے اور ولایت عیسوی اس ولایت کے بائیں طرف اور چونکہ حضرت امیر ولایت

محمدی ﷺ کے حامل ہیں اس لئے مشائخ واولیا کے اکثر سلسلے ان سے منتسب ہوئے ہیں اور حضرت امیر کے کمالات حضرات شیخین کے کمالات کی نسبت اکثر اولیائے عظام پر جو کمالات ولایت سے مخصوص ہیں۔ زیادہ تر ظاہر ہوئے ہیں۔ اگر شیخین ؓ کی فضلیت پر اہل سنت کا اجماع نہ ہوتا تو اکثر اولیائے عظام کا کشف حضرت امیر ؓ کی افضلیّت کا حکم کردیتا۔ کیونکہ حضرات شیخین کے کمالات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کے مشابہ ہیں۔ اور صاحبان ولایت کا ہاتھ ان کے کمالات کے دامن سے کوتاہ ہے اور اہل کشف کا کشف ان کے کمالات کے درجوں کی بلندی کے باعث نصف راہ میں ہے ولایت کے کمالات ان کے کمالات کے مقابلہ میں مطروح فی الطریق (راہ میں پھینکے ہوئے) کی طرح ہیں۔ کمالات ولایت کمالات نبوت پر چڑھنے کیلئے بمنزلہ زینہ کے ہیں پس مقدمات کو مقاصد کی خبر ہے اور مطالب کو مبادی سے کیا شعور۔ آج یہ بات عہد نبوت کے بعد کے باعث اکثر لوگوں کو ناگوار اور قبول سے دور معلوم ہوتی ہے لیکن کیا کیا جائے

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ہر چہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

ترجمہ مثل طوطی آئینے کے پیچھے مجھ کو ہے رکھا

کہتا ہوں میں جو کہ استاد ازل نے ہے کہا

لیکن اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس گفتگو میں علمائے اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے ساتھ موافق ہوں اور ان کے اجماع سے متفق ہوں۔ ان کے استدلالی علم کو مجھ پر کشفی اور اجمالی کو تفصیلی کیا ہے۔

اس فقیر کو جب تک کہ مقام نبوت کے کمالات تک نہ پہنچایا اور ان کمالات سے کامل حصہ نہ دیا۔ تب تک شیخین کے فضائل پر کشف کے طور پر اطلاع نہ بخشی تھی اور تقلید کے سوائے کوئی راہ نہ دکھایا تھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْجَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں۔

ایک دن کسی شخص نے بیان کیا کہ لکھا ہے کہ حضرت امیر ؓ کا نام بہشت کے دروازہ پر لکھا ہوا ہے دل میں گزرا کہ حضرات شیخین ؓ کے لئے اس مقام کی کیا خصوصیتیں ہوں گی۔ توجہ تام کے بعد ظاہر ہوا کہ بہشت میں اس امت کا داخل ہونا ان دو بزرگواروں کی رائے اور تجویز سے ہوگا گویا حضرت صدیق بہشت کے دروازے پر کھڑے ہیں اور لوگوں کے داخل ہونے کی تجویز فرماتے ہیں اور حضرت فاروق

ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا تمام بہشت حضرت صدیق کے نور سے بھرا ہوا ہے۔

اس حقیر کی نظر میں حضرات شیخین کے لئے تمام صحابہ کے درمیان علیحدہ شان اور الگ درجہ ہے گویا یہ دونوں کسی کے ساتھ مشارکت نہیں رکھتے حضرت صدیق حضرت پیغمبر کے ساتھ گویا ہم خانہ ہیں اگر فرق ہے تو صرف علو و سفل یعنی بلندی اور پستی کا ہے اور حضرت فاروق بھی حضرت صدیق کے طفیل اس دولت سے مشرف ہیں اور تمام صحابہ کرام آنحضرت کے ساتھ ہمسرائی یا ہم شہر ہونے کی نسبت رکھتے ہیں پھر اولیائے امت کا وہاں کیا دخل ہے۔ع

این بس کہ رسد زدُور بانگ جرسم

ترجمہ ع ہے یہی کافی کہ آئے دُور سے بانگ جرس

یہ لوگ کمالات شیخینؓ سے کیا حاصل کریں یہ دونوں بزرگوار اپنی بزرگی وکلانی کی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں معدود اور انکے فضائل کے ساتھ موصوف ہیں۔

حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرٌ (اگر میرے پیچھے کوئی نبی ہوتا تو البتہ عمر ہوتا)

امام غزالی نے لکھا ہے کہ حضرت فاروقؓ کی ماتم پرسی کے دنوں میں حضرت عبداللہ بن عمر نے صحابہ کی مجلس میں کہا کہ مَاتَ تِسعَۃُ اَعْشَارِ العِلْمِ آج نو حصے علم فوت ہو گیا۔

جب بعض میں اس معنی کے سمجھنے میں توقف دیکھا تو کہا کہ میری مراد علم سے علم باللہ نہیں ہے علم حیض ونفاس ہے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت کیا بیان کیا جاوے جب کہ حضرت عمر کی تمام نیکیاں ان کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ جیسا کہ مخبر صادق ﷺ نے اس کی نسبت خبر دی ہے اور وہ انحطاط یعنی کمی جو حضرت فاروق کو حضرت صدیق سے ہے اس انحطاط و کمی سے زیادہ ہے۔ جو حضرت صدیق کو حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے۔ پھر قیاس کرنا چاہئے کہ دوسروں کا حضرت صدیق سے انحطاط کس قدر ہوگا اور حضرات شیخین موت کے بعد بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہ ہوئے اور ان کا حشر بھی یکجا ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ پس ان کی فضیلت قربیّت کے باعث ہوگی۔

یہ قلیل البضاعت یعنی بے سروسامان ان کے کمالات کو کیا بیان کرے اور ان کے فضائل کیا ظاہر کرے۔ ذرہ کی کیا طاقت کہ آسمان کی نسبت گفتگو کرے اور قطرہ کی کیا مجال کہ بحر عمان کی بات زبان پر لائے۔

ان اولیا نے جو دعوت خلق کی طرف راجع ہیں اور ولایت و دعوت کی دونوں طرفوں سے حصہ رکھتے ہیں اور تابعین اور تبع تابعین میں سے علمائے مجتہدین نے کشف صحیح کے نور اور اخبار صادقہ اور آثار متتابعہ سے شیخین کے کمالات کو دریافت کیا ہے اور ان کے فضائل کو پہچان کر ان کے افضل ہونے کا حکم دیا ہے اور اس پر اجماع کیا ہے اور اس کشف کو جو اس اجماع کے برخلاف ظاہر ہو غلط خیال کر کے اس کا کچھ اعتبار نہیں کیا ہے اور کس طرح ایسے کشف کا اعتبار کیا جاوے جب کہ صدر اوّل میں ان کی افضلیّت صحیح ہو چکی ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر سے روایت کی ہے:-

قَالَ كُنَّا فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِاَبِيْ بَكْرٍ اَحَدًا ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ نَتْرُكُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَانُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کسی کو ابو بکر پھر عمر پھر عثمان کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو چھوڑ دیتے تھے یعنی اُن کے درمیان ایک دوسرے کو فضیلت نہ دیتے تھے۔

اور ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ اَفْضَلُ اُمَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَعْدَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ (ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب امت میں سے افضل ابو بکر ہیں پھر عمر پھر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اور جنہوں نے کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے وہ ارباب سکر اور اولیائے غیر مرجوع میں سے ہیں جن کو کمالات نبوت سے زیادہ حصہ حاصل نہیں ہے اور آپ کی نظر میں آیا ہوگا کہ فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں تحقیق کی ہے کہ نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اگرچہ اسی نبی کی ولایت ہو اور یہی حق ہے اور جس نے اس کے برخلاف کہا وہ مقام نبوت کے کمالات سے جاہل ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا۔

اور آپ کو معلوم ہے کہ اولیاء کے تمام سلسلوں کے درمیان سلسلہ علیہ نقشبندیہ حضرت صدیق کی طرف منسوب ہے۔ پس صحو کی نسبت ان میں غالب ہوگی اور ان کی دعوت اتم ہوگی اور حضرت صدیق کے کمالات ان پر ظاہر ہوں گے۔ ناچار ان کی نسبت تمام سلسلوں کی نسبتوں سے بڑھ کر ہوگی۔ دوسروں کو ان کے کمالات کا کیا پتہ اور ان کے معاملہ کی حقیقت کی کیا خبر میں نہیں کہتا کہ تمام مشائخ نقشبندیہ اس معاملہ میں برابر ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ اگر ہزاروں میں سے ایک بھی اس صفت کا ملجا ہے تو غنیمت ہے میرا خیال ہے کہ حضرت مہدی موعود جو ولایت کی اکملیّت کے لئے مقرر ہیں ان کو یہ

نسبت حاصل ہو گی اور اس سلسلہ علیہ کی تتمیم و تکمیل فرمائیں گے۔ کیونکہ تمام ولایتوں کی نسبت اس نسبت علیہ سے نیچے ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی سب ولایتوں کو مرتبہ نبوت کے کمالات سے بہت کم حصہ حاصل ہے اور یہ ولایت حضرت صدیق کی طرف منسوب ہونے کے باعث ان کمالات سے وافر حصہ رکھتی ہے۔ جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا۔ ع

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ترجمہ ع دیکھ دونوں میں کس قدر ہے فرق

اے بھائی! چونکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ ولایت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا بوجھ اٹھانے والے ہیں اس لئے اقطاب وابدال واوتاد (جو اولیائے عزلت میں سے ہیں اور کمالات ولایت کی جانب ان میں غالب ہے) کے مقام کی تربیت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امداد واعانت کے سپرد ہے۔

قطب الاقطاب یعنی قطب مدار کا سر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدم کے نیچے ہے۔ قطب مدار انہی کی حمایت ورعایت سے اپنے ضروری امور کو سر انجام کرتا اور مداریت سے عہدہ برا ہوتا ہے۔ حضرت فاطمہ اور امامین بھی اس مقام میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شریک ہیں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب کے سب بزرگ ہیں اور سب کو بزرگی سے یاد کرنا چاہیے۔

خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اِخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَلِیْ اَصْحَابًا وَاخْتَارَلِیْ مِنْھُمْ اَصْھَارًا وَّاَنْصَارًا فَمَنْ حَفِظَنِیْ فِیْھِمْ حَفِظَہُ اللّٰہُ وَمَنْ اٰذَانِیْ فِیْھِمْ اٰذَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے اصحاب کو پسند کیا اور ان میں سے بعض کو میرے لئے رشتہ دار اور مددگار پسند کیا پس جس شخص نے ان کے حق میں مجھے محفوظ رکھا اس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور جس نے ان کے حق میں مجھے ایذا دی اس کو اللہ تعالیٰ نے ایذا دی۔

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ جس نے میرے اصحاب کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے۔

اور ابن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّ شِرَارَ اُمَّتِیْ اَجْرَءُ ھُمْ عَلٰی اَصْحَابِیْ میری امت میں سے بُرے وہ لوگ ہیں جو میرے اصحاب پر دلیر ہیں۔

اور ان لڑائی جھگڑوں کو جوان کے درمیان واقع ہوئے ہیں نیک عمل پر محمول کرنا چاہئے اور ہوا و تعصب سے دور سمجھنا چاہئے کیونکہ وہ مخالفتین تاویل واجتہاد پر مبنی تھیں نہ ہوا و ہوس پر یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔

لیکن جاننا چاہئے کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے خطا پر تھے اور حق حضرت امیر کی طرف تھی۔ لیکن چونکہ یہ خطا، خطائے اجتہادی کی طرح تھا۔ اس لئے ملامت سے دور ہے اور اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے جیسا کہ شارح مواقف، آمدی سے نقل کرتا ہے کہ جمل و صفین کے واقعات اجتہاد سے ہوئے ہیں۔

اور شیخ ابو شکور سلمی نے تمہید میں تصریح کی ہے کہ اہل سنت و جماعت اس بات پر ہیں کہ معاویہ بمع ان کے تمام اصحاب کے جو ان کے ہمراہ تھے سب خطا پر تھے۔ لیکن ان کی خطا اجتہادی تھی۔

اور شیخ ابن حجر نے صواعق میں کہا ہے کہ حضرت معاویہ اور امیرؓ کے درمیان جھگڑے از روئے اجتہاد کے ہوئے ہیں اور اس قول کو اہل سنت کے معتقدات سے فرمایا ہے۔

اور شارح مواقف نے جو یہ کہا ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب اس بات پر ہیں کہ وہ منازعات از روئے اجتہاد کے نہیں ہوئے

معلوم نہیں اصحاب سے اس کی مراد کون سا گروہ ہے جب کہ اہلسنت اس کے برخلاف حکم دیتے ہیں جیسا کہ گزر چکا اور قوم کی کتابیں خطائے اجتہادی سے بھری پڑی ہیں جیسا کہ امام غزالیؒ اور قاضی ابو بکر وغیرہ نے تصریح کی ہے پس حضرت امیرؓ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کے حق میں فسق و ضلال کا گمان جائز نہیں ہے۔

قاضی نے شفا میں بیان کیا ہے قَالَ مَالِكٌ " رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْ شَتَمَ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍؓ وَعُمَرؓ وَعُثْمَانؓ وَعَمْرَوابْنِ الْعَاصِ فَاِنْ قَالَ كَانُوْا عَلٰى ضَلَالٍ وَكُفْرٍ اَوْ اِنْ شَتَمَ بِغَيْرِ هٰذَا مِنْ مُشَاتَمَةِ النَّاسِ نُكِّلَ نَكَالًا شَدِيْدًا فَلَا يَكُوْنُ مُحَارِبُوْ عَلِيٍّ كَفَرَةً كَمَا زَعَمَتِ الْغُلَاةُ مِنَ الرِّفْضَةِ وَلَا فَسَقَةً كَمَا زَعَمَ الْبَعْضُ وَنَسْبُهٗ شَارِحُ الْمَوَاقِفِ اِلٰى كَثِيْرٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ كَيْفَ وَقَدْ كَانَتِ الصِّدِّيْقَةُ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُؓ وَكَثِيْرٌ " مِنْ اَصْحَابِ الْكِرَامِ مِنْهُمْ وَقَدْ قُتِلَ الطَّلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ فِيْ قِتَالِ الْجَمَلِ قَبْلَ خُرُوْجِ مُعَاوِيَةَ مَعَ ثَلٰثَةَ عَشَرَ اَلْفًا مِنَ الْقَتْلٰى فَتَضْلِيْلُهُمْ وَتَفْسِيْقُهُمْ مِمَّا لَا يَجْرَءُ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ " وَفِيْ بَاطِنِهٖ خُبْثٌ " حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو یعنی ابو بکر و عمر عثمان و عمرو بن العاص کو گالی دی اور کہا کہ وہ کفر اور

گمراہی پر تھے یا اس کے سوا اور کوئی گالی نکالی جس طرح لوگ ایک دوسرے کو گالی نکالتے ہیں تو وہ سخت عذاب کا مستحق ہوا۔ کیونکہ حضرت امیر کے ساتھ لڑائی کرنے والے کفر پر نہ تھے۔ جیسا کہ بعض غالی رافضیوں کا خیال ہے اور نہ ہی فسق پر تھے۔ جیسا کہ بعض نے خیال کیا ہے اور بہت سے اصحاب کی طرف ان کو منسوب کیا ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ حضرت صدیقہ اور طلحہ اور زبیر اور بہت سے اصحاب کرام انہی میں سے تھے اور طلحہ اور زبیر جمل کی لڑائی میں معاویہ کے خروج سے پہلے تیرہ ہزار مقتولوں کے ساتھ قتل ہوئے پس ان کو ضلالت اور فسق کی طرف منسوب کرنے پر سوائے اس شخص کے کہ جس کے دل میں مرض اور اس کے باطن میں خبث ہو، کوئی مسلمان دلیری نہیں کرتا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اور یہ جو بعض فقہا کی عبارتوں میں جور کا لفظ معاویہ کے حق میں واقعہ ہوا ہے اور کہا ہے کہ معاویہ جور کرنے والا امام تھا تو اس جور سے مراد یہ ہے کہ حضرت امیر کی خلافت کے زمانہ میں وہ خلافت کا حق دار نہ تھا۔ نہ کہ وہ جور جس کا انجام فسق و ضلالت ہے تاکہ اہل سنت کے اقوال کے موافق ہو اور نیز استقامت والے لوگ ایسے الفاظ بولنے سے جن سے مقصود کے برخلاف وہم پیدا ہو، پرہیز کرتے ہیں اور خطا سے زیادہ کہنا پسند نہیں کرتے اور کس طرح جائز ہو سکے جب کہ صحیح و تحقیق ہو چکا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اور مسلمانوں کے حقوق میں امام عادل تھا۔ جیسا کہ صواعق میں ہے اور حضرت مولینا جامی نے جو خطائے منکر کہا ہے اس نے بھی زیادتی کی ہے خطاء پر جو کچھ زیادہ کریں خطا ہے اور جو کچھ اس کے بعد کہا ہے کہ اگر وہ لعنت کا مستحق ہے الخ یہ بھی نامناسب کہا ہے۔ اس کی تردید کی کیا حاجت ہے اور اس میں کونسا محل اشتباہ ہے۔ اگر یہ بات یزید کے حق میں کہتا تو بیشک جائز تھا۔ لیکن حضرت معاویہ کے حق میں کہنا برا ہے اور احادیث نبوی میں معتبر اور ثقات کی اسناد سے مروی ہے کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاویہ کے حق میں دعا کی ہے:-

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ یا اللہ تو اس کو کتاب و حساب سکھا اور عذاب سے بچا اور دوسری جگہ دعا میں فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَّمَهْدِيًّا یا اللہ تو اس کو ہادی اور مہدی بنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا مقبول ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات مولینا سے سہو و نسیان کے طور پر سرزد ہوئی ہو اور نیز مولینا نے انہی ابیات میں نام کی تصریح نہ کر کے کہا ہے کہ وہ صحابی اور ہے اور یہ عبارت بھی ناخوشی سے خبر دیتی ہے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا یا اللہ ہم کو بھول چوک پر مواخذہ نہ کر۔

اور وہ جو بعض نے امام شعبی سے معاویہ کی مذمت میں نقل کیا ہے اور اس کی برائی کو فسق سے برتر

بیان کی ہے اسکا کوئی ثبوت نہیں ہے اور اگر بالفرض اس بات کو صحیح بھی مان لیا جائے۔ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جو اس کے شاگردوں میں سے ہیں اس نقل کے زیادہ مستحق تھے اور امام مالک نے جو تابعین میں سے ہیں اور اس کے ہمعصر اور علمائے مدینہ میں سے زیادہ عالم ہیں معاویہ اور عمرو بن العاص کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ اگر وہ گالی کا مستحق ہوتا تو اس کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم کیوں دیتے۔ پس معلوم ہوا کہ اس کو گالی نکالنا کبیرہ گناہ جان کر اس کے گالی نکالنے والے کو قتل کا حکم دیا ہے اور نیز اس کو گالی دینا ابو بکر و عمر و عثمان کو گالی دینے کی طرح خیال کیا ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا پس معاویہ برائی کا مستحق نہیں ہے۔

اے بھائی! معاویہ تنہا اس معاملہ میں نہیں ہے کم و بیش آدھے اصحاب کرام اس کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں پس اگر حضرت امیر کے ساتھ لڑائی کرنے والے کافر یا فاسق ہوں تو نصف دین سے اعتماد دُور ہو جاتا ہے۔ جو ان کی تبلیغ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے اس بات کو سوائے اس زندیق کے جس کا مقصود دین کی بربادی ہے کوئی پسند نہیں کرتا۔

اے برادر! اس فتنہ کے برپا ہونے کا منشا حضرت عثمان کا قتل اور ان کے قاتلوں سے اُن کا قصاص طلب کرنا ہے طلحہ و زبیر جو اوّل مدینہ سے باہر نکلے تاخیر قصاص کے باعث نکلے اور حضرت صدیقہ نے بھی اس امر میں ان کے ساتھ موافقت کی او جنگ جمل جس میں تیرہ ہزار آدمی قتل ہوئے اور طلحہ و زبیر بھی جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں قتل ہوئے۔ حضرت عثمان کے قصاص کے باعث ہوا ہے۔ اس کے بعد معاویہ نے شام سے آ کر ان کے ساتھ شریک ہو کر جنگ صفین کیا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ وہ جھگڑا امر خلافت پر نہیں ہوا۔ بلکہ قصاص کے پورا کرنے کے لئے حضرت امیر کی خلافت کے ابتدا میں ہوا ہے اور شیخ ابن حجر نے بھی اس بات کو اہل سنت کے معتقدات سے کہا ہے اور شیخ ابو شکور سلمی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بزرگ علمائے حنفیہ میں سے ہیں کہا کہ حضرت معاویہ اور حضرت امیر کے درمیانی جھگڑے خلافت کے بارہ میں ہوئے ہیں۔

حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاویہ کو فرمایا تھا کہ اِذَا مَلَکْتَ النَّاسَ فَارْفِقْ بِهِمْ جب تو لوگوں کا مالک بنے تو ان کے ساتھ نرم کر۔ شائد اس بات سے معاویہ کو خلافت کا طمع پیدا ہو گیا ہو۔ لیکن وہ اس اجتہاد میں خطا پر تھا اور حضرت امیر حق پر کیونکہ اس کی خلافت کا وقت حضرت امیر کی خلافت کے بعد تھا اور ان دونوں قولوں کے درمیان موافقت اس طرح پر ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس منازعت کا منشا قصاص کی تاخیر ہو اور پھر خلافت کا طمع بھی پیدا ہو گیا ہو بہر تقدیر اجتہاد اپنے محل میں واقع ہوا ہے۔ اگر خطا پر ہے تو ایک درجہ اور حق والے کے لئے دو درجے بلکہ دس درجے۔

اے برادر! اس امر میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کی لڑائی جھگڑوں سے خاموش رہیں اور ان کے ذکر اذکار سے منہ موڑیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اِیَّاکُمْ وَمَا شَجَرَ بَیْنَ اَصْحَابِیْ میرے اصحابؓ کے درمیان جو جھگڑے ہوئے ہیں ان سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا یعنی میرے اصحاب کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان کو اپنے تیر کا نشانہ نہ بناؤ۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اور نیز عمر بن عبد العزیز سے بھی منقول ہے کہ تِلْكَ دِمَاءٌ طَھَّرَ اللّٰہُ عَنْھَا اَیْدِیْنَا فَلْنُطَھِّرْ عَنْھَا اَلْسِنَتَنَا یہ وہ خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا پس ہم اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھتے ہیں۔ اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ان کی خطا کو بھی زبان پر نہ لانا چاہئے اور ان کے ذکر خیر کے سوا اور کچھ نہ بیان کرنا چاہئے۔

یزید بد بخت فاسقوں کے زمرہ میں سے ہے۔ اسکی لعنت میں توقف اہل سنت کے مقررہ اصل کے باعث ہے کیونکہ انہوں نے معین شخص کے لئے اگرچہ کافر ہو لعنت جائز نہیں کی۔ مگر جب یقیناً معلوم کریں کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے جیسا کہ ابو لہب جہنمی اور اس کی عورت نہ یہ کہ وہ لعنت کے لائق نہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ط جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

جاننا چاہئے کہ چونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگوں نے امامت کی بحث چھیڑ رکھی ہے اور اصحاب کرام علیہم الرضوان کی خلافت کی نسبت گفتگو مد نظر کی ہوئی ہے اور جہاں اہل تاریخ اور سرکش بدعتیوں کی تقلید پر اکثر اصحاب کرام کو نیکی سے یاد نہیں کرتے اور کئی نامناسب امور ان کی جناب کی طرف منسوب کرتے ہیں اس لئے جو کچھ معلوم تھا تحریر میں لا کر دوستوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔

قَالَ عَلَیْہِ وَاٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِذَا ظَھَرَتِ الْفِتَنُ اَوْ قَالَ الْبِدَعُ وَسُبَّتْ اَصْحَابِیْ فَلْیُظْھِرِ الْعَالِمُ عِلْمَہٗ فَمَنْ لَّمْ یَفْعَلْ ذٰلِكَ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ نَفْلًا وَّلَا فَرْضًا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب فتنے ظاہر ہو جائیں یا بدعتیں فرمایا اور میرے اصحاب کو گالیاں دی جائیں تو عالم کو چاہئے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے۔ پس جس نے ایسا نہ کیا اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض و نفل قبول نہ کرے گا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ سلطانِ وقت اپنے آپ کو حنفی مذہب قرار دیتا ہے اور اہل سنت و جماعت میں سے جانتا ہے ورنہ مسلمانوں پر کام بہت تنگ ہوتا اس پر بڑی نعمت کا شکر ادا

کرنا چاہئے۔

پس چاہئے کہ اہل سنت وجماعت کے معتقدات پر اپنے اعتقاد کا مدار رکھیں اور زید وعمرو کی باتوں کو نہ سُنیں۔ جھوٹے قِصّوں پر کام کا مدار رکھنا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے۔ فرقہ ناجیہ کی تقلید ضروری ہے تا کہ نجات کی امید پیدا ہو۔ وَدُوْنَهٗ خَرْطُ الْقَتَادِ ورنہ بے فائدہ تکلیف ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اور سلام ہو آپ پر اور ان سب پر جنہوں نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۵۲

بعض استفساروں یعنی سوالوں کے جواب میں جناب شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

برادر ارجمند کا مکتوب مرغوب پہنچا بڑی خوشی حاصل ہوئی آپ نے چند استفسار روانہ کئے ہوئے تھے ان کے جواب میں آپ کو معلوم ہو کہ حضرت نوح اور حضرت اِبْرَاهِيْمَ عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کے تعین کا مبدء صفت العلم ہے جیسا کہ تعیّن محمدی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا مبدء یہی صفت ہے فرق جہات واعتبارات کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ اس صفت کی ایک جانب عالم کی طرف ہے اور دوسری معلوم کی طرف پہلی جانب وحدت کے مناسب ہے اور دوسری کثرت کے موافق اور اس صفت کے لئے بھی اجمال وتفصیل ہے کہ ہر ایک اس بزرگ کے مبدء تعین کے اعتبار سے ہے۔

دوسرا یہ کہ فقیر نے چاہا کہ اس استفسار کے جواب میں کہ قطب وغوث وخلیفہ کے درمیان کیا فرق ہے کچھ لکھے۔ لیکن اذن نہ ہوا ان کو دوسرے وقت پر موقوف رکھیں۔ والسّلام

مکتوب ۲۵۳

چند سوالوں کے جواب میں اور اس راہ کی بے نہایتی اور رمز واجمال کے طور پر طریقت کے بعض مقامات ومنازل کی تفصیل کے بیان میں مشیخت مآب شیخ ادریس سامانی کی طرف لکھا ہے۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس طرف کے فقرا کے احوال حمد کے لائق ہیں اور آپ کی خیر وعافیت اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے پسندیدہ طریقہ پر استقامت وثابت قدمی اللہ تعالیٰ سے مطلوب ومسئول ہے۔

ان احوال و مواجید کا بیان جو مولانا عبدالمؤمن کی زبان کے حوالہ کیا تھا مولانا نے مفصل طور پر ظاہر کر کے کہا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر میں زمین کی طرف نظر کرتا ہوں تو زمین کو نہیں پاتا ہوں اور اگر آسمان کی طرف نظر کرتا ہوں تو اس کو بھی نہیں پاتا ہوں اور جس کسی کے آگے جاتا ہوں اس کا وجود بھی نہیں پاتا ہوں اور ایسے ہی عرش و کرسی و بہشت و دوزخ کا بھی وجود نہیں پاتا ہوں اور اپنا وجود بھی نہیں جانتا ہوں۔ حق تعالیٰ کا وجود بے پایاں ہے اس کی نہایت کو کسی نے معلوم نہیں کیا بزرگ بھی اسی جگہ تک رہ گئے ہیں اور یہاں تک آکر سیر سے عاجز ہو گئے ہیں اور اس معنیٰ سے زیادہ کچھ اختیار نہیں کیا ہے۔ اگر آپ بھی اس کو کمال جانتے ہیں اور اسی مقام میں ہیں تو پھر میں آپ کے پاس کس لئے آؤں اور کیوں تکلیف اٹھاؤں اور آپ کو بھی تکلیف دوں اور اگر اس کمال کے سوا کوئی اور امر ہو تو اطلاع بخشیں۔ تاکہ ایک اور یار کے ساتھ جو درد و طلب بہت رکھتا ہے وہاں آؤں۔ اسی تردّد کے حاصل ہونے کی وجہ سے چند سال تک وہاں آنے میں توقف رہا۔

میرے مخدوم! اس قسم کے احوال قلب کے تلوینات (1) سے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ایسے احوال والے شخص نے قلب کے مقامات سے ابھی چوتھے حصہ سے زیادہ طے نہیں کیا۔ مقامات قلب سے تین حصہ اور طے کرنے چاہئیں تاکہ قلب کا معاملہ پورے طور پر طے ہو اور پھر قلب کے آگے روح اور روح کے آگے سر اور سر کے آگے خفی اور اس کے بعد اخفی ہے۔ ان باقی ماندہ چاروں میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ احوال و مواجید ہیں اور سب کو جدا جدا طے کرنا چاہئے اور ہر ایک کمالات سے آراستہ ہونا چاہئے عالم امر کے ان پنجگانہ لطائف۔ سے گزرنے اور ان کے اصلوں کی منازل کو درجہ بدرجہ طے کرنے اور اسماء و صفات کے ظلی مدارج کو جو ان اصول کے اصول ہیں۔ درجہ بدرجہ قطع کرنے کے بعد اسماء و صفات کی تجلیات اور شیونات و اعتبارات کے ظہورات ہیں اور ان تجلیات سے گزر کر آگے تجلیات ذات ہیں تب نفس کے اطمینان سے معاملہ پڑتا ہے۔ اور پروردگار تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے وہ کمالات جو اس مقام میں حاصل ہوتے ہیں ان کے مقابلہ میں پہلے کمالات ایسے ہیں جیسے کہ دریائے محیط ناپیدا کنار کے مقابلہ میں قطرہ- اس مقام میں شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور اسلام حقیقی سے مشرف ہوتے ہیں۔ ع

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ ع — کام اصلی ہے یہی باقی ہے ہیچ

اسم وصفات کی وہ تجلیات جو عالم امر کی ان پنجگانہ منزلوں کو بمع ان کے اصول اور اصول کے قطع

1۔ تلوین "گوناگوں کرنا" اہل تصوف کی اصطلاح میں مقامات فقر میں سے ایک مقام ہے۔

کرنے سے پہلے متوہم ہوتے ہیں وہ عالم امر کے بعض خواص کے ظہورات ہیں جو بیچونی اور لامکانیت سے کچھ حصہ رکھتے ہیں نہ کہ اسماوصفات کی تجلّیات۔ ایک سالک نے اسی مقام میں کہا ہے کہ میں تیں (۳۰) سال تک روح کو خدا سمجھ کر اس کی پرستش کرتا رہا۔ پس وصول کہاں ہے اور سیری کس کے لئے ہے۔

؎ کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَدُوْنَهَا قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ خُیُوْف"

ترجمہ ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک

راہ میں ہیں پر خطر کوہ اور غار

چونکہ آپ نے توجہ کے ساتھ اس راہ کی حقیقت کو بیان کرنا طلب فرمایا تھا۔ اس لئے مختصر طور پر کچھ اس کا بیان لکھا گیا ہے۔ وَالْاَمْرُ عِنْدَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ اصل معاملہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنْ لَّدَیْکُمْ آپ پر اور آپ کے حاضرین مجلس پر سلام ہو۔

مکتوب ۲۵٤

بعض سوالوں کے جواب میں ملا احمد برکی کی طرف صادر ہوا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ نے لکھا تھا کہ بعض بزرگواروں نے فرمایا ہے کہ آدمی جو کچھ کرنا چاہے اپنے صاحب کی زبان کے حکم سے کرے۔ تاکہ نیک نتیجہ حاصل ہو۔ اگرچہ مشروعی کام ہوں۔ اگرچہ یہ بات صحیح ہے تو بندہ تمام مشروعات میں فرمان کا امیدوار ہے۔

میرے مخدوم! بزرگوں کی بات صحیح ہے اور آپ کو اذن حاصل کر کے ماذون کیا ہے لیکن جاننا چاہئے کہ نتیجہ سے مراد معتدبہ نتیجہ ہے نہ کہ مطلق۔

نیز آپ نے لکھا تھا کہ ایک رسالہ میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں مرتبہ عین جمع یعنی احدیت ذات تعالیٰ سے ہے۔ پس رسالہ مبدء ومعاد کی اس عبارت کے معنی کہ کعبہ ربانی کی حقیقت قرآنی حقیقت سے بڑھ کر ہے کیا ہونگی؟

میرے مخدوم! احدیت ذات سے مراد احدیت مجرّدہ نہیں ہے کہ جس میں کوئی صفت وشان ملحوظ نہیں ہے۔ کیونکہ حقیقت قرآن کا منشا صفت کلام ہے جو صفات ثمانیہ میں سے ایک صفت ہے اور حقیقت کعبہ کا منشاوہ مرتبہ ہے جو ایک شیونات وصفات کی تکونیات سے برتر ہے اس لئے اس کی برتری کی گنجائش ہے۔

نیز آپ نے لکھا تھا کہ بعض تفاسیر میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میں کعبہ کو سجدہ کرتا ہوں۔ تو کافر ہو جاتا ہے کیونکہ سجدہ کعبہ کی طرف ہے نہ کعبہ کو اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ ابتدائے اسلام میں سجدہ کے وقت لَكَ سَجَدْتُ (میں نے تیرے لئے سجدہ کیا) کہتے تھے۔ ضمیروں کا مدلول نفس ذات ہے پس رسالہ مبدء و معاد کی اس عبارت کا معنی کہ کعبہ کی صورت جس طرح اشیا کی صورتوں کی مسجود ہے اسی طرح حقیقت کعبہ بھی حقائق اشیا کی مسجود ہے۔ کیا ہونگے؟

میرے مخدوم! یہ عبارتوں کی فروگزاشتوں سے ہے جس طرح کہتے ہیں۔ کہ آدم مسجود ملائکہ ہے۔ حالانکہ سجدہ خالق کے لئے ہے نہ کہ اس کی کسی مخلوق و مصنوع کے لئے۔ خواہ کوئی مخلوق ہو۔

آپ کو اور آپ کے تمام دوستوں اور یاروں اور خاص کر ملا پائندہ و شیخ حسن کو سلام ہو۔

مکتوب ۲۵۵

سنت سنیہ کے زندہ کرنے اور نامرضیہ بدعت کے دور کرنے کی ترغیب میں ملا طاہر لاہوری کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا مکتوب شریف جو حافظ بہاؤالدین کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔ یہ کس قدر بڑی بھاری نعمت ہے کہ محبّ و مخلص ہمہ تن حضرت مصطفٰی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنتوں میں سے کسی سنت کے زندہ کرنے کی طرف متوجہ ہوں اور منکرہ اور نامرضیہ بدعتوں میں سے کسی بدعت کے دور کرنے کے خواہاں ہوں۔ سنت و بدعت دونوں پورے طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کا وجود دوسرے کے نقض و نفی کو مستلزم ہے۔ پس ایک کا زندہ کرنا دوسرے کو مارنے کا مستلزم ہے۔ یعنی سنت کا زندہ کرنا بدعت کے مارنے کا موجب ہے اور بالعکس۔

پس بدعت خواہ اس کو حسنہ کہیں یا سیئہ، رفع سنت کو مستلزم ہے۔ شاید حسن نسبی یعنی اضافی کا کیا اعتبار ہو گا۔ کیونکہ حُسن مطلق وہاں گنجائش نہیں رکھتا۔ کیونکہ تمام سنتیں حق تعالیٰ کے نزدیک مقبول و پسندیدہ ہیں اور ان کے اضداد یعنی بدعتیں شیطان کی پسندیدہ ہیں۔ آج یہ بات بدعت کے پھیل جانے کے باعث اکثر لوگوں کو ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم ہدایت پر ہیں یا یہ لوگ۔

منقول ہے کہ حضرت مہدی اپنی سلطنت کے زمانہ میں جب دین کو رواج دینگے اور سنت کو زندہ فرمائیں گے۔ تو مدینہ کا عالم جس نے بدعت پر عمل کرنے کو اپنی عادت بنائی ہو گی اور اسی کو حسن خیال

کر کے دین کے ساتھ ملا لیا ہو گیا تعجب سے کہے گا کہ اس شخص نے ہمارے دین کو دور کر دیا ہے اور ہمارے مذہب وملت کو مار دیا اور خراب کر دیا ہے۔ حضرت مہدی اس عالم کے قتل کا حکم فرمائیں گے اور اس کے حسنہ کو سیئہ خیال کرینگے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَآئِرِ مَنْ لَّدَيْكُمْ اور آپ پر اور ان سب پر جو آپ کے پاس ہیں سلام ہو۔

نسیان فقیر پر غالب ہے معلوم نہیں رہا کہ آپ کا مکتوب کس کے سپرد تھا تاکہ سوالوں کے موافق جواب لکھتا معذور فرمائیں گے۔ میاں شیخ احمد فرملی دوستوں میں سے ہے چونکہ آپ کے قرب وجوار میں رہتا ہے اس لئے امید ہے کہ اس کے حق میں التفات وتوجہ کو مد نظر رکھیں گے۔

مکتوب ۲۵۶

چند سوالوں کے جواب میں یعنی اس سوال کے جواب میں قطب وقطب الاقطاب وغوث وخلیفہ کے کیا معنی ہیں اور اس سوال کے جواب میں کہ حدیث لَوِ اتُّزِنَ اِيْمَانُ اَبِيْ بَكْرٍ الخ کی کیا تحقیق ہے اور اس کے متعلق مناسب بیان میں میاں شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا مکتوب شریف جو ایک درویش کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے پوچھا تھا کہ قطب وقطب الاقطاب وغوث وخلیفہ کے کیا معنی ہیں اور ہر ایک ان میں سے کس کس خدمت پر مامور ہے اور اپنی خدمت کی نسبت اطلاع رکھتے ہیں یا نہیں اور قطب الاقطاب کی بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے۔ کچھ اصل رکھتی ہے۔ یا کہ وہم وخیال کا اختراع ہے؟

جاننا چاہئے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعدار کامل تابعداری کے باعث جب مقام نبوت کے کمالات کو تمام کر لیتے ہیں تو ان میں سے بعض کو منصب امامت سے سرفراز کرتے ہیں اور بعض کو صرف اس کمال کے حاصل ہونے پر کفایت فرماتے ہیں یہ دونوں بزرگ اس کمال کے نفس حصول میں برابر ہیں۔ فرق صرف منصب اور عدم منصب اور ان امور میں ہے جو اس منصب سے تعلق رکھتے ہیں اور جب کامل تابعدار ولایت نبوت کے کمالات کو تمام کر لیتے ہیں۔ تو ان میں سے بعض کو منصب خلافت سے مشرف فرماتے ہیں اور بعض کو صرف ان کمالات کے حاصل ہونے پر کفایت کرتے ہیں

جس طرح کہ اوپر گزرا۔
یہ دونوں منصب کمالات اصلیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور کمالات ظلیہ میں منصب امامت کے مناسب قطب ارشاد کا منصب ہے اور منصب خلافت کے مناسب قطب مدار کا منصب گویا یہ دونوں مقام جو تحت میں ہیں ان دونوں مقاموں کے جو اوپر میں ہیں ظل ہیں۔
اور شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غوث یہی قطب ہے اس کے نزدیک منصب غوثیت منصب قطبیت سے کوئی علیحدہ منصب نہیں ہے اور جو کچھ فقیر کا عقیدہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار سے الگ ہے۔ بلکہ اس کے روزگار کا ممد و معاون ہے۔ قطب مدار بعض امور میں اس سے مدد لیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے اور قطب کو اس کے اعوان وانصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان و انصار حکمی ہیں۔ اسی واسطے صاحب فتوحاتِ مکیہ لکھتا ہے کہ مَا مِنْ قَرْيَةٍ مُّؤْمِنَةٍ كَانَتْ اَوْ كَافِرَةً اِلَّا وَفِيْهَا قُطْبٌ مومنوں یا کافروں کا کوئی ایسا گاؤں نہیں ہے جس میں قطب نہ ہو۔
جاننا چاہئے کہ صاحب منصب کو البتہ اپنے منصب کا علم ہوتا ہے اور وہ جو اس منصب کا کمال رکھتا ہے اور منصب نہیں رکھتا اس کے لئے لازم نہیں کہ صاحب علم ہو اور اپنی خدمت سے مطلع ہو اور وہ بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے اس مقام کے کمالات حاصل ہونے کی بشارت ہے نہ اس مقام کے منصب کی بشارت جو علم سے وابستہ ہے۔
نیز آپ نے پوچھا تھا کہ اس ایمان سے جو حدیث لَوْ تُوْزَنُ اِيْمَانُ اَبِيْ بَكْرٍ مَعَ اِيْمَانِ اُمَّتِيْ لَرَجَحَ (اگر ابو بکرؓ کا ایمان میری امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو البتہ غالب آجائے) میں واقع ہے کیا مراد ہے اور اس کی ترجیح کا کیا سبب ہے۔
جاننا چاہئے کہ ایمان کا رجحان مُؤْمَنْ بِهِ کے رجحان کے باعث ہے چونکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کے متعلق تمام امت کے ایمان کے متعلقات سے برتر ہے اس لئے راجح و غالب ہوگا۔
میرے مخدوم! عروجات میں معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ اگر ایک نقطہ زیادہ بلند جائیں تو وہ کمال جو اس ایک نقطہ کے عروجات کے باعث حاصل ہوتے ہیں تمام گذشتہ کمالات سے بہت زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ وہ نقطہ اپنے تمام ماتحتوں سے افزوں تر ہے یہی حال اس نقطہ کا ہے جو اس نقطہ کے ماتقدم کے اوپر ہے۔ کیونکہ نقطۂ ماتقدم بمع اپنے ماتحت کے نقطہ فوق کے مقابلہ میں حقیر و نقیر ہے۔ پس اس قیاس پر جس کے ایمان کا متعلق کمال فوق ہو۔ وہ بیشک اپنے تمام ماتحت سے راجح و غالب ہوگا۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ عارف کا معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ ایک لحظہ میں تمام ماتقدم کمالات کو حاصل کر لیتا ہے۔

ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اور نیز پوچھا تھا کہ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے تابعداروں نے لکھا ہے کہ جس قدر لڑکے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے سبب قتل کئے گئے۔ ان سب مقتولوں کی استعدادیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منتقل ہو گئیں۔ اس بات کی حقیقت مفصل طور پر لکھیں۔

جاننا چاہئے کہ یہ درست ہے کیونکہ تحقیق سے لکھا ہے کہ جس طرح ایک شخص کو جماعت کے کمالات حاصل ہونے کا سبب بناتے ہیں اسی طرح جماعت کو بھی ایک شخص کے کمالات حاصل ہونے کا سبب بناتے ہیں۔ پیر اگرچہ مریدوں کے کمالات حاصل ہونے کا سبب ہے۔ لیکن مرید بھی پیر کے کمالات کا سبب ہیں۔ اس مطلب کو فقیر ماکولات ومشروبات میں بھی جن کو اپنے بدن کا اجزا بناتا تھا محسوس کرتا تھا کہ جو طعام وشراب کھاتا پیتا تھا استعداد کی جامعیت کا سبب ہوتا تھا اور ایک الگ قابلیت پیدا کرتا تھا اور جب کبھی ماکولات لذیذہ کے چھوڑنے کا قصد کرتا تھا تو روک دیا جاتا تھا اور اس جامعیّت اور قابلیّت کے حاصل ہونے کی وجہ سے اس لذیذ طعام کو چھوڑنے کی اجازت نہ ملتی تھی اور بسا اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک کی استعداد دوسرے میں کلی اور جزئی طور پر انتقال کر جاتی ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ ایک خالی ہے اور دوسرا جمعیّت سے پُر ہے۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ شیخ نجم الدین کبرٰی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید کو ایک بزرگ کے پاس بھیجا تھا تاکہ اس کے ذریعے معلوم کریں کہ آپ کس پیغمبر کے قدم کے نیچے ہیں۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ تیرا جھود کس کام میں ہے شیخ نے اس عبارت سے سمجھ لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم کے نیچے ہیں۔ اس عبارت سے یہ مطلب کس طرح سمجھ لیا ہے جاننا چاہئے کہ جھود یہود کو کہتے ہیں جو حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت تھے۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ نفحات میں لکھا ہے کہ چار آدمیوں کے سوا تمام اولیا کی ولایت مرنے کے بعد سلب ہو جاتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ ولایت سے مراد تصرفات اور کرامات کا ظہور ہو گا نہ کہ اصل ولایت جو قرب الٰہی سے مراد ہے اور نیز سلب سے مراد کرامات کے بکثرت ظاہر ہونے کا سلب ہو گا نہ کہ اس ظہور کے اصل کا سلب۔

چونکہ یہ بات کشفی ہے اور کشف میں خطا کی بہت مجال ہے معلوم نہیں کہ آپ نے کیا دیکھا اور کیا سمجھا ہے۔

آپ نے اولیا کی بعض کرامات کا ظہور طلب فرمایا تھا۔ آپ منتظر رہیں سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا اللہ تعالیٰ جلدی تنگی کے بعد فراخی لائے گا۔

آپ نے پوچھا تھا کہ نیشاپوری میں لکھا ہے۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ یعنی شَانِئَكَ یا کے ساتھ ہے یا ہمزہ (ء) کے ساتھ۔ اس کی تحقیق کیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ شَانِئَكَ ہمزہ کے ساتھ ہے اور جس نے یا سے لکھا ہے وہ غیر مشہور قرأت ہو گی۔

آپ نے لکھا تھا کہ بعض عورتیں مشغولی یعنی ذکر کی طلب ظاہر کرتی ہیں۔ اگر محرمات ہیں تو کوئی منع نہیں۔ ورنہ پردہ میں بیٹھ کر طریقہ اخذ کریں۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ اہل حدیث نے ہر مہینہ میں ایام منتہی مقرر کئے ہیں اور اس بارہ میں حدیث نقل کرتے ہیں فرمائیں کہ کس طرح کرنا چاہئے۔

جاننا چاہئے کہ فقیر کے والد قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ عبد اللہ و شیخ رحمت اللہ جو اکابر محدثین سے تھے اور حرمین میں شیخین کے لقب سے مشہور تھے۔ کسی تقریب پر ہندوستان میں تشریف لائے تھے وہ فرماتے تھے کہ اس حدیث کو کرمانی شارح صحیح بخاری نے نقل کیا ہے لیکن ضعیف ہے صحیح حدیث اس بارہ میں اَلْاَيَّامُ اَيَّامُ اللّٰهِ وَالْعِبَادُ عِبَادُ اللّٰهِ (دن اللہ کے دن ہیں اور بندے بھی اللہ کے بندہ ہیں) ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ دنوں کی نحوست رحمت عالمیان علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے دور ہو گئی ہے ایامِ نُحَسَاتٍ یعنی منحوس دن گذشتہ امتوں کی نسبت تھے اور فقیر کا عمل بھی اسی پر ہے اور کسی دن کو دوسرے دن پر ترجیح نہیں دیتا جب تک کہ اس کی ترجیح شارع سے معلوم نہیں کرتا جیسا کہ جمعہ اور رمضان وغیرہ۔

نیز آپ نے لکھا تھا کہ وہ معارف جو بار نبوت کو برداشت کرنے سے تعلق رکھتے ہیں خواجہ محمد اشرف کے مکتوب میں نہیں ملے۔ آپ ان کو کہاں پا سکیں کیونکہ وہ مکتوب انہی دنوں میں لکھا گیا ہے اور اس کی نقل ابھی آپ کو نہیں پہنچی۔ مکتوب بہت لمبا ہے شاید ایک جزو سے زیادہ ہو گا۔ فقیر نے اس کی نقل آپ کی طرف بھیجنے کے لئے کہہ دیا ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۵۷

مجمل طور پر طریقوں کے بیان میں میر نعمان کی طرف لکھا ہے:-

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب شریف جو شیخ احمد فرملی کے ہمراہ ارسال کیا تھا، پہنچا بہت خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے وہ رسالہ جس میں طریقہ کا بیان ہے طلب فرمایا

تھا۔ ابھی اس کے مسودے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر خدا نے توفیق دی تو بیاض میں لکھ کر بھیجا جائے گا۔ فی الحال مختصر طور پر چند فقرے طریقہ کے بیان میں لکھتا ہے۔ گوش ہوش سے سُنیں۔

میرے سیادت پناہ! وہ طریقہ جو ہم نے اختیار کیا ہے اس کے سیر کی ابتدا قلب سے ہے۔ قلب سے گزر کر مراتب روح میں جو اس سے اوپر ہے سیر واقع ہوتا ہے اور روح سے گزر کر یہ معاملہ سر کے ساتھ جو اس کے اوپر ہے پڑتا ہے۔ یہی حال خفی اور اخفی میں ہے۔

ان لطائف پنجگانہ کی منزلوں کے طے کرنے اور ان میں سے ہر ایک کے متعلق جدا جدا علوم و معارف کے حاصل ہونے اور ان احوال و مواجید کے ساتھ جو ان پنجگانہ میں سے ہر ایک کے ساتھ جدا جدا مخصوص ہیں متحقق ہونے کے بعد ان پنجگانہ لطائف کے اصول میں جو عالم کبیر میں ہیں سیر واقع ہوتی ہے۔ کیونکہ جو کچھ عالم صغیر میں ہے۔ اس کا اصل عالم کبیر میں ہے عالم صغیر سے مراد انسان ہے اور عالم کبیر سے مجموعہ کائنات اور ان پنجگانہ لطائف کے اصول میں سیر کا آغاز عرش مجید سے ہے جو انسان کے قلب کا اصل ہے اور اس کے اوپر روح انسانی کی اصل ہے اور اس کے اوپر انسانی سر انسان کی اصل ہے اور اصل سر کے اوپر خفی کی اصل ہے اور اصل خفی کے اوپر اخفی کی اصل ہے۔

جب عالم کبیر کے ان پنجگانہ مراتب کو مفصل طور پر طے کر کے اس کے اخیر نقطہ تک پہنچتے ہیں اس وقت دائرہ امکان تمام طے ہو کر فنا کی منزلوں میں سے اول منزل میں قدم رکھا جاتا ہے۔

بعد ازاں اگر ترّقی واقع ہو تو اسماء و صفات واجب تعالیٰ کے ظلال میں سیر واقع ہو گی اور یہ ظلال وجوب امکان کیلئے درمیان برزخ کی طرح ہیں اور عالم کبیر کے ان پنجگانہ مراتب کے اصول کی مانند ہیں اور ان ظلال میں بھی اسی ترتیب سے سیر ہو گا جس طرح ان کے فروع میں ذکر ہو چکا ہے۔ اگر اللہ جل شانہٗ کے فضل سے ان ظلال کی بہت سے منزلوں کو بھی طے کر کے ان کے اخیری نقطہ تک پہنچ جائیں تو پھر اسماء و صفات واجب تعالیٰ میں سیر شروع ہو گی اور اسماء و صفات کی تجلیات ظاہر ہونگی اور شیون و اعتبارات کا ظہور جلوہ فرمائے گا۔ اس وقت عالم امر کے پنجگانہ لطائف کا معاملہ سب کا سب طے ہو جائے گا اور ان کا حق ادا ہو چکے گا اس کے بعد اگر خدائے تعالیٰ کے فضل سے اس مقام سے بھی ترقی واقع ہو جائے تو نفس کے اطمینان سے معاملہ پڑے گا اور مقام رضا جو سلوک کے مقامات میں سے نہایت کا مقام ہے حاصل ہو جائے گا اس مقام میں شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور اسلام حقیقی سے مشرف ہوتے ہیں اور وہ کمالات جو اس مقام میں حاصل ہوتے ہیں ان کے مقابلہ میں وہ کمالات جو عالم امر سے متعلق ہیں ایسے ہیں جیسے دریائے محیط کے مقابلہ میں قطرہ۔

یہ سب کمالات جن کا ذکر ہو چکا ہے اسم ظاہر سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ کمالات جو اسم باطن سے

تعلق رکھتے ہیں وہ اور ہیں جو استتار اور تبطن (پوشیدگی اور باطن) کے مناسب ہیں۔ جب ان دونوں مبارک اسموں کے کمالات سب کے سب حاصل ہو جائیں گویا سالک کیلئے اُڑنے کے دو باز و میسر ہو جاتے ہیں۔ جن کی قوت سے عالم قدس میں پرواز کرتا اور بے اندازہ ترقیاں حاصل کرتا ہے۔ اس معاملہ کی تفصیل بعض مسوّدوں میں تحریر ہو چکی ہے میرے فرزندار شدان کے جمع کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

دوسرا یہ عرض ہے کہ اگر ہو سکے تو ایک مرتبہ ضرور اس جگہ تشریف لائیں۔ بشرطیکہ اس مقام کو خالی نہ چھوڑیں اور اس انتظام کو درہم برہم نہ کریں۔ آپ ہی اکیلے آئیں اور یاروں میں سے جس کسی کو پیش قدم جانیں اس جماعت کا پیشوا بنا کر ان حدود کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ دوسرے وقت تک فرصت دیں یا نہ دیں۔ والسلام۔

مکتوب ۲۵۸

حق تعالیٰ کی اقربیّت (اقرب و قریب ہونے) کے بیان میں شریف خاں کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا صحیفہ شریفہ جواز روئے کرم کے ان حدود کے فقرا کے نامزد فرمایا تھا۔ اس کے پہنچنے سے بہت مسرت و خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرماوے۔

میرے مخدوم! اگرچہ حق تعالیٰ کا ہمارے ساتھ ہم سے زیادہ اقرب ہونا نص قطعی سے ثابت ہے لیکن کیا کہا جائے کہ حق تعالیٰ ہماری عقلوں اور فہموں اور ہمارے علوم و ادراکات سے وراء الوراء ہے۔ حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ ماوراء ہونا قرب میں ہے نہ جانب بُعد میں۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ ہر نزدیک سے زیادہ نزدیک ہے۔ حتی کہ اس کی ذات احدیّت کو ان صفات کی نسبت کہ جن کے آثار و افعال ہم ہیں زیادہ نزدیک پاتے ہیں۔ یہ معرفت نظر عقل سے ماوراء ہے۔ کیونکہ عقل اپنے سے زیادہ نزدیک کا تصور نہیں کر سکتی۔ ایسی مثال جو اس مبحث کی تشریح و توضیح کر سکے۔ ہر چند تلاش کی گئی پر نہ ملی۔ اس معرفت کی دلیل و سند نص قطعی اور کشف صحیح ہے۔

مشائخ طریقت نے توحید و اتحاد کی نسبت بہت گفتگو کی ہے اور قرب و معیّت کی نسبت کچھ نہ کچھ بیان فرمایا ہے لیکن حق تعالیٰ کی اقربیّت کی نسبت خاموشی اختیاری کی ہے اور کوئی بیان شافی اس بارہ میں نہیں فرمایا۔

عجب معاملہ ہے کہ حق تعالیٰ کی اقربیّت (زیادہ قریب ہونا) ہماری ابعدیّت (زیادہ دور ہونا) کا سبب ہوئی ہے۔ هٰذَا اِلٰی اَنْ یَّبْلُغَ الْکِتَابُ اَجَلَهٗ یہی کافی ہے یہاں تک کہ کتاب اپنے مقررہ وقت کو پہنچے۔ فَافْهَمْ فَاِنَّ کَلَامَنَا اِشَارَاتٌ وَبَشَارَاتٌ پس سمجھ لو کیونکہ ہمارے کلام ارشات و بشارت ہوتے ہیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا اور سلام ہو (آپ پر اور ان سب پر جنہوں نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۵۹

پیغمبروں کے بھیجنے کے فائدوں اور واجب الوجود تعالیٰ کی معرفت میں عقل کا استقلال نہ ہونے اور حکم خاص کے بیان میں جو شاہق جبل اور پیغمبروں کے زمانۂ فترت کے مشرکوں اور دار حرب کے مشرکوں کے اطفال کے حق میں فرمایا ہے اور گزشتہ امتوں میں زمین ہند میں اہل ہند سے انبیاء کے مبعوث ہونے کی تحقیق اور اس کے مناسب بیان میں مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کی طرف جو علوم نقلیہ وعقلیہ کے جامع اور نسبت علیہ کے صاحب ہیں لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اور ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے۔ اگر ہم کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہ کرتا۔ بیشک ہمارے رب کے پیغمبر حق لے کر آئے ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ارسال کرنے کی نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے اور کس دل سے اس منعم کا اعتقاد کیا جائے اور وہ اعضا کہاں ہیں جو اعمال حسنہ کے ساتھ اس نعمت عظمیٰ کا بدلہ ادا کر سکیں۔ اگر ان بزرگواروں کا وجود شریف نہ ہوتا تو ہم بے سمجھوں کو صانع کے وجود اور اس کی وحدت کی طرف کون ہدایت کرتا۔

یونان کے قدیم فلسفیوں نے باوجود اعلیٰ دانا ہونے کے صانع کے وجود کی طرف ہدایت نہ پائی۔ اور کائنات کے وجود کو دھر یعنی زمانہ کی طرف منسوب کیا لیکن جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے انوار کا دن چڑھا تو متاخرین فلسفیوں نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے انوار کی برکت سے اپنے متقدمین کے مذہب کو رد کیا اور صانع جلّشانہٗ کے وجود کے قائل ہوئے اور حق تعالیٰ کی وحدت کو ثابت کیا پس ہماری عقلیں انوار نبوت کی تائید کے بغیر اس کام سے معزول ہیں اور ہمارے فہم وجود انبیاء علیہم

الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کے سوا اس معاملہ سے دور ہیں۔ پھر نہیں معلوم ہمارے اصحاب ماتریدیہ نے بعض امور مثل وجود صانع کے اثبات اور اس کی وحدت میں عقل کے استقلال سے کیا مراد رکھی ہے کہ انہوں نے شاہق جبل یعنی پہاڑ کی بلندی پر رہنے والے بت پرست کو ان دونوں یعنی وجود صانع کے اثبات اور اس کی وحدت کیلئے مکلف کیا ہے اگرچہ اس کو پیغمبر کی دعوت نہیں پہنچی اور ان دونوں میں نظر و غور کے ترک کرنے پر اس کیلئے کفر اور خلود فی النار کا حکم دیا ہے لیکن ہم بلاغ مبین اور حجت بالغہ کے بغیر جو پیغمبروں کے ارسال کرنے پر وابستہ ہے۔ کفر اور خلود فی النار کا حکم دینا مناسب نہیں سمجھتے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ عقل اللہ کی حجتوں میں سے ایک حجت ہے لیکن حجیت میں ایسی حجت بالغہ نہیں ہے جس پر ایسا سخت عذاب مترتب ہو سکے۔

سوال: اگر شاہق جبل جو بت پرست ہے دوزخ میں ہمیشہ کیلئے نہ رہے تو پھر وہ بہشت میں جاوے گا اور یہ بھی جائز نہیں کیونکہ جنت میں داخل ہونا مشرکوں پر حرام ہے۔ ان کی جگہ دوزخ ہے اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوٰهُ النَّارُ جو اللہ کے ساتھ شرک کرے اس پر جنت حرام ہے اور اس کی جگہ دوزخ ہے اور جنت دوزخ کے درمیان کوئی اور واسطہ نہیں اور اصحاب اعراف بھی چند روز کے بعد بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔ پس یا جنت میں داخل ہو گا یا دوزخ میں۔

یہ سوال واقعی بہت مشکل ہے۔ اس فرزند ارشد کو معلوم ہے کہ مدت تک اس فقیر پر اس سوال کا تکرار کرتا رہا لیکن جواب شافی کچھ نہ پایا اور جو کچھ فتوحات مکیہ والے نے اس سوال کے حل میں کہا ہے اور قیامت کے دن ان لوگوں کی دعوت کیلئے پیغمبرؑ کا مبعوث ہونا ثابت کیا ہے اور اس دعوت کے رد و انکار کے بموجب ان کیلئے بہشت و دوزخ کا حکم کیا ہے۔ اس فقیر کے نزدیک پسند و بہتر نہیں ہے۔ کیونکہ دارِ آخرت دارِ جزا ہے نہ دار تکلیف تا کسی پیغمبر کے بھیجنے کی ضرورت ہو۔ بہت مدت کے بعد خداوند تعالیٰ کی عنایت نے رہنمائی کی اور اس معما کو حل کر دیا اور منکشف فرمایا کہ یہ لوگ نہ بہشت میں ہمیشہ رہیں گے نہ دوزخ میں بلکہ آخرت کے بعث و احیا کے بعد ان کو مقام حساب میں کھڑا رکھ کر گناہوں کے اندازہ کے موافق ان کو عتاب و عذاب دینگے اور حقوق پورے کر کے غیر مکلف حیوانوں کی طرح ان کو بھی معدوم مطلق اور لاشے محض کر دینگے پس خلود کس کیلئے اور مخلد کون ہو گا اس معرفت غریبہ کو جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں پیش کیا گیا تو سب نے اس کی تصدیق کی اور اس کو مقبول فرمایا۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ۔

فقیر پر یہ بات نہایت ناگوار گزرتی ہے کہ حق تعالیٰ باوجود اپنی کمال رافت و رحمت کے بغیر اس

بات کے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے ابلاغ مبین فرمائے صرف عقل کے اعتبار پر جس میں غلطی اور خطا کی بہت مجال ہے اپنے بندے کو ہمیشہ کیلئے دوزخ میں ڈالے اور ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار کرے۔ جس طرح کہ باوجود شرک کے اس کیلئے جنت میں ہمیشہ رہنے کا حکم کرنا ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ جنت و دوزخ کے درمیان واسطہ کے قائل نہ ہونے کے باعث اشعری کے مذہب سے لازم آتا ہے۔ پس حق یہی ہے جو مجھے الہام ہوا کہ قیامت کے دن محاسبہ کے بعد وہ معدوم کیا جاوے گا اور فقیر کے نزدیک واجرب کے مشرکین کے اطفال کے بارہ میں بھی یہی حکم ہے کیونکہ بہشت میں داخل ہونا ایمان پر وابستہ ہے خواہ ایمان وصالت کے طور پر ہو یا تبعیّت کے طور پر اگر تبعیّت دار اسلام میں ہوتی ہے جیسا کہ اہل ذمہ کے لڑکوں کیلئے لیکن ان کے حق میں ایمان مطلق طور پر مفقود ہے۔ پس بہشت میں ان کا داخل ہونا متصور نہیں ہوتا اور دوزخ میں داخل ہونا اور اس میں ہمیشہ رہنا تکلیف کے ثابت ہونے کے بعد مشرک پر منحصر ہے اور یہ بھی ان کے حق میں مفقود ہے پس ان کا حکم حیوانوں کا سا حکم ہے کہ بعث و نشور کے بعد حساب کیلئے کھڑا کریں گے اور ان سے حقوق پورا کر کے ان کو معدوم و نیست و نابود کر دیں گے اور ان مشرکوں کے حق میں بھی جو پیغمبروں کی فترت کے زمانہ (دو پیغمبروں کا درمیانی زمانہ) میں ہوئے ہیں اور جن کو کسی پیغمبر کی دعوت نصیب نہیں ہوئی یہی حکم ہے۔

اے فرزند! یہ فقیر جس قدر ملاحظہ کرتا ہے اور نظر کو وسیع کرتا ہے کوئی ایسی جگہ نہیں پاتا جہاں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت نہ پہنچی ہو بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ آفتاب کی طرح سب جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا سب جگہ نور پہنچا ہے۔ حتیٰ کہ یاجوج ماجوج میں بھی جن کو دیوار حائل ہے پہنچا ہوا ہے اور گزشتہ امتوں میں ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی جگہ بہت کم ہے جہاں پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔ حتیٰ کہ زمین ہند میں بھی جو اس معاملہ سے دور دکھائی دیتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہند سے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں اور صانع جلّشانہٗ کی طرف دعوت فرمائی ہے اور ہندوستان کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے انوار شرک کے اندھیروں میں مشعلوں کی طرح روشن ہیں، اگر ان شہروں کو معین کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کوئی ایسا پیغمبر ہے جس کی کسی نے تابعداری نہیں کی اور کسی نے اس کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور کوئی ایسا پیغمبر ہے کہ صرف ایک ہی آدمی اس پر ایمان لایا ہے اور کسی پیغمبر کے تابع صرف دو شخص ہوئے ہیں اور بعض کے ساتھ تین آدمی ایمان لائے ہیں۔ تین آدمیوں میں سے زیادہ نظر نہیں آتے، جو ہند میں کسی پیغمبر پر ایمان لائے ہوں تاکہ چار آدمی ایک پیغمبر کی امت ہوں اور جو کچھ ہند کے رئیس کفار نے واجب تعالیٰ کے وجود اور اس کی صفات اور اس کے تنزیہ و تقدیس کی نسبت لکھا ہے، سب انوار نبوت سے مقتبس ہے

کیونکہ گزشتہ امتوں میں سے ہر ایک کے زمانہ میں ایک نہ ایک پیغمبر ضرور گزرا ہے جس نے واجب تعالیٰ کے وجود اور اس کے ثبوت اور اس کے تنزیہ و تقدیس کی نسبت خبر کی ہے اگر ان بزرگواروں کا وجود شریف نہ ہوتا ان بد بختوں کی لنگڑی اور اندھی عقل جو کفر و معاصی کے ظلمات سے آلودہ ہے، اس دولت کی طرف کس طرح ہدایت پاتی۔ ان بد بختوں کی ناقص عقلیں اپنی حدذات میں اپنی الوہیت کا حکم دیتی ہے اور اپنے سوا کوئی اور خدا ثابت نہیں کرتیں جس طرح کہ فرعون مصر نے کہا کہ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرِىْ میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا اور یہ بھی کہا کہ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِىْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ اگر تو میرے سوا کوئی اور خدا بنائے گا تو میں تجھے قید کردوں گا اور جب انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے آگاہ کرنے سے انہوں نے معلوم کیا کہ عالم کیلئے ایک صانع واجب الوجود ہے تو ان کم بختوں میں سے بعض نے اپنے دعویٰ کی برائی پر اطلاع پاکر تقلید و تستر کے طور پر صانع کو ثابت کیا اور اس کو اپنے آپ میں حلول کیا ہوا اور سرایت کیا ہوا سمجھا ہے اور اس حیلہ سے لوگوں کو اپنی پرستش کی طرف بلایا ہے۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ الظَّالِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے جو ظالم کہتے ہیں بہت بڑا ہے۔

اس جگہ کوئی بیوقوف یہ سوال نہ کرے کہ اگر زمین ہند میں پیغمبر مبعوث ہوتے تو ان کے مبعوث ہونے کی خبر ضرور ہم تک پہنچتی بلکہ وہ خبر بکثرت دعوتوں کی جہت سے تواتر کے طور پر منقول ہوتی۔ جب ایسا نہیں ہے تو ویسا بھی نہیں ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ان مبعوث پیغمبروں کی دعوت عام نہ تھی بلکہ کسی کی دعوت ایک قوم سے اور بعض کی ایک گاؤں سے یا شہر سے مخصوص تھی اور ہو سکتا ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے کسی قوم یا گاؤں میں کسی شخص کو اس دولت سے مشرف فرمایا ہو اور اس شخص نے اس قوم یا اس گاؤں کے لوگوں کو صانع جلّشانہٗ کی معرفت کی طرف دعوت کی ہو اور حق تعالیٰ کے سوا اوروں کی عبادت سے منع کیا ہو اور اس قوم یا گاؤں والوں نے اس کا انکار کیا ہو اور اس کو ذلیل و جاہل سمجھا ہو اور جب انکار و تکذیب حد سے بڑھ گیا ہو تو حق تعالیٰ کی مدد نے آکر ان کو ہلاک کر دیا ہو۔

اسی طرح کچھ مدت کے بعد ایک اور پیغمبر کسی قوم یا گاؤں کی طرف مبعوث ہوا ہو اور اس پیغمبر نے بھی ان لوگوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا ہو جو پہلے پیغمبر نے کیا تھا اور اس پیغمبر کے ساتھ وہی معاملہ کیا ہو جو ان کے پہلوں نے کیا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس اسی طرح ہوتا رہا۔

زمین ہند میں گاؤں اور شہروں کی ہلاکت کے آثار بہت پائے جاتے ہیں یہ لوگ اگرچہ ہلاک ہو گئے لیکن وہ دعوت کا کلمہ ان کے ہمسروں کے درمیان باقی رہا۔ وَ جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِىْ

عَقِبِہ لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ اور اس کلمہ کو اس واسطے پیچھے باقی رکھا کہ شاید وہ رجوع کر آئیں۔

ان معبوث پیغمبروں کی دعوت کی خبر ہم تک تب پہنچی جب کہ بہت سے لوگ ان کے تابع ہوتے اور بڑی بھاری قوم بہم پہنچاتے۔ جب ایک آدمی آیا اور چند روز دعوت کر کے چلا گیا اور کسی نے اس کو قبول نہ کیا پھر دوسرا آیا اور اس نے بھی یہی کام کیا اور ایک آدمی اس کے ساتھ ایمان لایا اور تیسرے کے ساتھ دو یا تین آدمی ایمان لائے تو پھر خبر کس طرح پھیلتی اور عام ہوتی اور کفار سب کے سب انکار کے درپے تھے اور اپنے باپ دادا کے دین کے مخالفوں کو رڈ کرتے تھے تو پھر نقل کون کرتا اور کس کی طرف نقل کرتا۔

دوسرا یہ کہ نبوت و رسالت و پیغمبر کے الفاظ ان پیغمبروں اور ہمارے پیغمبر علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے متحد ہونے کے باعث عربی اور فارسی لغت کے تھے اور یہ الفاظ ہندی لغت میں نہ تھے۔ تاکہ ہند کے مبعوثہ انبیاء کو نبی یا رسول یا پیغمبر کہتے اور ان ناموں سے ان کو یاد کرتے۔

اور نیز اس سوال کے جواب میں ہم معارضہ کے طور پر کہتے ہیں کہ اگر ہند میں انبیاء مبعوث نہ ہوئے ہوں اور ان کی زبان میں ان کو دعوت بھی نہ کی ہو تو پھر ان کا حکم بھی شاہق جبل کا حکم ہو گا کہ باوجود سرکشی اور دعویٰ الوہیت کے دوزخ میں نہ جائیں اور ہمیشہ کے عذاب میں نہ رہیں۔ اس بات کو بھی نہ تو عقل سلیم پسند کرتی ہے اور نہ ہی کشف صحیح اس کی شہادت دیتا ہے کیونکہ ہم ان میں سے بعض سرکش مردودوں کو دوزخ کے وسط میں دیکھتے ہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ وَالسَّلَامُ

مکتوب ۲۶۰

اس طریق کے بیان میں جس سے آپ کی ذات کو ممتاز کیا ہے اور جس میں ولایت سہ گانہ یعنی ولایت صغریٰ جو اولیاء کی ولایت ہے اور ولایت کبریٰ جو پیغمبروں کی ولایت ہے اور ولایت علیا کا جو ملاء اعلیٰ کی ولایت ہے، بیان مندرج ہے اور جس میں ہر قسم کی ولایت پر نبوت کے افضل ہونے کا بیان ہے اور لطائف عشرہ انسانی کے بیان میں کہ ان میں سے پنج عالم امر سے ہیں اور دوسرے پنج عالم خلق سے جو نفس اور عناصر اربعہ ہیں۔ بمع ان کمالات کے جو ان لطائف میں سے ہر ایک کے ساتھ مخصوص ہیں اور عالم امر پر عالم خلق کے افضل ہونے کے بیان میں بمع ان کمالات کے جو عنصر خاک سے مخصوص ہیں اور ان عجیب و غریب علوم و معارف کے بیان میں جو ہر مقام کے مناسب ہیں۔ حقائق آگاہ معارف دستگاہ فیض الٰہی کے مظہر اور رحمت نامتناہی کے منبع مخدوم زادہ میاں شیخ محمد صادق

سلمہ اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الطَّاهِرِيْنَ اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور حضرت سید المرسلین اور ان کی آل و اصحاب پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

اے فرزند! خدا تجھے سعادت مند کرے۔ جاننا چاہئے کہ عالم امر کے پنجگانہ لطائف یعنی قلب و روح و سر و خفی و اخفیٰ جو انسانی عالم صغیر کے اجزا ہیں ان کے اصل عالم کبیر میں ہیں جس طرح کہ عناصر اربعہ جو انسان کے اجزا ہیں اپنی اصل عالم کبیر میں رکھتے ہیں اور ان پنجگانہ لطائف کے اصلوں کا ظہور عرش کے اوپر ہے جو لامکانیت سے موصوف ہے یہی وجہ ہے کہ عالم امر کو لامکانی کہتے ہیں۔ دائرہ امکان یعنی خلق و امر اور صغیر و کبیر ان اصول کی نہایت تک تمام ہو جاتا ہے اور عدم کا وجود سے ملنا جو امکان کا منشا ہے اس مقام میں منتہی ہو جاتا ہے جب سالک رشید محمدی الشرب پنجگانہ کو ترتیب وار طے کر کے ان کے اصول میں جو عالم کبیر میں ہیں سیر فرماتا ہے اور بلند فطرتی بلکہ محض فضل ایزدی سے ان سب کو ترتیب و تفصیل کے ساتھ طے کر کے ان کے اخیر نقطہ تک پہنچتا ہے تو اس وقت دائرہ امکان کو سیر الی اللہ کے ساتھ تمام کر لیتا ہے اور فنا کے اسم کا اطلاق اپنے اُوپر حاصل کر کے ولایت صغریٰ میں جو اولیا کی ولایت ہے سیر شروع کرتا ہے اور اس کے بعد اگر اسمائے وجوبی تعالت و تقدست کے ظلال میں جو حقیقت میں ان پنجگانہ عالم کبیر کے اصول ہیں اور جن میں علوم کی کچھ آمیزش نہیں ہے سیر واقع ہو جائے اور ان سب کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سیر فی اللہ کے طریق سے طے کر کے ان کی نہایت تک پہنچ جائے تو اسمائے وجوبی کے ظلال کا دائرہ سب کا سب تمام ہو جاتا ہے اور اسماء و صفات واجبی جل شانہٗ کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے ولایت صغریٰ کے عروج کی نہایت یہی تک ہے۔ اس مقام میں حقیقت فنا کا آغاز متحقق ہوتا ہے اور ولایت کبریٰ کی ابتدا میں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے قدم رکھا جاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ یہ دائرہ ظل انبیاء کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا تمام مخلوقات کے مبادی تعینات کو متضمن ہے اور ہر ایک اسم کا ظل ہر ایک شخص کا مبدء و تعین ہے۔ حتی کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا جو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں میں سے اشرف ہیں مبدء تعین اس دائرہ کے اوپر کا نقطہ ہے۔

اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ جب سالک اس اسم تک جو اس کا مبدء تعین ہے پہنچ جاتا ہے تو اس وقت سیر الی اللہ کو تمام کر لیتا ہے اس اسم سے مراد اسم الٰہی جل شانہٗ کا ظل اور اسم کی جزئیات میں سے

ایک جزئی ہے نہ کہ اس اسم کا اصل اور یہ دائرہ ظل حقیقت میں مرتبہ اسماو صفات کی تفصیل ہے۔
مثلاً علم ایک حقیقی صفت ہے جس کی بہت سی جزئیات ہیں۔اور ان جزئیات کی تفصیل اس صفت کے ظلال ہیں جو اجمال کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور اس صفت کی ہر ایک جزئی انبیائے کرام وملائکہ عظام کے سوا باقی اشخاص میں سے ہر ایک شخص کی حقیقت ہے اور انبیاء و ملائکہ کے مبادی تعینات ان ظلال کے اصول یعنی ان مفصلہ جزئیات کی کلّیات ہیں۔
مثلاً صفت العلم اور صفت القدرت اور صفت الارادت وغیرہ وغیرہ اور بہت سے اشخاص ایک صفت میں جو مبدء تعین ہے مختلف اعتباروں کے لحاظ سے باہم شرکت رکھتے ہیں۔
مثلاً حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبدء وتعیّن شان العلم ہے اور یہی صفت العلم ایک اعتبار سے حضرت ابراہیم علیٰ نبیناؤ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدء وتعیّن اور نیز یہی صفت ایک اعتبار سے حضرت نوح علی نبیناو علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدء وتعین ہ اور ان اعتبارات کا تعین ہے خواجہ محمد اشرف کے مکتوب میں ذکر ہو چکا ہے۔
اور یہ جو بعض مشائخ نے کہا ہے کہ حقیقت محمدی ﷺ تعیّن اوّل ہے جو حضرت اجمال ہے اور وحدت کے نام سے موسوم ہے ان کی مراد جو کچھ اس فقیر پر ظاہر ہوئی ہے یہ ہے کہ اس سے ان کی مراد اسی دائرہ ظل کا مرکز ہے اس دائرہ ظل کو تعیّن اول سمجھتے ہیں اور اس کے مرکز کو اجمال جان کر اس کا نام وحدت رکھا ہے اور اس مرکز کی تفصیل کو جو اس دائرہ کا محیط ہے واحدیت گمان کیا ہے اور دائرہ ظل کے مقام فوق کو جو اسماء صفات کا دائرہ ہے۔ذات بیچون جو تعیّن سے مبرا ہے تصور کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس دائرہ ظل کا مرکز دائرہ فوق کے جو اس کا اصل ہے اور اسماء و صفات اور شیون واعتبارات کے دائرہ سے مذموم ہے۔مرکز کا ظل ہے حقیقت میں حقیقت محمدی اس دائرہ اصل کا مرکز ہے جو اسماء و شیونات کا اجمال ہے اور اس دائرہ میں ان اسماء و صفات کی تفصیل واحدیت کا مرتبہ ہے اور ظلال اسماء کے مرتبہ میں وحدت اور واحدیت کا اطلاق کرنا ظل کو اصل کے مشابہ سمجھنے پر مبنی ہے اور سیر فی اللہ کا اطلاق بھی اس مقام میں اسی قسم سے ہے۔حالانکہ وہ سیر در حقیقت سیر الی اللہ میں داخل ہے اس کے بعد اگر دائرہ اسماء و صفات میں جو اس دائرہ ظل کا اصل ہے سیر فی اللہ کے طریق پر عروج واقع ہو جائے تو ولایت کبرای کے کمالات کا آغاز شروع ہو جائے گا اور یہ ولایت کبرای اصلی طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور ان کی تابعداری کے باعث ان کے اصحاب کرام کو بھی یہ دولت حاصل ہوئی ہے اس دائرہ کا نچلا نصف حصہ اسماء و صفات زائدہ کو متضمن ہے اور اوپر کا نصف حصہ شیون واعتبارات ذاتیہ پر مشتمل ہے۔

عالم امر کے پنجگانہ لطائف و مراتب کا عروج اس دائرہ اسماؤ شیونات کے نہایت تک ہے اس کے بعد اگر محض فضل خداوندی جل شانہٗ سے صفات و شیونات کے مقام سے زیادہ تر واقع ہو۔ توان کے اصول کے دائرہ میں سیر واقع ہوگا اور اس دائرہ اصول کے آگے ان اصول کے اصول کا دائرہ ہے اور اس دائرہ کے طے کرنے کے بعد دائرہ فوق کی ایک قوس ظاہر ہوگی۔ اس کو بھی قطع کرنا پڑتا ہے چونکہ دائرہ فوق سے ایک قوس کے سوا اور کچھ ظاہر نہ ہوا۔ اس لئے اسی قوس پر بس کی گئی۔ شاید یہاں کوئی سر ہوگا جس پر اطلاع نہیں بخشی اور اسماء و صفات کے یہ اصول سہ گانہ جو مذکور ہوئے جو حضرت ذات تعالیٰ و تقدس میں محض اعتبار ہی اعتبار ہیں جو صفات و شیونات کے مبادی ہیں ان اصول سہ گانہ کے کمالات کا حاصل ہونا نفس مطمئنہ کے ساتھ مخصوص ہے اس کو اس مقام میں اطمینان حاصل ہو جاتا ہے اور اسی مقام میں شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور سالک اسلام حقیقی سے مشرف ہوتا ہے۔

یہ وہی مقام ہے جہاں نفس مطمئنہ تخت صدر پر جلوس فرماتا ہے اور مقام رضا اور تضا پر ترقی کرتا ہے ولایت کبرا ی یعنی ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی انتہا یہی مقام ہے۔

جب سیر یہاں تک ہو چکی تو وہم و خیال آیا کہ اب کام سب ختم ہو چکا۔ اتنے میں آواز آئی کہ یہ سب کچھ ابھی اسم ظاہر کی تفصیل تھی اور ابھی پرواز کے لئے ایک ہی بازو میسر ہوا ہے اور اسم باطن جو عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کیلئے دوسرا بازو ہے ابھی درپیش ہے جب تو اس کو بھی مفصل طور پر سرانجام کرے گا۔ تو پرواز کے لئے دونوں بازو تجھے حاصل ہوں گے۔ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اسم باطن کی سیر بھی سرانجام پا چکا۔ دونوں بازو میسر ہو گئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت بخشی اگر وہ ہم کو ہدایت بخشتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے ہیں۔

اے فرزند! اسم باطن کے سیر کی نسبت کیا لکھا جائے۔ اس سیر کا حال استتار و تبطن (درپردہ رہنے) کے مناسب ہے۔ البتہ۔ اس قدر بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسم ظاہر کی سیر صفات میں ہے بغیر اس بات کے کہ ان کے ضمن میں ذات ملحوظ ہو اور اسم باطن کی سیر بھی اگرچہ اسماء میں ہے لیکن ان کے ضمن میں ذات ملحوظ ہے اور یہ اسماء ڈھالوں کی طرح ہیں جو حضرت کے روپوش ہیں۔

مثلاً صفت علم میں ہر گز ذات ملحوظ نہیں ہے لیکن اس کے اسم علیم میں پردہ صفت کے پیچھے ذات ملحوظ ہے۔ کیونکہ علیم ایک ذات ہے جس کی صفت علم ہے۔ پس علم کی سیر اسم ظاہر کی سیر ہے اور علیم کی سیر اسم باطن کی سیر۔ باقی تمام صفات و اسماء کا حل اسی قیاس پر ہے۔

یہ اسماء جو اسم باطن سے تعلق رکھتے ہیں ملائکہ ملائے اعلیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کے مبادی ہیں اور ان اسماء میں سیر کا آغاز ولایت علیا میں جو ملائے اعلیٰ کی ولایت ہے قدم رکھتا ہے۔

اب علم و علیم اور اسم ظاہر و اسم باطن کے درمیان فرق بیان کیا جاتا ہے تاکہ تو اس فرق کو تھوڑا نہ خیال کرے اور نہ کہے کہ علم سے علیم تک تھوڑا رستہ ہے نہیں بلکہ وہ فرق جو مرکز خاک اور محدّب عرش کے درمیان ہے۔ اس فرق کی نسبت ایسا ہے جیسا دریائے محیط کی نسبت قطرہ کہنے کو نزدیک ہے پر حاصل ہونے میں دور ہے اور مقامات کا ذکر جو مجمل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ وہ بھی اس قسم سے ہے۔

مثلاً کہا گیا ہے کہ پنجگانہ عالم امر کو طے کر کے ان کے اصول کی سیر کرے تاکہ دائرہ امکان تمام ہو جائے۔ اس تھوڑی سی عبارت میں سیر الی اللہ کا پورا ذکر آچکا ہے۔ لیکن اس سیر کے حاصل ہونے میں پنجاہ (۵۰) ہزار سال کی راہ کا اندازہ کیا گیا ہے۔

آیت کریمہ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (فرشتے اور روح چڑھتے ہیں اس دن میں جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کا ہے) اسی مطلب کی رمز کو بیان کرتی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ حق تعالیٰ کے جذبہ عنایت کے آگے کچھ دور نہیں ہے کہ اس قدر مدت دراز کے کام کو ایک لحظہ میں میسر کردے۔ ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ ع کریموں پر نہیں ہیں کام مشکل

اور اسی طرح ہے جو کہا گیا ہے کہ دائرہ اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کو طے کر کے ان کے اصول میں سیر کرے۔ تمام اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کا طے کرنا کہنے میں آسان ہے۔ لیکن طے کرنے میں مشکل ہے اس طے کی نسبت مشائخ نے فرمایا ہے کہ مَنَازِلُ الْوُصُوْلِ لَا تَنْقَطِعُ اَبَدَ الْاٰبِدِيْنَ وصول کی منزلیں کبھی ختم نہیں ہوتیں اور ان مراتب کے تمامی سیر سے منع کیا ہے

حسنش غایتے دارد نہ سعدی سخت پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

ترجمہ نہ اس کے حُسن کی غایت نہ سعدی کے سخن کی حد مرے تشنہ ہی مستسقی بھی اور دریا بھی ویسا ہے

توبہ گمان نہ کرے کہ مراتب کا منقطع نہ ہونا تجلّیات ذاتیہ کے اعتبار سے کہا ہو۔ نہ کہ تجلیات مفاتیہ کے اعتبار سے اور حسن سے مراد حُسن ذاتی ہو نہ کہ حسن صفاتی کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ وہ تجلّیات ذاتیہ شیون و اعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر نہیں ہیں اور وہ حسن ذاتی صفات جمالیہ کے روپوش کے بغیر نہیں ہے۔ کیونکہ اس مقام میں ان روپوشوں کے بغیر گفتگو کی مجال نہیں ہے۔ مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ كُلَّ لِسَانُهٗ جس نے

اللہ کو پہچانا اس کی زبان گنگ ہو گئی اور تجلی ایک قسم کی ظلیت چاہتی ہے اس لئے اس مقام میں شیون کے ملاحظہ سے چارہ نہیں پس یہ منازل وصول اور مراتب حسن دائرہ اسماء و شیونات میں داخل ہیں جن کا منقطع ہونا ان کے نزدیک مشکل ہے لیکن وہ امر جو اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے وہ تجلیات و ظہورات کے ماوراء ہے خواہ وہ تجلیات ذاتی ہوں خواہ صفاتی اور حسن و جمال کے ماوراء ہے خواہ وہ حسن ذاتی ہو خواہ صفاتی۔

غرض مطالب بلند اور مقاصد ارجمند کے موتیوں کو مختصر طور پر چھوٹی چھوٹی عبارتوں کی لڑی میں پرو دیا ہے اور بے نہایت دریاؤں کو چند کوزوں میں بند کر دیا ہے۔ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقَاصِرِيْنَ پس کوتاہ ہمت نہ ہو۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسم ظاہر اور اسم باطن کے دونوں پروں کے حاصل ہونے کے بعد جب پرواز میسر ہوا اور عروج واقع ہوئی۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ترقیات اصالت کے طور پر عنصر ناری اور عنصر ہوائی اور عنصر آبی کے نصیب ہیں۔ بلکہ ملائکہ کرام کو بھی ان عناصر سہ گانہ سے نصیب حاصل ہے۔ جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ بعض ملائکہ آگ اور برف سے مخلوق ہیں اور ان کی تسبیح سُبْحَانَ الَّذِیْ جَمَعَ بَیْنَ النَّارِ وَالثَّلْجِ (پاک ہے وہ ذات جس نے آگ اور برف کو جمع کر دیا۔

اس سیر کی اثنا میں حالت واقع میں ظاہر ہوا کہ میں ایک راستہ میں جا رہا ہوں اور بہت چلنے کے باعث تھک گیا ہوں اور لاٹھی اور عصا کی خواہش رکھتا ہوں کہ شاید اس کی مدد سے چل سکوں لیکن نہیں ملتی اور ہر خس و خشاک کی طرف ہاتھ ڈالتا ہوں تاکہ رستہ پر چلنے کی طاقت حاصل ہو۔ کیونکہ راہ طے کرنے سے چارہ نہ تھا اور جب کچھ مدت اسی طرح چلتا رہا۔ ایک شہر کی فنا (گرد و نواح کا میدان) ظاہر ہوئی۔ اس فنا کی مسافت طے کرنے کے بعد اس شہر میں داخل ہوا۔ میں نے معلوم کیا کہ یہ شہر تعین اوّل سے مراد ہے جو تمام مراتب اسما اور صفات و شیون و اعتبارات کا جامع ہے اور نیز ان مراتب کے اصول اور ان کے اصول کا جامع ہے اور اعتبارات ذاتیہ کا منتہا ہے جن کے درمیان تمیز کرنا علم حصولی کے مناسب ہے اس کے بعد اگر سیر واقع ہو تو علم حضوری کے مناسب ہو گا۔

اے فرزند! آنحضرت جل سلطانہ، میں علم حصولی اور علم حضوری کا اطلاق مثال اور نظیر کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ صفات جن کا وجود ذات تعالیٰ کے وجود پر زائد ہے ان کا علم علم حصولی کے مناسب ہے اور اعتبارات ذاتیہ جن کا ذات تعالیٰ پر زیادہ ہونا ہرگز متصور نہیں ان کا علم علم حضوری کے مناسب ہے ورنہ وہاں تو سوائے اس تعلق کے جو علم کو اپنے معلوم سے ہے بغیر اس امر کے کہ معلوم کی نسبت کچھ اس میں حاصل ہو اور کچھ نہیں ہے فافہم اور یہ تعین اوّل جس سے وہ شہر جامع مراد ہے انبیاء کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تمام ولایات کا جامع اور ولایت علیہ کا منتہا ہے جو اصلی طور پر ملائے اعلیٰ

کے ساتھ مخصوص ہے اس مقام میں ملاحظہ کیا گیا کہ آیا یہ تعین اول حقیقت محمدی ہے یا نہیں تو معلوم ہوا کہ حقیقت محمدی وہی ہے جو اوپر ذکر ہو چکی ہے اور اس کو تعین اول اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ وہ اسماء و صفات وشیون واعتبارات کی جامعیّت کے اعتبار سے اس تعیّن اوّل کے ظل کا مرکز ہے اور وہ سیر جو اس شہر کے اوپر واقع ہو، وہ کمالات نبوت کا شروع ہے ان کمالات کا حاصل ہونا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ کمالات مقام نبوت سے ناشی اور پیدا ہوئے ہیں اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے کامل تابعداروں کو بھی ان کی تابعداری کے سبب ان کمالات سے کچھ حصہ مل جاتا ہے اور لطائف انسانی کے درمیان عنصر خاک کو اصالت کے طور پر ان کمالات کا بہت سا حصہ حاصل ہے باقی تمام اجزائے انسانی خواہ وہ عالم امر سے ہوں خواہ عالم خلق سے سب اس مقام میں اسی عنصر پاک کے تابع ہیں اور اسی کی طفیل اس دولت سے مشرف ہیں اور چونکہ یہ عنصر بشر کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہو گئے کیونکہ جو کچھ اس عنصر کو حاصل ہوا ہے اور کسی کو وہ میسر نہیں ہوا اور دُنُوّ کے بعد تَدَلّٰی کی حقیقت اسی مقام سے ظاہر ہوتی ہے اور قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی کا سر اسی جگہ منکشف ہوتا ہے اور اس سیر میں معلوم ہوتا ہے کہ تمام ولایتوں یعنی صُغرٰی وکُبرٰی وعلیا کے کمالات سب مقام نبوت کے کمالات کے ظلال ہیں اور وہ کمالات ان کمالات کی حقیقت کے لئے شبح و مثال کی طرح ہیں اور روشن ہوتا ہے کہ اس سیر کے ضمن میں ایک نقطہ کا طے کرنا مقام ولایت کے تمام کمالات کے طے کرنے سے زیادہ ہے پھر قیاس کرنا چاہیے کہ ان سب کمالات کو تمام گذشتہ کمالات کے ساتھ کیا نسبت ہوگی۔ دریائے محیط کو بھی قطرہ کے ساتھ کچھ نہ کچھ نسبت ضرور ہے۔ لیکن یہاں تو یہ نسبت بھی مفقود ہے۔ ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ مقام نبوت کو مقام ولایت سے وہ نسبت ہے جو غیر متناہی کو متناہی کے ساتھ ہے۔

سبحان اللہ! اس سرّ سے جاہل کہتا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے اور دوسرا اس معاملہ سے ناواقف ہونے کے باعث اس کی توجیہ میں کہتا ہے کہ نبی کی ولایت نبوت سے افضل ہے۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ چھوٹا منہ بڑی بات۔

اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے اس سیر کو بھی انجام تک پہنچایا تو مشہود ہوا کہ اگر ایک قدم اور سفر میں زیادہ کرے تو عدم محض میں جا پڑے گا۔ کیونکہ اس کے آگے عدم محض کے سوا کچھ نہیں۔

اے فرزند! اس ماجرا سے تو یہ وہم نہ کرے کہ عنقا شکار ہو گیا اور سیمرغ جال میں پڑ گیا

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں ‎ ‎ ‎ کا ینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

ترجمہ اٹھالے جال عنقا کب کسی کے ہاتھ آتا ہے

لگاتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے

کیونکہ وہ حق سُبحانہٗ وتعالیٰ وراءالوراء ثم وراءالوراء ہے۔

ہنوز ایوان استغنا بلند است مرا فکرِ رسیدن ناپسند است

ترجمہ ابھی اونچا ہے استغنا کاایواں وہاں چڑھنے کا مت کر فکر ناداں

وہ ورائیت حُجب کے وجود کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ حجب سب کے سب مرتفع ہوگئے ہیں۔ بلکہ عظمت وکبریا کے ثبوت کے اعتبار سے ہے جو ادراک کے مانع اور وجدان کے منافی ہے۔ کیونکہ وہ حق سُبحانہٗ وجود میں اقرب ہے اور وجدان وادراک سے ابعد ہے۔ ہاں بعض کامل مرادمندوں کوانبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طفیل عظمت وکبریا کے ان پردوں میں جگہ دیتے ہیں۔ **فَعُوْمِلَ مَعَهُمْ مَا عُوْمِلَ مَعَهُمْ** اور جیسا کہ چاہیے ان کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں۔

اے فرزند! یہ معاملہ انسان کی اس ہئیت وجدانی سے مخصوص ہے جو عالم خلق اور عالم امر کے مجموعہ سے ناشی ہوئی ہے۔ باوجود اس کے اس مقام میں بھی سب کا رئیس عنصر خاک ہے اور یہ جو کہا ہے کہ **لَيْسَ وَرَاءَهٗ اِلَّا الْعَدَمُ الْمَحْضُ** اس کے آگے سوائے عدم محض کے کچھ نہیں۔ وہ اس لئے کہ وجود خارجی اور وجود علمی کے تمام ہونے کے بعد عدم کا حاصل ہونا ہے جو اس کے نقیض ہے اور حق سُبحانہٗ کی ذات اس وجود وعدم کے ماوراء ہے جس طرح عدم کو وہاں راہ نہیں وجود کی بھی گنجائش نہیں ہے کیونکہ وہ وجود جس کی نقیض عدم ہو، اس بارگاہ جلشانہٗ کے لائق نہیں ہے اور اگر عبارت کی تنگی کے باعث اس مرتبہ وجود کا اطلاق کریں تو اس سے وہ وجود مراد ہوگا۔ جس کی نقیض بننے کی عدم کو مجال نہیں ہے۔

اور یہ جو اس فقیر نے اپنے بعض مکتوبات میں لکھا ہے کہ حضرت حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کی حقیقت وجود محض ہے۔ اس معاملہ کی حقیقت کو نہ پانے کے باعث لکھا ہے اور وہ بعض معارف جو توحید وجودی وغیرہ میں لکھے ہیں وہ بھی اسی قسم سے ہیں ان کا سر بھی یہی عدم اطلاع ہے جب معاملہ کی اصل حقیقت سے فقیر کو آگاہ کیا جو کچھ ابتدا اور وسط میں لکھا اور کہا ہے اس سے نادم ہوا اور استغفار کیا **اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مِنْ جَمِيْعِ مَا كَرِهَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى** میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں اور اسکی طرف توبہ کرتا ہوں ان تمام باتوں سے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔

اس بیان سے روشن ہوا کہ کمالات نبوت مراتب صعُود میں ہیں اور نیز نبوت کے عروجات میں توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہے نہ جیسا کہ اکثر نے گمان کیا ہے کہ ولایت میں حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہے اور نبوت میں توجہ خلق کی طرف اور ولایت مراتب عروج میں ہے اور نبوت مدارج نزول میں اسی وجہ

سے بعض نے وہم کیا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے ہاں نبوت وولایت میں سے ہر ایک کے لئے عروج وہبوط ہے عروج میں دونوں کا منہ حق کی طرف ہے اور ہبوط میں دونوں کا منہ خلق کی طرف۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نبوت کے مرتبہ ہبوط میں کلی طور پر خلق کی طرف توجہ ہے اور ولایت کے مرتبہ ہبوط میں کلی طور پر خلق کی طرف منہ نہیں ہے بلکہ اس کا باطن رو بحق ہے اور اس کا ظاہر رو بخلق۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحب ولایت نے عروج کے مقامات کو تمام نہ کر کے نزول کیا ہے اسی واسطے فوق کی نگرانی ہر دم اس کی دامنگیر ہے اور خلق کی طرف کلی طور پر اس کی توجہ کی مانع ہے۔ برخلاف صاحب نبوت کے کہ اس نے مقامات عروج کو تمام کر کے ہبوط فرمایا ہے اسی واسطے وہ کلی طور پر خلق کو خالق کی طرف دعوت کرنے میں متوجہ ہے۔ فَافْهَمْ فَاِنَّ هٰذِهِ الْمَعْرِفَةَ الشَّرِيْفَةَ وَاَمْثَالُهَا مِمَّا يَتَكَلَّمُ بِهَا اَحَدٌ یہ معرفت شریفہ اور اس قسم کے اور معارف اس قسم کے ہیں کہ پہلے کسی نے بیان نہیں کئے۔

جاننا چاہئے کہ عنصر خاک جس طرح مراتب عروج میں سب سے بالاتر جاتا ہے۔ اسی طرح منازل ہبوط میں وہ عنصر سب سے زیادہ نیچے آجاتا ہے اور کیونکر نیچے نہ آئے جب کہ اس کا طبعی مکان سب سے نیچے ہے اور چونکہ سب سے زیادہ نیچے ہے اسی واسطے اس کے صاحب کی دعوت اتم ہے اور اس کا افادہ اکمل ہے۔

اے فرزند! جان لے کہ جب طریقہ نقشبندیہ میں سیر کی ابتدا قلب سے ہے جو عالم امر سے ہے تو بات کی ابتدا بھی عالم امر سے کی گئی۔ برخلاف مشائخ کرام کے باقی طریقوں کے جو شروع میں تزکیۂ نفس کرتے ہیں اور قالب یعنی وجود کو پاک فرماتے ہیں اور بعد ازاں عالم امر میں آتے ہیں اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اس میں عروج کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان بزرگواروں کی ہدایت میں مندرج ہے اور یہ طریق سب طریقوں سے اقرب ہے کیونکہ ان کے اس سیر کے ضمن میں تزکیہ و تطہیر بہت اچھی طرح حاصل ہو جاتا ہے اور مسافت کوتاہ ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ ان بزرگواروں نے عالم خلق کی سیر کو قصداً ضائع اور بیکار ہی نہیں جانا۔ بلکہ مطلب کے پانے میں مضر و مانع یقین کیا ہے کیونکہ سالکانِ طریق مشکل سے مشکل ریاضتوں اور سخت سے سخت مجاہدوں اور اور تزکیۂ کے قدم کے ساتھ عالم خلق کی صورت کے جنگلوں کو قطع کر کے جب عالم امر کی سیر شروع کرتے ہیں اور اِنْجِذَابِ قَلْبِیْ اور اِلْتِذَاذِ رُوْحِیْ میں پڑتے ہیں تو بسا اوقات ایسا ہوا کرتا ہے کہ اکثر اسی انجذاب پر قناعت کرتے اور اسی التذاذ پر کفایت کرتے ہیں اور اس عالم کے لامکان ہونے کا گمان ان کو دامنگیر ہو جاتا ہے اور اس عالم کی بیچونی کی آمیزش ان کو بیچون حقیقی سے ہٹا رکھتی ہے۔

شاید اسی مقام پر کسی سالک نے کہا ہے کہ میں تیس (۳۰) سال تک روح کو خدا سمجھ کر اس کی پرستش

کرتا رہا اور دوسرے نے کہا ہے کہ استوئی کا سر اور عرش پر تنزیہ کا ظہور معارف غامضہ سے ہے۔

اور بیان سابقہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ تنزیہ بھی دائرہ امکان میں داخل ہے۔ ہاں تنزیہ نما ہے اور حقیقت میں تشبیہ ہے۔ برخلاف اس طریقہ علیہ کے بزرگواروں کے کہ مقام جذبہ سے شروع کرتے ہیں اور اس التذاذ کی مدد سے ترقی کرتے ہیں۔ یہ انجذاب والتذاذ ان بزگواروں کے حق میں ایسا ہے، جیسا دوسروں کے حق میں ریاضتیں اور مجاہدے۔ پس جو کچھ دوسروں کے لئے وصُول کا مانع ہے وہ ان بزرگوارں کے لئے ممد و معاون ہے عالم امر کی لامکانیّت کو عین مکانیت تصور کر کے حقیقی لامکانی کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس عالم کی بیچونی کو عین چون جان کر بیچون حقیقی کی طرف ترقی کرتے ہیں اسی واسطے دوسروں کی طرح وجد و حال کے غرور پر مفتون نہیں ہوتے اور بچوں کی طرح اس راکھے جوز و مویز پر فریفتہ نہیں ہوتے اور ترہات صوفیہ پر خوش نہیں ہوتے اور شطحیات مشائخ پر فخر نہیں کرتے اور احدیت صرف کی طرف متوجہ ہیں اور اسم وصفت سے ذات مقدس کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔

جاننا چاہئے کہ یہ عروج جو پہلے ذکر ہو چکا ہے محمدی المشرب کے ساتھ مخصوص ہے جو تام الاستعداد ہے اور جو عالم امر کے جواہر خمسہ کے کمالات سے حصہ رکھتا ہے۔ خواہ عالم صغیر ہو خواہ کبیر اور ایسا ہی پنجگانہ اصول سے جو اسماوجوبی کے ظلال ہیں حظ وافر رکھتا ہے اور ایسا ہی ان ظلال کے اصول سے جو اسم وصفات کا مقام ہے، بہرہ ور ہوتا ہے۔

اور یہ جو کہا ہے کہ تام الاستعداد ہو۔ وہ اس لئے کہا ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بظاہر محمدی المشرب کو کمالات اخفی کے کمالات سے بھی جو مراتب امر کا نہایت ہے۔ حصہ حاصل ہوتا ہے لیکن معاملہ اخفی کو انجام تک نہیں پہنچاتا اور اس کے اخیری نقطہ تک منتہی نہیں ہوتا بلکہ اس کی ابتدا یا وسط میں رہ جاتا ہے اور جب اخفی میں کوتاہی کرے تو اس کے اندازہ کے موافق اسکے اصول میں بھی کوتاہی کرے گا اور کام کو انجام تک نہ پہنچائے گا۔ عالم امر کے باقی چارگانہ مراتب میں بھی یہی نسبت ہے کہ ہر مرتبہ کی استعداد کا کامل ہونا اس کے اخیری نقطہ تک پہنچنے سے وابستہ ہے ابتدا اور وسط نقص کی خبر دیتا ہے اگرچہ نہایت سے بال کے برابر کم ہو۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست　　　درون دیدہ اگر نیم موست بسیار است

ترجمہ　　فراق یار گر تھوڑا ہی ہو لیکن نہیں تھوڑا

برابر نیم مُو کے بھی بہت ہے چشم عاشق میں

اور یہ کوتاہی اصول اور اصول اصول میں سرایت کر جائے گی اور مطلب تک پہنچنے سے روک دے گی اور یہ جو جہاں ہے کہ یہ بیان محمدی المشرب کے مخصوص ہے۔ اس لئے کہا ہے کہ محمدی

المشرب کے سوا کسی ایک کا کمال درجات ولایت میں سے اول درجہ تک ہی محدود ہوتا ہے اور درجہ اوّل سے مراد مرتبہ قلب ہے اور دوسرے کا کمال درجات ولایت میں سے دوسرے درجہ یعنی مقام روح تک محدود ہوتا ہے اور تیسرے شخص کے کمال کا عروج تیسرے درجے تک ہوتا ہے جو مقام سرّ ہے اور چوتھے شخص کے کمال کا عروج چوتھے درجے تک ہوتا ہے جو مقام خفی ہے۔ درجہ اول کی مناسبت صفات افعال کی تجلی کے ساتھ ہے اور درجہ دوم کی مناسبت صفات ثبوتیہ ذاتیہ کی تجلی سے اور درجہ سوم کی مناسبت شیون واعتبارات ذاتیہ کے ساتھ اور درجہ چہارم کو صفات سلبیہ کے ساتھ جو تقدیس وتنزیہ کا مقام ہے مناسبت ہے اور درجات ولایت میں سے ہر ایک درجہ انبیائے اولوالعزم میں سے ایک نبی کے قدم کے نیچے ہے۔

ولایت کا درجہ اول حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم کے نیچے ہیں اس کا رب صفت تکوین ہے جو افعال کے صادر ہونے کا منشا ہے اور درجہ دوم حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے اور حضرت نوح علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس مقام میں مشارکت رکھتے ہیں ان کا رب صفت العلم ہے جو صفات ذاتیہ میں سے اجمع ہے اور درجہ سوم حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے۔ اس کا رب مقام شیونات سے شان الکلام ہے اور درجہ چہارم حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے اس کا رب صفات سلبیہ سے ہے جو مقام تقدیس وتنزیہ ہے نہ ثبوتیہ سے اور اکثر ملائکہ کرام اس مقام میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مشارکت رکھتے ہیں اور ان کو اس مقام میں شان عظیم حاصل ہے اور درجہ پنجم خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے اس کا رب ربّ الارباب ہے جو صفات وشیونات وتقدیسات وتنزیہات کا جامع اور ان کمالات کے دائرہ کا مرکز ہے اور مرتبہ شیونات وصفات میں اس رب جامع کی تعبیر شان العلم کے ساتھ مناسب ہے کیونکہ یہ شان عظیم الشان تمام کمالات کا جامع ہے اسی مناسبت کے سبب سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت ہوئی اور ان کا قبلہ ان کا قبلہ بنا علیہما الصلوٰۃ والسلام۔

جاننا چاہئے کہ اقدام ولایت کا ایک دوسرے سے افضل ہونا درجوں کے مقدم ومؤخر ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے تاکہ صاحب اخفیٰ دوسروں سے افضل ہو بلکہ اصل سے قریب وبعید ہونے اور درجات ظلال کی منزلوں کو زیادہ اور کم طے کرنے کے اعتبار سے ہے پس ہو سکتا ہے کہ صاحب قلب اصل سے قریب ہونے کے اعتبار سے صاحب اخفیٰ سے جس کو یہ قرب حاصل نہیں۔ افضل ہو اور کیونکر نہ ہو جب کہ نبی کی وہ ولایت جو ولایت کے درجہ اول میں ہے اس ولی کی ولایت سے قطعی طور پر

افضل ہے جو اخیری درجہ میں ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ لطائف کا مذکورہ بالا ترتیب کے ساتھ سلوک کرنا یعنی قلب سے رُوح اور رُوح سے سر ّاور سر ّسے خفی اور خفی سے اخفیٰ تک پہنچنا بھی محمدی المشرب کے ساتھ مخصوص ہے جو ترتیب وار ان پنجگانہ عالم امر کو تمام کر کے بتر تیب ان کے اصول میں سیر کرتا ہے۔ بعد ازاں اصول اصول میں اسی ترتیب کو مد نظر رکھ کر کام کو سر انجام کرتا ہے اور احدیّت کی طرف متوجہ ہونے والوں کے لیے یہ راستہ اس مذکورہ بالا ترتیب سے وصول کے لئے شاہراہ اور صراط مستقیم ہے۔ بر خلاف دوسری ولایتوں کے کہ ان میں گویا ہر درجہ سے نقب کھود کر مطلوب تک لے گئے ہیں یعنی مقام قلب سے نقب کھود کر صفات افعال تک جو اس کی اصل کا اصل ہے لے گئے ہیں۔ اور اسی طرح مقام روح سے نقب کھود کر صفات ذاتیہ تک لے گئے ہیں علیٰ ہذاالقیاس اور شک نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کے افعال و صفات اس کی ذات سے منفک نہیں ہیں اگر انفکاک ہے تو ظلال میں ہے پس اس مقام میں افعال و صفات کے واصلوں کو بھی ذات بیچون تعالیٰ و تقدس کی تجلّیات سے حصہ حاصل ہوگا جس طرح کہ صاحب اخفیٰ کو اس کام کے تمام کرنے کے بعد یہ دولت میسر ہو گی۔ اگر چہ علوّ و سفل یعنی بلندی و پستی کے اعتبار سے تفاوت باقی رہے گا اور صاحب قلب صاحب اخفیٰ کے ساتھ برابری نہ کر سکے گا۔ لیکن اس جگہ تو یہ غلطی نہ کرے کہ یہ تفاوت اولیاء کے درمیان متصور ہے۔ کیونکہ مرتبہ کمال تک دونوں کے پہنچنے کے بعد ولایت قلب والا ولایت اخفیٰ والے سے کم درجے کا ہے۔ لیکن اولیاء اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت یہ تفاوت مفقود ہے۔ کیونکہ نبی کی ولایت جو مقام قلب سے ناشی ہے۔ ولی کی ولایت سے جو مقام اخفیٰ سے ناشی ہوئی ہے افضل ہے۔ اگر چہ اس ولی نے اخفیٰ کے کمالات کو انجام تک پہنچایا ہو اور اس صاحب ولایت کا سر اس ولایت کے نبی کے زیر قدم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ بیشک ہمارے مرسل بندوں کے لئے ہمارا وعدہ ہو چکا کہ یہی فتح مند ہیں اور یہی ہمارا لشکر غالب ہے۔

ہاں یہ تفاوت انبیاء کے درمیان ایک دوسرے کے ساتھ متصور ہے اور بلندی والا پستی والے سے افضل ہے لیکن یہ تفاوت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بھی عالم امر کے دائرہ کمالات کے اخیر تک ہے بعد ازاں یہ تفاضل اس بلندی و پستی پر منحصر نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ اس مقام میں اس پستی والا اس بلندی والے سے افضل ہو جیسا کہ ہم نے اس مقام میں حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام کے درمیان اس تفاوت کو مشاہدہ کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مقام میں جسم اور شان عظیم کے ساتھ ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جسامت اور شان حاصل نہیں ہے۔

لیکن ہم نے معلوم کیا ہے کہ اس مقام میں یہ تفاوت اس بلندی و پستی کے سوا ایک اور امر کے سبب سے ہے۔ جس کو ہم انشاءاللہ تعالیٰ اللہ کی حسن توفیق اور کمال سنت اور کرم کے ساتھ اس کے بعد مفصل طور پر ابھی بیان کریں گے۔

اسی طرح یہ تفاوت حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام اور حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا باقی تمام پیغمبروں علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درمیان ان کے کمالات میں جو کعبہ ربانی کی حقیقت کے ساتھ جو تمام حقائق بشریت اور ملکیت سے برتر ہے تعلق رکھتے ہیں مشاہدہ کیا کہ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس جگہ وہ شان عظیم اور مرتبہ بلند حاصل ہے جو کسی اور کو میسر نہیں ہوا۔

اس مقام عجیب میں جو عظمت وکبریا کے پردوں کے ظہور کا مقام ہے اس مقام کے مرکز یعنی مقام اجمال کے کمالات حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہیں اور باقی سب مفصل طور پر حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مسلّم ہیں اور باقی جس قدر انبیاء اور کامل اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں سب اس جگہ ان کے طفیلی ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اجمال کی تفصیل طلب فرمائی ہے چنانچہ اپنے مسؤلہ صلوات وبرکات کو حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلوات وبرکات کے ساتھ تشبیہ دی ہے لیکن اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے کہ ہزار سال کے بعد وہ تفصیل آپ کو بھی میسر ہو گئی اور آپ کا سوال قبول ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَعَلٰی جَمِیْعِ نُعَمَائِہٖ اس پر اور تمام نعمتوں پر اللہ کا شکر ہے۔

اس مقام عالی کے کمالات تمام ولایتوں کے کمالات اور نبوت ورسالت کے کمالات سے برتر ہیں اور کیونکر برتر نہ ہوں جب کہ یہی حقیقت انبیائے کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مسجود الیہ ہے۔

اور اس فقیر نے رسالہ مبدء ومعاد میں جو یہ لکھا ہے کہ حقیقت محمدی اپنے مقام سے عروج کر کے حقیقت کعبہ کے مقام تک جو اس سے برتر ہے پہنچ کر متحد ہو جاتی ہے اور حقیقت محمدی اس جگہ حقیقت احمدی نام پاتی ہے۔ کعبہ کی وہ حقیقت اس حقیقت کے ظلال میں سے ایک ظل ہے کہ یہ فقیر اس حقیقت کے عدم ظہور کے وقت ان سب کو حقیقت سمجھتا تھا اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوتے ہیں کہ اصل کے ظاہر نہ ہونے کے وقت ظل کو اصل سمجھتا ہے اور اس کا نام حقیقت رکھتا ہے یہی باعث ہے کہ ایک مقام چند مرتبہ ظاہر ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مقام کے ظہورات اس مقام کے ظلال کے اعتبار سے ہیں۔ اصل میں اس مقام کی حقیقت وہی ہے جو مرتبہ اخیر میں ظاہر ہوئی ہے۔

اگر کہیں کہ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ مرتبہ اس کے ظہورات کا اخیری مرتبہ ہے تاکہ اس کو حقیقت سمجھا جائے۔ تو میں کہتا ہوں کہ ظہورات سابق کی ظلیت کا علم حاصل ہونا۔ اس ظہور کی آخریت پر شاہد عدل ہے۔ کیونکہ یہ علم ظہورات سابقہ کے وقت حاصل نہیں ہے۔ بلکہ ظہور کو حقیقت جانتا ہے اور کسی کو ظلال خیال نہیں کرتا اگرچہ نہیں جانتا کہ ان حقائق کا اختلاف کہاں سے پیدا ہوا ہے۔ فافہم

اے فرزند! معارف سابقہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہ کمالات جو عالم امر سے تعلق رکھتے ہیں ان کمالات کے لئے جو عالم خلق کے متعلق ہیں مقدمات اور زینوں کی طرح ہیں پہلی کمالات ظلیت سے خالی نہیں ہیں اور مقامات ولایت سے مخصوص ہیں اور دوسرے کمالات نے ظلیت کی آمیزش سے جو اس نشاد نیویہ کے ظہورات کے مناسب ہے خالی ہو کر مقامات نبوت سے کامل حصہ حاصل کیا ہے۔ پس طریقت و حقیقت جو ولایت سے وابستہ ہیں۔ دونوں شریعت کے لئے جو مقام نبوت سے ناشی ہے، بمنزلہ خادموں کے ہیں اور نبوت کے عروج کے لئے ولایت بمنزلہ زینہ کے ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ وہ سیر جو بزرگان نقشبندیہ قدس سرہم نے اختیار کیا ہے اور اس کو عالم امر سے شروع کیا ہے نہایت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ کیونکہ ادنیٰ سے (جو عالم امر ہے) اعلیٰ کی طرف (جو عالم خلق ہے) ترقی کرنی چاہئے نہ کہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف۔ لیکن کیا کیا جاوے یہ معماسب پر نہیں کھلا۔ دوسروں نے صورت پر نظر ڈال کر عالم خلق کو پست دیکھا ہے اور پستی سے شروع کر کے بلندی صوری کی طرف ترقی کی ہے اور یہ نہیں سمجھے کہ اصل معاملہ دگرگوں ہے اور پستی حقیقت میں بلندی ہے اور بلندی پستی ہے۔ ہاں نقطہ آخر جو عالم خلق ہے نقطہ اول سے کہ اصل الاصل ہے نزدیک ہوا ہے۔ یہ قرب کسی اور نقطہ کو میسر نہیں ہوا۔ ع

کہ مستحق کرامت گنہگار انند

ترجمہ ع کہ مستحق کرامت کے ہیں بدکار

یہ دید چراغ نبوت سے مقتبس ہے اور ارباب ولایت کو اس معرفت سے بہت کم حصہ حاصل ہوتا ہے۔ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نے عالم امر سے سیر شروع کی ہے اور حقیقت سے شریعت کی طرف آئے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ان کامل اولیاء کے لئے جن کی سیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سیر کے موافق ہوئی ہے۔ ابتدا میں شریعت کی صورت ہے اور وسط میں طریقت و حقیقت جو ولایت سے تعلق رکھتی ہیں اور عالم امر کے مناسب ہیں اور آخر میں شریعت کی حقیقت ہے جو نبوت کا ثمرہ ہے۔

پس ثابت ہوا کہ طریقت و حقیقت کا حاصل ہونا شریعت کی حقیقت حاصل ہونے کے لئے مقدمہ ہے پس اولیائے کامل کی بدایت اور انبیائے مرسل کی بدایت حقیقت ہے اور دونوں کی نہایت شریعت تو جس نے یہ کہا کہ اولیاء کی بدایت انبیا کی نہایت ہے اور اولیاء کی بدایت اور انبیاء کی نہایت سے شریعت مراد رکھی ہے۔ اس کے کچھ معنی نہیں ہیں۔ چونکہ وہ بیچارہ اصل حقیقت سے واقفیت نہ رکھتا تھا اس لئے اس نے سطحی کلام کہدی۔ ان معارف کو اگرچہ کسی نے نہیں کہا بلکہ اکثر نے ان کے برخلاف کہا ہے اور ادراک سے بعید معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن وہ منصف جو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بزرگی کی طرف نظر کرے اور شریعت کی عظمت اُس پر غالب ہو امید ہے کہ ان اسرار غامضہ کو قبول کرلے گا اور اس قبول کو اپنے ایمان کی زیادت کا وسیلہ بنادے گا۔

اے فرزند! سُن لے کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نے دعوت کو عالم خلق پر منحصر رکھا ہے۔ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ اسلام کی بنا پانچ ہیں اور چونکہ قلب کو عالم خلق سے زیادہ مناسبت تھی۔ اسی لئے اس کی تصدیق کی بھی دعوت فرمائی اور قلب کے ماسوائے کی نسبت کچھ نہ فرمایا۔ بلکہ اس کو مطروح فی الطریق (راستہ کے کوڑے کرکٹ) کی طرح سمجھا اور اس کو بے مطلب جانا۔ ہاں بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کے رنج اور دیدار کی دولت اور حرمان کی بدبختی سب عالم خلق سے وابستہ ہیں۔ عالم امر کے ساتھ ان کو کچھ تعلق نہیں ہے۔ دوسرا وہ علم جو فرض و واجب و سنت ہیں ان کا بجالانا قالب سے تعلق رکھتا ہے جو عالم خلق سے ہے اور اعمال نافلہ عالم امر کا نصیب ہیں۔ پس وہ قرب جو ان اعمال کے ادا کرنے کا ثمرہ ہے اعمال کے اندازہ کے موافق ہوگا۔ پس ناچار وہ قرب جو فرائض کے ادا کرنے کا ثمرہ ہے عالم خلق کا نصیب ہے اور وہ قرب جو ادائے نوافل کا ثمرہ ہے عالم امر کا نصیب ہے اور شک نہیں کہ نفل فرض کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں کاش کہ ان کے درمیان قطرہ اور دریائے محیط کی ہی نسبت ہوتی۔ بلکہ نفل کی سنت کے مقابلہ میں یہی نسبت ہے اگرچہ سنت و فرض کے درمیان بھی قطرہ اور دریا کی نسبت ہے۔ پس وہ دونوں قربوں کے درمیان تفاوت اس سے قیاس کرنا چاہئے اور عالم خلق کی زیادت عالم امر پر اس تفاوت سے سمجھ لینی چاہئے۔ اکثر لوگ چونکہ اس معنی سے بے نصیب ہیں فرائض کو خراب کرکے نوافل کی ترویج میں کوشش کرتے ہیں۔

صوفیہ کرام ذکر و فکر کو ضروری سمجھ کر فرضوں اور سنتوں کے بجالانے میں سستی کرتے ہیں اور چلہ اور ریاضتیں اختیار کرکے جمعہ و جماعت کو ترک کردیتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ایک فرض کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا ان کے ہزاروں چلوں سے بہتر ہے۔ ہاں آداب شرعیہ کو مد نظر رکھ کر ذکر و فکر میں مشغول ہونا بہت ہی بہتر اور ضروری ہے۔

اور علمائے بے سر انجام بھی نوافل کی ترویج میں سعی کرتے ہیں اور فرائض کو خراب وابتر کرتے ہیں مثلاً نماز عاشوراء کو جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحت تک نہیں پہنچی جماعت اور جمعیت تمام سے ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ جانتے ہیں کہ فقہ کی روایتیں نفلی جماعت کی کراہت پر ناطق ہیں اور فرضوں کے ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں ایسا کم ہے کہ فرض کو مستحب وقت میں ادا کریں۔ بلکہ اصل وقت سے تجاوز کر جاتے ہیں اور جماعت کی بھی چنداں قید نہیں رکھتے۔ جماعت میں ایک یا دو آدمیوں پر قناعت کرتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات تنہا ہی کفایت کرتے ہیں جب اسلام کے پیشواؤں کا یہ حال ہو۔ تو پھر عوام کا کیا حال بیان کیا جائے۔ اس عمل کی کم بختی سے اسلام میں ضعف پیدا ہو گیا ہے اور اسی فعل کی ظلمت سے بدعت وہوا ظاہر ہو گئی ہے

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم　　　　که دل آزرده شوی ورنه سخن بسیار است

ترجمہ　　غمِ دل اس لئے تھوڑا کہا ہے تجھ سے ایجاناں
　　　　کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سُن سُن کے دل تیرا

نیز نوافل کا ادا کرنا ظلّی قرب بخشتا ہے اور فرائض کا ادا کرنا قرب اصلی جس میں ظلیّت کی آمیزش نہیں ہے۔ ہاں وہ نوافل جو فرائض کی تکمیل کے لئے ادا کئے جاویں وہ بھی قرب اصل کے ممدو معاون ہیں اور فرض کے ملحقات میں سے ہیں۔ پس ناچار فرائض کا ادا کرنا عالم خلق کے مناسب ہے جو اصل کی طرف متوجہ ہے اور نوافل کا ادا کرنا عالم امر کے مناسب ہے جس کا منہ ظل کی طرف ہے فرائض اگرچہ سب کے سب اصلی قرب بخشتے ہیں۔ لیکن ان میں سے افضل واکمل نماز ہے۔

حدیث اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ (نماز مومنوں کی معراج ہے) اور اَقْرَبُ مَایَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ (بندہ کو رب کا زیادہ قرب نماز میں حاصل ہوتا ہے۔) تو نے سنا ہو گا وہ وقت خاص جو حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھا جس کی تعبیر لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ سے کی ہے۔ فقیر کے نزدیک نماز ہی میں ہوا ہے۔ نماز ہی گناہوں کا کفارہ ہے اور نماز ہی فحش اور منکر سے روکتی ہے۔ وہ نماز ہی ہے جس میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی راحت ڈھونڈتے تھے۔ جیسا کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ (اے بلال مجھے آرام دے) اور نماز ہی دین کا ستون ہے اور نماز ہی کفر اور اسلام کے درمیان فرق ہے۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور عالم امر پر عالم خلق کی زیادت کی نسبت کچھ کہتے ہیں کہ عالم امر نے اسی جگہ پورا حظ لے لیا ہے اور مشاہدہ اور معاینہ حاصل کیا ہے کل بہشت میں معاملہ عالم خلق کے ساتھ پڑے گا اور بلا کیف دیدار اسی کو میسر ہو گا۔

اور نیز مشاہدہ کا متعلق وجوب کے ظلال میں سے ایک ظل ہے اور آخرت میں واجب الوجود کا دیدار پس جس قدر مشاہدہ اور رویت اور ظلیّت اور اصلیّت کے درمیان فرق ہے اسی قدر فرق عالم امر وعالم خلق میں پہچان لے۔

اور نیز جان لے کہ مشاہدہ ولایت کا ثمرہ ہے اور رویت نبوت کا ثمرہ جو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کے باعث عام تابعداروں کو بھی میسر ہوگی۔ اس بات سے ولایت و نبوت کے درمیان بھی فرق معلوم کرلے۔

تنبیہ: جس عارف کو عالم امر کے ساتھ زیادہ مناسبت ہوگی۔ اس کا قدم کمالات ولایت میں زیادہ تر ہوگا اور جس کو عالم خلق کے ساتھ زیادہ مناسبت ہوگی۔ اس کا قدم کمالات نبوت میں بڑھ کر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ولایت میں قدم آگے رکھتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم نبوت میں زیادہ تر ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عالم امر کی نسبت بلند ہے۔ جس کے باعث وہ روحانیوں سے مل گئے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عالم خلق کی جانب غالب ہے جس کے باعث انہوں نے مشاہدہ پر کفایت نہ کر کے رویت بصر طلب فرمائی۔

کمالاتِ نبوت میں انبیاء کے اقدام کے متفاوت ہونے کا سبب جس کے بیان کرنے کا پہلے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہی ہے نہ کہ بعض لطائف کی بلندی اور بعض کی پستی جو کمالات ولایت کے تفاوت میں معتبر ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ اللہ تعالیٰ بہتری کا الہام کرنے والا ہے۔

اے فرزند! چونکہ علوم نبوت یعنی شرائع واحکام قالب کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی عالم خلق کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے۔ اس لئے بعض نے گمان کیا ہے کہ نبوت مقامات قرب تک جو ولایت سے تعلق رکھتے ہیں۔ عروج کرنے کے بعد خلق کی دعوت کے لئے نزول کرنے سے مراد ہے اور نہیں سمجھے کہ نہایت عروج اور غایت قرب اسی مقام میں ہیں اور وہ قرب جو پہلے حاصل ہوا تھا وہ اس قرب کے ظلال میں سے ایک ظل ہے جو بُعد کی صورت میں متصور ہوتا ہے اور وہ عروج جو اول میسر ہوا تھا۔ وہ اس عروج کے عکسوں میں سے ایک عکس ہے جو بظاہر نزول دکھائی دیتا ہے تو نہیں دیکھتا کہ دائرہ کا مرکز دائرہ کے محیط کی نسبت سب سے زیادہ بعید نقطہ ہے۔ حالانکہ حقیقت میں کوئی نقطہ مرکز کے سوا محیط کے زیادہ قریب نہیں ہے۔ کیونکہ محیط اس نقطہ اجمال کی تفصیل ہے اور یہ نسبت کسی اور نقطہ کو میسر نہیں۔ عوام ظاہر بین اس اقربیّت کو نہیں پاسکتے اس لئے اس نقطہ کے ابعد ہونے کا حکم کو کرتے ہیں اور اس نقطہ کے اقرب ہونے کے حکم کو جہل مرکب تصور کرتے ہیں۔

اور اس حکم کے دینے والے کو جاہل اور احمق سمجھتے ہیں۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے جو تم اس کی وصف بیان کرتے ہو۔

جاننا چاہئے کہ مطمئنہ شرح صدر حاصل ہونے کے بعد جو ولایت کبرا ی کے لوازم سے ہے اپنے مقام سے عروج فرما کر تخت صدر پر چڑھ جاتا ہے اور وہاں تمکین و سلطنت حاصل کر لیتا ہے اور ممالک قرب پر غلبہ پالیتا ہے۔ یہ تخت صدر حقیقت میں ولایت کبرا ی کے عروج کے تمام مقامات سے برتر ہے۔ اس تخت پر چڑھنے والے کی نظر ابطن بطون کی طرف نفوذ کرتی ہے اور غیب الغیب میں سرایت کر جاتی ہے ہاں جو شخص بہت اونچے مکان پر چڑھ جائے اس کی نظر بھی بہت دور تک نفوذ کر جاتی ہے اور اس مطمئنہ کی تمکین کے بعد عقل بھی اپنے مقام سے نکل کر اس سے مل جاتی ہے اور عقل معاد نام پاتی ہے اور دونوں اتفاق بلکہ اتحاد سے اپنے کام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

اے فرزند! اس مطمئنہ کے لئے اب مخالفت کی گنجائش اور سرکشی کی مجال نہیں رہی اور پورے طور پر مقصود کے حاصل کرنے کے درپے ہے۔ رضائے پروردگار کے سوا اس کا کوئی ارادہ نہیں اور حق تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کے سوا اس کا کچھ مطلب نہیں۔ سبحان اللہ! وہ امارہ جو اول بدترین خلائق تھا۔ اطمینان اور حضرت سبحان کی رضا حاصل ہونے کے بعد عالم امر کے لطائف کا رئیس ہو گیا اور اپنے ہمسروں کا سردار بن گیا۔

مخبر صادق علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا سچ فرمایا ہے خِیَارُکُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُکُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا (جو لوگ جاہلیت میں تم سے اچھے تھے وہ اسلام میں بھی تم سے اچھے ہیں جب انہوں نے دین سمجھ لیا)

اس کے بعد اگر خلاف اور سرکشی کی صورت ہے تو اس کا منشا اربع عناصر کی مختلف طبائع ہیں جو قالب کے اجزاء ہیں۔ یعنی اگر قوت غضبیہ ہے تو وہیں سے پیدا ہے اور اگر شہویہ ہے تو وہیں سے ظاہر ہے اور اگر خست و کمینہ پن ہے تو وہ بھی وہیں سے ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ تمام حیوانات جن میں نفس امارہ نہیں ہے ان کو یہ اوصاف رذیلہ پورے اور کامل طور پر حاصل ہیں پس ہو سکتا ہے کہ مراد اس جہاد اکبر سے جو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ (ہم نے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کیا) جہاد با قالب ہو نہ کہ جہاد بانفس۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کیونکہ نفس اطمینان تک پہنچ چکا ہے اور راضی و مرضی ہو گیا ہے۔ پس خلاف و سرکشی کی صورت اس سے متصور نہ ہو گی اور اجزائے قالب سے خلاف و سرکشی کی صورت سے مراد ترک اولیٰ اور امور مرخصہ کے ارتکاب اور ترک عزیمت کا ارادہ ہے نہ کہ اشیاء محرمہ کے ارتکاب اور ترک فرائض

وواجبات کاارادہ کہ یہ اس کے حق میں نصیب اعدا ہو چکا ہے۔

اے فرزند! عناصر اربعہ کے کمالات اگرچہ مطمئنہ کے کمالات سے برتر ہیں۔ جیسا کہ گزر چکا۔ لیکن مطمئنہ چونکہ مقام ولایت سے مناسبت رکھتا ہے اور عالم امر سے ملحق ہوا ہے اس لئے صاحب سکر ہے اور مقام استغراق میں ہے اور اسی سبب سے اس میں مخالفت کی مجال نہیں رہی اور عناصر کی مناسبت چونکہ مقام نبوت کے ساتھ زیادہ ہے اس لئے صحو ان میں غالب ہے اور اسی سبب سے بعض منافعوں اور فائدوں کے لئے جو ان سے متعلق ہیں مخالفت کی صورت ان میں باقی ہے۔ فافہم

جاننا چاہیے کہ منصب نبوت حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے۔ لیکن اس منصب کے کمالات سے تابعداری کے باعث آپ کے تابعداروں کو بھی کامل حصہ حاصل ہوا ہے۔ یہ کمالات طبقہ صحابہ میں زیادہ ہیں اور تابعین اور تبع تابعین میں بھی اس دولت نے کچھ کچھ اثر کیا ہوا ہے اس کے بعد یہ کمالات پوشیدہ ہو گئے ہیں اور ولایت ظلی کے کمالات جلوہ گر ہوئے ہیں لیکن امید ہے کہ ہزار سال گزرنے کے بعد یہ دولت از سر نو تازہ ہو اور غلبہ اور شیوع پیدا کرے اور کمالات اصلیہ ظاہر ہوں اور ظلیہ پوشیدہ ہو جائیں اور حضرت مہدی علیہ الرضوان ظاہر و باطن میں اسی نسبت علیہ کو رواج دیں گے۔

اے فرزند! نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کامل تابعدار تابعداری کے سبب جب کمالات نبوت کو تمام کر لیتا ہے تو پھر وہ اگر اہل مناصب سے ہے تو منصب امامت سے اس کو سرفراز کرتے ہیں اور جب ولایت کبریٰ کے کمالات کو تمام کر لیتا ہے اور اہل منصب سے ہوتا ہے تو اس کو منصب خلافت سے مشرف کرتے ہیں اور کمالات ظلی کے مقامات سے منصب امامت کے مناسب قطب ارشاد کا منصب ہے اور منصب خلافت کے مناسب قطب مدار کا منصب گویا نیچے کے یہ دونوں مقام ان اوپر کے دونوں مقاموں کا ظل ہیں۔

شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غوث یہی قطب مدار ہے ان کے نزدیک غوثیت کا علیحدہ مرتبہ نہیں ہے لیکن جو فقیر کا اعتقاد ہے وہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار نہیں ہے بلکہ قطب اس سے بعض امور میں مدد لیتا ہے اور ابدال کے مراتب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تذییل: وہ علوم و معارف جو نبوت اور اس نبوت کی ولایت کے مقام کے مناسب ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے شرائع ہیں اور چونکہ اقدام نبوت میں تفاوت ہے اس لئے انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام

کی شرائع میں بھی اس تفاوت سے موافق اختلاف پیدا ہوا ہے اور وہ معارف جو مقام اولیاء کے مناسب ہیں مشائخ کے شطحیات اور وہ علوم ہیں جو توحید واتحاد کی خبر دیتے ہیں اور احاطہ وسریان اور قرب ومعیت کا پتہ بتاتے ہیں اور مرآتیّت وظلیّت کو ظاہر کرتے ہیں اور مشہود ومشاہدہ ثابت کرتے ہیں غرض انبیاء کے معارف کتاب وسنت ہیں اور اولیاء کے معارف فصوص اور فتوحات مکیّہ۔

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

ترجمہ ع　　　مری بہار کو کرے قیاس باغ سے تو

اولیاء کی ولایت حق کے قرب کی طرف سراغ لے جاتی ہے اور انبیاء کی ولایت حق تعالیٰ کی اقربیت کا نشان بتلاتی ہے اولیاء کی ولایت شہود کی طرف دلالت کرتی ہے اور انبیاء کی ولایت اس نسبت کو ثابت کرتی ہے جس کی کیفیت مجہول ہے۔ اولیاء کی ولایت اقربیّت کو نہیں جانتی کہ کیا ہے اور جہالت کو نہیں پہچانتی کہ کیسی ہے اور انبیاء کی ولایت باوجود اقربیّت کے قُرب کو عین بُعد جانتی ہے اور شہود کو نفس غیب سمجھتی ہے۔ ع

گر بگویم شرح ایں بیحد شود

ترجمہ ع　　　شرح اس کی گر لکھوں بیحد ہے

اے فرزند! کمالات نبوت اور ولایت پر اس کی برتری اور ولایت سہ گانہ یعنی ولایت صغریٰ وولایت کبریٰ وولایت عُلیا کے درمیانی فرق اور ان میں سے ہر ایک کے مناسب علوم اور ہر ایک کے متعلق محل کا بیان طویل اس لئے کیا ہے اور بار بار لمبے چوڑے فقرے اس واسطے بیان کئے گئے ہیں۔ تاکہ کمال غرابت کے سبب لوگ ان کو فہم سے بعید نہ سمجھیں اور کسی کو ان کے انکار کی مجال نہ رہے۔ یہ علوم کشفی اور ضروری ہیں نہ کہ استدلالی اور نظری اور ان میں سے بعض مقدمات کا ذکر عوام کے فہموں کی تنبیہ اور تقریب کے لئے ہے بلکہ خواص کے ادراک کے لئے تبیین وتشریح ہے۔ یہ سب شروع سے اخیر تک اس طریقہ کا بیان ہے جس طریقہ کے ساتھ حق تعالیٰ نے اس حقیر کو ممتاز کیا ہے۔ اس کی بنیاد نسبت نقشبندیہ ہے۔ جس کی ابتدا میں دوسروں کی انتہا مندرج ہے۔ اسی بنیاد پر بہت سی عمارتیں اور کئی قسم کے محل بنائے گئے ہیں اگر یہ بنیاد نہ ہوتی، معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا۔ یعنی بخارا وسمرقند سے اس بیج کو لا کر زمین ہند میں جس کا خمیر یثرب وبطحا کی خاک سے ہے، بویا اور فضل کے پانی سے کئی سالوں تک اس کو سیراب کیا اور احسان کی تربیت سے اس کی تربیت کی جب وہ کھیتی کمال تک پہنچ گئی ان علوم ومعارف کا ثمرہ اس سے حاصل ہوا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا

بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اسکی ہدایت دی۔ اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ اس طریقہ عُلیہ کا سلوک شیخ مقتدا کی محبت کے رابطہ پر وابستہ ہے جس نے سیر مرادی سے اس راہ کو طے کیا ہو اور قوت انجذاب سے ان کمالات کے ساتھ رنگا ہوا ہو۔ اس کی نظر دِلی امراض کو شفا بخشتی ہے اور اس کی توجہ باطنی مرضوں کو دور کرتی ہے ان کمالات کا صاحب اپنے وقت کا امام اور اپنے زمانہ کا خلیفہ ہے۔ اقطاب وابدال اس کے مقامات کے ظلال میں خوش ہیں اور اوتاد ونجباء اس کے کمالات کے سمندر سے ایک قطرہ پر قناعت کئے بیٹھے ہیں۔ اس کی ہدایت وارشاد کا نور اس کے ارادہ وخواہش کے بغیر آفتاب کے نور کی طرح سب پر چمکتا ہے پس کس طرح نہ چمکے جب کہ وہ خود چاہے اگرچہ یہ خواہش اس کے اپنے اختیار میں نہ ہو۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی امر کی خواہش طلب کرتا ہے۔ لیکن وہ خواہش اس میں پیدا نہیں ہوتی اور یہ بھی لازم نہیں کہ وہ لوگ جو اس کے نور سے ہدایت پائیں اور اس کے وسیلہ سے راہ راست پر آجائیں، اس بات کو جان لیں بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنے رشد وہدایت کے اصل کو بھی کماحقہ نہیں جانتے۔ حالانکہ شیخ مقتدا کے کمالات سے متحقق ہوتے ہیں۔ جن کے سبب جہان کو ہدایت کرتے ہیں کیونکہ علم سب کو نہیں دیتے اور سیر مقامات کی تفصیل کی معرفت سب کو نہیں بخشتے ہاں وہ شیخ جس کے وجود شریف پر طریق وصول میں سے کسی خاص طریقہ کی بنا کا مدار ہے۔ بیشک صاحب علم اور سیر کی تفصیل سے آگاہ ہوتا ہے اور دوسروں کو اسی کے علم پر کفایت کر کے اس کے ذریعے سے مرتبہ کمال وتکمیل تک پہنچاتے ہیں اور فنا وبقا سے مشرف کرتے ہیں۔ ع

خاص کند بندۂ مصلحت عام را

ترجمہ ع بہر نفع عام کرتا ہے خدا بندے کو خاص

ہمارے اس طریق میں افادہ اور استفادہ وانعکاسی اور انصباغی ہے مرید محبت کے رابطہ سے جو وہ اپنے شیخ مقتدا کے ساتھ رکھتا ہے دم بدم اس کا رنگ پکڑتا جاتا ہے اور انعکاس کے طریق پر اس کے نور سے منور ہوتا جاتا ہے اس صورت میں افادہ اور استفادہ میں علم کیا درکار ہے؟

خربوزہ جو سورج کی گرمی سے دم بدم پکتا جاتا ہے اور کچھ زمانہ کے بعد پک جاتا ہے اس کے لئے کیا ضرورت ہے کہ اس کو اپنے پک جانے کا علم ہو یا سورج کو اس کے پکانے کا علم ہو ہاں اختیاری سلوک وتسلیک کے لئے جو دوسرے سلسلوں میں مربوط ہے علم کا اور ہمارے طریق میں جو اصحاب کرام علیہم السلام کا طریق ہے۔ سلوک وتسلیک کا علم کچھ درکار نہیں ہے اگرچہ شیخ مقتدا جو اس طریقہ کے بانی کی

طرح ہے کمال علم اور وفور معرفت سے متحقق ہے پس ناچار اس طریقہ علیہ میں زندے اور مردے اور بوڑھے اور جوان اور بچے اور میانہ عمر والے سب وصول کے حق میں برابر ہوں گے۔ جو صاحب دولت کی محبت کے رابطے یا توجہ سے اپنے بلند مقصودوں تک پہنچتے ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

لیکن جاننا چاہئے کہ منتہی اگرچہ صاحب علم نہیں ہوتا لیکن خوارق کے ظہور سے اس کو چارہ نہیں ہوتا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس ظہور میں اس کا اختیار نہیں ہوتا۔ بلکہ بسااوقات اس کو اس ظہور کا علم بھی نہیں ہوتا۔ لوگ اس سے خوارق ظاہر ہوتے دیکھتے ہیں لیکن اس کو ان کی اطلاع نہیں ہوتی۔

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ منتہی صاحب علم نہیں ہوتا۔ اس عدم علم سے مراد احوال کا تفصیلی علم نہ ہونا ہے نہ کہ مطلق طور پر علم کا نہ ہونا۔ اس حیثیت سے کہ اپنے احوال کچھ نہیں سمجھتا ہے۔ جیسا کہ پہلے اس کی طرف اشارہ ہو چکا اور اس کی ہدایت کا یہ نور اس کے مریدوں میں بالواسطہ یا بے واسطہ اس وقت تک جاری وساری رہتا ہے۔ جب تک کہ اس کا طریق مخصوص تغیرات اور تبدیلات کی آلودگی سے آلودہ نہ ہو جائے اور مخترعات اور مبتدعات کے ملنے سے خراب نہ ہو جائے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ بعض لوگ ان تبدیلات کو اس طریقہ کی تکمیلات خیال کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اسکی تتمیم و تکمیل ہر بے سر انجام کا کام نہیں ہے اور الحاق واختراع ہر بے سروسامان کے لائق نہیں ہے۔

ہزار نکتہ باریکتر ز مُو ایں جاست　　نہ ہر کہ سر بترا شد قلندری داند

ترجمہ　　بال سے باریک یہاں لاکھوں ہیں راز
سر منڈانے سے نہیں بنتے قلندر

سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے نور کو بدعتوں کے اندھیروں نے پوشیدہ کر دیا ہے اور ملت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی رونق کو امور مُحدثہ کی کدورتوں نے ضائع کر دیا ہے پھر اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض لوگ ان محدثات کو امور مستحسنہ جانتے ہیں اور ان بدعتوں کو حسنہ خیال کرتے ہیں اور ان حسنات سے دین کی تکمیل اور ملت کی تتمیم ڈھونڈتے ہیں اور ان امور کے بجالانے میں ترغیبیں دیتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ دین تو ان محدثات سے پہلے ہی کامل اور نعمت تمام ہو چکا ہے اور حق تعالیٰ کی رضامندی اس سے حاصل ہو چکی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا آج میں نے

تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔

پس ان محدثات سے دین کا کمال طلب کرنا حقیقت میں اس آیت کریمہ کے مفہوم سے انکار کرنا ہے

اند کے پیش تو گفتم غمِ دل تر سیدم　　　که دل آزرده شوی ورنه سخن بسیار است

ترجمہ غمِ دل اس لئے تھوڑا کہا ہے تجھ سے اے دلبر

که آزرده نه هو جائے بہت سُن سُن کے دل تیرا

علمائے مجتہدین نے احکام دین کو ظاہر کیا ہے اور از سر نو کسی ایسے امر کو ظاہر نہیں کیا جو دین میں سے نہیں ہے پس احکام اجتہادیہ امور محدثہ میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ اصول دین میں سے ہیں کیونکہ اصل چہارم یہی قیاس ہے۔

اے فرزند! وہ معرفت جو رسالہ مبدء و معاد میں اسی افادہ اور استفادہ کے بارہ میں جو قطب ارشاد سے تعلق رکھتا ہے لکھی گئی ہے چونکہ اس مقام کے ساتھ مناسبت رکھتی تھی اور بہت مفید تھی۔ اس لئے وہ معرفت اس مکتوب میں بھی لکھی گئی ہے۔ اسی جگہ سے اعتبار حاصل کریں۔ قطب ارشاد جو کمالات فردیہ کا بھی جامع ہوتا ہے بہت عزیز الوجود اور نایاب ہے اور بہت سے قرنوں اور بیشمار زمانوں کے بعد اس قسم کا گوہر ظہور میں آتا ہے اور عالم تاریک اس کے نور ظہور سے نورانی ہوتا ہے اور اس کی ہدایت وارشاد کا نور محیط عرش سے لے کر مرکز فرش تک تمام اور تمام جہان کو شامل ہوتا ہے اور جس کسی کو رشد وہدایت اور ایمان و معرفت حاصل ہونا ہوتا ہے اسی کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے اور اس کے وسیلہ کے بغیر کوئی شخص اس دولت کو نہیں پاسکتا۔ مثلاً اس کی ہدایت کے نور نے دریائے محیط کی طرح تمام جہان کو گھیرا ہوا ہے اور وہ دریا گویا منجمد ہے اور ہرگز حرکت نہیں کرتا اور وہ شخص جو اس بزرگ کی طرف متوجہ ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے یا یہ کہ وہ بزرگ طالب کے حال کی طرف متوجہ ہے۔ تو توجہ کے وقت گویا طالب کے دل میں ایک روزن کھل جاتا ہے اور اس راہ سے توجہ واخلاص کے موافق اس دریا سے سیراب ہوتا ہے ایسے ہی وہ شخص جو ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہے اور اس عزیز کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہیں۔ انکار سے نہیں بلکہ اس کو پہچانتا نہیں ہے۔ اس کو بھی یہ افادہ حاصل ہو جاتا ہے لیکن پہلی صورت میں دوسری صورت کی نسبت افادہ بہتر اور بڑھ کر ہے۔ لیکن وہ شخص جو اس بزرگ کا منکر ہے یا وہ بزرگ اس سے آزردہ ہے۔ اگرچہ ذکر الٰہی میں مشغول ہے۔ لیکن وہ رشد وہدایت کی حقیقت سے محروم ہے۔ یہی انکار و آزار اس کے فیض کا مانع ہو جاتا ہے بغیر اس امر کے کہ وہ بزرگ اس کے عدم افادہ کی طرف متوجہ ہو یا اس کے ضرر کا قصد کرے۔ کیونکہ ہدایت کی حقیقت

اس سے مفقود ہے وہ صرف رُشد کی صورت ہے اور صورت بے معنی کچھ فائدہ نہیں دیتی اور وہ لوگ جو اس عزیز کے ساتھ محبت واخلاص رکھتے ہیں۔ اگرچہ توجہ مذکورہ اور ذکر الٰہی سے خالی ہوں۔ لیکن فقط محبت ہی کے باعث رُشد وہدایت کا نور ان کو پہنچ جاتا ہے۔ وَلٰکِنْ هٰذِهِ الْمَعْرِفَةُ اٰخِرُ الْمَكْتُوْبِ اور یہی معرفت مکتوب کا اخیر ہے

بس کنم خوو زیر کاں را ایں بس است　　بانگ دو کردم اگر ور دہ کس است

ترجمہ　اس قدر کہنا ہے کافی واسطے داناؤں کے

کر دیا اعلان میں نے کوئی تو شاید سُنے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ دَائِمًا وَّسَرْمَدًا اول وآخر اللہ رب العلمین کی حمد ہے اور حضرت رسول اللہ اور آپ کی آل پاک پر ہمیشہ صلوٰۃ وسلام ہو۔

مکتوب ۲۶۱

نماز کے فضائل اور معارف بلند اور حقائق ارجمند کے ضمن میں نماز کے مخصوصہ کمالات کے بیان میں سیادت مآب میر نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:-

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد میرے عزیز بھائی کو کہ خدا تعالیٰ کو ہدایت دے معلوم ہو کہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے نماز دوسرا رکن ہے۔ نماز تمام عبادات کی جامع ہے اور جزو ہے جس نے جامعیّت کے سبب سے کل کا حکم پیدا کیا ہے اور تمام مقرّبہ اعمال سے برتر ہو گئی ہے اور وہ دولت رویت جو سرور عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کی رات بہشت میں میسر ہوئی تھی۔ دنیا میں نازل ہونے کے بعد اس جہان کے مناسب آپ کو وہ دولت نماز میں حاصل ہوئی۔ اسی واسطے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْنَ نماز مومنوں کی معراج ہے۔

نیز فرمایا اَقْرَبُ مَايَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِى الصَّلٰوةِ سب سے زیادہ اعلیٰ قرب جو بندے کو رب سے ہوتا ہے وہ نماز میں ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے کامل تابعداروں کو اس جہان میں اس دولت کا بہت سا حصہ نماز میں حاصل ہے۔ اگرچہ روایت میسر نہیں کیونکہ یہ جہان اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اگر نماز کا حکم نہ ہوتا چہرہ مقصود سے نقاب کون کھولتا اور طالب کو مطلوب کی طرف کون رہنمائی کرتا۔ نماز ہی غمزدوں کی غمگسار ہے اور نماز ہی بیماروں کے لئے راحت بخش ہے۔ اَرِحْنِىْ يَا بِلَالُ (راحت دے مجھے اے بلال) اسی ماجرا کی رمز ہے اور قُرَّةُ عَيْنِىْ فِى الصَّلٰوةِ (نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے) میں اسی

مطلب کی طرف اشارہ ہے۔ وہ ذوق و مواجید اور علوم و معارف اور مقامات وانوار اور تلوینات و تمکینات اور تجلّیات متکیفہ اور غیر متکیفہ اور ظہورات متلونہ اور غیر متلونہ وغیرہ جو کچھ ان میں سے نماز کے سوا میسر ہوں اور نماز کی حقیقت سے بے خبر ہونے کے باعث ظاہر ہوں۔ ان کا منشا ظلال وامثال بلکہ وہم وخیال ہیں۔

نمازی جو نماز کی حقیقت سے آگاہ ہے، نماز کے ادا کرنے کے وقت گویا عالم دنیا سے باہر نکل جاتا ہے اور عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس دولت سے جو آخرت سے مخصوص ہے، حصہ حاصل کر لیتا ہے اور ظلیّت کی آمیزش کے بغیر اصل کا فائدہ پالیتا ہے۔ کیونکہ عالمِ دنیا کمالات ظلی پر منحصر ہے اور وہ معاملہ جو ظلال سے باہر ہے وہ آخرت سے مخصوص ہے۔ پس معراج سے چارہ نہ ہو گا اور وہ مومنوں کے حق میں نماز ہے۔ یہ دولت اس امت کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تابعداری کے سبب کہ شب معراج میں دنیا سے آخرت میں چلے گئے اور بہشت میں پہنچ کر حق تعالیٰ کی رویت کی دولت سے مشرف ہوئے۔ اس کمال کے ساتھ مشرف ہوئے اور اس سعادت سے فیضیاب ہوئے۔

اَللّٰهُمَّ اَجزِهٗ عَنَّا مَاهُوَ اَهْلُهٗ وَاَجزِهٗ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزَيْتَ نَبِيًّا عَنْ اُمَّتِهٖ وَاَجزِ الْاَنْبِيَاءَ كُلَّهُمْ جَزَاءً خَيْرًا فَاِنَّهُمْ دُعَاةُ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَهُدَاتُهُمْ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ (یا اللہ تو ہماری طرف سے ان کو ایسی جزا دے جس کے وہ لائق اور ان کو ہماری طرف سے اس سے افضل جزا دے۔ جو تو نے امت کی طرف سے کسی نبی کو دی اور ہماری طرف سے تمام انبیاء کو جزاء خیر عطا کر کیونکہ وہ سب کے سب خلق کو اللہ کی طرف بلانے والے اور اس کے لقاء کی طرف ان کو ہدایت دینے والے ہیں)

اس گروہ میں سے بعض نے جن کو نماز کی حقیقت سے آگاہ نہ کیا اور اس کے مخصوصہ کمالات پر اطلاع نہ بخشی۔ انہوں نے اپنی امراض کا علاج اور امور سے کیا اور اپنی مرادوں کا حاصل ہونا اور اشیاء پر وابستہ جانا۔ بلکہ ان میں سے ایک گروہ نے نماز کو بے فائدہ اور دور از کار سمجھ کر اس کی بنیاد غیر اور غیریّت پر رکھی اور روزہ کو نماز سے افضل جانا۔

صاحب فتوحاتِ مکیّہ کہتا ہے کہ روزہ میں جو کھانے پینے کی ترک ہے، وہ صفات صمدیّت سے متحقق ہونا ہے اور نماز میں غیر و غیریّت کی طرف آنا اور عابد و معبود کا جاننا ہے۔

اس قسم کی باتیں اہل سکر کے احوال میں سے مسئلہ توحید وجودی پر مبنی ہیں۔ یہ نماز کی حقیقت سے ناواقف ہونے کا ہی باعث ہے کہ اس طائفہ میں سے جم غفیر یعنی بہت سے لوگوں نے اپنے اضطراب وبیقراری کی تسکین سماع و نغمہ و وجد و تواجد سے حاصل کی اور اپنے مطلوب کو نغمہ کے پردہ میں مطالعہ

کیا۔ اسی واسطے رقص ورقاصی کو اپنی عادت بنالیا حالانکہ انہوں نے سنا ہوگا کہ مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِی الْحَرَامِ شِفَاءً اللہ تعالیٰ نے حرام میں شفا نہیں رکھی۔ ہاں اَلْغَرِیْقُ یَتَعَلَّقُ بِکُلِّ حَشِیْشٍ وَحُبُّ الشَّیءِ یُعْمِیْ وَیُعِمُّ (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا اور کسی شے کی محبت اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے)

اگر نماز کے کمالات کی حقیقت کچھ بھی ان پر منکشف ہو جاتی تو ہرگز سماع و نغمہ کا دم نہ مارتے اور وجد و تواجد کو یاد نہ کرتے۔ ع

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زوند

ترجمہ ع جب حقیقت کو نہ پایا راہ افسانہ لیا

اے برادر! جس قدر فرق نماز و نغمہ میں ہے اسی قدر فرق نماز کے مخصوصہ کمالات اور نغمہ سے پیدا ہوئے کمالات میں ہے۔ اَلْعَاقِلُ تَکْفِیْهِ الْاِشَارَۃُ عاقل کو ایک ہی اشارہ کافی ہے۔

یہ وہ کمالات ہیں جو ہزار سال کے بعد وجود میں آئے ہیں اور آخریت سے جو اولیت کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے۔ شاید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی سبب سے فرمایا ہے کہ اَوَّلُھُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھُمْ (ان میں سے اول بہتر ہیں یا ان میں سے آخر) اور یہ نہ فرمایا کہ اَوَّلُھُمْ خَیْرٌ اَمْ اَوْسَطُھُمْ (ان کے اول بہتر ہیں یا ان کے اوسط) کیونکہ آخر کی اوّل کے ساتھ زیادہ مناسبت دیکھی جو تردّد کا محل ہے۔

اور دوسری حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس امت میں سے بہترین اوّل ہیں یا آخر اور درمیان میں کدورت و تیرگی ہے۔

ہاں اس امت کے متاخرین میں اگرچہ نسبت بلند ہیں لیکن قلیل بلکہ اقل ہیں اور متوسطوں میں نسبت اگرچہ بلند نہیں ہے لیکن کثیر بلکہ اکثر ہے۔ وَلِکُلٍّ وِجْھَۃٌ کَمِیَّۃً وَّکَیْفِیَّۃً (ہر ایک کے لئے کمیت و کیفیت کے لحاظ سے ایک جہت ہے) لیکن اس نسبت کے اقل ہونے نے متاخرین کو درجہ بلند میں پہنچایا اور سابقین کے سات مناسبت دیکر خوشخبری دی۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:-

اَلْاِسْلَامُ بَدَءَ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَءَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ اسلام غریب شروع ہوا اور پھر ویسا ہی غریب ہو جائے گا پس غرباء کو خوشخبری ہے اور اس امت کی آخریت کا شروع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحلت فرما جانے کے بعد الف ثانی یعنی دوسرے ہزار سال کی ابتدا ہے۔ کیونکہ الف یعنی ہزار سال کے گزرنے کو امور کے تغیر میں بڑی خاصیت ہے اور اشیاء کی تبدیلی میں قوی تاثیر ہے اور چونکہ اس امت میں نسخ و تبدیلی نہیں ہے۔ اس لئے سابقین کی نسبت اُسی تر و تازگی کے ساتھ متاخرین میں جلوہ گر ہوئی ہے اور الف ثانی میں از سر نو شریعت کی تجدید اور ملت کی ترقی فرمائی ہے۔ اس معنی پر حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان دونوں عادل گواہ ہیں ۔

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید دیگراں ہم بکند آنچہ مسیحا میکرد
ترجمہ گرمدد روح القدس فرمائے توپھراور بھی
کر دکھائیں کام جو کچھ کہ مسیحا نے کیا

اے برادر! یہ بات آج اکثر لوگوں کو ناگوار اور ان کے فہم سے دور معلوم ہوتی ہے لیکن اگر انصاف کریں اور ایک دوسرے کے علوم و معارف کا موازنہ کریں اور احوال کی صحت و سُقم کا علوم شریعہ کی مطابقت اور عدم مطابقت سے ملاحظہ کریں اور شریعت و نبوت کی تعظیم و توقیر دیکھیں کہ ان میں سے کس میں زیادہ تر ہے۔ توامید ہے کہ یہ تعجب ان کا جاتا رہے اور یہ بات ان کو فہم سے دور معلوم نہ ہو۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ طریقت و حقیقت دونوں شریعت کے خادم ہیں اور نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اگرچہ اس نبی کی ولایت ہو اور یہ بھی لکھا ہے کہ کمالاتِ ولایت کو کمالاتِ نبوّت کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے۔ کاش کہ ان کے درمیان قطرہ اور دریا کی سی نسبت ہوتی۔ اس قسم کی بہت سی باتیں اس مکتوب میں جو طریقہ کے بیان میں اپنے فرزند کی طرف لکھا ہے خاص طور پر لکھی گئی ہیں۔ وہاں سے ملاحظہ فرمالیں۔

اس گفتگو سے مقصود یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہو اور اس طریقہ کے طالبوں کو ترغیب ہو۔ نہ یہ کہ دوسروں پر اپنی فضیلت و بزرگی ثابت ہو۔ خدائے تعالیٰ کی معرفت اس شخص پر حرام ہے جو اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بہتر جانے۔ تو پھر اس شخص کا کیا حال ہو جو بزرگان دین سے اپنے آپ کو افضل جانے

ولے چوں شہ مرا برداشت از خاک سزد گر بگذر ر انم سرز افلاک
من آں خاکم کہ ابر نوبہاری کند از لطف برمن قطرہ باری
اگر برد دید از تن صدز بانم چو سوسن شکر لطفش کے تو انم
ترجمہ مجھے جب خاک سے شہ نے اٹھایا فلک سے ہونہ کیوں پھر اونچا پایا
وہ مٹی ہوں کہ ابر نو بہاری کرے رحمت سے مجھے پر قطرہ باری
اگر ہر بال میں میرے زباں ہو تو پھر بھی شکر نعمت کب عیاں ہو

اس کے مطالعہ کے بعد اگر تم میں نماز کے سیکھنے اور اس کے مخصوص کمالات میں سے بعض کے حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو اور وہ شوق تم کو بے آرام کردے۔ تو استخاروں کے بعد ان حدود کی طرف آجائیں اور عمر کا کچھ حصہ نماز کے سیکھنے میں صرف کریں۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْھَادِیْ اِلٰی سَبِیْلَ الرَّشَادِ اللہ تعالیٰ سیدھے رستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفٰی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۶۲

اس بیان میں کہ ہمارا ارتباط حُبی اور ہماری نسبت انعکاسی ہے اور قُرب و بُعد میں کچھ تفاوت نہیں رکھتی اور اس کے مناسب بیان میں مولانا محب علی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا صحیفہ شریفہ جو التفات و توجہ سے لکھا ہوا تھا اس کے پہنچنے سے خوشی حاصل ہوئی اور چونکہ فرط محبت اور کمال اختصاص سے بھرا ہوا تھا اس لئے فرحت پر فرحت حاصل ہوئی۔ آپ نے سابقہ عہد کے پورا کرنے کے لئے لکھا ہوا تھا۔

میرے مخدوم! اوضاع شرعیہ میں سے جس وضع پر آپ رہیں کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ رشتہ محبت نہ ٹوٹ جائے۔ بلکہ دن بدن قوت پیدا کرے اور اس اشتیاق کی چنگاری سرد نہ ہو جائے بلکہ دم بدم زیادہ بھڑکتی جائے۔ کیونکہ ہمارا ارتباط حُبی ہے اور ہماری نسبت انعکاسی اور انصباغی اور جلدی اور دیر اور طُرق کے بعض خصوصیات کا علم ہونے اور نہ ہونے کے سوا قُرب و بُعد میں کچھ تفاوت نہیں رکھتی۔ اس معنی کی تحقیق اس مکتوب کے خاتمہ سے جو اپنے فرزند ارشد کے نام طریق کے بیان میں لکھا ہے طلب فرمائیں۔ اس مکتوب کی نقل برادرم سیادت پناہ میر محمد نعمان کے یار لے گئے ہیں۔ وہاں سے منگوالیں۔ زیادہ طول کلام کیا کی جائے۔ والسلام

مکتوب ۲۶۳

ان معارف کے بیان میں جو کعبہ ربانی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور نماز کے فضائل اور اس کے مناسب بیان میں جناب معارف آگاہ میاں تاج الدین کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کے قدوم مُسرت لزوم یعنی تشریف آوری کی خوشخبری سُن کر مشتاق دوستوں کو بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اس پر اللہ کی حمد اور احسان ہے ؎

انصاف بدہ اے فلک مینا فام　　تازیں در کدام خوبتر کرد خرام

خورشید جہاں تاب تواز جانبِ شرق — یا ماہ جہاں گر دمن از جانبِ شام

ترجمہ اے فلک مینا کے رنگ انصاف کر — دونوں سے کس کا ہے آنا خوب تر

تیرا سورج ہے جو مشرق سے چڑھے — یا مرا جو کہ آئے شام سے

جب آپ نے قدم رنجہ فرمایا ہے تو جلدی تشریف لائیں۔ کیونکہ مشتاق مدت سے منتظر ہیں اور بیت اللہ کی خبریں سننے کی آرزو رکھتے ہیں۔ فقیر کے نزدیک جس طرح کعبہ کی صورت کیامَلک کیابشر تمام خلائق کی صورتوں کے لئے مسجود الیہ ہے اسی طرح اس کی حقیقت بھی ان صُورتوں کے حقائق کے لئے مسجود الیہ ہے۔ اسی واسطے وہ حقیقت تمام حقائق سے برتر ہے اور اس کی متعلقہ کمالات تمام حقائق کے متعلقہ کمالات سے بڑھ کر ہیں۔ گویا یہ حقیقت حقائق کونی اور حقائق الٰہی کے درمیان برزخ ہے۔ حقائق الٰہی سے مراد عظمت و کبریا کے پردے ہیں جن کے پاک دامن کو کوئی رنگ و کیفیت نہیں لگی اور کسی ظلیّت نے ان کی طرف راہ نہیں پایا۔ دنیوی عروجات اور ان کے ظہورات کی نہایت حقائق کونی کے انتہا تک ہے اور حقائق الٰہی سے کامیاب ہونا آخرت پر مخصوص ہے۔ ہاں نماز میں جو مومن کی معراج ہے اور اس معراج میں گویا دنیا سے نکل کر آخرت میں چلا جاتا ہے۔ اس حظ میں سے جو آخرت کو میسر ہوگا کچھ حصہ حاصل ہو جاتا ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ نماز میں اس دولت کے حاصل ہونے کا عمدہ ذریعہ کعبہ کی طرف جو حقائق الٰہی جلّشانہٗ کے ظہورات کا مقام ہے۔ نمازی کا توجہ کرنا ہے۔ پس کعبہ دنیا میں ایک عجوبہ ہے جو صورت میں دنیا سے ہے لیکن حقیقت میں آخرت سے ہے اور نماز نے بھی اس کے وسیلہ سے یہ نسبت پیدا کرلی ہے اور صورت و حقیقت میں دنیا و آخرت کی جامع ہے اور ثابت ہو چکا ہے کہ وہ حال جو نماز کے ادا کرنے کے وقت میسر ہوتی ہے ان تمام حالات سے جو نماز کے سوا حاصل ہوں، برتر ہے۔ کیونکہ وہ حالات اگرچہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہوں دائرہ ظل سے باہر نہیں ہیں اور یہ حالت اصل سے حصہ رکھتی ہے۔ پس جس قدر اصل اور ظل کے درمیان فرق ہے اسی قدر ان حالات اور اس حالت کے درمیان فرق ہے اور مشاہدہ میں آتا ہے۔ وہ حالت جو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے موت کے وقت ظاہر ہو گی وہ نماز کی حالت سے برتر ہو گی۔ کیونکہ موت احوال آخرت کے مقدمات میں سے ہے اور جو حالت آخرت کے زیادہ نزدیک ہے وہ زیادہ اتم و اکمل ہے کیونکہ اس جگہ صورت کا ظہور ہے اور وہاں حقیقت کا ظہور۔ پس دونوں میں کس قدر فرق ہے اور ایسے ہی وہ حالت جو اللہ جلّشانہٗ کے کرم و فضل سے برزخ صغرای یعنی قبر میں میسر ہو گی۔ اس حالت سے جو مرگ کے وقت میسر ہو گی بڑھ کر ہو گی اور برزخ کبرای یعنی روز قیامت کو کہ جہاں کا مشہود اتم و اکمل ہے، برزخ صغرای کے ساتھ یہی نسبت ہے

اور اسی طرح برزخ کبریٰ کے مشہود کی نسبت جنات النعیم کا مشہود اتم و اکمل ہے اور تمام مقامات سے برتر وہ مقام ہے جس کی نسبت مخبر صادق صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ اِنَّ لِلّٰہِ جَنَّۃً لَیْسَ فِیْھَا حُوْرٌ وَّلَا قُصُوْرٌ یَتَجَلّٰی فِیْھَا رَبُّنَا ضَاحِکًا اللہ تعالیٰ کی ایک جنت ہے جس میں نہ کوئی حور ہے اور نہ کوئی محل اس میں اللہ تعالیٰ ہنستے ہوئے تجلی فرماوے گا۔

پس تمام ظہورات میں سے ادنیٰ ظہور دنیا و مافیہا ہے اور ان ظہورات میں سے اعلیٰ جنت۔ بلکہ دنیا بالکل ظہور کا مقام نہیں ہے وہ ظلّی ظہورات اور مثالی نمائش جو دنیا کے ساتھ مخصوص ہیں فقیر کے نزدیک سب امور دنیا میں شمار ہیں اور حقیقت میں وہ ظہورات خواہ تجلّیات صفات ہوں، خواہ تجلّیات ذات، سب دائرہ امکان میں داخل ہیں۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا اللہ تعالیٰ اس بات سے جو ظالم کہتے ہیں بہت بلند ہے۔

فقیر دنیا کو پورے طور پر ملاحظہ کرتا ہے تو محض خالی پاتا ہے اور مطلوب کی کچھ بُو اس کے دماغ میں نہیں پہنچتی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اس جگہ مطلوب کو ڈھونڈنا اپنے آپ کو پریشان کرنا یا مطلوب کے غیر کو مطلوب جاننا ہے۔ چنانچہ اکثر لوگ اس میں گرفتار ہیں اور خواب و خیال میں آرام کئے ہوئے ہیں۔ اس مقام میں صرف نماز ہی ہے جو اصل سے کچھ حصہ رکھتی ہے اور مطلوب کی بُو لاتی ہے وَدُوْنَہٗ خَرْطُ الْقَتَادِ اس کے سوا بے فائدہ رنج ہے۔

مکتوب ۲٦٤

اس بیان میں کہ اپنے معاملہ کو حیرت و جہالت میں لے جانا چاہئے اور احوال و کشوف پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے اور اس کے ضمن میں اس واقع کا ذکر اور تعبیر کی ہے۔ جو گرد و نواح کے مشائخ میں سے کسی شیخ نے ظاہر کیا تھا۔ میر سیّد باقر سہارنپوری کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا صحیفہ شریفہ جو بڑی محبت اور کمال اشتیاق سے صادر فرمایا تھا، پہنچا اور بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ اپنے کام کی طرف متوجہ رہیں اور اسماء و صفات کے ملاحظہ کے بغیر ذکر اسم ذات تعالیٰ میں مشغول رہیں۔ یہاں تک کہ معاملہ جہالت تک پہنچ جائے اور کام حیرت تک انجام پا جائے۔ کیونکہ اسماء و صفات کا ملاحظہ اکثر اوقات احوال کے ظاہر ہونے کا باعث اور مواجید کے صادر ہونے کا سبب ہو جاتا ہے اور آپ نے سنا ہوگا کہ اصول و مواجید میں خطا کا بہت احتمال ہے اور اس مقام میں حق باطل کے

ساتھ بہت ملار ہتا ہے۔

اور واضح ہو کہ انہی دنوں میں گرد ونواح کے مشائخ میں سے ایک شیخ نے اس فقیر کی طرف پیغام بھیجا اور اپنا احوال ظاہر کیا کہ فنا و محویت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ جس طرف نظر کرتا ہوں کچھ نہیں دیکھتا ہوں اور زمین و آسمان کی طرف جب نگاہ کرتا ہوں اور عرش و کرسی کی طرف جب دیکھتا ہوں تو ان کو بھی کچھ نہیں پاتا ہوں اور اپنے آپ کو بھی جب ملاحظہ کرتا ہوں کچھ نہیں پاتا ہوں اور اگر کسی کے پاس جاتا ہوں تو اس کو بھی کچھ نہیں پاتا ہوں اور خدائے تعالیٰ بے نہایت ہے اس کی نہایت کو کسی نے نہیں پایا ہے اور مشائخ نے اسی کو کمال سمجھا ہے۔ اگر تو بھی اسی کو کمال جانتا ہے تو پھر میں طلب حق کے لئے تیرے پاس کس لئے آؤں اور اگر کسی اور امر کو کمال جانتا ہے تو لکھ۔

فقیر نے اس کے جواب میں لکھا کہ یہ احوال قلب کے تلونیات میں سے ہیں اور قلب اس راہ کا پہلا زینہ ہے اور ان احوال کے صاحب نے ابھی مقام قلب سے صرف چوتھا حصہ ہی طے کیا ہے تین حصے اور قلب سے اس کو طے کرنے چاہئیں بعد ازاں دوسرے زینہ پر جو روح سے مراد ہے جہاں تک خدائے تعالیٰ چاہے عروج کرنا چاہئے۔

اس ماجرا سے کچھ مدت کے بعد فقیر کے یاروں میں سے ایک یار نے جو طریقہ اخذ کر کے اپنے وطن کو گیا ہوا تھا۔ جب واپس آکر احوال بیان کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا حال شیخ متفسر کے حال کے موافق ہے۔ بلکہ یہ دوست اس مقام میں اس شیخ سے قدم آگے رکھتا ہے اور جب اچھی طرح اس کے حال کا ملاحظہ کیا گیا۔ تو ظاہر ہوا کہ اس کی یہ فنا و محویت عنصر ہوا میں ہے جو ذرّات میں سے ہر ذرہ کو محیط ہے اور ہوا کے سوا کوئی امر مشہود نہیں ہے اور اسی کو خدائے بے نہایت سمجھا ہے تَعَالَى اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا اللہ تعالیٰ اس بات سے برتر ہے۔

دوسری دفعہ اس کو بلا کر پھر اس کے احوال کی تفتیش کی تو یقین ہو گیا کہ اسکی گرفتاری سر ہوا ں کے سوا اور امر کے ساتھ نہیں ہے اور اس کو بھی اس بات پر مطلع کیا اور جب اس نے اپنے وجدان کی طرف رجوع کیا تو اس نے بھی معلوم کر لیا کہ ہوا کے سوا مجھے کچھ حاصل نہیں ہے اس نے ان احوال سے توبہ کی اور قدم آگے بڑھایا۔

جاننا چاہئے کہ عالم خلق یعنی عالم عناصر اربعہ اور عالم ارواح کے درمیان قلب بمنزلہ برزخ کے ہے اور دونوں عالم کا رنگ رکھتا ہے۔ گویا قلب کا نصف حصہ عالم خلق سے ہے اور اس کا دوسرا نصف حصہ عالم ارواح سے ہے اور جب اس کے عالم خلق والے نصف حصہ کو پھر نصف کریں تو معاملہ عنصر ہوا پر جا پڑے گا۔ پس قلب کا چوتھا حصہ مقام ہوا سے مراد ہے۔ جس کو قلب شامل ہے۔ پس یہ جو آخر ظاہر

ہوا جواب اوّل کے موافق ہے اور اس کی حقیقت کے کشف کا بیان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں اس سے زیادہ لکھنا وقت کے مناسب نہ تھا۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا اور سلام ہو آپ پر اور ان سب پر جنہوں نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۶۵

اس بیان میں کہ عزلت اور گوشہ نشینی کے اختیار کرنے میں چاہئے کہ مسلمانوں کے حقوق ضائع نہ ہوں اور حقوق اور اس کے مناسب بیان میں شیخ عبد الہادی بیا کونی کی طرف لکھا ہے۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ میرے سعادت مند بھائی کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ مفارقت اور جدائی کے زمانہ دراز نے محبت واخلاص اور مودّت واختصاص میں کچھ تاثیر نہیں کی۔ باوجود اس کے اگر آپ تشریف لے آتے تو بہت ہی مناسب ہوتا۔ وَالْخَیْرُ فِیْمَا صَنَعَ اللّٰہُ تَعَالٰی اور بہتر وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کرے۔

آپ نے گوشہ نشینی کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ہاں بیشک گوشہ نشینی صدیقین کی آرزو ہے۔ آپ کو مبارک ہو۔ آپ عزلت وگوشہ نشینی اختیار کریں۔ لیکن مسلمانوں کے حقوق کی رعایت ہاتھ سے نہ دیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِیَادَةُ الْمَرِیْضِ وَاِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِیْتُ الْعَاطِسِ مسلمان کے حق مسلمان پر پانچ ہیں، سلام کا جواب دینا، بیمار پرسی کرنا، جنازہ کے پیچھے چلنا، دعوت کا قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا، لیکن دعوت کے قبول کرنے میں چند شرائط ہیں۔

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ اگر طعام مشتبہ ہو یا دعوت کا مکان اور وہاں کا فرش حلال نہ ہو۔ یا وہاں ریشمی فرش اور چاندی کے برتن ہوں۔ یا چھت یا دیوار پر حیوانوں کی تصویریں ہوں۔ یا باجے یا سماع کی کوئی چیز موجود ہو۔ یا کسی قسم کی لہو ولعب اور کھیل کود کا شغل ہو۔ یا غیبت اور بہتان اور جھوٹ

کی مجلس ہو۔ تو ان سب صورتوں میں دعوت کا قبول کرنا منع ہے۔ بلکہ یہ سب امور اس کی حرمت اور کراہت کا موجب ہیں اور ایسے ہی اگر دعوت کرنے والا ظالم یا فاسق یا مُبتدع یا شریر یا تحلف کرنے والا یا فخر و مباہات کا طالب ہے تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے۔

اور شرعۃ الاسلام میں ہے کہ ایسے طعام کی دعوت قبول نہ کریں جو ریاو سمع کے لئے تیار کیا گیا ہو۔

اور محیط میں ہے کہ جس بساط پر لہو ولعب یا سرود کا سامان ہو۔ یا لوگ غیبت کرتے اور شراب پیتے ہوں تو وہاں بیٹھنا نہیں چاہئے جیسا کہ مطالب المومنین میں ہے۔

اگر یہ سب موانع موجود نہ ہوں تو دعوت کے قبول کرنے سے چارہ نہیں ہے لیکن اس زمانہ میں ان موانع کا مفقود ہونا دشوار ہے اور یہ جان لیں کہ ع

عزلت از اغیار باید نہ زیار ترجمہ ع غیر سے عزلت ہی بہتر یار سے اچھی نہیں

کیونکہ ہمرازوں کے ساتھ صحبت رکھنا اس طریقہ علیہ کی سنت مؤکدہ ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریق صحبت ہے۔ کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت اور صحبت سے مراد موافقانِ طریقت کی صحبت ہے نہ کہ مخالفانِ طریقت کی صحبت۔ کیونکہ ایک کا دوسرے میں فانی ہونا صحبت کی شرط ہے۔ جو بغیر موافقت کے میسر نہیں ہوتا اور مریض کی عیادت سنت ہے۔ اگر اس مریض کا کوئی شخص خبر گیر ہے اور اس کی بیمار پرسی کرتا ہے۔ ورنہ اس بیمار کی بیمار پُرسی واجب ہے۔ جیسا کہ حاشیہ مشکوٰۃ میں کہا ہے اور نماز جنازہ میں حاضر ہونے کے لئے کم از کم چند قدم جنازہ کے پیچھے چلنا چاہئے تاکہ میت کا حق ادا ہو جائے اور جمعہ و جماعت و نماز پنجگانہ اور نماز عیدین میں حاضر ہونا ضروریات اسلام سے ہیں ان سے چارہ نہیں اور باقی اوقات کو تبتل و انقطاع میں بسر کریں۔ لیکن چاہئے کہ اول نیت کو درست کریں اور گوشہ نشینی کو دنیا کی کسی غرض سے آلودہ نہ کریں اور حق تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ باطنی جمعیّت کے حاصل ہونے اور لاطائل اور بے فائدہ اشغال سے منہ موڑنے کے سوا عزلت سے اور کچھ مقصود نہ ہو اور نیت کے درست کرنے میں بڑی احتیاط کریں ایسا نہ ہو کہ اس کے ضمن میں کوئی نفسانی غرض پوشیدہ ہو اور نیت کے درست کرنے میں التجا و تضرع اور عجز و انکساری بہت کریں۔ تاکہ نیّت کی حقیقت میسر ہو جائے اور سات استخارے ادا کر کے درست نیت کے ساتھ عزلت اختیار کریں۔ امید ہے کہ بڑے بڑے فائدے اس پر مترتب ہوں گے۔ باقی احوال کو ملاقات پر موقوف رکھا ہے۔ والسلام

مکتوب ۲۶۶

اہل سنت و جماعت (خدا ان کی کوشش کو مشکور فرمائے) کی رائے کے موافق بعض ان

عقائد کلامیہ کے بیان میں جو آپ کو ازروئے الہام و فراست کے حاصل ہوئے تھے نہ کہ ازروئے تقلید و تخمین کے۔ ابتدائے احوال میں حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کو خواب میں دیکھا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تو علم کلام کے مجتہدوں میں سے ہے اور اس واقع کو اپنے خواجہ بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ اسی دن سے مسائل کلامیہ میں ہر مسئلہ میں آپ کی رائے علیحدہ اور حکم جُدا ہے۔ لیکن مسائل میں مشائخ ماتریدیہ سے موافقت رکھتے ہیں اور فلسفہ کے ردّ کرنے اور اہل فلسفہ کی مذمت اور برائی کے بیان کرنے اور ان ملحدوں اور زندیقوں کی تردید میں جو صوفیہ کی مراد کو نہ سمجھ کر گمراہ ہوگئے ہیں اور بعض ان فقہیہ احکام کے بیان میں جو نماز سے تعلق رکھتے ہیں اور طریقہ نقشبندیہ کے کمالات اور اس میں سُنّت کی متابعت کو لازم پکڑنے کے بیان میں اور سماع و سرود کے سننے اور رقاصوں یعنی ناچنے اور گانے والوں کی مجلس میں حاضر ہونے سے منع کرنے اور اس کے مناسب بیان میں اپنے پیرزادوں یعنی خواجہ عبداللہ اور خواجہ عبیداللہ خدمت کی میں صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ

اے رب آسان کر اور مشکل نہ کر اور خیریّت سے تمام کر

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد اپنے بزرگ مخدوم زادوں کی جناب میں عرض کرتا ہے کہ یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد بزرگوار کے احسانوں میں غرق ہے فقیر نے اس طریق میں الف وب کا سبق انہی سے لیا ہے اور اس راہ کے حروف تہجی انہی سے سیکھے ہیں اور اندراج النہایت فی البدایت کی دولت ان کی صحبت کی برکت سے حاصل کی ہے اور سفر در وطن کی سعادت کو ان کی خدمت کے طفیل پایا ہے۔ ان کی شریف توجہ نے اس ناقابل کو دو اڑھائی ماہ کے عرصہ میں نسبت نقشبندیہ تک پہنچا دیا اور ان بزرگواروں کا حضور خاص عطا فرمایا اور وہ تجلّیات اور ظہورات اور انوار اور الوان اور بے رنگیاں اور بے کیفیتیاں جو ان کی طفیل اس عرصہ میں ظاہر ہوئیں شرح و تفصیل سے باہر ہیں اور ان کی بزرگ توجہ کی برکت سے معارف توحید اور اتحاد اور قرب و معیت اور احاطہ اور سریان میں شاید ہی کوئی دقیقہ رہ گیا ہوگا جو اس فقیر پر نہ کھلا ہو اور اس کی حقیقت سے اطلاع نہ دی ہو۔ وحدت کا کثرت میں اور کثرت کا وحدت میں مشاہدہ کرنا ان معارف کے مقامات اور مبادی میں سے ہے۔

غرض جہاں نسبت نقشبندیہ اور ان بزرگواروں کا حضور خاص ہے وہاں ان معارف کا زبان پر

لانااور اس شہود و مشاہدہ کا نشان بتانا نادانی ہے۔

ان بزرگواروں کا کارخانہ بہت بلند ہے اور ہر زرّاق اور رقاص (مکار اور ناچنے والے) کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا جب اس قسم کے بلند درجے والی دولت جناب کی حضور سے اس فقیر کو ملی ہو۔ تو پھر اس کے عوض اگر تمام عمر کے لئے اپنے سر کو جناب کی بلند درگاہ کے خادموں کے پامال کرتا رہے تو بھی جناب کا حق ادا نہ ہو سکے۔ یہ فقیر اپنی تقصیروں کو کیا عرض کرے اور اپنی شرمندگیوں کا کیا اظہار کرے۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے معارف آگاہ خواجہ حسام الدین احمد کو جزائے خیر دے جنہوں نے ہم کم ہمتوں کا بادمؤنت اپنے ذمے لے کر کمر ہمت کو بلند بارگاہ کی خدمت کے لئے باندھا ہے اور ہم دور پڑے ہوؤں کو اس سے فارغ کر دیا ہوا ہے۔

گر برتنِ من شود زباں ہر مُوے | یک شکر تو از ہزار نتو انم کرد

ترجمہ اگر ہر بال میں میرے زباں ہو | تو شکر اس کا نہ پھر بھی کچھ بیاں ہو

یہ فقیر تین مرتبہ حضرت ایشاں یعنی خواجہ بزرگوار کی قدم بوسی کی دولت سے مشرف ہوا اخیر دفعہ حضور نے اس فقیر کو فرمایا کہ بدن کی کمال کمزوری مجھ پر غالب آگئی ہے اور زندگی کی امید کم ہے بچوں کے احوال سے خبر دار رہنا ہوگا اور اسی وقت اپنے حضور میں آپ کو بلایا اور آپ اس وقت دائیوں کی گود میں تھے یعنی دودھ پیتے بچے تھے اور فقیر کو فرمایا کہ ان کی طرف توجہ کرو۔ فقیر نے حکم کے بموجب حضور کی خدمت میں آپ کی طرف توجہ کی تھی کہ اس توجہ کا اثر بھی اسی وقت ظاہر ہو گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ان کی والدات کے لئے بھی غائبانہ توجہ کرو حکم کے موافق غائبانہ توجہ کی گئی۔ امید ہے کہ حضور کی برکت سے اس توجہ سے کئی قسم کے فائدے اور نتیجے حاصل ہوں گے۔ آپ ہرگز تصور نہ کریں کہ حضور کے کسی واجب الامتثال امر اور حضور کی وصیت لازمہ میں کسی قسم کی سستی یا غفلت واقع ہوئی ہو۔ ہرگز نہیں بلکہ آپ کے اور اذن کا منتظر ہے۔

اب چند فقرے نصیحت کے طور پر لکھے جاتے ہیں، امید ہے کہ گوش ہوش سے سنیں گے۔

اَسْعَدَکُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اللہ تعالیٰ آپ کو سعادت دیوے۔ عقلمندوں پر سب سے اول فرض ہے کہ اپنے عقائد کو علمائے اہلسنت وجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم (جو فرقہ ناجیہ ہیں) کے عقائد کے موافق درست کرے بعض ان عقائد اعتقادیہ کا بیان کیا ہے۔ جن میں کسی قسم کی پوشیدگی ہے۔

جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ وتقدس خود موجود ہے اور تمام اشیاء اسی کی ایجاد سے موجود ہیں اور حق تعالیٰ اپنی ذات وصفات اور افعال میں یگانہ ہے اور فی الحقیقت کسی امر میں خواہ وجودی ہو یا غیر وجودی، کوئی بھی اس کے ساتھ شریک نہیں ہے مشارکت رسمی اور مناسبت لفظی بحث سے خارج ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات اور افعال اس کی ذات کی طرح بیچون اور بیچگون ہیں او ر ممکنات کے صفات وافعال کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتے۔ مثلاً صفت العلم حق تعالیٰ کی ایک صفت قدیم اور بسیط حقیقی ہے۔ جس میں تکثر اور تعدد کو ہرگز دخل نہیں ہے اگر چہ وہ تکثر اور تعدد تعلقات کے تعدد کے اعتبار سے ہو۔ کیونکہ وہاں صرف ایک ہی بسیط انکشاف ہے کہ جس کے ازل وابد کے معلومات منکشف ہوتے ہیں اور تمام اشیا کو ان کے متضادہ اور متناسبہ احوال کے ساتھ کلی اور جزئی طور پر ہر ایک مخصوصہ اوقات میں آن واحد بسیط بن جاتا ہے یعنی اسی آن میں زید کو موجود بھی جانتا ہے اور معدوم بھی اور جنین بھی جانتا ہے اور صبّی بھی اور جوان بھی جانتا ہے اور بوڑھا بھی اور زندہ بھی جانتا ہے اور مردہ بھی اور کھڑا ہوا جانتا ہے اور بیٹھا ہوا بھی اور تکیہ لگانے والا جانتا ہے اور لیٹا ہوا بھی اور ہنستا ہوا جانتا ہے اور روتا ہوا بھی اور لذت پانے والا جانتا ہے اور رنج ودکھ پانے والا بھی اور عزیز جانتا ہے اور ذلیل بھی اور برزخ میں جانتا ہے اور حشرات میں بھی اور جنت میں جانتا ہے اور لذت ونعمت میں بھی پس تعلق تعدّو بھی اس موطن میں مفقود ہے کیونکہ تعلقات کا تعدّد وقتوں کا تعدّو اور زمانوں کا تکثر چاہتا ہے اور وہاں ازل سے ابد تک صرف ایک ہی آن واحد بسیط ہے جس میں کسی قسم کا تعدد نہیں ہے کیونکہ حق تعالیٰ پر زمانہ اور تقدم وتاخر کے احکام جاری نہیں ہوتے

پس حق تعالیٰ کے علم میں اگر ہم معلومات کے ساتھ تعلق ثابت کریں تو ایک ہی تعلق ہوگا جو تمام مخلوقات کے ساتھ متعلق ہے اور وہ تعلق بھی مجہول الکیفیت ہے اور صفت العلم کی طرح بیچون وبیچگونہ ہے۔

ہم اس تصور کے استبعاد (یعنی قیاس اور فہم سے دور اور بعید ہونے) کو ایک مثال بیان کر کے دور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جائز ہے کہ ایک شخص ایک ہی وقت میں کلمہ کو اس کی مختلف قسموں اور متغائرہ احوال اور متغائرہ اعتباروں کے ساتھ جان لے یعنی ایک ہی وقت میں کلمہ کو اسم بھی اور فعل بھی اور حرف بھی اور ثلاثی بھی اور رباعی بھی اور معرب بھی اور مبنی بھی اور متمکن بھی اور غیر متمکن بھی اور منصرف بھی اور غیر منصرف بھی اور معرفہ بھی اور ماضی بھی اور مستقبل بھی اور امر بھی اور نہی بھی جان لے۔ بلکہ اگر وہ شخص یوں کہہ دے کہ میں کلمہ کی تمام اقسام اور اعتبارات کو کلمہ کے آئینہ میں ایک ہی وقت میں مفصل طور پر دیکھتا ہوں۔ تو بھی جائز ہے جب ممکن کے علم بلکہ ممکن کی دید میں اضداد کا جمع ہونا متصور ہے تو پھر اس واجب الوجود وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی کے علم میں یہ بات کس طرح بعید معلوم ہوتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ اس جگہ اگر چہ بظاہر جمع ضدین ہے۔ مگر حقیت میں ان کے درمیان ضدّیت مفقود

ہے کیونکہ ہر چند زید کو آن واحد میں موجود اور معدوم جانتا ہے کہ اس کے وجود کا وقت مثلاً ہزار سال سنہ ہجری کے بعد ہے اور اس کے عدم سابق کا وقت اس سال معین سے پہلے ہے اور اس کے عدم لاحق کا وقت گیارہ سو سال کے بعد ہے۔ پس حقیت میں ان دونوں کے درمیان زمانہ کے تغیر کے باعث کوئی ضدیت نہیں ہے اور باقی احوال کو بھی اسی قیاس پر سمجھنا چاہئے۔ فافہم

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حق تعالیٰ کا علم اگرچہ جزئیات کے ساتھ متعلق ہو۔ لیکن تغیر کی آمیزش اس میں دخل نہیں پاتی اور حدوث کا گمان اس صفت میں پیدا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فلاسفہ نے زعم کیا ہے۔ کیونکہ تغیر اس تقدیر پر متصور ہو سکتا ہے۔ جب کہ ایک کو دوسرے کے بعد جانا ہو اور جب سب کو آن واحد میں جان لے۔ تو پھر تغیر وحدث کی گنجائش نہیں ہے پس کچھ حاجت نہیں ہے کہ ہم اس کے واسطے تعلقات متعددہ ثابت کریں تاکہ تغیر وحدوث ان تعلقات کی طرف راجع ہو نہ کہ صفت علم کی طرف۔ جیسا کہ بعض متکلمین نے فلاسفہ کے شبہ کو دفع کرنے کے لئے کیا ہے ہاں اگر معلومات کی جانب میں تعلقات کا تعدد ثابت کریں تو ہو سکتا ہے۔

اور اسی طرح کلام بسیط ہے کہ ازل سے ابد تک اسی ایک کلام کے ساتھ گویا ہے۔ اگر امر ہے، تو وہیں سے پیدا ہے اور اگر نہی ہے، تو وہ بھی وہیں سے ہے اور اگر اعلام ہے، تو وہ بھی وہیں سے ماخوذ ہے اور اگر استعلام ہے، تو وہ بھی وہیں سے ہے اور اگر تَمنّی یا تَرجّی ہے، تو وہ بھی وہیں سے مستفاد ہے۔

تمام منزلہ کتابیں اور مرسلہ صحیفے اس کلام بسیط کا ایک ورق ہیں۔ اگر توریت ہے تو وہیں سے لکھی گئی ہے اور اگر انجیل ہے تو اس نے بھی وہیں سے لفظی صورت حاصل کی ہے۔ اور اگر زبور ہے تو وہیں سے مسطور ہے اور اگر فرقان ہے تو وہ بھی وہیں سے نازل ہوا ہے۔ ع

واللہ کلام حق کہ علی الحق کمیسیت وبس

ترجمہ ع　　　　واللہ کلام حق ہے سچ ایک ہی فقط

ہاں نزول میں مختلف آثار آئے ہیں۔

اور اسی طرح ایک ہی فعل ہے اور اسی ایک فعل کے ذریعے اوّلین و آخرین مصنوعات وجود میں آرہے ہیں۔ آیت کریم وَمَا اَمْرُنَا اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ (آنکھ کے جھپکنے کی طرح ہمارا امر صرف ایک ہی ہے) میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ اگر احیا اور اماتت ہے تو اسی فعل سے وابستہ ہے اور اگر انعام یا ایلام ہے تو اسی فعل سے متعلق ہے اور ایسے ہی اگر ایجاد ہے یا اعدام تو وہ بھی اسی فعل سیپ سے پیدا ہے۔ پس حق تعالیٰ کے فعل میں بھی تعدد تعلقات ثابت نہیں ہوتا بلکہ ایک ہی تعلق سے تمام اوّلین و آخرین مخلوقات اپنے اپنے وجود کے مخصوصہ وقتوں میں ظاہر ہو رہی ہیں۔ یہ تعلق بھی حق

تعالیٰ کے فعل کی طرح بیچون وبچگونہ ہے۔ کیونکہ چون کو بیچون کی طرف کوئی راہ نہیں۔ لَا یَحْمِلُ عَطَا یَاالْمَلِكِ اِلَّا مَطَایَاهُ (بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں)

اشعری نے چونکہ حق تعالیٰ کے فعل کی حقیقت سے اطلاع نہ پائی۔ اس لے تکوین کو حادث کہہ دیا اور حق تعالیٰ کے افعال کو بھی حادث جان لیا اور نہ جانا کہ یہ سب حق تعالیٰ کے ازلی فعل کے آثار ہیں نہ کہ حق تعالیٰ کے افعال۔

اور بعض صوفیہ نے جو تجلی افعال ثابت کی ہے اور اس مقام میں ممکنات کے افعال کے آئینہ میں اس واحد جلّشانہٗ کے فعل کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا ہے۔ وہ بھی اسی قسم سے ہے یعنی وہ تجلی در حقیقت حق تعالیٰ کے فعل کے آثار کی تجلی ہے نہ کہ حق تعالیٰ کے فعل کی تجلّی کیونکہ حق تعالیٰ کے فعل کے لئے جو بیچون اور بیچگون اور قدیم اور اسکی ذات کے ساتھ قائم ہے اور جس کو تکوین کہتے ہیں۔ محدثات کے آئینوں میں کوئی گنجائش نہیں اور ممکنات کے مظہروں میں اس کا کوئی ظہور نہیں ؎

در تنگنائے صورت معنی چگونہ گنجد　　در کلبۂ گدایاں سلطاں چہ کار دارد

ترجمہ　صورت کی تنگ جا میں معنی نہیں سماتے
گھر میں گدا کے سلطاں ہرگز نہیں ہیں آتے

افعال وصفات کی تجلّی فقیر کے نزدیک ذات کی تجلی کے سوا متصور نہیں ہے۔ کیونکہ افعال وصفات حق تعالیٰ تقدس کی ذات پاک سے الگ نہیں ہیں۔ تاکہ ان کی تجلی ذات کی تجلی کے سوا متصوّر ہو سکے اور وہ چیز جو حق تعالیٰ کی ذات سے الگ ہے وہ حق تعالیٰ کی صفات اور افعال کے ظلال ہیں جن کی تجلی کو افعال وصفات کے ظلال کی تجلی کہنا چاہئے نہ کہ افعال وصفات کی تجلّی لیکن ہر شخص کا فہم اس کمال تک نہیں پہنچ سکتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے اور حق تعالیٰ تمام اشیا کو محیط ہے اور ان کے ساتھ قُرب ومعیّت رکھتا ہے اس احاطہ اور قرب اور معیت سے وہ مراد نہیں ہے جو ہمارے فہم قاصر میں آسکے۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی جناب پاک کے لائق نہیں اور جو کچھ کشف وشہود سے معلوم کرتے ہیں۔ اس سے بھی مُنزّہ اور پاک ہے۔ کیونکہ ممکن کو حق تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کی حقیقت سے سوائے نادانی اور حیرت کے کچھ حاصل نہیں ہے۔ غیب کے ساتھ ایمان لانا چاہئے اور جو کچھ مکشوف ومشہود ہو اس کو لا کی نفی کے نیچے لانا چاہئے

عنقا شکار کس نشود دام بازچیں　　کانجا ہمیشہ باد بدست است دام را

ترجمہ اٹھالے جال عنقا کب کسی کے ہاتھ آتا ہے
لگاتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے

حضرت ایشان یعنی خواجہ صاحب بزرگوار کی مثنوی کی یہ بیت اس مقام کے مناسب ہے۔

ے ہنوز ایوان استغنا بلند است مرا فکر رسیدن ناپسند است
ترجمہ بہت اونچا ہے استغنا کا ایواں نہ کر کوشش وہاں چڑھنے کی ایجاں

پس ہم ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ اشیا کو محیط اور ان کے قریب اور ساتھ ہے لیکن اس کے قرب اور احاطہ اور معیّت کی حقیقت کو نہیں جانتے کہ کس طرح ہے اس کو احاطہ و قرب علمی کہنا بھی متشابہ تاویلوں سے سے ہے۔ لیکن ہم ان کی تاویل کے قائل نہیں۔

اور حق تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی چیز اس سے متحد ہو سکتی ہے اور جو کچھ کہ صوفیہ کی بعض عبارات سے مفہوم ہوتا ہے۔ وہ اُن کی مراد کے برخلاف ہے کیونکہ ان کی مراد اس کلام سے جس سے اتحاد کا وہم گزرتا ہے یعنی اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰهُ سے یہ ہے کہ جب فقر تمام ہو جائے اور محض نیتی حاصل ہو جائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا نہ کہ یہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے اور خدا بن جاتا ہے کیونکہ یہ کفر اور زندقہ ہے تَعَالَی اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَمَّ یَتَوَھَّمُ الظَّالِمُوْنَ عُلُوًّا اَکْبِیْرًا اللہ تعالیٰ ظالموں کے وہم و گمان سے بہت برتر و بلند ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ عبارت اَنَا الْحَقُّ کے معنی یہ نہیں ہیں کہ میں حق ہوں۔ بلکہ یہ ہیں کہ میں نہیں ہوں اور حق موجود ہے اور تغیر و تبدل کو حق تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال کی طرف راہ نہیں ہے۔ فَسُبْحَانَ الَّذِیْ لَا یَتَغَیَّرُ بِذَاتِهٖ وَلَا بِصِفَاتِهٖ وَلَا فِیْ اَفْعَالِهٖ بِحُدُوْثِ الْاَکْوَانِ (پس پاک ہے وہ ذات جو اپنی ذات و صفات و افعال میں موجودات کے حدوث سے متغیر نہیں ہوتا) اور صوفیہ وجودیہ نے جو تنزلاتِ خمسہ ثابت کئے ہیں وہ مرتبہ وجوب میں تغیر و تبدل کی قسم سے نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ کفر و گمراہی ہے بلکہ ان تنزلات کو حق تعالیٰ کے کمال کے مراتب ظہورات میں اعتبار کیا ہے بغیر اس بات کے کہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال میں تغیر و تبدل راہ پائے۔

اور حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں بھی غنی مطلق ہے اور کسی امر میں کسی چیز کا محتاج نہیں ہے اور جس طرح وجود میں محتاج نہیں ہے ظہور میں بھی محتاج نہیں ہے اور بعض صوفیہ کی عبارت سے جو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے اسمائی و صفاتی ظہور میں ہمارا محتاج ہے۔ یہ بات اس فقیر پر بہت گراں ہے۔ بلکہ جانتا ہے کہ ان کی پیدائش سے مقصود ان کے اپنے کمالات کا حاصل ہونا ہے نہ وہ کمال جو حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف عاید ہو سکے۔ آیت کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ اَیْ

لِيَعْرِفُوْنَ (میں نے جن وانسان کو عبادت و معرفت کے لئے پیدا کیا ہے) میں اسی مطلب کی تائید ہے۔

پس جن وانسان کی پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ان کو اپنی معرفت حاصل ہو جائے جو ان کا کمال ہے۔ نہ کوئی ایسا امر جو حق سُبحانہٗ کی جناب کی طرف عائد ہو سکے اور حدیث قدسی میں جو یہ واقع ہے فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ (میں نے خلقت کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ پہچانا جاؤں) اس جگہ یہی مراد ان کی معرفت ہے نہ یہ کہ میں معرفت ہوؤں اور ان کی معرفت کے ذریعے کمال حاصل کروں۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّ اكَبِيْرًا (اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی برتر ہے)۔

اور حق تعالیٰ نقصان کی تمام صفتوں اور حدوث کے نشانوں سے مُنزّہ اور مُبّرا ہے نہ جسم و جسمانی ہے اور نہ مکانی اور زمانی اور صفات کمال اس کے لئے ثابت ہیں جن میں سے آٹھ صفات کمال وجود ذات تعالیٰ پر وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں اور وہ صفات یہ ہیں حیات و علم و قدرت وارادت و بصر و سمع و کلام و تکوین اور یہ صفات خارج میں موجود ہیں اور یہ نہیں کہ وجود ذات پر علم میں وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں اور خارج میں نفس ذات تعالیٰ و تقدس ہیں جس طرح کہ بعض صوفیہ وجودیہ نے گمان کیا ہے اور اس طرح کہا ہے ؎

از روے عقل ہمہ غیر اند صفات   باذات تواز روے تحقق ہمہ عین

ترجمہ ؎ از روے عقل و علم کے سب صفات غیر ہیں اور ز روئے تحقق کے سب ذات کے ساتھ عین ہیں۔

کیونکہ اس میں در حقیقت صفات کی نفی ہے۔ کیونکہ صفات کی نفی کرنے والوں یعنی معتزلہ اور فلاسفہ نے بھی تغائر علمی اور اتحاد خارجی کہا ہے اور تغائر علمی سے انکار نہیں کیا ہے اور نہ ہی یہ کہا ہے کہ علم کا مفہوم عین ذات کا مفہوم ہے یا عین قدرت وارادت کا مفہوم ہے۔ بلکہ عینیت کی نفی کرنے والوں سے نہیں نکل سکتے۔ کیونکہ تغائر اعتباری کچھ نفع نہیں دیتا۔ كَمَا عَرَفْتَ

اور حق تعالیٰ قدیم اور ازلی ہے اور اس کے سوا کسی کے لئے قدیم اور ازلیّت ثابت نہیں ہے۔ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے اور جو کوئی حق تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے قدیم اور ازلی ہونے کا قائل ہوا ہے وہ کافر ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سینا اور فارابی کی تکفیر اسی واسطے کی ہے کہ وہ عقول اور نفوس کے قدیم ہونے کے قائل ہوئے ہیں اور صورت اور ہیولیٰ کے قدیم ہونے کا گمان کیا ہے اور آسمانوں کو بمع ان اشیا کے جوان میں ہیں قدیم سمجھا ہے۔

اور ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا

ملین کے ارواح کے قدیم کا قائل ہوا ہے اس بات کو ظاہر کی طرف سے پھیر کر تاویل پر محمول کرنا چاہئے۔ تاکہ اہل ملت کے اجماع کے مخالف نہ ہو۔

اور حق تعالیٰ قادر مختار ہے اور ایجاب کی آمیزش اور اضطرار کے گمان سے مُنزّہ اور مُبّرا ہے۔ فلاسفہ بے خرد نے کمال کو ایجاب میں جان کر حق تعالیٰ سے اختیار کی نفی کر کے ایجاب کو ثابت کیا ہے اور ان بیوقوفوں نے اس واجب الوجود کو معطل و بیکار سمجھا ہے اور سوائے ایک مصنوع کے کہ وہ بھی ایجاب سے ہے زمین و آسمان کے خالق سے صادر ہوا ہوا نہیں جانتا ہے اور حوادث کے وجود کو عقل فعال کی طرف نسبت دی ہے جس کا وجود ان کے وہم کے سوا کہیں ثابت نہیں ہے اور ان کے گمان میں ان کو حق تعالیٰ کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے۔ پس چاہئے تھا کہ اضطراب واضطرار کے وقت عقل فعال کی طرف التجا کرتے اور حضرت حق سُبحانہٗ کی طرف رجوع نہ کرتے۔ کیونکہ حوادث کے وجود میں اس کا کچھ دخل نہیں جانتے اور کہتے ہیں کہ صرف عقل فعال ہی حوادث کے ایجاد سے تعلق رکھتی ہے۔ بلکہ فعال کی طرف بھی ان کا رجوع نہیں کیونکہ ان کی بلیات کے دفع کرنے میں اس کا بھی کچھ اختیار نہیں ہے۔ یہ بدبخت اپنی نادانی اور بیوقوفی کے باعث فرقہ ضالہ یعنی گمراہ فرقوں کے پیشرو ہیں۔ حالانکہ کافر بھی ان بدبختوں کے برخلاف حق تعالیٰ کی طرف التجا کرتے اور بلیات کا دفع کرنا اسی سے طلب کرتے ہیں ان بدبختوں میں بہ نسبت اور تمام فرقوں کے دو چیزیں زیادہ ہیں۔ ایک یہ کہ احکام مُنزّلہ کا کفر اور انکار کرتے اور اخبار مُرسلہ کے ساتھ عداوت و دشمنی رکھتے ہیں دوسرا یہ کہ اپنے بیہودہ اور واہی مطالب اور مقاصد کے ثابت کرنے میں جس قدر ان کو خبط لاحق ہوا ہے اور کسی بیوقوف کو اس قدر لاحق نہیں ہوا۔ آسمان اور ستارے جو ہر وقت بے قرار اور سرگرداں ہیں ان کا مدار کار ان کی اپنی حرکات اور اوضاع پر رکھا ہے اور آسمانوں کے خالق اور ستاروں کے موجد اور محرّک اور مدبر کی طرف سے آنکھیں بند کی ہیں اور دور از معاملہ سمجھے ہیں۔ یہ لوگ بہت ہی بخیر داور بیوقوف ہیں اور ان میں سے زیادہ کمینہ اور بیوقوف اور احمق وہ شخص ہے جو ان کو دانا اور عقلمند جانتا ہے۔ ان کے مُتَّسَقْ اور مُنْتَظَمْ یعنی مرتبہ علوم میں سے ایک علم ہندسہ ہے جو محض لایعنی اور بیہودہ اور لاطائل ہے۔ بھلا مثلث کے تینوں زاویوں کا دونوں زاویہ قائمہ کے ساتھ برابر ہونا کس کام آئے گا اور شکل عروسی اور مامونی جو ان کے نزدیک بڑی مشکل اور جانکاہ ہے۔ کس غرض کیلئے ہے۔

علم طب و نجوم اور علم تہذیب اخلاق جو ان کے تمام علوم میں سے بہتر علم ہے۔ گذشتہ انبیائے علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں سے چرا کر اپنے باطل اور بیہودہ علوم کو رائج کیا ہے جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ اَلْمُنقِذُ عَنِ الضَّلَالِ میں اس امر کی تشریح اور تصریح کی ہے۔

اہل ملت اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تابعدار اگر دلائل اور براہین میں غلطی کریں تو کچھ دور نہیں۔ کیونکہ ان کے کام کا انداز انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید پر ہے اور اپنے مطالب عالیہ کے ثبوت کے لئے دلائل اور براہین کو صرف تبرع کے طور پر لاتے ہیں۔ یہی تقلید ان کے لئے کافی ہے۔ برخلاف ان بد بختوں کے جو تقلید سے نکل کر صرف دلائل کے ساتھ اپنے مطالب کو ثابت کرنے کے پیچھے پڑے ہیں۔ ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی دعوت جب افلاطوں کو جو ان بد بختوں کا رئیس ہے، پہنچی تو اس نے جواب میں یوں کہا کہ نَحْنُ قَوْمٌ مُّھْتَدُوْنَ لَا حَاجَةَ بِنَا اِلٰی مَنْ یَّھْدِیْنَا ہم ہدایت یافتہ لوگ ہیں ہم کو ایسے شخص کی حاجت نہیں ہے جو ہم کو ہدایت دے۔

اس بیوقوف کو چاہئے تھا کہ ایسے شخص کو جو مردوں کو زندہ کرتا، اور مادر زاد اندھوں اور کوڑھی کو تندرست کرتا ہے جو ان کی حکمت کے طور سے خارج ہے پہلے دیکھتا اور اس کے حالات کو دریافت کرتا اور پھر جواب دیتا بن دیکھے اس کا یہ جواب دینا اس کی کمال عداوت اور کمینہ پن ہے۔

فلسفہ چوں اکثرش باشد سفہ پس کل آں ہم سفہ باشد کہ حکم کل حکم اکثر است

ترجمہ فلسفہ کا جب کہ اکثر ہے سفہ پس اس کا کل
بھی سفہ ہو گا کہ حکم کل ہے اکثر کا حکم

نَجَّانَا اللّٰہُ عَنْ مُعْتَقِدَاتِھِمُ السُّوْءِ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے برے عقائد سے بچائے۔

فرزندی محمد معصوم نے انہی دنوں میں جواہر، شرح مواقف کو تمام کیا ہے اثنائے سبق میں ان بیوقوفوں کی بڑی بڑی قباحتیں ظاہر ہوئیں اور بہت سے فائدے ان پر مترتب ہوئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَآئَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات کو لائے ہیں۔

اور شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض عبارتیں بھی ایجاب کی طرف ناظر ہیں اور قدرت کے معنی میں فلسفہ کے ساتھ موافقت رکھتی ہیں۔ یعنی ترک کی صحت قادر سے تجویز نہیں کرتا اور فعل کی جانب کو لازم جانتا ہے عجب معاملہ ہے کہ شیخ محی الدین مقبولوں میں سے نظر آتا ہے اور اس کے اکثر علوم جو آرائے اہل حق کے مخالف ہیں خطا اور ناصواب ظاہر ہوتے ہیں شاید خطاءِ کشفی کے باعث اس کو معذور رکھا ہے اور خطائے اجتہادی کی طرح ملامت کو اس سے ہٹا رکھا ہے۔

شیخ محی الدین کے حق میں فقیر کا اعتقاد خاص بھی یہی ہے کہ اس کو مقبولوں میں سے جانتا ہے اور

اس کے مخالف علوم کو خطا اور مضر دیکھتا ہے۔

اس طائفہ میں سے بعض لوگ شیخ کو طعن وملامت بھی کرتے ہیں اور اس کے علوم کو بھی خطا پر جانتے ہیں اور بعض لوگ شیخ کی تقلید اختیار کر کے اس کے تمام علوم کو بہتر اور صواب جانتے ہیں اور ان علوم کی حقیت کو دلائل وشواہد کے ساتھ ثابت کرتے ہیں اور شک نہیں کہ ان دونوں فریقوں نے افراط و تفریط کا رستہ اختیار کیا ہے اور توسط حال سے دور رہے ہیں شیخ کو جو مقبول اولیا میں سے ہے خطائے کشفی کے باعث کس طرح رد کیا جائے اور اس کے علوم کو جو صواب سے دور اور اہل حق کی آرا کے مخالف ہیں تقلید سے کس طرح قبول کئے جائیں فَالْحَقُّ هُوَ التَّوَسُّطُ الَّذِیْ وَفَّقَنِیَ اللّٰہُ سُبْحَانَهٗ بِمَنِّهٖ وَكَرَمِهٖ پس حق یہی توسط ہے جس کی توفیق اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل وکرم سے بخشی ہے۔

ہاں مسئلہ وحدوجود میں اسی گروں میں سے ایک جم غفیر یعنی بہت سے لوگ شیخ کے ساتھ شریک ہیں اگرچہ شیخ اس مسئلہ میں بھی طرز خاص رکھتا ہے۔ لیکن اصل بات میں سب کے سب باہم شریک ہیں یہ مسئلہ بھی اگرچہ بظاہر اہل حق کے مخالف ہے لیکن توجہ کے قابل اور جمع کے لائق ہے۔

اس فقیر نے اللہ تعالیٰ کی عنایت سے حضرت ایشاں قدس سرہٗ کی رباعیات کی شرح میں اس مسئلہ کو اہل حق کے معتقدات کے ساتھ جمع کیا ہے اور فریقین کی نزاع کو لفظ کی طرف راجع کیا ہے اور دونوں طرف کے شکوک اور شبہات کو اس طرح حل کیا ہے کہ اس میں کوئی شک وشبہ کا محل نہیں رہا۔ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلَى النَّاظِرِ فِيْهِ جیسا کہ اس کے دیکھنے والے پر پوشیدہ نہیں ہے۔

جاننا چاہئے کہ ممکنات کیا جواہر کیا اعراض اور کیا اجسام اور کیا عقول اور کیا نفوس اور کیا افلاک اور کیا عناصر سب کے سب اس قادر مختار کی ایجاد کی طرف منسوب ہیں جو ان کو عدم کی پوشیدگی سے وجود میں لایا ہے اور جس طرح یہ سب چیزیں اپنے وجود میں حق تعالیٰ کی محتاج ہیں اسی طرح بقا میں بھی اس کے محتاج ہیں اور اس نے اسباب اور وسائل کے وجود کو اپنے فعل کا روپوش بنایا ہے اور حکمت کو اپنی قدرت کا پردہ بنایا ہے نہیں بلکہ اسباب کو اپنے فعل کے ثبوت کے لئے دلائل بنایا ہے اور حکمت کو قدرت کے وجود کا وسیلہ فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ دانا لوگ بے بصیرت کی آنکھ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے سرمہ سے سرگیں اور روشن ہوئی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اسباب ووسائل جو اپنے وجود اور بقا میں حق تعالیٰ کے محتاج ہیں اور اپنا ثبوت وقیام اسی سے اور اسی کے ساتھ رکھتے ہیں۔ حقیقت میں جماد محض ہیں۔ وہ کس طرح دوسرے میں جو وہ بھی انہی کی طرح جماد محض ہے تاثیر کر سکتے ہیں اور اس میں اختراع واحداث کس طرح پیدا کر سکتے ہیں ہرگز نہیں بلکہ ان کے سوا اور قادر ہے اور جو ان کو ایجاد کرتا اور ہر ایک کے لائق اور مناسب کمالات ان کو عطا فرماتا ہے اور جس طرح کہ عقلمند جماد محض سے فعل

کو دیکھ کر اس کے فاعل اور محرک کی طرف سراغ لے جاتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ فعل اس جماد کے حال کے مناسب نہیں ہے۔ بلکہ اس کے سوا کوئی اور فاعل ہے جو اس فعل کو اس میں ایجاد کرتا ہے۔ پس جماد کا فعل عقلمندوں کے نزدیک فاعل حقیقی کے فعل کا روپوش ثابت نہ ہوا۔ بلکہ اس کی جمادیت کی طرف نظر کرنے کے لحاظ سے اس کا وہ فعل فاعل حقیقی کے وجود پر دلیل ہے پس یہاں بھی اسی طرح ہے۔ ہاں اسی بیوقوف کے فعل میں جماد کا فعل فاعل حقیقی کے فعل کا روپوش ہے جس نے اپنی کمال نادانی اور بیوقوفی کے باعث جماد محض کو اس فعل کے سبب صاحب قدرت سمجھا ہے اور فاعل حقیقی کی طرف سے کافر اور منکر ہوا ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا بہت کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہت کو اس سے ہدایت دیتا ہے۔

یہ معرفت مشکوۃ نبوت سے مقتبس ہے۔ لیکن ہر ایک شخص کا فہم یہاں تک نہیں پہنچتا۔ اکثر لوگ کمال کو اسباب کے رفع کرنے میں جانتے ہیں اور اشیا کو ابتدا ہی سے اسباب کے ذریعہ کے بغیر حضرت حق سبحانہٗ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اسباب کے رفع کرنے میں اس حکمت کا رفع ہونا ہے۔ جس کے ضمن میں بہت سی مصلحتیں مدنظر ہیں۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا اے ہمارے رب تو نے اس کو باطل پیدا نہیں کیا۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اسباب کو مدنظر رکھتے ہیں اور باوجود اس رعایت کے اپنے امر اور کام کو حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدنظری کا لحاظ کر کے اپنے بیٹوں کو فرمایا يٰبَنِىَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ (اے میرے بیٹو ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا) اور باوجود اس رعایت کے پھر اپنے امر کو حق جل سلطانہٗ کے سپرد کر کے فرمایا مَآ اُغْنِىْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَىْءٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (میں تم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ بے پروا نہیں کرتا حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ میں نے اسی پر توکل کیا اور توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں) اور حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کی اس معرفت کو پسند فرمایا ہے اور اپنی طرف نسبت دیکر اس طرح فرمایا ہے وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (اور وہ بیشک بہت ہی صاحب علم تھا اس لئے کہ ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم سکھایا تھا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) اور حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ بھی قرآن مجید میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسباب کے توسط کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (اے نبی تجھے اللہ اور تابعدار مومن کافی ہیں) باقی رہی اسباب کی تاثیر ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات اسباب میں

تاثیر بھی پیدا کر دے تا کہ مؤثر ہو اور بعض اوقات تاثیر کو ان میں پیدا نہ کرے اور کوئی اثر ان پر مترتب نہ ہو جیسا کہ ہم روزمرہ اسباب میں اس امر کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ کبھی ان اسباب پر مسببات کے وجود پر مترتب ہوتے ہیں اور کبھی کوئی اثر ان سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اسباب کی تاثیر مطلق انکار کرنا مکابرہ اور ہٹ دھرمی ہے تاثیر کو ماننا چاہئے اور اسی تاثیر کو اس سبب کے وجود کی طرح حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ کی ایجاد سے جاننا چاہئے فقیر کی رائے اس مسئلہ میں یہی ہے۔ واللہ سبحانہٗ اعلم

اس بیان سے ظاہر ہوا کہ اسباب کا توسط اور وسیلہ توکل کے منافی نہیں ہے۔ جیسا کہ اکثر ناقصوں نے گمان کیا ہے بلکہ اسباب کے توسط میں کمال توکل ہے۔

حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسباب کو مد نظر رکھ کر اپنے امر کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے سپرد کرنے کو توکل فرمایا ہے۔ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (میں نے اسی پر توکل کیا اور توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں)

اور حق تعالیٰ خیر و شر کا ارادہ کرنے والا اور ان دونوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ لیکن خیر سے راضی ہے اور شر سے راضی نہیں ہے ارادہ اور رضا کے درمیان یہ ایک بڑا دقیق فرق ہے۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اہل سنت و جماعت کو ہدایت فرمائی ہے۔ باقی تمام فرقے اس فرق کی طرف ہدایت نہ پانے کے باعث گمراہ ہوگئے۔

معتزلہ بندہ کو اپنے افعال کا خالق کہتے ہیں اور کفر و معاصی کی ایجاد کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں اور شیخ محی الدین اور ان کے تابعداروں کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ جس طرح ایمان اور اعمال صالحہ اسم الہادی کے پسندیدہ ہیں اسی طرح کفر و معاصی بھی اسم المضل کے پسندیدہ ہیں۔

یہ بات بھی اہل حق کے مخالف ہے اور ایجاب کی طرف میلان رکھتی ہے جو رضا کا منشا ہے۔ جس طرح کہیں کہ اشراق و اضائت آفتاب کے پسندیدہ ہے اور حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے بندوں کو قدرت و ارادہ دیا ہے کہ اپنے اختیار سے افعال کا کسب کرتے ہیں افعال کا پیدا کرنا حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف منسوب ہے اور ان افعال کا کسب بندوں کی طرف منسوب ہے۔ عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ پہلے بندہ اپنے فعل کا قصد کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہے۔ چونکہ بندہ کا فعل اپنے قصد و اختیار سے صادر ہوتا ہے اس لئے مدح و ذم اور ثواب و عذاب بھی اسی کے متعلق ہوتا ہے اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ بندے کا اختیار ضعیف ہے تو بجا ہے اور اگر اس لحاظ سے کہا ہے کہ فعل مامور کے ادا کرنے میں کافی نہیں ہے، تو صحیح نہیں ہے۔ فَاِنَّ سُبْحَانَهٗ لَا یُكَلِّفُ بِمَا لَیْسَ فِیْ وُسْعِهٖ بَلْ یُرِیْدُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ الْعُسْرَ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے فعل کے لئے تکلیف نہیں دیتا جو بندے کی طاقت سے باہر

ہے بلکہ وہ تو آسانی ہی چاہتا ہے اور تنگی کا ارادہ نہیں کرتا۔

غرض یہ کہ فعل موقت یعنی چند روزہ فعل پر ہمیشہ کی جزا کا مقرر کرنا حق تعالیٰ عزیز و حکیم کی تقدیر کے حوالہ ہے جس نے کفر موقت کے لئے ہمیشہ کا عذاب برابر برابر جزا فرمائی اور دائمی لذت ونعمت کو ایمان موقت پر وابستہ کیا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ

حق تعالیٰ کی توفیق سے اس قدر تو ہم بھی جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ کی نسبت (جو ظاہری اور باطنی نعمتوں کا دینے والا اور زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اور جس کی پاک بارگاہ کے لئے ہر قسم کی بزرگی اور کمال ثابت ہے) کفر اختیار کرنے کے لئے جزا بھی ایسی ہونی چاہئے جو تمام سخت عذابوں سے بڑھ کر ہو۔ اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہنا ہے۔ اور ایسے ہی اس منعم بزرگ پر غیب کے ساتھ ایمان لانے اور نفس و شیطان کی مزاحمت کے باوجود اس کو است گو جاننے کے لئے جزا بھی ویسی ہونی چاہئے۔ جو سب جزاؤں سے بہتر اور اعلیٰ درجہ کی ہو اور وہ ناز و نعمت و لذت میں ہمیشہ رہتا ہے۔

بعض مشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بہشت میں داخل ہونا درحقیقت حق تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے اور ایمان کے ساتھ اس کو وابستہ کرنا اس لئے ہے کہ جو کچھ اعمال کی جزا ہوتی ہے وہ زیادہ لذیذ ہوتی ہے۔

فقیر کے نزدیک بہشت میں داخل ہونا ایمان پر وابستہ ہے لیکن ایمان حق تعالیٰ کا فضل اور اس کا عطیہ ہے اور دوزخ میں داخل ہونا کفر پر منحصر ہے اور کفر نفس امارہ کی خواہش سے پیدا ہوتا ہے۔ مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ جو تجھے نیکی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو تجھے برائی پہنچے وہ تیرے نفس سے ہے۔

جاننا چاہئے کہ بہشت میں داخل ہونے کو ایمان کے ساتھ وابستہ کرنے میں درحقیقت ایمان کی تعظیم ہے۔ بلکہ مومن بہ کی تعظیم ہے۔ جس پر اتنا بڑا عظیم الشان اجر مرتب ہوا ہے اور ایسے ہی دوزخ میں داخل ہونے کو کفر کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں کفر کی حقارت اور اس ذات بزرگ کی کہ جس کی نسبت یہ کفر وقوع میں آیا ہے، فضیلت ہے۔ جس پر ایسا ہمیشہ کا عذاب مترتب ہوا ہے برخلاف اس بات کے جو بعض مشائخ نے کہی ہے، جو اس دقیقہ سے خالی ہے اور نیز ہمیشہ کے لئے دوزخ میں داخل ہونے کے لئے جو اس کا عدیل ہے کوئی مثال اس طرح پر جاری نہیں ہے۔ کیونکہ دوزخ میں داخل ہونا درحقیقت کفر پر موقوف ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ هٰذَا

اور آخرت میں مومن لوگ اللہ تعالیٰ کو بے جہت و بے کیف اور بے شبہ و بے مثال جنت میں دیکھیں گے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے اہل سنت وجماعت کے سوا تمام اہل ملت غیر اہل ملت

فرقے منکر ہیں اور بے جہت اور بے کیف دیدار کو جائز نہیں سمجھتے حتی کہ شیخ محی الدین ابن عربی بھی دیدار آخرت کو تجلی صوری کی حالت میں بیان کرتا ہے اور تجلّی صوری کے سوا تجویز نہیں کرتا۔

ایک دن حضرت ایشاں قدس سرہٗ اپنے شیخ سے نقل کرتے تھے کہ اگر معتزلہ دیدار کو تنزیہ کے مرتبہ میں مقید نہ کرتے اور تشبیہ کے بھی قائل ہوتے اور دیدار کو اس تجلی میں بھی جانتے تو ہرگز دیدار کا انکار نہ کرتے اور محال نہ سمجھتے یعنی ان کا انکار بے جہتی اور بے کیفی سے ہے جو مرتبہ تنزیہ کے ساتھ مخصوص ہے برخلاف اس تجلی کے کہ اس میں جہت وکیف ملحوظ ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ دیدار آخرت کو تجلی صوری کی طرح بیان کرنا در حقیقت دیدار سے انکار کرنا ہے کیونکہ وہ تجلّی صوری اگرچہ دنیا کی صوری تجلّیات سے جدا ہے حق تعالیٰ کا دیدار نہیں ہے

یَرَاهُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِغَيْرِ كَيْفٍ وَاِدْرَاكٍ وَ ضَرْبٍ مِنْ مِثَالٍ

ترجمہ مومن خدا کو دیکھیں گے جنت میں خوش خصال

بے کیف و بے جہت بے شبہ و بے مثال

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مبعوث ہونا اہل جہان کے لئے سراسر رحمت ہے۔ اگر ان بزرگواروں کا واسطہ اور ذریعہ نہ ہوتا۔ تو ہم گمراہوں کو اس واجب الوجود تعالیٰ وتقدس کی ذات وصفات کی معرفت کی طرف کون ہدایت فرماتا اور ہمارے مولیٰ جلّشانہٗ کی مرضیات اور نامرضیات میں کون تمیز کرتا۔ ہماری ناقص عقلیں ان بزرگواروں کے نور دعوت کی تائید کے بغیر معزول وبیکار ہیں اور ہمارے ناتمام اور ادھورے فہم ان کی تقلید کے بغیر اس معاملہ میں مخزول وخوار ہیں۔ ہاں عقل بھی اگرچہ حجت ہے۔ لیکن حجت ہونے میں ناتمام ہے اور مرتبہ بلوغ تک نہیں پہنچی ہے حجت بالغہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہے۔ جس پر آخرت کا دائمی عذاب وثواب وابستہ ہے۔

سوال: جب آخرت کا دائمی عذاب بعثت پر موقوف ہے تو پھر بعثت کو رحمت عالمیان کہنا کس وجہ سے ہے؟

جواب: بعثت عین رحمت ہے جو واجب الوجود تعالیٰ وتقدس کی ذات وصفات کی معرفت کا سبب ہے جو دینا و آخرت کی سعادت کو متضمن ہے اور بعثت کی بدولت معلوم ہو گیا ہے کہ یہ چیز حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کے مناسب ہے اور یہ چیز نامناسب۔ کیونکہ ہماری اندھی اور لنگڑی عقل جو حدوث اور امکان کے داغ سے داغدار ہے۔ کیا جانتی ہے کہ اس حضرت وجوب کے لئے جس کے واسطے قدم لازم ہے اس کے اسماء وصفات وافعال میں سے کونسے مناسب ہیں اور کون سے نامناسب تاکہ ان کا اطلاق کیا جاوے اور ان سے اجتناب کیا جاوے بلکہ بسا اوقات اپنے نقص کی وجہ سے کمال کو نقصان جانتے اور

کمال کو نقصان سمجھتے ہیں۔ یہ تمیز فقیر کے نزدیک تمام ظاہری و باطنی نعمتوں سے بڑھ کر ہے وہ شخص بڑا بدبخت ہے جو امور نامناسب کو حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف منسوب کرے اور ناشائستہ اشیا کو حق سبحانہٗ کی طرف نسبت دیوے بعثت ہی کی بدولت حق باطل سے جدا ہوا ہے اور بعثت ہی کی وجہ سے عبادت کے مستحق اور غیر مستحق میں تمیز ہوئی ہے وہ بعثت ہی ہے جس کے ذریعے حق تعالیٰ کے راستہ کی طرف دعوت کرتے ہیں اور بندوں کو مولیٰ جل شانہٗ کے قرب اور وصل کی سعادت تک پہنچاتے ہیں اور بعثت کے ذریعے حق تعالیٰ کی مرضیات پر اطلاع حاصل ہوتی ہے جیسا کہ گزر چکا اور بعثت ہی کی طفیل حق تعالیٰ کے ملک میں تصرف کے جواز اور عدم جواز میں تمیز ہوتی ہے۔ بعثت کے اس قسم کے فائدے بکثرت ہیں پس ثابت ہوا کہ بعثت سراسر رحمت ہے اور جو شخص اپنے نفس امارہ کی خواہش کے تابع ہو جائے اور شیطان لعین کے حکم سے بعثت کا انکار کر دے اور بعثت کے موافق عمل نہ کرے۔ تو بعثت کا کیا گناہ ہے اور بعثت کیوں رحمت نہیں ہے۔

سوال: عقل فی ذاتہ اگرچہ جل شانہٗ کے احکام میں ناقص و ناتمام ہے۔ لیکن یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ تصفیہ اور تزکیہ کے حاصل ہونے کے بعد عقل کو مرتبہ وجوب تعالیٰ و تقدس کے ساتھ بے تکیف مناسبت اور اتصال پیدا ہو جائے۔ جس مناسبت اور اتصال کے سبب احکام کو وہاں سے اخذ کرے اور اس کو اس بعثت کی جو فرشتہ کے واسطے ہے کوئی حاجت نہ رہے۔

جواب: عقل اگرچہ یہ مناسبت اور اتصال پیدا کر لے لیکن یہ تعلق جو اس کا اس مادی صورت کے ساتھ ہے بالکل دور نہیں ہوتا اور اس کو پورا پورا تجرد حاصل نہیں ہوتا۔ پس وہم ہمیشہ اس کا دامنگیر رہتا ہے اور متخیلہ ہرگز اس کا خیال نہیں چھوڑتی اور قوت غضبی اور شہوی ہمیشہ اس کی دوست رہتی ہیں اور حرص و شر کی رذیل صفتیں اس کی ہمنشیں ہوتی ہیں او سہو و نسیان جو نوع انسان کا لازمہ ہے اس سے دور نہیں ہوتے اور خطا اور غلطی جو اس جہان کا خاصہ ہے۔ اس سے جدا نہیں ہوتے۔ پس عقل اعتماد کے لائق نہیں ہے اور اس کے ماخوذہ احکام وہم کے غلبہ اور خیال کے تصرف سے نہیں بچ سکتے اور زیان کی آمیزش اور خطا کے گمان سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ برخلاف فرشتہ کے کہ وہ ان اوصاف سے پاک اور ان رذائل سے مُبرا ہے پس وہ بالضرور اعتماد کے لائق ہوگا اور اس کے ماخوذہ احکام وہم و خیال کی آمیزش اور نسیان و خطا کے گمان سے محفوظ ہوں گے اور بعض اوقات ان علوم میں جو تلقی روحانی سے اخذ کئے ہوتے ہیں، محسوس ہوتا ہے کہ قوائے و حواس کے ساتھ ان کی تبلیغ کی اثناء میں بعض مقدمات مسلمہ غیر صادقہ جو وہم و خیال وغیرہ کے ذریعے حاصل ہوئے ہوتے ہیں ان علوم میں اس طرح مل جاتے ہیں کہ اس وقت ہرگز تمیز نہیں کر سکتے اور ثانی الحال میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس تمیز کا علم حاصل ہوتا ہے اور

کبھی نہیں بھی ہو تاپس وہ علوم ان مقدمات کے مل جانے کے باعث کذب کی ہیئت پیدا کر لیتے ہیں اور پھر اعتماد کے قابل نہیں رہتے یادوسرا اسکا یہ جواب ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ تصفیہ اور تزکیہ کا حاصل ہونا ان اعمال صالحہ کے بجالانے پر موقوف ہے جو حق تعالیٰ کو پسند ہیں اور یہ امر بعثت موقوف ہے جیسا کہ گزر چکا۔

پس ثابت ہوا کہ بعثت کے بغیر تصفیہ اور تزکیہ کی حقیقت حاصل نہیں ہو سکتی اور وہ صفائی جو کافروں اور فاسقوں کو حاصل ہوتی ہو ہے وہ نفس کی صفائی ہے نہ قلب کی صفائی اور صفا نفس سے گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو تا اور خسارہ کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا اور بعض امور غیبی کا کشف جو صفائی کے وقت کافروں اور فاسقوں کو حاصل ہو تا ہے اور استدراج ہے جس سے مقصود ان لوگوں کی خرابی اور خسارہ ہے۔

نَجّٰنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مِنْ هٰذِهِ الْبَلِيَّةِ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَعَلٰى اٰلِهٖ اللہ تعالیٰ سید المرسلین ﷺ کے طفیل ہم کو اس بلا سے بچائے۔

اور اس تحقیق سے واضح ہوا کہ تکلیف شرعی جو بعثت کی راہ سے ثابت ہوئی ہے وہ بھی رحمت ہے نہ کہ جس طرح تکلیف شرعی کے منکروں یعنی ملحدوں اور زندیقوں نے گمان کیا ہے اور تکلیف کو کلفت سے تصور کر کے غیر معقول اور ناپسند جانا ہے اور جو کہتے ہیں کہ یہ کونسی مہربانی ہے کہ بندوں کو سخت مشکل امور کی تکلیف دیں اور کہیں کہ اگر تم اس تکلیف کے بموجب عمل کرو گے تو بہشت میں جاؤ گے اور اگر اس کے برخلاف کرو گے تو دوزخ میں جاؤ گے ان کو ایسے امور کی کیوں تکلیف دیتے ہیں ان کو کیوں نہیں چھوڑ دیتے کہ کھائیں پئیں اور سورہیں اور اپنے حال میں رہیں یہ بد بخت اور بیوقوف نہیں جانتے کہ منعم کا شکر از روئے عقل کے واجب ہے اور یہ تکلیفات شرعیہ اس شعر کے بجالانے کا بیان ہے۔ پس تکلیف عقل کی رُو سے واجب ہے۔ اور نیز جہان کا انتظام اس تکلیف پر منحصر ہے۔ اگر ہر ایک کو اپنے اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو ان سے سوائے شرارت اور فساد کے کچھ ظاہر نہ ہو تا۔ ہر بوالہوس دوسرے کے جان ومال میں ست درازی کرتا اور خبث وفساد سے پیش آتا اور خود بھی ضائع ہو تا اور دوسرے کو بھی ضائع کرتا عَيَاذًا بِاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ اگر شرعی موانع اور زواجر نہ ہوتے تو معلوم نہیں کس قدر شرارت اور فساد ظاہر ہو تا۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّا اُولِي الْاَلْبَابِ اے داناوں قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے ۔

کند زنگئے مست در کعبہ قے ۔۔۔ اگر چوب حاکم نباشد زپے

ترجمہ اگر چوبِ حاکم سے زنگی نہ ڈرتا ۔۔۔ تو مستی سے کعبہ میں قے جا کے کرتا

یا ہم یہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ خود مختار مالک ہے اور بندے اس کے مملوک اور غلام ہیں۔ پس جو حکم وتصرف جو وہ ان میں فرماتا ہے عین خیر وصلاح ہے اور ظلم وفساد کی آمیزش سے منزّہ اور مبرّہ ہے لَا یُسْأَلُ عَمَّا یَفْعَلُ جو وہ کرتا ہے اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔

کر از ہرۂ آنکہ از بیم تو کشاید زباں جز بہ تسلیم تو

ترجمہ نہیں طاقت کہ کوئی تیرے ڈر سے زباں اپنی بجز تسلیم کھولے

اگر سب کو دوزخ میں بھیج دیوے اور ان کو ہمیشہ کا عذاب فرماوے کوئی اعتراض کی جگہ نہیں اور غیر کے ملک میں یہ تصرف نہیں ہے جو ستم کی صورت پیدا کرے۔ برخلاف ہمارے املاک کے جو در حقیقت اسی کے املاک ہیں ان املاک میں ہمارے تمام تصرفات عین ستم ہیں کیونکہ صاحب شرع نے بعض مصلحتوں کے باعث ان املاک کو ہماری طرف منسوب کیا ہے اور در حقیقت اسی کے املاک ہیں۔ پس ہمارا تصرف ان املاک میں اسی قدر جائز ہے جس قدر کہ اس مالک مختار نے اس تصرف کو تجویز فرمایا ہے اور ہمارے لئے مباح کیا ہے اور جو کچھ ان بزرگواروں یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے حق جل وعلا کے جتلانے سے خبر دی ہے اور جن احکام کا بیان فرمایا ہے سب سچ اور واقع کے اخطاء کی تقریر کو ان کے حق میں جائز نہیں رکھا اور کہا ہے کہ ان کو خطا پر جلدی آگاہ کر دیتے ہیں اور صواب وبہتری سے اس کا تدارک فرماتے ہیں۔ فَلَا اِعْتِدَادَ بِذٰلِكَ الْخَطَاءِ پس یہ خطا کسی گنتی میں نہیں ہے۔

اور قبر کا عذاب کافروں کو اور بعض گنہگار مومنوں کے لئے حق ہے۔ مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰات والتسلیمات نے اس کی نسبت خبر دی ہے۔

اور قبر میں مومنوں اور کافروں سے منکر ونکیر کا سوال بھی حق ہے۔ قبر دنیا اور آخرت کے درمیان ایک برزخ ہے۔ اس کا عذاب ایک وجہ سے عذاب دنیوی سے مناسبت رکھتا ہے اور انقطاع پذیر ہے اور دوسری وجہ سے عذاب آخرت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے ہے جو در حقیقت آخرت کے عذابوں سے ہے۔ آیت کریمہ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا (آگ ان پر صبح وشام پیش کی جاتی ہے) عذاب قبر میں نازل ہوئی ہے اور اسی طرح قبر کا آرام بھی دو جہت رکھتا ہے۔ وہ شخص بہت ہی سعادتمند ہے جس کی لغزشوں اور قصوروں کو کمال کرم اور مہربانی سے بخش دیں اور ہرگز اس کا مواخذہ نہ کریں اور اگر مواخذہ کے مقام میں آئے بھی تو کمال مہربانی سے دنیا کے رنجوں اور مصیبتوں کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنادیں اور جو کچھ بقیہ رہ جائے تو قبر کی تنگی اور ان تکلیفوں کو جو اس مقام میں مقرر کی ہوئی ہیں اس کے گناہوں کا کفارہ بنادیں تا کہ پاک وپاکیزہ محشر میں مبعوث ہو اور جس شخص کے لئے ایسا نہ کریں اور اس کا مواخذہ آخرت پر موقوف رکھیں اس کے حق میں بھی عدل ہے لیکن گنہگاروں

اور شرمساروں کے حال پر افسوس ہے ہاں جو کوئی اہل اسلام سے ہے۔ اس کا انجام رحمت سے ہے اور عذاب ابدی سے محفوظ ہے یہ بھی بڑی اعلیٰ نعمت ہے۔

رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٍ بِحُرْمَتِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اے ہمارے رب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہمارے لئے نور کو کامل کر اور ہمارے گناہوں کو بخش تو ہر شے پر قادر ہے۔

روز قیامت حق ہے اور اس دن آسمان وزمین اور ستارے اور پہاڑ اور سمندر اور حیوان اور نباتات اور معادن سب کے سب معدوم اور ناچیز ہو جائیں گے۔ آسمان پھٹ جائیں گے اور ستارے پراگندہ ہو کر گر جاویں گے اور زمین و پہاڑ اڑ جائیں گے۔ یہ اعدام اور فنا نفخہ اولیٰ سے تعلق رکھتا ہے اور نفخہ ثانیہ میں قبروں سے اٹھیں گے اور محشر میں جائیں گے۔

اہل فلسفہ آسمانوں اور زمینوں کے نیست و نابود ہونے کو نہیں مانتے اور ان کا فانی اور فاسد ہونا جائز نہیں سمجھتے اور ان کو ازلی ابدی کہتے ہیں اور باوجود اس امر کے ان میں سے متاخرین لوگ اپنی بیوقوفی کے باعث اپنے آپ کو اہل اسلام کے گروہ سے جانتے ہیں اور بعض اسلامی احکام کے بجالانے کا دعویٰ کرتے ہیں بڑے تعجب کی بات ہے کہ بعض اہل اسلام اُن کی اِن باتوں پر یقین کر لیتے ہیں اور بے تحاشا ان کو مسلمان جانتے ہیں اور اس سے زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض مسلمان ان لوگوں میں بعض کے اسلام کو کامل جانتے ہیں اور اگر کوئی ان کو طعن و تشنیع کرے تو بہت برا مناتے ہیں حالانکہ یہ لوگ نصوص قطعی کے منکر ہیں اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے اجماع کا انکار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۞ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ (جس وقت آفتاب (کے نور کی چادر کو لپیٹ لیا جائے اور جس وقت تارے جھڑ پڑیں) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۞ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ (اور جب آسمان پھٹ جاوے اور سن لے حکم اپنے پروردگار کا اور اسی لائق ہے) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا اىْ شَقَّتْ (اور آسمان پھٹ کر اس میں دروازے دروازے ہو جائیں گے)

اس قسم کی آیتیں قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں اور نہیں جانتے کہ صرف کلمہ شہادت کا منہ سے بول لینا اسلام میں کافی نہیں ہے۔ بلکہ ان تمام چیزوں کی تصدیق ضروری ہے جن کا بجالانا اور ان پر عملدرآمد کرنا دین کی ضروریات سے سمجھا گیا ہے اور کفر و کافری سے تبرا یعنی بیزار ہونا بھی ضروری ہے تاکہ اسلام ثابت ہو جائے وَبِدُوْنِهٖ خَرْطُ الْقَتَادِ (کچھ بھی نہیں ہے)

اور حساب اور میزان اور صراط حق ہے کہ مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسلام نے ان کی نسبت

1۔ مطابق ہیں۔ اور اگرچہ ان بزرگواروں کے اجتہاد کے اجتہادی احکام میں خطا کو تجویز کیا ہے۔ لیکن

خبر دی ہے اور نبوت کے حال سے بعض جاہلوں کے نزدیک ایسے امور کا بعید از عقل ہونا اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ نبوت کی حقیقت عقل کی حقیقت سے برتر ہے اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صادقہ اخبار کو نظر عقل کے ساتھ موافق کرنا در حقیقت طور نبوت سے انکار کرنا ہے۔ کیونکہ یہاں تو معاملہ تقلید پر ہے نہیں جانتے کہ طور نبوّت طور عقل کے مخالف ہے۔ بلکہ عقل انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید کی تائید کے ایسے عالی مطالب کی طرف ہدایت نہیں پاسکتی مخالفت اور چیز ہے اور وہاں تک نہ پہنچنا اور شے۔ کیونکہ مخالفت مطلب تک پہنچنے کے بعد متصوّر ہوتی ہے۔

بہشت ودوزخ موجود ہیں قیامت کے دن حساب لینے کے بعد ایک گروہ کو بہشت میں اور ایک دوزخ میں بھیج دیں گے اور ثواب وعذاب ابدی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا جیسا کہ قطعی اور مؤکدہ نصوص اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔

صاحب فصوص کہتا ہے کہ سب کا انجام رحمت سے ہے۔ اِنَّ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (میری رحمت سب چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے) اور کفار کے لئے دوزخ کا عذاب تین حصہ تک ثابت کرتا ہے اور بعد ازاں کہتا ہے کہ آگ ان کے حق میں برد اور سلام یعنی ٹھنڈی اور سلامت ہو جائے گی۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہو گئی تھی اور حق تعالیٰ کے وعید میں خلاف جائز سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ کوئی اہل دل صوفی کفار کے ہمیشہ کے عذاب کی طرف نہیں گیا ہے۔ اس مسئلہ میں بھی صواب سے دور جا پڑا ہے اور اس نے نہیں جانا ہے کو مومنوں اور کافروں کے حق میں رحمت کا وسیع ہونا صرف دنیا ہی میں مخصوص ہے اور آخرت میں کافروں کو رحمت کی بو بھی نہ پہنچے گی۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (میری رحمت سے کافروں کے سوا اور کوئی ناامید نہ ہوگا) اور رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ کے بعد فرماتا ہے۔ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ پھر میں اپنی رحمت کو ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

شیخ نے آیت کے اوّل حصہ کو پڑھا ہے اور آخر حصہ پر عمل نہیں کیا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (اللہ کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے) اور آیت کریمہ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ خلف وعدہ کی خصوصیت پر دلالت نہیں کرتی۔ ہو سکتا ہے کہ اس جگہ وعدہ خلافی کے نہ ہونے کا اقتصار وانحصار اس سبب سے ہو کہ وعدہ سے اس جگہ مراد رسولوں کی نصرت اور فتح اور کفار پر ان کا غلبہ ہے اور یہ بات وعدہ وعید پر متضمن ہے یعنی رسول کے لئے وعدہ ہے اور کفار کے لئے وعید۔ پس گویا اس آیت میں خلف وعدہ کی بھی اور خلف وعید کی بھی نفی ہے۔ فالآیۃ

مُسْتَشْهِدَةٌ عَلَيْهِ لَا لَهُ اور نیز وعید میں خلاف ہونا وعدہ کے خلاف کی طرح کذب کو مستلزم ہے اور یہ بات حق تعالیٰ کی بلند بارگاہ کے مناسب نہیں ہے یعنی حق تعالیٰ نے ازل میں جان لیا تھا کہ کفار کو ہمیشہ کا عذاب نہ دوں گا اور پھر باوجود اس بات کے کسی مصلحت کے لئے اپنے علم کے خلاف کہہ دیا کہ ان کو ہمیشہ کا عذاب کروں گا۔ اس امر کا تجویز کرنا نہایت ہی بُرا ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ (تیرا بڑی عزت والا رب اس بات سے برتر و پاک ہے جس کے ساتھ اس کو موصوف کرتے ہیں اور مرسلین پر سلام ہو) اور کفار کے لئے دائمی عذاب کے نہ ہونے پر اہل دل کا اجماع صرف شیخ کا اپنا کشف ہے اور کشف میں خطا کی مجال بہت ہے اور چونکہ یہ کشف مسلمانوں کے اجماع کے مخالف ہے اس لئے اس کا کچھ اعتبار اور شمار نہیں ہے۔

فرشتے اللہ جلّشانہ، کے بندے ہیں جو گناہوں سے معصوم اور خطا و نسیان سے محفوظ ہیں۔ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَايُؤْمَرُوْنَ (جو امر ان کو اللہ تعالیٰ کرتا ہے اس میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم ہوتا ہے) اور کھانے پینے اور زن و مرد ہونے سے پاک اور منزہ ہیں اور قرآن مجید میں ان کے لئے مذکر ضمیروں کا استعمال اس اعتبار سے ہے کہ مردوں کا گروہ عورتوں کے گروہ سے بزرگ اور شریف مانا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے بھی اپنی ذات کے واسطے مذکر ضمیروں کا استعمال فرمایا ہے اور حضرت حق سُبحانہ، و تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو رسالت کے لئے برگزیدہ کیا ہے جس طرح کہ بعض انسان کو بھی اس دولت سے مشرف کیا ہے۔ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ (اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں سے بعض کو رسول بنالیتا ہے) تمام اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ خاص خاص انسان فرشتوں سے افضل ہیں۔

امام غزالیؒ اور امام الحرمین اور صاحب فتوحات مکیہ اس بات کے قائل ہیں کہ خاص مَلَك خاص انسان سے افضل ہیں اور جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ فرشتہ کی ولایت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت سے افضل ہے۔ لیکن نبوّت اور رسالت کے درمیان نبی کے لئے ایک ایسا درجہ ہے جہاں تک فرشتہ نہیں پہنچا ہے اور وہ درجہ عنصر خاک کی راہ سے ظاہر ہوا ہے جو بشر کے ساتھ مخصوص ہے اور اس فقیر پر یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ کمالات ولایت کمالات نبوت کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں کاش کہ ان کے درمیان وہ نسبت ہی ہوتی جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ (1) ہے جو راہ ولایت سے حاصل ہو۔ پس افضلیت مطلق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے اور فضل جزئی ملائکہ کرام

1۔ مگر نہیں ہے۔ پس وہ زیادتی جو راہ نبوّت سے حاصل ہو وہ اس زیادتی سے کئی گنا زیادہ ہوگی۔

کے لئے ہے۔ پس بہتر وہی ہے جو جمہور علماء شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے کہا ہے۔

اس تحقیق سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ کوئی ولی کسی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچتا بلکہ اس ولی کا سر ہمیشہ اس نبی کے قدم کے نیچے ہوتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ان مسائل میں سے ہر ایک مسئلہ میں جس میں صوفیہ و علماء کا باہم اختلاف ہے۔ جب اچھی طرح غور اور ملاحظہ کیا جاتا ہے تو حق بجانب علماء معلوم ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء کی نظر نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث نبوت کے کمالات اور اس کے علوم میں نفوذ کیا ہے اور صوفیہ کی نظر ولایت کے کمالات اس کے معارف تک ہی محدود ہے پس وہ علم جو نبوت کی پیش گاہ سے حاصل کیا جاوئے وہ بالضرور اس علم سے جو مرتبہ ولایت سے اخذ کیا جائے کئی درجے بہتر اور حق ہو گا۔

بعض معارف کی تحقیق اس مکتوب میں جو اپنے فرزند ارشد کے نام طریقہ کے بیان میں لکھا ہے، درج ہو چکی ہے اگر کچھ وقت اور پوشیدگی رہ جائے۔ تو اس مکتوب کی طرف رجوع کریں۔

ایمان ان تمام دینی امور کے ساتھ جو ضرورت اور تواتر کے طریق پر ہم تک پہنچے ہیں تصدیق قلبی سے مراد ہے اور اقرار زبانی بھی ایمان کا رکن کہا ہے کہ سقوط کا احتمال رکھتا ہے اور کفر اور کافری اور کفر کے خصائص اور لوازم مثلاً زنا، ربا، دہنی اور اس قسم کی اور رسوم سے جو اس میں پائی جاتی ہیں تبرّی کرنا اور بیزار ہونا اس تصدیق کی علامت میں سے ہے اور اگر عیاذاً باللہ کوئی اس تصدیق کا بھی دعویٰ کرے اور کفر سے بیزاری اور تبرّی بھی ظاہر نہ کرے۔ تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص دو دینوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو ارتداد کے نشان سے داغدار ہے اور حقیقت میں اس کا حکم منافق کا سا حکم ہے لَا اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ (نہ ادھر کا نہ ادھر کا(1))

آیت کریمہ یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ (اے نبی کفار اور منافقوں سے جہاد کر اور ان پر سختی کر) اسی مضمون کی تائید کرتی ہے کیونکہ اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ان کے دشمنوں کی دشمنی کے بغیر ثابت نہیں ہوتی۔ اس جگہ یہ مصرعہ صادق آتا ہے ع

تولّی بے تبرّی نیست ممکن ترجمہ نہیں ہوتی محبت بن تبرّی

شیعہ نے جو یہ قاعدہ اہل بیت کی محبت اور دوستی میں جاری کیا ہوا ہے اور خلفائے ثلاثہ کے تبرّے

1۔ پس ایمان کی تحقیق میں کفر سے تبرّی کرنا ضروری ہے۔ ادنیٰ تبرّی یہ ہے کہ دل سے ہو۔ اور اعلیٰ یہ ہے کہ دل اور جسم دونوں سے ہو۔ اور تبرّی سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی کی جائے۔ وہ دشمنی خواہ دل سے ہو، جب کہ ان کے ضرر کا ڈر ہو۔ خواہ دل اور جسم سے ہو جب کہ ان کے ضرر کا ڈر نہ ہو۔

کو اس محبت کی شرط قرار دیا ہے نامناسب ہے کیونکہ دوستوں کی محبت کے لئے شرط ہے کہ ان کے دشمنوں سے تبرّی کیا جاوے نہ کہ مطلق طور پر دشمنوں کے سوا غیروں سے بھی اور کوئی منصف عاقل اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب اہل بیت کے دشمن ہوں جب کہ ان بزرگواروں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اپنے مالوں اور جانوں کو صرف کر دیا اور جاہ و ریاست کو برباد کر دیا ہے اور کس طرح اہل بیت کی دشمنی کو ان کی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔ جب کہ نص قطعی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت والوں کی محبت ثابت ہے اور دعوت کی اجرت ان کی محبت مقرر کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْلَهٗ فِيْهَا حُسْنًا کہ یارسول اللہ کہہ دو کہ میں تم سے اہل قرابت کی دوستی کے سوا اور کچھ اجر نہیں مانگتا اور جو شخص ایک نیکی کمائے گا ہم اس کی نیکیوں میں اور نیکیاں زیادہ کریں گے۔

حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ بزرگی پائی اور شجرۂ انبیاء بن گئے۔ سب حق تعالیٰ کے دشمنوں سے تبرّی کرنے کے باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَآؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے اصحاب میں نہایت اعلیٰ درجہ کی بہتر پیروی تھی جب کہ انہوں نے قوم کے لوگوں کو کہا کہ ہم تم سے اور ان سے جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو بیزار ہیں اور ہم تم سے انکار کرتے ہیں اور جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت اور دشمنی ظاہر ہو چکی ہے۔

اور حق جل و علیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے فقیر کی نظر میں اس تبرّی کے برابر کوئی عمل نہیں ہے۔ تبرّی کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو کفر اور کافری کے ساتھ عداوت ہے اور اللہ تعالیٰ آفاقی مثل لات و عزیٰ اور ان کے عبادت کرنے والے بالذات حق سلطانہٗ کے دشمن ہیں اور دوزخ کا دائمی عذاب اس بُرے فعل کی جزا ہے اور اللہ انفسی یعنی ہوائے نفسانی اور تمام بُرے اعمال یہ نسبت نہیں رکھتے کیونکہ غضب و عداوت انکی نسبت ذاتی نہیں ہے۔ اگر غضب ہے تو صفات کی طرف منسوب ہے اور اگر عقاب و عتاب ہے تو افعال کی طرف راجع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوزخ کا دائمی عذاب ان بُرے فعلوں کی جزا نہیں بنا بلکہ ان کی معرفت کو اپنی مشیّت اور ارادہ پر منحصر کیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ جب کفر اور کافروں کے ساتھ ذاتی عداوت ثابت ہو چکی تو ناچار رحمت و رافت جو

صفات جمال میں سے ہے آخرت میں کافروں کو نہ پہنچے گی اور رحمت کی صفت عداوت ذاتی کو دور نہ کرے گی کیونکہ وہ چیز جو ذات کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اس چیز کی نسبت جو صفت سے تعلق رکھتی ہے زیادہ اقویٰ اور ارفع ہے۔ پس مقتضائے صفت مقتضائے ذات کو تبدیل نہیں کر سکتا اور یہ جو حدیث قدسی میں آیا ہے کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ (میری رحمت غضب پر بڑھی ہوئی ہے) اس غضب سے مراد غضب صفاتی سمجھنا چاہئے جو گنہگاروں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ غضب ذاتی جو مشرکوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

سوال: اگر کہیں کہ دنیا میں کافروں کو رحمت نصیب ہے۔ جیسا کہ تونے اوپر تحقیق کی ہے تو پھر دنیا میں رحمت کی صفت نے ذاتی عداوت کو کیسے دور کر دیا؟

جواب: میں کہتا ہوں کہ دنیا میں کافروں کو رحمت کا حاصل ہونا ظاہر اور صورت کے اعتبار سے ہے اور در حقیقت ان کے حق میں استدراج اور مکر ہے۔

آیت کریمہ اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرَاتِ بَلْ لَا یَشْعُرُوْنَ پ۱۸ ع۴ کیا یہ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ ہم جو مال و اولاد سے ان کی امداد کئے چلے جا رہے ہیں (اس کے یہ معنی ہیں کہ) ان کو فائدہ پہنچانے میں ہم جلدی کر رہے ہیں۔ (نہیں) بلکہ یہ (لوگ اصل مطلب) کو سمجھتے نہیں۔

اور آیت کریم سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِیْ لَهُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ" پ۹ ع۱۳ ہم انہیں اس طرح پر کہ ان کو خبر بھی نہ ہو آہستہ آہستہ (جہنم کی طرف گھسیٹ کر) لے جائیں گے اور ہم ان کو (دنیا میں) مہلت دیتے ہیں ہمارا داؤ بیشک (پکا) داؤ ہے انہی معنوں پر شاہد ہیں فَلْیَفْهَمْ۔

فائدہ جلیلہ: دوزخ کا دائمی عذاب کفر کی جزا ہے۔ پھر اگر پوچھیں کہ ایک شخص باوجود ایمان کے کفر کی رسمیں بجالاتا اور کفر کی رسموں کی تعظیم کرتا ہے اور علماء اس پر کفر کا حکم لگاتے اور اس کو مرتد سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ہندوستان کے اکثر مسلمان اس بلا میں مبتلا ہیں پس چاہئے کہ علماء کے فتویٰ کے بموجب وہ شخص آخرت کے عذاب ابدی میں گرفتار ہو۔ حالانکہ اخبار صحیحہ میں آچکا ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرہ ایمان بھی ہوگا اس کو دوزخ سے باہر نکال لیں گے اور دائمی عذاب میں نہ رہنے دیں گے۔ تیرے نزدیک اس مسئلہ کی کیا تحقیق ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر وہ شخص کافر محض ہے تو دائمی عذاب اس کے نصیب ہے نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهُ اور کفر کی رسموں کے بجالانے کے باوجود ذرہ ایمان بھی رکھتا ہے تو دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ لیکن اس ذرہ بھر ایمان کی برکت سے امید ہے کہ دائمی عذاب سے خلاص ہو جائے گا اور دائمی گرفتاری

سے نجات پا جائے گا۔

فقیر ایک دفعہ ایک شخص کی بیمار پرسی کیلئے گیا جس کا معاملہ نزع کی حالت تک پہنچا ہوا تھا۔ جب یہ فقیر اس کے حال کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ اس کے دل پر بہت سی ظلمتیں چھائی ہوئی ہیں ان ظلمتوں کو دور کرنے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ وہ ظلمتیں اس کے دل پر سے دور ہو جائیں لیکن اس کے دل نے قبول نہ کیا بہت سی توجہ کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ظلمتیں صفات کفر سے پیدا ہوئی ہیں۔ جو اس میں پوشیدہ تھیں اور وہ کدورتیں کفر اور اہل کفر کے ساتھ دوستی رکھنے کے باعث پیدا ہوئی ہیں۔ توجہ کے ساتھ یہ ظلمتیں دور نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ ان ظلمات سے اس کا پاک ہونا دوزخ کے عذاب پر موقوف ہے جو کفر کی جزا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ذرہ بھر ایمان بھی رکھتا ہے جس کی برکت سے آخر کار اس کو دوزخ سے نکال لیں گے۔ جب اس میں اس حال کا مشاہدہ کیا تو دل میں گزرا کہ آیا اس شخص پر نماز جنازہ پڑھنی چاہئے یا نہ۔ توجہ کے بعد ظاہر ہوا کہ نماز ادا کرنی چاہئے۔

پس وہ مسلمان جو باوجود ایمان کے کافروں کی رسمیں بجالاتے اور ان کی تعظیم کرتے ہیں ان پر نماز جنازہ پڑھنی چاہئے اور کفار کے ساتھ نہ ملانا چاہئے جیسا کہ آج تک یہ عمل برابر ہوتا چلا آیا ہے اور امیدوار ہونا چاہئے کہ آخر کار ایمان کی برکت سے عذاب سے نجات پا جاویں گے۔

پس معلوم ہوا کہ اہل کفر کے لئے عفو اور مغفرت نہیں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ (اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشے گا) اور اگر کافر محض ہے تو عذاب ابدی اس کے کفر کی جزا ہے اور اگر ذرہ بھر ایمان رکھتا ہے تو اس کی جزا دوزخ کا عذاب موقت ہے اور اس کے تمام کبیرہ گناہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں چاہے تو ان کو بخش دے اور چاہئے تو ان کو عذاب دے۔

فقیر کے نزدیک دوزخ کا عذاب خواہ موقت ہو خواہ دائمی، کفر اور صفات کفر کے ساتھ مخصوص ہے چنانچہ اس کی تحقیق آگے آئیگی۔ اور وہ اہل کبائر کہ جن کے گناہ توبہ یا شفاعت یا صرف عفو واحسان کے ساتھ مغفرت میں نہیں آئے یا جن کبیرہ گناہوں کا کفارہ دنیا کے رنج اور تکلیفوں اور موت کے سکرات اور سختیوں کے ساتھ نہیں ہوا۔ امید ہے کہ ان کے عذاب میں بعض کو عذاب قبر کے ساتھ کفایت کریں گے اور بعض کو قبر کی تکلیفوں کے علاوہ قیامت کی سختیوں اور ہول کے ساتھ کفایت کریں گے اور ان کے گناہوں میں سے کوئی ایسا گناہ باقی نہ چھوڑیں گے جس کے لئے عذاب دوزخ کی ضرورت پڑے۔ آیت کریمہ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ پ۷ع۱۵ (وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمانوں کو ظلم سے نہ ملایا ان کے لئے امن ہے) اسی مضمون کی مؤید ہے کیونکہ ظلم سے مراد شرک ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ كُلِّهَا اور تمام امور کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ

بہتر جانتا ہے۔

اگر کہیں کہ کفر کے سوا بعض اور برائیوں کی جزا بھی دوزخ کا عذاب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِناً مُتَعَمِّدًا فَجَزَآءُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا (جس نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا اس کی جزا جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا) اور اخبار میں بھی آیا ہے کہ جو شخص ایک نماز فریضہ کو عمداً قضا کرے گا اس کو حقبہ دوزخ میں عذاب دیں گے پس دوزخ کا عذاب صرف کفار کے ساتھ مخصوص نہ رہا۔

میں کہتا ہوں کہ قتل کا عذاب اس شخص کے لئے جو قتل کو حلال جانے، کیونکہ قتل کو حلال جاننے والا کافر ہے، جیسا کہ مفسرین نے ذکر کیا ہے اور کفر کے سوا اور برائیاں جن کے لئے دوزخ کا عذاب آیا ہے۔ وہ بھی صفات کفر کی آمیزش سے خالی نہ ہوں گی۔ جیسا کہ اس برائی کو خفیف سمجھنا اور اس کے بجا لانے کے وقت لاپروائی کرنا اور شریعت کے امر و نہی کو خوار سمجھنا وغیرہ وغیرہ۔

اور خبر میں آیا ہے کہ شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ (میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہو گی) اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ اُمَّتِیْ اُمَّةٌ مَّرْحُوْمَةٌ لَاعَذَابَ لَهَا فِی الْاٰخِرَةِ (میری امت، امت مرحومہ ہے۔ اس کو عذاب آخرت نہ ہو گا) اور آیت کریمہ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ اسی مضمون کی مؤید ہیں۔ جیسا کہ مذکور ہوا اور مشرکوں کے اطفال اور شاہقان جبل اور پیغمبروں کے زمانۂ فترت کے مشرکوں کا حال اس مکتوب میں جو فرزندی محمد سعید کے نام لکھا ہے۔ مفصل ذکر ہو چکا ہے وہاں سے معلوم کر لیں۔

اور ایمان کے کم و زیادہ ہونے میں علما کا اختلاف ہے۔ امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اَلْاِيْمَانُ لَايَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ کہ ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ایمان قلبی تصدیق اور یقین سے مراد ہے جس میں زیادت اور نقصان کی گنجائش نہیں اور وہ جو زیادت اور نقصان کو قبول کرے دائرہ ظن میں داخل ہے نہ یقین میں ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اعمال صالحہ کا بجا لانا اس یقین کو روشن کر دیتا ہے اور بڑے اعمال کا بجا لانا اس یقین کو مکدر و سیاہ کر دیتا ہے پس زیادت اور نقصان اعمال کے اعتبار سے اس یقین کے روشن ہونے میں ثابت ہوئی نہ کہ نفس یقین میں بعض نے اس یقین کو جب کہ منجلی اور روشن معلوم کیا تو اس یقین کی نسبت جو انجلا اور روشنی نہیں رکھتا زیادہ نہیں کہہ دیا۔ گویا بعض نے غیر منجلی یقین کو یقین نہ جانا اور انہی بعض نے منجلی کو یقین جان کر ناقص کہہ دیا اور بعض دوسروں نے جو زیادہ تیز نظر رکھتے تھے، جب دیکھا کہ یہ زیادت اور نقصان صفات یقین کی طرف راجع ہے نہ کہ نفس یقین کی طرف تو اس سبب سے یقین کو غیر

زائد و ناقص کہہ دیا۔ جس طرح کہ دو آئینے جو باہم برابر ہوں۔ لیکن انجلا اور نورانیت میں تفاوت رکھتے ہوں تو ایک شخص اس آئینہ کو جو زیادہ روشن ہے اور نمائندگی زیادہ رکھتا ہے، کہہ دے کہ یہ آئینہ بہ نسبت اس آئینہ کے جس میں ویسی روشنی اور انجلا نہیں ہے، زیادہ ہے اور دوسرا شخص کہہ دے کہ یہ دونوں آئینے برابر ہیں اور ان میں کسی قسم کی زیادت اور نقصان نہیں ہے۔ فرق صرف انجلا اور نمائندگی میں ہے جو ان دونوں آئینوں کی صفات ہیں۔ پس دوسرے شخص کی نظر صائب ہے اور حقیقت شے تک نافذ ہے اور شخص اول کی نظر کوتاہ ہے اور صفت سے بڑھ کر ذات تک نہیں پہنچتی ہے۔ یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ پ۲۸ ع ۲-اللہ تعالیٰ ایمان داروں کو بلند کرتا ہے اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ لوگ صاحب درجات بلند ہیں۔

اس تحقیق سے کہ جس کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کو توفیق بخشی مخالفوں کے وہ سب اعتراض جو انہوں نے ایمان کے کم و بیش نہ ہونے پر کئے ہیں، زائل ہو گئے اور عام مومنوں کا ایمان تمام وجوہ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ایمان کی طرح نہ ہوا۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایمان جو کامل طور پر منجلی اور نورانی ہے۔ عام مومنوں کے ایمان سے جو مومنوں کے درجوں کے اختلاف کے بموجب بہت سی ظلمتیں اور کدورتیں رکھتا ہے اور اسی طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایمان جو وزن میں اس امت کے ایمان سے زیادہ ہے۔ انجلا اور نورانیت کے اعتبار سے سمجھنا چاہئے اور زیادت کو صفات کاملہ کی طرف راجع کرنا چاہئے کیا نہیں دیکھتے کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نفس انسانیت میں عام لوگوں کے ساتھ برابر ہیں اور حقیقت اور ذات میں سب باہم متحد ہیں تفاضل یعنی ایک کا دوسرے سے افضل ہونا صفات کاملہ کے اعتبار سے ہے اور جس میں یہ صفات کاملہ نہیں ہیں، گویا وہ اس نوع سے خارج ہے اور اس نوع کے فضائل اور خواص سے محروم ہے لیکن باوجود اس تفاوت کے نفس انسانیت میں زیادت اور نقصان کا کوئی دخل نہیں اور نہیں کہہ سکتے کہ وہ انسانیت زیادت و نقصان کے قابل ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ

اور نیز کہتے ہیں کہ تصدیق ایمانی سے مراد بعض کے نزدیک تصدیق منطقی ہے۔ جو ظن اور یقین کو شامل ہے۔ اس تقدیر پر نفس ایمان میں زیادت اور نقصان کی گنجائش ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ اس جگہ تصدیق سے مراد دلی یقین اور اذعان ہے نہ کہ معنی عام جو ظن کو بھی شامل ہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اَنَا مُؤْمِنٌ حَقًّا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اَنَا مُؤْمِنٌ'' اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى درحقیقت ان میں نزاع لفظی ہے لیکن مذہب اول باعتبار ایمان حال کے ہے اور مذہب ثانی باعتبار ایمان انجام اور عاقبت ہے لیکن صورت استثناء سے کنارہ کرنا بہتر اور

مناسب ہے۔ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلَى الْمُنْصِفِ جیسا کہ منصف آدمی پر مخفی نہیں ہے۔

اور اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں اور ان سے بکثرت خرق عادات کے واقع ہونے کے باعث ان کی یہ بات عادت مستمرہ ہوگئی اور کرامت کا منکر علم عادی اور ضروری کا منکر ہے۔ نبی کا معجزہ دعویٰ نبوت کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے اور کرامت اس بات سے خالی ہے۔ بلکہ اس نبی کی متابعت کے اقرار کرنے کے ساتھ ملی ہوتی ہے۔ فَلَا اِشْتِبَاهَ بَيْنَ الْمُعْجِزَةِ وَالْكِرَامَةِ كَمَا زَعَمَ الْمُنْكِرُوْنَ پس معجزہ اور کرامت کے درمیان کوئی اشتباہ نہ رہا جیسا کہ منکروں نے گمان کیا ہے۔

اور فضیلت کی ترتیب خلفائے راشدین کے درمیان خلافت کی ترتیب کے موافق ہے۔ لیکن شیخین کی افضلیّت صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہوئی ہے چنانچہ بڑے بڑے ائمہ کی ایک جماعت نے جن میں سے ایک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہے اس بات کو نقل کیا ہے:-

قَالَ الشَّيْخُ الْاِمَامُ اَبُوالْحَسَنُ الْاَشْعَرِيُّ اِنَّ تَفْضِيْلَ اَبِىْ بَكْرٍ ؓ ثُمَّ عُمَرٍ ؓ عَلٰى بَقِيَّةِ الْاُمَّةِ قَطْعِيٌّ شیخ امام ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت باقی امت پر قطعی ہے۔

قَالَ الذَّهَبِيُّ قَدْ تَوَاتَرَ تَرَعَنْ عَلِيٍّ فِىْ خِلَافَتِهٖ وَكُرْسِيِّ مَمْلِكَتِهٖ وَبَيْنَ الْجَمِّ الْغَفِيْرِ مِنْ شِيْعَتِهٖ اِنَّ اَبِىْ بَكْرٍ ؓ و عُمَرٍ ؓ اَفْضَلُ الْاُمَّةِ ثُمَّ قَالَ وَرَوَاهُ عَنْ عَلِيٍّ كَرَمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهٗ نِيْفٌ وَثَمَا نُوْنَ نَفْسًا وَعَدَّ مِنْهُمْ جَمَاعَةً ثُمَّ قَالَ فَقَبَّحَ اللّٰهُ الرَّافِضَةَ مَا اَجْهَلُهُمْ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کی خلافت و مملکت کے زمانہ میں اور آپ کے تابعداروں میں سے ایک جم غفیر کے درمیان یہ بات بطریق تواتر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر تمام امت میں سے افضل ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس بات کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اسی (۸۰) سے کچھ زیادہ آدمیوں نے روایت کیا ہے اور ان میں سے ایک جماعت کا نام بھی لیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رافضیوں کا برا کرے اور یہ کیسے جاہل ہیں۔

وَرَوَى الْبُخَارِيُّ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَالنَّبِيِّ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَبُوْبَكْرٌ ؓ ثُمَّ عُمَرٌ ؓ ثُمَّ رَجُلٌ اٰخَرٌ فَقَالَ اِبْنُهٗ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ ثُمَّ اَنْتَ فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور بخاری نے ان سے روایت کی ہے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب لوگوں میں سے بہتر حضرت ابو بکر ہیں پھر حضرت عمر پھر ایک اور شخص۔ پس اس کے بیٹے محمد بن حنفیہ نے کہا کہ پھر تو۔ پس فرمایا کہ میں تو ایک مسلمان شخص ہوں۔

وَصَحَّحَ الذَّهَبِيُّ وَغَيْرُهٗ عَنْ عَلِيٍّ اِنَّهٗ قَالَ اَلَا وَاِنَّهٗ بَلَغَنِىْ اَنَّ رِجَالًا يُفَضِّلُوْنَنِىْ عَلَيْهِمَا

وَمَنْ وَجَدْتُہٗ فَضَّلَنِیْ عَلَیْہِمَا فَھُوَ مُفْتَرٍ عَلَیْہِ مَا عَلَی الْمُفْتَرِیِّ امام ذہبی نے حضرت علیؓ سے صحیح کہا ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ لوگ مجھے ان دونوں پر فضیلت دیتے ہیں اور جس کو میں پاؤں گا کہ مجھے ان پر فضیلت دیتا ہے وہ مفتری ہے اور اس کی سزا بھی وہی ہوگی جو مفتری کی ہوتی ہے۔

وَاَخْرَجَ اَلدَّار قُطْنِیُّ عَنْہُ لَا اَجِدُاَحَدًا فَضَّلَنِیْ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍؓ وَ عُمَرٍؓ اِلَّا جَلَدْتُہٗ جَلْدَ الْمُفْتَرِیِّ اور دار قطنی نے آپ سے روایت کی ہے کہ جس کو میں دیکھوں کہ مجھے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر پر فضیلت دیتا ہے تو میں اس کو اتنے کوڑے لگاؤں گا جو مفتری کی سزا ہے۔

اس قسم کی اور بہت سی مثالیں حضرت علی کرم اللہ وجہ سے اور ان کے سوا اور بہت سے صحابہ سے متواتر آئی ہیں، جن میں کسی کو انکار کی مجال نہیں ہے، حتیٰ کہ عبد الرزّاق جو اکابر شیعہ میں سے ہے کہتا ہے کہ اُفَضِّلُ الشَّیْخَیْنَ بِتَفْضِیْلِ عَلِیٍّؓ اِیَّاھُمَا عَلٰی نَفْسِہٖ وَاِلَّا لَمَا فَضَّلْتُھُمَا کَفٰی بِیْ وِزْرًا اَنْ اُحِبَّہٗ ثُمَّ اُخَالِفَہٗ میں شیخین کو اس لئے فضیلت دیتا ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خود اپنے اوپر ان کو فضیلت دی ہے ورنہ میں ان کو کبھی فضیلت نہ دیتا مجھے یہی گناہ کافی ہے کہ میں اس کو دوست رکھوں اور پھر اس کی مخالفت کروں۔ کُلُّ ذٰلِکَ مُسْتَفَادٌ مِنَ الصَّوَاعِقِ یہ سب کچھ صواعق سے لیا گیا ہے۔

لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر۔ پس اکثر اہل سنت اس بات پر ہیں کہ شیخین کے بعد افضل حضرت عثمان ہیں۔ حضرت علی اور آئمہ اربعہ مجتہدین رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی مذہب ہے اور وہ توقف جو حضرت عثمان کی فضیلت میں امام مالک سے نقل کیا ہے۔ اس کے بارہ میں قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امام مالک نے توقف سے حضرت عثمان کی تفضیل کی طرف رجوع کیا ہے اور قرطبی نے کہا ہے کہ ھُوَ الْاَصَحُّ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی یہی درست ہے اور ایسے ہی وہ توقف جو بعض نے امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی اس عبارت سے سمجھا ہے کہ مِنْ عَلَامَاتِ السُّنَّۃِوَالْجَمَاعَۃِ تَفْضِیْلُ الشَّیْخَیْنِ وَمُحَبَّۃُ الْخَتَنَیْنِ شیخین کی تفضیل اور ختنین کی محبت اہل سنت و جماعت کی علامات میں سے ہے۔

اس فقیر کے نزدیک اس عبارت کے اختیار کرنے کا محل اور ہے۔ چونکہ حضرات ختنینؓ کی خلافت کے زمانہ میں فتنہ و فساد لوگوں میں بہت ظاہر ہو گیا تھا اور اس سبب سے لوگوں کے دلوں میں بہت کدورت آ گئی تھی۔ اس لئے امام رحمتہ اللہ علیہ نے اس بات کو مد نظر رکھ کر ان کے حق میں محبت کا لفظ اختیار کیا ہے اور ان کی دوستی کو سنت کی علامات سے فرمایا ہے۔ بغیر اس امر کے کہ کسی قسم کا توقف ملحوظ ہو اور ہو بھی کیونکر جب کہ حنفیہ کتابیں اس مضمون سے بھری ہیں کہ ان کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب پر ہے۔

الغرض شیخین کی افضلیّت یقینی ہے اور حضرت عثمان کی افضلیّت اس سے کمتر ہے لیکن احوط یہی ہے کہ حضرت عثمان کی افضلیّت کے منکر بلکہ شیخین کی افضلیت کے منکر کو بھی کفر کا حکم نہ کریں اور مبتدع اور ضال جانیں۔ کیونکہ اس کی تکفیر میں علماء کا اختلاف ہے اور اس اجماع کے قطعی ہونے میں بہت قیل وقال ہے ایسا منکر یزید بدبخت کا ساتھی اور بھائی ہے کہ اسی احتیاط کے باعث علماء نے اس کے لعن کرنے میں توقف کیا ہے۔ وہ ایذا جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلفائے راشدین کی جہت سے پہنچی ہے۔ وہ بعینہ اسی ایذا کی طرح ہے جو امامین کی جہت سے پہنچی ہے علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔

قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ عَرَضاً مِنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَا هُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَیُوْشَكُ اَنْ یُّؤْخِذَهٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان کو میرے بعد نشانہ نہ بناؤ جس نے ان کو دوست رکھا اس نے گویا میری محبت کے باعث ان کو دوست رکھا اور جس نے ان سے بغض کیا اس نے گویا میرے ہی بغض کے باعث ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذا دی اس نے گویا مجھے ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ اور رسول کو ایذا دی وہ اس کا مواخذہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

اور جو کچھ مولانا سعد الدین نے شرح عقائد نسفی میں اس افضلیّت کے حق میں انصاف سمجھا ہے۔ وہ انصاف سے دور ہے اور وہ تردید جو اس نے کی ہے وہ سراسر لاحاصل ہے کیونکہ علماء کے نزدیک یہ بات مقرر ہے کہ اس جگہ افضلیّت سے وہ مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بکثرت ثواب کے اعتبار سے ہے نہ کہ وہ افضلیت جو فضائل اور مناقب کے بکثرت ظاہر ہونے کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ ایسی افضلیت عقل مندوں کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں رکھتی۔ کیونکہ سلف صحابہ و تابعین نے جس قدر فضائل و مناقب حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی نسبت نقل کئے ہیں وہ اور کسی صحابی کی نسبت منقول نہیں ہیں، حتیٰ کہ امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ مَاجَاءَ لِاَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ مِنَ الْفَضَائِلِ مَاجَاءَ لِعَلِیٍّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اور جو فضائل حضرت علی کے بارہ میں آئے ہیں وہ کسی اور صحابی کی نسبت نہیں آئے) اور باوجود اس امر کے امام مذکور نے خلفائے ثلاثہ کی افضلیّت کا حکم کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ افضلیّت کی وجہ ان فضائل و مناقب کے سوا کچھ اور ہے اور اس افضلیّت پر اطلاع پانا دولت وحی کی ان مشاہدہ کرنے والوں کو میسر ہے جنہوں نے صریح طور پر قرائن سے معلوم کی ہے اور وہ صحابہ پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات

والتسلیمات ہیں۔ پس جو کچھ شارح عقائد نسفی نے کہا ہے کہ اگر مراد افضلیت سے کثرت ثواب ہے، تو پھر توقف کی جہت ساقط ہے۔ کیونکہ توقف کی تبھی گنجائش ہوتی ہے جب کہ اس افضلیت کو صاحب شریعت کی طرف سے صریح طور پر یا دلالت کے طور پر معلوم نہ کیا ہو اور جب معلوم ہو چکی ہو تو پھر کیوں توقف کریں۔ اور جو شخص سب کو برابر جانے اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا فضول سمجھے۔ وہ بوالفضول اور احمق ہے وہ کیسا عجب بوالفضول ہے جو اہل حق کے اجماع کو فضول جانتا ہے۔ شاید فضل کا لفظ اس کو اس فضولی کی طرف لے گیا ہے اور یہ جو صاحب فتوحات مکیہ نے کہا ہے کہ ان کی خلافت کی ترتیب کا سبب ان کی عمروں کی مدت ہے فضیلت اور مساوات پر دلالت نہیں کرتا۔ کیونکہ خلافت امر دیگر ہے اور افضلیت کی بحث دیگر۔ اور اگر مان بھی لیں تو یہ بات اور اس قسم کی اور باتیں اس کے شطحیات کی قسم سے ہیں، جو تمسک کے لائق نہیں ہیں۔ اس کے اکثر کشفیہ معارف جو اہل سنت کے علوم سے جدا واقع ہوئے ہیں، صواب اور بہتری سے دور ہیں۔ ایسی باتوں کی وہی شخص متابعت کرتا ہے جس کا دل بیمار ہے یا مقلد صرف ہے۔

اور جو کچھ صحابہ کے درمیان لڑائی جھگڑے واقع ہوئے ہیں ان کو نیک توجیہ پر محمول کرنا چاہئے اور ہوا و تعصب سے دور سمجھنا چاہئے۔

تفتازانی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت میں افراط کرنے کے باوجود فرمایا ہے۔ **وَمَا وَقَعَ مِنَ الْمُخَالَفَاتِ وَالْمُحَارَبَاتِ لَمْ يَكُنْ عَنْ نِزَاعٍ فِي خَلَافَةٍ بَلْ عَنْ خَطَاءٍ فِي الْاِجْتِهَادِ** اور لڑائی جھگڑے ان کے درمیان واقع ہوئے ہیں وہ خلافت کے بارہ میں نزاع کے باعث نہ تھے۔ بلکہ اجتہاد میں خطا کے سبب تھے۔

اور اس کے حاشیہ خیالی میں ہے۔ **فَاِنَّ مُعَاوِيَةَ وَاَحْزَابُهٗ بغوا عَنْ طَاعَتِهٖ مَعَ اِعْتِرَافِهِمْ بِاَنَّهٗ اَفْضَلُ اَهْلِ زَمَانِهٖ اَلاَّ حَقُّ بِالْاِمَامَةِ مِنْهُ بِشُبْهَةٍ هِيَ تَرْكُ الْقِصَاصِ عَنْ قَتْلَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ** (کہ معاویہ اور اس کے لشکر نے اس کی اطاعت سے سرکشی کی، باوجود یہ کہ وہ مانتے تھے کہ وہ تمام اہل زمانہ سے افضل ہے۔ اور نیز وہ اس سے امامت کا زیادہ مستحق ہے از روئے شبہہ کے اور وہ حضرت عثمان کے قاتلوں سے قصاص کا ترک کرنا ہے) اور حاشیہ قرہ کمال قری میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت علی نے فرمایا ہے۔ **اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا وَلَيْسُوْا كَفَرَةً وَلَا فَسَقَةً لِمَا لَهُمْ مِنَ التَّاوِيْلِ** (ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی حالانکہ نہ ہی وہ کافر ہیں اور نہ ہی فاسق کیونکہ ان کیلئے تاویل ہے) اور شک نہیں کہ خطائے اجتہادی ملامت سے دور ہے اور طعن و تشنیع سے مرفوع ہے۔

حضرت خیر البشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیات کی صحبت کے حقوق کو مد نظر رکھ کر تمام اصحاب

کرام کو نیکی سے یاد کرنا چاہئے اور پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی دوستی کے باعث ان کو دوست رکھنا چاہئے۔ مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ (جس نے ان کو دوست رکھا اس نے میری محبت سے ان کو دوست رکھا اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کے باعث ان سے بغض رکھا) یعنی وہ محبت جو میرے اصحاب کے متعلق ہے وہ وہی محبت ہے جو مجھ سے متعلق ہے۔ اور ایسے ہی وہ بغض جو ان سے متعلق ہے وہ وہی بغض ہے جو مجھ سے متعلق ہے۔ ہم کو حضرت امیر کے ساتھ لڑائی کرنے والوں سے کچھ آشنائی نہیں ہے۔ بلکہ مناسب ہے کہ ہم ان سے بیزار رہیں۔ لیکن چونکہ سب کے سب حضرت پیغمبر صلوٰت اللہ وسلامہ کے اصحاب کرام ہیں جن کی محبت کیلئے ہم مامور اور ان کے بغض وایذا سے ممنوع ہیں۔ اس لئے ہم حضرت پیغمبر علیہ و علیہم الصلوات و التسلیمات کی دوستی کے باعث سب کو دوست رکھتے ہیں۔ اور ان کے بغض وایذا سے دور بھاگتے ہیں۔ کیونکہ ان کا بغض وایذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغض وایذا تک پہنچا دیتا ہے۔ لیکن مُحِق کو مُحِق اور مُخطی کو مُخطی کہتے ہیں۔ یعنی حضرت امیرؓ حق پر تھے اور ان مخالف خطا پر اس سے زیادہ کہنا فضول ہے۔

اس بحث کی تحقیق اس مکتوب میں جو خواجہ محمد اشرف کی طرف لکھا ہے مفصل ذکر ہو چکی ہے اگر کوئی بات مخفی رہ گئی ہو تو اس مکتوب کی طرف رجوع کریں۔

عقائد کے درست کرنے کے بعد احکام فقہ کا سیکھنا ضروری ہے اور فرض وواجب و حلال وحرام و سنت و مندوب و مشتبہ و مکروہ کے جاننے سے چارہ نہیں ہے اور ایسا ہی اس علم کے موافق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ فقہ کی کتابوں کا مطالعہ ضروری سمجھیں اور اعمال صالحہ کے بجالانے میں بڑی کوشش مد نظر رکھیں۔ نماز جو دین کا ستون ہے اس کے تھوڑے فضائل اور ارکان بیان کئے جاتے ہیں، غور سے سنیں۔

اول وضو کے کامل اور پورے طور پر کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ ہر عضو کو تین بار تمام و کمال طور پر دھونا چاہئے تاکہ وضو بروجہ سنت ادا ہو۔ اور سر کا مسح بالاستیعاب (یعنی سارے سر کا مسح) کرنا چاہئے اور کانوں اور گردن کے مسح میں احتیاط کرنی چاہئے اور بائیں ہاتھ کی خنصر یعنی چھنگلی سے پاؤں کی انگلیوں کے نیچے کی طرف خلال کرنا لکھا ہے اس کی رعایت رکھیں اور مستحب کے بجالانے کو تھوڑا نہ جانیں۔ مستحب اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور دوست ہے اگر تمام دنیا کے عوض اللہ تعالیٰ کا ایک پسندیدہ فعل معلوم ہو جائے اور اس کے مطابق عمل میسر ہو جائے تو بھی غنیمت ہے اس کا بعینہ یہی حکم ہے کہ کوئی خزف ریزوں یعنی ٹھیکروں سے قیمتی موتی خرید لے یا بیہودہ اور بیفائدہ جماد یعنی پتھر سے روح کو حاصل کرلے۔

کمال طہارت اور کامل وضو کے بعد نماز کا قصد کرنا چاہئے جو مومن کی معراج ہے اور کوشش کرنی چاہئے کہ فرض نماز جماعت کے بغیر ادا نہ ہونے پائے بلکہ امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ ترک نہ کرنی چاہئے اور نماز کو مستحب وقت میں ادا کرنا چاہئے اور قرأت میں قدر مسنون کو مد نظر رکھنا چاہئے اور رکوع و سجود میں طمانیت ضروری ہے۔ کیونکہ بقول مختار یا فرض ہے یا واجب اور قومہ میں اس طرح سیدھا کھڑا ہونا چاہئے کہ تمام بدن کی ہڈیاں اپنی اپنی جگہ پر آجائیں اور سیدھا کھڑا ہونے کے بعد طمانینت درکار ہے، کیونکہ فرض ہے یا واجب یا سنت علیٰ اختلاف الاقوال ایسا ہی جلسہ میں جو دو سجدوں کے درمیان ہے۔ درست بیٹھنے کے بعد اطمینان ضروری ہے جیسا کہ قومہ میں اور رکوع و سجود کی کمتر تسبیحیں تین بار ہیں اور زیاہ سے زیادہ سات بار یا گیارہ بار ہیں، علیٰ اختلاف الاقوال اور امام کی تسبیح مقتدیوں کے حال کے مواقف ہے۔ شرم کی بات ہے کہ انسان اکیلا ہونے کی حالت میں باوجود طاقت کے اقل تسبیحات پر کفایت کرے اگر زیادہ نہ ہو سکے تو پانچ یا سات بار تو کہے۔ اور سجدہ کرنے کے وقت اول وہ اعضاء زمین پر رکھے جو زمین کے نزدیک ہیں۔ پس اول دونوں زانوں زمین پر رکھے پھر دو ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی۔ اور زانوں اور ہاتھ رکھنے کے وقت دائیں طرف سے شروع کرنا چاہئے اور سر کے اٹھانے کے وقت اول ان اعضاء کو اٹھانا چاہئے جو آسمان سے نزدیک ہیں۔ پس پہلے پیشانی اٹھانی چاہئے الخ اور قیام کے وقت اپنی نظر کو سجدہ کی جگہ پر اور رکوع کے وقت اپنے پاؤں پر اور سجدہ کے وقت اپنے پاؤں پر اور سجدہ کے وقت نوک بینی پر اور جلوس کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں پر یا دونوں بغلوں کی طرف رکھنا چاہئے۔ جب نظر کو پراگندہ ہونے سے روک رکھیں اور مذکورہ بالا جگہوں پر لگائے رکھیں، تو سمجھ لینا چاہئے کہ نماز جمعیت کے ساتھ میسر ہو گئی اور خشوع والی نماز حاصل ہو گئی، جس طرح کہ نبی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے اور ایسا ہی رکوع کے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا کھلا رکھنا اور سجود کے وقت انگلیوں کا ملانا سنت ہے۔ اس کو بھی مد نظر رکھنا چاہئے انگلیوں کا کھلا رکھنا یا ملانا بے تقریب اور بیفائدہ نہیں ہے۔

صاحب شرع نے اس میں کئی قسم کے فائدہ ملاحظہ کر کے اس پر عمل کیا ہے۔ ہمارے لئے صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے برابر کوئی فائدہ نہیں ہے یہ سب احکام مفصل اور واضح طور پر کتب فقہیہ میں مذکور ہیں۔ یہاں بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ علم فقہ کے مطابق عمل بجالانے پر ترغیب ہو۔

وَفَّقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمْ عَلَى الْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ الْمُوَافِقَةِ لِلْعُلُوْمِ الشَّرِيْعَةِ بَعْدَ اَنْ وَفَّقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِتَصْحِيْحِ الْعَقَائِدِ الدِّيْنِيَّةِ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلٰى اٰلِ كُلٍّ مِّنَ الصَّلَوٰاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا اللہ تعالیٰ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے طفیل ہم کو اور آپ کو دینی عقائد کے درست ہونے کے بعد شرعی علوم کے موافق اعمال صالحہ کے بجالانے کی بھی توفیق دے۔

اگر نماز کے فضائل اور اس کے مخصوصہ کمالات کے معلوم کرنے کا شوق ہو۔ تو تین مکتوبوں کو جو ایک دوسرے کے قریب و متصل ہیں مطالعہ کریں۔ پہلا مکتوب فرزندی محمد صادق کے نام پر اور دوسرا امیر محمد نعمان کے نام پر اور تیسرا مشیخت مآب میاں شیخ تاج کے نام لکھا ہے۔

ان اعتقادی اور عملی دو پروں کے حاصل ہونے کے بعد اگر اللہ جل سُلطانہ، کی توفیق رہنمائی کرے تو صوفیہ کے طریقہ علیہ کا سلوک کرے۔ نہ اس غرض کیلئے کہ اس اعتقاد اور عمل سے بڑھ کر کوئی چیز حاصل ہو اور کوئی نئی بات ہاتھ آئے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ معتقدات کی نسبت ایسا یقین اور اطمینان حاصل کریں جو ہرگز کسی مشکک سے زائل نہ ہو اور کسی شبہ کے وارد ہونے سے باطل نہ ہو۔ کیونکہ استدلال کے جو پاؤں ہوتے ہیں اور مستدل بے تمکین ہوتا ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (خبردار اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے) اور اعمال کی نسبت آسانی اور سہولت حاصل کریں اور سرکشی کو جو نفس امارہ سے پیدا ہوتی ہے دُور کریں اور طریقہ صوفیہ کے سلوک سے یہ مقصود نہیں ہے کہ غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ کریں اور الوان و انوار کا معائنہ کریں۔ یہ بات خود لہو و لعب میں داخل ہے۔ کیا حسی صورتیں اور شکلیں کم ہیں کہ ان کو چھوڑ کر ریاضتوں اور مجاہدوں کے ساتھ غیبی صورتوں اور انوار کی تمنا کریں۔ یہ صورتیں اور وہ صورتیں اور یہ انوار اور وہ انوار سب حق جل و علیٰ کی مخلوق اور اس کے وجود پر دلالت کرنیوالے نشانات ہیں۔

اور طرق صوفیہ میں سے طریقہ علیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے سنّت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ان کو متابعت کی دولت حاصل ہو اور احوال کچھ بھی نہ ہوں تو خوش ہیں اور اگر احوال کے باوجود متابعت میں فتور جانیں تو احوال کو پسند نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان بزرگواروں نے سماع و رقص کو جائز نہیں سمجھا اور ان احوال کا جو ان پر مترتب ہوتے ہیں کچھ اعتبار نہیں کیا ہے بلکہ ذکر جہر کو بھی بدعت جان کر اس سے منع کیا ہے اور وہ فائدے اور ثمرے جو اس پر مترتب ہوتے ہیں ان کی طرف التفات نہیں کی۔

ایک دن میں حضرت ایشاں رحمتہ اللہ علیہ کی ملازمت میں مجلس طعام میں حاضر تھا۔ شیخ کمال نے جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے مخلص دوستوں میں تھا کھانا شروع کرتے وقت حضرت ایشاں کے حضور میں اسم اللہ کو بلند کہا، حضور کو بہت ناخوش معلوم ہوا اور یہاں تک کہ جھڑکا اور فرمایا کہ اس کو کہہ دو کہ ہماری مجلس طعام میں حاضر نہ ہوا کرے۔

اور میں نے حضرت ایشاں سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ علماء بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر قدس سرہٗ کی خانقاہ میں لے گئے تھے تاکہ ان کو ذکر جہر سے منع کریں۔ علماء نے حضرت امیرؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ ذکر جہر بدعت ہے نہ کیا کریں انہوں نے جواب میں فرمایا کہ نہ کریں گے۔

جب اس طریقہ کے بزرگوار ذکر جہر سے منع کرنے میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں تو پھر سماع اور رقص اور وجد کا کیا ذکر ہے وہ احوال و مواجید جو غیر شرع اسباب پر مترتب ہوں فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم سے ہیں۔ کیونکہ استدراج والوں کو بھی احوال واذواق حاصل ہوتے ہیں اور جہان کی صورتوں کے آئینوں میں کشف و توجید اور مکاشفہ و معائنہ ان کو ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس امر میں حکماء یونان اور ہند کے جوگی اور برہمن سب برابر ہیں۔ احوال کے سچا اور صادق ہونے کی علامت علوم شرعیہ کے ساتھ ان کا موافق ہونا اور محرمہ اور مشتبہ امور کے ارتکاب سے بچنا ہے۔

جاننا چاہئے کہ سماع ورقص درحقیقت لہو ولعب میں داخل ہیں۔ آیت کریمہ وَمَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ (اور لوگوں میں (کوئی) ایسا بھی (نالائق) ہے جو واہیات (خرافات) قصے کہانیاں مول لے لیتا ہے) سرود کے منع ہونے کے شان میں نازل ہوئی ہے۔

چنانچہ مجاہدؒ جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شاگرد ہے اور کبائر تابعین میں سے ہیں کہتا ہے کہ لَهْوَ الْحَدِيْثِ سے مراد سرود ہے۔

فِيَ الْمَدَارِكِ لَهْوَ الْحَدِيْثِ السَّمَرُ وَالْغِنَاءُ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ وَابْنُ مَسْعُوْدٍؓ يَحْلِفَانِ اَنَّهُ الْغِنَاءُ تفسیر مدارک میں ہے کہ لَهْوَ الْحَدِيْثِ سے مراد سمر یعنی بیہودہ قصے کہانیاں اور سرود ہے۔ اور حضرت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم قسم کھاتے تھے کہ بیشک وہ غنا اور سرود ہے۔

حضرت مجاہد اللہ تعالیٰ کے قول لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (زور میں حاضر نہیں ہوتے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں اَی لَا يَحْضَرُوْنَ الْغِنَاءَ (یعنی سرود و سماع میں حاضر نہیں ہوتے)۔

اور امام الہدیٰ ابو منصور ماتریدی سے حکایت کی گئی ہے کہ مَنْ قَالَ لِمُقْرِئ زَمَانِنَا اَحْسَنْتَ عِنْدَ قِرَاءَ تِهٖ يَكْفُرُ وَبَانَتْ مِنْهُ اِمْرَءَ تُهٗ وَاَحْبَطَ اللّٰهُ تَعَالٰى كُلَّ حَسَنَاتِهٖ جس نے ہمارے زمانہ کے کسی قاری کو قرات کے وقت کہا کہ تو نے بہت اچھا پڑھا، کافر ہو جاتا ہے اور اس کی عورت اس سے جدا ہو جاتی ہے اور اس کی تمام نیکیاں دور ہو جاتی ہیں۔

اور ابو نصیر الدبوسی سے نقل کیا گیا ہے اور انہوں نے قاضی ظہیر الدین خوارزمی سے نقل کیا ہے کہ مَنْ سَمِعَ الْغِنَآءَ مِنَ الْمُغْنِىْ وَغَيْرِهٖ اَوْيَرىٰ فِعْلًا مِنَ الْحَرَامِ فَيُحْسِنُ ذٰلِكَ بِاِعْتِقَادٍ اَوْ بِغَيْرِاِعْتِقَادٍ يَصِيْرُ مُرْتَدًّا فِى الْحَالِ بِنَاءً عَلٰى اَنَّهٗ اَبْطَلَ حُكْمَ الشَّرِيْعَةِ وَمَنْ اَبْطَلَ حُكْمَ

الشَّرِيْعَةِ فَلَايَكُوْنُ مُؤْمِنًا عِنْدَ كُلِّ مُجْتَهِدٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ تَعَالٰى طَاعَتَهٗ وَاَحْبَطَ اللّٰهُ تَعَالٰى كُلَّ حَسَنَاتِهٖ جس نے کسی گانے والے یا کسی اور سے سرود سنا۔ یا فعل حرام کو دیکھا اور اسکو اچھا جانا از روئے اعتقاد کے یا بغیر اعتقاد کے تو اسی وقت مرتد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے شریعت کے حکم کو باطل کر دیا اور جس نے شریعت کے حکم کو باطل کر دیا، وہ کسی مجتہد کے نزدیک مومن نہیں رہتا اور نہ اللہ تعالیٰ اس کی طاعت کو قبول کرتا ہے اور اس کی سب نیکیوں کو دور کر دیتا ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مِنْ ذٰلِكَ اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے بچائے۔

آیات و احادیث اور روایات فقہیہ غنا اور سرود کی حرمت میں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے۔ اگر کوئی شخص منسوخ حدیث یا روایت شاذہ کو سرود کے مباح ہونے میں پیش کرے تو اس کا ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ کسی فقیہہ نے کسی زمانہ میں سرود کے مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔ اور نہ ہی رقص و پا کوبی کو جائز قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام ہمام ضیاء الدین شامی کی ملتقط میں مذکور ہے، اور صوفیہ کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں ہے۔ صرف یہی کافی نہیں ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ان کو ملامت نہ کریں اور ان کا امر اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں یہاں تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول معتبر ہے نہ ابو بکر شبلی اور ابی حسن نوری کا عمل۔

اس زمانہ کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ کر کے سرود و رقص کو اپنا دین و ملت بنا لیا ہے اور اسی کو اطاعت و عبادت سمجھ لیا ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا (یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے لہو و لعب کو اپنا دین بنا لیا ہے) اور روایت سابقہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ جو شخص فعل حرام کو مستحسن اور اچھا جانے وہ اسلام کے گروہ سے نکل جاتا ہے اور مرتد ہو جاتا ہے تو پھر خیال کرنا چاہئے کہ سماع و رقص کی مجلس کی تعظیم کرنا بلکہ اس کو اطاعت و عبادت سمجھنا کیسا بُرا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ ہمارے پیر اس امر میں مبتلا نہ ہوئے اور ہم تابعداروں کو اس قسم کے امور کی تقلید سے چھڑا دیا۔

سننے میں آتا ہے کہ مخدوم زادے سرود کی طرف رغبت کرتے ہیں اور سرود و قصیدہ خوانی کی مجلس جمعہ کی راتوں میں منعقد کرتے ہیں۔ اور اکثر یار اس امر میں موافقت کرتے ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ دوسرے سلسلوں کے مرید تو اپنے پیروں کے عمل کا بہانہ بنا کر اس امر کے مرتکب ہوتے ہیں اور شرعی حرمت کو اپنے پیروں کے عمل سے دفع کرتے ہیں اگرچہ فی الحقیقت اس امر میں حق پر نہیں ہیں۔ بھلا اس سلسلہ کے یار اس ارتکاب میں کون سا عذر پیش کریں گے۔ ایک طرف حرمت

شرعی اور دوسری طرف اپنے پیروں کی مخالفت۔ نہ اہل شریعت اس فعل سے راضی ہیں۔ اور نہ ہی اہل طریقت اور اگر حرمت شرعی بھی نہ ہوتی تو پھر بھی طریقت میں صرف کسی نئے امر کا پیدا کرنا بُرا تھا۔ پھر ایسے امر کیونکر برے نہ ہوں۔ جب کہ حرمت شرعی بھی اس کے ساتھ جمع ہو جائے۔ مجھے امید ہے کہ جناب مرزا جی اس امر سے راضی نہ ہوں گے۔ لیکن آپ کے آداب کو مدنظر رکھ کر صریح طور پر منع نہ کرتے ہوں گے اور یاروں کو اس اجتماع سے نہ روکتے ہونگے اس فقیر نے چونکہ اپنے آنے میں کچھ توقف دیکھا ہے اس لئے چند فقرے جمع کر کے لکھ کر بھیج دیئے ہیں۔ اس سبق کو مرزا جی کی خدمت و ملازمت میں لے جائیں اور اوّل سے آخر تک ان کے سامنے پڑھیں۔ والسلام

مکتوب ۲۶۷

اس بیان میں کہ وہ اسرار و دقائق کہ جن کے ساتھ حضرت ایشاں یعنی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ متمیز ہوئے ہیں۔ ان میں سے تھوڑا حصہ بھی ظہور میں نہیں لا سکتے۔ بلکہ رمز و اشارہ کے ساتھ بھی ان کی نسبت گفتگو نہیں کی جا سکتی اور وہ اسرار چراغ نبوت سے مقتبس ہیں اور ملائکہ علیین بھی اس دولت میں شریک ہیں اور اس کے مناسب بیان میں مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے:-

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا صحیفہ شریفہ جو از روئے کرم کے اس حقیر کے نام لکھا ہوا تھا اور اسکے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ جَزَاكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ خَيْرًا (اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے)۔

حق جل سلطانہ' کے انعامات کیا کیا لکھے اور ان کا کیا شکر ادا کرے۔ وہ علوم و معارف جن کا فیضان ہوتا ہے۔ خداوند جل سلطانہ' کی توفیق سے ان میں سے اکثر لکھے جاتے ہیں اور ہر اہل و نااہل یعنی کس و ناکس کے کانوں تک پہنچتے رہتے ہیں لیکن وہ خاص اسرار و دقائق جن کے ساتھ یہ فقیر متمیز ہے ان کا تھوڑا سا حصہ بھی ظہور میں نہیں لا سکتا۔ بلکہ رمز و اشارہ کے ساتھ بھی اس مقولہ کی نسبت گفتگو نہیں کر سکتا۔ بلکہ اپنے فرزند عزیز کے ساتھ بھی جو فقیر کے معارف کا مجموعہ اور مقامات سلوک و جذبہ کا نسخہ ہے۔ ان اسرار و دقائق کی کوئی رمز بیان نہیں کرتا اور ان کے پوشیدہ رکھنے میں بڑی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ فقیر جانتا ہے کہ فرزند عزیز محرمان اسرار سے ہے۔ اور خطاو غلط سے محفوظ ہے لیکن کیا کرے کہ معانی کی دِقّت اور باریکی زبان پکڑ لیتی ہے۔ اور اسرار کی لطافت لبوں کو بند کر دیتی ہے۔ وَيَضِيْقُ صَدْرِىْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِىْ (میرا سینہ بند ہو جاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی) نقد وقت ہے اور وہ اسرار اس قسم کے نہیں ہیں کہ فقیر ان کو بیان نہیں کرتا۔ بلکہ وہ

ایسے ہیں کہ بیان میں لائے ہی نہیں جاتے ۔

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست　　　ہم قصۂ غریب وحدیث عجیب ہست

ترجمہ　نہیں بیفائدہ حافظ کی فریاد　　　ہے حالت اس کی ناگفتہ ہی سچ مچ

یہ دولت جس کے چھپانے میں ہم کوشش کرتے ہیں، انبیائے علیہم الصلوات والتسلیمات کے چراغ نبوت سے مقتبس ہے اور ملائکہ ملائے اعلیٰ علیٰ نبینا و علیہم الصلوات والتسلیمات بھی اس دولت میں شریک ہیں اور انبیائے علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے تابعداروں میں سے جس کسی کو اس دولت سے مشرف فرمائیں وہ بھی اس دولت میں میرا شریک ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو طرح کے علم سیکھے ہیں ایک تو وہ علم ہے جس کو میں تمہارے سامنے منتشر اور بیان کرتا ہوں اور دوسرا وہ علم ہے کہ اگر میں اس کو تمہارے پاس ظاہر کروں تو میرا گلا کاٹ دو۔

اور یہ دوسرا علم علم اسرار ہے کہ جس علم تک کسی کا فہم نہیں پہنچتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

دوسرا امید ہے کہ وہ مکتوب جو حضرت خواجہ زادگان کی خدمت میں لکھا ہے آپ کی نظر شریف سے گزرا ہوگا۔

میرے مکرم مخدوم! کوئی نئی بات جو طریقت میں پیدا کریں فقیر کے نزدیک اس بدعت سے کم نہیں ہے جو دین میں پیدا کریں۔ طریقت کی برکتیں اس وقت تک فائز ہوتی رہتی ہیں جب تک کہ طریقت میں کوئی نئی بات پیدا نہ ہو۔ اور جب کوئی نیا امر طریقت میں پیدا ہو جائے تو اسی وقت اس طریق کے فیوض و برکات کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ پس طریقت کی محافظت کرنا اور طریقت کی مخالفت سے بچنا نہایت ہی ضروری ہے۔ آپ کو لازم ہے کہ جہاں کہیں اپنی طریقت کی مخالفت کسی سے دیکھیں زجر و مبالغہ سے اس کو منع فرمائیں اور طریقت کی ترویج و تقویت میں کوشش کریں۔ والسلام مع والا کرام۔

مکتوب ۲۶۸

اس بیان میں کہ انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی وراثت کا علم کونسا ہے اور ان علماء سے جو حدیث عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِيَآءِ بَنِیْ اِسْرَائِيْل میں واقع ہوئے ہیں کون سے ہیں۔
اور اس بیان میں کہ علم اسرار جو انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی وراثت سے باقی رہا ہے وہ علم توحید و وجود کے ان اسرار سے ماسوا ہے جن کے ساتھ اولیائے اُمّت نے تکلم کیا ہے

اور احاطہ وسریان و قرب و معیّت اور ان کے مناسب بیان میں خان خانان کی طرف صادر ہوا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

ان حدود کے فقرا کے احوال و اوضاع شکر کے لائق ہیں۔ وَالْمَسْئُوْلُ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ سَلَامَتَکُمْ وَعَافِیَتَکُمْ وَثَبَاتَکُمْ وَاسْتِقَامَتَکُمْ۔ اور آپ کی تندرستی اور عافیت اور ثابت قدمی اور استقامت اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں۔

چونکہ علم وراثت کی بحث درمیان آگئی ہے اس لئے چند کلمے اس کی نسبت بمقتضائے وقت لکھے جاتے ہیں۔

اخبار میں آیا ہے کہ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ۔ علماء انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے وارث ہیں، وہ علم جو انبیائے علیہم الصلوات والتسلیمات سے باقی رہا ہے، دو قسم کا ہے۔ ایک علم احکام، دوسرا علم اسرار۔ اور عالم وارث وہ شخص ہے جس کو ان دونوں علموں سے حصہ حاصل ہو۔ نہ کہ وہ شخص جس کو ایک ہی قسم کا علم نصیب ہو اور دوسرا علم اس کے نصیب نہ ہو کہ یہ بات وراثت کے منافی ہے کیونکہ وارث کو مورث کے سب قسم کے ترکہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے نہ کہ بعض کو چھوڑ کر بعض سے اور وہ شخص جس کو بعض معین سے حصہ ملتا ہے۔ وہ غُرماء یعنی قرض خواہوں میں داخل ہے کہ جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے متعلق ہے اور ایسا ہی آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسّلام فرمایا ہے۔ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔

ان علماء سے مراد علمائے وارث ہیں نہ کہ غُرماء کہ جنہوں نے بعض ترکہ سے حصہ لیا ہے کیونکہ وارث کو قرب و جنسیت کے لحاظ سے مورث کی ابتدا کر سکتے ہیں۔ برخلاف غریم کے کہ اس علاقہ سے خالی ہے۔ پس جو شخص وارث نہ ہو وہ عالم بھی نہ ہوگا۔ مگر یہ کہ اس کے علم کو ایک نوع کے ساتھ مقید کریں اور مثال کے طور پر یوں کہیں کہ علم احکام کا عالم ہے اور عالم مطلق وہ ہے جو وارث ہو اور اس کو دونوں قسم کے علم سے پورا حصہ حاصل ہو۔ اکثر لوگوں کا یہ گمان ہے کہ علم اسرار علم توحید وجودی سے مراد ہے۔ اور کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت کا مشاہدہ کرنا اور حق تعالیٰ کے احاطہ اور سریان وجود اور قُرب و معیّت سے کنایہ ہے جس طرح پر کہ ارباب احوال کے نزدیک مکشوف و مشہود ہے۔ حَاشَا وَکَلَّا ثُمَّ حَاشَا وَکَلَّا کہ اس قسم کے علوم و معارف علم اسرار سے ہوں۔ اور مرتبہ نبوت کے لائق ہوں کیونکہ ان معارف کی بناء سکر وقت اور غلبہ حال پر ہے جو صحو کے منافی ہے اور انبیائے علیہم

الصلوات والتسلیمات کا علم کیا علم احکام اور کیا علم اسرار سب صحو در صحو ہے کہ سکر کا ایک شمہ بھی اس کے ساتھ نہیں ملا ہے۔ بلکہ یہ معارف اس مقام ولایت کے مناسب ہیں جو سکر میں قدم راسخ رکھتا ہے۔ پس یہ علوم اسرار ولایت کے ہیں نہ کہ انبیاء کی نبوت کے اسرار سے۔ اگرچہ نبی سے ولایت بھی ثابت ہے لیکن اس کے احکام مغلوب ہیں اور احکام نبوت کے مقابلہ میں مضمحل اور ناچیز ہیں۔

بلے ہر جا شود مہر آشکارا　　　سہا را جز نہاں بودن چہ مارا

ترجمہ بھلا جس جا پہ ہو سورج چمکتا　　　سہا ہر گز نہیں واں پھر دمکتا

فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے اور تحقیق کی ہے کہ کمالات نبوت دریائے محیط کا حکم رکھتے ہیں اور کمالات ولایت ان کے مقابلہ میں ایک قطرۂ ناچیز کا حکم لیکن کیا کریں جن لوگوں کو کمالات نبوت تک رسائی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اَلْوَلَایَتُ اَفْضَلُ مِنَ النَّبُوَّتِ، ولایت نبوت سے افضل ہے۔

اور ایک جماعت نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ ان دونوں گروہوں نے نبوت کی حقیقت کو نہ سمجھ کر غائب پر حکم کیا ہے۔ صحو پر سکر کو ترجیح دینے کا حکم بھی اسی حکم کے نزدیک ہے۔ اگر صحو کی حقیقت کو جانتے ہر گز سکر کو صحو کے ساتھ نسبت نہ دیتے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

جن لوگوں نے خواص کے صحو کو عوام کے صحو کی مانند سمجھ کر سکر کو اس پر ترجیح دی ہے۔ کاش کہ خواص کے سکر کو بھی عوام کے سکر کی طرح سمجھتے اور اس حکم پر جرأت نہ کرتے۔ کیونکہ علماء کے نزدیک یہ بات ثابت و مقرر ہے کہ صحو و سکر مجازی ہے تو یہ حکم ثابت ہے اور اگر حقیقی ہے تو پھر ولایت کو نبوت سے افضل کہنا اور سکر کو صحو پر ترجیح دینے کا حکم ایسا ہے جیسا کہ کوئی کفر کو اسلام پر ترجیح دے اور جہل کو علم سے بہتر جانے۔ کیونکہ کفر و جہل مقام ولایت کے مناسب ہے اور اسلام و معرفت مرتبہ نبوت کے مناسب۔ منصور کہتا ہے

كَفَرْتُ بِدِيْنِ اللّٰهِ وَالْكُفْرُ وَاجِبٌ　　　لَدَیَّ عِنْدَ الْمُسْلِمِيْنَ قَبِيْحٌ

ترجمہ نہ ہوا کافر میں دیں حق سے مجھ کو کفر واجب ہے

اگرچہ سب مسلمانوں کے ہاں یہ کفر بدتر ہے

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کفر سے استعاذہ اور پناہ مانگتے تھے۔ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ (کہ ہر ایک اپنی وضع و طرز پر عمل کرتا ہے) جس طرح عالم مجاز میں اسلام کفر سے بہتر ہے۔ اسی طرح حقیقت میں بھی اسلام کو کفر سے بہتر جاننا چاہئے۔ فَاِنَّ الْمَجَازَ قَنْطَرَةُ الْحَقِيْقَةِ،

مجاز حقیقت کا پل ہے۔

اگر کہیں کہ مقام ولایت میں جس طرح کہ مرتبہ جمع میں کفر و سکر و جہل ثابت ہے۔ اسی طرح مرتبہ فرق بعد الجمع میں اسلام و صحو و معرفت بھی متحقق و ثابت ہے۔ تو کفر و سکر و جہل کو مقام ولایت کے مناسب کہنا کسی معنیٰ کے باعث ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صحو وغیرہ کو مرتبہ فرق ثابت کرنا جمع کی نسبت سے ہے جو سراسر سکر و استتار ہے۔ ورنہ اس مرتبہ کا صحو بھی سکر کے ساتھ اور اس کا اسلام کفر کے ساتھ اور اس کی معرفت جہل کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اگر فقیر کتاب میں گنجائش جانتا تو مرتبہ فرق کے احوال و معارف کو مفصل طور پر ذکر کرتا اور اس مرتبہ میں سکر وغیرہ کے ملنے کو بیان کرتا۔ دانا لوگ شاید اس معنے کو دانائی سے بھی معلوم کر لیں گے۔ اَلْعَجَبُ کُلَّ الْعَجَبِ۔

اس قدر تو سمجھنا چاہئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات نے جو اس قدر بڑائی اور بزرگی حاصل کی ہے تو وہ نبوت کی راہ سے حاصل کی ہے۔ نہ ولایت کی راہ سے۔ ولایت نبوت کیلئے خادم کی طرح ہے۔ اگر ولایت کو نبوت پر کچھ زیادتی ہوتی تو ملائکہ ملائے اعلیٰ جن کی ولایت تمام ولایات سے اکمل ہے۔ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے افضل ہوتے اور اس طائفہ میں سے ایک گروہ نے جب ولایت کو نبوت سے افضل جان کر ملائے اعلیٰ کی ولایت کو انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی ولایت سے اکمل دیکھا۔ تو ناچار ملائکہ علیین کو انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات سے افضل کر دیا اور تمام اہلسنت سے جدا جا پڑے۔ کُلُّ ذٰلِكَ لِعَدَمِ الْاِطِّلَاعِ عَلٰی حَقِیْقَةِ النُّبُوَّةِ، یہ سب کچھ حقیقت نبوت پر اطلاع نہ پانے کے باعث ہے۔ اور چونکہ بُعد زمانہ کے باعث لوگوں کی نظر میں کمالات نبوت کے مقابلہ میں کمالات نبوت حقیر دکھائی دیتے ہیں۔ اس لئے اس بارہ میں سخن کو مفصل بیان کیا اور معاملہ کی تھوڑی سی حقیقت ظاہر کر دی۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ۔ یا اللہ ہمارے گناہوں اور ہمارے کام ہماری زیادتی کو بخش اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ اور کافر لوگوں پر ہم کو مدد دے۔

اخویٰ رشدی شیخ داؤد چونکہ ان حدود کی طرف جانے والے تھے اس لئے وہی اس تکلیف کے باعث ہوئے ہیں۔ والسلام۔

مکتوب ۲۶۹

دینی دشمنوں کی اہانت کرنے اور ان بیوقوفوں اور بدبختوں کے جھوٹے خداؤں کی توہین اور تخریب پر ترغیب دینے اور اس عظیم القدر امر کیلئے اپنی تمنا ظاہر کرنے اور اس کے

مناسب بیان میں مرتضی خاں کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ (اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو)۔

ہر شخص کے دل میں کسی نہ کسی امر کی تمنا ضرور ہوا کرتی ہے لیکن اس فقیر کی تمنا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ سختی کی جائے۔ اور ان بدبختوں کی اہانت کی جائے اور ان کے جھوٹے خداؤں کو ذلیل وخوار کیا جائے۔ یہ فقیر یقیناً جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عمل سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب اور کوئی عمل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بار بار آپ کو اس عمل پسندیدہ کیلئے ترغیب دیتا ہے اور اس کام کا بجالانا نہایت ضروری سمجھتا ہے۔ چونکہ آپ بذات خود وہاں تشریف لے گئے ہیں اور اس گندے مقام اور وہاں کے رہنے والوں کی تحقیر واہانت کیلئے مقرر ہوئے ہیں۔ اس لئے اول اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ کیونکہ بہت لوگ اس مقام اور وہاں کے رہنے والوں کی تعظیم وتوقیر کیلئے وہاں جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس نے ہم کو اس بلا میں مبتلا نہ کیا۔ اس نعمت عظمیٰ کے شکر ادا کرنے کے بعد ان بدبختوں اور ان کے جھوٹے خداؤں کی تحقیر اور توہین میں بہت کوشش کرنی چاہئے اور ظاہر و باطن میں جس قدر ہو سکے ان لوگوں کی بربادی میں کوشش کرنی چاہئے۔ اور اس تراشیدہ وناتراشیدہ بت کی ہر طرح اہانت کرنی چاہئے۔ امید ہے کہ بعض سستیاں جو آپ سے وقوع میں آئی ہیں، اس عمل سے ان کی تلافی اور کفارہ ہو جائے گا۔ بدن کی کمزوری اور سردی کی شدت مانع ہیں۔ ورنہ فقیر خود حاضر خدمت ہو کر اس امر کی ترغیب دیتا اور اس تقریب سے اس پتھر پر تف ڈالتا اور اس کو اپنی سعادت کا سرمایہ جانتا۔ اس سے زیادہ کیا مبالغہ کیا جائے۔ والسلام

مکتوب ۲۷۰

اس بیان میں کہ بعض صحبتیں گوشہ نشینی پر ترجیح رکھتی ہیں شیخ نور محمد کی طرف صادر کیا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

شیخ نور محمد آپ نے دور افتادوں کو اس طرح فراموش کیا ہے کہ سلام وپیام سے بھی یاد نہیں کرتے۔ آپ کی دلی خواہش گوشہ نشینی کی تھی، سو آپ کو میسر ہو گئی لیکن بعض ایسی صحبتیں ہیں، جو گوشہ نشینی اور تنہائی پر فضیلت رکھتی ہیں۔ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے حال پر قیاس کرنا چاہئے کہ چونکہ گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کر کے حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت

میں حاضر نہ ہو سکا۔ اس لئے صحبت کے کمالات اس کے نصیب نہ ہوئے۔ اور تابعین میں سے ہو گیا اور پہلے درجہ کی فضیلت اور خیریت سے نکل کر دوسرے درجہ میں جا پڑا۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہر روز صحبت نئی طرز پر ہے۔ مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مُغْبُوْن" جس کے دونوں دن برابر ہیں وہ زیاکار ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ اور سلام ہو آپ پر اور ان سب لوگوں پر جو ہدایت کے راستہ پر چلے اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۷۱

ایک واقع کے استفسار کے حل میں شیخ حسن برکی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اسکے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

میرے معزز بھائی شیخ حسن (کہ خدائے تعالیٰ اس کے حال کو اچھا کرے اور اس کو اپنے کمال تک پہنچائے) کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ وہ واقع جو آپ پر ظاہر ہوا تھا اور آپ نے لکھا تھا اس کا حال واضح ہوا۔ آپ امیدوار رہیں اور جو کچھ آپ کو امر کیا گیا ہے اس کے بجالانے میں جان کے ساتھ کوشش کریں اور احکام شرعیہ کے بجالانے سے سر مُو تجاوز نہ کریں اور اہل سنت و جماعت کے عقائد حقہ کیساتھ اپنے ظاہر و باطن کو آراستہ و پیراستہ رکھیں۔

؎ کار ایں است غیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ: کام اصلی ہے یہی باقی ہے ہیچ

اگر آپ کے والدین پسند کریں اور اخوند و اُستاد بھی راضی ہوں تو ہندوستان کی سیر کو غنیمت جانیں۔ والسّلام

مکتوب ۲۷۲

ایمان بالغیب اور ایمان شہودی، اور توحید شہودی اور توحید وجودی کے بیان میں اور اس بیان میں کہ فنا کے حاصل ہونے میں جو درکار ہے وہ توحید شہودی ہے۔ توحید وجودی کچھ درکار نہیں ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کی اقسام کے بیان میں اور اس بیان میں کہ ایمان غیب کو ایمان شہادت پر فضیلت ہے اور اس بیان میں کہ اوّل اوّل جس شخص نے توحید وجودی کو ظاہر کیا ہے۔ فتوحات مکیہ کا صاحب ہے اور گزشتہ مشائخ کی عبارتیں اگرچہ

توحید واتحاد کی خبر دیتی ہیں لیکن توحید شہودی پر محمول ہیں۔اور اس کے مناسب بیان میں میر سید محب اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد سیادت پناہ برادر معزز میر محب اللہ کو واضح ہو کہ اس واجب الوجود کی ذات پاک اور اس کی تمام صفات کے ساتھ غیب سے ایمان لانا، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان اولیا کا جو کلی طور پر مرجوع ہیں اور ان کی نسبت اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سی نسبت ہے۔اگرچہ قلیل بلکہ اقل ہے اور علمائے اور عامہ مومنین کا نصیب ہے اور ایمان شہودی عامہ صوفیہ کا نصیب ہے۔خواہ وہ ارباب عزلت یعنی گوشہ نشین ہوں۔خواہ وہ ارباب عشرت یعنی لوگوں میں رہنے والے ہوں۔کیونکہ ارباب عشرت اگرچہ مرجوع ہیں لیکن انہوں نے پورے طور پر رجوع نہیں کیا ہے۔ان کا باطن اسی فوق کی طرف نگراں ہے۔یعنی ظاہر میں خلق کے ساتھ ہیں اور باطن میں حق جل شانہ' کے ساتھ۔اسی واسطے ایمان شہودی ہر وقت ان کے نصیب ہے۔اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام چونکہ کلی طور پر مرجوع ہیں اور ظاہر و باطن میں خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے میں متوجہ ہیں۔اس لئے ایمان بالغیب ان کے نصیب ہے اور اس فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں اس امر کی تحقیق کی ہے کہ باوجود رجوع کے فوق کا نگراں رہنا نقصان اور انجام تک نہ پہنچنے کی علامت ہے اور کلی طور پر رجوع کرنا نہایت النہایت تک پہنچنے کی علامت ہے۔صوفیہ نے کمال کو جمع بین التوجہین یعنی دونوں توجہوں کے جمع ہونے میں جانا ہے اور تشبیہ اور تنزیہ کے جامع کو کاملین میں سے سمجھا ہے۔

یا رب چینیم من نندو ایشا آں ے

ترجمہ میں ایسا وہ ایسے ہیں خدایا

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام جب مقام دعوت سے فارغ ہو جاتے ہیں اور عالم بقاء کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور رجوع کی مصلحت تمام ہو جاتی ہے تو بڑے شوق کے ساتھ اَلرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی کی ندا لگا کر کلی طور پر حق جل شانہ' کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور مراتب قرب میں بیخبر رہ جاتے ہیں۔

هَنِيْئًا لِّاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ ما يَتَجَرَّعُ

ترجمہ مبارک منعموں کو اپنی نعمت مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

فقیر کے نزدیک کمال یہ ہے کہ عروج کے وقت کثرت بالکل نظر سے دور ہو جائے۔حتی کہ اسماء و صفات بھی ملحوظ نہ ہوں اور احدیت مجردہ کے سوا اور کچھ مشہود نہ ہو۔ ثُمَّ عُوْمِلَ مَعَهٗ مَاعُوْمِلَ مَعَهٗ

(پھر اس کے ساتھ معاملہ کیا گیا جو کیا گیا) اور رجوع کے وقت سب کی سب کثرت پر پڑے اور عامہ مومنین کی طرح خلق کے سوا اور کوئی امر مشہود نہ ہو۔ اور اطاعت کے ادا کرنے اور خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کے سوا اس کا کوئی کام نہ ہو اور جب دعوت کے امر کو پورا کرے اور عالم فانی کو دواع کرے تو پورے طور پر جناب قدس کی طرف متوجہ ہو کر اپنا رخت غیب سے شہادت کی طرف لے جائے اور معاملہ گوش سے آغوش تک پہنچ جائے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے) کوئی ناقص پورے طور پر رجوع کرنے کو نقص خیال نہ کرے اور توجہ باطن کو جو حق سبحانہٗ کی طرف ہوتی ہے۔ توجہ بخلق سے جو ان کی دعوت و تکمیل کیلئے ہوتی ہے بہتر نہ جانے کیونکہ صاحب رجوع اپنے اختیار کے ساتھ مقام رجوع میں نہیں آیا۔ بلکہ اس نے حق تعالیٰ کی مراد کے موافق اعلیٰ سے اسفل کی طرف نزول کیا ہے۔ اور وصل سے ہجر کے ساتھ قرار پکڑا ہے پس صاحب رجوع حق تعالیٰ کی مراد پر قائم اور اپنی مراد سے فانی ہے اور صاحب توجہ وصول و شہود کے ساتھ محفوظ اور قرب و معیت کے ساتھ خوش ہے۔

ہجرے کہ بود مرادِ محبوب　　از وصل ہزار بار خوشتر

ترجمہ بیت: جدائی جس میں دلبر کی رضا ہے　　وہ بہتر وصل سے صدہا گنا ہے

لِاَنِّیْ فِی الْوِصَالِ عُبَيْدُ نَفْسِیْ　　وَفِی الْهِجْرِ مَوْلٰی لِلْمَوَالِیْ

وَشُغْلِیْ بِالْحَبِيْبِ بِكُلِّ حَالٍ　　اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ شُغْلِیْ بِحَالِیْ

ترجمہ کہ وقت وصل نوکر نفس کا ہوں　　جدائی میں غلام دلربا ہوں

خیال یار ہر دم دل جلائے　　مجھے یکبار ہستی سے بھلائے

رجوع کے فضائل و کمالات بیشمار ہیں۔ صاحب توجہ کو صاحب رجوع کے ساتھ وہ نسبت ہے جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ رجوع نبوت کے فضائل میں سے ہے اور وہ توجہ ولایت کے آثار سے۔ شَتَّانَ مَا بَيْنَهُمَا (ان دونوں میں بہت فرق ہے) لیکن ہر شخص کا فہم اس کمال تک نہیں پہنچتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

تشبیہ اور تنزیہ کے جمع کرنے والوں میں سے بعض کہتے ہیں کہ ایمان بہ تنزیہ سب مومنوں کو حاصل ہے۔ عارف وہ ہے جو ایمان بہ تشبیہ کو بھی اس کے ساتھ جمع کرے اور خلق کو خالق کا ظہور دیکھے اور کثرت کو وحدت کا لباس جانے اور صانع کو صنع میں مطالعہ کرے۔

غرض صرف تنزیہ کی طرف توجہ کا رہنا ان کے نزدیک نقص ہے۔ اور کثرت کے ملاحظہ کے بغیر وحدت کا مشاہدہ کرنا ان کے نزدیک سراسر عیب ہے۔ یہ لوگ احدیت صرف کی طرف متوجہ ہونے والوں کو ناقص خیال کرتے ہیں اور کثرت کے ملاحظہ کے بغیر وحدت کے ملاحظہ کرنے کو تحدید و تقیید سمجھتے ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت تنزیہ صرف کی طرف ہے اور تمام آسمانی کتابیں ایمان تنزیہی کے ساتھ ناطق ہیں۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام آفاقی و انفسی جھوٹے خداؤں کی نفی کرتے ہیں۔ اور ان کے باطل ہونے کی دعوت فرماتے ہیں اور اس واجب الوجود کی وحدت کی طرف جو بیچون و بیچگون ہے رہنمائی کرتے ہیں کبھی کسی نے نہیں سنا کہ کسی پیغمبر علیہ السلام نے ایمان تشبیہی کی طرف دعوت کی ہو اور خلق کو خالق کا ظہور کہا ہو۔ تمام پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام واجب الوجود کی توحید کے کلمہ میں متفق ہیں اور حق تعالیٰ کے سوا تمام ارباب کی نفی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ یا رسول اللہ اہل کتاب کو کہہ دو کہ آؤ ایک کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے یعنی ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ ہی کسی کو اس کے ساتھ شریک بنائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔ پس اگر وہ مانیں تو کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ پ ۳ ع ۱۵

یہ لوگ بے نہایت اسباب ثابت کرتے ہیں اور سب کو رب الارباب کے ظہورات خیال کرتے ہیں۔ اور کتاب و سنت کو جو اپنے مطالب کیلئے بطریق شہادت پیش کرتے ہیں، (کتاب) هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ یعنی اوّل و آخر و ظاہر و باطن وہی ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى نہیں مارا تو نے جب کہ مارا، مگر اللہ تعالیٰ نے مارا۔ پ ۹ ع ۱۶

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پ ۲۶ ع ۹

(سنت) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ یا اللہ تو ہی اوّل ہے اور تیرے اول

کوئی شے نہیں ہے اور تو ہی آخر ہے تیرے بعد کوئی شے نہیں ہے اور تو ہی ظاہر ہے، تیرے اوپر کوئی شے نہیں ہے۔اور تو ہی باطن ہے، تیرے سوا کوئی شے نہیں ہے۔

اس میں کچھ شہادتؓ نہیں ہے۔ کیونکہ ان عبارتوں میں کامل طور پر وجود ماسوائے کمال کی نفی کا حصر ہے نہ کہ اصل وجود کی نفی، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (نماز نہیں ہوتی مگر فاتحہ کتاب کے ساتھ) اور فرمایا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهٗ (جس کو امانت نہیں اس کا ایمان نہیں)۔

کتاب و سنت میں اس قسم کی مثالیں بہت ہیں۔ یہ توجیہ نصوص کی تاویل نہیں ہے جیسا کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے۔ بلکہ کمال بلاغت پر نصوص کو حمل کیا گیا ہے اور عرف میں جب کسی شخص کے امر رسالت کو ضروری اور مہتم بالشان ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ اس سے مقصود حقیقت نہیں ہے بلکہ مجاز ہے جو حقیقت سے ابلغ ہے اور جب فاعل سے جو کامل قدرت والے مالک کا غلام اور بندہ ہے۔ اس کے قدر و اندازہ سے بڑھ کر کوئی فعل صادر ہو اور اس فعل میں اس مالک قادر کی التفات و توجہ مد نظر ہو۔ تو اس وقت مالک کو لائق ہے کہ یہ کہدے کہ اس فعل کو میں نے ہی کیا ہے۔ یہ بات بھی نہ ہی اتحاد فعل پر اور نہ ہی اتحاد ذات پر دلالت کرتی ہے۔ حاشا و کلا کہ بندۂ غلام کا فعل عین مالک مقتدر کا فعل ہو۔ یا اس کی ذات کا عین بن جائے۔

ان لوگوں نے شاید انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مذاق کو نہیں سمجھا ہے۔ کیونکہ ان کی دعوت کا مدار اثنینیت یعنی دوئی اور غیر کے وجود اور غیریّت پر ہے۔ ان کی عبارتوں کو توحید و اتحاد پر حمل کرنا بیہودہ تکلف ہے۔ اگر حقیقت میں ایک ہی موجود ہوتا اور اس کے سوا سب اس کے ظہورات ہوتے۔ اور اس کے ماسوائے کی عبادت اسی کی عبادت ہوتی، جیسا کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے تو پھر انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام مبالغہ اور تاکید کے ساتھ ان کی پرستش سے کیوں منع کرتے اور ان کی پرستش پر دائمی عذاب کیوں مترتب کرتے اور ان کے پُجاریوں کو خدا کا دشمن کیوں کہتے۔ جب تک ان لوگوں کو ان کی غلطی پر اطلاع نہ بخشیں عینیّت کی دید جو جہالت سے ان میں پیدا ہو گئی ہے، دور نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی ان کی عبادت کو حق تعالیٰ کے غیر کی عبادت جانتے ہیں۔

ان لوگوں میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ پیغمبروں نے عام لوگوں کے قصور فہم کے باعث توحید وجودی کے اسرار کو پوشیدہ رکھا ہے اور اپنی دعوت کی بنا غیر و غیریّت پر رکھی ہے۔ اور وحدت کو چھپا کر کثرت پر دلالت کی ہے۔

یہ بات شیعہ کے تقیہ کی طرح سننے کے قابل نہیں ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو کچھ کہ

واقعی اور نفس الامر ہے اس کی تبلیغ کے زیادہ مستحق اور حقدار ہیں۔ جب نفس الامر میں ایک ہی موجود ہو اور اس کا غیر کچھ موجود نہ ہو۔ تو مناسب نہیں کہ اس کو چھپا کر نفس الامر کے خلاف ظاہر کریں۔ خاص کر وہ احکام جو واجب الوجود کی ذات و صفات و افعال کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے اظہار اور اعلان کے زیادہ حق دار ہیں۔ کوتاہ نظر خواہ ان کو سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ کیا نہیں دیکھتے کہ قرآن کی آیات مُتشابہات یا احادیث متشابہات جن کے سمجھنے سے عوام کیا خواص بھی عاجز ہیں۔ ان کے اظہار کرنے سے منع نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی عوام کی غلطی اور کوتاہ فہمی ان کے اظہار کی مانع ہوئی۔ یہ لوگ اس شخص کو جو دو وجود کا قائل ہے اور ماسوا کی عبادت سے اجتناب و پرہیز کرتا ہے، مشرک کہتے ہیں۔ اور اس شخص کو جو ایک وجود کا قائل ہے موحد کہتے ہیں اگرچہ ہزار بت کی عبادت کرے اس خیال سے کہ یہ سب حق تعالیٰ کے ظہورات ہیں اور ان کی عبادت حق تعالیٰ کی عبادت ہے۔ انصاف کرنا چاہئے کہ ان دونوں گروہوں میں سے مشرک کون ہے۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نے وحدت وجود کی طرف دعوت نہیں کی ہے اور نہ ہی دو[2] وجود کہنے والے کو مشرک کہا ہے بلکہ انکی دعوت وحدت معبود کی طرف ہے اور انہوں نے ماسوائے کی عبادت کو شرک کہا ہے۔

اگر صوفیہ وجودیہ ماسوا کو غیریت کے طریق پر نہ بھی جانیں، تو بھی مشرک کو دفع نہیں کر سکتے کیونکہ ماسوا، ماسوا ہی جانیں یا نہ جانیں۔ ان میں سے بعض متاخرین، عالم کو، حق تعالیٰ کا عین نہیں جانتے اور عینیت سے کنارہ کرتے ہیں اور عینیت کے قائلوں کو طعن و تشنیع کرتے ہیں اور شیخ محی الدین اور اس کے تابعداروں کے ساتھ انکار سے پیش آتے اور ان کو برائی سے یاد کرتے ہیں ساتھ ہی یہ لوگ عالم کو حق تعالیٰ کا غیر بھی نہیں جانتے بلکہ نہ ہی حق تعالیٰ کا عین اور نہ ہی حق تعالیٰ کا غیر جانتے ہیں یہ بات بھی ثواب سے دور ہے۔ اَلْاِثْنَانِ مُتَغَائِرَانِ (دو[2] چیزیں ایک دوسرے کی غیر ہوتی ہیں) قضیہ مقررہ ہے۔ اثنینیت یعنی دوئی کا منکر درجہ عقل کا مخالف ہے۔ ہاں متکلمین نے صفات واجبی جل سلطانہ کے بارہ میں لَاھُوَ وَلَاغَیْرُ ھُوَ کہا ہے اور غیر سے غیر اصطلاحی مراد رکھ کر اس امر کو مد نظر رکھا ہے کہ دو[2] متغائر چیزوں کا باہم انفکاک یعنی الگ ہونا جائز ہے۔ کیونکہ واجب تعالیٰ و تقدس کی صفات حضرت ذات سے الگ نہیں ہیں اور نہ ہی حق تعالیٰ کی ذات و صفات و قدیمہ کے درمیان انفکاک یعنی الگ ہونا جائز متصور ہو سکتا ہے۔ پس لَاھُوَ وَلَا غَیْرُھُوَ صفات قدیمہ میں صادق ہے برخلاف عالم کے کہ یہ نسبت اس میں مفقود ہے۔ کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ (اللہ ہی تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز موجود نہ تھی) پس عالم کی غیریت کی نفی کرنا لغت میں بھی اور اصطلاح میں بھی صدق سے دور ہے

ان لوگوں نے اپنی نارسائی کے باعث عالم کو صوفات قدیمہ کی طرح سمجھ کر اس کے مخصوص حکم کا اس جگہ اطلاق کیا ہے۔ یہ لوگ جب عینیّت عالم کی نفی کے قائل ہوئے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ غیریّت عالم کے قائل ہوں اور توحید وجودی والوں کے زمرہ سے نکل آئیں اور عالم کے متعدد وجودوں کے قائل ہو جائیں اور توحید وجودی میں عین کہنے سے چارہ نہیں ہے۔ جیسا کہ شیخ محی الدین اور اُن کے تابعین نے کہا ہے اور عین کہنا ان معنوں کے لحاظ سے نہیں ہے کہ عالم اپنے صانع کے ساتھ متحد ہے۔ حاشا وکلا ان معنوں کے اعتبار سے ہے کہ عالم معدوم ہے اور حق تعالیٰ کا وجود واجب جیسا کہ اس فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں اس امر کی تحقیق کی ہے۔

سوال: صوفیہ وجودیہ دو وجود کے کہنے والے کو جو مشرک کہتے ہیں وہ اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ وہ دو بن ہیں اور دو بیں طریقت کا مشرک ہے؟

جواب: دو بینی (1)، جو طریقت کا شرک ہے، توحید شہودی سے دفع ہو جاتا ہے توحید وجودی اس مقام میں کچھ درکار نہیں ہے۔ کیونکہ سالک کا مشہود و ملحوظ ایک ذات مقدس کے سوا اور کوئی امر نہیں ہے تاکہ فنا متحقق ہو اور طریقت کا شرک دور ہو جائے دن میں جو آفتاب کو تنہا دیکھتے ہیں اور ستاروں کو نہیں دیکھتے، دو بینی، کا دفعیہ حاصل ہے۔ اگرچہ ہزاروں ستارے دن میں موجود ہوں مقصود یہ ہے کہ ایک آفتاب مشہود ہو۔ خواہ ستارے معدوم ہوں یا موجود۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ کمال اس صورت میں ہے کہ اشیاء موجود ہوں اور سالک کمال فنا کے باعث جو اپنے مطلوب حقیقی سے رکھتا ہے کسی چیز کی طرف توجہ نہ کرے بلکہ کسی چیز کا مشاہدہ نہ کرے اور کوئی چیز اسکے دیدہ بصیرت میں نہ آئے اور اگر اشیاء موجود نہ ہوں فنا کس سے متحقق ہو گی اور فانی کس سے ہو گا اور کس کو فراموش کرے گا۔

اول جس شخص نے توحید وجودی کی تصریح کی ہے۔ وہ شیخ محی الدین ابن عربی ہے اس سے گذشتہ مشائخ کی عبارتیں اگرچہ توحید وجودی کی خبر دیتی ہیں۔ لیکن توحید شہودی پر حمل کرنے کے قابل ہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ جل شانہٗ کے غیر کو جب نہیں دیکھتے تو بعض کہتے ہیں کہ لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہِ (میرے جبہ میں سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں) اور بعض سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِیْ کی ندا پکار اٹھتے ہیں اور بعض لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّارٌ (گھر میں اس کے سوا کوئی رہنے والا نہیں ہے) کا آوازہ لگاتے ہیں یہ سب پھول ایک ہی یک بینی، کی شاخ سے کھلے ہیں ان عبارتوں میں کوئی بھی وحدت وجود پر دلالت نہیں کرتی اور جس شخص نے اس مسئلہ کو بابوں اور تفصیلوں میں لکھا ہے اور صرف و نحو کی طرح اس کو جمع کیا ہے وہ شیخ محی الدین ہی ہے اور اس مسئلہ کے بعض پوشیدہ معارف کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ حتی کہ

1۔ دو دیکھنا۔

اس نے کہا ہے کہ خاتم النبوت بعض علوم و معارف کو خاتم الولایت سے اخذ کرتا ہے اور خاتم الولایت محمدی علیہ اپنے آپ کو جانتا ہے اور شارحین نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ بادشاہ اپنے خزانچی سے اگر کوئی چیز لے لے تو اس میں کیا نقصان ہے۔

غرض فنا و بقا اور ولایت کبریٰ کے کمالات حاصل کرنے کے لئے توحید وجودی کچھ درکار نہیں ہے توحید شہودی حاصل ہونی چاہئے تاکہ فنا متحقق ہو جائے اور ماسوائے کا نسیان حاصل ہو جائے۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی سالک ابتدا سے انتہا تک سیر کر جائے اور توحید وجودی کے علوم و معارف سے کوئی بھی اس پر ظاہر نہ ہو۔ بلکہ نزدیک ہے کہ ان علوم سے انکار کر دے۔

فقیر کے نزدیک وہ راستہ جو ان معارف کے ظہور کے بغیر سلوک کے ساتھ میسر ہو جائے وہ اس راستہ سے زیادہ قریب ہے۔ جو اس ظہور کو متضمن ہے اور نیز اس راہ کے سالکوں میں سے اکثر مطلوب تک پہنچتے ہیں اور اکثر راہ میں رہ جاتے ہیں اور دریا سے قطرہ کے ساتھ سیراب ہو جاتے ہیں اور اتحاد کے وہم میں پڑ کر ظل میں گرفتار رہتے ہیں اور وصل سے محرم رہتے ہیں یہ امر تجربہ سے معلوم ہو چکا ہے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ

اور نیز فقیر کو اگرچہ راہ ثانی سے سلوک میسر ہوا ہے اور توحید وجودی کے علوم و معارف کے ظہورات سے کافی حصہ حاصل ہوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور سیر محبوبی کے ساتھ راستہ کے جنگلوں اور میدانوں کو فضل و عنایت کی امداد سے طے کروایا اور کمال کرم کے ساتھ ظلال سے گزار کر اصل تک پہنچایا اور جب معاملہ مسترشدوں یعنی مریدوں تک پہنچا، تو معلوم ہوا کہ اس کے علاوہ ایک اور راہ ہے جو وصول کے زیادہ قریب اور حصول میں زیادہ آسان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں۔

تنبیہ: سابقہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اگرچہ موجودات متعددہ ہوں اور حق تعالیٰ کا ماسوائے بھی موجود ہو۔ تو پھر بھی ہو سکتا ہے کہ فنا و بقا متحقق ہو جائے نہ یہ کہ ماسوائے معدوم و ناچیز ہو جائے۔ یہ بات باوجود ظہور کے اکثر خواص پر پوشیدہ رہی ہے، پھر عوام کا کیا ذکر ہے۔ ان لوگوں نے توحید شہودی کو عین وجودی خیال کر کے وحدت وجود کی معرفت کو راستہ کی شرط جانا ہے اور وہ وجود کہنے والے کو ضالّ و مُضِلّ (گمراہ و گمراہ کرنے والا) سمجھا ہے اور کثرت کے آئینوں میں وحدت کے مشاہدہ کو انجام کار تصور کیا ہے ان میں سے بعض نے یہاں تک تصریح کی ہے کہ ہمارے حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ جمیع اخوانہ

من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا کمالات نبوت حاصل ہونے کے بعد شہود وحدت در کثرت کے مقام میں رہے ہیں اور آیت کریمہ اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرْ سے اس مقام کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ تحقیق ہم نے تجھ کو کثرت میں وحدت کا مشاہدہ دیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوثر کی واؤ کے درمیان آنے سے جو حروف کثر کے درمیان ہے، یہ اشارات سمجھے ہیں۔ حاشا وکلا اس قسم کے معارف مقام نبوت کے لائق نہیں۔ کیونکہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام خدائے بیچون جل شانہٗ کی طرف دعوت کرتے ہیں اور جو چیز چون کے آئینوں میں گنجائش نہیں رکھتی ہے وہ بیچونی سے بے نصیب ہے اور چونی اور چندی کے داغ سے داغدار ہے۔ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ ان کو انصاف دے۔ شاید یہ لوگ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنے کمالات کے ترازو پر تولنا چاہتے ہیں اور ان کے کمالات کو اپنے کمالات کی طرح جانتے ہیں۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ چھوٹا منہ بڑی بات

چو آں کرے کہ در سنگے نہان است　　زمین و آسمان اوہمان است

ترجمہ وہ کیڑا جو کہ پتھر میں نہاں ہے　　زمین و آسماں اس کا وہاں ہے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں سے کمینہ اور عاجز اس قسم کی معرفت سے جو اوّل اوّل حاصل ہوئی تھی ندامت واستغفار کرتا ہے اور اس شہود کو نصاریٰ کے حلول کی طرح اس پاک جناب سے نفی کرتا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا۔ سب اس کا غیر ہے۔ کلمہ لا کی حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہئے۔ پس کثرت میں وحدت کا مشاہدہ بھی نفی کے لائق ہے اس پاک بارگاہ سے منتفی اور دُور ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی اس کلام نے مجھ کو اس شہود سے نکال دیا ہے اور مشاہدہ اور معائنہ کی گرفتاری سے نجات بخشی ہے اور میرے اسباب کو علم سے جہل کی طرف اور معرفت سے حیرت کی طرف لے گئی ہے۔ جَزَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنِّیْ خَيْرَ الْجَزَاءِ (اللہ تعالیٰ ان کو میری طرف سے جزائے خیر دے) میں صرف ایک ہی بابت سے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا مرید اور حلقہ بگوش ہوں۔ اور واقعی اولیاء میں سے شاید ہی کسی نے اس طرح کی عبارت بیان کی ہو۔ اور تمام مشاہدات و معائنات کی اس طرح پر نفی کی ہو۔

اس مقام میں آپ کے اس سخن کی حقیقت کو جہاں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی معرفت بہاؤالدین پر حرام ہے۔ اگر اس کی ابتدا بایزیدؒ کی انتہا نہ ہو، ڈھونڈنی چاہئے کیونکہ بایزید رحمۃ اللہ

علیہ باوجود اس بزرگی کے شہود و مشاہدہ سے آگے نہیں بڑھے اور سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ کے تنگ کوچہ سے قدم باہر نہیں رکھا۔ برخلاف ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے کہ جنہوں نے ایک ہی کلمہ لا سے اس کے تمام مشاہدات کی نفی فرمادی اور سب کو حق تعالیٰ کا غیر ثابت کردیا حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی تنزیہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے نزدیک تشبیہ ہے اور اس کا بیچون ان کے نزدیک چون اور کمال نقص ہے ناچار اس کی انتہا جو تشبیہ سے آگے نہیں بڑھا خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی انتہا ہوگی کیونکہ بدایت تشبیہ سے ہے اور نہایت نہایت تنزیہ کے ساتھ۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ آخر حال میں بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو اس نقص پر اطلاع بخشی گئی کہ موت کے وقت اس طرح کہتا تھا۔ مَاذَکَرْتُكَ اِلَّا عَنْ غَفْلَةٍ وَمَا خَدَمْتُكَ اِلَّا عَنْ فَتْرَةٍ میں نے تجھے یاد نہیں کیا مگر غفلت سے اور میں نے تیری خدمت نہیں کی مگر سستی سے۔

اس نے اپنے پہلے حضور کو غفلت جانا۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ کا حضور نہ تھا بلکہ ظلال میں سے ایک ظل کا حضور اور اس کے ظہورات میں سے ایک ظہور تھا۔ پس ناچار حق تعالیٰ سے غافل رہا اور حق تعالیٰ وراء الوراء ہے ظلال و ظہورات سب کے سب مبادی اور مقدمات اور معارج اور مُعِدّات ہیں اور یہ جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو ہدایت میں درج کرتے ہیں، واقع کے موافق ہے کیونکہ ابتدا ہی سے ان کی توجہ احدیت صرف پر ہے اور اسم وصفت سے ذات کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔

اس طائفہ عَلیہ کے مبتدیوں کو یہ دولت اپنے شیخ مقتدا سے جو اس کمال کے ساتھ مشرف ہوتا ہے بطریق انعکاس حاصل ہو جاتی ہے خواہ وہ اس کو جانیں یا نہ جانیں پس ناچار کاملوں کی نہایت ان بزرگواروں کی ہدایت میں مندرج ہوگی۔

حاصل کلام یہ کہ احدیت کی توجہ ان میں غالب آجائے اور ظاہر کو بھی باطن کے ہم رنگ کردے تو سالک مشاہدات سفلی سے جو ممکنات کے آئینوں میں ظاہر ہوتے ہیں آزاد ہو جاتا ہے اور عارف تشبیہ سے خلاصی پا جاتا ہے اور اگر یہ توجہ غالب نہ ہو سکے اور صرف باطن پر ہی لگی رہے تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بظاہر کثرت میں وحدت کے مشاہدہ کی لذت پاتا ہے اور توحید واتحاد سے محفوظ ہوتا ہے۔ لیکن یہ شہود ان کے حق میں ظاہر پر ہی محدود رہتا ہے باطن میں کچھ سرایت نہیں کرتا۔ ان کا باطن احدیت صرف کی طرف متوجہ رہتا ہے اور ان کا ظاہر کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرنے والا ہوتا ہے۔ اس وقت ممکن ہے کہ ظاہری نسبت کے غلبہ کے باعث باطنی توجہ معلوم نہ اور شہود ظاہر کے سوا اور کوئی امر مفہوم نہ ہو۔ جیسا کہ ابتدا میں ان سطور کے لکھنے والے کا حال تھا کہ ظاہری نسبت کے غلبہ کے

باعث باطنی توجہ سے جو احدیّت صرف کی طرف تھی، بالکل آگاہی نہ رکھتا تھا اور کلی طور پر اپنے آپ کو کثرت وحدت کی طرف متوجہ پاتا تھا کچھ مدت کے بعد حضرت حق سُبحانہٗ نے باطن کی توجہ پر اطلاع بخشی اور باطن کو ظاہر پر نصرت دی اور معاملہ کو یہاں تک پہنچایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔

وہ معارف توحیدی اور مشاہدات سفلی جو اس خاندان بزرگ کے بعض خلفا سے سرزد ہوئے ہیں، وہ بھی اسی قسم سے ہیں نہ یہ کہ یہ لوگ ظاہر و باطن میں اسی شہود کی طرف متوجہ اور اسی معرفت میں گرفتار رہے ہیں۔ برخلاف دوسرے بزرگوں کے جو ظاہر و باطن میں اور اس شہود کو تشبیہ اور تنزیہ کا جامع جان کر اسی کو کمال سمجھتے ہیں ان لوگوں کا باطن بھی اگرچہ تنزیہ صرف کے ساتھ ایمان رکھتا ہے لیکن گرفتاری اور ہے اور ایمان کچھ اَور اور حال اَور ہے اور علم کچھ اَور چیز وہ لوگ جو تنزیہ صرف کے ساتھ ایمان نہیں رکھتے اور مشاہدہ سفلی کے سوا کسی اور امر کے معتقد نہیں ہیں۔ وہ ملحدوں میں سے ہیں۔ جو اس بحث سے خارج ہیں۔

فقیر کے نزدیک ممکنات کے آئینوں میں حق تعالیٰ کا وہ شہود جس کو صوفیہ کی ایک جماعت کمال جانتی ہے اور تشبیہ اور تنزیہ کے درمیان جمع خیال کرتی ہے۔ در حقیقت حق تعالیٰ کا شہود نہیں ہے۔ اس میں ان کا مشہود ان کا خیالی اور من گھڑت امر ہے۔ کیونکہ جو کچھ ممکن میں دیکھتے ہیں وہ واجب نہیں اور جو کچھ حادث میں پاتے ہیں وہ قدیم نہیں ہے۔ اور جو کچھ تشبیہ میں ظاہر ہوتا ہے وہ تنزیہ نہیں ہے۔ ہرگز ہرگز صوفیہ کی اس قسم کی ترہات یعنی بیہودہ باتوں پر فریفتہ نہ ہونا چاہئے اور حق تعالیٰ کے غیر کو حق تعالیٰ نہ جاننا چاہئے مانا کہ یہ لوگ خطاکار مجتہد کی طرح معذور ہیں۔ اور خطاکار مجتہد کی طرح مواخذہ سے بری ہیں لیکن ان کے مقلدوں کے ساتھ معلوم نہیں کس طرح معاملہ کریں گے۔ کاش کہ مجتہد مخطی کے مقلدوں کی طرح ہی ہوتے اور اگر ان کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا تو پھر ان کا کام نہایت مشکل ہے۔ قیاس واجتہاد اصول شرعی میں سے ایک اصل ہے جس کی تقلید کا ہم کو امر ہوا ہے۔ برخلاف کشف اور الہام کے کہ اسکی تقلید کا ہم کو امر نہیں ہے اور الہام غیر پر حجت نہیں ہے۔ لیکن اجتہاد مقلد پر حجّت ہے۔ پس علمائے مجتہدین کی تقلید کرنی چاہئے اور دین کے اصول کو ان کی آرا کے موافق ڈھونڈنا چاہئے اور صوفیہ جو کچھ علمائے مجتہدین کی آرا کے برخلاف کہیں یا کریں اس کی تقلید نہ کرنی چاہئے اور حسن ظن کے ساتھ ان کے طعن سے لب باندھنی چاہئے اور ان کی اس قسم کی باتوں کو شطحیات سے جاننا چاہئے اور ظاہر کی طرف مصروف و پھرا ہوا خیال کرنا چاہئے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان میں بعض صوفیہ عام لوگوں کو اپنے کشفیہ اور الہامیہ امور مثلاً

وحدت وجود کے ساتھ ایمان لانے پر دلالت کرتے ہیں اور ان کی تقلید کی ترغیب دیتے ہیں اور ان کے عدم ایمان پر دھمکاتے ہیں۔ کاش کہ یہ لوگ ان امور کے عدم انکار پر دلالت کرتے اور ان کے منکر پر تہدید اور دھمکی فرماتے۔ کیونکہ ایمان اور چیز ہے اور عدم انکار اور چیز ان امور کے ساتھ ایمان لانا لازم اور ضروری نہیں ہے۔ ہاں ان امور کے انکار سے بچنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ان امور کا انکار ان امورں کے انکار تک پہنچادے اور حق تعالیٰ کے اولیا کے ساتھ بغض وعداوت پیدا ہو جائے علمائے اہل حق کے موافق کام کرنا چاہئے اور صوفیہ کی کشفیہ باتوں سے حسن ظن کے ساتھ سلوک کرنا چاہئے اور لَا وَنَعَمْ پر جرأت نہ کرنی چاہئے هٰذَا هُوَ الْحَقُّ الْمُتَوَسِّطُ بَيْنَ الْاِفْرَاطِ وَالتَّفْرِيْطِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ یہی وہ حق ہے جو افراط و تفریط کے درمیان واقع ہے اور اللہ تعالیٰ بہتری کی طرف الہام کرنے والا ہے۔

عجب معاملہ ہے کہ ان لوگوں میں سے بہت سے مدعی اسی شہود ومشاہدہ پر بھی قناعت نہیں کرتے بلکہ اس شہود کو تنزل خیال کر کے اس اثنا میں رویت بصری کے بھی قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم واجب الوجود جل سلطانہ، کی ذات کو دیکھتے ہیں اور نیز کہتے ہیں کہ وہ دولت جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج میں حاصل ہوئی تھی، ہم کو ہر روز میسر ہے اور وہ نور جو ان کے دیکھنے میں آتا ہے اُس کو صبح کی سفیدی سے تشبیہ دیتے ہو اور اس نور کو مرتبہ بے کہنی خیال کرتے ہیں۔ اور مراتب عروج کی نہایت اس نور کے ظہور تک تصور کرتے ہیں تَعَالٰى سُبْحَانَهٗ عَمَّا يَقُوْلُ الظَّالِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا اللہ تعالیٰ اس بات سے جو ظالم کہتے ہیں بہت بڑا ہے۔

اور نیز حضرت حق جل شانہ، کے ساتھ مکالمہ وکلام ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ایسا فرمایا ہے۔ کبھی دشمنوں کے حق میں حضرت حق سبحانہ، کی طرف سے کئی قسم کی باتیں نقل کرتے ہیں اور کبھی اپنے دوستوں کو بشارت دیتے ہیں اور ان میں سے بعض اس طرح کہتے ہیں کہ رات کی تہائی یا چوتھائی حصہ تک میں حق تعالیٰ کے ساتھ کلام کرتا رہا اور ہر طرح کی باتیں پوچھتا رہا اور جواب لیتا رہا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيْرًا ان لوگوں نے اپنے آپ میں تکبر کیا اور بڑی سرکشی کی۔ ان لوگوں کی باتوں سے مفہم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس نور مرئی کو عین حق تعالیٰ سمجھتے ہیں۔ اور اس نور کو حق تعالیٰ کی ذات تصور کرتے ہیں۔ نہ یہ کہ اس کے ظہورات میں سے کوئی ظہور یا اس کے ظلال میں سے کوئی ظل جانتے ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس نور کو حق تعالیٰ کی ذات کہنا محض افترا اور صرف الحاد اور خالص زندقہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا نہایت ہی حلم و تحمل ہے کہ اس قسم کے مفتریوں کے لئے طرح طرح کے

عذابوں میں جلدی نہیں کرتا اور ان کی بیخ کنی نہیں فرماتا۔ سُبْحَانَكَ عَلٰی حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ وَعَلٰی عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ یااللہ تو پاک ہے کہ ہماری برائیوں کو جان کر حلم فرماتا ہے اور قُدرت کے باوجود معاف کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم صرف رویت یعنی دیدار کی طلب ہی کے باعث ہلاک ہو گئی اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلب رویت کے بعد لَنْ تَرَانِی کا زخم کھایا اور بیہوش ہو کر گر پڑے اور اس طلب سے تائب ہوئے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو رب العلمین کے محبوب اور تمام اولین وآخرین موجودات میں سے بہترین ہیں باوجود اس کے کہ معراج بدنی کی دولت سے مشرف ہوئے اور عرش وکرسی سے گزر کر مکان وزمان سے بھی اوپر چلے گئے باوجود قرآنی اشاروں کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر علماء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عدم رویت کے قائل ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وَالْاَصَحُّ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَارَاٰی رَبَّهٗ سُبْحَانَهٗ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ یعنی صحیح یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات اپنے رب کو نہیں دیکھا ہے۔ یہ بے سروسامان اپنے خیال باطل میں ہر روز خدا کو دیکھتے ہیں۔ حالانکہ حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک دیدار میں بھی علماء کی قیل وقال ہے فَضَحَهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ (اللہ تعالیٰ ان کو خوار کرے)

اور نیز ان لوگوں کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کلام کو جس کو یہ لوگ سنتے ہیں حق سبحانہ سے وہی نسبت ہے جو کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ جانتے ہیں یہ عین الحاد ہے حاشا وکلا کہ حضرت حق سُبحانہ، سے تکلم کے طریقہ پر کوئی ایسی کلام صادر ہو جس میں ترتیب اور تقدیم وتاخیر ہو، جو حدوث کی علامات میں سے ہیں شاید مشائخ کبار کی باتوں نے ان کو غلطی میں ڈال دیا ہے کیونکہ مشائخ نے بھی حضرت حق جل سلطانہ، کے ساتھ کلام ومکالمہ کیا ہے۔

لیکن جاننا چاہئے کہ مشائخ کبار اس کلام کو حضرت حق سُبحانہ، کے ساتھ ایسی نسبت نہیں دیتے جو کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ دیکھیں۔ بلکہ وہی نسبت ثابت کرتے ہیں جو مخلوق کو اپنے خالق کے ساتھ ہے اور اس میں کوئی محظور(1) اور قباحت نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو شجرہ مبارکہ سے حق تعالیٰ کے کلام کو سنا تو اس کلام کو حق تعالیٰ کے ساتھ وہی نسبت تھی جو مخلوق کو اپنے خالق کے ساتھ ہوتی ہے نہ کہ وہ نسبت جو

1۔ رکاوٹ۔ ۱۲

کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ ہوتی ہے اور ایسے ہی وہ کلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنی اس کلام کو بھی حق تعالیٰ کے ساتھ وہی نسبت تھی جو مخلوق کو اپنے خالق سے ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ کلام بھی حق تعالیٰ کی کلام ہے اور اس کا منکر کافر وزندیق ہے گویا حق تعالیٰ کی کلام، کلام لفظی اور کلام نفسی کے درمیان مشترک ہے۔ جس کو حق تعالیٰ کسی امر کے ذریعے ایجاد فرماتا ہے۔ پس کلام لفظی بھی حق تعالیٰ کی کلام ہو گی ناچار اس کا منکر بھی کافر ہو گا۔ فَافْهَمْ فَإِنَّ هٰذَا التَّحْقِيقَ يَنْفَعُكَ فِيْ كَثِيْرٍ مِنَ الْمَوَاضِعِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُوَفِّقُ پس سمجھ کیونکہ یہ تحقیق بہت جگہ تجھے نفع دے گی اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

جاننا چاہئے کہ وہ وجود جو ممکنات میں ہم ثابت کرتے ہیں تمام صفات کی طرح ایک ضعیف وجود ہے ممکن کے علم کا واجب کے علم کے مقابلہ میں کیا مقدار ہے اور قدرت قدیمہ کے مقابلہ میں قدرت حادثہ کیا اعتبار رکھتی ہے ایسے ہی ممکن کا وجود واجب تعالیٰ کے وجود کے مقابلہ میں لاشے محض ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ دیکھنے والا ان دونوں وجودوں کے تفاوت کے باعث شک میں پڑ جائے کہ آیا وجود کا اطلاق ان دونوں فردوں پر حقیقت کے طور پر ہے یا کہ وجود کا اطلاق ایک فرد پر بطریق حقیقت ہے اور دوسرے فرد پر بطریق مجاز۔ کیا نہیں جانتے کہ صوفیہ میں سے بعض لوگوں نے شق ثانی پر یقین کیا ہے اور ممکن کے وجود پر وجود کا اطلاق کرنا تجوز کے طور پر سمجھا ہے اور ممکنات کے وجود کو ثابت نہیں کرتے۔ مگر عوام یا اخص خواص۔ اخص سے مراد انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی امتوں میں سے وہ لوگ ہیں جو ان کی ولایت اصلیہ سے مشرف ہوئے ہیں اور دائرہ ظلال کو پورے طور پر طے کر چکے ہیں عوام ظاہر بین ہیں۔ جو واجب تعالیٰ کے وجود اور ممکن کے وجود اور ممکن کے وجود کو مطلق وجود کے اقسام سے جانتے ہیں اور دونوں کو موجود تصور کرتے ہیں اخص خواص تیز نظر والے ہیں جو ہر دو وجود کو مطلق وجود کے افراد سے جانتے ہیں اور افراد وجود کے مراتب کے تفاوت کو وجود کی صفات اور اعتبارات کی طرف راجع کرتے ہیں نہ کہ وجود کی حقیقت اور ذات کی طرف تاکہ ایک حقیقت ہو اور دوسرا مجاز اور گروہ متوسطین جو عوام کے رتبہ سے قدم بڑھ کر رکھتے ہیں اور اخص خواص کے کمالات سے کوتاہ دست ہیں مشکل ہے کہ ممکنات کے وجود کے قائل ہوں اور ممکن کے وجود پر بطریق حقیقت وجود کا اطلاق کریں یہی وجہ ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ ممکن کو اس علاقہ سے موجود کہتے ہیں کہ وجود کے ساتھ اس کی نسبت ہے نہ یہ کہ وجود اس کے ساتھ قائم ہے تاکہ حقیقت کے طور پر موجود ہو۔ اس گروہ میں سے بعض لوگ ممکن کے وجود سے ساکت و خاموش ہیں اور نفی و اثبات کے ساتھ اس کی تصریح

نہیں کرتے اور بعض ممکن سے وجود کی نفی کرتے ہیں اور واجب تعالیٰ کے سوا اور کسی کو موجود نہیں جانتے۔ ان میں سے ایک گروہ ممکن کے وجود کو جیسا کہ وجود کا عین نہیں جانتے وجود کا غیر بھی نہیں جانتے اور ان میں سے ایک گروہ نے اس طرح تصریح کی ہے کہ جس وجود کے ساتھ واجب تعالیٰ موجود ہے اس وجود کے ساتھ ممکن بھی موجود ہے۔ اس عبارت سے بھی ممکن کے وجود کی بھی نفی کرتے ہیں غرض ممکن کا وجود ثابت کرنے کے لئے بڑی تیز نظر ہونی چاہئے۔ تاکہ واجب تعالیٰ کے نور کی روشنی میں اس کو دیکھ سکیں۔ تیز نظر والے لوگ دن میں آفتاب کی روشنی کے باوجود ستاروں کو دیکھتے ہیں اور جس کی نظر تیز نہیں ہوتی وہ ستاروں کو نہیں دیکھ سکتا۔ پس ممکنات کا وجود دن میں ستاروں کے وجود کی طرح ہے کہ جو تیز نظر والا ہے وہ دیکھ سکتا ہے اور جو کمزور نظر والا ہے اس دید سے بے نصیب ہے۔

اگر کوئی پوچھے کہ عوام باوجود ضعف بصر اور کوری بصیرت کے کس طرح ممکنات کے وجود کو دیکھ سکتے ہیں حالانکہ وجود واجب تعالیٰ کے انوار کی چمک اس کے دیکھنے سے مانع ہے تو میں کہتا ہوں کہ عوام لوگ ارباب علم میں سے ہیں نہ کہ ارباب دید میں سے ہماری گفتگو ارباب دید کی نسبت ہے نہ کہ ارباب علم کی نسبت۔ کیونکہ ارباب علم اس بحث سے خارج ہیں۔ گویا واجب تعالیٰ کے انوار کا ظہور ان کے حق میں مفقود ہے۔ پس وجود ممکنات کے دیکھنے سے مانع نہ ہوگا۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ انوار کا ظہور وجود ممکنات کے دیکھنے سے مانع ہے نہ کہ وجود ممکنات کے علم سے مانع ہے۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اشیا کا علم سماع و تقلید سے بھی حاصل ہو جاتا ہے اور نظر و استدلال سے بھی متصور ہو سکتا ہے جیسا کہ روز روشن میں آفتاب کی روشنی کے باوجود، ستاروں کے وجود کا علم ضعیف نظر والوں کو بھی حاصل ہے۔ اسی طرح عوام کو وجود ممکنات کا علم حاصل ہے۔ نہ کہ وجود ممکنات کا شہود کیونکہ شہد صفات بصیرت سے ہے اور ان کی بصیرت کی آنکھ کور ہے۔ مشہود ملک ہو یا ملکوت جبروت ہو یا لاہوت۔

اے عزیز! عوام جس طرح اس بحث میں خواص کے ساتھ شریک ہیں اور کئی باتوں میں بھی ان کے درمیان شرکت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام بہت سے احکام میں عوام کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ اور خلقت اور اہل و عیال کے ساتھ رہنے سہنے میں عوام کی طرح گزارہ کرتے تھے اپنے اہل و عیال کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن معاشرت کے اخبار مشہور ہیں۔

منقول ہے کہ ایک دن سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امامینؓ کے بوسے لے رہے تھے اور کمال انبساط اور خوشی کے ساتھ ان سے سلوک کر رہے تھے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے گیارہ لڑکے ہیں میں نے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جو وہ اپنے مہربان بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

چونکہ اخص خواص بعض اوصاف میں عوام کے ساتھ شریک ہیں۔ خواہ وہ شرکت باعتبار صورت کے ہو۔اس لئے عوام اپنی نارسائی کے باعث ان کے کمالات سے بے نصیب رہتے ہیں اور ان کو اپنی ہی طرح خیال کرتے ہیں اور وہ شخص جو اوصاف و شمائل میں ان سے جدا ہو۔اس کو بہتر اور بزرگ جانتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اولیاء کے ان اوصاف و اخلاق کو جو ان کے اوصاف و اخلاق سے جدا ہیں۔ان اخلاق و اوصاف سے جو ان کے اوصاف و اخلاق کی مانند ہیں بہتر جانتے ہیں۔اگرچہ وہ اخلاق انبیاء میں موجود ہوں۔

مخدوم فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت حکایت منقول ہے کہ جب ان کا کوئی لڑکا مر جاتا اور اس کے مرنے کی خبر اُن کو پہنچتی، ان کی طبیعت میں کچھ تغیر و تبدل نہ آتا اور اس طرح فرما دیتے کہ سگ بچہ مر گیا ہے جاؤ اس کو باہر پھینک دو۔

اور جب حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ابراہیم بیٹا فوت ہو گیا۔حضرت پیغمبر ﷺ اس کے مرنے پر رو پڑے اور نہایت غمناک ہو کر فرمایا اِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمَ لَمَحْزُوْنُوْنَ (اے ابراہیم ہم تیری جدائی سے بہت غمزدہ ہیں) یعنی بڑے مبالغہ اور تاکید کے ساتھ اپنے غم کا بیان فرمایا۔ پس حضرت گنج شکر بہتر ہے یا حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ عوام کَالْاَنْعَامِ کے نزدیک معاملہ اول بہتر ہے اور اس کو بے تعلق جانتے ہیں اور دوسرے کو عین تعلق اور گرفتاری سمجھتے ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنْ اِعْتِقَادِهِمُ السُّوْءِ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے بُرے عقیدے سے بچائے۔ چونکہ یہ ابتلاء و آزمائش کا مقام ہے۔ عوام کو مشتبہ کرنا اور شبہ میں ڈالنا عین حکمت و مصلحت ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اِجْتِنَابَهٗ بِحُرْمَتِ سَيِّدِ الْبَشَرِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا یا اللہ حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل ہم کو حق امر دکھا اور حق کی تابعداری ہمارے نصیب کر اور باطل کو باطل کر کے دکھا اور اس سے ہم کو بچا۔

اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایمان اور ان کے اصحاب کا ایمان اور ان اولیاء کا ایمان جو اصحاب سے ملحق ہیں دعوت کی طرف رجوع کرنے کے باعث غیب کے ساتھ بدل جاتا ہے جس طرح کوئی شخص دن میں آفتاب دیکھے اور آفتاب کے وجود کے ساتھ ایمان شہودی حاصل کرلے اور جب رات ہو جائے تو اس کا ایمان شہودی ایمان غیب کے ساتھ بدل جائے اور علماء کا ایمان اگرچہ غیب کے ساتھ ہے لیکن ان کے غیب نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث حدس کا حکم پیدا کر لیا ہے اور نظریت سے نکل چکا ہے۔

علماء سے مراد اس جگہ علماء آخرت ہیں نہ علمائے دنیا۔ کیونکہ علمائے دنیا عام مومنین میں داخل ہیں اور ایمان بالغیب جو عام مومنین کی طرف منسوب ہے اس کی اقسام میں سے بہترین قسم وہ ایمان ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید پر وابستہ ہے اور قَالَ اللّٰہُ اور قَالَ الرَّسُوْلُ سے تعلق رکھتا ہے۔

سوال: علماء نے فرمایا ہے کہ ایمان استدلالی ایمان تقلیدی سے بہتر ہے۔ حتی کہ بہت سے علماء نے استدلال کو ایمان کی شرائط میں سے مقرر کیا ہے اور ایمان تقلیدی کو معتبر نہیں جانتے اور تو نے ایمان تقلیدی کو بہتر کہا ہے؟

جواب: وہ ایمان جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید سے حاصل ہوتا ہے وہی ایمان استدلالی ہے۔ کیونکہ صاحب تقلید دلیل کے ساتھ جانتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تبلیغ رسالت میں صادق ہیں۔ کیونکہ وہ شخص جس کی اللہ تعالیٰ معجزات کے ساتھ تصدیق کرے بیشک سچا ہوتا ہے پس انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جن کی تائید معجزات کے ساتھ ہوئی ہے، سب کے سب صادق اور راست ہیں تقلید غیر معتبر یہ ہے کہ ایمان میں اپنے دادا کی تقلید کرے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور ان کے تبلیغ کی حقیقت کو منظور نہ رکھے۔ یہ ایمان اکثر علماء کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

باقی رہا وہ استدلال جو ارباب نظر (منطق) اپنے مقدمات کے ساتھ حاصل کرتے ہیں اور صغریٰ و کبریٰ کی ترتیب سے ایمان نتیجہ ظاہر کرتے ہیں۔ یہ استدلال ایک ایسا امر ہے جو امکان کے نزدیک اور وقوع سے دور ہے اور مقام استدلال میں واجب تعالیٰ کے اثبات کے لئے ارباب نظر میں سے مولینا جلال الدین دوانی جیسا معلوم نہیں کہ اور بھی کوئی گزرا ہو۔ کیونکہ وہ محقق بھی ہے اور متاخر بھی اس نے اس امر عالی کے ثابت کرنے میں بہت کوشش کی ہے۔ باوجود اس امر کے اس کے استدلالی مقدمات میں سے کوئی ایسا مقدمہ نہیں ہے۔ جس میں اس کے رسالوں کے محشی منع یا نقص کے ساتھ پیش نہ آئے ہوں اور اچھے اچھے اعتراض نہ کئے ہوں۔ اس صاحب استدلال پر نہایت ہی افسوس ہے جو ایمان کو صرف استدلال ہی سے حاصل کرے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید اس کی دستگیری اور مدد نہ کرے۔

رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ اے ہمارے رب ہم اس چیز کے ساتھ ایمان لائے جو تو نے نازل فرمائی ہے اور اپنے رسول کی تابعداری کی پس ہم کو شاہدین کے ساتھ لکھ۔

مکتوب ۲۷۳

اس بیان میں کہ سالک کو چاہئے کہ اپنے شیخ کے طریق کو لازم پکڑے اور دوسرے مشائخ کے طریق کی طرف التفات و توجہ نہ کرے اور اگر اسکے برخلاف واقعات ظاہر ہوں تو ان کا کچھ اعتبار نہ کرے کیونکہ شیطان بڑا بھاری دشمن ہے۔ اس کے مکر و فریب سے غافل نہ

ہونا چاہیے اور اس کے مناسب بیان میں مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآئَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں۔

آپ کا بزرگ محبت نامہ جو از روئے کرم کے اس حقیر کے نام لکھا ہوا تھا پہنچا۔ بڑی خوشی حاصل ہوئی جَزَاكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ خَیْرًا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

آپ کو لکھا جا چکا تھا کہ سماع کے منع ہونے کا مبالغہ مولود کے منع ہونے کو بھی شامل ہے۔ جو نعتیہ قصیدوں اور غیر نعتیہ شعروں کے پڑھنے سے مراد ہے۔ لیکن برادر عزیز میر محمد نعمان اور بعض اس جگہ کے یار جنہوں نے واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اس مجلس مولود خوانی سے بہت خوش ہیں ان پر مولود نہ سننا اور ترک کرنا بہت مشکل ہے۔

میرے مخدوم! اگر واقعات کا کچھ اعتبار ہوتا اور منامات اور خوابوں کا کچھ بھروسہ ہوتا۔ تو مریدوں کو پیروں کی حاجت نہ رہتی اور طرق میں سے کسی ایک طریق کا لازم پکڑنا عبث معلوم ہوتا۔ کیونکہ ہر ایک مرید اپنے واقعات کے موافق عمل کر لیتا اور اپنی خوابوں کے مطابق زندگی بسر کر لیتا۔ خواہ وہ واقعات و منامات پیر کے طریقہ کے موافق ہوتے یا نہ ہوتے اور خواہ پیر کے پسند ہوتے یا نہ ہوتے۔ اس تقدیر پر سلسلہ پیری و مریدی درہم برہم ہو جاتا اور ہر بوالہوس اپنی وضع پر مستقل و برقرار ہو جاتا۔ حالانکہ مرید صادق ہزارہا واقعات کو اپنے پری کے باوجود نیم جو کے ساتھ نہیں خریدتا اور طالب رشید حضور پیر کی بدولت منامات کو اضغاث احلام یعنی جھوٹی خوابیں جانتا ہے اور کچھ التفات ان کی طرف نہیں کرتا شیطان لعین بڑا بھاری دشمن ہے۔ جب منتہی اس کے مکر سے امن میں نہیں ہیں اور اس کے مکر سے ترساں و لرزاں ہیں تو پھر متوسطوں اور مبتدیوں کا کیا ذکر ہے۔

حاصل کلام یہ کہ منتہی محفوظ ہیں اور شیطان کے غلبہ سے بچے ہوئے ہیں۔ برخلاف مبتدیوں اور متوسطوں کے۔ پس ان کے واقعات اعتماد کے لائق نہیں ہیں اور نہ ہی دشمن کے مکر سے محفوظ ہیں۔

سوال: وہ واقعہ جس میں حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھیں وہ صادق ہے اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ ہے۔ لِاَنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِصُوْرَتِهٖ كَمَا وَرَدَ (کیونکہ شیطان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت سے متمثل نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے) پس یہ واقعات جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں صادق اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ ہیں؟

جواب: صاحب فتوحاتِ مکیہ فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صورت

خاصہ کے ساتھ جو مدینہ منورہ میں مدفون ہے، متمثل نہیں ہو سکتا۔ اس خاص صورت کے سوا اور جس صورت میں کہ حضور ﷺ کو دیکھیں متمثل ہو سکتا ہے اور ان تمام صورتوں میں متمثل نہ ہونے کا حکم تجویز نہیں کرتا اور کچھ شک نہیں کہ اس صورت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تشخیص خصوصاً منامات میں بہت مشکل ہے۔ پھر کس طرح اعتماد کے لائق ہو اور اگر شیطان کے متمثل نہ ہونے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت مخصوصہ کے ساتھ مخصوص کریں اور ہر صورت میں کہ دیکھیں عدم تمثل کو تجویز نہ کریں جیسا کہ بہت سے علماء اس طرف گئے ہیں تو یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلندی شان کے مناسب ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس صورت سے احکام کا اخذ کرنا اور مرضی کا معلوم کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دشمن لعین درمیان آگیا ہو اور خلاف واقع کو واقع کی صورت میں ظاہر کیا ہو اور دیکھنے والے کو شک وشبہ میں ڈال دیا ہو اور اپنی عبارت واشارت کو اس صورت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی عبارت واشارات کر دکھایا ہو۔

چنانچہ مروی ہے کہ ایک دن حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس لگائے ہوئے تھے اور قریش کے سردار اور کفار کے رئیس بھی اس مجلس میں حاضر تھے اور بہت سے اصحاب کرام بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت سید البشر صی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ نجم پڑھنی شروع کی۔ جب ان کے باطل خداؤں کا ذکر آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کے ساتھ (شیطان نے اپنا کلام) اس طرح ملا دیا کہ حاضرین نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا کلام سمجھا اور اس میں کچھ تمیز نہ کر سکے۔ تو کافروں نے جو وہاں موجود تھے شور مچایا اور کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے ساتھ صلح کر لی ہے اور ہمارے بتوں کی تعریف کی ہے۔ حاضرین اہل اسلام بھی اس کلام سے متحیر ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شیطان لعین کے کلام سے اطلاع نہ ہوئی فرمایا کہ یہ کیا واقع ہے۔ اصحاب کرامؓ نے عرض کی کہ اثنائے کلام میں اس قسم کے فقرے حضور علیہ السلام کی زبان سے نکلے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت متفکر اور غمناک ہوئے۔ اسی اثنا میں جبریل امین علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے اور وحی لائے کہ وہ کلام القائے شیطانی تھا اور کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں گزرا ہے جس کے کلام میں شیطان نے القانہ کیا ہو۔ پس ازاں اللہ تعالیٰ نے اس کو رد کیا ہے اور کلام کو محکم کیا ہے۔

پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بیداری کے وقت صحابہ کی مجلس میں شیطان لعین نے اپنے کلام باطل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں القا کر دیا اور کسی نے

تمیز نہ کی تو آنخضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد خواب کی حالت میں جو حواس کے معطل وبیکار ہونے کا محل اور شک وشبہ کا مقام ہے باوجود دیکھنے والے کی تنہائی کے کہاں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ واقعی شیطان کے تصرّف اور مکر وفریب سے محفوظ اور مامون ہے یا میں کہتا ہوں کہ نعتیہ قصیدوں کے پڑھنے اور سننے والوں کے ذہن میں متمکن ہو چکا تھا کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس عمل سے راضی ہیں جیسا کہ ممدوح اپنی مدح کرنے والوں سے راضی ہوتے ہیں اور یہ معنی ان کی قوت متخیلہ میں منتقش ہو گئے ہوں۔ تو ہو سکتا ہے کہ واقع میں اسی اپنی متخیلہ صورت کو دیکھا ہو۔ بغیر اس بات کے کہ وہ واقع حقیقی ہو یا تمثل شیطانی اور نیز واقعات اور رویائے صادقہ کبھی ظاہر پر محمول ہوتے ہیں اور ان کی حقیقت وہی ہے جو دیکھنے والے نے دیکھی ہے مثلاً زید کی صورت کو خواب میں دیکھا ہے اور مراد اس سے عمرو رکھا ہے۔ اس مناسبت کے لحاظ سے جو زید و عمرو کے درمیان ہے۔

پس کس طرح معلوم ہو سکے کہ یاروں کے یہ واقعات ظاہر پر محمول ہیں اور ظاہر سے مصروف اور پھرے ہوئے نہیں ہیں کیوں نہیں ہو سکتا کہ ان واقعات سے مراد ان کی تعبیریں ہوں اور وہ واقعات دوسرے امور سے کنایہ ہوں بغیر اس بات کے کہ شیطانی تمثل کی گنجائش ہو۔ غرض واقعات کا کچھ اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ اشیاء خارج میں بہت موجود ہیں۔ کوشش کرنی چاہئے کہ اشیاء کو بیداری میں دیکھیں جو اعتبار کے لائق ہے اور اس میں تعبیر کی بھی گنجائش نہیں جو کچھ خواب وخیال میں دیکھا جائے خواب وخیال ہی ہے۔ وہاں کے یار مدت سے اپنی ہی وضع وطرز پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اختیار کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن میر محمد نعمان کا کیا چارہ ہے کہ منع کے بعد ایک لحہ بھی توقف کرے اور اگر بالفرض توقف کرے تو اس کو کون بخشے گا۔

اس منع کرنے میں فقیر کا مبالغہ اپنی طریقت کے مخالفت کے باعث ہے۔ طریقت کی مخالفت خواہ سماع ورقص سے ہو خواہ مولود اور شعر خوانی سے۔ ہر طریق کے لئے ایک مطلب خاص تک وصول ہوتا ہے اور اس طریق میں خاص مطلب تک وصول کا حاصل ہونا ان امور کے ترک کرنے کے سبب سے ہے۔ جس شخص کو یہ طلب ہو کہ اس طریق کے مطلب خاص تک پہنچ جائے اس کو چاہئے کہ اس طریق کی مخالفت سے بچے اور دوسرے طریقوں کے مطالب کو منظور نظر نہ رکھے۔

حضرت خواجہ نقشبندی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ "میں نہ یہ کام کرتا ہوں اور نہ ہی انکار کرتا ہوں"۔ یعنی یہ کام ہمارے خاص طریق کے منافی ہے اس لئے نہیں کرتا اور چونکہ اس کام کو دوسرے مشائخ کرتے ہیں اس لئے انکار بھی کر نہیں کرتا لِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا ہر ایک کے واسطے ایک نہ ایک جہت ہے جس کی طرف وہ اپنا منہ کرنے والا ہے۔

فیروز آباد جو ہم فقرا کا ماوی اور ہم پیروں اور معتقدوں کا جائے پناہ ہے۔ جب اس میں کوئی ایسا امر حادث ہو جائے جو اس طریقہ علیہ کے مخالف ہو۔ تو پھر ہم فقرا کیونکر مضطرب و بیقرار نہ ہوں حضرت مخدوم زادے اپنے والد بزرگوار کے طریق کو محفوظ رکھنے کے زیادہ مستحق اور حق دار ہیں۔

نیز آپ نے ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے مشرب قوی العذب کی نسبت لکھا تھا اں اوّل اوّل بعض امور میں مذہب ملامتیہ کی رعایت کر کے مساہلہ اور سستی کیا کرتے تھے اور ملامت کو ترجیح دے کر بعض اشیاء میں ترک عزیمت کیا کرتے تھے۔ لیکن آخر میں ان امور سے پرہیز کیا اور پھر ملامت وملامتیہ کو کبھی یاد نہ کیا آپ نظر انصاف سے کام لیں۔ اگر بالفرض حضرت ایشاں قدس سرہٗ اس وقت دنیا میں زندہ ہوتے اور یہ مجلس واجتماع ان کی موجوگی میں منعقد ہوتا تو آیا حضرت قدس سرہٗ اس امر سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند کرتے یا نہ فقیر کا یقین ہے کہ حضرت قدس سرہٗ ہرگز اس امر کو پسند نہ کرتے بلکہ انکار کرتے۔ فقیر کا مقصد آپ کو جتلا دینا ہے۔ آپ قبول کریں یا نہ کریں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور نہ ہی آپ سے کوئی مشاجرہ اور لڑائی جھگڑے کی گنجائش ہے۔ اگر مخدوم زادے اور وہاں کے یار اپنی اسی وضع پر استقامت رکھیں اور اپنی حالت کو نہ بدلیں۔ تو ہم فقیروں کو ان کی صحبت سے سوائے مایوسی کے اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ اس سے زیادہ کیا تکلیف دی جائے وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا

مکتوب ۲۷٤

بلند ہمتی کی ترغیب اور شہودات سفلی کی طرف جو کثرت کے آئینوں سے تعلق رکھتے ہیں التفات نہ کرنے اور اس کے مناسب بیان میں شیخ یوسف برکی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کے تینوں خط جو آپ نے ارسال کئے تھے، پہنچے اور احوال وکرامات کے واقعات جو ان میں درج تھے، سب واضح ہوئے۔ وہ حال جو (شہود وحدت در کثرت) کے حال کے بعد لکھا ہے اور اس عبارت میں ادا کیا ہے کہ دیگر انتہا یہ ہے کہ اول حال کی طرح شہود اور گم ہونا کم کرتا ہے یعنی میں بندہ ہوں اور مخلوق ہوں اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہوں۔ یہ حال اصل ہے اور وہ مذکورہ احوال سے بڑھ کر ہے لیکن انتہا اور چیز ہے اور نہایت اس سے کئی منزلیں دُور ہے

هنوز ایوان استغنا بلند است   مرا فکر رسیدن ناپسند است

ترجمے بہت اونچا ہے استغنا کا ایواں   نہ کر کوشش وہاں چڑھنے کی ایجاں

کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے تکرار سے جو فقیر نے اس سے پہلے مکتوب میں آپ کی طرف لکھا تھا یہی مقصود تھا کہ اس شہود کی نفی ہو جائے جو کثرت کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا

احسان ہے کہ اس کلمہ کی برکت سے یہ شہود آپ سے زائل ہو گیا۔ آپ ہمت کو بلند رکھیں اور اس راہ کی جوز و مویز پر کفایت نہ کریں۔ اِنَّ اللّٰہَ سُبۡحَانَہٗ یُحِبُّ مَعَالِیَ الۡھِمَمِ (اللہ تعالیٰ بلند ہمت کو دوست رکھتا ہے) اور توحید کے تنگ کوچہ سے نکل کر شاہراہ پر آجائیں اگر آپ پہلے احوال کا تذکرہ نہ کریں اور کثرت آمیز شہود کی لذتوں کو یاد نہ کریں اور عمر بھر کی استقامت کے ساتھ اس راہ میں تگاپو فرمادیں۔ تو کس قدر بڑی نعمت ہے کیونکہ بہت سے پوستیوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ انہوں نے اپنے فعل کی برائی پر اطلاع پاکر پوست پینا چھوڑ دیا۔ اتفاقاً پھر مدت کے بعد جب کبھی پوست پینے کا حال اور اس کی لذت یاد آئی پھر اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ آئے۔

میرے مخدوم! وہ شہود جو کثرت کے آئینوں سے تعلق رکھتا ہے لذت بخش ہے اور شہود تنزیہی جو جہالت و نادانی کی طرف میلان رکھتا ہے، اس التذاذ یعنی لذت بخشی سے بعید ہے شیخ مقتدا کی مدد کے بغیر اس راہ پر چلنا مشکل ہے۔

برادر عزیز مولینا احمد برکی جس کو عام لوگ علماء ظاہر سے جانتے ہیں اور وہ بھی اپنے احوال اور اپنے یاروں کے احوال کی خبر نہیں رکھتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا باطن شہود تنزیہی کی طرف متوجہ ہے جو جہل و نادانی کا مقام ہے اور اس کا ایمان علماء کی طرح ایمان بالغیب ہے۔ اس کے باطن نے بلند فطرتی کے باعث کثرت آمیز شہود کی طرف التفات نہیں کی اور بظاہر ترہات صوفیہ کے ساتھ فریفتہ اور مغرور نہیں ہوا۔ اس کا وجود مبارک ان اطراف میں غنیمت ہے یہ حالت جس کی آپ نے خبر دی ہے۔ مولینا مذکور مدت سے اس حالت کے ساتھ متحقق ہے۔ لیکن اس کا علم کوئی نہیں جانتا۔ فقیر کے نزدیک اس جگہ کا مدار مولانا کے وجود پر ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان اطراف کے صاحبانِ کشف پر کس طرح مخفی رہا ہے۔ حالانکہ فقیر کے نزدیک مولانا کا وجود آفتاب کی طرح ظاہر و باہر ہے۔ زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔ فقط دعا و فاتحہ کی التماس ہے۔ وَالسَّلَامُ

مکتوب ۲۷۵

ایک استفسار کے جواب میں جو اپنی قبولیّت کے بارہ میں کیا تھا اور اپنے یاروں میں سے ایک یار کے احوال میں اور علوم شرعیہ کی تعلیم اور احکام فقہیّہ کے پھیلانے پر ترغیب دینے اور اس کے مناسب بیان میں ملا احمد برکی کی طرف صادر فرمایا ہے:-

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ آپ کے دونوں مبارک نوازنامے جو شیخ حسن وغیرہ کے ہمراہ ارسال کئے تھے، پہنچے اور بہت خوشی حاصل ہوئی۔ ایک خط میں خواجہ اویس رحمۃ اللہ علیہ کا احوال لکھا تھا اور دوسرے خط میں اپنے قبولیّت کی نسبت استفسار فرمایا تھا۔ اسی اثنا میں آپ کے

حال پر توجہ کی۔ دیکھا کہ اس گردونواح کے لوگ آپ کی طرف دوڑتے آتے ہیں اور آپ کی طرف التجا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ کو اس زمین کا مدار بنایا گیا ہے اور ان حدود واطراف کے لوگوں کو آپ کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ عَلٰی ذٰلِكَ (اس امر پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے) اس معاملہ کے ظہور کو واقعات سے نہ خیال کریں۔ کیونکہ واقعات میں شک وشبہ کا گمان ہوتا ہے بلکہ مشاہدات اور محسوسات سے جانیں۔

اس دولت کے حاصل کرنے کے لئے آپ کے واسطے عمدہ ذریعہ یہ ہے کہ آپ اس محبت واخلاص کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دوستوں کے واسطے محض اپنی عنایت سے عطا فرمائی ہے۔ ایسے مقامات میں جہاں کہ کفر متمکن ہو اور بدعتیں جاری ہوں۔ علوم شرعیہ کی تعلیم دیں اور احکام فقہیہ کو پھیلائیں۔ فَعَلَيْكُمْ بِتَعْلِيْمِ الْعُلُوْمِ الدِّيْنِيَّةِ وَنَشْرِ الْاَحْكَامِ الْفِقْهِيَّةِ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنَّهُمَا مِلَاكُ الْاَمْرِ وَمَنَاطُ الْاِرْتِقَاءِ وَمَدَارُ النَّجَاةِ آپ کو لازم ہے کہ علوم دینی کی تعلیم دیں اور جہاں تک ہو سکے احکام فقہیہ کو پھیلائیں کیونکہ یہی دونوں اصل مقصود ہیں اور انہی پر ترقی اور نجات کا مدار ہے۔

اپنی کمر ہمت کو مضبوط باندھ کر علماء کے گروہ میں داخل رہیں اور امر معروف اور نہی منکر کر کے خلق کو حق تعالیٰ کے راستہ کی طرف راہنمائی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ " فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِيْلًا یہ قرآن وعظ ونصیحت ہے جو شخص چاہے اللہ کی طرف راستہ حاصل کرلے۔

ذکر قلبی بھی کہ جس کے ساتھ آپ مجاز ہیں۔ احکام شرعیہ کے بجالانے میں مدد دینے والا اور نفس امارہ کی سرکشی کو دور کرنے والا ہے۔ اس طریق کو بھی جاری رکھیں اور اپنے یاروں کے احوال سے اطلاع نہ پانے پر آزردہ نہ ہوں اور اس امر کو اپنی بے حاصلی کی دلیل نہ جانیں۔ یاروں کے احوال آپ کے کمالات کی آئینہ داری میں کافی ہیں۔ یہ بھی آپ ہی کے احوال ہیں جو بطریق انعکاس یاروں میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ شیخ حسن آپ کے ارکان دولت میں سے ہے اور آپ کے معاملہ کا ممد ومعاون ہے اور اگر بالفرض آپ کو ماوراء النہر یا ہندوستان کی یہ سیر کی خواہش پیدا ہو جائے تو وہاں آپ کا قائم مقام شیخ حسن ہے۔ اس کے حق میں اپنی التفات وتوجہ کو بخوبی مدنظر رکھیں اور بہت کوشش فرمائیں تاکہ ضروری علوم دینی کی تحصیل سے جلدی فارغ ہو جائے۔ ہندوستان کی یہ سیر آپ کے حق میں بھی غنیمت ہے اور اس کے حق میں بھی۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمُ الْاِسْتِقَامَةَ عَلٰی مِلَّةِ الْاِسْلَامِ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو ملت اسلام پر استقامت عطا فرمائے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس یار کے لئے چھ مہینے ہوئے ہیں کہ ترقی واقع ہوئی ہے جو کچھ اس کو غیبت اور بے شعوری کی حالت اور ارواح طیبات سے حاصل ہوتا تھا۔ اب وہ حالت بیداری میں دیکھتا ہے۔

میرے مخدوم! یہ دید ترقی پر کچھ دلالت نہیں کرتی، خواہ شعور میں دیکھیں یا بے شعوری میں۔ کیونکہ قدم اول اس راہ میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے غیر کو کچھ نہ دیکھیں اور اندیشہ میں ماسوائے اللہ کا خیال نہ رہے۔ نہ اس معنی سے کہ اشیاء کو حق تعالیٰ کا غیر نہ دیکھے اور ماسوائے کے عنوان پر نہ جانے۔ کیونکہ یہ بات بجائے خود کثرت بینی ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ کے غیر کو ہرگز نہ دیکھے اور نہ جانے۔ اس حالت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں اور اس راہ کی منازل میں سے یہ پہلی منزل ہے وَبِدُوْنِہٖ خَرْطُ الْقَتَادِ ورنہ بے فائدہ تکلیف ہے۔

وہ مکتوب جو ان دنوں میں لکھے گئے ہیں۔ بہت عزیز الوجود ہیں اور بہت عجیب و غریب فوائد ان میں درج ہیں۔ ان کی نقل شیخ حسن لے گئے ہیں۔ ان کو اچھی طرح ملاحظہ فرمائیں۔

آپ نے اپنی والدہ مرحومہ کی مغفرت کے لئے دعا کی التماس کی تھی، وہ التماس آپ کی قبول ہو گئی ہے۔ ان اطراف کے باقی احوال کو شیخ حسن مفصل طور پر بیان کر دیں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّحِیَّاتِ اَکْمَلُھَا اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

فقیر اور فقیر زادے سلامت خاتمہ کے لئے دعا کی التماس کرتے ہیں۔ والسلام

مکتوب ۲۷۶

قرآن مجید کی آیات محکمات اور متشابہات کے بیان اور علمائے راسخین اور ان کے کمالات اور اس کے بیان میں شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْھِمْ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ جَعَلَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ مِنَ الرَّاسِخِیْنَ فِی الْعِلْمِ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور حضرت سید المرسلین اور ان کی تمام آل واصحاب پر جو طیب و طاہر و پاک وصاف ہیں صلوٰۃ وسلام ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو راسخین فی العلم میں سے بنائے۔

اے برادر! حق تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید کو دو قسم پر فرمایا ہے۔ ایک محکمات دوسری متشابہات۔ قسم اول علم شرائع اور احکام کا منشا اور مبدء ہے اور قسم ثانی حقائق اور اسرار کے علم کا مخزن ہے اور وجہ (چہرہ) اور قدم اور ساق (پنڈلی) اور اصابع (انگلیاں اور انامل (پورے) جو قرآن وحدیث میں آئے ہیں۔ سب متشابہات میں سے ہیں اور ایسے حروف مقطعات جو قرآنی سورتوں کے اول میں واقع ہوئے

ہیں سب متشابہات میں سے ہیں۔ جن کی تاویل پر علمائے راسخین کے سوااور کسی کو اطلاع نہیں دی گئے یہ خیال نہ کریں کہ تاویل مراد قدرت سے ہے جس کی تعبیریَدْ سے کی ہے یامراد ذات سے ہے جس کو وجہ سے تعبیر کیا ہے بلکہ ان کی تاویل ان پوشیدہ اسرار سے ہے جو اخص وخواص پر ظاہر کئے گئے ہیں۔

یہ فقیر قرآن مجید کے حروف مقطعات کی نست کیا لکھے۔ کیونکہ ان حروف میں سے ہر ایک حرف عاشق ومعشوق کے پوشیدہ اسرار کا ایک بحر مواج ہے اور محبّ ومحبوب کے دقیق اور باریک امور کی ایک پوشیدہ رمز ہے اور محکمات اگرچہ کتاب کی امہات یعنی اصل ہیں لیکن ان کے نتائج اور ثمرات جو متشابہات میں کتاب کے اصل مقاصد میں سے ہیں امہات نتائج کے حاصل ہونے کے لئے وسائل سے زیادہ نہیں۔ پس کتاب کا لُب یعنی مغز متشابہات ہیں اور محکمات اُس کا قشر یعنی پوست وہ متشابہات ہی ہیں جو رمز واشارہ کے ساتھ اصل بیان ظاہر کرتی ہیں اور اس مرتبہ کی حقیقت معاملہ کا نشان بتلاتی ہیں، برخلاف محکمات کے متشابہات گویا حقائق ہیں اور محکمات متشابہات کی نسبت ان حقائق کی صورتیں ہیں عالم راسخ وہ شیخ ہے جو لُب یعنی مغز کو قشر یعنی پوست کے ساتھ جمع کر سکے اور حقیقت کو صورت کے ساتھ ملا سکے۔

علمائے قشریہ قشر کے ساتھ خوش ہیں اور صرف محکمات پر ہی کفایت کئے ہوئے ہیں اور علمائے راسخین محکمات کے علم کو حاصل کر کے متشابہات کی تاویل سے بھی حظ وافر حاصل کر لیتے ہیں اور صورت وحقیقت کو جو محکم ومتشابہ ہیں، جمع کر لیتے ہیں لیکن وہ شخص جو محکمات کے علم اور ان کے موافق علم کے بغیر متشابہات کی تاویل ڈھونڈے اور صورت کو چھوڑ کر حقیقت کی طرف دوڑے ایسا شخص جاہل ہے جس کو اپنی جہالت کی بھی خبر نہیں ہے اور گمراہ ہے اور اس کو اپنی بھی خبر نہیں وہ نہیں جانتا کہ یہ جہان صورت اور حقیقت سے مرکب ہے او جب تک یہ جہان قائم ہے۔ کوئی حقیقت صورت سے الگ نہیں ہو سکتی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ اَىْ الْمَوْتُ كَمَا قَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ (اپنے رب کی عبادت کر حتی کہ تجھے یقین یعنی موت آجائے جیساکہ مفسرین نے کہا ہے) اللہ تعالیٰ نے عبادت کو موت کے زمانہ تک منتہی کیا جو اس جہان کا منتہا ہے لِاَنَّ مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَ قِيَامَتُهٗ (جو شخص مر گیا اس کی قیامت آگئی) اور جہاں آخرت میں حقائق کا ظہور ہے وہاں حقائق سے صورتوں کا الگ ہونا حاصل ہے۔ پس ہر جہان کا حکم علیحدہ ہے۔ ایک کو دوسرے کے ساتھ سوائے اس جاہل یا زندیق کے جس کا مقصود شرائع کا باطل کرنا ہے، غلط ملط نہیں کرتا۔ کیونکہ شریعت کا جو حکم مبتدی پر ہے وہی حکم منتہی پر ہے عام مومنین اور اخص خواص عارف اس امر میں مساوی اور برابر ہیں کثر کچے متصوفہ اور بے سروسامان ملحد اس امر کے درپے ہیں۔ کہ اپنی گردنوں کو شریعت کی اطاعت

سے نکال لیں اور احکام شرعیہ کو عوام کے ساتھ ہی مخصوص رکھیں۔ یہ لوگ خیال کرتے ہیں (1) کہ شریعت کے احکام بجالانے سے مقصود یہ ہے کہ معرفت حاصل ہو جائے اور جب معرفت حاصل ہو جائے تو پھر شرعی تکلیفات ساقط ہو جاتی ہیں اور اس آیت کو بطریق شہادت پیش کرتے ہیں۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (اپنے رب کی عبادت کر حتی کہ تجھے یقین حاصل ہو جائے) اور یقین کے معنی اللہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ سہل تستریؒ نے کہا ہے یعنی عبادت کی انتہا خدا کی معرفت حاصل ہونے تک ہی ہے۔ بظاہر جس شخص نے یقین کے معنی اللہ سبحانہ کے کئے ہیں اس سے اس کی مراد یہ ہو گی کہ عبادت کی تکلیف کی انتہا حق تعالیٰ کے معرفت حاصل ہو جانے تک ہے نہ کہ نفس عبادت کی انتہا کیونکہ یہ امر الحاد و زندقہ تک پہنچانے والا ہے اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ عارفوں کی عبادت ریائی ہے۔ یعنی عارف اس واسطے عبادت کرتے ہیں کہ ان کے مقتدی اور پس رَوْاُن کی اقتدا کریں نہ یہ کہ عارف عبادت کے محتاج ہیں اور اس قول کی تائید میں مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ جب تک پیر منافق اور مرائی یعنی ریاکار نہ ہو۔ مرید اس سے سے نفع نہیں حاصل کر سکتے۔ خَذَلَهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مَا اَجْهَلَهُمْ (اللہ تعالیٰ ان کو خوار کرے یہ لوگ کیسے جاہل ہیں) عارفوں کو عبادت کی اس قدر حاجت ہے کہ اس کا دسواں حصہ بھی مبتدیوں کو حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے عروج عبادات پر ہی وابستہ ہیں اور ان کی ترقیاں شرائع اور احکام کے بجالانے پر منحصر ہیں۔ عبادات کے ثمرے اور فائدے جس کی امید عوام کو کل قیامت کے دن ہے، عارفوں کو وہ ثمرات آج ہی حاصل ہیں پس یہ عبادت کے زیادہ مستحق ہیں اور ان کو شریعت کی زیادہ حاجت ہے۔

جاننا چاہئے کہ شریعت صورت اور حقیقت کے مجموعہ سے مراد ہے۔ صورت ظاہر شریعت ہے اور حقیقت باطن شریعت پس قشر و لب یعنی پوست و مغز، دونوں شریعت کے اجزا ہیں اور محکم و متشابہ دونوں اس کے افراد۔

علمائے ظاہر نے اس کے قشر پر کفایت کی ہے اور علمائے راسخین نے اس کے قشر کو لب کے ساتھ جمع کیا ہوا ہے اور مجموعہ صورت و حقیقت سے حظ وافر حاصل کیا ہے پس شریعت کو اس شخص کی طرف جو صورت و حقیقت سے مرکب ہے تصور کرنا چاہئے۔ ایک جماعت نے اسکی صورت کے ساتھ تعلق پیدا کر لیا اور اس کی حقیقت سے انکار کیا اور ہدایہ و بزدوی کے سوا اپنا پیر مقتدا کسی کو نہ جانا۔ یہ لوگ علمائے قشر ہیں اور دوسری جماعت کے لوگ اس کی حقیقت میں گرفتار ہو گئے لیکن اس حقیقت کو شریعت کی حقیقت نہ جانا۔ بلکہ شریعت کو صورت پر محدود رکھا اور قشر خیال کیا اور اس کے سوا لب کو

1۔ کہ خواص صرف معرفت ہی کے ساتھ مکلف ہیں۔ جیسا کہ اپنی جہالت کے باعث امیروں اور بادشاہوں کو عدل و انصاف کے سوا اور کسی چیز کے ساتھ مکلف نہیں جانتے۔ اور کہتے ہیں۔

تصور کیا اور باوجود اس کے احکام شریعت کے بجالانے سے سر مُو نہ ہٹے اور صورت کو ہاتھ سے نہ دیا اور احکام شریعت میں سے کسی ایک حکم کے ترک کرنے والے کو بطال اور ضال یعنی جھوٹا اور گمراہ سمجھا یہ لوگ خدائے تعالیٰ کے اولیاء ہیں۔ جنہوں نے حق تعالیٰ کی محبت میں اسکے ماسوی سے قطع تعلق کیا ہے ایک اور گروہ کے لوگ ہیں جو شریعت کو صورت اور حقیقت سے مرکب جانتے ہیں اور قشر ولب کے مجموعہ کا یقین کرتے ہیں ان کے نزدیک شریعت کی صورت کا حاصل ہونا اس کی حقیقت کے حاصل ہونے کے بغیر اعتبار سے ساقط ہے اور اس کی حقیقت کا حاصل ہونا صورت کے ثبات کے بغیر ناتمام و ناقص ہے۔ بلکہ صُورت کے حاصل ہونے کو جو حقیقت کے ثبوت کے بغیر ہو۔ اس کو بھی اسلام ہی سے جانتے ہیں اور نجات بخش تصور کرتے ہیں جیسا علمائے ظاہر اور عام مومنین کا حال ہے۔ اور صورت کے بغیر حقیقت کا حاصل ہونا محال تصور کرتے ہیں اور اس کے قائل کو زندیق اور گمراہ کہتے ہیں۔

غرض تمام ظاہری باطنی کمالات ان بزرگواروں کے نزدیک کمالاتِ شرعیہ میں منحصر ہیں اور علوم و معارف الہیہ ان عقائد کلامیہ پر وابستہ ہیں جو اہل سنت و جماعت کے لئے ثابت ہو چکے ہیں۔ ہزارہا شہود اور مشاہدات کو حق تعالیٰ کی بیچونی اور بیچگونگی کے ایک مسئلہ کے (جو مسائل کلامیہ میں سے ہے) برابر نہیں جانتے اور ان احوال و مواجید اور تجلّیات و ظہورات کو جو احکام شرعیہ کے کسی حکم کے برخلاف ظاہر ہوں۔ ہم جَو کے برابر نہیں خریدتے اور ایسے ظہور کو استدراج خیال کرتے ہیں اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے پس تو بھی ان کی ہدایت پر چل۔

یہ لوگ علمائے راسخین ہیں جن کو حقیقت معاملہ پر اطلاع دی گئی ہے اور آداب شریعت کو مد نظر رکھنے کی برکت سے ان کو شریعت کی حقیقت تک پہنچا دیا گیا ہے۔ برخلاف فرقہ ثانیہ کے کہ اگرچہ وہ بھی حقیقت کی طرف متوجہ اور اس کے ساتھ گرفتار ہیں اور حتی المقدور شریعت کے بجالانے میں سر مُو تجاوز نہیں کرتے لیکن چونکہ انہوں نے حقیقت کو شریعت کے ماسوا جانا ہے اور شریعت کو اس حقیقت کا پوست تصور کیا ہے۔ اس لئے اس حقیقت کے ظلال میں سے کسی ظل میں رہ گئے ہیں اور اس حقیقت کے اصل معاملہ تک پہنچنے کی راہ نہیں پائی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ولایت ظلّی ہے اور ان کا قرب صفاتی۔ برخلاف علمائے راسخین کی ولایت کے کہ اصلی ہے اور انہوں نے اصل تک پہنچنے کا راستہ پالیا ہے اور ظلال کے تمام حجابوں اور پردوں سے گزر گئے ہیں۔ پس ان کی ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی ولایت ہے اور ان اولیاء کی ولایت انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی ولایت کا ظل ہے۔

ابتدا میں فقیر یہ سمجھتا تھا کہ علمائے راسخین کو متشابہات کے ساتھ ایمان لانے کے سوا اور کچھ

حاصل نہیں ہے اور ان تاویلوں کو جو علمائے صوفیہ نے بیان کی ہیں متشابہات کی شان کے لائق نہ سمجھتا تھا اور ان تاویلوں کو ان اسرار سے جو چھپانے کے قابل ہوں تصور نہ کرتا تھا جیسا کہ عین القضاۃ نے بعض متشابہات کی تاویل میں کہا ہے:۔

مثلاً الف، لام، میم سے الَمٓ مراد لی ہے جس کے معنی دردٓ کے ہیں جو عشق و محبت کو لازم ہے وغیرہ وغیرہ۔

آخر کار جب حضرت حق سُبحانہٗ و تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے متشابہات کی تاویلات کا تھوڑا سا حال اس فقیر پر ظاہر کیا اور اس مسکین کی استعداد کی زمین میں اس دریائے محیط سے ایک چھوٹی سی نہر چلا دی تو معلوم ہوا کہ علمائے راسخین کو بھی متشابہات کی تاویلات کا بہت سا حصہ حاصل ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآئَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدات دی اور اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں۔

واقعات مذکورہ کی تعبیر جو آپ نے طلب فرمائی تھی۔ اس کو حضور اور ملاقات پر منحصر رکھا گیا ہے۔ اسی واسطے ان کی نسبت کچھ نہیں لکھا کہ کیا کیا جائے قلم اور ہی معارف کی طرف جاری ہو گیا اور یہی معاملہ پیش آ گیا امید ہے کہ معاف فرمائیں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاِخْوَانِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ الْعُلٰی اور سلام ہو آپ پر اور ان لوگوں پر جو ہدایت کی راہ پر چلے اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۷۷

علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین کے بیان میں ملا عبد الحی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اور یہ علوم ان علوم سابقہ میں سے ہیں جو آپ نے توسط حال میں تحریر کئے تھے۔ اس معرفت میں نہایت شہود، شہود انفسی ہے اور وہ معارف جو اخیر میں لکھے ہیں ان میں انفسی کو شہود آفاقی کی طرح لا حاصل سمجھ کر انفسی و آفاقی شہود کے ماسوا اور شہود کو ثابت کیا ہے۔ بلکہ نفس شہود کو وصول کا دروازہ جان کر اس کے علاوہ اور علوم و معارف لکھے ہیں۔ جیسا کہ آپ کی کتابوں اور رسالوں سے یہ بات ظاہر ہے۔

بداں رَشَدَكَ اللّٰهُ تَعَالٰی! خدا تجھے ہدایت دے۔ جان لے کہ حق تعالیٰ وسُبحانہٗ کی ذات میں علم

الیقین ان آیات و نشانات کے شہود سے مراد ہے، جو حق تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں اور ان آیات کے شہود کو سیر آفاقی کہتے ہیں۔ لیکن ذاتی شہود اور حضور سیر انفسی کے سوائے متصور نہیں اور وہ سالک کے اپنے نفس میں ہوتا ہے ؎

گرچہ عمرے تگ زند در خود بود ذرہ گر بس نیک در بس بدوود

ترجمہ ذرّہ دوڑے خواہ کم خواہ تیز تر ہے اسی جا گرچہ دوڑے عمر بھر

اور جو کچھ اپنے باہر میں مشاہدہ کرتا ہے سب حق تعالیٰ کی ذات پر دلائل و آثار کے مشاہدہ کی قسم سے ہے نہ کہ حق تعالیٰ کی ذات مشاہدہ۔

قطب المحققین سید العارفین ناصر الدین خواجہ عبید اللہ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ سیر دو قسم پر ہے۔ ایک سیر مستطیل دوسری سیر مستدیر۔

سیر مستطیل، بُعد در بُعد ہے اور سیر مستدیر، قُرب در قُرب۔

سیر مستطیل یہ ہے کہ اپنا مقصود اپنے دائرہ کے باہر طلب کریں اور سیر مستدیر یہ ہے کہ اپنے دل کے گرد پھریں اور اپنا مقصود اپنے ہی سے طلب کریں۔

پس وہ تجلّیات جو حسّی یا مثالی صورتوں میں اور انوار کے پردہ میں ہوں۔ خواہ کوئی صورت ہو اور خواہ کوئی نور ظاہر ہو۔ وہ نور خواہ رنگین ہو یا بے رنگ اور متناہی ہو یا غیر متناہی اور کائنات کو محیط ہو یا نہ ہو۔ سب علم الیقین میں داخل ہیں۔

حضرت مخدومی مولوی عبد الرحمٰن جامی قدس سرہٗ السامی لمعات میں اس طرح فرماتے ہیں

ہردم خبرت زاین و آں مپچتم اے دوست ترا بہر مکاں مپچتم

ترجمہ ڈھونڈتا پھرتا تھا میں اے دوست تجھ کو جا بجا

اور این و آں سے تھا تیری خبر میں پوچھتا

اس مضمون میں بھی مشاہدہ آفاقی کی طرف اشارہ ہے، جو علم الیقین کے لئے مفید ہے اور یہ شہود چونکہ مقصود منہ کی خبر نہیں دیتا اور سوائے امارت و استدلال کے اس کا کچھ حضور نہیں بخشتا۔ اس لئے دھوئیں اور گرمی کے مشاہدہ کی طرح ہے جو آگ کی ذات پر دلالت کرتا ہے۔ پس یہ شہود علم کے دائرہ سے نہیں نکل سکتا اور نہ ہی عین الیقین کے لئے کچھ مفید ہو سکتا ہے اور نہ ہی سالک کا وجود اس سے فانی ہو سکتا ہے۔

عین الیقین حق تعالیٰ کے شہود سے مراد ہے بعد اس کے کہ علم الیقین سے معلوم کر چکیں اور شہود سالک کے فنا کو مستلزم ہے اور اس شہود کے غلبہ میں اس کا تعین بالکل گم ہو جاتا ہے اور اس کے دیدہ شہود میں اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا اور اس شہود میں فانی و مستہلک یعنی مستغرق ہو جاتا ہے۔ یہ شہود اس

طائفہ علیہ قدس سرہم کے نزدیک ادراک سے تعبیر کیا گیا ہے اور معرفت بھی اس کو کہتے ہیں۔ اس ادراک میں خواص و عوام شریک ہیں۔ لیکن فرق یہ ہے کہ خواص کو خالق کا شہود، حق تعالیٰ کے شہود سے مانع نہیں ہوتا بلکہ ان کے دیدہ شہود میں حق جل شانہ کے سوا اور کچھ مشہود نہیں ہوتا اور عوام کو یہ شہود مانع ہے یہی باعث ہے کہ اس شہود سے غافل اور اس ادراک سے بے خبر رہتے ہیں اور یہ عین الیقین علم الیقین کا حجاب ہے۔ جیسا کہ علم الیقین عین الیقین کا حجاب ہے۔ اس شہود کی تحقیق کے وقت سراسر حیرت و نادانی ہے۔ علم کی اس میں ہرگز گنجائش نہیں ہے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ علم الیقین، عین الیقین کا حجاب ہے اور عین الیقین علم الیقین کا حجاب۔

اور نیز بعض نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی علامت جس نے اللہ تعالیٰ کو جیسا کہ اس کے پہچاننے کا حق ہے پہچان لیا، یہ ہے کہ اس کے سر پر واقف ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا اس کو علم نہیں ہو سکتا۔ ایسا شخص اس معرفت میں کامل ہے جس کے سوا اور کوئی معرفت نہیں ہے۔

اور نیز بعض نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا عارف وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ حیران و پریشان ہے۔

حق الیقین حق تعالیٰ کے شہود سے مراد ہے بعد اس کے کہ تعین دور ہو جائے اور متعین فانی اور نابود ہو جائے۔ لیکن یہ شہود حق تعالیٰ سے حق تعالیٰ کی طرف ہے۔ کیونکہ لَا یَحْمِلُ الْعَطَا یَا الْمَلِكِ اِلَّا مَطَا یَاهُ (بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں) اور یہ شہود بقاباللہ میں جو بِیْ یَسْمَعُ اور بِیْ یَبْصُرُ کا مقام ہے حاصل ہوتا ہے اور کبھی سالک کو فنائے مطلق کے ساتھ متحقق ہونے کے بعد جو ذات و صفات کی فنا ہے حق تعالیٰ محض اپنی عنایت سے اپنے نزدیک سے ایک وجود عطا کرتا ہے اور سکر حال اور بے خودی سے صحو اور افاقت یعنی ہوشیاری میں لے آتا ہے اور اس وُجود کو وُجود موہوب حقانی یعنی خدا کا دیا ہوا وجود کہتے ہیں۔ اس مقام میں علم و عین ایک دوسرے کا حجاب نہیں ہوتے۔ عین میں علم کا شہود اور علم میں عین کا مشاہدہ ہوتا ہے جس کو عارف اس مقام میں عین حق پاتا ہے۔ نہ یہ کہ تعین کونی کے ساتھ کیونکہ اس کے دیدہ شہود میں اس کا کوئی اثر نہیں رہتا اور ان تجلّیات صوریہ سے کہ جن میں اپنے تعیّنات اور صورتوں کو حق تعالیٰ معلوم کرتے ہیں، مراد وہ تعیّنات کونیہ ہیں جن کی طرف فنا نے راہ نہیں پایا۔ فَاَیْنَ اَحَدُهُمَا عَنِ الْاٰخَرِ (ان دونوں کے درمیان بہت فرق ہے) مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اگرچہ ظاہر عبارت سے عوام کے نزدیک تجلّی صوری (کہ جس میں اپنے آپ کو حق پاتے ہیں) اور حق الیقین کے درمیان (جہاں کہ اپنے سر کو حق پاتے ہیں) کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن تجلّی صوری میں انا صورت پر پڑتا ہے اور حق الیقین میں حقیقت پر اور نیز تجلی صوری میں حق کو اپنے آپ سے دیکھتے ہیں اور اس مقام میں حق کو حق سے دیکھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ حق کو اپنے آپ سے نہیں دیکھ سکتے۔ یہ حق الیقین ہی کا مرتبہ ہے جہاں کہ شہود کی حقیقت متحقق ہے اور بعض مشائخ زمان نے جب اس فرق پر اطلاع نہ پائی اور تعین کونی کے سوا اس تعین کو نہ جانا۔ تو انہوں نے ان بزرگواروں پر جنہوں نے حق الیقین کی اس طرح پر تفسیر و تشریح کی ہے۔ جیسا کہ مقرر و ثابت ہو چکی ہے، زبان طعن دراز کی۔ بدیں خیال کہ یہ تعین تجلی صوری میں جو سلوک کا اوّل قدم ہے، حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس تعیّن کی انہوں نے حق الیقین کے ساتھ جو سلوک میں نہایت قدم ہے۔ تفسیر و تشریح کی ہے۔ یہ ان کا خیال کس طرح ٹھیک ہو سکتا ہے۔ جب کہ یہ امر ثابت ہے کہ وہ حق الیقن جو ان کو نہایت میں حاصل ہوتا ہے۔ وہ ہم کو تجلی صوری میں حاصل ہو جاتا ہے جو ہمارا اول قدم ہے۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے۔

مکتوب ۲۷۸

اس بیان میں کہ عقائد کے درست کرنے اور شریعت کے موافق عمل کرنے کے بعد ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنے دل کو ماسوائے حق سے سلامت رکھے جس کو نسیان ماسوا کہتے ہیں اور طریقہ علیہ نقشبندیہ کی تعریف اور موتی یعنی مردوں کی امداد و اعانت پر ترغیب دینے اور اس کے مناسب بیان میں مُلّا عبد الکریم سنامی کی طرف لکھا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

برادر عزیز کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔ وہ نصیحتیں جو آگے یاروں کو کی گئی ہیں اور اب بھی کرنے کے لائق ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ اوّل اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی کلامیہ کتابوں کے موافق اپنے عقائد کو درست کریں۔ پھر احکام فقہیہ یعنی فرض و واجب و سنت و مندوب و حلال و حرام و مکروہ و مشتبہ علمی اور عملی طور پر بجا لائیں۔ اس کے بعد لازم ہے کہ اپنے دل کو ماسوائے حق کی گرفتاری سے سلامت رکھیں اور دل کی سلامتی اس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جب کہ دل میں ماسوائے حق کا گزر نہ رہے۔ یعنی اگر بالفرض ہزار سال تک زندگی وفا کرے تو بھی حق تعالیٰ کے سوا اور کچھ دل میں نہ گزرے۔ نہ اس معنی سے کہ اشیاء دل میں گزریں اور ان کو غیر حق

نہ جانیں۔ کیونکہ یہ بات ابتدا میں توحید کے مراقبہ کرنے والوں کو بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس معنی سے کہ اشیاء ہر گز دل میں نہ آنے پائیں اور اشیاء کا دل پر گزر نہ ہونا اس بات پر مبنی ہے کہ دل ماسوائے حق کو اس طرح بھول جائے کہ اگر تکلف کے ساتھ بھی اشیاء اسے یاد دلائیں۔ تو اس کو یاد نہ آئیں اس دولت کو فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں اور اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے اور باقی جتنے ولایت کے کمالات ہیں سب اسی دولت کی فرع ہیں۔

ہیچکس راتا نگردد او فنا نیست رہ در بارگاہ کبریا

ترجمہ جب تلک کوئی نہ ہو جائے فنا رہ نہیں ملتی اسے سوئے خدا

اور اس دولت عظمیٰ تک پہنچنے کے لئے سب سے زیادہ قریب راستہ طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم کا طریق ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں نے اپنی سیر کی ابتدا عالم امر سے کی ہے اور قلب سے قلب کے پھیرنے والے یعنی خدا کی طرف راستہ لے گئے ہیں۔ انہوں نے دوسروں کی ریاضتوں اور مجاہدوں کے بجائے سنت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے کنارہ کیا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے۔ لیکن سنت کو لازم پکڑنا بہت مشکل کام ہے۔ فَطُوْبٰی لِمَنْ تَوَسَّلَ بِهِمْ وَاقْتَدٰی بِهُدٰهُمْ مبارک ہیں وہ وگ جنہوں نے ان کے ساتھ وسیلہ پکڑا اور ان کی ہدایت کا راستہ اختیار کیا۔

مولانا جامیؒ قدس سرہٗ نے فرمایا ۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند | کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شاں | مے برد وسوسہ خلوت و فکر چلہ را
قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن وقصور | حاش للہ کہ برارم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند | روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

ترجمہ عجب ہی قافلہ سالار ہیں یہ نقشبندی | کہ لیجاتے ہیں پوشیدہ حرم تک قافلے کو
دل سالک سے جذبہ انکی صحبت اور الفت کا | مٹا دیتا ہے یکدم فکر خلوت اور چلے کو
اگر کوتہ نظر کوئی لگائے طعن ان کو | نہ لاؤں میں کبھی اپنی زباں پر اس گلے کو
جہاں کے شیر سب باندھے ہوئے ہیں سلسلے میں | نہیں حیلے سے روبہ توڑ سکتی سلسلے کو

دوسرا یہ کہ قاضی محمد شریف کا محبت سے بھرا ہوا نوازش نامہ پہنچا۔ چونکہ فقرا کی محبت سے پُر تھا، کمال خوشی کا باعث ہوا۔ فقیر کی دعا و سلام اس کو پہنچادیں۔

تیسرا واضح ہو کہ شیخ حبیب اللہ کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ اس نے اپنے والد مرحوم کے فوت ہو

جانے کے نسبت لکھا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ فقیر کی طرف سے دعا پہنچا کر ماتم پرسی بجالائیں اور کہیں کہ دعاو فاتحہ وصدقہ استغفار سے اپنے والد مرحوم کی امداد واعانت کریں فَاِنَّ الْمَیِّتَ کَالْغَرِیْقِ یَنْتَظِرُ دَعْوَۃً تَلْحَقُہٗ مِنْ وَلَدٍ اَوْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْصِدِّیْقٍ مردہ غریق کی طرح ہوتا ہے جو دعا کا منتظر رہتا ہے جو اس کو بیٹے یا باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔

چوتھا واضح ہو کہ شیخ احمد ان بزرگواروں کا طریقہ اخذ کر کے بہت متاثر ہوا ہے حق تعالیٰ اس کو استقامت عطا فرمائے۔ مشارٌ الیہ چونکہ از سر نو اسلام لایا ہے یعنی نو مسلم ہے اس واسطے اس کو عقائد کلامیہ جو فارسی کتابوں میں مذکور ہیں سکھائیں اور احکام فقہیہ کی بھی تعلیم دیں تاکہ فرض وواجب وسنت مندوب وحلال وحرام ومکروہ ومشتبہ کو پہچان لے اور اس کے موافق اپنی زندگی بسر کرے اور کتاب گلستان وبوستان کا پڑھنا پڑھانا بیکاری میں داخل ہے۔ والسّلام

مکتوب ۲۷۹

ملا حسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ اس کی اس نعمت کے شکر ادا کرنے کے بیان میں کہ اس نے آپ کو طریقہ عُلیہ نقشبندیہ پر دلالت ورہنمائی کی تھی اور اس کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا اظہار کیا ہے جو اس کے وسیلہ سے حاصل ہوئی تھیں:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا مبارک صحیفہ جو از روئے کرم والتفات کے اس فقیر کے نام لکھا تھا جناب مولانا مہدی علی نے پہنچایا۔ بڑی خوشی کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔

آپ نے دریافت فرمایا تھا کہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی یہ عبارت سَبَبُ تَرْتِیْبِ خِلَافَتِہِمْ مُدَّۃُ اَعْمَارِہِمْ (ان کی خلافت کی ترتیب کا سبب ان کی عمروں کی مدّت ہے) شیخ موصوف کی کون سی تصنیف شدہ کتاب میں واقع ہے۔

میرے مخدوم! مدت ہوئی ہے کہ فقیر نے اس عبارت کو فتوحات مکیہ میں دیکھا تھا۔ لیکن اب وہ مقام ہر چند تلاش کیا، پر نہ ملا۔ اگر دوسری بار نظر سے گزرا تو عرض کر دیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

دوسرا یہ کہ فقیر آپ کی نعمت کا شکر ادا کرنے اور آپ کے اس احسان کا بدلہ دینے میں قصور اور عاجزی کا اقرار کرتا ہے۔ یہ سب کاروبار اسی نعمت پر مبنی ہے اور یہ سب دید وداد اسی احسان پر وابستہ ہے۔ آپ کے حسن توسط اور وسیلہ سے فقیر کو وہ کچھ دیا ہے جو کسی نے دیکھا ہی نہیں اور آپ کے توسل کی یمن وبرکت سے وہ کچھ بخشا ہے کہ کسی نے اس کا مزہ چکھا ہی نہیں۔ خاص خاص عطیے اس قدر عطا

فرمائے ہیں کہ اکثر لوگوں کو ان عطیوں کا علم بھی حاصل نہیں ہوا۔ احوال و مقامات اور اذواق و مواجید اور علوم و معارف اور تجلّیات و ظہورات سب کو عروج کے زینے بنا کر قرب کے درجوں اور وصول کی منزلوں تک پہنچا دیا۔

قُرب و وصُول کا لفظ میدان عبارت کی تنگی کے باعث اختیار کیا ہے۔ ورنہ وہاں نہ قرب ہے نہ وصول نہ عبارت ہے نہ اشارت نہ شہود ہے نہ حلول نہ اتحاد ہے نہ کیف نہ امین نہ زمان نہ مکان نہ احاطہ نہ سریان نہ علم نہ معرفت نہ جہل نہ حیرت۔

چہ گویم باتو از مرغے نشانہ کہ باعنقا بود ہم آشیانہ
زعنقا ہست نامے پیش مردم زمرغ من بود آن نام ہم گم

ترجمہ کہوں کیا مرغ کا اپنے نشانہ کہ ہے عنقا سے جو ہم آشیانہ
مگر عنقا تو ہے لوگوں کو معلوم مرے اس مرغ کا ہے نام معدوم

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ان احسانوں کے اظہار میں جن کا ظہور عالم اسباب میں آپ کی اسی نعمت پر ہوا ہے۔ آپ کی نعمت کا شکر بھی شامل تھا۔ اس واسطے چند فقروں میں درج کر کے تحریر کیا گیا تا کہ آپ کی نعمت کا تھوڑا شکر ادا ہو جاوے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ سلام ہو آپ پر اور ان تمام لوگوں پر جو ہدایت کی راہ پر چلے اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۸۰

اس بیان میں کہ اس گروہ کی محبت سعادت کا سرمایہ ہے اور جس کسی کو اس نعمت سے مشرف فرمائیں اور استقامت دیں اس کو سب کچھ دے دیتے ہیں۔ حافظ محمود کی طرف صادر فرمایا ہے:-

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب شریف جو جناب مولانا مہدی علی کے ہمراہ ارسال کیا تھا۔ پہنچا اور بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے کہ فقرا کی محبت جو دنیا و آخرت کی سعادت کا سرمایہ ہے۔ آپ کو کامل طور پر حاصل ہے اور مفارقت کی دراز مدت نے اس میں کچھ تاثیر نہیں کی۔ دو چیزوں کی محافظت ضروری ہے۔ ایک صاحب شریعت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت دوسرا شیخ مقتدا کی محبت و اخلاص۔ ان دو چیزوں کے ساتھ اور جو کچھ دے دیں سب نعمت ہی نعمت ہے اور اگر کچھ بھی نہ دیں لیکن یہ دو چیزیں راسخ اور مضبوط ہوں تو پھر کچھ غم نہیں۔ آخر ایک دن

دے دیں گے اور اگر نعوذ باللہ ان دو چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل پڑ جائے اور احوال واذواق بھی بدستور اپنے حال پر رہیں۔ توان کو استدراج جاننا چاہئے اور اپنی خرابی اور بربادی خیال کرنی چاہئے استقامت کا طریق یہی ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُوَفِّقُ (اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے) والسلام۔

مکتوب ۲۸۱

سلسلہ علیہ نقشبندیہ کی نسبت حاصل کرنے کی نعمت کے شکر میں اور اس بیان میں کہ اس طریق میں تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف راستہ کھول دیتے ہیں اور جو شخص اس طریق میں اپنے واقعات اور منامات یعنی خوابوں پر بھروسہ کرلے اور نئے نئے امور پیدا کرے اور آداب طریقت کی رعایت نہ کرے۔ وہ زیاں کار اور ناامید رہتا ہے اور اسکے مناسب بیان میں سیادت مآب میر محمد نعمان کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

اس اعلیٰ نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہم فقرا کو اہل سنت وجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی آرائے کے موافق اپنے عقائد کو درست کرنے کے بعد طریقہ علیہ نقشبندیہ کے سلوک سے مشرف فرمایا اور اس خاندان بزرگ کے نسبت یافتہ مریدوں سے بنایا۔

فقیر کے نزدیک اس طریق میں ایک قدم لگانا دوسرے طریقوں میں سات قدم لگانے سے بہتر ہے۔ وہ راستہ جو تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف کھولا جاتا ہے، وہ اسی طریقہ علیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے طریقوں کی انتہا صرف کمالات ولایت کی انتہا تک ہے۔ وہاں سے آگے کمالات نبوت کی طرف کوئی راستہ نہیں کھلا۔ یہی وجہ ہے کہ اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ ان بزرگواروں کا طریق اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریق ہے۔ جس طرح اصحاب کرام وراثت کے طور پر کمالات نبوت سے حظ وافر حاصل کر لیتے ہیں۔ اس طریق کے منتہی بھی تبعیت کے طور پر ان کمالات سے کامل حصہ پا لیتے ہیں۔ وہ مبتدی اور متوسط جنہوں نے اس طریق کو لازم پکڑا ہے اور اس طریق کے منتہیوں کے ساتھ کامل محبت رکھتے ہیں، وہ بھی امیدوار ہیں۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اسی کے ساتھ ہے جس کی اس کو محبت ہے) دور افتادوں اور مہجوروں کے لئے بڑی بھاری بشارت ہے۔ اس طریق میں مایوس اور خسارہ والا وہ شخص ہے جو اس طریق میں داخل ہو کر اس طریق کے آداب کو مدنظر نہ رکھے اور نئے نئے امور اس طریق میں پیدا کرے اور طریقت کے برخلاف اپنے واقعات اور خوابوں پر اعتماد کرے۔ اس صورت میں طریق کا کیا گناہ ہے۔ وہ

اپنے واقعات و منامات کی راہ پر چلتا ہے۔ یعنی اپنے اختیار سے کعبہ کی طرف سے منہ پھیر کر ترکستان کی طرف جا رہا ہے۔

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی ۔۔۔ ایں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

ترجمہ تو کعبہ میں نہیں جائے گا ہر گز ۔۔۔ کہ ترکستان کو جاتی ہے یہ راہ

یہ اچھا نہیں ہے کہ اس طریق کے یاروں کی جمعیت اور طالبوں کی سرگرمی کے باوجود آپ کو اس جگہ سے بیجا کروں۔ اس سے اول بھی اگر ان حدود کی سیر کے لئے اشارہ ہوا تھا تو شرائط پر مشروط تھا اور اب بھی انہی شرائط پر مشروط ہے۔ ہاں مکرر استخاروں اور انشراح قلب کے بعد اور کسی اور شخص کو اپنے قائم مقام بٹھا کر تا کہ وضع سابق میں کوئی فتور نہ پڑ جائے۔ بے شبہ و بے تردّد اگر اس طرف آ جائیں، تو ہو سکتا ہے ہے۔ ان شرائط کے سوا وہاں کے معاملہ کو درہم برہم نہ کریں اور طالبوں کی جمعیت میں فتور نہ ڈالیں۔ اس سے زیادہ مبالغہ کیا کیا جاوئے۔ والسلام

مکتوب ۲۸۲

حضرت الیاس و حضرت خضر علیٰ نبیّنا و علیہما الصلوٰۃ والسّلام کی ملاقات اور ان کے کچھ احوال کے بیان میں میاں بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

یار مدت سے حضرت خضر علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال کی نسبت دریافت کیا کرتے تھے۔ چونکہ فقیر کو ان کے حال پر پوری پوری اطلاع نہ دی گئی تھی اس لئے جواب میں توقف کیا کرتا تھا۔ آج صبح کے حلقہ میں دیکھا کہ حضرت الیاس و حضرت خضر علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام روحانیوں کی صورت میں حاضر ہوئے اور تلقی روحانی یعنی روحانی ملاقات سے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم عالم ارواح میں سے ہیں۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے ہماری ارواح کو ایسی قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر وہ کام جو جسموں سے وقوع میں آئیں یعنی جسمانی حرکات و سکنات اور جسدی طاعات و عبادات ہماری ارواح سے صادر ہوتی ہیں۔ اس اثنا میں پوچھا کہ آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہم شرائع کے ساتھ مکلف نہیں ہیں لیکن چونکہ قطب مدار کے کام ہمارے سپرد ہیں اور قطب مدار امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہے اس لئے ہم بھی اس کے پیچھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں۔

اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی طاعت پر کوئی جزا مترتب نہیں ہے۔ صرف طاعت کے ادا

کرنے میں اہل طاعت کے ساتھ موافقت کرتے ہیں اور عبادت کی صورت کو مد نظر رکھتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات فقہ شافعی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں اور کمالات نبوت کی مناسبت فقہ حنفی کے ساتھ ہے۔ اگر بالفرض اس امت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا، تو فقہ حنفی کے موافق عمل کرتا۔

اس وقت حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ کے اس سخن کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی جو انہوں نے فصول ستہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔

اس وقت دل میں گزرا کہ ان دونوں بزرگواروں سے کچھ سوال کرے۔ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص کے حال پر اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل ہو۔ وہاں ہمارا کیا دخل ہے۔ گویا انہوں نے اپنے آپ کو درمیان سے نکال لیا اور حضرت الیاس علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس گفتگو میں کوئی بات نہ فرمائی۔ والسلام

مکتوب ۲۸۳

شب معراج میں حضرت رسالت خاتمیّت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی رویت کے بیان میں کہ وہ دنیا میں واقع نہیں ہوئی بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے صوفی قربان کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

آپ نے دریافت کیا تھا کہ اہل سنت و جماعت کا اجماع اس بات پر ہے کہ رویت دنیا میں واقع نہیں ہے اور اکثر علمائے اہل سنت و جماعت نے شب معراج میں حضرت رسالت خاتمیّت علیہ وعلےٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی رویت سے منع فرمایا ہے۔

قَالَ حُجَّةُ الْاِسْلَامِ وَالْاَصَحُّ اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَارَاٰى رَبَّهٗ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ (حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات اپنے رب کو نہیں دیکھا) اور تو نے اپنے رسالوں میں شب معراج کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت کے دنیا میں واقع ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کے جواب میں مَیں کہتا ہوں کہ شب معراج میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت دنیا میں واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اس رات چونکہ دائرہ مکان و زمان اور تنگی امکان سے باہر نکل گئے تھے۔ اس لئے ازل و ابد کو آنِ واحد میں معلوم کر لیا اور بدایت و نہایت کو ایک ہی نقطہ میں متحد دیکھا اور ان اہل بہشت کو جو کئی ہزار سال کے بعد بہشت میں جائیں گے بہشت میں دیکھ لیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف کو جو فقرائے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین سے پانچ سو سال کے بعد بہشت میں جائیں گے دیکھا کہ اس مدت کے گزرنے سے پہلے ہی آ گئے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس توقف کی وجہ پوچھی پس وہ رویت جو اس مقام میں واقع ہوئی۔ وہ رویت آخرت ہے اور اس اجماع کے منافی نہیں ہے۔ جو رویت کے عدم وقوع پر ہوا ہے اور اس کو رویت دنیوی کہنا تجویز پر محمول ہے اور ظاہر پر مبنی ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّهَا اللہ تعالیٰ تمام امور کی حقیقتوں کو جاننے والا ہے۔

مکتوب ۲۸۴

اس بیان میں کہ احوال و مواجید عالم امر کے نصیب ہیں اور احوال و مواجید کا علم عالم خلق کا حصہ ہے۔ یہ معرفت معارف سابقہ سے ہے اور حقیقت معاملہ وہی ہے۔ جو حضرت مخدوم زادہ کلاں علیہ الرحمۃ کے مکتوبات میں طریقت کے بیان میں لکھی گئی ہے ملا عبد القادر انبالوی کی طرف صادر فرمایا ہے:-

جاننا چاہئے کہ انسان مرکب ہے عالم خلق سے جو اس کا ظاہر ہے اور عالم امر سے جو اس کا باطن ہے۔ وہ احوال و مواجید اور مشاہدات و تجلیات جو ابتدا اور توسط میں ظاہر ہوتے ہیں۔ عالم امر کا نصیب ہیں جو انسان کا باطن ہے اور ایسے ہی حیرت و جہالت اور عجز و یاس جو انتہا میں حاصل ہوتے ہیں۔ وہ بھی عالم امر ہی کا حصہ ہے اور لِلْاَرْضِ مِنْ كَاْسِ الْكِرَامِ نَصِيْبٌ (سخیوں کے کاسہ سے زمین کو بھی حصہ ملتا ہے) کے موافق ظاہر یہی حالات وارده کے قوی ہونے کے وقت اس ماجرا سے حصہ پالیتا ہے۔ اگرچہ ثبات و استقامت نہیں رکھتا لیکن اس عالم سے کچھ تعلق پیدا کر لیتا ہے۔ اور اصل معاملہ جو ظاہر سے تعلق رکھتا ہے ان احوال کا علم ہے۔ کیونکہ باطن کو احوال حاصل ہوتے ہیں اور ان احوال کا علم نہیں ہوتا۔ اگر ظاہر نہ ہوتا تو دانش و تمیز کا راستہ نہ کھلتا۔ مثالیہ صورتوں اور مقامات کے عروج کا ظہور ظاہر ہے، ادراک کے لئے ہے۔ پس حال باطن کے لئے ہے اور ان احوال کا علم ظاہر کے لئے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ وہ اولیاء جو صاحب علم ہیں اور جو علم سے بے نصیب ہیں، احوال کے نفس حصول میں کچھ فرق نہیں رکھتے۔ اگر کچھ فرق ہے تو ان احوال کے علم یا عدم علم کے باعث ہے۔

مثلاً ایک شخص پر بھوک کی حالت غالب ہے اور وہ بھوک کے باعث بے قرار و بے آرام ہے اور اس کے علاوہ وہ شخص جانتا ہے کہ اس حالت کو بھوک کہتے ہیں اور ایک اور شخص ہے، جس پر یہی حالت طاری ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا کہ اس حالت کو بھوک سے تعبیر کرتے ہیں۔ پس یہ دونوں شخص نفس حصول میں برابر ہیں۔ فرق صرف علم اور عدم علم میں ہے۔

جاننا چاہئے کہ وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے، دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں۔ جو احوال کے نفس

حصول کا علم نہیں رکھتے اور ان کی تلونیات سے ہرگز واقفیت نہیں ہیں۔ دوسرا وہ لوگ ہیں جو احوال کے تلونیات کی خبر رکھتے ہیں۔ لیکن احوال کی تشخیص نہیں کر سکتے۔ یہ لوگ اگرچہ احوال کی تشخیص نہیں کر سکتے۔ لیکن ارباب علم میں داخل ہیں اور مشیخیت یعنی شیخی اور پیشوائی کے لائق ہیں اور احوال کی تشخیص کرنا ہر شیخ کا کام نہیں ہے۔ بلکہ یہ دولت بیشمار زمانوں کے بعد ظہور میں آتی ہے اور ایک کو اس دولت سے سرفراز فرماتے ہیں اور دوسروں کو اس کے علم کے حوالہ کر کے اس کے طفیلی بنا دیتے ہیں۔ اولو العزم پیغمبر صلوٰات اللہ و تسلیماتہ علیہم اجمعین بڑی مدت کے بعد مبعوث ہوا کرتے تھے اور ان میں سے ہر ایک پیغمبر اپنے اپنے احکام متمیزہ کے ساتھ مخصوص ہوتا تھا اور دوسرے انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام ان کی تبعیّت کے ساتھ مامور ہوتے تھے اور دعوت میں انہی کے احکام پر کفایت کیا کرتے تھے ع

خاص کند بندهٔ مصلحت عام را

ترجمہ ع خاص کر لیتا ہے بندہ تا بھلا ہو عام کا والسلام

مکتوب ۲۸۵

سماع و رقص و وجد کے احکام اور بعض ان معارف کے بیان میں جو روح سے تعلق رکھتے ہیں۔ میر سید محبّ اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا ہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

بِدَاں اَرْشَدَ اللّٰهُ تَعَالٰی طَرِيْقَ السِّدَادِ وَاَلْهَمَكَ صِرَاطَ الرِّشَادِ اللہ تعالیٰ تجھے سیدھے راستہ کی ہدایت دے اور ہدایت کے راستہ پر چلائے۔

جان لے کہ سماع و وجد ان لوگوں کے لئے فائدہ مند ہے جن کے احوال متغیر اور اوقات متبدل ہوتے رہتے ہیں۔ یعنی کبھی حاضر ہیں اور کبھی غائب اور کبھی واجد (پانے والے) ہیں اور کبھی فاقد (گم کرنے والے) یہ لوگ ارباب قلوب ہیں، جو تجلّیات صفاتیہ کے مقام میں ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف اور ایک اسم سے دوسرے اسم کی طرف منتقل اور متحول ہوتے رہتے ہیں۔ احوال کا تلون ان کا نقد وقت ہے اور امید کا پراگندہ ہونا ان کے مقام کا حاصل ہے اور دوام حال ان کے حق میں محال ہیں اور استمرار وقت ان کی شان میں مشکل ہے۔ کبھی قبض میں ہیں اور کبھی بسط میں یہ لوگ ابناء الوقت یعنی وقت کے بیٹے اور وقت کے مغلوب ہیں۔ کبھی عروج کرتے ہیں اور کبھی ہبوط کرتے ہیں یعنی نیچے اتر آتے ہیں۔ لیکن تجلّیات ذاتیہ والے لوگ جو پورے طور قلب سے نکل گئے ہیں اور مقلّبِ قلب یعنی دل

کے پھیرنے والے یعنی خدا تک پہنچ گئے ہیں اور کلی طور پر آزاد ہو گئے ہیں۔ان کا وقت دائمی اور ان کا حال سرمدی ہے نہیں بلکہ وہاں نہ وقت ہے نہ حال یہ لوگ ابوالوقت اور صاحب تمکین ہیں اور یہی لوگ ایسے واصل ہیں جن کے لئے ہرگز نہ رجوع ہے نہ فقد ہے، نہ وجد ہے، ہاں منتہیوں میں سے ایک قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو سماع باوجودیکہ ان کا حال دائمی ہے فائدہ دیتا ہے۔ان کا بیان اس بحث کے اخیر میں انشاءاللہ تعالیٰ مفصل طور پر لکھا جائے گا۔

اگر سوال کریں کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیۃ نے فرمایا ہے۔لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ میرے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے جس میں کسی ملک مقرب اور نبی مرسل کو دخل نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت دائمی نہیں ہوتا۔

میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو صحیح مان لینے پر بعض مشائخ نے اس وقت سے وقت مستمرہ مراد رکھا ہے یعنی لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ مُسْتَمِرٌّ پس اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

اس کا دوسرا جواب کہتا ہوں کہ وقت مستمرہ میں بھی کبھی کیفیت خاصہ حاصل ہوتی ہے۔ہو سکتا ہے کہ وقت سے وقت نادرہ اور یہ کیفیت نادرہ مراد ہو۔اس صورت میں بھی یہ اشکال دور ہو جاتا ہے۔

اگر یہ سوال کریں کہ ہو سکتا ہے کہ نغمہ کے سننے کو اس کیفیت نادرہ کے حاصل ہونے میں دخل ہو۔پس منتہی بھی اس کیفیت کے حاصل ہونے کیلئے سماع کا محتاج ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کیفیت غالباً ادائے نماز کے وقت متحقق ہوتی ہے۔اور اگر کبھی نماز کے علاوہ بھی حاصل ہو جائے تو نماز ہی کے نتائج اور ثمرات میں ہے اور ممکن ہے کہ حدیث قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ (نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے) میں اسی کیفیت نادرہ کی طرف اشارہ ہو۔اور نیز خبر میں ہے کہ اَقْرَبُ مَایَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِ فِی الصَّلٰوۃِ (بندہ کو اپنے رب سے زیادہ قرب نماز میں ہوتا ہے) اور اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ (سجدہ کر اور قُرب حاصل کر) اور کچھ شک نہیں ہے کہ جس وقت میں اللہ تعالیٰ کا قرب زیادہ ہے۔اس وقت میں غیر کی گنجائش ہرگز نہیں ہے۔پس اس حدیث اور آیت سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ وہ وقت نماز میں ہے اور وقت کے استمرار اور وصل کے دوام پر دلیل مشائخ کا اتفاق ہے۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے مَا رَجَعَ مَنْ رَجَعَ اِلَّا مِنَ الطَّرِیْقِ وَمَنْ وَصَلَ لَا رَجَعَ نہیں پھرا جو کہ پھرا مگر طریق سے اور جو واصل ہو گیا وہ نہیں پھرا) اور یادداشت جو خداوند جلشانہ کے ساتھ دوام حضور سے مراد ہے۔ حضرات خواجگان قدس سرہم کے طریق میں امر مقرر ہے۔

غرض دوام وقت سے انکار کرنا نارسائی کی علامت ہے اور بعض مشائخ ابن عطاو غیرہ کی جو اس بات کے

قائل ہیں کہ واصل کی صفات بشریت کی طرف رجوع کرنا جائز ہے۔ اور اس سے وقت کا دائمی نہ ہونا مفہوم ہوتا ہے۔ ان کا خلاف رجوع کے جواز میں ہے نہ کہ وقوع میں۔ کیونکہ رجوع بیشک واقع نہیں ہے۔ کَمَالَا یَخْفٰی عَلٰی اَرْبَابِہٖ جیسا کہ اس کے جاننے والوں پر سے پوشیدہ نہیں ہے۔

پس مشائخ کا اجماع واصل کے عدم رجوع پر ثابت ہو گیا اور بعض کا خلاف رجوع کے جواز کی طرف راجع ہوا۔

منتہیوں میں سے ایک گروہ کے لوگوں کا یہ حال ہے کہ کمال وصول کے درجات میں سے کسی درجہ تک پہنچنے کے بعد جمال لایزال کے مشاہدہ سے ان کو قومی برودت حاصل ہو جاتی ہے اور نسبت تامہ خلق کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے۔ جو ان کو منازل وصول تک عروج کرنے سے ہٹا رکھتی ہے۔ کیونکہ منازل وصول ابھی آگے ہوتے ہیں۔ اور قرب کے مدارج نہایت تک طے نہیں ہوئے ہوتے لیکن باوجود اس برودت کے عروج کی خواہش اور کمال قرب کی آرزو رکھتے ہیں یہ اس صورت میں ان کیلئے سماع فائدہ مند اور حرارت بخش ہوتا ہے۔ ہر گھڑی سماع کی مدد سے ان کو منازل قرب کی طرف عروج میسر ہوتا ہے۔ اور تسکین کے بعد ان منازل سے نیچے آجاتے ہیں۔ لیکن عروج کے ان مقامات سے کوئی نہ کوئی رنگ اپنے ہمراہ لے آتے ہیں اور اس رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ یہ وجد، فقد کے بعد نہیں ہے کیونکہ فقدان کے حق میں مفقود ہے۔ بلکہ دوام وصل کے باوجود یہ وجد منازل وصول کی طرف ترقی کرنے کیلئے ہے۔ منتہیوں اور واصلوں کا سماع و وجد اسی قسم سے ہے۔ لیکن فنا و بقا کے بعد ان کو اگرچہ جذبہ عطا فرما دیتے ہیں لیکن چونکہ برودت قویہ رکھتے ہیں۔ اور جذبہ تنہا منازل عروج تک ترقی حاصل کرنے کیلئے ان کو کافی نہیں ہوتا۔ اس لئے سماع کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور مشائخ میں سے ایک اور گروہ کے لوگ ہیں جن کے نفوس درجہ ولایت تک پہنچنے کے بعد مقام بندگی میں اتر آتے ہیں اور انکے ارواح نفوس کی مزاحمت کے بغیر جناب قدس کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور ہر گھڑی نفس مطمئنہ کے مقام سے جو مقام بندگی میں متمکن و راسخ ہو چکا ہے ان کے روح کو مدد پہنچتی رہتی ہے اور ان کے روح کو اس امداد کے باعث مطلوب کے ساتھ خاص نسبت پیدا ہو جاتی ہے۔

ان بزرگواروں کا آرام عبادات کے ساتھ ہے اور ان کی تسکین بندگی اور طاعت کے حقوق ادا کرنے میں ہوتی ہے۔ عروج کی خواہش ان کے نہایت میں کم ہوتی ہے۔ اور صعود کا شوق ان کے باطن میں قلیل ہوتا ہے۔ ابھی تک ملت کی متابعت ان کے وقت کی پیشانی سے ظاہر ہے اور انکی بصیرت کی آنکھ سنت کی اتباع کے سرمہ سے سُرمگیں ہے۔ اسی واسطے یہ لوگ تیز نظر والے ہیں۔ یہ لوگ دور سے اس چیز کو دیکھ لیتے ہیں۔ جس کے دیکھنے سے نزدیک کے لوگ عاجز ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ عروج کمتر رکھتے

ہیں لیکن نورانی ہیں۔ جو اصلی نور سے منور ہیں اور اسی مقام میں شان عظیم اور قدر جلیل رکھتے ہیں۔ ان کو سماع و وجد کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ عبادات ان کیلئے سماع کا کام دے جاتیں ہیں اور اصل کی نورانیت عروج سے کفایت بخشتی ہے۔ ان ایک کو اہل سماع و وجد کے اکثر مقلد لوگ جوان بزرگواروں کی شان عظیم سے واقف نہیں ہیں۔ وہ اپنے آپ کو عشاق خیال کرتے ہیں اور ان کو زاہد سمجھتے ہیں۔ گویا یہ لوگ عشق و محبت کو رقص و وجد ہی میں منحصر جانتے ہیں اور منتہیوں میں سے ایک گروہ کے لوگ ہیں جن کو سیر الی اللہ کے قطع کرنے اور بقاباللہ کے ساتھ متحقق ہونے کے بعد جذب قوی عنایت فرماتے ہیں۔ اور جذب وانجذاب کی رسی سے کشاں کشاں لے جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں برودت کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ تسلی و آرام ان کیلئے ناجائز ہوتا ہے۔ یہ لوگ عروج میں امور غریبہ کے محتاج نہیں ہوتے۔ سماع ور قص ان کی خلوت کی تنگ جگہ میں دخل نہیں پاتے۔ اور وجد و تواجد کا ان کے ساتھ کچھ کام نہیں ہوتا اسی انجذابی عروج کے ساتھ نہایت النہایت مرتبہ تک جہاں تک کہ وصول ممکن ہے پہنچ جاتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اس مقام سے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ حصہ پالیتے ہیں۔ اس قسم کا وصول گروہ وافراد کے ساتھ مخصوص ہے اقطاب کو بھی اس مقام سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ اگر محض فضل ایزدی جل شانہٗ سے نہایت النہایت کے اس قسم کے واصل کو عالم کی طرف واپس لائیں اور مستعدوں کی تربیت اس کے حوالہ کریں تو اس کا نفس مقام بندگی میں اتر آتا ہے اور اس کی روح نفس کی مزاحمت کے بغیر جناب مقدس کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ ایسا شخص کمالات فردیہ کا جامع اور تکمیلات قطبیہ کا حاوی ہوتا ہے اور قطب سے ہماری مراد اس جگہ قطب ارشاد ہے نہ قطب اوتاد۔ اور مقامات ظلی کے علوم اور مارج اصلی کے معارف اس کو حاصل ہوتے ہیں۔ بلکہ جس مقام میں وہ ہوتا ہے وہاں نہ ظل ہے نہ اصل۔ وہ ظل و اصل سے گزرا ہوا ہوتا ہے۔ ایسا کامل مکمل بہت ہی عزیز الوجود اور نایاب ہے۔ اگر بیشمار زمانوں کے بعد بھی ظہور میں آجائے، تو بھی غنیمت ہے۔ ایسے شخص کے وجود سے جہان منور ہوتا ہے اور اس کی نظر دلی امراض کو شفا بخشتی ہے اور اس کی توجہ ناپسندیدہ اور ردی اخلاق کو دُور کرتی ہے۔ ایسا شخص مدارج عروج کو تمام کر کے مقام بندگی میں اتر آتا ہے اور عبادت کے ساتھ اُنس و آرام پاتا ہے۔ مقام عبدیت کے ساتھ کہ جس سے بڑھ کر مقام ولایت میں اور کوئی بلند مقام نہیں ہے۔ اس طائفہ میں سے ایسے شخص کو منتخب کر کے مشرف فرماتے ہیں اور منصب محبوبیت کی قابلیت بھی اسی کو مسلم ہوتی ہے۔ ایسا شخص مرتبۂ ولایت کے کمالات کا جامع اور درجہ دعوت کے تمام مقامات کا حاوی اور ولایت خاصہ اور نبوت سے بہرہ مند ہوتا ہے غرض اس کی شان میں یہ مصرع صادق آتا ہے ؎

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ترجمہ جو کچھ معشوق سب رکھتے ہیں تو تنہا ہی رکھتا ہے

مبتدی کیلئے وجد و سماع مضر ہے اور اس کے عروج کے منافی ہے خواہ شرائط کے موافق ہی واقع ہو۔

سماع کی شرائط کا تھوڑا سا حال انشاء اللہ اس رسالہ کے اخیر میں لکھا جائے گا۔ اس کا وجد معلول ہے اور اس کا حال وبال۔ اس کی حرکت طبعی ہے اور اس کی تحرک ہوائے نفسانی پر ہے۔ اور مبتدی سے میری مراد وہ شخص ہے جو ارباب قلوب یعنی صاحبان دل میں سے ہے۔ اور ارباب قلوب وہ لوگ ہیں جو مبتدیوں اور منتہیوں کے درمیان متوسط ہوتے ہیں اور منتہی وہ ہے جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ اور واصل کامل ہو اور انتہا کے بہت سے درجات ہیں، جو ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ اور وصول کے بھی بہت سے مراتب ہیں۔ جن کا ابد الآباد یعنی ہمیشہ تک قطع کرنا ناممکن ہے۔

غرض سماع متوسطوں اور ایک قسم کے منتہیوں کیلئے بھی نافع اور مفید ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا۔

لیکن جاننا چاہئے کہ ارباب قلوب کو بھی سماع کی حاجت نہیں ہے۔ بلکہ ان لوگوں کیلئے جو جذب کی دولت سے مشرف نہیں ہوئے۔ اور سخت ریاضتوں اور کٹھن مجاہدوں کے ساتھ مسافت کو قطع کرنا چاہتے ہیں۔ اس صورت میں سماع و وجد، ان لوگوں کا مددگار بن جاتا ہے اور اگر ارباب قلوب مجذوبوں میں سے ہوں تو ان کی سیر کی مسافت جذبہ کی مدد سے قطع ہو جاتی ہے۔ ان کو بھی سماع کی حاجت نہیں ہوتی۔

اور نیز جاننا چاہئے کہ غیر مجذوب ارباب قلوب کیلئے سماع مطلق طور پر فائدہ مند نہیں ہے۔ بلکہ اس سے نفع کا حاصل ہونا چند شرائط پر منحصر ہے۔ وَبِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقِتَادِ ورنہ بیفائدہ رنج ہے۔

سماع کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ اس کو اپنے کمال کا اعتقاد نہ ہو اور اگر اپنی کمالیت کا معتقد ہے، تو محبوس ہے۔ ہاں سماع اس کو بھی ایک قسم کا عروج بخشتا ہے لیکن تسکین کے بعد اس مقام سے نیچے اتر آتا ہے۔ باقی تمام شرائط مستقیم الاحوال بزرگواروں کی کتابوں مثل عوارف المعارف وغیرہ میں مفصل طور پر درج ہیں۔ جن میں سے اکثر اس وقت کے لوگوں میں مفقود ہیں۔ بلکہ اس قسم کا سماع و رقص جو آج کل لوگوں میں شائع ہے۔ اور اس قسم کی مجلس و اجتماع جو اس زمانہ میں متعارف اور مشہور ہے، کچھ شک نہیں کہ مضر محض اور منافی صرف ہے عروج وہاں کچھ معنے نہیں رکھتا۔ اور صعود اس صورت میں متصور نہیں ہے۔ اور سماع سے مدد و اعانت کا حاصل ہونا وہاں مفقود ہے۔ اور مضرت و منافات موجود۔

تنبیہ۔ سماع و رقص اگرچہ بعض منتہیوں کیلئے بھی درکار ہے لیکن چونکہ یہ لوگ ابھی بہت سے مراتب عروج آگے رکھتے ہیں۔ اس لئے اوساط میں سے ہیں اور جب تک عروج کے مراتب کو

جہاں تک کہ ان کا حاصل ہونا ممکن ہے۔ پورے طور پر طے نہ کرلیں انتہا کی حقیقت ان سے مفقود ہے اور اس کو نہایت کہنا سیر الیٰ اللہ کی نہایت تک ہے۔ اور اس سیر کی نہایت اس اسم تک ہے، جس کا مظہر سالک ہے۔ اس کے بعد اس اسم اور اس کے متعلقات میں سیر ہوتی ہے۔ اور جب اس اسم اور اس کے متعلقات سے جو صاحبان اسم پر منکشف ہوتے ہیں، گزر کر مسمّٰی حقیقی تک پہنچ جائے اور وہاں فنا وبقا حاصل کرلے تو اس وقت اس کو منتہی حقیقی کہتے ہیں اور در حقیقت سیر الی اللہ کی حقیقت اس صورت میں حاصل ہوتی ہے۔ نہایت اول کو بھی جو اسم تک ہی ہے سیر الی اللہ کی نہایت اعتبار کیا ہے۔ اور اس فنا وبقا کے اعتبار سے جو اس مرتبہ میں حاصل ہوتا ہے ولایت کا اسم اس پر اطلاق کیا ہے اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ سیر فی اللہ کی نہایت نہیں ہے۔ یہ سیر بقا کے وقت میں ہے اور عروج کی منازل طے کرنے کے بعد اس سیر کی بے نہایتی کے معنیٰ ہیں کہ اگر سیر اس اسم میں مفصل طور پر واقع ہو جائے تو اس اسم کے مندرجات شیونات میں لگا رہتا ہے اور ہرگز اس کی نہایت تک نہیں پہنچتا۔ کیونکہ ہر ایک اسم بے نہایت مندرجہ شیونات پر مشتمل ہے۔ لیکن اگر عروج کے وقت اس کو اس اسم سے گزارنا چاہیں تو ہوسکتا ہے کہ ایک ہی قدم سے اس کو طے کرلے اور نہایت النہایت تک پہنچ جائے اور اگر اسی جگہ مستہلک اور فانی رہیں تو زہے شرافت اور اگر خلق کی تربیت کے واسطے اس کو واپس لے آئیں تو زہے فضیلت۔ تو گمان نہ کرے کہ اس اسم تک پہنچنا آسان کام ہے۔ دیکھیں کس کو اس دولت سے مشرف فرمائیں۔ اور ان میں کس کو اس اعلیٰ نعمت سے سرفراز کریں۔ اور جس امر کو تو تنزیہ و تقدیس خیال کرتا ہے وہ عین تشبیہ اور تنقیص ہے بلکہ بہت سے مراتب جن کو تو تنزیہ خیال کرتا ہے مقام روح سے بھی بہت نیچے ہیں اور وہ تنزیہ بھی جس کو تو عرش کے اوپر خیال کرتا ہے، دائرہ تشبیہ میں داخل ہے اور وہ مکشوف منزہ عالم ارواح سے ہے۔ کیونکہ عرش تمام جہات کا گھیرنے والا اور تمام ابعاد یعنی بُعدوں کا منتہا ہے۔ اور عالم روح، عالم جہات و ابعاد کے ماسوائے ہے۔ کیونکہ روح لامکانی ہے۔ مکان میں نہیں سما سکتا اور عرش کے ماسوائے روح کا ثابت کرنا۔ تجھے اس وہم میں نہ ڈال دے کہ روح تجھ سے دُور ہے اور تیرے اور روح کے درمیان دور دراز مسافت ہے۔ روح کو باوجود لامکانی ہونے کے تمام مکانوں کے ساتھ برابر نسبت ہے۔ عرش کے ماسوائے کہنا اور معنے رکھتا ہے جب تک تو وہاں نہ پہنچے، ان معنیٰ کو نہیں پاسکتا۔

صوفیاء کا ایک گروہ جو تنزیہ روحی تک پہنچے ہیں اور عرش کے اوپر اس کو معلوم کیا ہے۔ انہوں نے اس تنزیہ کو، تنزیہ الٰہی جل شانہٗ، تصور کیا ہے۔ اور اس مقام کے علوم و معارف کو علوم غامضہ یعنی پوشیدہ علوم کہا ہے اور استوا کے سر کو اس مقام میں حل کیا ہے اور حق یہ ہے کہ وہ نور روح کا نور ہے۔

فقیر کو بھی اس مقام کے حاصل ہونے کے وقت اس قسم کا اشتباہ پیدا ہوا تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ کی عنایت نے اس بھنور سے نکالدیا تو معلوم ہوا کہ وہ نور روح کا نور تھا نہ نور الٰہی جل شانہ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم بھی ہدایت نہ پاتے) چونکہ روح لامکانی ہے اور بیچگونگی کی صورت میں مخلوق ہے، اس لئے اشتباہ کا محل ہو جاتا ہے۔ وَاللّٰهُ یُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ (اللہ تعالیٰ حق ثابت کرتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے)۔

ان میں سے ایک گروہ اس فوق العرش روح کے نور کو ہمراہ لے کر نیچے آ جاتے ہیں اور اس کے ساتھ بقا حاصل کرتے ہیں اور اپنے آپ کو تشبیہ اور تنزیہ کا جامع جانتے ہیں اور اگر اس نور کو اپنے آپ سے جدا پاتے ہیں تو فرق بعد الجمع کا مقام تصور کرتے ہیں۔ اس قسم کے مغالطے صوفیوں کو بہت پڑ جاتے ہیں۔ وَهُوَ سُبْحَانَهُ الْعَاصِمُ عَنْ مَظَانِ الْاَغْلَاطِ وَمَحَالِ الْاِخْتِبَاطِ (اللہ تعالیٰ ہی لغزش کے مقام اور خبط کی جگہ سے بچانیوالا ہے۔)

جاننا چاہئے کہ روح اگرچہ عالم بیچون کے ساتھ نسبت رکھتی ہے۔ لیکن در حقیقت دائرہ چون میں داخل ہے۔ گویا عالم چون اور بارگاہ حقیقی کے درمیان برزخ ہے اور دونوں طرف کا رنگ رکھتا ہے اور ہر دو اعتبار اس میں صحیح ہیں۔ برخلاف بیچون حقیقی کے کہ چون کو ہرگز اس کی طرف راہ نہیں ہے۔ پس جب تک روح کے تمام مقامات سے عروج نہ کریں اس اسم تک نہیں پہنچتے۔ پس اول آسمان سے لیکر عرش تک کے تمام طبقات سے گزرنا پڑتا ہے اور لوازم امکان سے پورے طور پر نکلنا پڑتا ہے۔ بعد ازاں عالم ارواح کے تمام لامکانی مراتب کو بھی طے کرنا پڑتا ہے۔ پھر اس اسم تک پہنچتے ہیں۔

خواجہ پندارد کہ مرد واصل است   حاصل خواجہ بجز پندار نیست

ترجمہ خیال کرتا ہے خواجہ کہ مرد واصل ہوں

سوائے خیال کے خواجہ کو کچھ نہیں حاصل

حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ اس عالم خلق کے آگے عالم امر ہے اور عالم امر کے آگے اسماء و شیونات کے ظلّی اور اصلی اور اجمالی اور تفصیلی مراتب ہیں۔ ان ظلّی اور اصلی اور اجمالی اور تفصیلی مراتب کے بعد مطلوب حقیقی کو ڈھونڈنا چاہئے۔ دیکھیں اس جستجو سے کس کو نوازش فرماتے ہیں اور کس صاحب دولت کو اس سعادت سے مشرف کرتے ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوا الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے) ہمت کو بلند رکھنا چاہئے اور جو کچھ راہ میں آئے اس پر قناعت نہ کرنی چاہئے اور اس کو وراء الوراء میں ڈھونڈنا چاہئے۔

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ وَ دُوْنَهَا　　قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ خَيُوْفٌ

ترجمہ　　ہائے پہنچوں کس طرح میں یار تک

راہ میں ہیں پُر خطر کوہ اور غار

تنبیہ۔دائمی وصل اور استمراری وقت اس شخص کیلئے مسلّم ہے جو فنائے مطلق سے متحقق ہونے کے بعد بقاباللہ سے مشرف ہوا ہو اور اس کا علم حصولی علم حضوری سے تبدیل ہو گیا ہو۔اس بحث کو ذرا زیادہ تشریح کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ وہ علم جو عالم کو اپنی ذات کی ماسوائے سے حاصل ہوتا ہے۔اس کے حاصل ہونے کا طریق عالم کے ذہن میں معلوم کی صورت کا حاصل ہونا ہے اور جس علم میں صورت کے حصول کی طرف محتاج نہ ہوں وہ اپنی ذات کا علم ہے اور یہی علم حضوری ہے کیونکہ ذات بنفسہ عالم میں حاضر ہے اور علم حصولی میں جب تک معلوم کی صورت ذہن میں حاصل رہتی ہے۔تب تک معلوم کی طرف توجہ رہتی ہے اور جب وہ صورت ذہن سے زائل ہو جاتی ہے وہ ذہنی توجہ بھی زائل ہو جاتی ہے۔پس علم حصولی میں توجہ کا دائمی ہونا محال عادی یعنی از روئے عادت کے محال ہے۔برخلاف علم حضوری کے کہ اس میں معلوم سے غافل ہونا غیر متصور ہے۔کیونکہ اس علم کے ثابت ہونے کا منشاء عالم کی ذات کا حضور ہے اور چونکہ یہ حضور دائمی ہے۔اس لئے ذات کا علم بھی دائمی ہوگا۔پس اپنی ذات سے توجہ کا زائل ہونا ممکن نہیں ہے۔اور بقاباللہ میں علم حضوری ہے۔جس کا زوال متصور نہیں ہے۔تو گمان نہ کرے کہ بقا باللہ کے یہ معنی ہیں کہ تو اپنے آپ کو حق تعالیٰ کا عین معلوم کرے۔جس طرح کہ اس گروہ میں سے بعض نے اس کی تعبیر حق الیقین سے کی ہے۔ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ بقاباللہ جو فنائے مطلق کے بعد حاصل ہوتا ہے اس قسم کے علوم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتا۔اور یہ حق الیقین کہ جس کو بعض نے کہا ہے اس بقا کے مناسب ہے جو جذبہ میں حاصل ہوتا ہے اور وہ بقاء جو اصلی مقصود ہے وہ اور ہے۔ع

ذوق ایں نشنا سی بخدا تا نچشی

ترجمہ　مزہ تجھ کو نہ آئیگا نہ جب تک ان کو کھائیگا

پس استمرار توجہ اور دوام حضور بقاباللہ کی صورت میں ثابت ہوا۔بقاباللہ کے ساتھ متحقق ہونے سے پہلے دوام حضور ممکن نہیں ہے۔اگرچہ بہت لوگوں کو اس مقام تک پہنچے سے پہلے ہی علی الخصوص طریقہ علیہ نقشبندیہ میں اس معنیٰ کا وہم دامنگیر ہو جاتا ہے۔ وَالْحَقُّ مَا حَقَّقْتُ وَالصَّوَابُ مَا اُلْهِمْتُ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ (لیکن حق یہی ہے جو میں نے ثابت کیا۔اور بہتر وہی ہے جو مجھے الہام ہوا اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جاننے والا ہے اور سب کی بازگشت اسی کی

طرف ہے)۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ دَائِمًا وَّسَرۡمَدًا اول و آخر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ہمیشہ صلوٰۃ وسلام ہو۔

مکتوب ۲۸۶

اہل سنت و جماعت کی آرائے صائبہ کے موافق صحیح اعتقاد کے بیان میں جو کتاب و سنت سے ماخوذ ہے۔ اور ان لوگوں کے رد میں جنہوں نے کتاب و سنت سے اہل سنت و جماعت کے معتقدات کے برخلاف سمجھا ہے۔ یا کشف کے ساتھ اہل حق کا خلاف معلوم کیا ہے۔ مولانا اَمان اللہ فقیہ کی طرف صادر فرمایا ہے:-

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بداں اَرۡشَدَكَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاَلۡهَمَكَ سِوَآءَ الصِّرَاطِ۔ اللہ تعالیٰ تجھے سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔

تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ طریق سلوک کی جملہ ضروریات میں سے ایک اعتقاد صحیح ہے جس کو علمائے اہل سنت و جماعت نے کتاب و سنت اور آثار سلف سے استنباط فرمایا ہے اور کتاب و سنت کو ان معانی پر محمول رکھنا بھی ضروری ہے۔ جن معانی کو تمام علمائے اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت نے اس کتاب و سنت سے سمجھا ہے اور اگر بالفرض کشف و الہام کے ساتھ ان معانی مفہومہ کے برخلاف کوئی امر ظاہر ہو تو اس کا اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ اور اس سے پناہ مانگنی چاہئے۔ مثلاً وہ آیات و احادیث جن کے ظاہر سے توحید سمجھی جاتی ہے۔ اور ایسے ہی احاطہ اور سریان اور قرب اور معیّت ذاتیہ معلوم ہوتے ہیں۔ جب علمائے حق نے ان آیات و احادیث سے یہ معنی نہیں سمجھے ہیں۔ تو اگر اثنائے راہ میں سالک پر یہ معانی منکشف ہو جائیں اور سوائے ایک کے اور کو موجود نہ پائے اور اس کو محیط بالذات جانے۔ اور از روئے ذات کے قریب جانے۔ اگرچہ اس وقت وہ غلبہ حال اور سکر وقت کے باعث معذور ہے لیکن اس کو چاہئے کہ ہمیشہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا اور زاری کرتا رہے تاکہ اس کو اس بھنور سے نکال کر وہ امور جو علمائے اہل حق کی آرائے صائبہ کے مطابق ہیں، اس پر منکشف کرے اور ان کے معتقدات حقہ کے برخلاف سر مو ظاہر نہ کرے۔

غرض علمائے اہل حق کے معانی مفہومہ کو اپنے کشف کا مصداق اور اپنے الہام کی کسوٹی بنانا چاہئے۔ کیونکہ وہ معانی جو ان کے مفہومہ معانی کے برخلاف ہیں محل کے اعتبار سے ساقط ہیں کیونکہ ہر مبتدع یعنی بدعتی اور ضال یعنی گمراہ کتاب و سنت ہی کو اپنے معتقدات کا مقتدا جانتا ہے اور اپنے ناقص

فہم کے موافق اسی سے معانی غیر مطابقہ سمجھ لیتا ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْراً وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْراً (اکثر کو ہدایت دیتا ہے اور اکثر کو گمراہ کرتا ہے) اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ علمائے اہل حق کے معانی مفہومہ معتبر ہیں اور ان کے برخلاف معتبر نہیں ہے وہ اس سبب سے کہ انہوں نے ان معانی کو آثار صحابہ و سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے چشمہ سے اخذ کیا ہے۔ اور ان کے نجوم ہدایت کے انوار سے اقتباس فرمایا ہے۔ اسی واسطے نجات ابدی انہیں پر مخصوص ہے اور فلاح سرمدی انہی کے نصیب ہے۔ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں۔ خبردار یہی اللہ تعالیٰ کا گروہ خلاصی پانیوالا ہے) اور اگر بعض علماء اعتقاد حقہ کے باوجود فرعیات میں سستی کریں اور تقصیرات کے مرتکب ہوں تو عملیات میں مطلق علماء کا انکار کرنا اور سب کو مطعون کرنا محض بے انصافی اور صرف مکابرہ یعنی ہٹ دھرمی ہے بلکہ اس میں دین کی اکثر ضروریات کا انکار ہے کیونکہ ان ضروریات کے ناقل اور ان کے کھوٹے کھرے کو پہنچاننے والے یہی لوگ ہیں۔

لَوْلَا نُوْرُ هِدَايَتِهِمْ لَمَا اهْتَدَيْنَا وَلَوْلَا تَمْيِيْزُ هُمُ الصَّوَابَ عَنِ الْخَطَاءِ لَغَوَيْنَا وَهُمُ الَّذِيْنَ بَذَلُوْا جُهْدَهُمْ فِيْ اِعْلَاءِ كَلِمَةِ الدِّيْنِ الْقَوِيْمِ وَاسْلَكُوْا طَرِيْقَ كَثِيْرًا مِنَ النَّاسِ عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ فَمَنْ تَابَعَهُمْ اَفْلَحَ وَ نَجَا وَمَنْ خَالَفَهُمْ ضَلَّ وَاَضَلَّ۔ اگر ان لوگوں کا نور ہدایت ہم کو نہ پہنچتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ اور اگر یہ لوگ صواب کو خطا سے الگ نہ کر دیتے تو ہم گمراہ رہتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی ساری کوشش کو دین قویم کے کلمہ کو بلند کرنے میں لگا دیا اور اکثر لوگوں کو صراط مستقیم پر چلایا۔ جس نے ان کی متابعت کی وہ بچ گیا اور نجات پا گیا اور جس نے ان کی مخالفت کی وہ خود بھی گمراہ ہوا اور اس نے اَوروں کو بھی گمراہ کیا۔

جاننا چاہئے کہ صوفیہ کے معتقدات آخر کار یعنی منازل سلوک کے طے کرنے اور ولایت کے اعلیٰ درجات تک پہنچنے کے بعد علمائے اہل حق کے یہی معتقدات ہیں۔ علماء ان کو نقل و استدلال سے حاصل کرتے ہیں اور صوفیہ کشف و الہام سے۔ اگرچہ بعض صوفیہ کو اثنائے راہ میں سکر وقت اور غلبہ حال کے باعث ان معتقدات کے مخالف امور ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ان کو ان مقامات سے گزار کر نہایت کار تک پہنچائیں۔ تو وہ امور گرد کی طرح اڑ جاتی ہیں اور اگر اس مخالفت پر رہیں تو بھی امید ہے کہ اس مخالفت پر ان کو مواخذہ نہ کریں گے۔ ان کا حکم مجتہد مخطی کا حکم ہے۔ یعنی مجتہد نے استنباط میں خطا کی۔ اور صوفیہ نے کشف میں۔

صوفیہ کی جملہ مخالفات میں سے ایک وحدت وجود اور احاطہ اور قرب اور معیّت ذاتیہ کا حکم ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا اور ایسا ہی صفات سبعہ یا ثمانیہ کے وجود سے ان کا انکار ہے جو ذات باری تعالیٰ پر وجود

زائد کے ساتھ خارج میں موجود ہیں۔ کیونکہ علمائے اہل سنت وجماعت صفات کو حق تعالیٰ کی ذات پر وجود زائد کے ساتھ خارج میں موجود جانتے ہیں۔ ان کا انکار اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت ان صفات کے آئینہ میں ان کو حق تعالیٰ کی ذات مشہود ہوتی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ دیکھنے والے کی نظر سے آئینہ پوشیدہ رہتا ہے۔ پس اس اخفاء کے باعث خارج میں ان کے عدم وجود کا حکم کر دیتے ہیں۔ اور گمان کرتے ہیں کہ اگر خارج میں موجود ہوتیں تو مشہود ہوتیں۔ فَحَیْثُ لَا شَهُوْدَ لَا وُجُوْدَ (چونکہ شہود نہیں اس لئے موجود بھی نہیں) اور علماء پر اس سبب سے کہ انہوں نے صفات کے وجود کا حکم کیا ہے طعن کرتے ہیں بلکہ کفر اور ثنویہ یعنی دو بینی کا حکم کرتے ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنِ الْجُرْءَ ةِ فِی الطَّعْنِ (اللہ تعالیٰ ہم کو طعن کی جرأت سے بچائے) اگر ان کو اس مقام سے ترقی ہو جاتی اور ان کا شہود اس پردہ سے نکل آتا اور مراتیت کا حکم زائل ہو جاتا اور صفات کو جدا دیکھتے تو انکار کا حکم نہ کرتے اور ان کی نوبت علمائے بزرگوار کے طعن تک نہ پہنچتی۔

اور ان کے جملہ مخالفات میں سے دوسری یہ ہے کہ یہ لوگ بعض ایسے امور کا حکم کرتے ہیں جو واجب تعالیٰ کے ایجاب کو مستلزم ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ ایجاب کے لفظ کا اطلاق نہیں کرتے۔ اور ارادہ کو ثابت کرتے ہیں۔ لیکن درحقیقت ارادہ کی نفی کرتے ہیں۔ اس حکم میں یہ تمام لوگ اہل ملت کے مخالف ہیں۔ ان امور میں سے ایک یہ ہے کہ یہ لوگ اس بات کا حکم کرتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ قدرت کے ساتھ قادر ہے ان معنی میں کہ اِنْ شَاءَ فَعَلَ وَاِنْ لَمْ يَشَاءْ لَمْ يَفْعَلْ (اگر چاہے گا کرے گا اور اگر نہ چاہے گا نہ کرے گا) لیکن شرطیہ اولیٰ کو واجب الصدق جانتے ہیں اور شرطیہ ثانیہ کو ممتنع الصدق۔ یہ قول بھی ایجاب تک پہنچ جاتا ہے بلکہ قدرت کا ان معنیٰ کے لحاظ سے بھی انکار ہے جو اہل ملت کے نزدیک ثابت و مقرر ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک قدرت کے معنیٰ صحت فعل اور ترک کے ہیں۔ اور ان کے قول سے فعل کا وجوب اور ترک کا امتناع لازم آتا ہے۔ فَاَیْنَ هٰذَا مِنْ ذٰلِكَ اس میں اور اس میں بہت فرق ہے۔

اس مسئلہ میں ان کا مذہب بعینہ حکماء کا مذہب ہے اور صدق اولیٰ کے وجوب اور صدق ثانیہ کے امتناع کے باوجود ارادہ کا ثابت کرنا اور اس اثبات کے ساتھ اپنے آپ کو حکماء سے جدا کرنا نافع نہیں ہے۔ کیونکہ ارادہ کے معنیٰ دو تساوی چیزیوں میں سے ایک کو خاص کرنے کے ہیں۔ پس جہاں تساوی و مساوات نہیں ہے وہاں ارادہ بھی نہیں اور اس جگہ وجوب اور امتناع کے درمیان تساوی و مساوات معدوم ہے۔ فافہم۔

اور ان امور میں سے دوسرا یہ ہے کہ مسئلہ قضا و قدر کی تخصیص میں ان کا بیان اس طرح پر ہے

جس کا ظاہر ایجاب ہے اور اس بحث میں ان کی جملہ عبارات میں سے ایک یہ عبارت ہے کہ اَلْحَاکِمُ مَحْکُوْمٌ وَالْمَحْکُوْمُ حَاکِمٌ (حکام محکوم ہے اور محکوم حاکم ہے) ایجاب سے قطع نظر کر کے حق تعالیٰ کو کسی کا محکوم بنانا اور کسی کو اس پر حاکم مقرر کرنا بہت ہی برا ہے۔ اِنَّھُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْکَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا (یہ لوگ بہت ہی برے اور جھوٹ بات بولتے ہیں) اور ابھی اس قسم کی بہت سے مخالفتیں ہیں کَقَوْلِھِمْ اِمْکَانُ رُؤْیَتِ الْحَقِّ سُبْحَانَہٗ لَیْسَتْ اِلَّا بِالتَّجَلِّی الصُّوْرِیِّ (حق سبحانہ کی رویت تجلی صوری کے سوانا ممکن ہے) یہ قول بھی حق تعالیٰ کی رویت کو مستلزم ہے۔ وہ رویت جو انہوں نے تجلی صوری میں تجویز کی ہے، در حقیقت حق تعالیٰ کی رویت نہیں ہے۔ وہ شبح و مثال کی رویت ہے۔

یَرَاہُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِغَیْرِ کَیْفٍ   وَاِدْرَاکٍ وَّ ضَرْبٍ مِنْ مِّثَالٍ

ترجمہ مومن خدا کو دیکھیں گے جنت میں خوش خصال

بے کیف و بے شباہت و بے درک و بے مثال

کَقَوْلِھِمْ بِتَقَدُّمِ اَرْوَاحِ الْکُمَّلِ لِاَزْلِیَتِھَا یعنی یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ کاملین کی ارواح ازل ہی سے قدیم ہیں۔

ان کا یہ قول بھی اہل اسلام کے مخالف ہے کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک تمام عالم بمع اپنے اجزاء کے محدث ہے۔ اور ارواح بھی جملہ عالم میں سے ہیں۔ کیونکہ تمام ماسوائے اللہ کا نام عالم ہے۔ فافہم۔

پس سالک کو چاہئے کہ حقیقت حال تک پہنچنے سے پہلے اپنے کشف والہام کے بر خلاف علمائے اہل حق کی تقلید کو لازم جانے اور علماء کو حق پر اور اپنے آپ کو خطا پر خیال کرے کیونکہ علماء کی مسند انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید ہے۔ جن کی تائید وحی قطعی سے کی گئی ہے اور خطا و غلط سے معصوم ہیں اور کشف والہام وحی کے ساتھ ثابت ہوئے احکام کے مخالف ہونے کی صورت میں سراسر خطا اور غلط ہیں۔ پس اپنے کشف کو علماء کے قول پر مقدم کرنا در حقیقت احکام قطعیہ منزلہ پر مقدم کرنا ہے اور یہ عین گمراہی اور محض خسارہ ہے اور نیز جس طرح کتاب و سنت کے موافق اعتقاد کا درست کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح ان کے موافق جیسا کہ علمائے مجتہدین نے کتاب و سنت سے استنباط فرمایا ہے۔ اور احکام حلال و حرام و فرض و واجب و مستحب و مکروہ و مشتبہ ان سے نکالے ہیں، ان کا علم و عمل بھی ضروری ہے۔ مقلد کو لائق نہیں کہ مجتہد کی رائے کے بر خلاف کتاب و سنت سے احکام اخذ کرے اور ان پر عمل کرے اور عمل کرنے میں اس مجتہد کے مذہب سے جس کا وہ تابع ہے قول مختار کو اختیار کرے اور رخصت سے اجتناب کر کے عزیمت پر عمل کرے اور جہاں ہو سکے مجتہدین کے اقوال جمع کرنے میں کوشش کرے تاکہ متفق علیہ قول پر عمل واقع ہو۔

مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وضو میں نیت کو فرض کہتے ہیں۔ نیت کے بغیر وضو نہ کریں اور ایسے ہی ترتیب اور اعضاء کے دھونے اور تواتر کو بھی لازم جانتے ہیں ترتیب و تواتر کی بھی رعایت کرنی چاہیے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اعضا کے دھونے میں دلک یعنی ملنے کو فرض کہتے ہیں۔ اعضا کو ملنا بھی چاہیے۔

ایسا ہی لمس نساء اور مس ذکر کو وضو کا ناقص یعنی توڑنے والا کہتے ہیں۔ لمس نساء اور مس ذکر کے واقع ہونے کی صورت میں از سر نو وضو کر لے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

ان دو اعتقادی و عملی پروں کے حاصل ہونے کے بعد قُرب ایزدی جل شانہٗ کے مدارج عروج کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور منازل ظلمانی اور سالک نورانی کے قطع کرنے کا طالب ہونا چاہیے۔

لیکن جاننا چاہیے کہ ان منازل کا قطع کرنا اور ان مدارج پر عروج کرنا شیخ کامل مکمل راہ داں، راہ بین، راہنما کی توجہ و تصرف پر وابستہ ہے جس کی نظر امراض قلبی کو شفا بخشنے والی ہے اور اس کی توجہ ناپسندیدہ ردی اخلاق کو دور کرنے والی ہے۔ پس طالب کو چاہیے کہ اول شیخ کی طلب کرے۔ اگر محض فضل خداوندی سے اس کو شیخ کا پتہ بتلا دیں تو شیخ کی معرفت کو نعمت عظمیٰ تصور کر کے اپنے آپ کو اس کا ملازم بنائے اور ہمہ تن اس کے تصرف کے تابع ہو جائے۔

شیخ الاسلام ہروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الٰہی یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا کیا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا اس نے تجھ کو پا لیا۔ اور جب تک تجھ کو نہ پایا ان کو نہ پہچانا۔ اور اپنے اختیار کو کلی طور پر شیخ کے اختیار میں گم کر دے اور اپنے آپ کو تمام مرادوں سے خالی کر کے کمر ہمت کو اس کی خدمت میں باندھے۔ اور جو کچھ شیخ اس کو فرمائے اس کو اپنی سعادت کا سرمایہ جان کر اس کے بجالانے میں جان سے کوشش کرے۔ شیخ مقتدا اگر ذکر کو اس کی استعداد کے مناسب دیکھے گا تو اس کا امر کرے گا۔ اور اگر توجہ و مراقبہ کے مناسب دیکھے گا تو اس کی طرف اشارہ کرے گا اور اگر صرف صحبت ہی میں رہنا اس کیلئے کافی دیکھے گا تو اس کا امر کرے گا۔

غرض شیخ کی صحبت کے حاصل ہونے کے باوجود ذکر اور شرائط راہ میں سے کسی شرط کی حاجت نہیں ہے جو کچھ طالب کے حال کے مناسب دیکھے گا، فرما دے گا اور اگر راستہ کی بعض شرائط میں تقصیر واقع ہو گی تو شیخ کی صحبت اس کا تدارک کر دے گی اور اس کی توجہ اس کی کمی کو پورا کر دے گا اور اگر ایسے شیخ مقتدا کے شرف صحبت سے مشرف نہ ہو تو پھر اگر مرادوں میں سے ہے تو اس کو اپنی طرف جذب کر لیں گے۔ اور محض عنایت بیغایت سے اس کا کام کر دیں گے۔ اور جو شرط و ادب کہ اس کیلئے درکار ہو گا۔ اس کو جتلا دیں گے اور منازل سلوک کے قطع کرنے میں بعض بزرگواروں کی روحانیات کو اس کے

راستہ کا وسیلہ بنائیں گے۔ کیونکہ عادت اسی طرح جاری ہے کہ راہِ سلوک کے طے کرنے میں مشائخ کی روحانیات کا وسیلہ درکار ہے اور اگر مریدوں میں سے ہے تو اس کا کام شیخ مقتدا کے وسیلہ کے بغیر مشکل ہے۔ جب شیخ مقتدا نہ ملے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاوزاری کرتا رہے تاکہ اس کو شیخ مقتدا تک پہنچادیں اور نیز چاہئے کہ شرائط راہ کی رعایت کو لازم جانے۔ شرائط مشائخ کی کتابوں میں مفصل طور پر بیان ہو چکی ہیں۔ وہاں سے ملاحظہ کر کے ان کو مد نظر رکھیں۔

شرائط راہ میں سے اعلیٰ اور اعظم شرط نفس کی مخالفت ہے اور وہ مقام ورع و تقویٰ کی رعایت پر موقوف ہے۔ جو محارم یعنی حرام سے ہٹ جانے سے مراد ہے اور محرمات و حرام سے نہیں بچ سکتے۔ جب تک فضول مباحات سے پرہیز نہ کریں کیونکہ مباحات کے ارتکاب میں نفس کی باگ کا ڈھیلا کرنا مشتبہات تک پہنچادیتا ہے اور مشتبہ حرام کے نزدیک ہے اور حرام میں گر پڑنے کا احتمال قوی ہے۔ مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشَكُ اَنْ یَّقَعَ فِیْهِ (جو شخص چراگاہ کے گرد پھرا وہ بیشک اس میں جا پڑے گا) پس محرمات سے بچنا فضول مباحات سے بچنے پر موقوف ہوا۔ پس ورع میں فضول مباحات سے بچنا بھی ضروری ہوا اور ترقی و عروج ورع پر وابستہ ہے۔

اس کا بیان یہ ہے کہ اعمال کے دو جزو ہیں ایک امتثال اوامر یعنی امر کا بجالانا دوسرا انتہا از مناہی یعنی منہیات سے بچنا۔ امتثال امر میں قدسی یعنی فرشتے بھی شامل ہیں۔ اگر امتثال امر میں ترقی واقع ہوتی تو قدسیوں کو بھی واقع ہوتی۔ اور مناہی سے بچ رہنا قدسیوں میں نہیں ہے کیونکہ وہ بالذات معصوم ہیں اور مخالفت کی مجال نہیں رکھتے تاکہ اس سے نہی کی جائے۔ پس معلوم ہوا کہ ترقی اسی جزو پر وابستہ ہے اور یہ اجتناب سراسر نفس کی مخالفت ہے کیونکہ شریعت ہوائے نفسانی اور رسوم ظلمانی کے دفع کرنے اور مٹانے کیلئے وارد ہوئی ہے۔ چونکہ نفس کی طبعی خواہش محرم کا ارتکاب یا فضول امر کا ارتکاب ہے جو محرم کے ارتکاب تک پہنچادیتا ہے۔ اس لئے محرم و فضول کے اجتناب میں نفس کی عین مخالفت ہے۔

اگر سوال کریں کہ امتثال اوامر میں بھی نفس کی مخالفت ہے۔ کیونکہ نفس نہیں چاہتا کہ عبادات میں مشغول ہو پس امتثال بھی ترقی کا مستلزم ہوگا۔ اور چونکہ ملائکہ میں امتثال کی مخالفت مفقود ہے۔ اس لئے ان کی ترقی کا سبب نہیں ہے۔ پس قیاس مع الفارق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عبادات میں نفس کا راضی نہ ہونا اس سبب سے ہے کہ وہ اپنی فراغت و آرام کا خواہاں ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ اپنے آپ کو کسی چیز سے مقیّد کرے۔ اور یہ فراغت اور عدم تقلید بھی محرم میں داخل ہے یا فضول میں۔ پس امتثال اوامر میں نفس امارہ کی مخالفت اس محرم یا فضول سے اجتناب کے باعث ہے نہ صرف ادائے اوامر کے باعث جو کہ ملائکہ کو بھی حاصل ہے۔ پس قیاس صحیح ہے۔ پس جس طریق میں نفس کی مخالفت زیادہ تر

ہے وہی سب طریقوں سے اقرب اور زیادہ تر نزدیک ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ تمام طریقوں میں سے طریقہ علیہ نقشبندیہ میں نفس کی مخالفت کو زیادہ تر مد نظر رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان بزرگواروں نے عمل عزیمت پر اختیار کیا ہے اور رخصت سے اجتناب فرمایا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ عزیمت میں محرم و فضول کے اجتناب کے دونوں جزو مد نظر ہوتے ہیں۔ برخلاف رخصت کے کہ فقط محرم کا اجتناب ہے اگر کوئی یہ کہے کہ ہو سکتا ہے کہ باقی طریقوں نے بھی عزیمت کو اختیار کیا ہو۔ تو میں کہتا ہوں کہ اکثر طریقوں میں سماع ورقص ہے۔ بڑے تامل کے بعد کام رخصت تک پہنچ جاتا ہے۔ عزیمت کی اس میں کیا مجال ہے ایسا ہی ذکر جہر ہے جس میں رخصت سے زیادہ متصور نہیں۔

اور نیز دوسرے سلسلوں کے مشائخ نے اپنے اپنے طریقوں میں بعض حقانی نیتوں کے باعث امور محدثہ یعنی نئے نئے امور پیدا کئے ہیں جن میں نہایت صحت و تحقیق کے بعد رخصت ہی کا حکم ہے۔ برخلاف اس سلسلہ علیہ کے بزرگواروں کے جو سرِ مُوسنّت کی مخالفت پسند نہیں کرتے اور ابداع و احداث یعنی کسی نئے امر کا پیدا کرنا روا نہیں رکھتے۔ پس اس طریق میں نفس کی مخالفت پورے طور پر ہے۔ اسلئے یہی طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے۔ پس طالب کیلئے اس طریق کا اختیار کرنا نہایت ہی بہتر اور مناسب ہے کیونکہ یہ راہ نہایت اقرب ہے اور مطلب کمال رفعت میں ہے لیکن ان کے متاخرین خلفاء کی ایک جماعت نے ان بزرگواروں کے اوضاع و اطوار کو ترک کر کے اس طریق میں بعض نئے نئے امور پیدا کئے ہیں۔ اور سماع ورقص و ذکر جہر کو اختیار کیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اس خاندان بزرگ کے بزرگواروں کی نیتوں کی اصل حقیقت تک نہیں پہنچے۔ یہ لوگ اپنے زعم میں خیال کرتے ہیں کہ ان محدثات اور مبدعات یعنی نئے امور اور بدعتوں سے اس طریقہ کی تکمیل اور تتمیم کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اس کی بربادی اور خرابی میں کوشش کر رہے ہیں۔ وَاللّٰہُ یُحِقُّ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ اللہ تعالیٰ حق بات کو پسند کرتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے۔

مکتوب ۲۸۷

جذبہ اور سلوک اور ان معارف کے بیان میں جو ان دونوں مقاموں کے مناسب ہیں۔
اپنے برادر حقیقی حقائق آگاہ میاں غلام محمد کی طرف صادر فرمایا ہے:-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْجَاءَ تْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَخَتَمَھُمْ بِاَفْضَلِھِمْ وَاَکْمَلِھِمْ مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلٰی مَنْ تَابَعَھُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اٰمِیْنَ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس

نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں اور ان کو ختم کیا ان کے افضل اور اکمل یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جو صدق کے ساتھ آئے۔ان پر اور ان کے تمام تابعداروں پر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوات وبرکات ہوں۔ آمین

دیکھنے میں آتا ہے کہ طالب اپنی کم ہمتی اور پست فطرتی اور شیخ کامل مکمل کی صحبت نہ پانے کے باعث دراز راستہ اور بلند مطلب کو چھوٹے راستہ اور ادنیٰ مطلب پر لے آئے ہیں اور جو کچھ ان کو راستہ میں حقیر و نقیر یعنی ہیچ پوچ حاصل ہوا ہے اسی پر کفایت کر کے اسی کو اصلی مقصد خیال کئے بیٹھے ہیں اور اس کے حاصل ہونے سے اپنے آپ کو کامل اور منتہی سمجھے بیٹھے ہیں۔اور وہ احوال جو راہ کے منتہیوں اور درگاہ کے واصلوں نے اپنے کام کے انجام اور اپنے روزگار کے نہایت کی نسبت بیان فرمائے ہیں۔یہ پست فطرت لوگ اپنی قوت متخیلہ کے غلبہ کے باعث ان احوال کاملہ کو اپنے احوال ناقصہ کے مطابق کرتے ہیں۔ان کا بعینہ یہی قصہ ہے۔ع

بخواب اندر مگر مُوشے شتر شد

ترجمہ ع خواب میں مُوش بنگیا شتر

انہوں نے بحر عمیق سے قطرہ بلکہ قطرہ کی صورت پر اور دریائے عمان سے بوند بلکہ بوند کی صورت پر قناعت کی ہے اور چون کو بیچون تصور کر کے بیچون سے آرام حاصل کیا ہے اور مانند کو بیمانند خیال کر کے بیمانند کو چھوڑ کر مانند کے ساتھ گرفتار ہوئے ہیں۔ان سالکوں کے احوال سے جنہوں نے ابھی سلوک کو تمام نہیں کیا اور ان پیاسوں کے حالات سے جنہوں نے سراب کے ساتھ آرام حاصل کیا ہوا ہے ان لوگوں کے احوال جو تقلید کے ساتھ بیچون پر ایمان لائے ہیں اور بیمانند کے گرفتار ہیں۔کئی درجے بہتر ہے۔محق اور مبطل (یعنی سچے اور جھوٹے) اور مصیب اور مخطی (یعنی باصواب اور خطاکار) کے درمیان بہت فرق ہے۔ان طالبوں کو جو ابھی مطلب تک نہیں پہنچے اور حادث کو قدیم جانتے ہیں اور چون کو بیچون سمجھتے ہیں۔اگر غیر صحیح کشف پر معذور نہ رکھیں اور اس غلط اور خطا پر مواخذہ نہ کریں۔ تو ان کا حال نہایت ہی افسوس کے قابل ہے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا یا اللہ تو ہماری بھول چوک پر ہمارا مواخذہ نہ کر۔

مثلاً ایک شخص کعبہ کا طالب ہوا اور شوق سے اس کی طرف پہنچنے کے لئے متوجہ ہوا۔اتفاقاً اثنائے راہ میں خانہ کعبہ جیسا ایک اور خانہ اس کے سامنے آیا صورت کی مشابہت کے باعث اس شخص نے خیال کیا کہ کعبہ ہے اور وہیں معتکف ہو کر بیٹھ گیا اور دوسرے شخص نے کعبہ کے خواص کو کعبہ کے واصلوں

سے معلوم کر کے کعبہ کی تصدیق کی اس شخص نے اگرچہ طلب سے کعبہ کی راہ میں قدم نہیں رکھا۔ لیکن اس نے غیر کعبہ کو کعبہ نہیں جانا ہے یہ شخص اپنی تصدیق میں محق یعنی سچا ہے اور اسکا حال طالب خطاکار مذکور سے بہتر ہے لیکن اس طالب کا حال جو ہر چند مقصد تک نہیں پہنچا ہے۔ لیکن اس نے غیر مطلب کو مطلب نہیں سمجھا ہے۔ اس مقلد محق کے حال سے جس نے ابھی راہ مطلب میں قدم نہیں رکھا بہتر ہے کیونکہ اس نے مطلوب کے تصدیق کی حقیقت کے باوجود مطلوب کے راہ کی مسافت کو مجمل طور پر قطع کیا ہے۔ پس زیادت و برتری اس کے لئے متحقق وثابت ہوگی اور ان میں سے ایک گروہ کے لوگ اپنے اس خیالی کمال کو وہمی وصال سے شیخی اور خلق کی اقتدا کی مسند پر بیٹھے ہیں اور اپنی منقصت کے باعث کمالات کے بہت سے مستعدوں کی استعداد کو ضائع کر دیا ہے اور اپنی صحبت کی سردی کی شومی سے طالبوں کی طلب کی حرارت کو دور کر دیا ہے ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا ضَاعُوْا فَاَضَاعُوْا (یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور آپ بھی ضائع ہوئے اور دوسروں کو بھی ضائع) کیا کمالات کا اس قسم کا تخیل اور وصال کا توہم سالکانِ مجذوب نارسیدہ کی نسبت مجذوبان سلوک ناکردہ میں زیادہ تر ہے۔ کیونکہ مبتدی اور منتہی جذب کی صورت میں ایک دوسرے کے مشابہ اور عشق و محبت میں بظاہر ایک دوسرے کے مساوی ہیں۔ اگرچہ حقیقت میں ایک دوسرے کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتے اور ایک دوسرے کے احوال جدا ہیں۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ابتدا میں جو کچھ ہے معلول ہے اور غرض پر محمول ہے اور انتہا میں چونکہ حق کے ساتھ ہے سب کچھ حق کے لئے ہے۔ اس سخن کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب مذکور ہوگی۔ یہ صوری مشابہت اور ظاہری مناسبت اس تخیل کا باعث ہو جاتی ہے اور چونکہ طریقہ علیہ نقشبندیہ میں جذب سلوک پر مقدم ہے۔ اس لئے اس طریق کے مجذوبوں کو جو سلوک کی دولت سے مشرف نہیں ہوئے اس قسم کا تخیل اور اس طرح کا وہم بہت پیدا ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک اور جماعت کے لوگ جن کو مقام جذبہ میں تقلب حاصل ہوتا ہے اور ایک حال سے دوسرے حال میں بدلتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ منازل سلوک قطع ہو گئیں اور سیر الی اللہ کے راستے طے ہو چکے ہیں اور ان تقلبات سے اپنے آپ کو مجذوب سالک جانتے ہیں۔ اس لئے خاطر فاتر میں آیا کہ چند فقرے لکھے جائیں جن میں جذبہ اور سلوک کی حقیقت اور ان ہر دو مقام کے درمیان فرق ظاہر ہو اور ہر ایک کے خواص کو بیان کیا جاوے جن کے سبب ایک دوسرے سے متمیز ہو سکے اور جذب مبتدی اور جذب منتہی کے درمیان فرق اور مقام تکمیل وارشاد اور اس مقام کے مناسب علوم کی حقیقت معلوم ہو لِیُحِقَّ الْحَقَّ وَیُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ کَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ تاکہ حق

حق ثابت ہو اور باطل باطل ثابت ہو۔ اگرچہ مجرم لوگ اس کو ناپسند کریں۔

فَشَرَعْتُ فِيْهِ بِحُسْنِ تَوْفِيْقِهٖ سُبْحَانَهٗ وَهُوَ سُبْحَانَهٗ يَهْدِى السَّبِيْلَ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اب میں حق تعالیٰ کی توفیق سے اس بیان کو شروع کرتا ہوں اور وہی سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے اور وہی اچھا مولیٰ اور بہتر وکیل ہے۔

یہ مکتوب دو مقصدوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقصد اول میں ان معارف کا بیان ہے جو مقام جذبہ کے متعلق ہیں اور مقصد ثانی میں ان معارف کا بیان ہے جو مقام سلوک سے تعلق رکھتے ہیں اور خاتمہ میں بعض ان علوم و معارف متفردہ کا بیان ہے۔ جن کا جاننا طالبوں کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔

مقصد اول

جاننا چاہئے کہ وہ مجذوب جنہوں نے ابھی سلوک کو تمام نہیں کیا۔ اگرچہ قوی جذب رکھتے ہوں اور خواہ کسی راہ سے منجذب ہوں۔ ارباب قلوب کے گروہ میں داخل ہیں سلوک اور تزکیہ نفس کے بغیر مقام قلب سے نہیں گزر سکتے تاکہ مقلّب قلب یعنی دل کے پھیرنے والے تک پہنچ جائیں۔ ان کا انجذاب قلبی ہے اور ان کی محبت عرضی ہے نہ ذاتی اور ظلی ہے نہ اصلی۔ کیونکہ اس مقام میں نفس روح کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ظلمت نور کے ساتھ خلط ملط ہوتی ہے۔ منازل سلوک کے قطع کرنے اور سیر الی اللہ کے راستوں کو طے کرنے اور سیر فے اللہ کے ساتھ متحقق ہونے بلکہ مقام فرق بعد الجمع (جو سیر عن اللہ باللہ سے تعلق رکھتا ہے) کے حاصل ہونے کے بعد جب تک روح نفس سے خلاص و آزاد نہ ہو جائے تب تک مقام قلب کی تنگی سے کلی طور پر نہیں نکل سکتے اور مقلّب قلب سے نہیں مل سکتے اور مطلوب کے ساتھ انجذاب روحی پیدا نہیں کر سکتے۔

ہر گدائے مرد میداں کے شود   پشہ آخر سلیماں کے شود

ترجمہ گدا ہوتا نہیں ہے مرد میداں   نہیں مچھر ہے بن سکتا سلیماں

اس بیان سے جذب منتہی اور جذب مبتدی کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا۔ ان صاحبان قلوب مجذوبوں کا شہود پردۂ کثرت میں ہے۔ خواہ وہ ان معنی کو معلوم کریں یا نہ کریں اور اس کثرت میں ان کو عالم ارواح کے سوا اور کچھ مشہود نہیں ہوتا۔ جو لطائف اور احاطہ اور سریان میں اپنے موجد کے مشابہ صورت رکھا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) اور اس مناسبت کے باعث شہود روح کو شہود حق جانتے ہیں اور احاطہ اور سریان اور قرب و معیت بھی اسی قیاس پر ہیں۔ کیونکہ سالک کی نظر مقام فوق تک ہی رہتی ہے اور اس سے آگے مقام فوق، فوق تک عبور نہیں

کر سکتے اور ان کے مقام کا فوق روح کا مقام ہے۔ اس لئے ان کی نظر مقدم روح سے بلند تر نہیں جاتی اور روح کے سوا اور کوئی امر مشہود نہیں ہوتا۔ فوق روح تک نظر کا جانا مقام روح تک پہنچنے پر موقوف ہے اور محبت وانجذاب بھی شہود حق کی طرح ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے ساتھ محبت وانجذاب کا پیدا ہونا فنا کے حاصل ہونے پر موقوف ہے۔ جو سیر الی اللہ کی نہایت سے مراد ہے

ہیچکس راتا نگردد اوفنا نیست رہ دربار گاہ کبریا

ترجمہ جب تلک کوئی نہ ہو جائے فنا رہ نہیں ملتا اسے سوئے خدا

اس مقام میں شہود کا اطلاق میدان عبارت کی تنگی کے باعث ہے۔ ورنہ ان بزرگوں کا کارخانہ شہود کے وراء الوراء ہے جس طرح ان کا مقصد بیچون وبیچگون ہے۔ ان کا اتصال بھی حق تعالیٰ کے ساتھ بیچون وبیچگون ہے چون کو بیچون کی طرف کوئی راہ نہیں لَايَحْمِلُ عَطَايَا الْمَلِكِ اِلَّا مَطَا يَاهُ بادشاہ کے عطیات کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں ؎

اتصال بے تکیف بے قیاس ہست ربّ الناس رابا جان ناس

ترجمہ ہے خُدا کا اپنے بندوں سے اک ایسا اتصال
جس کی کیفیت کا پانا اور سمجھنا ہے محال

محققین ارباب سلوک کے نزدیک جو نہایت کار تک پہنچ چکے ہیں۔ حق تعالیٰ کا احاطہ اور سیریان اور قُرب اور معیّت علمائے اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیھم کے موافق علمی ہے قرب ذاتی وغیرہ کے ساتھ حکم کرنا ان کے نزدیک بے حاصلی اور دوری کی علامت ہے۔ نزدیک کے لوگ قرب کا حکم نہیں کرتے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جو کوئی کہتا ہے کہ میں نزدیک ہوں وہ دُور ہے اور جو کوئی دُور ہے وہ نزدیک ہے۔ تصوف یہی ہے اور وہ علم جو توحید وجودی کے متعلق ہے اس کا سبب قلبی محبت وانجذاب ہے۔ وہ اربابِ قلوب جن کو ابھی جذب حاصل نہیں ہُوا اور سلوک کے طریق پر منازل کو قطع کرتے ہیں۔ یہ علم ان کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا اور ایسے ہی وہ مجذوب جو سلوک کے ساتھ قلب سے پورے طور پر مقلّب قلب کی طرف متوجہ ہیں۔ ان علوم سے بیزار اور توبہ کرتے ہیں۔ بعض مجذوب ایسے ہوتے ہیں جو ہر چند راہ سلوک پر آجاتے ہیں اور سلوک سے منازل کو طے کرتے ہیں۔ لیکن ان کی نظر مقام مالوف سے قطع نہیں ہوتی اور فوق کی طرف توجہ پیدا نہیں کرتی۔ اس قسم کے علوم ان کا دامن نہیں چھوڑتے اور اس بھنور سے نہیں نکل سکتے اسی واسطے مدارج قرب پر عروج کرنے اور مراتب قدس پر صعود کرنے میں لنگڑے رہتے ہیں۔ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا (اے ہمارے رب ہم کو اس گاؤں سے نکال جس کے باشندے ظالم

ہیں اور تو خود ہمارا کارساز اور مددگار بن) ان علوم سے بیزار ہونا نہایت مطلب تک پہنچنے کی علامت ہے۔ کیونکہ جوں جوں تنزیہ کے ساتھ زیادہ زیادہ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ توں توں عالم کی اپنے صانع کیساتھ بے مناسبتی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اس وقت عالم کو صانع کا عین جاننا یا صانع کو عالم کا محیط بالذات سمجھنا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ مَالِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ (چہ نسبت خاک را با عالم پاک)

معرفت - حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں۔

اس عبارت کے معنی یہ ہیں کہ وہ انجذاب و محبت جو منتہیوں کو نہایت میں میسر ہوتی ہے۔ اس طریق میں وہ انجذاب و محبت ابتدا میں پیدا ہو جاتی ہے۔ مندرج ہے کیونکہ منتہی کا جذب روحی ہوتا ہے اور مبتدی کا جذب قلبی اور چونکہ قلب روح اور نفس کے درمیان برزخ ہے۔ اس لئے جذب قلبی کے ضمن میں جذب روحی بھی میسر ہو جاتا ہے اور اس اندراج کو اس طریق کے ساتھ خاص کرنا اگرچہ یہ مطلب تمام جذبات میں حاصل ہے۔ اس سبب سے ہے کہ اس خاندان کے بزرگواروں نے اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ایک خاص طریقہ وضع کیا ہے اور اس مطلب تک پہنچنے کے لئے ایک خاص مسلک تعین کیا ہے اور دوسروں کو یہ مطلب اتفاق کے طور پر حاصل ہوتا ہے۔ ان کے ہاں کوئی خاص ضابطہ اور قاعدہ مقرر نہیں ہے اور نیز ان بزگواروں کے لئے مقام جذبہ میں شان خاص ہوتی ہے۔ جو اَوروں کے لئے نہیں ہوتی اگر ہوتی بھی ہے تو شاذ و نادر ہوتی ہے اسی واسطے ان میں سے بعض کو اس مقام میں بغیر اس بات کے کہ منازل سلوک کو قطع کریں۔ ارباب سلوک کے فنا و بقا کی مانند فنا و بقا حاصل ہو جاتا ہے اور مقام تکمیل کی سیر بھی جو مقام سیر عن اللہ باللہ کے مشابہ ہے۔ میسر ہو جاتی ہے۔ جس کے ساتھ یہ لوگ مستعدوں کی تربیت کرتے ہیں۔ اس مبحث کی تحقیق انشاء اللہ عنقریب لکھی جائے گی۔ یہاں ایک دقیقہ ہے جس کا بیان کرنا ضروری ہے۔

جاننا چاہئے کہ روح کو بدن کے تعلق سے پہلے ایک قسم کی توجہ اپنے مقصود کی طرف حاصل ہوتی ہے۔ جب اس کا تعلق بدن کے ساتھ ہوا۔ تو وہ توجہ زائل ہو گئی۔

اس طریقہ علیہ کے بزرگواروں نے اس سابقہ توجہ کے ظہور کے لئے اس خاص طریقہ کو وضع کیا ہے۔ لیکن چونکہ روح بدن کے ساتھ متعلق ہے اس واسطے توجہ قلبی حاصل ہوتی ہے جو توجہ روح و نفس کی جامع ہے اور کچھ شک نہیں کہ توجہ روحی توجہ قلبی میں مندرج ہے۔ لیکن توجہ روحی جو منتہیوں کے لئے ہے۔ روح کے فنا اور وجود حقانی کے ساتھ اس کے بقا کے بعد ہے۔ جس کو بقا باللہ سے تعبیر کرتے ہیں اور توجہ روحی جو توجہ قلبی کے ضمن میں ہے بلکہ روح کی وہ توجہ بھی جو بدنی تعلق سے پہلے تھی۔ وہ توجہ ہے جو باوجود ہستی روح کے ہے جس کی طرف فنا نے راستہ نہیں پایا اور روح کی

اس توجہ میں باوجود ہستی روح کے ہے۔ اور اس توجہ میں جو روح کے فنا ہونے کے باوجود ہے بہت فرق ہے۔ پس اس توجہ روحی مندرج کو نہایت کہنا اس اعتبار سے ہے کہ روح کی توجہ ہے کیونکہ نہایت میں صرف یہی رہتی ہے۔ پس بدایت کے اندراج سے یہ مراد ہے کہ نہات کی صورت بدایت میں مندرج ہے نہ کہ نہایت کی حقیقت کیونکہ اس کا بدایت میں مندرج ہونا محال ہے۔ اور ممکن ہے کہ صورت کے لفظ کو اسی واسطے نہ لائے ہوں تاکہ اس طریق کی طلب میں رغبت و شوق پیدا ہو وَالْحَقِیْقَۃُ مَاحَقَّقْتُ بِعَوْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی (حقیقت یہی ہے جو اللہ کی مدد سے میں نے تحقیق کی) اور وہ سابقین (سب سے آگے بڑھنے والے) جن کا انجذاب بے تعمل و بے کسب ہے (یعنی ان کو کسی عمل یا کسب کی حاجت نہیں محض اللہ کی عنایت ان کو کھینچ لائی ہے) بلکہ توجہ و حضور کے ساتھ آئے ہیں۔ ان کا انجذاب بھی قلبی ہے اور روح کی اس سابقہ توجہ کا اثر ہے جو بدنی تعلق کے باعث اس سابقہ توجہ کو فراموش کر چکے ہیں۔ گویا کسب اس توجہ سابقہ کی آگاہی کے لئے اور اس گم شدہ دولت کے یاد دلانے کے لئے ہے لیکن توجہ سابقہ کے بھولنے والے سابقان مذکورہ سے لطیف الاستعداد ہیں۔ کیونکہ متوجہ الیہ کی طرف سے توجہ سابق کا کلی طور پر فانی اور گم ہونے کی خبر دیتا ہے اور توجہ کا عدم نسیان ایسا نہیں ہے۔ غرض سابقین میں وہ توجہ کلی طور پر شمول و سریان پیدا کر لیتی ہے اور ان کے بدن بھی ان کی روح کا حکم حاصل کر لیتے ہیں۔ کَمَا هُوَ شَانُ الْمَحْبُوْبِیْنَ الْمُرَادِیْنَ (جیسا کہ محبوبین مرادین کا حال ہے) لیکن محبوبین کے اس شمول اور سابقین کے شمول میں وہی فرق ہوتا ہے۔ جو کسی شے کی حقیقت اور صورت میں ہوتا ہے۔ کَمَا هُوَا الظَّاهِرُ عَلٰی اَرْبَابِهٖ (جیسا کہ اس کے واقفان پر ظاہر ہے) ہاں مُحبّان واصل اور مریدان کامل کے لئے بھی اس قسم کا شمول ثابت ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ شمول برقی کی طرح ہوتا ہے۔ دائمی نہیں ہوتا شمول دائمی محبوبوں کا خاصہ ہے۔

معرفت ۔ مجذوبان ارباب قلوب جب مقام قلب میں تمکین و رسوخ پیدا کر لیتے ہیں اور وہ معرفت و صحو جو اس مقام کے مناسب ہے ان کو حاصل ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت طالبوں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور ان کی صحبت میں طلبوں کو قلبی انجذاب و محبت حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن ان سے کمال تک نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ یہ خود حد کمال تک نہیں پہنچے ہیں۔ اس واسطے دوسروں کے لئے کمال حاصل کرنے کا واسطہ نہیں بن سکتے۔ یہ بات مشہور ہے کہ ناقص سے کوئی کامل نہیں بنتا۔ البتہ ان کا افادہ جتنا ہی ہو ارباب سلوک کے افادہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ اگرچہ ارباب سلوک نہایت سلوک تک پہنچ جائیں اور منتہیوں کا جذب پیدا کر لیں۔ لیکن مقام قلب میں ان کو سیر عن اللہ باللہ کے طریق پر نہیں لاتے۔ کیونکہ وہ منتہی جس نے ابھی عالم کی طرف رجوع نہیں کیا۔ تکمیل و افادہ کا مرتبہ نہیں رکھتا۔ کیونکہ عالم

کے ساتھ اس کو کوئی توجہ اور مناسبت نہیں ہوتی۔ تاکہ غیر کا افادہ کر سکے۔ شیخ مقتدا کو جو برزخ کہتے ہیں اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ وہ مقام برزخیت میں جس کو مقام قلب کہتے ہیں اترا ہوا ہوتا ہے اور روح و نفس ہر دو جہت سے حظ وافر حاصل کیا ہوتا ہے۔ روح کی جہت سے اپنے فوق واعلیٰ سے استفادہ یعنی فائدہ حاصل کرتا ہے اور نفس کی جہت سے اپنے سے ادنیٰ وماتحت کو فائدہ دیتا ہے کیونکہ اس کے لئے حق تعالیٰ کی توجہ اور خلق کی توجہ دونوں جمع ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کا حجاب نہیں ہوتیں۔ پس افادہ استفادہ اس کو ایک ہی وقت میں حاصل ہوتے ہیں۔ بعض مشائخ اس برزخیت سے برزخیت بین الخلق والحق (خلق اور حق کے درمیان برزخیت) مراد رکھتے ہیں اور شیخ برزخ کو تشبیہ و تنزیہ کا جامع کہتے ہیں۔

پوشیدہ نہ رہے کہ اس قسم کی برزخیت جو سکر پر مبنی ہے مقام شیخی (جو سراسر صحو پر مبنی ہے) کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ اس مقام میں ان کا نفس روحانی انوار کے غلبوں میں پھنسا ہوتا ہے اور یہی امر سکر کا باعث ہو جاتا ہے اور مقام برزخیت میں قلب و نفس و روح ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ پس ناچار سکر کی گنجائش نہ ہو گی۔ بلکہ وہاں تو صحو ہی صحو ہے جو مقام دعوت کے مناسب ہے اور شیخ کامل کو جو مقام قلب میں لے آتے ہیں۔ تو برزخیت کے باعث عالم کے ساتھ مناسبت پیدا کر لیتا ہے اور مستعدوں کے لئے کمالات حاصل کرنے کا واسطہ بن جاتا ہے اور مجذوب متمکن بھی چونکہ مقام قلب میں ہے وہ بھی عالم کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور توجہ کو اس سے دریغ نہیں کرتا اور انجذاب و محبت سے اگرچہ قلبی ہو، بہت سا حصہ اس کو حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے افادہ کا راستہ اس پر کھل جاتا ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ مجذوب متمکن کے افادہ کی کمیت یعنی مقدار منتہی مرجوع کے افادہ کی مقدار سے زیادہ ہوتی ہے اور منتہی کے افادہ کی کیفیت مجذوب کے افادہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ منتہی مرجوع اگرچہ عالم کے ساتھ مناسبت پیدا کر لیتا ہے۔ لیکن حقیقت میں جدا ہے اور رنگ اصلی کے ساتھ رنگا ہوا اور اسکے ساتھ باقی ہے اور یہ مجذوب حقیقت میں عالم کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور منجملہ افراد عالم کے ہوتا ہے اور اس بقا کے ساتھ باقی ہوتا ہے جس سے عالم باقی ہے پس طالب حقیقی مناسبت کے باعث منتہی مرجوع کی نسبت مجذوب زیادہ فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ لیکن کمالات ولایت کے مراتب کا افادہ منتہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس اس لحاظ سے منتہی کا افادہ کیفیت میں راجح اور غالب ہو گا اور نیز منتہی کے لئے درحقیقت ہمت و توجہ نہیں ہوتی اور مجذوب صاحب ہمت و توجہ ہوتا ہے۔ ہمت و توجہ کے ساتھ طالب کا کام نکال لے جاتا ہے۔ اگرچہ حد کمال تک نہیں پہنچاتا اور نیز نہایت توجہ جو طالبوں کو مجذوبوں سے حاصل ہوتی ہے۔ روح کی وہی سابقہ توجہ ہے جو انہوں نے فراموش کی تھی۔ ان کی صحبت میں ان کو یاد آجاتی ہے اور بطریق اندراج توجہ قلبی میں حاصل کر لیتے ہیں۔ برخلاف اس توجہ کے جو منتہیوں کی

صحبت میں حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ توجہ حادث ہے جو پہلے حاصل نہ تھی اور روح کے فانی ہونے بلکہ وجود حقانی کے ساتھ اس کے باقی ہونے پر موقوف تھی پس توجہ اسہل الحصول یعنی حاصل ہونے میں آسان ہوگی اور توجہ ثانی متعسّر الوجود یعنی مشکل سے حاصل ہونے والی ہوگی اور جو چیز زیادہ آسان ہوتی ہے۔ زیادہ حاصل ہوتی ہے اور جو چیز مشکل ہوتی ہے۔ کمتر حاصل ہوتی ہے۔ اسی سبب سے بزرگوں نے کہا ہے کہ جہت جذبہ کے حاصل کرنے میں شیخ مقتدا کا واسطہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نسبت اس کو اول ہی حاصل تھی۔ صرف نسیان کے باعث تنبیہ و تعلیم کا محتاج ہوا ہے۔ اسی واسطے اس شیخ کو شیخ تعلیم اور شیخ تربیت کہتے ہیں اور جہت سلوک میں منازل سلوک کے قطع کرنے کیلئے شیخ مقتدا درکار ہے اور اس کی تربیت ضروری ہے۔

شیخ مقتدا کو لازم ہے کہ اس قسم کے مجذوب متمکن کو عام کے افادہ کے لئے اجازت دے اور مقام تکمیل اور شیخی میں بٹھائے۔ کیونکہ بعض طالب ایسے ہوتے ہیں جن کی استعداد بلند ہوتی ہے اور کمال و تکمیل کی قابلیت ان میں کامل طور پر ہوتی ہے۔ ایسے طالب اگر ایسے مجذوب کی صحبت میں آجائیں تو احتمال ہے کہ ان کی وہ استعداد ضائع ہو جائے اور ان کی وہ قابلیت برطرف ہو جائے۔ مثلاً وہ زمین جس میں گندم بونے کی عمدہ قابلیت ہو اگر اس میں گندم کا اچھا بیج بویا جاوے تو استعداد کے موافق اچھا پھل لاتی ہے اور اگر زمین میں گندم کا ردی بیج یا چنوں کا بیج ڈالا جائے تو ظاہر ہے کہ پھل تو کجا اس کی قابلیت بھی مسلوب وضائع ہو جائے گی۔

اور اگر بالفرض شیخ مقتدا اس کی بہتری اجازت میں دیکھے اور افادہ کے معنی اس میں معلوم کرے۔ تو چاہئے کہ اس کے افادہ کو بعض قیود اور شرائط کے ساتھ مقید کرے۔ مثلاً اس کے افادہ کے طریق پر طالب کی مناسبت کا ظاہر ہونا اور اس کی صحبت میں اس کی استعداد کا ضائع نہ ہونا اور اس ریاست میں اس کے نفس کا سرکش نہ ہونا۔ کیونکہ تزکیۂ نفس نہ ہونے کے باعث اس سے ہوائے نفسانی کی اقتدا زائل نہیں ہوئی اور جب معلوم کرے کہ طالب اس سے اس کے نہایت افادہ تک پہنچ گیا ہے اور طالب کی استعداد میں ابھی ترقی کی قابلیت ہے تو اس کو چاہئے کہ یہ بات اس پر ظاہر کر دے اور اس کو رخصت دے دے تاکہ وہ اپنے کام کو دوسرے شیخ سے کامل و تمام کرے اور اپنے آپ کو منتہی نہ سمجھ لے اور اس حیلہ سے لوگوں کی رہزنی نہ کرے اور اس قسم کی شرائط جو اس کے حال کے مناسب جانے اس کے سامنے ذکر کر دے اور ان کی وصیت کر کے رخصت واجازت دیدے۔ لیکن منتہی مرجوع افادہ و تکمیل ہیں ان قیود و شرائط کا محتاج نہیں ہے۔ کیونکہ اس کو جامعیت کے باعث تمام طریقوں اور استعدادوں کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے۔ ہر شخص اپنی استعداد و مناسبت کے موافق اس سے فائدہ حاصل کر لیتا ہے

اگرچہ مشائخ اور مقتداؤں کی صحبت میں مناسبت کے قوی یا ضعیف ہونے کے باعث سرعت وبطوء یعنی دیری اور جلدی میں تفاوت ہے۔ لیکن اصل افادہ میں متساوی الاقدام یعنی رتبہ میں برابر ہیں۔ شیخ مقتدا کو لازم ہے کہ طالب کے افادہ کے وقت حق سبحانہ، کی بارگاہ میں التجا کرتا رہے اور اس کے حبل متین یعنی مضبوط رسی سے پنجہ مارے کہ مبادا اس اشتہار کے ضمن میں مکر واستدراج پوشیدہ ہو اور یہ التجا اس امر میں کیا بلکہ تمام امور میں ہر وقت حق سُبحانہ، وتعالیٰ نے اس کو عطا فرمائی ہوتی ہے اور کسی فعل میں کسی وقت اس سے جدا نہیں ہوتی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

مقصد دوم

اس بیان میں جو سلوک سے تعلق رکھتا ہے

جاننا چاہئے کہ طالب جب طریق سلوک میں فوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اگر اس اسم تک جو اس کا رب ہے پہنچے اور اس میں فانی اور مستہلک ہو جائے۔ تو فنا کا اطلاق اس پر درست آتا ہے۔ بعد ازاں اس اسم کے ساتھ بقا حاصل کرنا اس پر مسلّم اور اس فنا و بقا کے حاصل ہونے سے ولایت کے مرتبہ اولیٰ کے ساتھ مشرف آجاتا ہے۔ اس سخن کو تفصیل اور بسط کے ساتھ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

تمہید۔ وہ فیض جو حق تعالیٰ کی طرف سے پہنچتا ہے، دو قسم کا ہے ایک قسم وہ ہے جو ایجاد (موجود کرنا) اور ابقا (باقی رکھنا) اور تخلیق (پیدا کرنا) اور ترزیق (رزق دینا) اور احیا (زندہ کرنا) اور اماتت (مارنا) وغیرہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

دوسری وہ قسم ہے جو ایمان و معرفت اور مراتب ولایت و نبوت کے تمام کمالات سے متعلق ہے۔

پہلی قسم کا فیض صفات کے ذریعے سے آتا ہے بعض کو شیونات کے واسطہ سے اور صفات اور شیونات کے درمیان بہت دقیق فرق ہے۔ لَا يَظْهَرُ اِلَّا عَلٰى اُحَادٍ مِنَ الْاَوْلِيَآءِ الْمُحَمَّدِيِّ الْمَشْرَبِ وَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّهٗ تَكَلَّمَ بِهٖ اَحَدٌ (محمدی المشرب اولیا کے سوا اور کسی پر ظاہر نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی اور نے اس کی نسبت کلام کی ہے)

غرض صفات حق تعالیٰ کی ذات پر وجود زائد کے ساتھ خارج میں موجود ہیں اور شیونات حق تعالیٰ کی ذات میں مجرد اعتبار ہیں۔ اس بیان کو ہم اس مثال سے روشن کرتے ہیں۔ مثلاً پانی بالطبع اوپر سے نیچے کو آتا ہے۔ یہ طبعی فعل اس میں حیات و علم و قدرت و ارادت کا اعتبار پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ صاحبان علم اپنے ثقل کے باعث مقتضائے علم اوپر سے نیچے کو آتے ہیں اور فوق کی طرف توجہ نہیں کرتے اور علم حیات کے تابع ہیں اور ارادت علم کے تابع ہے اور قدرت بھی ثابت ہے۔ کیونکہ احد الْمَقْدُوْرِيْنَ کی تخصیص ہے۔

یہ اعتبارات پانی کی ذات میں ثابت کئے جاتے ہیں، بمنزلہ شیونات کے ہیں۔ اگر ان اعتبارات کے باوجود پانی کی ذات میں صفات زائدہ ثابت کئے جائیں تو وجود زائدہ کے ساتھ صفات موجودہ کی طرح ہونگے۔ پانی کو پہلے اعتبارات کے لحاظ سے حی و قادر و مرید نہیں کہہ سکتے ان اسموں کے ثابت کرنے کے لئے صفات زائدہ کا ثابت کرنا ضروری ہے۔

پس جو کچھ بعض مشائخ کی عبارت میں پانی کے لئے مذکورہ بالا اسموں کے ثابت کرنے کے لئے

واقع ہوا ہے۔ وہ شیون وصفات کے درمیان فرق کے نہ ہونے پر مبنی ہے۔ ایسے ہی صفات کے وجود کی نفی کا حکم بھی اس فرق کے نہ ہونے پر محمول ہے۔

دوسرا فرق شیون وصفات کے درمیان یہ ہے کہ مقام شیون ذی شان کا موجہ یعنی جائے توجہ ہے اور مقام صفات ایسا نہیں ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان اولیاء کو جو آپکے قدم پر ہیں۔ فیض ثانی شیونات کے واسطہ سے پہنچتا ہے اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام اور ان لوگوں کو جو ان کے قدموں پر ہیں۔ یہ فیض بلکہ اول بھی صفات کے واسطہ سے پہنچتا ہے پس میں کہتا ہوں کہ وہ اسم جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رب اور فیض دوم کے پہنچنے کا واسطہ ہے۔ شان العلم کا ظل ہے اور یہ شان تمام اجمالی شیون کا جامع ہے اور وہ ظل شان علم کے لئے بلکہ تمام اجمالی وتفصیلی شیون کے لئے اس اعتبار سے کہ شان علم ان سب کو شامل ہے ذات حق تعالیٰ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ یہ قابلیت اگرچہ حق تعالیٰ کی ذات اور شان العلم کے درمیان برزخ ہے لیکن چونکہ اس کی ایک جہت بے رنگ ہے اور وہ حق تعالیٰ کی ذات کی جہت ہے۔ اس لئے برزخ میں بھی اس کا رنگ پیدا نہیں ہوتا۔ پس وہ برزخ دوسری جہت کے رنگ سے جو شان العلم ہے۔ رنگا ہوا ہے۔ اس لئے اس شان کے ظل کا اثر کہا گیا ہے اور نیز ظل شے مرتبہ دوم میں اس شے کے ظہور سے مراد ہے اگرچہ شبہ ومثال کے طور پر ہو۔ چونکہ برزخ کا حاصل ہونا طرفین کے حاصل ہونے کے بعد ہے۔ اس لئے یہ برزخ مکاشفہ کے وقت اس شان کے تحت منکشف ہوتا ہے۔ پس اس ظہور کے اعتبار سے آخر تک ظلّیت کا اطلاق مناسب ہوا اولیاء اللہ میں سے ایک گروہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم پر ہیں۔ وہ اسماء جو فیض ثانی کے پہنچنے میں ان کے رب ہیں۔ اس قابلیت کے ظلال کے جامع ہیں اور اس ظل مجمل کیلئے تفصیلوں کی طرح ہیں اور تمام انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے ارباب جو ان کے لئے فیض اول وثانی کے پہنچنے کا واسطہ ہیں۔ ذات حق تعالیٰ کی وہ قابلیتیں ہیں، جو وجود زائدہ کی صفات سے متصف ہیں اور وہ لوگ جو ان کے قدموں پر ہیں۔ ان کے ارباب وہ صفات ہیں جو انکے واسطے فیض اول وثانی کے پہنچنے کا ذریعہ ہیں اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے لئے فیض اول کے پہنچنے کا واسطہ ذات حق تعالیٰ کی وہ قابلیت ہے جو تمام صفات سے متصف ہے۔ گویا وہ قابلیتیں جو تمام انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے فیوض کا واسطہ ہیں۔ اس قابلیت جامع کے ظلال ہیں اور اس جامع مجمل کے لئے تفصیلوں کی طرح ہیں اور وہ لوگ جو آنحضرت ﷺ کے قدم پر ہیں، ان کے لئے فیض اول کے پہنچنے کے واسطے بھی جدا ہیں یعنی صفات ہیں۔ پس محمدیوں کے لئے فیض اول کے پہنچنے کے ذریعے فیض ثانی کے پہنچنے کے ذریعوں

سے جدا ہیں برخلاف دوسروں کے کہ ان کیلئے دونوں فیوض کے پہنچنے کا ذریعہ ایک ہی ہے۔

بعض مشائخ قدس سرہم نے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رب کو قابلیت اتصاف میں منحصر کیا ہے۔ اس کا سبب شیون و صفات کے درمیان فرق کا نہ ہونا بلکہ مقام شیون کے علم کا نہ ہونا ہے۔ وَاللّٰهُ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَيَهْدِى السَّبِيْلَ (اللہ تعالیٰ حق ظاہر کرتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے) پس ثابت ہوا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رب مقام شیون میں بھی اور خانہ صفات میں بھی رب الارباب ہے اور دونوں فیوض کے پہنچنے کا واسطہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب کمالات کے فیض کا پہنچنا حق تعالیٰ کی ذات سے امر زائد کے وسیلہ کے بغیر ہے۔ کیونکہ شیون عین ذات حق تعالیٰ ہیں۔ ان میں زیادتی کا اعتبار کرنا عقل کے منتزعات سے ہے اسی واسطے تجلّی ذاتی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہوئی اور حضور علیہ السلام کے کامل تابعدار چونکہ حضور علیہ السلام کی راہ سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ اس لئے ان کو بھی اس مقام سے کچھ حصہ حاصل ہے اور دوسرے کیلئے چونکہ صفات کے وسائل درمیان ہیں اور صفات وجود زائدہ کے ساتھ موجود ہیں۔ اس لئے بڑا مضبوط حجاب درمیان آگیا اور تجلّی صفاتی ان کے نصیب ہوئی۔

جاننا چاہئے کہ قابلیّت اتصاف اگرچہ اعتبار ہے لیکن وجود زائد نہیں رکھتی۔ کیونکہ صفات وجود زائدہ رکھتی ہیں نہ کہ ان کی قابلیتیں۔ لیکن چونکہ قابلیتیں ذات و صفات بلکہ شیون و صفات کے درمیان برزخوں کی طرح ہیں اور برزخ اپنی طرفین کا رنگ حاصل کر لیتا ہے اس لئے قابلیتوں نے بھی صفات کا رنگ پکڑ کر حائلیّت پیدا کر لی ہے

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست — درون دیدہ اگر نیم موست بسیار است

ترجمہ — فراق دوست گو کم ہو مگر وہ کم نہیں ہر گز

اگر ہو نیم مُو پھر بھی بہت ہے چشم عاشق میں

اس بیان سے ظاہر ہوا کہ حق تعالیٰ تعالیٰ کی ذات کا بے پردہ ظہور تجلّی شہودی کے منافی نہیں ہے لیکن تجلّی وجودی کے منافی ہے۔ اسی واسطے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کمالات ولایت کے شہودی فیض کے پہنچنے کی جانب میں کوئی حائل درمیان نہ آیا۔ جو قابلیت اتصاف ہے۔ جیسا کہ گزر چکا۔ یہ نہ کہا جائے کہ جب شیون اور ان کی قابلیتیں عقل کے اعتبارات سے ہیں۔ تو وجود ذہنی ثابت ہوا اور اس سے حجاب علمی آتا ہے۔ غرض صفات کے حجاب خارجی ہیں اور شیون کے حجاب علمی کیونکہ میں کہتا ہوں کہ موجود ذہنی دو موجود خارجی کے درمیان پردہ نہیں ہو سکتا اور موجود خارجی کے درمیان موجود

خارجی پردہ ہو سکتا ہے اور اگر اس کو تسلیم بھی کرلیں تو بعض معارف کے حاصل ہونے سے حجاب علمی کا درمیان سے اٹھ جانا ممکن ہے۔ برخلاف خارجی کے کہ اس کا زائل ہونا ممکن نہیں۔

جب یہ مقدمات معلوم ہو چکے تو پھر جاننا چاہئے کہ اگر محمدی مشرب ہے تو اس کی سیر کی انتہا جو سیر الی اللہ سے موسوم ہے، اس شان کے ظل تک ہے جو اس کا اسم ہے اور اس اسم میں فنا ہونے کے بعد فنافی اللہ سے مشرف ہو جاتا ہے اور اگر اس اسم کے ساتھ باقی ہو جائے تو بقاباللہ بھی اس کو حاصل ہو جاتا ہے اور اس فناوبقا سے ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے پہلے مرتبہ میں داخل ہو جاتا ہے اور اگر محمدی مشرب نہیں ہے تو صرف صفت کی قابلیت یا نفس صفت تک جو اس کا رب ہے پہنچتا ہے او اگر اس اسم میں فانی ہو جائے تو فانی فی اللہ کا اطلاق اس پر نہ کرنا چاہئے اور ایسے ہی اس اسم کے ساتھ باقی ہونے پر باقی باللہ کا اطلاق بھی نہ کرنا چاہئے۔ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اسم اللہ اس مرتبہ سے مراد ہے جو تمام شیون وصفات کا جامع ہے اور چونکہ شیون کی جہت میں زیادتی کا اعتبار نہیں ہے۔ اس لئے ذات کے عین ایک دوسرے کے عین ہیں۔ پس ایک اعتبار میں فانی ہونا گویا تمام اعتبارات میں بلکہ ذات حق تعالیٰ میں فانی ہونا ہے۔ ایسے ایک اعتبار کے ساتھ باقی ہونا تمام اعتبارات کے ساتھ باقی ہونا ہے۔ پس اس صورت میں فانی فی اللہ اور باقی باللہ کہنا درست ہے۔ برخلاف صفات کی جانب کے جو ذات حق تعالیٰ پر وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں اور حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ان کی مغائرت تحقیقی ہے۔ پس ایک میں فانی ہونا تمام میں فانی ہونے کو مستلزم نہیں ہے اور یہی حال بقا میں ہے۔ پس اس فانی کو فانی فی اللہ اور باقی کو باقی باللہ نہ کہنا چاہئے۔ بلکہ مطلق فانی وباقی کہنا چاہئے۔ یا کسی صفت کے ساتھ مقید کرنا چاہئے۔ یعنی فانی در صفت علم، یا باقی بہ صفت علم۔ پس محمدیوں کی فنا اتم ہے اور ران کی بقا اکمل ہے اور نیز محمدی کا عروج چونکہ شیون کی جانب ہے اور شیون کی عالم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ عالم صفات کا ظل ہے نہ کہ شیون کا ظل۔ پس سالک کا ایک شان میں فانی ہونا اس کے مطلق فنا کو مستلزم ہو گا۔ اس طرح پر کہ سالک کا وجود اور اس کا کچھ اثر باقی نہ رہے گا اور ایسے ہی اس شان کے ساتھ کامل طور پر باقی ہو جانے پر باقی ہو جاتا ہے۔ برخلاف فانی در صفت کے جو پورے طور پر اپنے آپ سے نہیں نکلتا اور اس کا اثر زائل نہیں ہوتا۔ کیونکہ سالک کا وجود اسی صفت کا اثر اور ظل ہے۔ پس اصل کا ظہور ظل کے وجود کو کلی طور پر محو نہیں کرتا اور بقا فنا کے اندازہ کے موافق ہوتی ہے۔ پس محمدی المشرب صفات بشریت کی طرف رجوع کرنے سے بے غم اور اس کے خوف سے محفوظ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ کلی طور پر اپنے آپ سے نکل کر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ باقی ہوتا ہے۔ اس مقام میں عود کرنا ممنوع ہوتا ہے۔ برخلاف فنائے صفاتی کی صورت میں کے کہ اس میں وجود سالک کے

اثر باقی رہنے کے باعث عود کرنا ممکن ہے اور ممکن ہے کہ وہ اختلاف جو مشائخ کے درمیان اصل کی طرف رجوع کرنے کے جواز یا عدم جواز میں ہے اسی سبب سے ہو۔ لیکن حق یہ ہے کہ اگر محمدی ہے تو عود سے محفوظ ہے۔ ورنہ معاملہ خطرناک ہے اور ایسے ہی وہ اختلاف ہے جو فنا ہونے کے بعد وجود سالک کے اثر کے زائل ہونے میں ہے بعض اثر و عین کے زوال کے قائل ہیں اور بعض اثر کے زوال کو بھی جائز نہیں جانتے۔ اس باب میں بھی حق یہی ہے کہ اگر محمدی ہے تو عین واثر دونوں کو گم کر دیتا ہے اور اس کے غیر کا اثر زائل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اصل صفت جو اس کا اثر ہے باقی ہے۔ پس اس کے ظل کا بالکل زائل ہونا ممکن نہیں یہاں ایک دقیقہ بیان کرنے کے قابل ہے۔

جاننا چاہئے کہ عین واثر کے زوال سے زوال شہودی مراد ہے نہ وجودی۔ کیونکہ وجودی زوال کا قائل ہونا الحاد و زندقہ کو مستلزم ہے اور اس گروہ میں سے بعض نے زوال وجودی تصور کیا ہے اور اثر ممکن کے زوال سے انکار کیا ہے اور اس کو الحاد و زندقہ جانا ہے وَالْحَقُّ مَاحَقَّقْتُ بِاِعْلَامِهٖ سُبْحَانَهٗ حق وہی ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے ثابت کیا ہے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ زوال وجودی کے قائل ہونے کے باوجود زوال عین کے بھی قائل ہوئے ہیں۔ کیونکہ عین وجود کے زوال کا حکم کرنا اثر کے زوال کے حکم کی طرح الحاد و زندقہ کو مستلزم ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ زوال وجودی عین واثر میں محال ہے اور شہودی دونوں میں ممکن بلکہ واقع ہے لیکن محمدی المشرب کے ساتھ مخصوص ہے س محمدی جو بالکل قلب سے نکل کر مقلب قلب تک پہنچ جاتے ہیں۔ احوال کے بدلنے سے محفوظ ہیں اور ماسوائے اللہ کی غلامی سے بالکل آزاد ہیں اور دوسروں کو چونکہ وجود آثار دامنگیر ہیں اور تقلب احوال ان کا نقد وقت ہے۔ اس لئے مقام قلب سے خلاص نہیں ہوتے۔ کیونکہ وجود آثار اور تقلب احوال قلب کی حقیقت جامع کی شاخوں میں سے ہیں۔ پس دوسروں کا شہود ہمیشہ در پردہ ہوگا۔ کیونکہ وجود سالک کا جس قدر بقیہ ثابت ہے۔ اسی قدر مطلوب کا پردہ ہے۔ جب اثر باقی ہے۔ وہی اثر پردہ ہے۔

معرفت - اگر سالک غیر متعارف سلوک کے راستہ سے اس اسم کے مراتب کے فوق سے جو اس کا رب ہے۔ کسی مرتبہ میں پہنچ جائے اور بغیر اس بات کے کہ اس اسم میں پہنچے۔ اس مرتبہ میں فانی و مستہلک ہو جائے۔ تو اس صورت میں فنافی اللہ کہنا درست ہے اور اس مرتبہ کے ساتھ بقا کا حاصل ہونا بھی اسی طرح ہے۔ پس فنافی اللہ کو اس اسم کے ساتھ مخصوص کرنا اس اعتبار سے ہے کہ مراتب فنافی اللہ میں سے وہ پہلا مرتبہ ہے۔

معرفت - سلوک کی کئی قسمیں ہیں۔ بعض کا سلوک جذبہ پر مقدم ہے۔ بعض کا جذبہ سلوک پر

مقدم ہے اور بعض کو منازل سلوک کے قطع کرنے کے اثنا میں جذبہ حاصل ہو جاتا ہے اور بعض کو منازل سلوک کا طے کرنا میسر ہو جاتا ہے۔ لیکن حد جذبہ تک نہیں پہنچتے۔ جذبہ کا مقدم ہونا محبوبوں کے لئے ہے اور باقی اقسام اسی طرح محبّوں کے سلوک سے تعلق رکھتی ہیں۔ جو مقامات عشرہ مشہود کو ترتیب و تفصیل کے ساتھ طے کرنے سے مراد ہے اور محبوبوں کے سلوک میں مقامات عشرہ کا خلاصہ حاصل ہو جاتا ہے۔ ترتیب و تفصیل کے ساتھ ان کا کوئی کام نہیں ہوتا۔ وحدت وجود اور احاطہ و سریان ومعیّت ذاتیہ کا علم جذبہ مقدم یا متوسط پر وابستہ ہے۔ منتہیوں کے سلوک خالص اور جذبہ کو اس قسم کے علوم سے کچھ مناسبت نہیں ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے اور منتہیوں کے حق الیقین کو بھی توحید وجودی کے مناسبہ علوم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے اور جہاں کہیں مقام مجذوبوں کے حق الیقین کو توحید وجودی والوں کے مقام کے مناسب بیان کیا ہے۔ وہ مبتدی یا متوسط مجذوبوں کا حق الیقین ہے۔

معرفت۔ بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ جب طالب کا کام جذبہ تک پہنچ جائے۔ بعد ازاں اس کا رہبر وہی جذبہ ہے یعنی اس کو کسی اور رہبر کی حاجت نہیں ہے وہی جذبہ کافی ہے۔ اگر اس جذبہ سے سیر فی اللہ کا جذبہ مراد ہے تو بیشک کافی ہے۔ لیکن لفظ رہبر اس ارادہ کے منافی ہے۔ کیونکہ سیر فی اللہ کے بعد کوئی مسافت نہیں جس کے قطع کرنے میں رہبر کے محتاج ہوں اور ایسے ہی جذبہ مقدم بھی مراد نہیں ہے جیسا کہ عبارت سے ظاہر ہے۔ پس ناچار جذبہ متوسط مراد ہوگا اور مطلوب تک پہنچنے میں یہ جذبہ کافی نہیں معلوم ہوتا کیونکہ بہت سے متوسطہ اس جذبہ کے حاصل ہونے کے وقت فوق کی طرف عروج کرنے سے رہ جاتے ہیں اور اسی جذبہ کو جذبۂ نہایت سمجھ لیتے ہیں۔ اگر یہ جذبہ کافی ہوتا، تو راہ میں نہ چھوڑتا۔ ہاں جذبہ مقدم جو محبوبوں سے تعلق رکھتا ہے، اگر کافی ہو سکے تو ہو سکتا ہے محبوبوں کو محض عنایت سے اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور راستہ کے درمیان نہیں چھوڑتے۔ لیکن یہ کفایت تمام جذبات مقدم کے حق میں ممنوع ہے۔ وہ جذبہ جس کا انجام کار سلوک تک پہنچے کافی ہے اور اگر سلوک تک نہ آئے تو مجذوب ابتر ہے وہ محبوبوں میں سے نہیں ہے۔

خاتمہ

مشائخ قدس سرہم میں سے ایک گروہ نے کہاہے کہ تجلی ذاتی شعور کو زائل کرنے والی اور جسم کو بیکار کرنے والی ہے اور بعض نے اپنے حال کی نسبت اس طرح بیان کیاہے کہ اس تجلی ذاتی کے ظہور کے وقت مدت تک بحس و حرکت پڑے رہے اور لوگوں نے مردہ خیال کیا اور بعض نے تجلّی ذاتی میں کلام کرنے سے منع کیاہے اس سخن کی حقیت یہ ہے کہ تجلّی ذاتی اسماء میں سے ایک اسم کے پردہ میں ہے اور پردہ کا باقی رہنا صاحب تجلّی کے وجود کے بقیہ اثر کے باعث ہے او وہ بے شعوری اس بقیہ کے سبب ہے۔ اگر تمام کا تمام فانی ہو جاتا اور بقاباللہ سے مشرف ہو تا تو وہ تجلّی ہر گز اس کو بے شعور نہ کرتی ؎

يُحْرِقُ النَّارُ مَنْ يَمَسُّ بِهٖ   مَنْ هُوَ النَّارُ كَيْفَ يَحْتَرِقُ

ترجمہ جلاتی آگ ہے اس کو جو ہاتھ اس کو لگاتا ہے

جو خود ہی آگ ہو شعلہ اسے کیونکر جلاتا ہے

میں کہتا ہوں کہ وہ تجلّی جو پردہ میں ہے تجلّی ذاتی نہیں ہے۔ وہ تجلّی صفات میں داخل ہے۔ کیونکہ تجلّی ذاتی جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ساتھ مخصوص ہے وہ تجلی بے پردہ ہے اور پردہ کی علامت بے شعوری ہے اور بے شعوری دوری کا نشان ہے اور بے پردگی کی دلیل شعور ہے اور شعور کمال حضور کا نشان ہے۔

ایک بزرگ اس تجلّی والے کے حال سے جو اصالت اور استقلال کے ساتھ ہے اس طرح خبر دیتا اور کہتا ہے ؎

مُوسیٰ زہوش رفت بہ یک پر تو صفات   تو عین ذات مے نگری در تبسمی

ترجمہ بے ہوش گرے کلیم ایک پر تو صفت سے

تو عین ذات دیکھی حالت نہ تیری بدلی

یہی تجلّی ذاتی جو بے پردہ ہے، محبوبوں کے لئے دائمی ہے اور مُحبّوں کے لئے برقی۔ کیونکہ محبوبوں کے بدن ان کی روحوں کا سارنگ حاصل کر لیتے ہیں اور وہ نسبت ان میں کلی طور پر اثر کر جاتی ہے اور مُحبّوں میں یہ سرایت شاذونادر طور پر ہوتی ہے اور یہ جو حدیث نبوی میں لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ واقع ہوا ہے۔ اس وقت سے مراد یہ تجلّی برقی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تجلّی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں جو مرادوں اور محبوبوں کے بادشاہ ہیں دائمی ہے بلکہ اس تجلی دائمی کی ایک قسم کی خصوصیّت ہے۔ جو قلت کے طور واقع ہے كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى اَرْبَابِهٖ (جیسا کہ اس کے صاحبان پر ظاہر ہے)

معرفت - حدیث لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ (میرے

لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے جس میں کسی ایک مقرب اور نبی مرسل کو دخل نہیں ہے) کے بیان میں مشائخ قدس سرہم کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ نے وقت سے وقت مسترہ مراد لیا اور ایک گروہ وقت کے شاذ و نادر ہونے کے قائل ہوئے ہیں اور حق یہ ہے کہ وقت کے استمرار ہونے کے باوجود وقت نادر بھی متحقق ہے۔ جیسا کہ ابھی اس کی طرف اشارہ ہو چکا۔

اس فقیر کے نزدیک اس وقت نادر کا متحقق ہونا نماز ادا کرنے کے وقت میں ہے اور بیشک آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیث قُرَّةُ عَيْنِىْ فِى الصَّلٰوةِ (نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے) میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اَقْرَبُ مَايَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِى الصَّلٰوةِ (سب سے زیادہ قرب جو بندوں کو اپنے رب سے ہوتا ہے وہ نماز میں ہے) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (سجدہ کر اور قرب حالص کر) پس جس وقت میں اللہ تعالیٰ کا قرب زیادہ تر ہوگا۔ غیر کی گنجائش اس وقت میں ہرگز نہ ہوگی۔

اور یہ جو بعض مشائخ قدس سرہم نے فرمایا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت حال اور وقت استمرار کی نسبت ایسی خبر دی ہے۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے حَالِىْ فِى الصَّلٰوةِ كَحَالِىْ قَبْلَ الصَّلٰوةِ (میرا حال نماز میں وہی ہوتا ہے جو نماز سے اول ہوتا ہے)

احادیث اور نص مذکورہ مساوات اور استمرار کی نفی کرتی ہیں۔

جاننا چاہئے کہ استمرار وقت کو متحقق ہے۔ لیکن گفتگو اس امر میں ہے کہ باوجود استمرار کے حالت نادرہ بھی واقع ہے یا نہیں وہ لوگ جن کو قوت کے نادر ہونے پر اطلاع نہیں ملی۔ وہ اس کی نفی کے قائل ہیں اور جن لوگوں کو اس مقام سے حصہ حاصل ہے۔ انہوں نے اس کا اقرار کیا ہے اور واقعی وہ لوگ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل نماز میں جمعیت دی گئی ہے اور قرآن کی دولت سے حصہ ان کو عطا کیا گیا ہے۔ بہت ہی تھوڑے ہیں رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِكَمَالِ كَرَمِهٖ نَصِيْبًا مِنْ هٰذَا الْمُقَامِ بِحُرْمَةِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ (اللہ تعالیٰ حضرت محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اپنے کمال کرم سے ہم کو بھی اس مقام سے حصہ عطا فرمائے)

معرفت - ارباب صفات کے منتہی علوم و معارف میں مجذوبوں کے نزدیک ہیں اور شہود میں بھی دونوں یک رنگ ہیں۔ کیونکہ دونوں ارباب قلوب میں سے ہیں۔ غرض ارباب صفات تفصیلوں سے مطلع ہوتے ہیں، برخلاف مجذوبوں کے۔ اور نیز ارباب صفات کو فوق کی طرف سلوک و عروج کرنے کے باعث عروج ناکردہ مجذوبوں کی نسبت قرب زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اصل محبت ان

کے دامنگیر ہوتی ہے۔ اگرچہ حجاب درمیان ہوتے ہیں۔ اگر اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اسی کے ساتھ ہے جس کی اس کو محبت ہے) کے موافق مجذوبوں میں بھی اصل قرب ومعیت کا اعتبار کیا جائے، تو کیا تعجب ہے۔ پس مجذوب محبت میں ان منتہیوں کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ کیونکہ حُب ذاتی اگرچہ حجاب درمیان ہیں مجذوبوں میں بھی متحقق وثابت ہے۔

معرفت-اس گروہ میں سے بعض کی عبارت میں واقع ہے کہ اقطاب کے لئے تجلّی صفات ہے اور افراد کے لئے تجلّی ذات۔ اس سخن میں تامل کی مجال ہے۔ کیونکہ قطب محمدی مشرب ہے اور محمدیوں کو تجلّی ذات ہے۔ ہاں اس تجلّی میں بھی بہت تفاوت ہے۔ وہ قُرب جو افراد کے لئے ہے اقطاب کے لئے نہیں ہے۔ لیکن ہر دو کو تجلّی ذات سے حصہ حاصل ہے۔ ہاں اگر قطب سے مراد قطب ابدال ہو جو حضرت اسرافیل علیہ السّلام کے قدم پر ہے نہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم پر، تو پھر یہ بات درست ہے۔

معرفت-اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے)۔ اللہ تعالیٰ بیچون وبچگون ہے۔ آدم علیہ السّلام کی روح کو جو اس کا خلاصہ ہے۔ بیچونی اور بچگونگی کی صورت پر پیدا کیا۔ پس جس طرح حق سُبحانہٗ لامکانی ہے۔ روح بھی لامکانی ہے اور روح کو بدن کے ساتھ وہی نسبت ہے جو حق تعالیٰ کو عالم کے ساتھ ہے۔ نہ داخل ہے نہ خارج نہ متصل ہے نہ منفصل اور قیومیّت سے زیادہ اور کوئی نسبت مفہوم نہیں ہوتی اور بدن کے ذرات میں سے ہر ذرہ کا قیوم رُوح ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ عالم کا قیوم ہے۔ بدن کے لئے حق تعالیٰ کی قیومیّت روح کی قیومیّت کے سبب سے ہے۔ جو فیض وارد ہوتا ہے، اس فیض کے وارد ہونے کا محل پہلے روح ہے اور پھر روح کے ذریعے وہ فیض بدن کو پہنچتا ہے اور چونکہ روح بیچونی اور بچگونگی کی صورت میں پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے حقیقی بیچون وبچگون کی اس میں گنجائش ہو گی۔ لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ (میں اپنی زمین وآسمان میں نہیں سما سکتا، لیکن مومن آدمی کے دل میں سما سکتا ہوں) کیونکہ آسمان وزمین باوجود وسعت وفراخی کے چونکہ دائرہ امکان میں داخل ہیں اور چونی اور چگونگی کے نشان سے داغدار ہیں اس لئے لامکانی کی جو چندی اور چونی سے مقدس وپاک ہے۔ گنجائش نہیں رکھتے۔ کیونکہ لامکانی مکان میں گنجائش نہیں رکھتا اور بیچون چون میں آرام نہیں لیتا۔ پس ناچار مومن آدمی کے دل میں جو لامکانی ہے اور چندی اور چونی سے مُبّرا ہے۔ گنجائش ثابت ہو گئی۔

مومن آدمی کے دل کی تخصیص اس لئے ہے کہ غیر مومن آدمی کا دل لامکانی کی بلندی سے نیچے اترا ہوا ہوتا ہے اور چندی وچونی میں گرفتار ہو کر اسی کا حکم کئے ہوتا ہے۔ پس نزول وگرفتاری کے باعث

چونکہ دائرہ امکان میں داخل ہو گیا ہے اور چونی کا حکم حاصل کر لیا ہے اس لئے اس نے اس قابلیّت کو ضائع کر دیا ہے۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (یہ لوگ چارپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ تر گمراہ ہیں)

اور مشائخ میں سے جس کسی نے اپنے دل کی وسعت کی نسبت خبر دی ہے۔ اس کی مراد قلب کی لامکانیت ہے۔ کیونکہ مکان خواہ کتنا ہی وسیع ہو پھر بھی تنگ ہی ہے۔

عرش اپنی فراخی و عظمت کے باوجود چونکہ مکانی ہے اس لئے لامکانی کے مقابلہ جو روح ہے۔ دانۂ رائی کا حکم رکھتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی کم معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ جب یہ قلب انوار قدس کی تجلّی کا محل ہے اور قدیم کے ساتھ بقا حاصل ہو کر چکا ہے۔ تو عرش مافیہا کو اگر اس میں ڈال دیں تو محو و متلاشی ہو جائیں اور ان میں سے کچھ باقی نہ رہے۔ جیسا کہ سید الطائفہ نے اس مقام کے بارہ میں فرمایا ہے۔ اِنَّ الْمُحْدَثَ اِذَ قُوْرِنَ بِالْقَدِیْمِ لَمْ یَبْقَ لَهٗ اَثَرٌ کہ جب حادث قدیم کے ساتھ مل جائے تو اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔

یہ ایسا یکتا لباس ہے جو خاص روح کے قد پر سیا ہوا ہے۔ ملائکہ کو بھی یہ خصوصیت حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بھی دائرہ امکان میں داخل ہیں اور چون کے داغ سے موسوم ہیں اسی واسطے انسان خلیفہ رحمٰن جل شانہٗ بن گیا۔ ہاں شے کی صورت اس شے کا خلیفہ ہوتی ہے اور جب تک شئے کی صورت پر مخلوق نہ ہو، شئے کی خلافت کے لائق نہیں ہوتا۔ اپنی اصلی امانت کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا۔ لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِكِ اِلَّا مَطَایَاهُ بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ لیکن انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ واقعی یہ ظالم اور جاہل ہے۔

اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اس حیثیت سے ہے کہ اس کے وجود اور توابع وجود کا کوئی اثر اور حکم باقی نہیں رہتا اور زیادہ نادان و جاہل اس لئے ہے کہ اس کا اتنا ادراک نہیں ہوتا کہ مقصود کو پا سکے اور نہ ہی اس قدر علم ہوتا ہے کہ مطلوب کو معلوم کر سکے۔ بلکہ اس مقام میں ادراک سے عاجز ہونا ادراک ہے اور جہالت کا اقرار کرنا معرفت ہے۔ اسی واسطے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا زیادہ عارف ہے وہ سب سے زیادہ حیران و پریشان ہے۔

تنبیہ - اگر کسی عبارت میں ایسا لفظ واقع ہو جائے جس سے حق تعالیٰ کی شان میں ظرف یا مظروف

ہونے کا وہم گزرتا ہو۔ تو اس کو میدان عبارت کی تنگی پر محمول کرنا چاہئے اور کلام کی مراد کو اہل سنت وجماعت کی آرا کے موافق سمجھنا چاہئے۔

معرفت - عالم کیا صغیر اور کیا کبیر حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کے مظہر ہیں اور اس کے ذاتیہ شیونات وکمالات کے آئینے ہیں۔ حق تعالیٰ ایک مخفی خزانہ اور پوشیدہ رہبر تھا۔ جب اس نے چاہا کہ پوشیدگی سے ظہور میں آئے اور اجمال سے تفصیل میں لائے عالم کو پیدا کیا تا کہ اپنے اصل پر دلالت کرے اور اپنی حقیقت پر علامت ہو۔ پس عالم کو اپنے صانع بیچون کے ساتھ کچھ نسبت نہیں۔ مگر یہ کہ عالم اس کی مخلوق ہے اور حق تعالیٰ کے پوشیدہ کمالات پر دلیل ہے۔ اس حکم کے سوا اور جتنے حکم ہیں یعنی اتحاد وعینیت واحاطہ ومعیّت وغیرہ سکر وقت اور غلبہ حال پر مبنی ہیں۔ مستقیم الاحوال بزرگواروں جنہوں نے صحو کے پیالہ سے پانی پیا ہے، ان علوم سے بیزار ہوتے اور توبہ کرتے ہیں۔ اگرچہ ان میں سے بعض کو اثنائے راہ میں یہ علوم حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن آخر کار گزر جاتے ہیں اور علوم شریعت کے موافق ان پر علوم ازلی وارد فرماتے ہیں۔

اس مبحث کی تحقیق کے لئے ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ مثلاً کوئی عالم فاضل بہت سے فن جانتا ہے۔ اس نے چاہا کہ اپنے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کرے اور اپنے خفیہ فنون کو لوگوں کے سامنے جلوہ دے۔ تو اس نے حروف اور آوازوں کو ایجاد کیا تا کہ ان حروف اور اصوات کے پردہ میں ان کمالات اور فنون کو ظاہر کرے۔ پس اس صورت میں یہ حروف واصوات اس کے پوشیدہ معانی پر دلالت کرنے والے ہوں گے۔ بلکہ ان حروف واصوات کو اس موجد عالم کے ساتھ سوائے اس کے اور کوئی نسبت نہیں ہے کہ یہ عالم ان کا موجد ہے اور یہ اس کے کمالات خفیہ پر دلالت کرنے والے ہیں۔ ان حروف واصوات کو اس عالم موجد عین یا ان معانی کا عین کہنا کچھ معنے نہیں رکھتا۔ اسی طرح احاطہ ومعیّت کا حکم کرنا اس حادثہ میں غیر واقع اور نامناسب ہے۔ معانی اسی پوشیدہ صرافت پر ہی ہیں۔ چونکہ معانی اور صاحب معانی اور حروف واصوات کے درمیان والیّت ومدلولیّت کی مناسبت ثابت ہے۔ اس لئے بعض زائدہ غیر واقع معانی خیال میں آتے ہیں۔ لیکن در حقیقت وہ عالم اور اس کے وہ معانی مخزونہ ان زائد نسبتوں سے مُنزّہ مُبرّا ہیں اور یہ حروف واصوات نرے وہم وخیال ہیں۔ پس عالم جو ماسوائے اللہ سے مراد ہے وجود ظلی اور کون تبعی کے ساتھ خارج میں موجود ہے نہ یہ کہ عالم صرف وہم وخیال ہے۔ یہ سوفسطائی کا مذہب ہے۔ جو عالم کو وہم وخیال جانتا ہے اور کہتا ہے کہ عالم میں حقیقت کو ثابت کرنا عالم کو وہم وخیال جانتا ہے اور حقیقت موجود ہے نہ عالم۔ کیونکہ عالم حقیقت کے سوا معروض ہے۔

تنبیہ - عالم کے مظہر اور آئینہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اسماء وصفات کی صورتوں کا مظہر اور

آئینہ ہے نہ کہ بعینہ اسم وصفات کا کیونکہ اسم اپنے مسمّے کی طرح کسی آئینہ کے احاطہ میں نہیں آسکتا اور صفت اپنے موصوف کی طرح کسی مظہر سے مقید نہیں ہو سکتی

در تنگنائے صورت معنی چگو نہ گنجد   در کلبہ گدایاں سلطاں چہ کاردارد

ترجمہ   صورت کی تنگ جا میں معنی نہیں سماتے

گھر میں گدا کے سلطان ہرگز نہیں ہیں آتے

معرفت آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے کامل تابعداروں کو اگرچہ آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی اتباع کے باعث تجلّی ذات سے جو اصلی طور پر آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا خاصہ ہے۔ کچھ حصہ حاصل ہے اور باقی تمام انبیائے علیٰ نبینا و علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کے لئے تجلّیات صفات ہیں اور تجلّی ذات، تجلّی صفات سے اشرف ہے۔

لیکن جاننا چاہئے کہ انبیائے علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کو تجلّیات صفات میں قرب کے وہ مراتب حاصل ہیں جو اس امت کے کامل تابعداروں کو حاصل نہیں ہے اگرچہ تبعیّت کے طور پر تجلّی ذات سے متحقق ہیں۔ مثلاً ایک شخص جہاں آفتات کی محبت سے مدارج عروج کو طے کر کے آفتاب تک پہنچ جائے اور آفتاب اور اس کے درمیان حائل کے سوا کوئی دقیقہ نہ رہے اور ایک اور شخص ہے جو آفتاب کی ذاتی محبت کے باوجود ان مراتب تک عروج کرنے میں عاجز ہے۔ اگرچہ آفتاب اور اس کے درمیان کوئی حائل درمیان نہیں ہے۔ تو کچھ شک نہیں کہ پہلا شخص آفتاب کے زیادہ نزدیک ہے اور اس کے کمالات دقیقہ کو زیادہ جاننے والا ہے۔ پس جس میں قرب و معرفت زیادہ تر ہے، وہی فاضلتر ہے۔

پس اس امت کے (جو خیر الامم ہے) اولیا میں سے کوئی ولی اپنے پیغمبر کے افضل ہونے کے باوجود انبیاء میں سے کسی نبی کے مرتبہ تک نہیں پہنچتا۔ اگرچہ اس کو اپنے پیغمبر کی متابعت کے باعث اس مقام سے جس کے ساتھ اسکو افضلیت حاصل ہے، کچھ حصہ حاصل ہو کیونکہ کلّی فضیلت انبیاء کے لئے ہے اور اولیا ان کے طفیلی ہیں۔ وَلٰکِنْ ھٰذَا اٰخِرَ الْکَلَامِ ہم اسی مضمون پر اپنے کلام کو ختم کرتے ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ وَعَلٰی جَمِیْعِ نَعْمَآئِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰے اَفْضَلِ اَنْبِیَآئِہٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر اور تمام نعمتوں پر اس کی حمد ہے اور انبیاء میں سے افضل نبی اور تمام انبیا اور مرسلین اور ملائکہ مقربین اور صدیقین اور شہداء اور صالحین پر صلوٰۃ و سلام ہو۔ آمین

مکتوب ۲۸۸

اس بیان میں کہ عاشورا اور شب برات میں نماز نوافل کو جماعت کے ساتھ ادا نہ کرنا

چاہئے اوراس کے مناسب بیان میں سید امین مانکپوری کی طرف صادر فرمایا ہے:-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا بِمُتَابَعَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَجَنَّبَنَا عَنْ اِرْتِکَابِ الْمُبْتَدِعَاتِ فِی الدِّیْنِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ قَمَعَ بُنْیَانَ الضَّلَالَۃِ وَرَفَعَ اَعْلَامَ الْھِدَایَۃِ وَعَلٰی اٰلِہِ الْاَبْرَارِ وَصَحْبِہِ الْاَخْیَارِ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو سید المرسلین کی متابعت سے مشرف فرمایا اور دین کی بدعتوں سے بچایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنہوں نے گمراہی کی بنیاد کو اکھیڑا اور ہدایت کے جھنڈوں کو بلند کیا اور انکی آل ابرار اور اصحاب اخیار پر صلوٰۃ وسلام۔

جاننا چاہئے کہ اکثر خاص و عام لوگ اس زمانہ میں نوافل کے ادا کرنے میں بڑا اہتمام کرتے ہیں اور مکتوبات یعنی فرضی نمازوں میں سستی کرتے ہیں اور ان میں سنتوں اور مستحبوں کی رعایت کم کرتے ہیں نوافل کو عزیز جانتے ہیں اور فرائض کو ذلیل و خوار۔ فرائض کو اوقات مستحبہ میں بمشکل ادا کرتے ہیں اور جماعت مسنونہ کی تکثیر بلکہ نفس جماعت میں کوئی تقیید نہیں رکھتے۔ نفس فرائض کو غفلت و سستی سے ادا کرنا غنیمت سمجھتے ہیں اور روز عاشورا اور شب برات اور ماہ رجب کی ستائیسویں رات اور ماہ رجب کے اول جمعہ کی رات کو جس کا نام انہوں نے لیلۃ الرغائب رکھا ہے بڑا اہتمام کرتے ہیں اور نوافل کو بڑی جمعیت کے ساتھ جماعت سے ادا کرتے ہیں اور اس کو نیک و مستحسن خیال کرتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ یہ شیطان کے تسویلات یعنی مکروفریب ہیں جو سیئات کو حسنات کی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا عصام الدین ہروی شرح وقایہ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ نوافل کو جماعت سے ادا کرنا اور فرض کی جماعت کو ترک کرنا شیطان کا مکروفریب ہے۔

جاننا چاہئے کہ نوافل کو جمعیت تمام کے ساتھ ادا کرنا، ان مکروہہ اور مذمومہ بدعتوں میں سے ہے جن کے حق میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ دِیْنِنَا ھٰذَا فَھُوَ رَدٌّ (جس نے ہمارے اس دین میں نئی بات نکالی وہ رد ہے)

جاننا چاہئے کہ نوافل کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا فقہ کی بعض روایات میں مطلق طور پر مکروہ ہے اور بعض روایات میں کراہت تداعی اور تجمیع (یعنی بلانے اور جمعیت) پر مشروط ہے۔ پس اگر بغیر تداعی کے ایک دو آدمی مسجد کے گوشہ میں نفل کو جماعت سے ادا کریں تو بغیر کراہت کے روا ہے اور تین آدمیوں میں مشائخ کا اختلاف ہے اور بعض روایات میں چار آدمیوں کی جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں اور بعض روایات میں اصح یہ ہے کہ مکروہ ہے۔

فتاویٰ سراجیہ میں ہے کہ تراویح اور کسوف کی نماز کے سوا نوافل کو جماعت سے ادا کرنا مکروہ ہے۔

اور فتاویٰ غیاثیہ میں ہے کہ شیخ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رمضان کے سوانوافل کو جماعت سے ادا کرنا جب کہ تداعی کے طریق پر ہو مکروہ ہے۔ لیکن جب ایک یادو اقتدا کریں تو مکروہ نہیں اور تین میں اختلاف ہے اور چار میں بلا خلاف کراہیت ہے۔

اور خلاصہ میں ہے کہ نفلوں کی جماعت جب تداعی کے طریق پر ہو۔ تو مکروہ ہے۔ لیکن جب اذان واقامت کے بغیر گوشہ مسجد میں ادا کئے جائیں تو مکروہ نہیں۔

اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا ہے کہ جب امام کے سوا تین آدمی ہوں تو بالاتفاق مکروہ ہے اور چار میں اختلاف ہے اور اصح یہی ہے کہ مکروہ ہے۔

اور فتاویٰ شافعیہ میں ہے کہ ماہ رمضان کے سوانوافل کو جماعت سے ادا نہ کریں اور نوافل کو تداعی کے طور پر یعنی اذان واقامت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر ایک یادو اقتدا کرلیں جو تداعی کے طور پر نہ ہو تو مکروہ نہیں اور اگر تین اقتدا کریں تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اگر چار اقتدا کریں تو بالاتفاق مکروہ ہے۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی روایتیں ہیں اور فقہ کی کتابیں ان سے بھری ہوئی ہیں اور اگر کوئی ایسی روایت پیدا ہو جائے جو عدد کے ذکر سے ساکت ہو اور اس سے مطلق طور پر نفل کو جماعت سے ادا کرنا جائز ہوتا ہو۔ تو اس کو مقید پر محمول کرنا چاہئے جو دوسری روایات میں واقع ہے اور مطلق سے مقید مراد لینا چاہئے اور جواز کو دو یا تین پر منحصر کرنا چاہئے۔ کیونکہ علمائے حنفیہ اگرچہ اصول میں مطلق کو مقید پر حمل نہیں کرتے۔ لیکن روایات کو مقید پر حمل کرنا جائز بلکہ لازم جانتے ہیں اور اگر بفرض محال حمل نہ کریں اور اطلاق پر ہی رہنے دیں تو یہ مطلق اس مقید کا معارض ہو گا۔ اگرچہ قوت میں برابر ہوں اور مساوات ممنوع ہے۔ کیونکہ کراہت کی روایتیں باوجود کثرت کے مختار اور مفتی بہا ہیں برخلاف اباحت کی روایتوں کے اور اگر مساوات کو مان بھی لیں تو ہم کہتے ہیں کہ کراہت واباحت کے دلائل متعارض ہونے کی صورت میں کراہت کی جانب کو ترجیح ہے۔ کیونکہ احتیاط کی رعایت اسی میں ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ کے جاننے والوں کے نزدیک مقرر ہے۔

پس وہ نماز جو روز عاشورا اور شب برات اور لیلۃ الرغائب میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور دو دو سو یا تین تین سو یا اس سے زیادہ آدمی مسجدوں میں جمع ہوتے ہیں اور اس نماز اور اجتماع اور جماعت کو مستحسن خیال کرتے ہیں۔ ایسے لوگ فقہاء کے اتفاق سے امر مکروہ کے مرتکب ہیں اور مکروہ کو مستحسن جاننا بڑا بھاری گناہ ہے۔ کیونکہ حرام کو مباح جاننا کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اور مکروہ کو احسن سمجھنا ایک درجہ اس سے کم ہے۔ اس فعل کی برائی کو اچھی طرح ملاحظہ کرنا چاہئے اور کراہیت کے دفع کرنے میں ان کے پاس سند عدم تداعی ہے ہاں عدم تداعی بعض روایات میں کراہت کو دفع کرتی ہے۔

لیکن ایک یا دو کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ بھی اس شرط پر کہ گوشہ مسجد میں ہو۔ وَبِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقَتَادِ اس کے علاوہ بے فائدہ رنج ہے۔

تداعی سے مراد ہے نماز نفل کے ادا کرنے لئے ایک دوسرے کو خبر دینا اور یہ معنی اس جماعت میں متحقق ہیں۔ کیونکہ قبیلہ قبیلہ عاشورا کے ایک دوسرے کو خبر کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ فلاں شیخ یا فلاں عالم کی مسجد میں جانا چاہئے اور نماز کو جمعیّت سے ادا کرنا چاہئے اور اس فعل کو معتبرہ جانتے ہیں اس قسم کا اعلام اذان واقامت سے بھی ابلغ ہے۔ پس تداعی بھی ثابت ہو گئی۔ اگر تداعی کو اذان واقامت پر ہی مخصوص رکھیں۔ جیسا کہ بعض روایات میں واقع ہے اور اس سے اذان واقامت کی حقیقت مراد لیں تو پھر بھی جواب وہی ہے جو اوپر گزر چکا کہ ایک یا دو کے ساتھ مخصوص ہے۔ یا دوسری شرط کے ساتھ جو اوپر مذکور ہو چکی۔

جاننا چاہئے کہ ادائے نوافل کی بنیاد اخفا و تستر یعنی پوشیدگی پر ہے تاکہ سمعہ وریا کا گمان نہ گزرے اور جماعت اس کے منافی ہے اور فرائض کے ادا کرنے میں اظہار واعلان مطلوب ہے۔ کیونکہ ریا وسمعہ کی آمیزش سے پاک ہے۔ پس ان کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا مناسب ہے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ کثرت اجتماع فتنہ پیدا ہونے کا محل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز جمعہ کے ادا کرنے کیلئے سلطان یا اس کے نائب کا حاضر ہونا شرط ہے تاکہ فتنہ کے پیدا ہونے سے امن رہے اور ان مکروہہ جماعت میں بھی فتنہ پیدا ہونے کا قوی احتمال ہے۔ پس یہ اجتماع بھی مشروع نہ ہوگا۔ بلکہ منکر ہوگا۔

حدیث نبوی میں ہے اَلْفِتْنَةُ نَائِمَةٌ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَيْقَظَهَا فتنہ سویا ہوتا ہے جو اس کو جگاتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

پس اسلام کے والیوں اور قاضیوں اور محتسبوں کو لازم ہے کہ اس اجتماع سے منع کریں اور اس بارہ میں بہت ہی زجر و تنبیہ کریں۔ تاکہ یہ بدعت جس سے فتنہ برپا ہو، جڑ سے اکھڑ جائے وَاللّٰهُ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ (اللہ تعالیٰ حق ثابت کرتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے)

مکتوب ۲۸۹

قضا وقدر کے اسرار اور اس کے مناسب بیان میں مولانا بدر الدین کی طرف صادر فرمایا ہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے قضا وقدر کے اسرار کو اپنے خاص بندوں پر ظاہر کیا اور عوام سے اس لئے چھپا رکھا کہ وہ راہ راست سے گمراہ نہ ہو جائیں اور سیدھے راستہ سے بہک نہ جائیں اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم پر کہ جن کے ساتھ حجت بالغہ کامل ہوئی اور نافرمانبرداروں کے باطل عذر قطع ہوئے اور ان کی نیکوکار آل اور پرہیزگار اصحاب پر جو قدر کے ساتھ ایمان لائے اور قضا سے راضی ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ السلام ہو۔

اس کے بعد واضح ہو کہ مسئلہ قضاوقدر میں اکثر لوگ حیران اور گمراہ ہو رہے ہیں اور اس مسئلہ کے اکثر دیکھنے والوں پر اس قسم کے باطل وہم وخیال غالب ہیں کہ جو کچھ بندہ سے اپنے اختیار سے صادر ہوتا ہے، اس میں جبر کے قائل ہیں اور بعض بندے کے فعل کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہی نہیں کرتے اور بعض نے طریق اعتدال اختیار کیا ہے جس کو صراط مستقیم یا راہ راست کہا جا سکتا ہے اور اس صراط مستقیم کی توفیق حق تعالیٰ نے فرقہ ناجیہ کو عطا فرمائی ہے۔ جن کو اہل سنت وجماعت (رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعن اسلافہم واخلافہم) کہتے ہیں۔ جنہوں نے افراط و تفریط کو چھوڑ کر ان کے درمیان وسط اور میانہ روی کو اختیار کیا ہے۔

حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جعفر بن محمد صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بیٹے کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی امر اپنے بندوں کے سپرد کیا ہے۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے برتر ہے کہ اپنی ربوبیت اپنے بندوں کے سپرد کرے۔

پھر عرض کیا کہ کیا ان کو جبر کرتا ہے؟ فرمایا کہ یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے کہ پہلے کسی بات پر مجبور کرے اور پھر اس پر عذاب دے۔

پھر عرض کیا کہ یہ بات کس طرح ہے؟ امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بین بین ہے یعنی نہ جبر کرتا ہے اور نہ سپرد کرتا ہے اور نہ اکراہ اور تسلیط ہے (یعنی نہ جبراً اور غلبہ سے کسی کام پر لگاتا ہے)۔

اسی واسطے اہل سنت وجماعت کے لوگ فرماتے ہیں کہ بندوں کے اختیاری فعل خلق وایجاد کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں اور کسب واکتساب کی کوشش وسعی کے تعلق کے باعث بندوں کی طرف منسوب ہیں۔ بندوں کی حرکت کو حق تعالیٰ کی قدرت کی طرف منسوب کرنے کی اعتبار سے خلق کہتے ہیں اور بندے کی قدرت کی طرف منسوب کرنے کی اعتبار سے اس کا نام کسب رکھتے ہیں۔ برخلاف اشعری کے کہ وہ اس طرف گیا ہے کہ بندوں کا اپنے افعال میں ہرگز کچھ اختیار نہیں ہے۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بطریق جَرِیِ الْعَادَتْ (یعنی عادتِ اللہ اسی طرح جاری ہے) بندوں کے اختیار کے بعد افعال کو ایجاد کیا ہے۔ کیونکہ وہ قدرت حادثہ کے لئے کوئی تاثیر نہیں جانتا۔ یہ مذہب بھی جبر کی طرف راجع ہے۔ اسی واسطے اس کو جبر المتوسط کہتے ہیں۔

استاد ابو اسحاق اسفرائی اصل فعل میں قدرت حادثہ کی تاثیر کا اور دونوں قدرتوں کے مجموعہ سے فعل کے حاصل ہونے کا قائل ہے اور اس نے اثر واحد پر دو مختلف جہتوں کے لحاظ سے دو موثروں کا جمع ہونا جائز قرار دیا ہے۔

قاضی ابو بکر باقلانی وصف فعل میں قدرت حادثہ کی تاثیر کا قائل ہے۔ اس طرح پر کہ اس فعل کو طاعت یا معصیت کے ساتھ موصوف کیا جائے۔

اس خاکسار بندۂ ضعیف کے نزدیک مختار یہ ہے کہ اصل فعل دونوں میں قدرت حادثہ کی تاثیر ہے۔ کیونکہ اصل کی تاثیر کے بغیر وصف کی تاثیر کے کچھ معنی نہیں ہیں اور وصف اس کا اثر ہے جو اسی پر متفرع ہے یعنی اسی سے نکلا ہوا ہے۔ لیکن وہ اصل فعل کی تاثیر پر زائد تاثیر کی محتاج ہے کیونکہ وصف کا وجود اصل کے وجود پر زائد ہے اور تاثیر کے قائل ہونے میں کوئی معذور نہیں ہے۔

اگرچہ یہ بات اشعری پر ناگوار ہے۔ کیونکہ قدرت میں تاثیر کا ہونا بھی حق تعالیٰ کی ایجاد سے ہے۔ جیسا کہ نفس قدرت حق تعالیٰ کی ایجاد ہے اور قدرت کی تاثیر کا قائل ہونا بھی صواب اور بہتری کے زیادہ قریب ہے اور اشعری کا مذہب در حقیقت دائرہ جبر میں داخل ہے کیونکہ اس کے نزدیک ہرگز اختیار نہیں ہے اور نہ ہی قدرت حادثہ کی کوئی تاثیر ہے۔ سوائے اس کے کہ فعل اختیاری جبریہ کے نزدیک فاعل کی طرف حقیقی طور پر منسوب نہیں کیا جاتا۔ بلکہ مجازی طور پر اور اشعری کے نزدیک حقیقی طور پر فاعل کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اگرچہ اس کے لئے حقیقی طور پر اختیار ثابت نہیں۔ کیونکہ فعل حقیقی طور پر بندہ کی قدرت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ خواہ قدرت مجمل طور پر مؤثر ہو۔ جیسا کہ اشعری کے سوا اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے یا مدار محض ہو جیسا کہ اشعری کا مذہب ہے اور اسی فرق سے اہل حق کا مذہب اہل باطل کے مذہب سے جدا ہو جاتا ہے۔ فعل کے فاعل کی طرف سے حقیقی طور پر نفی کرنی اور مجازی طور پر اس کے لئے ثابت کرنا جیسا کہ جبریہ کا مذہب ہے، محض کفر ہے اور ضرورت کا انکار ہے۔

اور صاحب تمہید نے کہا ہے کہ جبریہ میں سے جو اس بات کا قائل ہے کہ بندہ سے فعل کا صادر ہونا ظاہری اور مجازی طور پر ہے۔ لیکن حقیقت میں اس کے لئے کوئی استطاعت و طاقت نہیں۔ جیسا کہ درخت جو ہوا کے ہلانے سے ہلتا ہے۔ اسی طرح بندہ بھی درخت کی طرح مجبور ہے یہ بات کفر ہے اور جس شخص کا یہ اعتقاد ہو وہ کافر ہے۔

اور نیز مذہب جبریہ میں اس بات کے قائل ہیں کہ افعال خواہ شر ہوں خواہ خیر حقیقی طور پر بندوں کے نہیں ہیں۔ بندے جو کچھ کرتے ہیں، ان کا فاعل اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہ بھی کفر ہے۔

اگر کوئی سوال کرے کہ جب بندہ کی قدرت کو افعال میں کچھ تاثیر نہیں اور نہ ہی حقیقت میں اس کا کچھ اختیار ہے۔ تو پھر اشعری کے نزدیک افعال کو بندوں کی طرف حقیقی طور پر منسوب کرنے کے کیا معنی ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قدرت کی اگرچہ افعال میں تاثیر نہیں ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو وجود افعال کا مدار بنایا ہے اس طرح پر کہ اللہ بطریق جَرِی الْعَادَتْ بندوں کو افعال کی طرف اختیار اور قدرت دینے کے بعد افعال کو پیدا کر دیتا ہے۔ گویا قدرت افعال کے وجود کے لئے علت عادیہ ہے۔ پس اس لحاظ سے عادت کے طور پر افعال کے صادر ہونے میں قدرت کا دخل ہے کیونکہ قدرت کے سوا اور عادت پائی نہیں جاتی۔ اگرچہ افعال میں اس کی کوئی تاثیر نہیں۔ پس علّت عادیہ کے اعتبار سے بندوں کے افعال ان کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ مذہب اشعری کی تصحیح میں نہایت کلام یہی ہے۔ لیکن ابھی اس کلام میں محل تامل ہے۔

جاننا چاہئے کہ اہل سنت و جماعت قدر کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ قدرت کا خیر و شر و حلو و مُر، اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ کیونکہ قدر کے معنی احداث اور ایجاد کے ہیں اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا اور کوئی مُحدِثْ اور مُوْجِدْ نہیں ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی تمام اشیاء کا پیدا کرنے والا ہے اسی کی عبادت کرو) اور معتزلہ اور قدریہ نے قضا و قدر کا انکار کیا ہے اور انہوں نے خیال کیا ہے کہ بندوں کے افعال صرف بندوں کی قدرت ہی سے حاصل ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ شر کو قضا کرے اور پھر اس پر عذاب دے تو یہ اس کا جور ہے۔ ان کی یہ بات جہالت پر مبنی ہے۔ کیونکہ قضا بندہ سے قدرت اور اختیار کو سلب نہیں کرتی۔ بلکہ اس طرح قضا فرمائی ہے کہ بندہ اپنے اختیار سے اس کو کرے یا چھوڑ دے۔

حاصل کلام یہ کہ قضا اختیار کو واجب کرتی ہے اور اختیار کا ثابت ہونا اس کے منافی نہیں اور نیز حق تعالیٰ کے افعال میں نقص لازم آتا ہے۔ کیونکہ قضا کی طرف نظر کرنے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے افعال یا واجب ہیں یا ممتنع۔ اس لئے کہ اگر قضا کا تعلق وجود کے ساتھ ہو، تو واجب ہوتا ہے اور اگر عدم کے ساتھ ہو، تو ممتنع ہوتا ہے پس اگر اختیار کے ساتھ فعل کا واجب ہونا اس کے منافی ہو۔ تو حق تعالیٰ مختار نہ ہوگا اور یہ کفر ہے او یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ اس بات کا قائل ہونا کہ بندے کو باوجود کمال ضعف کے افعال کے ایجاد میں مستقل طور پر قدرت حاصل ہے۔ نہایت بیوقوفی اور کمال نادانی ہے۔ اسی واسطے مشائخ ماوراء النہر شکر اللہ تعالیٰ سعیھم نے اس مسئلہ میں ان کی تضلیل اور تکفیر میں بہت مبالغہ کیا ہے اور یہاں تک فرمایا ہے کہ مجوس ان سے کئی درجے بہتر ہیں کہ انہوں نے ایک شریک کے سوا اور کو ثابت نہیں کیا اور معتزلہ نے اس قدر شریک ثابت کئے ہیں جو شمار سے باہر ہیں

اور جبریہ نے یہ خیال کیا ہے کہ بندہ کا اپنا ہرگز فعل نہیں ہے اور اس کی حرکات جمادات کی حرکات کی مانند ہیں جن کے لئے کوئی قدرت نہیں ہے۔ نہ قصداً نہ اختیاراً۔ نیز انہوں نے یہ گمان کیا ہے کہ بندوں کو خیر پر ثواب ملے گا اور شر پر عذاب نہ ہوگا اور کافر و عاصی معذور ہیں ان سے کچھ نہ پوچھا جائے گا۔ کیونکہ افعال سب کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور بندہ ان میں مجبور ہے۔ یہ بھی کفر ہے۔ یہ مرجیہ ملعون وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ معصیت ضرر نہیں دیتی اور عاصی کو عذاب نہ دیا جائے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ لُعِنَتِ الْمُرْجِيَّةُ عَلٰى لِسَانِ سَبْعِيْنَ نَبِيٍّ مرجیہ کو ستر نبی کی زبان پر لعنت کی گئی ہے اور ان کا مذہب باطل ہے۔ اس لئے کہ حرکت بطش اور حرکت ارتعاش میں فرق ظاہر ہے اور سب کو معلوم ہے اور ہم بھی جانتے ہیں کہ حرکت اول اس کے اختیار سے ہے اور دوسری نہیں اور نصوص قطعیہ اس مذہب کی نفی کرتی ہیں:-

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (یہ اس کی جزا ہے جو عمل کرتے تھے) اور فرماتا ہے۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ جو چاہے مومن بن جائے جو چاہے کافر بن جائے۔

جاننا چاہئے کہ اکثر لوگ اپنی کم ہمتی اور بدنیتی کے باعث عذر خواہی طلب کرتے ہیں اور اپنی جانوں سے سوال کو دفع کرتے ہیں اور کبھی مذہب اشعری کی طرف اور کبھی مذہب جبری کی طرف میلان کرتے ہیں۔ کبھی اس طرح کہتے ہیں کہ بندہ کا درحقیقت کوئی اختیار نہیں ہے اور اس کی طرف فعل کی نسبت مجازی ہے اور کبھی ضعف اختیار کے قائل ہوتے ہیں جو اجبار کو مستلزم ہے۔

اس کے علاوہ اس مقام میں بعض صوفیہ کے کلام کو سنتے ہیں کہ فاعل ایک ہی ہے اس کے سوا اور کوئی فاعل نہیں ہے اور بندہ کی قدرت کو افعال میں کوئی تاثیر نہیں اور اس کی حرکات جمادات کی حرکات کی طرح ہیں۔ بلکہ بندہ کا وجود ذات وصفت میں جنگل کے سراب کی طرح ہے جس کو پیاسا پانی سمجھ کر جب اس کے نزدیک آتا ہے تو اس کو کچھ نہیں پاتا۔ اس قسم کی باتیں ان کو اقوال و افعال میں مداہنت اور سستی پر زیادہ دلیر کرتی ہیں پس ہم اس مقام کی تحقیق میں کہتے ہیں اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اگر اختیار حقیقی طور پر بندہ کیلئے ثابت نہ ہوتا۔ جیسا کہ اشعری کا مذہب ہے تو اللہ تعالیٰ ظلم کو بندوں کی طرف منسوب نہ کرتا۔ کیونکہ اشعری کے نزدیک نہ ہی بندوں کا اختیار ہے اور نہ ہی ان کی قدرت کی تاثیر ہے۔ بلکہ قدرت اس کے نزدیک محض مدار ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں کئی جگہ ظلم کو بندوں کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور تاثیر کے سوا محض مدار ہونا ظلم کو واجب نہیں کرتا۔ ہاں حق تعالیٰ کا بندوں کو رنج و عذاب دینا بغیر اس امر کے کہ ان کیلئے اختیار ثابت ہو۔ ہرگز ظلم نہیں ہے۔ کیونکہ حق سُبحانہٗ و تعالیٰ خود مختار بادشاہ ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اپنے ملک میں تصرف

کرتا ہے لیکن ظلم کی نسبت ان کے اختیار کے ثبوت کو مستلزم ہے اور اس نسبت میں مجاز کا احتمال خلاف متبادر ہے جس کو بلاضرورت اختیار نہیں کیا جاتا۔ لیکن ضعف اختیار کا قائل ہونا دو حال سے خالی نہیں۔ اگر ضعف سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے اختیار کی نسبت بندہ کا اختیار ضعیف ہے تو یہ بات مسلم ہے اور اس میں کسی نوع کو نزاع نہیں ہے اور اگر ضعف کے یہ معنیٰ ہیں کہ افعال کے صادر ہونے میں بندہ کا استقلال نہیں تو یہ بھی مسلم ہے لیکن اگر ضعف سے یہ مراد ہو کہ افعال میں بندے کے اختیار کو ہرگز دخل نہیں۔ تو ممنوع ہے اور وہی پہلا مسئلہ ہے اور منع کی سند مفصل گزر چکی ہے اس بات کو جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان کی طاقت اور استطاعت کے موافق تکلیف دی ہے اور ان کے ضعف خلقت کے موافق تکلیف میں تخفیف کی ہے:۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا (اللہ تعالیٰ تم سے تخفیف کرنا چاہتا ہے اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے) اور کیونکر تخفیف نہ کرے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ حکیم اور رؤف اور رحیم ہے۔ اس کی حکمت اور رافت اور رحمت کے لائق نہیں کہ بندے کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف دے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ایسے ایسے بھاری پتھر اٹھانے کی تکلیف نہیں دی۔ جن کے اٹھانیکی ان میں طاقت نہیں بلکہ ایسی چیزوں سے مکلف کیا ہے جو بندے پر نہایت ہی آسان ہیں۔ مثلاً نماز جو قیام و رکوع و سجود اور قرأت میسرہ پر مشتمل ہے۔ یہ سب کے سب نہایت ہی آسان ہیں۔ اور ایسے ہی روزوں کا حال ہے کہ نہایت سہولت میں ہیں۔ اور ایسے ہی زکوٰۃ ہے کہ چالیسواں حصہ مقرر ہے اور آدھا یا کل مقرر نہیں کیا تاکہ بندوں کو گراں معلوم نہ ہو۔ یہ اس کی کمال رافت و مہربانی ہے اور مامور کیلئے خلیفہ بنایا اگر اصل دشوار ہو۔ یعنی وضو کیلئے تیمم کو خلیفہ بنایا اور ایسے ہی حکم کیا ہے کہ جو قیام پر طاقت نہ رکھتا ہو وہ بیٹھ کر پڑھے اور جو بیٹھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ لیٹ کر ادا کرے۔ ایسے ہی جو رکوع و سجود کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ وہ اشارے سے ادا کرے۔ وغیرہ وغیرہ جو احکام شرعیہ میں اعتبار و انصاف کی نظر سے دیکھنے والے پر مخفی نہیں ہیں۔ ان تمام شرعیہ تکلیفات کی حد نہایت آسانی اور سہولت میں ہے اور ان تکلیفات کے صفحوں میں اللہ تعالیٰ کی کمال رافت کا مطالعہ ہوتا ہے۔ ان تکلیفات کی تخفیف کا مصداق عام لوگوں کی خواہش اور تمنا ہے جو ان مامورہ تکلیفات کے زیادہ ہونے میں کرتے ہیں۔ یعنی بعض کہتے ہیں کہ فرضی روزے زیادہ ہوتے اور بعض کہتے ہیں کہ فرضی نمازیں زیادہ ہوتیں، علی ہذا القیاس۔ اور اس قسم کی تمنا کمال تخفیف ہی کے باعث ہے اور بعض لوگوں کو ادائے احکام میں آسانی کا معلوم نہ ہونا۔ اس سبب سے ہے کہ ان پر نفسانی ظلمتیں اور طبعی کدورتیں غالب ہیں جو نفس امارہ کی خواہش سے پیدا ہوتی ہیں اور نفس امارہ اللہ تعالیٰ کی دشمنی میں قائم ہے۔ کَبُرَ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ

مَاتَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ (مشرکوں پر وہ بات بہت ہی بھاری ہے جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ (خاشعین کے سوا نماز سب پر بھاری ہے) جس طرح ظاہری مرض احکام کو بمشکل ادا کرنے کا موجب ہے۔اسی طرح باطنی مرض بھی اس دشواری کا باعث ہے اور شرع شریف نفس امارہ کی رسوم کو مٹانے اور اس کی خواہشات کو دور کرنے کیلئے وارد ہوئی ہے۔ گویا ہوائے نفس اور شریعت کی متابعت دو طرفیں ہیں جو ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔ پس اس دشواری کا وجود ہوائے نفس کے وجود پر دلالت کرتا ہے اور جس قدر ہوائے نفس زیادہ ہوگی اسی قدر یہ دشواری زیادہ ہوگی۔ پس جب خواہش نفس بالکل دور ہو جائیگی۔ یہ دشواری بھی بالکل دور ہو جائیگی۔ لیکن بعض صوفیہ کی کلام جو اختیار کی نفی یا اس کے ضعف میں ابھی مذکور ہو چکی ہے تو جاننا چاہئے کہ اگر ان کی کلام احکام شریعہ کے مطابق نہیں ہے تو اس کا ہرگز اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی حجت کے لائق ہے کیونکہ حجت اور تقلید کے لائق علمائے اہل سنت و جماعت کے اقوال ہیں۔ پس صوفیہ کا جو کلام علمائے اہل سنت و جماعت کے اقوال کے موافق ہے وہ قبول ہے اور جو ان کے اقوال کے مخالف ہے وہ مردود اور نامقبول ہے۔ اس کے علاوہ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ مستقیم الاحوال صوفیہ احوال و اعمال اور علوم و معارف میں ہرگز شریعت سے تجاوز نہیں کرتے۔ اور جانتے ہیں کہ شریعت کا بقیہ خلاف حال کی خرابی اور نادرستی سے پیدا ہے۔ اگر حال درست و صادق ہوتا تو شریعت حقہ کے مخالف نہ ہوتا۔ غرض خلاف شریعت زندقہ کی دلیل اور الحاد کی علامت ہے۔ حاصل کلام یہ کہ اگر صوفی غلبہ حال یا سکر وقت میں اپنے کشف سے کوئی ایسا کام کرے جو شریعت کے مخالف ہو تو وہ معذور ہے اور اس کا کشف غیر صحیح ہے اور اس کی تقلید ناجائز اور نادرست ہے۔ اس کی کلام کو ظاہر کی طرف سے اور معنی کی طرف حمل کرنا اور پھیرنا چاہئے۔ کیونکہ اہل سکر کی کلام ظاہر کی طرف سے محمول و مصروف کی جاتی ہے۔ هٰذَا مَا تَيَسَّرَلِيْ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ بِعَوْنِ اَللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَحُسْنِ تَوْفِيْقِهٖ (یہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی مدد سے اور اس کی حسن توفیق سے مجھ سے ہو سکا)۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

مکتوب ۲۹۰

ملا ہاشم کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهٖ

وَاَصْحَابِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ۔

جاننا چاہئے کہ وہ طریقہ جو اقرب اور اسبق اور اوفق اور اسلم اور احکم اور اصدق اور اول اور اعلیٰ اور اجل اور ارفع اور اکمل ہے، وہ طریقہ نقشبندیہ ہے۔ قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَرْوَاحَ اَھَالِیْھَا وَاَسْرَارَ مَوَالِیْھَا اس طریق کی سب بزرگی اور ان بزرگواروں کی یہ بلند شان سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے لازم پکڑنے اور نامرضیہ بدعت سے بچنے کے باعث ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرح کام کی نہایت ان کی بدایت میں مندرج ہے۔ اور ان کے حضور اور آگاہی نے دوام پیدا کر کے درجہ کمال تک پہنچنے کے بعد دوسروں کی تمام آگاہیوں سے برتری حاصل کی ہے۔

اے بھائی خدا تجھے سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ تجھے جاننا چاہئے کہ جب اس درویش کو اس راہ کی ہوس پیدا ہوئی۔ تو حق تعالیٰ کی ہدایت نے ہادی راہ ہو کر ولایت پناہ حقیقت آگاہ، ایسے طریق کی طرف ہدایت دینے والے جس کی ہدایت میں نہایت مندرج ہے اور ایسا راستہ بتانے والے جو درجات ولایت تک پہنچانیوالا ہے۔ دین پسندیدہ کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ اور امام خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کی خدمت میں جو حضرت مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کے خاندان بزرگ کے بڑے خلفا میں سے تھے، پہنچایا۔ انہوں نے اس درویش کو ذکر اسم ذات تعلیم فرمایا۔ اور مقررہ طریق سے ایسی توجہ فرمائی کہ مجھ میں کمال لذت پیدا ہوئی اور کمال شوق سے گریہ شروع ہوا۔ ایک روز کے بعد بیخودی کی کیفیت جو ان بزرگواروں کے نزدیک معتبر ہے اور غنیمت سے موسوم ہے، طاری ہوئی اور اس بیخودی کی حالت میں میں نے ایک دریائے محیط کو دیکھا۔ جس میں عالم کی صورتیں اور شکلیں سایہ کی طرح معلوم ہوئیں۔ یہ بیخودی رفتہ رفتہ غالب ہوتی گئی اور اس قدر بڑھ گئی کہ کبھی ایک پہر روز تک رہتی۔ اور کبھی دو پہر تک اور بعض اوقات تمام رات طاری رہتی۔ جب اس قصہ کو حضرت ایشاں قدس سرہٗ کی حضور میں عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تھوڑی سی فنا حاصل ہو گئی ہے اور ذکر کہنے سے منع فرمایا اور اس آگاہی کی نگہداشت کا امر فرمایا۔ دو روز کے بعد مجھے فنائے اصطلاحی حاصل ہو گئی۔ پھر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اپنے کام میں مشغول رہ۔ بعد ازاں فنائے فنا حاصل ہوئی پھر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ تو تمام عالم کو ایک دیکھتا ہے اور متصل واحد پاتا ہے میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ فنائے فنا میں معتبر یہ ہے کہ اس اتصال کی دید کے باوجود بے شعوری حاصل ہو۔ اسی رات کو اس قسم کی فنا حاصل ہو گئی اس کو بھی عرض کیا اور وہ حالت جو فنا کے بعد حاصل ہوئی، وہ بھی عرض کی اور کہا کہ میں اپنے علم کو حق سبحانہٗ کی نسبت حضوری پاتا ہوں اور ان اوصاف کو جو میری طرف منسوب تھے۔ حق سبحانہٗ، کی طرف منسوب پاتا ہوں۔ بعد ازاں وہ نور جو تمام اشیاء کو محیط ہے ظاہر ہوا۔ اور میں نے اس کو حق سبحانہٗ و

تعالیٰ جانا۔ اس نور کا رنگ سیاہ تھا میں نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ حق جل سلطانہ، پردۂ نور میں مشہود ہے۔ اور نیز فرمایا کہ یہ انبساط اور پھیلاؤ جو اس نور میں دکھائی دیتا ہے، علم میں ہے حق تعالیٰ کی ذات کا اشیاء متعددہ کے ساتھ جو بلندی و پستی میں واقع ہیں تعلق ہونے کے باعث منبسط اور پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے، اس کی بھی نفی کرنی چاہئے۔ بعد ازاں وہ پھیلا ہوا سیاہ نور کم کم اور تنگ ہونے لگا یہاں تک کہ ایک نقطہ بن گیا۔ فرمایا کہ اس نقطہ کی بھی نفی کرنی چاہئے۔ تاکہ حیرت آجائے مَیں نے ایسا ہی کیا اور وہ نقطہ موہوم بھی درمیان سے دور ہو گیا اور حیرت تک جا پہنچا کہ جس مقام میں حق تعالیٰ کا شہود خود بخود ہے۔ جب میں نے عرض کیا تو فرمایا کہ یہی حضور نقشبندیہ کا حضور ہے اور نسبت نقشبندیہ اسی حضور سے مراد ہے اور اس حضور کو حضور بے غیبت بھی کہتے ہیں اور بدایت میں نہایت کا مندرج ہونا اس مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ اس طریق میں طالب کو اس نسبت کا حاصل ہونا ویسا ہی ہے جیسا کہ دوسرے سلسلوں میں طالب اذکار و اوراد اپنے پیروں سے اخذ کرتے ہیں تاکہ ان پر عمل کر کے مقصود تک پہنچیں۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا ترجمہ مری بہار کا کرلے قیاس بستاں سے

یہ عزیز الوجود نسبت ذکر سیکھنے سے دو ماہ اور چند روز بعد حاصل ہو گئی تھی۔ اس نسبت کے ثابت ہونے کے بعد ایک اور فنا جس کو فنائے حقیقی کہتے ہیں۔ حاصل ہوئی اور دل کی اس قدر وسعت پیدا ہوئی کہ عرش سے لے کر مرکز زمین تک تمام عالم کا اس کے مقابلہ میں رائی کے دانہ جتنا بھی قدر نہ تھا۔ بعد ازاں اپنے آپ کو اور ہر فرد عالم کو بلکہ ہر ذرہ کو حق تعالیٰ دیکھنے لگا۔ اس کے بعد ہر ذرہ عالم کو الگ الگ اپنا عین اور اپنے آپ کو ان سب کا عین معلوم کرنے لگا۔ حتیٰ کہ تمام عالم کو ایک ذرہ میں گم پایا۔ بعد ازاں اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرّہ کو اس قدر منبسط اور وسیع دیکھا کہ تمام عالم بلکہ اس سے کئی گنا اور عالم اس میں سما سکیں۔ بلکہ اپنے آپ کو اور ہر ذرہ کو ایسا پھیلا ہوا نور معلوم کیا جو ہر ذرہ میں ساری ہے۔ اور عالم کی صورتیں اور شکلیں اس نور میں مضمحل اور متلاشی ہیں۔ بعد ازاں اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرہ کو تمام عالم کا مقوم (جس کے ساتھ کسی چیز کا قیام ہو) معلوم کیا۔ جب میں نے عرض کیا تو فرمایا کہ توحید میں مرتبہ حق الیقین یہی ہے۔ اور جمع الجمع اسی مقام سے مراد ہے۔ بعد ازاں عالم کی صورتوں اور شکلوں کو کہ جن کو اول حق معلوم کرتا تھا اس وقت موہوم معلوم کیا اور ہر ذرہ کو کہ جنہیں بے تفاوت و بے تمیز حق پاتا تھا، ان کو بھی موہوم پایا اور نہایت حیرت حاصل ہوئی۔

اس اثناء میں فصوص کی وہ عبارت جو اپنے والد بزرگوار علیہ الرحمۃ سے سنی تھی یاد آئی۔ اِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ اَیِ الْعَالَمُ حَقٌّ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ خَلْقٌ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ حَقٌّ مِنْ وَّجْهٍ وَاِنْ شِئْتَ

قُلْتَ بِالْحَيْرَتِ لِعَدَمِ التَّمْيِيْزِ بَيْنَهُمَا (اگر تو چاہے تو کہہ دے کہ عالم حق ہے یا تو اگر کہہ دے کہ عالم خلق ہے یا اگر تو کہہ دے کہ ایک وجہ سے حق ہے اور اگر تو ان دونوں میں تمیز نہ ہونے کے باعث حیرت کہہ دے تو بجا ہے) اس عبارت سے اس اضطراب کی کچھ تسکین ہو گئی۔

بعد ازاں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنا حال عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ ابھی تیرا حضور صاف نہیں ہوا۔ جا اپنے کام میں مشغول ہو۔ تاکہ موہوم کی موجودگی کی تمیز ظاہر ہو۔

میں نے فصوص کی عبارت کو جس سے عدم تمیز ظاہر ہوتی تھی۔ پڑھا۔ تو فرمایا کہ شیخ نے کامل حال کو بیان نہیں کیا۔ عدم تمیز بھی بعض کی نسبت ثابت ہے۔ حسب الامر اپنے کام میں مشغول ہوا۔ حضرت حق سُبحانہٗ وتعالیٰ نے حضور کی محض توجہ شریف سے دو(۲) روز کے بعد موجود اور موہوم میں تمیز ظاہر کر دی اور میں نے موجود حقیقی کو موہوم متخیل سے ممتاز پایا۔ اور ان صفات و افعال و آثار کو جو موہوم سے دکھائی دیتے تھے۔ میں نے حق سُبحانہٗ سے دیکھا اور ان صفات و افعال کو بھی محض موہوم معلوم کیا اور خارج میں ایک ذات کے سوا کچھ موجود نہ دیکھا۔ جب اس حالت کو خدمت اشرف میں عرض کیا تو فرمایا کہ مرتبہ فرق بعد الجمع یہی ہے اور سعی و کوشش کی نہایت یہیں تک ہے اس کے آگے جو کچھ کسی کے نہاد و استعداد میں رکھا ہے، ظاہر ہو جاتا ہے اس مرتبہ کو مشائخ طریقت نے مقام تکمیل کہا ہے۔

جاننا چاہئے کہ اس درویش کو جب اول مرتبہ میں سکر سے صحو میں لائے اور فنا سے بقا کے ساتھ مشرف فرمایا تو جب اپنے وجود کے ذرات میں سے ہر ذرّہ میں نظر کی۔ تو حق تعالیٰ کے سوا نہ پایا اور ہر ذرہ کو اس کے شہود کا آئینہ معلوم کیا۔ اس مقام سے پھر حیرت میں لے گئے جب ہوشیاری میں لائے تو اپنے وجود کے ذرّات میں سے ہر ذرّہ کے ساتھ حق تعالیٰ کو پایا۔ نہ ہر ذرہ میں اور پہلا مقام اس دوسرے مقام کی نسبت بہت نیچے نظر آیا۔ پھر حیرت میں لے گئے جب ہوش میں لائے تو اس مرتبہ میں حق سُبحانہٗ کو نہ عالم کے متصل نہ اس کے منفصل اور نہ عالم میں داخل اور نہ اس سے خارج معلوم کیا اور معیّت اور احاطہ اور سریان کی نسبت جس طرح کہ اول پاتا تھا بالکل منتفی ہو گئی۔ باوجود اس کے اسی کیفیت پر مشہود ہوا بلکہ اس طرح پر کہ گویا محسوس ہے اور عالم بھی اس وقت مشہود تھا لیکن حق تعالیٰ کے ساتھ یہ نسبت مذکورہ کچھ نہ رکھتا۔ پھر حیرت میں لے گئے۔ جب صحو میں لائے تو معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو عالم کے ساتھ اس نسبت مذکورہ کے سوا ایک نسبت ہے اور وہ نسبت مجہول الکیفیت ہے حق تعالیٰ مجہول الکیفیت نسبت سے مشہود ہوا پھر حیرت میں لے گئے اور جب اس مرتبہ میں افاقہ حاصل ہوا اور ہوش میں لائے تو حق تعالیٰ اس مجہول الکیفیّت نسبت کے بغیر اس طرح مشہود ہوا کہ عالم کے ساتھ کوئی نسبت نہیں

رکھتا۔نہ معلوم الکیفیّت نہ مجہول الکیفیّت اور اس وقت عالم اسی خصوصیت سے مشہود تھا۔اس وقت ایک خاص علم عنایت ہوا جس کے باعث ہر دو شہود کے حاصل ہونے کے باوجود خلق اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی مناسبت نہ رہی۔اس وقت مجھے جتلایا گیا کہ اس کی صفت کا مشہود ذات حق کی تنزّیہ نہیں ہے۔ حق تعالیٰ اس سے برتر ہے۔ بلکہ اس کے تکوین کے تعلق کی صورت مثالی ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ تعلقات کونی کے وراء الوراء ہے۔خواہ وہ تعلق معلوم الکیفیّت ہو یا مجہول الکیفیّت۔ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ وَدُوْنَهَا قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَهُنَّ خَيُوْفُ

ترجمہ ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک راہ میں ہیں پر خطر دشت و جبال

اے عزیز!اگر قلم کو احوال کی تفصیل اور معارف کے بیان کرنے میں جاری کروں تو سخن دراز ہو جائے۔ خاص کر توحید وجودی اور ظلیّت اشیاء کے عالم کے معارف اگر بیان کئے جائیں تو جن لوگوں نے اپنی عمریں توحید وجودی میں گزاری ہیں۔ معلوم کرلیں کہ ابھی اس دریائے بے نہایت سے قطرہ بھی حاصل نہیں کیا۔ پھر بڑے تعجب کی بات ہے کہ وہ لوگ اس درویش کو توحید وجودی والوں سے نہیں جانتے اور توحید کے منکرین علماء سے سمجھتے ہیں یہ لوگ اپنی کوتاہ نظری سے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ توحیدی معارف پر اصرار کرنا ہی کمال ہے اور اس مقام سے ترقی کرنا سراسر نقصان ہے۔

بیخبر دے چند زخود بے خبر عیب پسند ند بر غم ہنر

ترجمہ وہ بیخبر کہ جن کو نہیں اپنی کچھ خبر کرتے پسند عیب کو ہیں چھوڑ کر ہنر

یہ لوگ اس امر میں گزشتہ مشائخ کے اقوال کو جو توحید وجودی میں واقع ہیں۔ بطور شہادت پیش کرتے ہیں۔ حضرت حق سُبحانہ' و تعالیٰ ان کو انصاف دے۔ انہوں نے کہاں سے معلوم کیا ہے کہ ان مشائخ کو ان مقام سے ترقی واقع نہیں ہوئی اور اسی مقام میں محبوس رہے ہیں معارف توحیدی کے نفس حصول میں تو کوئی کلام نہیں کیونکہ وہ تو بیشک واقع ہے۔ بلکہ گفتگو اس مقام سے ترقی کے بارہ میں ہے۔ اگر صاحب ترقی کو توحید کا منکر کہیں اور اس پر اصطلاح باندھیں تو کیا مناقشہ ہے۔

اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ قلیل کثیر پر دلالت کرتا ہے اور قطرہ بحر غدیر کی خبر دیتا ہے۔اس لئے قلیل پر موقوف رکھا اور قطرہ پر کفایت کی۔

اے برادر جب حضرت خواجہ نے مجھ کو کامل مکمل جان کر تعلیم طریقہ کی اجازت فرمائی۔ اور طالبوں کی ایک جماعت کو میرے حوالہ کیا تو مجھ کو اس وقت اپنی کمال و تکمیل میں تردّد تھا آپ نے فرمایا کہ تردّد کی کوئی جگہ نہیں۔ کیونکہ مشائخ عظام نے اس مقام کو مقام کمال اور تکمیل فرمایا ہے۔اگر اس مقام میں تردّد کریں تو ان مشائخ کی کمالیّت میں تردّد لازم آتا ہے۔ حسب الامر طریقت کی تعلیم کو شروع

کیا ہے اور طالبوں کے حق میں توجہ کو مدِ نظر رکھا۔ اور طالبوں میں اس کا بڑا اثر محسوس ہوا حتی کہ سالکوں کا کام گھڑیوں میں ہونے لگا کچھ مدت تک اس کام کو بڑی سر گرمی اور مستعدی سے کرتا رہا آخر کار اپنے نقص کا علم پیدا ہوا اور ظاہر ہوا کہ تجلی ذاتی برقی جس کو مشائخ بزرگوار نے نہایت کہا ہے اس راہ میں کوئی پیدا نہیں ہوئی اور نیز معلوم نہیں ہوا کہ سیر الی اللہ کیا ہے۔ ان کمالات کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس وقت اپنے نقص کا علم روشن ہو گیا۔ وہ طالب جو میرے پاس جمع تھے سب کو جمع کر کے اپنا نقص بیان کیا اور سب کو وداع کر دیا لیکن طالب اس بات کو تواضع سے جان کر اپنے عقیدہ سے نہ پھرے کچھ مدت بعد حضرت حق سُبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل احوال منتظرہ کو حاصل فرمایا۔

جاننا چاہئے کہ حضرات خواجگان قدس سرہم کے طریقہ کا ماحصل یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کے عقائد کے موافق اپنا اعتقاد درست کریں۔ سُنّت سَنِیّہ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کریں۔ بدعت اور ہوائے نفسانی سے پرہیز کریں۔ جہاں تک ہو سکے عزیمت پر عمل کریں اور رخصت سے احتراز کریں۔ اس کے بعد اوّل جہت جذبہ میں استہلاک و اضمحلال یعنی فنا و استغراق حاصل کریں۔ اس استہلاک کو عدم سے تعبیر کرتے ہیں اور وہ بقاء جو اس جہت میں اس استہلاک کے متحقق ہونے کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ اس کو وجود عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی وہ وجود و بقا جو عدم پر مترتب ہے جس کو استہلاک و اضمحلال کہتے ہیں اس استہلاک یا عدم سے یہ مراد نہیں کہ جس سے بیخبر یا غائب ہو جائیں بلکہ باوجود اس استہلاک کے بعض جس سے بیخبر اور غائب ہو جاتے ہیں۔ اور بعض نہیں ہوتے اور اس بقا والے کیلئے ممکن ہے کہ صفات بشریّت کی طرف رجوع کرے اور اخلاق نفسانیہ کی طرف لوٹ آئے۔ برخلاف اس بقاء کے جو فنا پر مرتب ہے کہ اس سے عود کرنا جائز نہیں اور ممکن ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ نے انہی معنوں کے لحاظ سے فرمایا ہو کہ وجود عدم وجود بشریت کی طرف رجوع کرتا ہے لیکن وجود فنا، وجود بشریّت کی طرف ہرگز عود نہیں کرتا۔ کیونکہ مقام اول میں ابھی کچھ راستہ باقی ہے اور راستہ سے رجوع کرنا ممکن ہے اور دوسرا واصل منتہی ہے اور واصل کیلئے رجوع نہیں ہوتا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مَارَجَعَ مَنْ رَجَعَ اِلَّا مِنَ الطَّرِيْقِ وَمَنْ وَصَلَ اِلَيْهِ لَا رَجَعَ (کوئی شخص نہیں مڑا مگر راستہ سے اور جو واصل ہوتا ہے وہ نہیں مڑتا)

جاننا چاہئے کہ وجود عدم والا اگرچہ راہ ہی میں ہے۔ لیکن بدایت میں نہایت درج ہونے کے موافق نہایت کار سے آگاہ ہے۔ جو کچھ منتہی کو آخر میں میسر ہوتا ہے اس کو اس جہت میں اس کا خلاصہ و مجمل طور پر حاصل ہے۔ اس نسبت نے چونکہ منتہی میں شمول اور عموم سیر پیدا کیا ہوا ہے اس لئے وہ

نسبت اس کی روحانیت اور جسمانیت میں حاصل ہوئی ہے اور وجود عدم میں خلاصہ قلب پر ہی موقوف ہے۔ وَلَوْ فِي الْجُمْلَةِ وَإِنْ كَانَ عَلَى سَبِيْلِ الْإِجْمَالِ (اگرچہ فی الجملہ ہو اور اجمال کے طور پر ہو) اسی واسطے منتہی صاحب تفصیل ہے اور صفات جسمانیہ کی طرف اس کا رجوع کرنا ممتنع ہے۔ کیونکہ اس نسبت نے اس کے تمام مراتب جسمانیہ میں سرایت کر کے اس کو ان صفات سے نکال دیا ہے اور فانی کر دیا ہے اور یہ فنا موہبت محض یعنی اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے اور موہبت محض سے رجوع کرنا حق تعالیٰ کی پاک درگاہ کے لائق نہیں۔ برخلاف وجود عدم والے کے کہ یہ سرایت اس کے حق میں مفقود ہے۔ چونکہ یہ مراتب قلب کے تابع ہیں۔ اس لئے وہ نسبت تبعیّت کے طور پر ان میں بھی فی الجملہ ساری ہے اور صورت سے ہٹا کر مغلوب کر دیا ہوا ہے۔ لیکن فنا اور زوال تک نہیں پہنچایا یہی وجہ ہے کہ اس سے رجوع کرنا ممکن ہے کیونکہ مغلوب کبھی بعض عوارض کے پیش آنے اور بعض موانع کے لاحق ہونے سے مغلوب ہو جاتا ہے اور واصل عود نہیں کرتا جیسا کہ گزر چکا۔

جاننا چاہئے کہ اس سلسلہ علیہ کے بعض مشائخ قدس سرہم نے مذکورہ بالا استہلاک واضمحلال اور اس بقا پر جو اس پر مترتب ہے فنا و بقا کا اطلاق کیا ہے اور تجلّی ذاتی اور شہود ذاتی بھی اس مرتبہ میں ثابت کیا ہے اور اس باقی کو واصل کہا ہے اور یاد داشت بھی جو حق تعالیٰ کی بارگاہ کے ساتھ دوام آگاہی سے مراد ہے، اسی مقام میں متحقق جانتے ہیں۔ یہ سب کچھ بدایت میں نہایت درج ہونے کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ فنا و بقا منتہی واصل کے سوا کسی کو نہیں ہوتی اور تجلّی ذاتی بھی اس سے مخصوص ہے اور دوام حضور بھی واصل منتہی کے لئے ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے لئے ہرگز رجوع نہیں ہوتا۔ لیکن پہلا اطلاق بھی مذکورہ بالا اعتبار سے صحیح ہے اور وجہ وجیہ پر مبنی ہے اور واصل کی فنا و بقا اور تجلّی ذاتی اور شہود ذاتی اور یاد داشت جو کتاب فقرات حضرات خواجہ احرار قدس سرہٗ میں واقع ہیں۔ اسی قسم سے ہیں۔

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ وہ کتاب اور مکتوبات و رسائل جو بعض مخلصوں کی طرف لکھے ہیں۔ مکتوب الیہ کی درایت و معرفت پر مبنی ہیں اور كَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ (لوگوں کے ساتھ ان کی عقل کے موافق کلام کرو) ان میں مد نظر ہے اور رسالہ سلسلۃ الاحرار جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے طریق پر واقع ہے اور رباعیات مشرح جو حضرت خواجہ پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ و مولا محمد باقی قدس سرہٗ نے لکھی ہیں، اسی قسم سے ہیں اور اس بقا کا بلکہ ہر ایک اس بقا کا جو جذبہ میں پیدا ہو۔ اس کا رخ توحید وجودی میں ہے اسی واسطے بعض مشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے حق الیقین کو اس طور پر بیان کیا ہے کہ جس کا انجام توحید وجودی کی طرف ہے اور بعض لوگوں کو اسی بیان نے اشتباہ میں ڈال دیا کہ حق الیقین ان کے نزدیک تجلّی صوری مراد ہے اور طعن و تشنیع تک نوبت پہنچا دی اور حق

یہ ہے کہ اِن کا یہ حق الیقین جہت جذبہ میں پیدا ہوا ہے اور یہ معرفت اس مقام کے لائق ہے اور تجلی صوری چیز دیگر ہے کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی اَرْبَابِہٖ (جیسا کہ اس کے صاحبان پر واضح ہے) اور کثرت کے آئینہ میں وحدت کا اس طرح پر مشاہدہ کرنا کہ آئینہ بالکل پوشیدہ ہو جائے اور وحدت کے سوا اور کچھ مشہود نہ ہو۔ اس مقام کو یادداشت کے مناسب جان کر اس مرتبہ پر یادداشت کا اطلاق کیا ہے اور اس کو تجلّی ذاتی اور شہود ذاتی بھی کہتے ہیں اور اس مقام کو مقام احسان فرماتے ہیں اور اس گم ہونے کو وصل سے تعبیر کرتے ہیں۔ ع

تو در و گم شو وصال این است وبس

ترجمہ ع وصال نام ہے اس کا کہ ہو تو گم اس میں

یا اصطلاح حضرت خواجہ ناصر الدین خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ سے مخصوص ہے۔ اس سلسلہ کے مشائخ متقدمین سے کسی نے بھی اس اصطلاح کی نسبت کلام نہیں کی ع

ہر چہ خوباں کنند خوب آید

ترجمہ ع خوب صورت جو کریں وہ خوب ہے

ان کے کلمات قدسی سمات سے ہے کہ زبان دل کا آئینہ ہے اور دل روح کا اور روح حقیقت انسانی کا اور حقیقت انسانی حق تعالیٰ کا آئینہ ہے۔ حقائق غیبیہ غیب ذات سے مسافت بعیدہ کو قطع کر کے زبان پر آتے ہیں اور وہاں صورت لفظی قبول کر کے مستعدوں کے کانوں میں پہنچتے ہیں۔

اور نیز حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ بعض بزرگواروں نے جن کی میں نے ملازمت کی، دو (۲) چیزیں مجھے کرامت کیں۔ ایک یہ کہ جو کچھ لکھوں جدید لکھوں نہ قدیم۔ دوسرا یہ کہ جو کچھ کہوں مقبول ہو گا نہ مردود۔ ان کی بزرگی اور ان کے معارف کی بلندی ان کلمات قدسیہ سے سمجھی جاتی ہے اور واضح ہوتا ہے کہ آپ ان باتوں کے درمیان نہیں ہیں اور آئینہ سے زیادہ نہیں ہیں۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ وَمَا عِنْدَہٗ مِنْ عُلُوِّ دَرَجَتِہٖ وَمَنْزِلَةِ کَمَالِہٖ (ان کی حقیقت حال اور درجہ کی بلندی اور کمال مرتبہ کو حق تعالیٰ ہی جانتا ہے) اپنے حال کے موافق ان مثنویات کو پڑھا کرتے تھے۔ مثنوی

ہر کسے از ظن خود شد یار من ۔۔۔ از درونِ من نجست اسرارِ من

سر من از نالہ من دور نیست ۔۔۔ لیک چشم وگوش را ایں نور نیست

ترجمہ یار میرا ہر کوئی ظن سے بنا ۔۔۔ پر نہ میرے راز کا واقف ہوا

سر میرا کچھ نہیں نالہ سے دور ۔۔۔ پر نہیں کان آنکھ میں ہرگز یہ نور

ان کے علوم ومعارف کا تھوڑا سا بیان اس مکتوب کے اخیر میں یہ حقیر اپنے فہم قاصر کے موافق لکھے گا۔ وَالْاَمْرُ عِنْدَ اللّٰہِ

اگر حق سُبحانہ ٗ وتعالیٰ اپنی کمال عنایت کے ساتھ ان میں سے بعض کو اس جذبہ کے حاصل ہونے کے بعد سلوک کی دولت سے مشرف فرمائے۔ تو جذبہ کی مدد سے دور دراز مسافت کو جس کا اندازہ پنجاہ ہزار سال کا راستہ مقرر ہے اور آیت کریمہ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ (فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھتے ہیں ایسے دن میں جس کا اندازہ پنجاہ ہزار سال ہے) میں اسی اندازہ کی طرف اشارہ ہے۔ تھوڑی سی مدت میں قطع کر سکتے ہیں اور فنافی اللہ اور بقاباللہ کی حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں۔

سلوک کی انتہا سیر الی اللہ کی نہایت تک ہے، جس کو فنائے مطلق سے تعبیر کرتے ہیں بعد ازاں پھر مقام جذبہ ہے۔ جس کو فنافی اللہ اور بقاباللہ کی سیر سے تعبیر کرتے ہیں۔ سیر الیٰ اللہ اس اسم تک سیر کرنے سے مراد ہے۔ جس کا مظہر سالک ہے اور سیر فی اللہ اس اسم میں سیر ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک اسم بے نہایت اسماء کا جامع ہے جس کا بیان ابھی انشاء اللہ کیا جائے گا اور یہ اسم مراتب عروج میں عین ثابتہ کے فوق میں ہے۔ کیونکہ سالک کا عین ثابتہ اسی اسم کا ظل اور اسی کی صورت علمیہ ہے۔ وہ لوگ جو محض فضل ایزدی جل شانہٗ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اسی اسم سے بھی عروج فرماتے ہیں اور جہاں تک خدا کا منظور ہو بے نہایت ترقیاں کرتے ہیں ۔

مِنْ بَعْدِ ھٰذَا مَا یَدُقُّ صِفَاتُہٗ وَکِتْمُہٗ اَحْظٰی لَدَیْہِ وَاَجْمَلُ

ترجمہ بعد ازاں وہ چیز ہے جس کا نہیں ملتا پتا

اس کا پوشیدہ ہی رکھنا اور چھپانا ہے بھلا

اگرچہ تمام صاحبان سلوک کے واصل جہت ثانی میں ان کے ساتھ شریک ہیں اور فنافی اللہ اور بقاباللہ کے ساتھ متحقق ہیں۔ لیکن وہ مسافت جو صاحبان سلوک ریاضتوں اور مجاہدوں سے قطع کرتے ہیں اور بڑی دراز مدت میں اس کی منتہا تک پہنچتے ہیں۔ اس بزرگ خانوادہ کے بزرگ دار دولت شہود کی لذت اور مقصود کے پالینے کے ذوق سے اس مسافت کو تھوڑی سی مدت میں قطع فرماتے ہیں اور کعبہ مقصود تک پہنچ جاتے ہیں اور وہاں پہنچ کر اس قدر بے نہایت ترقیاں کرتے ہیں کہ ارباب سلوک کے منتہی اس ترقی وقرب سے بے نصیب ہیں۔ کیونکہ سلوک پر جذبہ کا مقدم ہونا ایک قسم کی محبوبیت کے معنی چاہتا ہے۔ جب تک مراد نہ ہوں جذب نہیں کرتے اور جب جذب کرتے ہیں تو بہت ہی نزدیک ہو جاتے ہیں اور قرب زیادہ تر حاصل کرتے ہیں اور بن بلائے جانے میں بہت فرق ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ

يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے مثنوی

عشق عاشق بادو صد طبل ونفیر　　عشق معشوقاں نہان است وستیر
عشق معشوقاں خوش وفربہ کند　　لیک عشق عاشقاں تن زہ کند
ترجمہ عاشقوں کا عشق دے ڈنکا بجا　　عشق معشوقاں ہے پردہ میں چھپا
عشق معشوقاں بدن خوشتر کرے　　عاشقوں کا عشق تن لاغر کرے

اگر کہیں کہ دوسرے سلسلوں کی مراد بھی اس ترقی اور قرب میں شریک ہیں۔ کیونکہ جذبہ ان کے سلوک پر بھی مقدم ہے۔ پس دوسرے طریقوں پر اس طریق کی زیادتی کیا ہے اور اس کو اقرب طریق کیوں کہا جاتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرے طریق اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے موضوع نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض کو یہ دولت اتفاقیہ حاصل ہوتی ہے اور یہ طریق اس دولت کے حاصل ہونے کے لئے موضوع ہے اور یادداشت جو اس سلسلہ علیہ کے بزرگواروں کی عبارتوں میں واقع ہے۔ جذبہ وسلوک کی دونوں جہتوں کے متحقق ہونے کے بعد متصور ہوتا ہے اور اس کو نہایت اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ مراتب شہود وآگاہی کا نہایت ہے۔ ورنہ نہایت مطلق وراء الوراء ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ شہود یا صورت کے آئینہ میں ہے یا معنی میں یا صورت ومعنی کے ماوراء ہے۔ اس شہود بے پردہ کو برقی کہتے ہیں۔ یعنی یہ شہود برق کی طرح حاصل ہوتا ہے۔ پھر پردہ میں ہو جاتا ہے۔ یہی شہود اگر فضل ایزدی سے دائمی ہو جائے اور پورے طور پر پردوں کی تنگی سے نکل جائے۔ تو اس کی تعبیر یادداشت سے کرتے ہیں، جس کو حضور بے غیبت کہتے ہیں، کیونکہ جس وقت مشہود پردۂ احدیت میں متحقق ہوا۔ تو جب تک دائمی طور پر بے پردگی پیدا نہ کرے۔ اس پر یادداشت کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔ یہاں ایک دقیقہ ہے جس کا جاننا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی واصل کو رجوع نہیں ہوتا کیونکہ اس کی آگاہی دائمی ہے لیکن اس نسبت کا سریان اس کے کلیہ میں برق کی طرح ہے۔ برخلاف ان محبوبوں کے جن کا جذبہ سلوک پر مقدم ہے۔ ان کے حق میں یہ سریان دائمی ہے اور ان کی کلیۃ نے سر کا حکم حاصل کر لیا ہے۔ اور سر کا کام کرتا ہے۔ جیسا کے پہلے اس کی طرف اشارہ ہو چکا۔ یعنی ان کے جسم ان کی روحوں کی طرح نرم ہو جاتے ہیں، حتی کہ ان کا ظاہر باطن کی طرح اور باطن ظاہر کی طرح ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی آگاہی میں غیبت کی گنجائش نہیں۔ پس یہ نسبت تمام نسبتوں سے بڑھ کر ہے اور ان حضرات کی کتابوں اور رسالوں میں وہ عبارت انہی معنوں میں شائع ہے۔ کیونکہ نسبت آگاہی سے مراد ہے اور مراتب آگاہی کی نہایت یہ ہے کہ بے پردہ میسر ہو اور دائمی ہو اور اس طریق کے مشائخ جو اس نسبت کو

اپنے ساتھ مخصوص کرتے ہیں تو اس اعتبار سے ہے کہ یہ طریق اس دولت کے حاصل ہونے کے لئے موضوع ہے۔ جیسا کہ گزر چکا۔ ورنہ دوسرے سلسلوں کے بزرگواروں کو بھی اگر میسر ہو جائے تو جائز ہے بلکہ واقع ہے۔

اکابر اہل اللہ کے سر کردہ شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہٗ ان بزرگواروں کی نسبت ایک رمز بیان فرماتے ہیں اور اپنے استاد سے اس کی تحقیق کرتے ہیں اور اور پوچھتے ہیں کہ آیا یہ حدیث دائمی ہوتی ہے۔ استاد جواب میں فرماتے ہیں کہ نہیں ہوتی شیخ پھر اس مسئلہ کا تکرار کرتے ہیں اور وہی جواب پاتے ہیں اور تیسری بار پھر اسی سوال کا تکرار کرتے ہیں اور استاد جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر ہوتی ہے تو شاذ و نادر ہوتی ہے۔ شیخ رقص کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ بھی ان نادرہ امور سے ہے۔

اور یہ جو میں نے بیان کہا تھا کہ نہایت مطلق وراء الوراء ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ اس آگاہی کے ثابت ہونے کے بعد اگر عروج واقع ہو۔ تو حیرت کے بھنور میں جا پڑتے ہیں اور اس آگاہی کو باقی مراتب عروج کی طرح پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ یہی حیرت ہے جس کو حیرت کبریٰ سے موسوم کرتے ہیں جو بزرگواروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ جیسا کہ ان لوگوں کی کتابوں میں واقع ہے۔ ایک بزرگ اس مقام میں فرماتے ہیں ؂

حسن تو مرا کرد چناں زیر و زبر | کز خال وخط وزلف توام نیست خبر

ترجمہ تیرے حسن نے کیا مجھ کو ایسا زیر و زبر | کہ تیرے زلف وخط وخال کی رہی نہ خبر

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں ؂

عشق بالائے کفر ودیں دیدم | برتر از شک واز یقیں دیدم
کفر و دین و یقین و شک ہر چار | ہمہ باعقل ہم نشیں دیدم
چوں گذشتم زعقل صد عالم | چوں بگویم کہ کفر و دیں دیدم
ہر چہ، مستند سدِ راہ تو اند | سدّ اسکندری ہمیں دیدم

ترجمہ عشق ہے دین وکفر کے اوپر | ہے یقین اور شک سے برتر
کفر و شک و یقین و دیں دیکھا | عقل کا سب کو ہم نشیں دیکھا
جب کہ دنیا کی عقل سے گزرا | تب ہوا مجھ کو کفر و دیں کا پتا
ہے جو سب کچھ ہے سدّ راہ تیرا | سدّ اسکندری یہی دیکھا

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں ؂

لاوھو زاں سرائے روز بہی | بازگشتند وجیب وکیسہ تہی

ترجمہ لاوھو دونوں درگہ حق سے جیب وکیسہ کو خالی لے کے پھرے

اس حیرت کے حاصل ہونے کے بعد مقام معرفت ہے۔ دیکھیں کس کو اس دولت سے مشرف کرتے ہیں اور کفر حقیقی کے بعد جو مقام حیرت ہے ایمان حقیقی سے کس کی نوازش فرماتے ہیں۔ محققین کے مطلوبہ کی نہایت اسی ایمان میں ہے اور حضرت صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت اور کمال متابعت کا مقام کہ اَدْعُوْ اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ (میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور میرے تابعدار بصیرت پر ہیں) میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ اسی مقام میں ہے اور دین ودنیا کے سردار علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی ایمان کو طلب کیا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ اِیْمَانًا صَادِقًا وَیَقِیْنًا لَیْسَ بَعْدَہٗ کُفْرٌ (یا اللہ تو مجھے وہ ایمان صادق اور یقین عطا کر جس کے بعد کفر نہیں) اور کفر حقیقی سے جو مقام حیرت ہے پناہ مانگتے تھے۔ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْکُفْرِ (میں فقر اور کفر سے پناہ مانگتا ہوں) یہ مراتب حق الیقین کا نہایت ہے اس مقام میں علم وعین ایک دوسرے کا حجاب نہیں ہیں۔

هَنِیْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمُهَا وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِیْنِ مَایَتَجَرَّمُ

ترجمہ مبارک منعموں کو اپنی نعمت مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

اے برادر خدا تجھے ہدایت دے۔ جان لے کہ ان عزیزوں کا جذبہ دو قسم پر ہے:۔

پہلا وہ جذبہ ہے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پہنچا ہے اور اسی اعتبار سے ان کا طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہے اور یہ جذبہ ایک خاص قسم توجہ کے ساتھ جو تمام موجودات کی قیوم ہے اور اس میں استہلاک واضمحلال یعنی فناواستغراق کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔

دوسری قسم جذبہ کی وہ ہے جس کے ظہور کا مبدء اس طریق میں حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہٗ ہیں اور یہ جذبہ معیّت ذاتیہ کی راہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ جذبہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے ان کے پہلے خلیفہ خواجہ علاء الدین قدس سرہٗ کو پہنچا اور چونکہ یہ اپنے وقت کے قطب ارشاد تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے اس جذبہ کے حاصل ہونے کے لئے ایک خاص طریقہ وضع کیا۔ وہ طریقہ ان کے خاندان کے خلفاء میں طریقہ علائیہ کے نام سے مشہور ہے اور ان کی عبارت میں اس طرح واقع ہے کہ سب طریقوں سے اقرب طریقہ علیہ علائیہ ہے۔ اس جذبہ کی اصل اگرچہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ سے ہے۔ لیکن اس کے حاصل ہونے کے لئے طریق کا وضع کرنا خواجہ علاء الدین قدس سرہٗ کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ طریقہ بہت کثیر البرکت ہے۔ اس طریق پر تھوڑا سا چلنا دوسرے طریقوں پر بہت چلنے سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ اب تک خانوادہ علائیہ واحراریہ کے مشائخ کے خلفاء اس دولت عظمیٰ سے بہرہ مند ہیں اور اسی راہ سے طالبوں کی تربیت فرماتے ہیں۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کو یہ

دولت عظمیٰ حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ سے جو حضرت خواجہ علاء الدین قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے ہیں پہنچی ہے۔

اوّل قسم کا جذبہ جو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ اس کے حاصل ہونے کے لئے جدا طریقہ موضوع ہے اور وہ طریق وقوف عددی ہے اور وہ سلوک بھی جو اس جذبہ کے حاصل ہونے کے بعد متحقق ہوتا ہے۔ دو قسم پر ہے۔ بلکہ اس کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک وہ قسم ہے جس کے طریق سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ مقصود تک پہنچتے ہیں اور حضرت رسالت خاتمیت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ بھی اسی جذبہ اور اسی طریق سے مطلب تک پہنچے ہیں اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمال اخلاص کے باعث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رکھتے تھے اور ان میں فانی تھے۔ باقی تمام اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے اسی خاص طریق کے ساتھ مخصوص ہوئے ہیں اور جذبہ سلوک کی یہی نسبت اسی خصوصیت کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی ہے اور چونکہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد کرام سے تھیں۔ اس لئے ان دونوں اعتباروں کے لحاظ سے حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وَلَدَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ مَرَّتَیْنِ (مجھے حضرت ابو بکرؓ نے دو بار جنا) اور چونکہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بزرگ آباؤ اجداد کی طرف سے جدا نسبت حاصل تھی۔ اس لئے ان دونوں طریقوں کے جامع ہوئے ہیں اور اس جذبہ کو ان کے سلوک کے ساتھ جمع کیا اور اس سلوک سے مقصود تک پہنچے۔

ان دونوں سلوک کے درمیان فرق یہ ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلوک سیر آفاقی سے قطع ہوتا ہے اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلوک سیر آفاقی سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ ان کے سلوک کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے خانۂ جذبہ سے نقب کھود کر مطلوب تک پہنچادیں۔

سلوک اوّل میں معارف کی تحصیل ہے اور سلوک ثانی میں غلبۂ محبت۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہر علم کا دروازہ بن گئے اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خُلّت یعنی دوستی کی قابلیت حاصل کی۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا اَحَدًا خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا (اگر ہم کو کوئی اپنا خلیل بنانا ہوتا تو حضرت ابو بکرؓ کو بناتا)

اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جذبہ (کہ جس کی بنیاد محبت پر ہے) جذبہ اور سلوک آفاقی (کہ جس کا منشا علوم و معارف ہیں) کے جامع ہونے کے اعتبار سے محبت و معرفت سے

بہت سا حصہ حاصل کیا۔

بعد ازاں حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اس نسبت مرکبہ کو امانت کے طور پر سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ کے حوالہ کیا۔ گویا یہ بار امانت ان کی پشت پر رہا ہے تاکہ بتدریج امانت والوں کو پہنچائیں۔ ورنہ ان کی توجہ کا رخ دوسری طرف ہے اور اس امانت کے تحمل سے زیادہ کوئی مناسبت اس نسبت کے ساتھ نہیں رکھتے اور اس تکمیل میں بھی کئی حکمتیں ہیں۔ اگرچہ اس نسبت کے اٹھانے والے کم نصیب ہیں۔ لیکن اس نسبت کو ان بزرگواروں کے انوار سے وافر حصہ حاصل ہے۔ مثلاً ایک قسم کا سکر جو اس نسبت میں ملا ہوا ہے سلطان العارفین کے انوار کا اثر ہے۔ وہ سکر مبتدیوں کو جس سے غائبہ اور بیہوش کر دیتا ہے بعد ازاں آہستہ آہستہ چھپتا جاتا ہے اور اس نسبت کے غلبہ صحو کے باعث مراتب صحو میں مل جل جاتا ہے۔ گویا ظاہر میں صحو ہے اور باطن میں سکر یہ بیت ان کے حال کے مناسب ہے

از دروں شو آشناؤ از بروں بیگانہ شو　　　　اینچنیں زیبا روش کم میبود اندرز جہاں

ترجمہ　اندر سے ہو تو آشنا باہر سے ہو بیگانہ تو

ایسی نرالی طرز کا ملتا نہیں ہے خوب رو

علیٰ ہذاالقیاس ہر بزرگ سے نور حاصل کر کے وہ نسبت اپنے اہل تک پہنچ گئی اور وہ عارف ربانی خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ ہیں۔ جو حضرات خواجگان قدس سرہم کے سلسلہ کے سر حلقہ ہیں ان کے زمانہ میں یہ نسبت پھر از سر نو تازہ ہو کر ظاہر ہوئی۔ ان کے بعد اس سلسلہ میں سلوک آفاقی کی جہت پھر مخفی ہو گئی اور جذبہ کے حاصل ہونے کے بعد دوسری راہ سے سلوک کیا اور عروج پیدا کیا اور اس زمانہ تک کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ عالم ظہور میں آئے۔ وہ نسبت پھر جذبہ اور سلوک آفاقی کے ساتھ ظاہر ہوئی اور ان ہر دو جہت کے ساتھ کمال معرفت و محبت کی جامع ہو گئی اور اس جذبہ کی ایک خاص قسم کے علاوہ ایک اور جذبہ بھی جو معیّت کی راہ سے پیدا ہوتا ہے ان کو عطا فرمایا۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا اور ان کمالات میں سے بہت سا حصہ ان کے قائم مقام حضرت خواجہ علاء الحق والدین قدس سرہٗ کو حاصل ہوا اور جذبہ اور سلوک آفاقی کی دونوں دولتوں سے مشرف ہوئے اور قطب ارشاد کے مقام تک پہنچ گئے۔

ایسے ہی حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ نے ان کے کمالات سے کامل حصہ حاصل کیا اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ اپنی زندگی کے اخیر ان کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ جس کو مجھے دیکھنے کی خواہش ہو، وہ محمد کو دیکھ لے۔

اور نیز ان کے حق میں منقول ہے کہ فرمایا کرتے تھے کہ بہاؤالدین کے وجود سے مقصود محمد کا ظہور ہے اور حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ کو باوجود ان کمالات کے مولانا خواجہ محمد عارف ریوگری قدس سرہٗ کی فردیت کی نسبت بھی حاصل تھی۔ جو اخیر زندگی میں ان کو عطا فرمائی تھی اور اسی نسبت کا غلبہ ان کو شیخی اور طلباء کی تکمیل سے مانع ہوا۔ ورنہ کمال و تکمیل میں ان کو بڑا، اعلیٰ درجہ حاصل تھا۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ ان کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر وہ شیخی کرے تو تمام جوان اس سے منور ہو جائے اور مولانا عارف قدس سرہٗ نے اس نسبت فردیت کو اپنے والد بزرگوار مولانا بہاؤ الدین قدس سرہٗ سے حاصل کیا تھا۔

جاننا چاہئے کہ نسبت فردیت کی توجہ پورے طور پر حق تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے اور شیخی اور تکمیل اور دعوت کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ اگرچہ یہ نسبت قطب ارشاد کی نسبت کے ساتھ جو خلق کی دعوت و تکمیل کا مقام ہے، جمع ہو جائے۔ تو پھر دیکھنا چاہئے کہ اگر فردیت کی نسبت غالب ہے۔ تو ارشاد و تکمیل اس صورت میں زبون ہے۔ ورنہ ان نسبتوں والا حد اعتدال میں ہے۔ اس کا ظاہر سب کا سب خلق کے ساتھ ہے اور اس کا باطن حق تعالیٰ کے ساتھ۔ دعوت خلق کے مقام میں اعلیٰ درجہ انہی دونوں نسبتوں والے کو حاصل ہوتا ہے۔ اگرچہ قطب ارشاد کی نسبت تنہا بھی دعوت میں کافی ہوتی ہے۔ مگر ان بزرگواروں کو اس مقام میں مرتبہ دیگر حاصل ہوتا ہے۔ ان کی نظر دلی امراض کو شفا بخشتی ہے اور ان کی صحبت بُرے اور ناپسند اخلاق کو دور کرتی ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ اس دولت اور اس مرتبہ سے مشرف ہوئے تھے۔ قطبیت کی نسبت ان کو شیخ سری سقطی قدس سرہٗ سے حاصل ہوئی تھی اور فردیت کی نسبت شیخ محمد قصاب قدس سرہٗ سے۔(1)

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے خلفا کے بعد اس خاندان بزرگ کے چراغ روشن حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ تھے۔ جو خواجگان قدس سرہم کے جذبہ کو تمام کر کے سیر آفاقی کی طرف متوجہ ہوئے اور اسم تک سیر کو پہنچا کر بغیر اس بات کے کہ اسم میں آکر اس میں استہلاک اور فنا پیدا کریں۔ پھر خانۂ جذبہ میں آگئے اور خاص استہلاک و اضمحلال یعنی استغراق و فنا اسی جہت میں پیدا کی اور بقا بھی اسی جہت میں حاصل کی۔ غرض اس جہت میں شان عظیم رکھتے تھے۔ اور وہ علوم و معارف جو فنا و بقا سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان کو اسی مقام میں حاصل ہو گئے تھے اگرچہ جہتوں کے متغائر ہونے کے باعث علوم میں تفاوت پیدا ہو گیا ان تفاوتوں میں سے ایک توحید وجودی کا اثبات اور عدم اثبات ہے اور ایسے ہی ان

1۔ ان کے پاکیزہ کلاموں میں سے ایک یہ ہے کہ لوگ جانتے ہیں کہ میں سری سقطی قدس سرہٗ کا مرید ہوں، نہیں۔ میں محمد قصاب کا مرید ہوں گویا نسبت فردیت کو غالب کر کے نسبت قطبیت کو اس کے مقابلہ میں معدوم سمجھا ہے۔

اُمور کا ثابت کرنا ہے۔ جو توحید وجودی کے مناسب ہیں۔ مثلاً احاطہ وسریان اور معیّت ذاتیہ اور کثرت میں وحدت کا اس طرح پر مشاہد کرنا کہ کثرت بالکل مخفی ہو جائے اور سالک کی زبان پر کلمہ اَنَا ہر گز نہ آنے پائے وغیرہ وغیرہ برخلاف ان علوم کے جو اس بقا پر مترتب ہوتے ہیں جو فنائے مطلق کے بعد ہے۔ کیونکہ وہ اس طرح نہیں۔ بلکہ ان کے علوم شریعت حقہ کے علوم کے موافق ہیں اور اس قسم کے حیلے بہانے اور تکلفات اور سوال وجواب کے محتاج نہیں ہیں۔

غرض وہ بقا جو جذبہ کی جہت میں ہے، خواہ کسی قسم کا جذبہ ہو سکر سے نہیں نکالتا اور صحو میں نہیں لاتا۔ اسی واسطے باوجو بقا کے اَنَا باقی پر رجوع نہیں کرتا اور اس کی طرف اشارہ نہیں کرتا۔ کیونکہ جذبہ میں غلبۂ محبت ہوتا ہے اور غلبۂ محبت کو سکر لازم ہے اور سکر کسی طرح اس سے جدا نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کے علوم بھی سکر آمیز ہوتے ہیں۔ مثلاً وحدت وجود کا قائل ہونا۔ جو سکر اور غلبۂ محبت پر مبنی ہے۔ اس طرح پر کہ محبّ کی نظر میں سوائے محبوب کے اور کوئی چیز باقی نہیں رہتی جس لئے وہ ماسوائے محبوب کے سب کی نفی کا حکم دیتا ہے۔ اور اگر صحو میں آتا تو محبوب کا شہود اس کے ماسوائے کے شہود سے مانع نہ ہوتا اور وحدت وجود کا حکم نہ کرتا اور وہ بقا جو فنائے مطلق کے بعد ہے اور سلوک کی نہایت ہے، اس کا منشا اور مبدء صحو ومعرفت ہے۔ سکر کو اس مقام میں کچھ دخل نہیں۔ جو کچھ فنا کی حالت میں سالک سے گم ہوا ہوتا ہے۔ سب رجوع کر آتا ہے۔ لیکن اصل کے رنگ میں رنگا ہوتا ہے اور فنا کے بعد بقا کے یہی معنی ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے علوم میں سکر کی مجال نہیں ہوتی ان کے علوم انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علوم کے مطابق ہوتے ہیں۔

نیز میں نے ایک عزیز سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نے اپنی والدہ کے باپ دادوں یعنی ننہال کی طرف سے بھی جو بہت ہی عجیب وغریب احوال اور قوی جذبہ رکھتے تھے۔ ایک نسبت حاصل کی تھی اور اثنا عشر یعنی دوازدہ اقطاب کے مقام سے جن کے ساتھ دین کی تائید وابستہ ہے اور محبت میں شان عظیم رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو وافر حصہ حاصل تھا اور اسی سبب سے حضرت خواجہ قدس سرہٗ شریعت کی تائید اور دین کی مدد کیا کرتے تھے۔ ان کے احوال کی گرامی کا کچھ حال اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

اس کے بعد ارشاد پناہی معارف آگاہی مؤید الدین الرضی شیخنا ومولانا محمد باقی سلمہ اللہ تعالیٰ کے نور ظہور کی برکت سے ان بزرگواروں کا طریق اعلیٰ بالخصوص ممالک ہندوستان میں جہاں کے رہنے والے ان کمالات سے بے بہرہ تھے، از سر نو زندہ ہوا اور ان عزیزوں کے آداب شائع ہوئے۔

اس حقیر نے چاہا کہ اس مکتوب میں ان کے بھی تھوڑے سے کمالات درج کئے جائیں چونکہ اس

بارہ میں ان کی رضامندی مفہوم نہ ہوئی۔اس لئے اس بارہ میں جرأت نہ کی۔

مکتوب ۲۹۱

توحید وجودی اور توحید شہودی کے مراتب اوران کے متعلقہ معارف کے بیان میں مولانا عبدالحی کی طرف صادر فرمایاہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

خدا تجھے ہدایت دے، تجھے جاننا چاہئے کہ بعض کے لئے توحید وجودی کا باعث یہ ہوتا ہے کہ وہ توحید کے مراقبوں کی کثرت سے مشق کرتے ہیں اور کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنی کو لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ سمجھتے ہیں۔اس قسم کی توحید تحمل و تامل و تخیل کے بعد سلطان خیال کے غلبہ کے باعث ظاہر ہوتی ہے۔کیونکہ معنیٰ توحید کے بکثرت مشق سے اس معرفت کا نقش قوت متخیلہ میں بندھ جاتا ہے۔ چونکہ یہ توحید صاحب توحید کی اپنی بنائی ہوئی ہوتی ہے اس لئے معلول ہے اور اس توحید والا ارباب احوال میں سے نہیں ہے۔کیونکہ ارباب احوال وہ لوگ ہوتے ہیں جو ارباب قلوب میں ہیں اور اس توحید والے کو ابھی مقام قلب کی کچھ خبر نہیں ہے۔بلکہ صرف علم ہی علم ہے۔بلکہ علم کے کئی درجے ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ بعض کے لئے توحید وجودی کا منشاء قلبی انجذاب و محبت ہوتی ہے کہ اول ان اذکار و مراقبات میں جو معنیٰ توحید کے تخیل سے خالی ہوتے ہیں اشتغال کرتے ہیں اور پھر اپنی کوشش یا صرف سابقہ عنایت سے مقام قلب تک پہنچ جاتے ہیں اور جذب پیدا کرتے ہیں۔اس مقام میں اگر ان پر توحید وجودی کا جمال ظاہر ہو جائے۔ تو اس کا سبب محبوب کی محبت کا غلبہ ہوگا۔جس نے محبوب کے ماسوا کو ان کی نظر سے مخفی اور پوشیدہ کر دیا ہے اور چونکہ محبوب کے ماسوا کو نہیں دیکھتے اور نہ ہی پاتے ہیں اس لئے محبوب کے سوا کسی کو موجود نہیں جانتے۔اس قسم کی توحید احوال سے ہے اور تخیل و توہم سے پاک ہے۔اگر اس قسم کے ارباب قلوب کو اسی مقام سے عالم کی طرف لے آئیں۔ تو اپنے محبوب کو ذرّاتِ عالم میں سے ہر ذرہ میں مشاہدہ کرتے ہیں اور موجودات کو اپنے محبوب کے حسن و جمال کے آئینے اور مظہر سمجھتے ہیں اور اگر محض فضل خداوندی جل شانہٗ سے مقام قلب سے نکل کر مقلب قلوب کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوں۔ تو یہ توحیدی معرفت جو مقام قلب میں پیدا ہوئی تھی۔زائل ہونے لگتی ہے اور جوں جوں معارج عروج میں صعود و ترقی کرتے جاتے ہیں توں توں اپنے آپ کو اس معرفت کے ساتھ زیادہ زیادہ نامناسب پاتے جاتے ہیں حتیٰ کہ ان میں سے بعض اس معرفت والوں کے طعن و انکار تک پہنچ جاتے ہیں مثل رکن الدین ابوالمکارم شیخ علاؤالدولہ سمنانی کے اور بعض کا اس معرفت کے

زائل ہونے کے بعد اس معرفت کی نفی واثبات سے کچھ کام نہیں ہوتا۔

ان سطور کا کاتب اس معرفت والوں کے انکار سے کنارہ کرتا ہے اور ان کے طعن سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے۔ انکار و طعن کی مجال تب ہوتی ہے جب کہ اس حال والوں کا اس حال کے ظہور میں اپنا قصد واختیار ہو۔ جب ان کے ارادہ کے بغیر ان سے یہ معنی ظاہر ہو رہے ہیں۔ تو یہ اس حال میں مغلوب ہیں۔ اس لئے معذور ہیں اور بیچارے معذور پر طعن کی کیا مجال۔ لیکن اس قدر جانتا ہے کہ اس معرفت کے اوپر اور معرفت ہے اور اس حال کے ماسوا اور حالت ہے۔ اس مقام کے محبوس بہت سے کمالات سے رکے ہوئے ہیں اور بیشمار مقامات سے محروم ہیں۔ اس بے سر و سامان حقیر کو بغیر اس بات کے کہ معنی توحید میں مشق کرے مراقبات واذکار کے ضمن میں اپنی کوشش کے بغیر محض فضل ایزدی سے ہدایت وافاضت پناہ حقائق و معارف آگاہ مؤید الدین الرضی شیخنا مولانا محمد باقی قدس سرہٗ کی خدمت میں ذکر کی تعلیم اور ان کی توجہ والتفات کے بعد مقام قلب میں لا کر اس معرفت کا دروازہ فقیر پر کھول دیا تھا اور اس مقام کے بہت سے معارف عطا فرمائے تھے اور اس معرفت کے دقائق کو منکشف کر دیا تھا کچھ مدت تک اس حقیر کو اس مقام میں رکھا۔ آخر کار کمال بندہ نوازی سے مقام قلب سے نکالا اور اس ضمن میں وہ معرفت رفتہ رفتہ زائل ہو کر سب کی سب معدوم ہو گئی۔

اپنے احوال کے اظہار سے مقصود یہ ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائیکہ یہ جو کچھ لکھا جا رہا ہے از روئے کشف ذوق کے ہے نہ از روئے ظن و تقلید کے اور وہ معارف توحیدی جو بعض اولیاء اللہ سے ابتدائے حال میں ظاہر ہوئے ہیں۔ وہ مقام قلب ہی میں سرزد ہوئے ہوں گے۔ اس لحاظ سے کوئی نقص ان پر لاحق نہیں ہوتا۔

اس حقیر نے بھی اس وقت معارف توحیدی میں بہت سے رسالے لکھے ہیں اور چونکہ بعض یاروں نے ان تحریروں کو اس طرح پراگندہ کر دیا تھا کہ ان کا جمع کرنا دشوار تھا۔ اس لئے ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ نقص اس وقت لازم آتا ہے جب کہ اس مقام سے اوپر نہ لے جائیں۔

ارباب توحید میں سے ایک گروہ وہ لوگ ہیں۔ جو اپنے مشہود میں استہلاک واضمحلال یعنی فنا واستغراق کامل طور پر پیدا کر لیتے ہیں اور ان کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیشہ اپنے مشہود میں مضمحل و معدوم رہیں اور ان کے وجود کے لوازم سے کوئی اثر ظاہر نہ ہو۔ یہ لوگ انا کے رجوع کو اپنے اوپر کفر جانتے ہیں اور نہایت کار ان کے نزدیک فنا و نیستی ہے۔ مشاہدہ کو بھی گرفتاری جانتے ہیں۔ ان میں سے بعض اس طرح فرماتے ہیں کہ اَشْتَهِیْ عَدَمًا لَا اَعُوْدُ اَبَدًا میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ ہرگز جس کا وجود نہ ہو۔ یہی لوگ محبت کے مقتول ہیں اور حدیث قدسی مَنْ قَتَلْتُهٗ فَاَنَا دِیَتُهٗ (جس کو میں قتل کروں میں ہی اس کا

خوں بہا ہوں) انہی کی شان میں ثابت ہے۔ ہمیشہ وجود کے زیر بار رہتے ہیں اور ایک لحہ آرام نہیں پاتے۔ کیونکہ آرام غفلت میں ہوتا ہے۔ دوام استغراق کے ہوتے ہوئے غفلت کی گنجائش نہیں ہوتی۔

شیخ الاسلام ہروی (1) فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھ کو ایک ساعت کے لئے حق تعالیٰ سے غافل کر دے۔ امید ہے کہ حق تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا اور وجود بشریت کیلئے غفلت درکار ہے۔ حق سُبحانہ، وتعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے ان میں سے ہر ایک کے ظاہر کو ان کی استعداد کے موافق ان امور میں جو غفلت کو مستلزم ہیں مشغول کیا ہے۔ تاکہ وہ بار وجود ان سے کچھ تخفیف پائے۔ بعض کو سماع ورقص کی الفت دی ہے اور ایک گروہ کو کتابوں کی تصنیف اور علوم ومعرفت کی تحریر میں لگادیا ہے اور کسی گروہ کو بعض امور مباح میں مشغول کر دیا ہے۔ عبداللہ اصطخری سگ بانوں کے ہمراہ جنگل میں چلے جایا کرتے تھے۔ کسی شخص نے ایک عزیز سے اس کے وجہ پوچھی تو اس نے فرمایا کہ اس لئے تاکہ نفس بار وجود سے خلاص ہو جائے۔ بعض کو توحید وجودی کے علوم اور وحدت میں کثرت کے مشاہدہ سے آرام دیا۔ تاکہ اس بار سے ایک ساعت کے لئے آرام پالیں اور وہ توحید جو مشائخ نقشبندیہ کہ بزرگواروں سے ظاہر ہوئی ہے، اسی قسم سے ہے۔ ان بزرگواروں کی نسبت تنزیہ صرف کی طرف لے جاتی ہے اور عالم اور شہود در عالم کے ساتھ کچھ کام نہیں رکھتے اور معارف جو ارشاد پناہی حقائق ومعارف دستگاہی ناصر الدین خواجہ عبیداللہ قدس سرہٗ نے لکھے ہیں۔ توحید کی اخیر قسم سے ہیں۔ ان کی کتاب فقرات جو بعض علوم توحیدی پر مشتمل ہے اس کتاب کے علوم کا منشا اور ان معارف کا مقصود عالم کے ساتھ ان کا انس والفت ہے اور ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کے معارف جو بعض رسالوں میں کتاب فقرات کے لکھے گئے ہیں۔ اسی قسم سے ہیں۔ ان علوم توحیدی کا منشا نہ جذبہ ہے نہ غلبہ محبت اور ان کے مشہود کو عالم کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے۔ ان کو جو کچھ عالم میں دکھاتے ہیں۔ ان کے مشہود حقیقی کا شبہ ومثال ہے۔ مثلاً ایک شخص جمال آفتاب کا گرفتار ہے اور کمال محبت سے اپنے آپ کو اس نے آفتاب میں گم کیا ہے۔ اور اپنا نام ونشان کچھ نہیں چھوڑا۔ ایسے گم ہوئے کو اگر چاہیں کہ پھر اپنے ہوش میں لائیں اور ماسوائے آفتاب کے ساتھ اس کی انس والفت پیدا کریں۔ تو ایک ساعت تک انوار آفتاب کی چمک سے اس کو باہر نکالتے ہیں۔ تاکہ ایک دم کے لئے آرام لے لیں۔ پھر اس آفتاب کو اس عالم کے مظہروں میں دکھاتے ہیں اور اس علاقہ سے اس کا انس والتفات اس عالم کے ساتھ پیدا کرتے ہیں اور کبھی اس کو جتلاتے ہیں کہ عالم عین آفتاب ہے اور آفتاب کے سوا کچھ موجود نہیں اور کبھی ذرات عالم کے آئینہ میں آفتاب کا جمال دکھاتے ہیں۔ اس جگہ کوئی یہ سوال نہ کرے کہ جب عالم نفس الامر میں آفتاب کا عین نہیں ہے۔ تو پھر

1۔ شہر ہرات کا رہنے والا

اس کو آفتاب جتلانا خلاف واقع ہے۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ آفتاب وعالم ایک دوسرے کے ساتھ بعض امور میں اشتراک رکھتے ہیں اور بعض امور میں ایک دوسرے سے امتیاز۔ حضرت حق سُبحانہٗ وتعالیٰ اپنی کمال قدرت سے وہ امور جو امتیاز کا باعث ہیں بعض حکمتوں اور مصلحتوں کے باعث ان کی نظروں میں پوشیدہ کر دیتا ہے اور صرف اجزائے مشترکہ ان کو مشہود کراتا ہے۔ اس لئے ایک دوسرے کے اتحاد کا حکم کرتے ہیں۔ پس آفتاب کو بھی اس علاقہ سے عالم پاتے ہیں۔ ایسے ہی حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کو عالم کے ساتھ اگرچہ در حقیقت کوئی مناسبت نہیں۔ لیکن مشابہت اسمی اس اتحاد کو صحیح و درست کر دیتی ہے۔ مثلاً حق تعالیٰ موجود ہے۔ اگرچہ فی الحقیقت ان دو موجودوں کے درمیان کچھ مناسبت نہیں ایسے ہی حق تعالیٰ سمیع و علیم و بصیر و حیؔ و قادر و مرید ہے اور عالم کے بعض افراد بھی ان صفات سے متصف ہیں۔ اگرچہ ایک دوسرے کے صفات ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ لیکن چونکہ وجود امکانی کی خصوصیت اور صفات محدثات کے نقصوں کو ان کی نظروں میں پوشیدہ کر دیا ہے۔ اس لئے اگر اتحاد کا حکم کریں تو گنجائش ہے۔

توحید کی یہ اخیر قسم توحید کی تمام اقسام سے اعلیٰ ہے۔ بلکہ در حقیقت اس معرفت والے لوگ اس وارد کے مغلوب نہیں ہیں۔ بلکہ اس وارد کو ان پر کسی مصلحت کے لئے لائے ہیں اور چاہا ہے کہ اس معرفت کے وسیلہ سے ان کو سکر سے صحو میں لائیں اور تسلی دیں۔ جیسا کہ بعض کو سماع و رقص سے اور بعض کو امور مباحہ کے استعمال سے تسلی دی ہے۔

جاننا چاہئے کہ ان گروہوں میں سے تمام لوگ بعض ایسے امور ہیں جو ان کے مشہود کے مغائر ہیں۔ اشتغال کرتے ہیں اور تسلی پاتے ہیں۔ بر خلاف ان بزرگواروں کے کہ اپنے مشہود کے مغائر کی طرف التفات نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے مطیع ہوتے ہیں۔ اسی لئے عالم کو ان کے مشہود کا عین دکھاتے ہیں اور اس کے گرفتار اور مطیع ہو جاتے ہیں۔ پس ناچار عالم کو عین مشہود دکھاتی ہیں یا عالم کے آئینہ میں اس کو جلوہ دیتے ہیں تاکہ کوئی ساعت اس بار سے تخفیف پائیں۔

توحید کی اس اخیر قسم کا منشا اس حقیر کو کشف و ذوق کے طریق پر معلوم نہ تھا۔ ان دو پہلی وجہوں ہی کو جانتا تھا۔ البتہ اس قسم کے ساتھ ظن رکھتا تھا۔ اسی واسطے اپنے رسالوں اور مکتوبوں میں انہی دو وجہوں کو بلکہ وجہ دوم کو لکھا ہے اور توحید وجودی کو اسی میں منحصر کیا ہے۔ لیکن جب ارشاد پناہی قبلہ گاہی کے رحلت فرما جانے کے بعد مزار شریف کی زیارت کی تقریب سے بلدہ محروسہ دہلی میں جانے کا اتفاق ہوا اور عید کے روز ان کی زیارت شریف کے لئے گیا۔ تو مزار مبارک کی طرف توجہ کرنے کے اثنا میں ان کی روحانیت مقدسہ سے پوری پوری توجہ ظاہر ہوئی اور کمال غریب نوازی سے اپنی نسبت

خاصہ کو جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے مخصوص تھی۔ مرحمت فرمایا۔ جب اس نسبت کو اپنے آپ کو معلوم کیا۔ تو ان علوم و معارف کی حقیقت کو بطریق ذوق پالیا اور معلوم ہوا کہ ان میں توحید وجودی کا منشا انجذاب قلبی اور غلبہ محبت نہیں۔ بلکہ اس معرفت سے مقصود اس غایت کی تحقیق ہے۔ مدت تک اس معنی کے اظہار کو مناسب نہ دیکھا لیکن چونکہ بعض رسائل میں وہی سابقہ وجہیں مذکور ہوئی تھیں۔ جن سے بعض بے سمجھ لوگوں کو وہم ہوا کہ اس بیان سے ان دو (۲) بزرگواروں کی شان میں نقص لازم آتا ہے کہ ارباب توحید کا طریق ہے اور اس وسیلہ سے انہوں نے فتنہ پردازی کی زبان دراز کی۔ حتی کہ یہ وہم بعض قلیل الارادت طالبوں میں ان کے احوال کے فتور کا باعث ہوا۔ اس لئے توحید کی اس قسم کا اظہار کرنا بہتر دیکھا اور اس واقعہ کا ذکر بھی بطریق شہادت تحریر کرنا مناسب جانا۔

ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کے مخلصوں میں سے ایک درویش نے نقل کیا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ جانتے ہیں کہ ہم ارباب توحید کی کتابوں سے نسبت حاصل کرتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایک ساعت اپنے آپ کو غافل کریں۔ یہ کلام سابقہ کلام کی تائید کرتی ہے۔

فضیلت پناہی شیخ عبدالحق نے جو ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کے مخلصوں میں سے ہے۔ نقل کیا کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ ایام رحلت سے پہلے فرمایا کرتے تھے کہ ہم کو عین الیقین سے معلوم ہوا ہے کہ توحید ایک تنگ کوچہ ہے۔ شاہ راہ اور ہے۔

اگرچہ اس سے پہلے بھی ہم جانتے تھے۔ لیکن اس قسم کا یقین اب ظہور میں آیا ہے اس بات سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ آخر کار میں ان کا مشرب توحید کے ساتھ کچھ مناسبت نہ رکھتا تھا۔ ہاں اگر ابتداء میں اس قسم کی توحید ظاہر ہوئی ہے۔ تو کچھ ڈر نہیں۔ بلکہ بہت سے مشائخ کے لئے ابتدا میں اس قسم کی توحید ظاہر ہوئی ہے۔ لیکن آخر کار اس سے نکل گئے ہیں اور نیز جذبہ نقشبندیہ کے مقام تک پہنچنے کے بعد حضرت خواجہ نقشبندیہ قدس سرہٗ اور حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کا طریق ایک دوسرے سے جدا ہے۔

بعد ازاں حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کی توجہ کا غلبہ اپنی والدہ کے آباؤ اجداد کی باطنی نسبت سے ہے۔ جو پشت بہ پشت بزرگ ہوتے چلے آئے ہیں اور یہ فنا و نیستی جو اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ انہی بزرگواروں کی نسبت کے لوازم سے ہے۔ اس حقیر نے اس وقت کے لوگوں کی مصلحت کو مد نظر رکھ کر طالبوں کی تربیت کے لیے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے طریق کو اختیار کیا ہے اور اس طریق کے علوم و معارف کا (جو ظاہر شریعت کے علوم سے زیادہ تر مناسبت رکھتے ہیں) ایسے فاسد زمانہ میں (جب کہ ارکان شریعت کے ادا کرنے میں لوگ سست ہو گئے ہیں) ظاہر کرنا مناسب دیکھ کا افادہ طلبہ کے لئے اسی طریق کو معین کیا۔ اگر حق سبحانہٗ و تعالیٰ اس حقیر کے ذریعے طریقہ احراریہ کو رواج

ورونق دینا چاہتا تو جہان کو اس کے انوار سے منور کرتا۔ کیونکہ ان دو بزرگواروں کے انوار کو کمال طور پر عطا فرمایا ہے اور دونوں بزرگواروں کی تکمیل کا طریقہ ظاہر کر دیا ہے۔ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

پادشا ہیست کز عنایت خویش   ہر دو عالم بہ یک گدا بخشد

ترجمہ وہ بادشاہ ہے ایسا کہ مہربانی سے   گدا غریب کو دونوں جہاں حوالہ کرے

اگر پادشاہ بردر پیر زن   بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ اگر بڑھیا کے در پر آئے سلطاں   تو اے خواجہ نہ ہو ہرگز پریشاں

اس حقیر نے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (اپنے رب کی نعمت کا اظہار کر) کے موافق بعض پوشیدہ اسرار کو ظاہر کر دیا ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ طالبان حق کو اس سے بہرہ مند کرے۔ اگرچہ جانتا ہے کہ منکروں کو انکار کے سوا اور کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ لیکن مقصود طالبوں کا افادہ ہے۔ منکر صحبت سے خارج ہیں اور منظر نظر سے باہر ہیں۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا (اکثر کو گمراہ کرتا ہے اور اکثر کو ہدایت دیتا ہے) داناؤں پر مخفی نہیں ہے کہ کسی مصلحت کے لئے ایک طریق کے اختیار کرنے سے دوسرے طریق پر اس کی فضیلت لازم نہیں آتی اور نہ ہی دوسرے کا نقص ظاہر ہوتا ہے۔

دروازہ شہر را تواں بست   نتواں دہاں مخالفاں بست

ترجمہ کر سکیں بند شہر کے در کو   پر زباں منکروں کی بند نہ ہو

مکتوب ۲۹۲

مریدوں کے آداب ضروری اور ایک شبہ کے دفع کرنے کے بیان میں شیخ حمید کی طرف صادر فرمایا ہے:-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَدَّبَنَا بِالْاٰدَابِ النَّبَوِیَّةِ وَھَدٰنَا بِالْاَخْلَاقِ الْمُصْطَفَوِیَّةِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَكْمَلُھَا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو آداب نبوی کے ساتھ مؤدب بنایا اور اخلاق مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہم کو ہدایت دی۔

جاننا چاہئے کہ اس راہ کے سالک دو حال سے خالی نہیں یا مرید ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہیں تو ان کے لئے مبارکباد دی ہے۔ محبت وانجذاب کی راہ سے ان کو کھینچ کھینچ کر لے آئیں گے اور مطلب اعلیٰ تک پہنچادیں گے اور جو ادب ان کے لئے درکار ہوگا بوسیلہ یا بیوسیلہ ان کو سکھادیں گے اور اگر ان سے کوئی

لغزش ہو جائیگی، توان کو جلدی سے اس سے آگاہ کردیں گے اوران پران کا مواخذہ نہ کریں گے اور اگر پیر ظاہر کی ان کو حاجت ہوگی۔ توان کی کوشش کے بغیر اس دولت کی طرف ان کی رہنمائی کریں گے۔ غرض حق تعالیٰ کی عنایت ازلی ان بزرگواروں کے شامل حال ہوتی ہے۔ بہ سبب یا بے سبب ان کام بنا دیتے ہیں۔ وَاللّٰهُ يَجْتَبِىْ مَنْ يَّشَآءُ (اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے برگزیدہ کرلیتا ہے) اور اگر مرید ہیں تو کامل مکمل پیر کے وسیلہ کے بغیر ان کا کام دشوار ہے۔ پیر ایسا ہونا چاہئے جو جذبہ اور سلوک کی دولت سے مشرف ہوا ہو اور فنا وبقا کی سعادت سے بہرہ ور ہو اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ اور سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیاء باللہ کو انجام تک پہنچایا ہو اور اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہے اور مرادوں کی تربیت سے تربیت یافتہ ہے۔ تو اس کا وجود سرخ گندھک (کیمیا) کی طرح ہے۔ اس کی کلام دوا اور اس کی نظر شفا ہے۔ مردہ دل اس کی توجہ شریف سے زندہ ہوتے ہیں اور مرجھائی ہوئی جانیں اس کے لطیف التفات سے تازہ ہوتی ہیں اور اگر اس قسم کا صاحب دولت نہ ملے۔ تو سالک مجذوب بھی غنیمت ہے۔ وہ بھی ناقصوں کی تربیت کرسکتا ہے اور فنا وبقا کی دولت تک پہنچا سکتا ہے

آسماں نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

ترجمہ عرش سے نیچے ہے گرچہ آسماں لیک اونچا ہے زمین سے اے جواں

اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کسی طالب کو اس قسم کا کامل مکمل پیر مل جائے تو چاہے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے اور اپنے آپ کو ہمہ تن اس کے حوالہ کردے اور اپنی سعادت اس کی رضامندی میں اور اپنی بدبختی اس کی نارضامندی میں جانے۔ غرض اپنی خواہش کو اس کی رضا کے تابع بنادے۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے۔ لَنْ يُّؤْمِنَ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ تم میں سے کوئی ایماندار نہ ہوگا جب تک اس کی خواہش اس امر کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لایا ہوں۔

جاننا چاہئے کہ صحبت کے آداب اور شرائط کو مدنظر رکھنا اس راہ کی ضروریات میں سے ہے تاکہ افادہ اور استفادہ کا راستہ کھل جائے۔ ورنہ صحبت سے کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوگا اور مجلس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ بعض ضروری آداب وشرائط لکھے جاتے ہیں۔ گوش ہوش سے سننے چاہئیں۔

طالب کو چاہئے کہ اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے اور پیر کی خدمت میں اس کے اذن کے بغیر نوافل واذکار میں مشغول نہ ہو اور اس کے حضور میں اس کے سوا کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے اور بالکل اسی کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا رہے۔ حتی کہ جب تک وہ امر نہ کرے ذکر میں بھی مشغول نہ ہو اور اس کے حضور میں نماز فرض وسنت کے سوا کچھ ادا نہ کرے۔

کسی بادشاہ کی نقل کرتے ہیں کہ اس اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اتفاقاً وزیر کی نظر اس کے اپنے کپڑے پر جا پڑی اور اس کے بند کو اپنے ہاتھ سے درست کرنے لگا۔ اس حال میں جب بادشاہ نے اس کو دیکھا کہ میرے سوا غیر کی طرف متوجہ ہے۔ تو جھڑک کر فرمایا کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تو میرا وزیر ہو کر میرے حضور میں اپنے کپڑے کے بند کی طرف توجہ کرے۔ تو سوچنا چاہئے کہ جب دنیا کمینی کے وسائل کے لئے چھوٹے چھوٹے آداب ضروری ہیں۔ تو وصول الی اللہ کے وسائل کے لئے ان آداب کی رعایت نہایت ہی کامل طور پر ضروری ہو گی اور جہاں تک ہو سکے ایسی جگہ بھی کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایۂ پیر کے کپڑے یا سایۂ پر پڑتا ہو اور اسکے مصلےٰ پر پاؤں نہ رکھے۔ اور اس کے وضو کی جگہ میں طہارت نہ کرے اس کے خاص برتنوں کو استعمال نہ کرے۔ اور اس کے حضور میں پانی نہ پئے۔ کھانا نہ کھائے۔ اور کسی سے گفتگو نہ کرے، بلکہ کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور پیر کی غیبت یعنی عدم موجودگی میں جہاں کہ وہ رہتا ہے۔ اس طرف پاؤں دراز نہ کرے اور تھوک بھی اس طرف نہ پھینکے اور جو کچھ پیر سے صادر ہو۔ اس کو صواب و بہتر جانے۔ اگر چہ بظاہر بہتر معلوم نہ ہو۔ کیونکہ جو کچھ وہ کرتا ہے الہام سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کام کرتا ہے اس تقدیر پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر چہ بعض صورتوں میں اس کا الہام میں خطا کا ہونا ممکن ہے لیکن خطائے الہامی خطائے اجتہادی کی طرح ہے اور ملامت و اعتراض اس پر جائز نہیں اور نیز جب اس کو اپنے پیر سے محبت ہے تو جو کچھ محبوب سے صادر ہوتا ہے محبّ کی نظروں میں محبوب ہی دکھائی دیتا ہے۔ پھر اعتراض کی کیا مجال ہے اور کھانے پینے پہننے اور طاعت کے چھوٹے بڑے کاموں میں پیر ہی کی اقتدا کرنی چاہئے اور نماز کو بھی اسی طرز پر ادا کرنا چاہئے اور فقہ بھی اسی کے طریق عمل سے سیکھنی چاہئے۔

آں راکہ درسرائے نگاریست فارغ است　　از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

ترجمہ　وہ شخص جس کے گھر میں گلزار خود دیگا ہو　　غیروں کے باغ دیکھے حاجت نہیں ہے اسکو

اور اس کے حرکات و سکنات میں کسی قسم کا اعتراض نہ کرے۔ اگر چہ وہ اعتراض رائی کے دانہ جتنا ہو کیونکہ اعتراض سے ماسوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور تمام مخلوقات میں سے بدبخت وہ شخص ہے جو اس بزرگ گروہ کا عیب بین ہے اللہ تعالیٰ ہم کو اس بلائے عظیم سے بچائے اور اپنے پیر سے خوارق و کرامات طلب نہ کرے۔ اگر چہ وہ طلب خطرات اور وساوس کے طریق پر ہو۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ کسی مومن نے پیغمبر سے معجزہ طلب نہیں کیا۔ معجزہ طلب کرنا کافروں اور منکروں کا کام ہے۔

معجزات از بہر قہر دشمن است　　بوے جنسیت پے دل بردن است

موجب ایماں نبا شد معجزات　　بوے جنسیت کند جذب صفات

ترجمہ قہر دشمن کے لئے ہیں معجزے بوے جنسیت دلوں کو کھینچ لے
موجب ایماں نہیں ہیں معجزے بوے جنسیت صفت کو کھینچ لے

اگر دل میں کوئی شبہ پیدا ہو، بے توقف عرض کر دے۔ اگر حل نہ ہو۔ اپنی تقصیر سمجھے اور پیر کی طرف کسی قسم کی کوتاہی یا عیب نہ کرے اور جو واقع ظاہر ہو، پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات تعبیر اسی سے دریافت کرے اور جو تعبیر طالب پر ظاہر ہو، وہ بھی عرض کر دے اور صواب وخطا کو اسی سے طلب کرے اور اَپنے کشف پر ہرگز بھروسہ نہ کرے۔ کیونکہ اس جہان میں حق باطل کے ساتھ اور خطا صواب کے ساتھ ملا جلا ہے اور بے ضرورت وبے اذن اس سے جدا نہ ہو۔ کیونکہ اس کے غیر کو اس کے اوپر اختیار کرنا ارادت کے برخلاف ہے اور اپنی آواز کو اس کی آواز سے بلند نہ کرے اور بلند آواز سے اس کے ساتھ گفتگو نہ کرے کہ بے ادبی میں داخل ہے اور جو فیض وفتوح اس کو پہنچے، اس کو بھی اپنے پیر کے ذریعے سمجھے اور اگر واقع میں دیکھے کہ فیض اور مشائخ سے پہنچا ہے۔ اس کو بھی اپنے پیر ہی سے جانے اور جان لے کہ جب پیر تمام کمالات وفیوض کا جامع ہے۔ پیر کا خاص فیض پیر کی خاص استعداد کے مناسب اس شیخ کے کمال کے موافق جس سے یہ صورت افاضہ ظاہر ہوئی ہے۔ مرید کو پہنچا ہے اور وہ پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے جس کے مناسب وہ فیض رکھتا ہے اور اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ محبت کے غلبہ کے باعث مرید نے اس کو دوسرا شیخ خیال کیا ہے اور فیض اس سے جانا ہے۔ یہ بڑا بھاری مغالطہ ہے اللہ تعالیٰ لغزش سے نگاہ رکھے اور سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل پیر کے اعتقاد اور محبت پر ثابت قدم رکھے۔ غرض اَلطَّرِیْقُ کُلُّهٗ اَدَب" مثل مشہور ہے۔ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچتا اور اگر مرید بعض آداب کے بجالانے میں اپنے آپ کو قصور وار جانے اور اس کو کماحقہٗ ادا نہ کر سکے اور کوشش کرنے کے بعد بھی اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکے، تو معاف ہے۔ لیکن اس کو اپنے قصور کا اقرار کرنا ضروری ہے اور اگر نعوذ باللہ آداب کی رعایت بھی نہ کرے اور اپنے آپ کو قصور وار بھی نہ جانے تو وہ ان بزرگواروں کی برکات سے محروم رہتا ہے۔

ہر کہ را روئے بہ بیو دند اشت دیدن روئے نبی سو دند اشت
ترجمہ ہدایت نہ تھی جس کی قسمت میں یارو لقاے پیمبر تھا بے سود اس کو

ہاں وہ مرید جو پیر کی توجہ کی برکت سے فنا وبقا کے مرتبہ تک پہنچ جائے اور الہام وفراست کا راستہ اس پر کھل جائے اور پیر اس کو مسلّم رکھے اور اس کے کمال کی گواہی دیدے۔ اس مرید کو لائق ہے کہ بعض الہامی امور میں پیر کے برخلاف اپنے الہام کے موافق عمل کرے۔ اگرچہ اس کا خلاف پیر کے نزدیک ثابت ہو۔ کیونکہ وہ مرید اس وقت تقلید سے نکل چکا ہے۔ اب تقلید اس کے حق میں خطا ہے۔ کیا نہیں

جانتے کہ اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بعض امور اجتہادیہ اور احکام غیر منزلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خلاف کیا ہے اور بعض اوقات حق بجانب اصحاب ظاہر ہوا ہے۔ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى اَرْبَابِ الْعِلْمِ (جیسا کے صاحبان علم پر پوشیدہ نہیں ہے)

پس معلوم ہوا کہ مرتبہ کمال تک پہنچنے کے بعد مرید کو پیر کے برخلاف کرنا جائز ہے اور بے ادبی سے دور ہے۔ بلکہ یہی ادب ہے۔ ورنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کمال ادب کے ساتھ مؤدب ہوئے ہیں اور تقلید کے سوا اور کوئی امر نہیں کیا ہے۔ ابو یوسفؒ کے لئے مرتبہ اجتہاد تک پہنچنے کے بعد ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید خطا ہے۔ اس کے لئے بہتری اپنی رائے کی متابعت میں ہے۔ نہ کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں۔

امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول مشہور ہے کہ نَازَعْتُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ فِیْ مَسْئَلَةِ خَلْقِ الْقُرْاٰنِ سِتَّةَ اَشْهُرٍ (میں نے ابو حنیفہ کے ساتھ قرآن کے مخلوق ہونے کے مسئلہ میں چھ مہینے تک جھگڑا کیا) تو نے سنا ہوگا کہ ہر صفت بہت سے فکروں کے ملنے سے کامل ہوتی ہے۔ اگر ایک ہی فکر پر رہتی۔ تو کچھ زیادتی حاصل نہ کرتی۔ وہ نحو جو سیبویہ کے زمانہ میں تھی۔ آج وہ مختلف رایوں اور بہت سی نظروں اور فکروں کے ملنے سے کئی گناہ زیادہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ بنیاد اُسی نے رکھی ہے۔ اس لئے فضیلت اسی کے لئے ہے۔ کیونکہ فضیلت متقدمین کے لئے ہے۔

حدیث نبوی میں ہے۔ مَثَلُ اُمَّتِیْ كَمَثَلِ الْمَطَرِ لَا يُدْرٰى اَوَّلُهُمْ خَيْرٌ" اَمْ اٰخِرُهُمْ میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے نہیں معلوم کہ اس کا اول اچھا ہے یا آخر۔

تذییل

بعض مریدوں کے شبہ رفع کرنے کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ اَلشَّیْخُ یُحْیِ وَیُمِیْتُ (شیخ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے) احیاء واماتت مقام شیخی کے لوازم سے ہے۔ اس احیاء واماتت سے مراد روحانی احیاء واماتت ہے نہ جسمانی اور اس حیات وموت سے مراد فنا وبقا ہے۔ جو مقام ولایت وکمال تک پہنچاتے ہیں اور شیخ مقتدا اللہ تعالیٰ کے اذن سے ان دو امر کا متکفل ہے۔ پس شیخ کے لئے یہ احیاء واماتت ضروری ہے اور یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ کے معنی یُبْقِیْ وَیُفْنِیْ یعنی باقی رکھنا اور فنا کرنا ہیں۔ جسمانی احیاء واماتت کو مرتبہ شیخی سے کچھ واسطہ نہیں شیخ مقتدا گھر با کا حکم رکھتا ہے اور جس کسی کو اس سے مناسبت ہوتی ہے۔ خس وخاشاک کی طرح اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے اور اپنا حصہ اس سے لے لیتا ہے۔ خوارق وکرامات مریدوں کے جذب کرنے کے لئے نہیں ہیں۔ مرید روحانی اور باطنی مناسبت سے کھچے چلے آتے ہیں اور جو شخص ان بزرگواروں سے نسبت نہیں رکھتا۔ وہ ان کے کمالات کی دولت سے محروم رہتا ہے۔ اگرچہ ہزارہا معجزے اور خوارق وکرامات دیکھے۔ ابو جہل وابو لہب کا حال اس بات کا شاہد ہے۔

اللہ تعالیٰ کفار کے حق میں فرماتا ہے۔ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰی اِذَا جَآؤُوْكَ یُجَادِلُوْنَكَ وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ خواہ یہ لوگ کتنے ہی آیات ومعجزات دیکھیں ان پر ایمان نہیں لائیں گے۔ حتیٰ کہ جب وہ تیرے پاس آتے ہیں تو جھگڑتے ہیں اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ والسّلام۔

مکتوب ۲۹۳

چند سوالوں کے جواب میں شیخ محمد خیری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ سوال اول پوچھا گیا تھا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ آیا ہے اور حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ سوال دوم پوچھا گیا تھا کہ حضرت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے۔ قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقْبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ (میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے) اور ایک اور شیخ نے بھی یہی کہا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے۔ سوال سوم پوچھا گیا تھا کہ ان اولیاء سے جن کی گردنوں پر قدم رکھا تھا، مراد اسی وقت کے اولیاء ہیں یا مطلق اور عام طور پر مراد ہیں:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر

سلام ہو۔

صحیفہ شریفہ جو آپ نے ارسال کیا تھا۔اس کے آنے سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔یہ کس قدر اعلیٰ نعمت ہے کہ حق تعالیٰ کے دوست دور افتادوں کو یاد کریں۔

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ (میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک وقت ہے) اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا ہے اور حضرت میراں محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میرا پاؤں تمام اولیاء کی گردن پر ہے اور ایک شیخ نے بھی یہی کہا ہے۔ کبھی کبھی ان دونوں لفظوں پر بڑا غوغا مچ جاتا ہے۔ مہربانی کر کے فرمائیں کہ ان دونوں کلاموں کے کیا معنی ہیں اور ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ غور کے ساتھ سب کو واضح کر کے جو اس غریب کے فہم کے موافق ہو۔لکھ کر ارسال فرمائیں۔

میرے مخدوم! اس فقیر نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو باوجود استمرار وقت کے ایک خاص اور نادر وقت بھی حاصل تھا اور وہ وقت ادائے نماز کا وقت تھا۔ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ (نماز مومنوں کی معراج ہے) آپ نے سنا ہوگا اور اَرِحْنِیْ یابِلَالُ (اے بلال مجھے غم سے آزاد کر) اس مطلب کے ثبوت کے لئے عادل گواہ ہے اور ابوذر غفاری بھی وراثت اور تبعیّت کے طور پر اس دولت سے مشرف ہوا ہوگا۔کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کامل حِصّہ تابعداروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تمام کمالات سے وراثت کے طور پر کامل حاصل ہوتا ہے۔

اور یہ جو حضرت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ اَوْ جَمِیْعِ اَوْلِیَاءِ (میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے)

عوارف المعارف والا جو شیخ ابو النجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کے محرموں اور مصاحبوں سے ہے) کا مرید اور تربیت یافتہ ہے اس کلمہ کو ان کلمات سے بیان کرتا ہے جو عجب پر مشتمل ہے۔جو ابتدائے احوال میں بقیہ سکر کے باعث مشائخ سے سرزد ہوتے ہیں اور نفحات میں شیخ حماد دباس سے جو حضرت شیخ کے مشائخ میں سے ہیں، منقول ہے کہ انہوں نے بطریق فراست فرمایا تھا کہ اس عجمی کا ایک ایسا قدم ہے کہ اس کے وقت میں تمام اولیاء کی گردنوں پر ہوگا اور اس بات کے کہنے پر مامور ہوگا کہ قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ اور جس وقت یہ بات کہے گا تمام اولیاء اپنی گردنیں جھکا دیں گے۔ بہر صورت شیخ اس کلام میں سچے ہیں۔خواہ یہ کلام ان سے بقید سکر کے باعث سرزد ہوا ہو خواہ اس کلام کے اظہار پر مامور ہوئے ہوں۔کیونکہ ان کا قدم اس وقت کے تمام اولیاء

کی گردنوں پر ہوا ہے اور اس وقت کے تمام اولیاء ان کے قدم کے نیچے ہوئے ہیں۔ لیکن جاننا چاہئے کہ یہ حکم اس وقت کے اولیاء کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ اولیائے متقدین اور متاخرین اس حکم سے خارج ہیں۔ جیسا کہ شیخ حماد کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس کا قدم اس کے وقت میں تمام اولیاء کے گردنوں پر ہوگا۔

اور نیز ایک غوث نے جو بغداد میں ہوا ہے اور حضرت شیخ عبدالقادر اور ابن سقاء اور عبداللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس کی زیارت کے لئے گئے تھے۔ بطریق فراست شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں کہا تھا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تو بغداد میں منبر پر چڑھا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے۔ قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ اور میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت کے تمام اولیاء نے تیرے اجلال واکرام کے باعث اپنی گردنوں کو پست کیا ہوا ہے۔

اس بزرگ کے کلام سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ یہ حکم اس وقت کے اولیاء کے ساتھ ہی مخصوص تھا۔ اس وقت بھی اگر خدائے تعالیٰ کسی کو چشم بصیرت عطا فرمائے تو دیکھ سکتا ہے۔ جیسا کہ اس غوث نے دیکھا تھا کہ اس وقت کے اولیاء کی گردنیں اس کے قدم کے نیچے ہیں اور یہ حکم اس وقت کے اولیاء کے علاوہ اور وقت کے اولیاء تک نہیں پہنچا۔ اولیائے متقدمین کے حق میں یہ حکم کیسے جائز ہو سکتا ہے جن میں اصحاب کرامؓ بھی شامل ہیں۔ جو یقیناً حضرت شیخؒ سے افضل ہیں اور اولیائے متاخرین میں بھی کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ جن میں حضرت مہدیؑ شامل ہیں۔ جن کے آنے کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی ہے اور امت کو ان کے وجود کی خوشخبری دی ہے اور ان کے حق میں خلیفۃ اللہ فرمایا ہے۔ ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اولوالعزم نبی ہیں ان کے اصحاب سابقین میں سے ہیں اور اس شریعت کی متابعت کے باعث حضرت خاتم الرسل کے اصحاب سے ملحق ہیں۔ متاخرین کی اس بزرگی کے باعث ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو۔ لَا یُدْرٰی اَوَّلُهُمْ خَیْرٌ" اَمْ اٰخِرُهُمْ (نہیں معلوم ان کے اوّل بہتر ہیں یا آخیر کے)

غرض حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ ولایت میں شان عظیم اور درجہ بلند رکھتے ہیں۔ ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کو سیر کی راہ سے آخر نقطہ تک پہنچادیا ہے اور اس دائرہ کے سرحلقہ ہوئے ہیں۔

اس بیان سے کوئی یہ وہم نہ کرلے کہ جب حضرت شیخ دائرہ ولایت محمدیہ کے سرحلقہ ہیں، تو چاہئے کہ سب اولیاء سے افضل ہوں۔ کیونکہ ولایت محمدی تمام انبیاء کی ولایت سے برتر ہے۔ کیونکہ میں کہتا ہوں کہ اس ولایت محمدی کے سرحلقہ ہیں جو راہ سیر سے حاصل ہوئی ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ نہ کہ

مطلق اس ولایت کے سر حلقہ ہیں۔ جس سے افضلیت لازم آئے یا دوسرا اس کا جواب یہ ہے کہ میں کہتا ہوں کہ مطلق ولایت محمدیہ کا سر حلقہ ہونا افضلیت کو مستلزم نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی اور بھی کمالات نبوت محمدیہ میں تبعیت اور وراثت کے طریق پر قدم آگے رکھتا ہو اوان کمالات کی راہ سے افضلیت اس کے لئے ثابت ہو۔

حضرت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اکثر مرید شیخ کے حق میں بہت غلو کرتے ہیں اور محبت کی جانب افراط سے کام لیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت امیر کرم اللہ جہہ کے محب ان کی محبت میں افراط کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ شیخ کو تمام اگلے پچھلے اولیاء سے افضل جانتے ہیں اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا معلوم نہیں کہ کسی اور کو حضرت شیخ سے افضل جانتے ہوں۔ یہ کلام افراط محبت سے ہے۔

اگر کہیں کہ جس قدر خوارق و کرامات شیخ سے ظاہر ہوئے ہیں اور کسی ولی سے ظاہر نہیں ہوئے اس لحاظ سے فضلیت انہی کے لئے ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ خوارق و کرامات کا بکثرت ظاہر ہونا افضلیت پر دلالت نہیں کرتا۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص جس سے کوئی بھی خرق عادت ظاہر نہ ہوئی ہو اس شخص سے کہ جس سے خوارق و کرامات بکثرت ظاہر ہوئے ہوں افضل ہو۔

شیخ الشیوخ نے عوارف میں خوارق و کرامات کے ذکر کے بعد فرمایا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی بخششیں اور مہربانیاں ہیں جو بعض لوگوں کو عطا فرماتا ہے اور ان کے ساتھ ان کی عزت بڑھاتا ہے اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو رتبہ اور فضلیت میں ان سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ لیکن ان کرامات میں سے ان کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ کرامات یقین کی تقویت کا باعث ہیں اور جس کو صرف یقین عطا کیا گیا ہو۔ اس کو ذکر قلبی اور ذکر ذات کے سوا ان کرامات کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ خوارق کے بکثرت ظاہر ہونے کو افضلیت کی دلیل بنانا ایسا ہے جیسا کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے بکثرت فضائل و مناقب کو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ان کو افضل ہونے کی دلیل بنائیں۔ کیونکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے اس قدر فضائل و مناقب ظہور میں نہیں آئے ہیں جس قدر کہ حضرت کرم اللہ وجہہ سے۔

اے برادر! غور سے سن کہ خرق عادات دو قسم پر ہیں۔

نوع اول – وہ علوم و معارف الٰہی جل شانہ، ہیں جو حق تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور وہ عقل کے ماسوائے اور متعارف معتاد کے برخلاف ہیں جن کے ساتھ اپنے خاص بندوں کو ممتاز کرتا ہے۔

نوع دوم۔ مخلوقات کی صورتوں کا کشف ہونا اور پوشیدہ چیزوں پر اطلاع پانا اور ان کی خبر دینا جو اس عالم کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

نوع اول اہل حق اور ارباب معرفت کے ساتھ مخصوص ہے اور نوع ثانی محقق اور مبطل یعنی جھوٹے اور سچے میں شامل ہے۔ کیونکہ استدراج والوں کو بھی نوع ثانی حاصل ہے۔

نوع اول حق تعالیٰ کے نزدیک شرافت و اعتبار رکھتی ہے۔ کیونکہ اس کو اپنے دوستوں ہی سے مخصوص کیا ہے اور دشمنوں کو اس میں شریک نہیں کیا اور نوع دوم عام مخلوقات کے نزدیک معتبر ہے اور ان کی نظروں میں بہت معزز و محترم ہے۔ یہی باتیں اگر استدراج والوں سے ظاہر ہوں تو عجب نہیں کہ نادانی کے باعث اس کی پرستش کرنے لگ جائیں اور رطب و یابس پر کہ ان کو تکلیف دے اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو جائیں۔ بلکہ محجوب نوع اول کو خوارق و کرامات سے نہیں جانتے ان کے نزدیک خوارق نوع دوم میں منحصر ہیں اور کرامات ان محجوبوں کے خیال میں مخلوقات کی صورتوں کے کشف اور پوشیدہ چیزوں کی خبر دینے پر مخصوص ہیں۔ یہ لوگ عجب بیوقوف ہیں۔ اتنا نہیں جانتے کہ وہ علم جو حاضر یا غائب مخلوقات کے احوال سے تعلق رکھتا ہے اس میں کونسی شرافت و کرامت حاصل ہے۔ بلکہ یہ علم تو اس بات کے لائق ہے کہ جہالت سے بدل جائے تا کہ مخلوقات اور ان کے احوال بھول جائیں۔ وہ حق تعالیٰ کی معرفت ہی ہے جو شرافت کرامت اور اعزاز و احترام کے لائق ہے۔

پری نہفتہ رو و دیو در کرشمہ و ناز ۔۔۔ بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

ترجمہ چھپائے رُخ کو پری اور دیو ناز کرے ۔۔۔ الٹ معاملہ سن کر بجا نہ ہوش ہے

شیخ السلام ہروی اور امام الانصاری نے سائرین اور سالکین کی منازل اور ان کے بیان میں جو کچھ فرمایا ہے۔ وہ ہمارے مذکورہ بیان کے قریب قریب ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ تجربہ سے مجھے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ اہل معرفت کی فراست یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ تمیز کر لیتے ہیں کہ کونسا شخص حق تعالیٰ کی بارگاہ کے لائق ہے اور کونسا نہیں اور اہل استعداد کو پہچان لیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اشتغال رکھتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف واصل ہوتے ہیں یہ تو اہل معرفت کی فراست ہے لیکن اہل ریاضت کی فراست بھوک اور خلوت اور تصفیہ باطن سے ہوتی ہے۔ بغیر اس امر کے کہ جناب حق تعالیٰ تک واصل ہوں۔ یہ لوگ مخلوقات کی صورتوں کا کشف کرتے اور پوشیدہ امور کی خبر دیتے ہیں۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے محجوب ہوتے ہیں اور چونکہ اہل معرفت حق تعالیٰ کے ان علوم و معارف میں مشغول رہتے ہیں جو ان پر وارد ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے یہ لوگ جو خبر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے دیتے ہیں اور چونکہ اہل علم اکثر حق تعالیٰ سے الگ اور دنیا میں ہمہ تن مشغول ہوتے ہیں۔ اس

لئے ان کے دل ان لوگوں کی طرف جلدی مائل ہو جاتے ہیں جو مخلوق کی صورتوں کو ظاہر کریں اور مخلوقات کے غائبانہ احوال کی خبریں دیں۔ یہ لوگ ان کو بڑا بزرگ جانتے ہیں اور اعتقاد کرتے ہیں کہ خاص اہل اللہ یہی لوگ ہیں اور اہل حقیقت کے کشف سے اعراض کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے کے باعث ان پر تہمتیں لگاتے ہیں اور اس طرح کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اہل حق اور ولی ہوتے تو ہم کو ہمارے اور مخلوقات کے احوال کی نسبت خبریں بتلاتے اور جب مخلوقات کے احوال کے کشف پر قدرت نہیں رکھتے۔ تو اس سے بڑھ کر اعلیٰ امور کے کشف پر کیسے طاقت رکھتے ہیں اور اس قیاس فاسد سے ان کی تکذیب کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ خود اخبار صحیحہ سے اندھے ہوتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اہل حق کو اللہ تعالیٰ نے خلق کے ملاحظہ سے محفوظ رکھا ہے اور ان کو اپنے لئے خاص کر لیا ہے اور ماسوے اللہ سے ان کو ہٹا رکھا ہے اور اگر یہ بھی ان لوگوں میں سے ہوتے ہیں جو خلق کے احوال کے درپے ہوتے ہیں۔ تو بارگاہ حق کے لائق نہ ہوتے اور ہم نے اکثر اہل حق کو دیکھا ہے کہ جب وہ کشف صور کی طرف ادنیٰ توجہ کرتے تھے تو اس فراست کے ساتھ جس کو اہل معرفت ثابت کرتے ہیں اور یہ وہ فراست ہے جو حق تعالیٰ اور اس کے قُرب سے تعلق رکھتی ہے جھٹ معلوم کر لیا کرتے تھے۔ جن کے ادراک پر ان کے غیر طاقت نہ رکھتے تھے۔ لیکن وہ اہل صفا جو اس بحث سے خارج اور خلق کے ساتھ متعلق ہیں۔ وہ حق تعالیٰ اور اس کے قُرب کے ساتھ کچھ تعلق نہیں رکھتے اس میں مسلمان اور نصاریٰ اور یہود باقی گروہ میں شامل ہیں۔ کیونکہ یہ اللہ تعالی کے نزدیک شریف نہیں ہیں یہ اپنے اہل کے ساتھ ہی خصوصیت رکھتے ہیں۔

مکتوب ۲۹٤

ان معارف کے بیان میں جو واجب الوجود کی صفات ثمانیہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے تعینات کے مبادی اور تمام مخلوقات کی مبادی تعینات کی تحقیق میں اور اس بیان میں کہ جزئیات اپنی کلّی کے ساتھ لاحق ہوتے ہیں اور کُلّی کی جزئیات کا انتقال دوسری کلّی میں جائز نہیں اور اس بیان میں کہ انبیاء اور اولیاء کی تجلّی شہود میں کیا فرق ہے اور اس بیان میں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے وسیلہ کے باوجود ان کے کامل تابعداروں کو وصل عریانی حاصل ہوتا ہے اور لفظ محو واضمحلال کی تحقیق میں جو مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں واقع ہیں اور اس کے مناسب بیان میں مخدوم زادہ مجدد الدین خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ جو ظاہری علوم اور باطنی معارف واسرار کے جامع ہیں:-

واجب الوجود کی صفات ثمانیہ حقیقیہ جن میں سے اوّل صفت الحیوۃ ہے اور اخیر کی صفت تکوین ہے۔ تین قسم ہیں۔

ایک قسم وہ ہے جس کا تعلق عالم کے ساتھ غالب ہے اور اس کی اضافت و نسبت مخلوق کی طرف زیادہ تر ہے۔ جیسا کہ تکوین یہی باعث ہے کہ اہل سنت و جماعت میں سے ایک جماعت نے اسکے وجود کا انکار کیا اور کہا ہے کہ تکوین صفات اضافیہ میں سے ہے اور حق یہی ہے کہ وہ صفات حقیقیہ سے ہے۔ صرف اضافت اس پر غالب ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو اضافت و نسبت رکھتی ہے مگر پہلی قسم سے کمتر۔ جیسا کہ علم و قدرت و ارادہ و سمع و بصر اور کلام اور تیسری قسم تینوں قسموں سے اعلیٰ ہے۔ جس کا کسی وجہ سے عالم کے ساتھ تعلق نہیں ہے اور اس میں اضافت و نسبت کی بو تک نہیں جیسا کہ حیوۃ۔ یہ صفت تمام صفات کی اُمّ اور ان سب کی اصل اور سب سے اسبق ہے۔ اس صفت کے زیادہ قریب صفت العلم ہے جو حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تعین کا مبدء ہے اور دوسری صفات اور مخلوقات کے تعینات کے مبادی ہیں اور چونکہ ہر صفت تعلقات متعددہ کے اعتبار سے بہت ہی جزئیات رکھتی ہے۔ جیسا کہ تکوین کہ اس سے تعلقات متعدّدہ کے اعتبار سے تخلیق (پیدا کرنا) و ترزیق (رزق دنیا) و احیا و اماتت (زندہ کرنا اور مارنا) جزئیات پیدا ہوئی ہیں۔ اس لئے یہ جزئیات بھی اپنے کلّیات کی طرح مخلوقات کے تعینات کی مبادی ہیں اور جس شخص کا مبدء و تعین وہ کلی ہے۔ دوسرے تعینات کہ جن کے مبادی اس کلی کے جزئیات ہیں۔ اس شخص کے تابع ہوں گے اور اس کے قدم کے نیچے زندگی بسر کریں گے۔ اسی سبب سے کہتے ہیں کہ فلاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زیر قدم ہے اور فلاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم اور فلاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدم کے نیچے ہے اور جب ان جزئیات کو بطریق سلوک ترقی واقع ہو۔ تو اپنی کلّیات سے ملحق ہو جاتی ہیں اور ان کا شہود کلّیات کا شہودی ہو جاتا ہے۔ فرق صرف اصالت و تبعیّت کا رہ جاتا ہے اور امتیاز صرف توسط اور عدم توسط سے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ تابع جو کچھ پاتا ہے اور جو کچھ دیکھتا ہے اصل کے وسیلہ کے بغیر ممکن نہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تابع اپنے قصور سے اصل کو متوسط نہیں جانتا۔ لیکن فی الحقیقت اصل تابع اور اس کے شہود کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ نہ ایسا جو شہود کا مانع ہو۔ بلکہ عینک صاف کی طرح شہود کا باعث ہوتا ہے اور جائز نہیں کہ ایک کلی کی جزئیات ترقی کر کے اور اپنی کلّی سے خروج کر کے دوسری کلّی کے ماتحت آجائیں اور ان کا شہود اس دوسری کلّی کا شہود ہو۔ مثلاً وہ لوگ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدم کے نیچے ہیں، انتقال کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدم کے نیچے داخل نہیں ہو سکتے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زیر قدم آجائیں۔ بلکہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ

وسلم کے قدم کے نیچے ہیں۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ربّ ربُ الارباب ہے اور ان تمام کلیات کا اصل ہے۔ پس وہ ان جزئیات کے لئے اصل الاصل ہوگا اور یہ ترقی گویا اصل الاصل کی طرف ہوگی۔ نہ کہ اصل کی طرف جو ان کے اصل کے مبائن اور برخلاف ہے۔ اس قدر فرق جزئیات اور کلیات کے درمیان رہے گا کہ جزئی کے دو حائل ہیں۔ ایک اس کا اپنا اصل جو اس کی کلی ہے اور دوسرا حائل اصل الاصل اور اس کی کلی کے لئے حجاب اصل الاصل ہے۔ پس یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہود بے پردہ تعینات ہے اور دوسروں کا شہود پردۂ تعینات میں ہے یا پردہ تعین محمدی میں۔ اسی واسطے کہتے ہیں کہ تجلی ذات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے اور دوسروں کی تجلی پردہ صفات میں ہے یا پردہ ربُ الارباب میں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب ہے جو سوائے صفت الحیات کے تمام اسما و صفات سے برتر ہے۔ اگر کہیں کہ اس بیان سے لازم آتا ہے کہ تمام انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کا شہود مبدء تعین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ میں ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے اولیاء جو بالاصالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر قدم ہیں۔ ان کا شہود بھی انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے شہود کی طرح پردہ ربُ الارباب میں ہوگا۔ پھر تمام انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اولیائے امت کے درمیان کیا فرق رہا۔ تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے اس شہود کے سوا جو پردہ حقیقت محمدی میں ہے ہیں ایک اور شہود بھی ہے جو ان کے مبادی تعینات کی راہ سے پیدا ہوتا ہے اور بالاصالت اپنی مخصوصہ عینکوں کو بصیرت کی آنکھ پر رکھ کر غیب الغیب کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ ان ہر دو شہود سے یہ مراد نہیں کہ دونوں ایک ہی وقت میں ثابت ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ اگر اصل الاصل تک ترقی پہنچ جائے۔ تو اس کا شہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح جو نزول کے بعد اس دولت سے مشرف ہونگے حقیقت محمدی کے پردہ میں ہیں اور یہ ترقی بہت مشکل ہے اور محال کے نزدیک ہے۔ اس ترقی کے لئے خدائے تعالیٰ کا بڑا فضل درکار ہے اور عالم اسباب میں محمدی مشرب پیر کی شفقت ہونی چاہئے اور اگر اپنے اصل سے ترقی نہ کرے اور اپنی حقیقت سے حقیقت الحقائق تک نہ پہنچے اس کا شہود اپنی مخصوصہ حقیقت کے مرتبہ میں ہے۔

جان اور آگاہ ہو کہ جس طرح حقیقت الحقائق سے حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کی طرف راہ ہے جو منازل کثیرہ کے طے کرنے کے بعد وہاں تک وصول میسر ہوتا ہے۔ اسی طرح تمام حقائق کلیات سے بھی حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کی طرف راہ ہے جس میں بہت سے مرحلے طے کرنے کے بعد وصول

حاصل ہوتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حقیقت الحقائق کی راہ میں وصل عریان ہے اور باقی طریقوں میں اگرچہ وصل ذات میسر ہوتا ہے۔ لیکن اس سیر کے لئے اصول عالیہ کے منتہا میں حقیقت الحقائق جو حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ درمیان میں حائل ہے۔ اگرچہ حصن حصین اور مانع متین نہیں ہوتی۔ لیکن اس قدر حاجزیت اور حاملیّت بھی بہت ہے۔ جو تجلی ذات کے اطلاق کی مانع ہوئی ہے۔ ورنہ باقی انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی بالاصالت حق تعالیٰ کی ذات سے حصہ حاصل ہے اور ان کی امت کے کاملوں کو انبیاورُسل علیہم الصلوۃ والسلام کی متابعت کے باعث حصہ حاصل ہوتا ہے۔

سوال- جب صفت الحیات صفت العلم سے برتر ہے تو حقیقت الحقائق کی راہ میں بھی صفت الحیات کا تعین حائل ہوگا۔ پھر وصل عریانی کس طرح ہوگا اور اس کو تجلی ذات کیوں کہتے ہیں؟

جواب- وہ تعیّن لا تعیّن کی مانند ہے اور محو متلاشی ہو جاتا ہے اور حضرت ذات تعالیٰ کے مرتبہ میں کچھ اعتبار نہیں رہتا۔ اگرچہ دوسری صفات کے لئے بھی مرتبہ ذات میں کچھ اعتبار نہیں۔ لیکن مرتبہ ذات میں وہ اس طرح نہیں پہنچتیں کہ متلاشی ہو جائیں۔ برخلاف صفت الحیات کے کہ وہاں پہنچ کر متلاشی ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے حقیقت محمدی کا تعین اور دوسرے خلائق کے باقی تعینات دائمی ہیں اور مراتب میں سے کسی مرتبہ میں ان کا زائل ہونا محال ہے ہاں کسی شے تک پہنچنا اور اس شے میں مضمحل ہونا امر دیگر ہے اور بعض مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں جو لفظ محو واضمحلال واقع ہوتا ہے۔ اس سے مراد محو واضمحلال نظری ہے نہ محو ذاتی یعنی سالک کا تعین اس کی نظر سے مرتفع ہو جاتا ہے۔ نہ کہ نفس الامر میں محو ہو جاتا ہے کہ یہ الحاد وزندقہ ہے۔ اس راستہ کے بعض ناقص ان الفاظ موہمہ سے محو واضمحلال عینی جان کر زندقہ تک پہنچ گئے ہیں اور عاقبت کے ثواب وعذاب سے انکار کر دیا ہے۔ انہوں نے خیال کیا ہے کہ جس طرح وحدت سے کثرت میں آئے ہیں اسی طرح دوسری مرتبہ کثرت سے وحدت میں جائینگے اور یہ کثرت اس وحدت میں مضمحل ہو جائیگی اور ان زندیقوں میں سے بعض نے اس محو ہونے کو قیامت کبریٰ خیال کیا ہے اور حشر ونشر وحساب وصراط ومیزان سے انکار کیا ہے۔ ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا مِنَ النَّاسِ (یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا)

ان لوگوں میں سے میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے کہ اپنے مطلب میں مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ کے اس شعر کو بطور شہادت پیش کرتا تھا

جامی معاد ومبدء ما وحدت است وبس
ما درمیان کثرت موہوم والسّلام

ترجمہ معاد و مبدء ہمارا جامیا وحدت برائے نام ہیں ہم درمیان کثرت

نہیں جانتا کہ مولانا کی مراد اس بیت سے وحدت کی طرف عود ورجوع کرنا نظر و شہود کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ ایک ذات کے سوااور کچھ ان کا مشہود نہیں رہتا اور تمام کثرتیں ان کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔ رجوع عینی اور وجودی مراد نہیں ہے۔

یہ لوگ شاید اندھے ہیں کہ دیکھتے نہیں کہ کسی کامل سے عجز و نقص واحتیاج زائل نہیں ہوتی پھر وحدت کی طرف رجوع وجودی کے کیا معنی ہیں اور اگر وحدت کی طرف رجوع کرنا موت کے بعد خیال کیا ہے تو کافر زندیق ہیں کہ عذاب آخرت سے انکار کرتے ہیں اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کو باطل سمجھتے ہیں۔

سوال- تونے اپنے رسالوں میں لکھا ہے کہ فنائے اخفیٰ ولایت محمدی ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے اس کے کیا معنی ہیں؟

جواب- گذشتہ تحقیق سے معلوم ہو چکا کہ وصل عریان ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسروں کے لئے حجاب اگرچہ مرتفع ہو جاتے ہیں۔ لیکن پیراہن شعر کی مانند حیلولہ سے جو حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط کی راہ سے حاصل ہوتا ہے چارہ نہیں ہوتا، جیسا کہ گزر چکا۔ پس اخفیٰ سے جو مراتب انسانی کی نہایت ہے اس حیلولہ کے اندازہ کے موافق بلندی میں بقیہ رہ جاتا ہے پس اس بقیہ کے لحاظ سے فنائے مطلق کا اطلاق جائز نہیں ہوتا۔ اس بقیہ کے بقا کو محمدی ﷺ کے سوااور کوئی نہیں معلوم کر سکتا۔ ہزاروں محمدی مشرب میں سے اگر کسی کو اس قسم کی تیز نظر حاصل ہو جائے۔ تو پھر غنیمت ہے۔ مشائخ طبقات میں سے اکثر نے روح و سر تک ہی گفتگو کی ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا ہو گا جس نے خفی کا سر بیان کیا ہو۔ تو پھر اخفیٰ کی نسبت کس طرح بیان کر سکے اور جس شخص نے دریائے اخفیٰ میں غوطہ لگایا ہو اور اس کے ذرّات میں سے ہر ذرہ تک پہنچا ہو اور اس پر اطلاع پائی ہو۔ وہ کبریت احمر ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا دیتا ہے۔

سوال- تو اس امر کا معتقد ہے کہ جو کمالات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے کامل تابعداروں کو تبعیّت کے طور پر ان کمالات سے حصہ حاصل ہوتا ہے۔ پس لازم آتا ہے کہ ان کو وصل عریانی سے بھی حصہ حاصل ہو گا۔ حالانکہ وہی حائل درمیان ہے؟

جواب- وصل عریانی میں نبی کا حیلولہ ضرر نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ وصل تبعیت کے طور پر ہے نہ اصالت کے طور پر۔ پس حیلولہ تبعیّت کا موکد ہو گا نہ کہ اس کے منافی۔ کیونکہ تبعیت کے معنی متوسط کا

حاصل ہونا ہے نہ کہ متوسط کا رفع ہونا کہ وہ مقام اصالت کے مناسب ہے۔ پس حیلولہ بھی ہوگا اور وصل عریانی بھی تبعیت کے طور پر میسر ہوگا۔ فافہم

سوال۔ کیا سبب ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کے حق میں وصل عریانی اور تجلی ذاتی کا اطلاق کرتے ہیں اور دوسرے انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں یہ اطلاق تجویز نہیں کرتے۔ حالانکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حیلولہ دونوں کے حق میں حاصل ہے؟

جواب۔ کامل تابعداروں کے حق میں اس اطلاق کا تجویز کرنا تبعیّت کے اعتبار سے ہے کہ نبی کا توسط اس اطلاق کے منافی نہیں ہے۔ جیسا کہ گزر چکا اور دوسرے انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں اگر یہ اطلاق تجویز کیا جائے تو اصالت کے اعتبار سے ہوگا۔ کیونکہ یہ بزرگوار اصالت کے طور پر منازل کو قطع کر کے ذات حق تعالیٰ تک پہنچتے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ اصالت کی صورت میں متوسط کا حاصل ہونا اس اطلاق کے منافی ہوگا۔ پس فرق واضح ہوگیا۔

جاننا چاہئے کہ گزشتہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اس امت کے کامل تابعداروں کے درمیان اصالت و تبعیّت کا فرق انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی افضلیّت کا موجب ہے کیونکہ اصل مقصودی ہے اور تابع طفیلی۔ اگر تابعداروں پر وصل عریانی اور تجلّی ذات کا اطلاق صحیح ہے اور متبوعوں میں یہ اطلاق جائز نہیں۔ لیکن طفیلی کی کیا طاقت ہے کہ مقصودی کے ساتھ برابری کرے۔ اور کس طرح برابری کر سکے۔ جب کہ اصل میں وہ دولت اتم واکمل طور پر ہے اور تابع میں اسم ورسم کے طور پر لیکن اس قدر مناسبت نسبت کو درست کرتی ہے اور تابع کو متبوع کی طرح بناتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے علماء کو بنی اسرائیل کی مانند فرمایا ہے۔

اس بیان سے واضح ہوا کہ اس امت کے اولیاء کو تجلّی ذات کا حاصل ہونا۔ ان انبیاء پر جن کو تجلی ذات حاصل نہیں، فضیلت کا باعث نہیں ہے۔ اس بات کو غور سے سوچنا چاہئے کیونکہ یہ مقام لغزش ہے اور انصاف کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اپنے علوم کے ساتھ اس ضعیف بندے کو ممتاز فرمایا ہے۔

سوال: یہ امر ثابت و مقرر ہے کہ پیدائش سے مقصود حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ دوسرے نفس وجود اور حصول کمالات میں ان کے طفیلی ہیں اور انہی کی تبعیّت سے بلند درجوں تک پہنچتے ہیں اسی واسطے قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام وغیرہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور تو نے اوپر کہا ہے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو وصول کی دولت بطریق اصالت حاصل ہے نہ بطریق تبعیّت۔ اس کی کیا وجہ ہے اور جیسا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

کے لئے اپنی حقیقت کی جہت سے حضرت ذات تعالیٰ کی طرف راستے ہیں اور اس وصول میں تبعیّت نہیں۔ برخلاف امتوں کے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی تبعیّت سے ان کے حقائق کی راہ سے اپنی اپنی استعداد کے مناسب مطلب تک پہنچ جاتے ہیں اور اصالت ان کے حق میں مفقود ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دوسروں کا وصل اگرچہ اصالت کے طور پر ہو وصل عریانی نہیں ہے۔ کیونکہ خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی حقیقت مطلوب کا پیرہن شعر ہوئی ہے پس اول جو فیض کہ آتا ہے اس حقیقت کے ساتھ اتصال پاتا ہے بعد ازاں اس کے وسیلہ سے دوسروں کو پہنچتا ہے اور تبعیّت کے معنے بھی توسط کا حاصل ہونا ہے۔ پس وہ اصالت اس تبعیّت کے مخالف نہیں اور اچھی طرح معلوم کرنا چاہئے کہ وہ تبعیّت جو امتوں کے حق میں کہی گئی ہے وہ اس تبعیّت کے ماسوا ہے جو اصالت کے منافی ہے جیسا کہ کئی بار ذکر ہو چکا ہے پس دونوں کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا۔

سوال: اگر کہیں کہ کاملوں کو مراتب عروج میں مرتبہ صفت الحیات سے بھی حصہ حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ حاصل ہوتا ہے اور اگر کہیں کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ اس صفت کے نہایت کو حضرت ذات تعالیٰ میں اضمحلال و تلاش ہے اور محو و تلاش سے کاملوں کا کیا نصیب ہو گا۔ حالانکہ تو نے بیان کیا ہے کہ تعینات حقائق کے لئے اضمحلال عینی نہیں ہے اور اگر ہے تو نظری ہے کیونکہ اضمحلال عینی الحاد و زندقہ تک پہنچا دیتا ہے؟

جواب: اضمحلال عینی کی کیا ضرورت ہے اضمحلال نظری کافی ہے۔ اگرچہ اس اضمحلال میں بہت سے مراتب متفاوت ہیں۔ فَافْهَمْ۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ (پس سمجھ لے اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے)

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَكْمَلُهَا

سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۹۵

نظر بر قدم و ہوش در دم و سفر در وطن و خلوت در انجمن کے بیان میں جو طریقہ عُلیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار مشائخہا میں اصول مقررہ ہیں۔ حاجی یوسف کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے:

جاننا چاہئے کہ طریقہ عُلیہ نقشبندیہ کے اصول مقررہ میں سے ایک نظر بر قدم ہے نظر بر قدم سے

مراد یہ نہیں کہ نظر قدم سے تجاوز نہ کرے اور قدم سے زیادہ بلندی کی خواہش نہ کرے کیونکہ یہ بات خلاف واقع ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ نظر ہمیشہ قدم سے بلندی کی طرف چڑھے اور قدم کو اپنا ردیف بنائے کیونکہ بلندی کے زینوں پر پہلے نظر چڑھتی ہے۔اس کے بعد قدم صعود کرتا ہے اور جب قدم مرتبۂ نظر میں پہنچتا ہے نظر اس سے اوپر کے زینہ پر آجاتی ہے اور قدم بھی اس کی تبعیّت میں اس زینہ پر چڑھ آتا ہے۔بعدازاں نظر پھر اس مقام سے ترقی کرتی ہے۔علیٰ ہذالقیاس اور اگر مراد یہ ہے کہ نظر اس مقام تک ترقی کرے جہاں قدم کی گنجائش نہ ہو۔یہ بات بھی غیر واقع ہے کیونکہ قدم کے تمام ہونے کے بعد اگر نظر تنہا نہ ہو تو بہت سے مراتب فوت ہو جاتے ہیں۔

اس کا بیان یہ ہے کہ قدم کی نہایت سالک کی استعداد کے مراتب کی نہایت تک ہے بلکہ اس نبی کی استعداد کی نہایت تک ہے جس کے قدم پر وہ سالک ہے۔ لیکن قدم اوّل بالاصالت ہے اور دوسرا قدم اس نبی کی تبعیّت سے اور اس استعداد کے مراتب سے اوپر اس کا قدم نہیں لیکن نظر ہے اور یہ نظر جب تیزی حاصل کرلے تو اس کا منتہا اس نبی کی نظر کے مراتب کی نہایت ہے جس کے قدم پر وہ سالک ہے کیونکہ نبی کے کامل تابعداروں کو اس کے تمام کمالات سے حصہ حاصل ہوتا ہے لیکن مراتب استعداد کی نہایت تک جو سالک کی اصالت اور تبعیّت سے ہے۔ قدم و نظر موافقت رکھتے ہیں۔بعد ازاں قدم کوتاہی کرتا ہے اور نظر تنہا صعود کرتی ہے اور اس نبی کے مراتب نظر کی نہایت تک ترقیاں کرتی ہے۔پس معلوم ہوا کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی نظر بھی ان کے قدم پر صعود کرتی ہے اور ان بزرگواروں کے کامل تابعداروں کو بھی ان کی نظر کے مقام سے حصہ حاصل ہے جیسا کہ ان کے قدم کے مقام سے نصیب حاصل ہے اور حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے قدم کے اوپر مقام رویت ہے جس کا وعدہ دوسروں کو آخرت پر دیا گیا ہے۔جو کچھ دوسروں کے لئے ادھار ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے نقد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کامل تابعداروں کو اس مقام سے بھی حصہ حاصل ہے اگرچہ رویت نہیں ہے ؎

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہر زہ نیست
ہم قصۂ غریب وحدیثِ عجیب ہست

ترجمہ نہیں بیفائدہ حافظ کی فریاد بہت عمدہ ہے اس کا ماجرا سب

اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ اگر نظر بر قدم سے مراد یہ ہو کہ قدم نظر سے تخلّف نہ کرے اس طرح پر کہ کسی وقت مقام نظر تک نہ پہنچے۔تو نیک ہے۔کیونکہ یہ معنی ترقی کے مانع ہیں۔ایسے ہی اگر نظر وقدم سے مراد ظاہری نظر وقدم لئے جاویں تو بھی گنجائش ہے۔کیونکہ راستہ میں

چلنے کے وقت نظر پراگندہ ہو جاتی ہے اور ہر طرح کے محسوسات کی طرف لگ جاتی ہے۔ اگر نظر کو قدم پر لگایا جاوئے تو جمعیّت کے اقرب ہے اور یہ مراد دوسرے کلمہ کے معنی کے مناسب ہے جو اس کا قرین ہے اور وہ کلمہ ہوش در دم ہے۔ غرض اول اس تفرقہ کے دفع کرنے لئے ہے۔ جو آفاق سے پیدا ہوتا ہے اور کلمہ دوسرا انفس کے تفرقہ کو دفع کرتا ہے اور کلمہ تیسرا جو ان دو کلموں کے قرین ہے سفر در وطن ہے اور وہ انفس میں سیر کرنے سے مراد ہے جو اندراج النہایت فی البدایت کے حاصل ہونے کا باعث ہے۔ جو اس طریقہ علیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اگرچہ سیر انفسی تمام طریقوں میں ہے لیکن سیر آفاقی کے وصول کے بعد ہے اور اس طریق میں اسی سیر سے شروع کرتے ہیں اور سیر آفاقی اسی سیر کے ضمن میں مندرج ہے۔ اگر اس اعتبار سے بھی کہ دیں کہ اس طریقہ علیہ میں نہایت بدایت میں مندرج ہے۔ تو ہو سکتا ہے اور چوتھا کلمہ جو ان تینوں کلموں کے ساتھ ہے خلوت در انجمن ہے۔ جب سفر در وطن میسر ہو جائے۔ تو انجمن میں بھی خلوت خانہ وطن میں سفر کرتا ہے اور آفاق کا تفرقہ انفس کے حجرہ میں راہ نہیں پاتا۔ یہ بھی اس صورت میں ہے کہ حجرہ کے دروازوں اور روزنوں کو بند کرلیں۔ پس چاہئے کہ انجمن میں متکلم و مخاطب کا تفرقہ نہ ہو اور کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔ یہ سب تکلفات اور حیلے بہانے ابتدا اور وسط ہی میں ہیں اور انتہا میں ان میں سے کچھ بھی درکار نہیں۔ عین تفرقہ میں جمعیّت کے ساتھ اور نفس غفلت میں حاضر رہتے ہیں۔ اس بیان سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ جمعیّت میں تفرقہ و عدم تفرقہ منتہی کے حق میں مطلق طور پر مساوی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ تفرقہ اور عدم تفرقہ اس کی باطن کی جمعیّت میں برابر ہیں۔ اس کے باوجود اگر ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کرلے اور تفرقہ کو ظاہر سے بھی دفع کر دے۔ تو بہت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتا ہے۔ وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا اپنے رب کا نام یاد کر اور سب سے توڑ کر اس کے ساتھ جوڑ۔

جاننا چاہئے کہ بعض اوقات ظاہری تفرقہ سے چارہ نہیں ہوتا۔ تاکہ خلق کے حقوق ادا ہوں۔ پس تفرقہ ظاہر بھی بعض اوقات اچھا ہوتا ہے۔ لیکن تفرقہ باطن کسی وقت بھی اچھا نہیں کیونکہ وہ خاص حق تعالیٰ کے لئے ہے۔ پس عبادت کے تین حصے حق تعالیٰ کے لئے مسلّم ہوں گے۔ باطن سب کا سب اور ظاہر کا نصف حصہ اور ظاہر کا دوسرا حصہ خلق کے حقوق ادا کرنے کے لئے رہا۔ چونکہ ان حقوق کے ادا کرنے میں بھی حق تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے اس لئے ظاہر کا دوسرا نصف بھی حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ تمام امور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ پس اسی کی عبادت کر۔

مکتوب ۲۹۶

حق تعالیٰ کی صفات بسیط ہونے اور اشیاء کے متعددہ تعلق کی نفی کرنے کے بیان میں حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہٗ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ اَجْمَعِيْنَ

اللہ رب العٰلمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ و السلام ہو۔

خدا تجھے سعادت مند کرے تجھے جاننا چاہئے کہ اس واجب الوجود کی صفات اس کی ذات کی طرح بچگون و بیچون ہیں اور بسائط حقیقیہ سے ہیں۔ مثلاً علم ایک بسیط انکشاف ہے۔ جس کے ساتھ تمام ازل و ابد کی معلومات منکشف ہوتی ہیں اور ایک ہی قدرت کاملہ بسیط ہے۔ جس کے وسیلہ سے تمام اولین و آخرین کے مقدورات ظاہر ہوتے ہیں اور ایک کلام بسیط ہے جس کے ساتھ ازل سے ابد تک گویا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس تمام حقیقیہ کا یہی حال ہے اور وہ تعدد بھی جو معلومات اور مقدورات کے ساتھ تعلق حاصل کرنے کے اعتبار سے پیدا ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں مفقود ہے۔ تمام اشیاء حق تعالیٰ کی معلم و مقدور ہیں۔ لیکن صفت علم و قدرت کو اشیاء کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ یہ معرفت نظر و عقل کے احاطہ سے باہر ہے ارباب معقول یعنی اہل فلسفہ ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ وہ اس بات کو محال جانتے ہیں کہ اشیاء حق تعالیٰ کی معلوم ہوں اور حق تعالیٰ کے علم کا ان سے تعلق نہ ہو اور ایسے ہی اشیاء حق تعالیٰ کی مقدور ہوں اور قدرت ان سے متعلق نہ ہو۔ یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ اس مرتبہ میں ازل و ابد آنِ واحد ہیں۔ بلکہ آن بھی گنجائش نہیں رکھتا اور اقرب سے اور اوفق سے زیادہ کچھ ظاہر نہیں کرتا اور ازل و ابد کے موجودات اسی آن واحد میں منکشف ہیں۔ مثلاً اسی آن واحد میں زید کو معدوم اور موجود بھی جنین بھی صبی بھی جوان بھی بوڑھا بھی زندہ بھی مردہ بھی برزخ میں بھی عرصات میں بھی جنات میں بھی برابر جانتا ہے اور معلوم ہے کہ اس آن واحد کو ان موجودات کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ کیونکہ اگر تعلق پیدا کرے تو آنیت سے نکل جائے گا اور زمانہ نام پائے گا اور ماضی و مستقبل بن جائے گا۔ پس یہ موجودات اسی آن واحد میں ثابت بھی ہیں ار غیر ثابت بھی پس اگر انکشاف سے ثابت کیا جائے کہ بسیط حقیقی کو معلومات میں سے کسی معلوم کے ساتھ تعلق نہیں اور تمام معلومات اسی انکشاف سے معلوم ہوتے ہیں۔ تو کیا عجب ہے۔ کیونکہ جمع ضدین اس جگہ محال نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اتحاد و زمان اور اتحاد جہت کے ساتھ مخصوص ہے اور اس جگہ زمان کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر زمانہ کے احکام جاری نہیں ہو سکتے اور اتحاد جہت بھی مفقود ہے۔ کیونکہ اجمال و تفصیل کا فرق ہے۔ جس طرح کلمہ کے مرتبہ میں کوئی شخص کہہ دے کہ اسم و فعل و حرف ایک دوسرے کی قسم ہیں سب کو اس مرتبہ

میں آن واحد میں متحد دیکھتا ہوں اور منصرف کو عین غیر منصرف پاتا ہوں اور بنی کو عین معرب جانتا ہوں اور کہہ دے کہ باوجود اس جامعیّت کے کلمہ کو ان اقسام میں سے کسی کے ساتھ کچھ تعلق نہیں اور ان سب سے مستغنی ہے۔ تو کوئی دانا اس شخص کی بات کا انکار نہ کرئے گا اور اس کو دور از عقل وقیاس نہ جانے گا۔ تو پھر اس امر میں جس کا ہم بیان کر رہے ہیں یعنی وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (مثل اعلیٰ اللہ ہی کے لئے ہے) میں کیوں تعجب کرتے ہیں اور کیوں توقف کرتے ہیں اور اس کو دور از عقل کیوں سمجھتے ہیں۔ اگر یہ کہیں کہ اس قسم کی بات کسی نے نہیں کہی تو پھر کیا ہوا۔ جب کہ دوسروں کی کلام کے مخالف نہیں ہے اور نہ ہی مرتبہ وجوب کے نامناسب ہے۔ ع

خربوزہ بخور ترا بفالیز چہ کار

ترجمہ ع تو کھا خربوزہ کچھ مطلب نہ رکھ فالیز سے

وہ مثال جو مخلوقات میں کہہ سکتے ہیں۔ اس معرفت کی توضیح کے لئے ہے جو انہوں نے کہی ہے کہ علّت کا علم معلول کے علم کو مستلزم ہے اور اس صورت میں مدرکہ بالاصالۃ علت کی طرف متوجہ ہے اور علت کے ساتھ متعلق ہے اور معلوم کا علم علّت کے علم کی تبعیّت سے ہے بغیر اس بات کے کہ تعلّق ثانی پیدا کرے۔ لیکن معقولی یعنی فلسفے والے اس صورت میں بھی مرتبہ ثانی میں علم کے تعلّق کے بغیر معلول کی معلومیت تجویز نہیں کرتے۔ اگرچہ وہ تعلّق بالاصالت نہ ہو اس مثال سے زیادہ واضح مثال معلوم نہیں کہ مل سکے اور ہمارا مقصود توضیح ہے نہ اثبات وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّھَا۔ اللہ تعالیٰ تمام کاموں کی حقیقت کو زیادہ جانتا ہے۔

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَکَاتُ اور صلوٰۃ وسلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا اس پر اور اس کی آل پر درود اور تسلیمات اور مبارک تحیّات ہوں۔

مکتوب ۲۹۷

حق تعالیٰ کے احاطہ اور سریان کی تحقیق اور مثالوں کے ساتھ اس کی توضیح اور مراتب وجوبی اور امکانی کے حفظ کی رعایت میں مولانا بدرالدین کی طرف صادر فرمایا ہے:-

جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کے احاطہ اشیاء کے ساتھ ایسا ہے جیسا مجمل کا احاطہ مفصل کے ساتھ اور اشیاء میں اس کا سریان ایسا ہے جیسا کہ کلمہ اپنی تمام اقسام میں ساری ہے یعنی اسم وفعل وحرف میں اور ان کی قسموں کی قسموں یعنی ماضی ومضارع وامر ونہی اور مصدر اور اسم فاعل اور مفعول اور مشتق متصل اور

مستثنیٰ منقطع اور حال اور تمیز اور ثلاثی اور رباعی اور خماسی اور حروف جارہ اور ناصبہ اور وہ حروف جو افعال کے ساتھ مختصہ ہیں اور وہ حروف مخصہ جو ان پر داخل ہونے والے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ جو غیر متناہی تقسیموں میں منقسم ہیں ان سب میں کلمہ جاری وساری ہے۔ یہ سب اقسام کلمہ کے غیر نہیں۔ بلکہ یہ سب اعتبارات سے ہیں جو کلمہ کے تحت میں مندرج ہیں اور کلمہ سے تفصیل اور تمیز پانے اور ایک دوسرے سے متمیز ہونے کے باعث اعتبار کلی کے سوااور کوئی شے ان سب کو کلمہ پر زیادہ نہیں جانتے اور خارج میں کلمہ کے سوااور کچھ موجود نہیں اسی واسطے یہ حمل درست ہے۔ جس کے ساتھ وہ مخصوص ہے اور خاص احکام ہیں جو دوسرے میں پائے نہیں جاتے۔ مثلاً مستقل طور پر اپنے معنوں پر دلالت کریں اور اس میں زمانہ کا تعلق بھی ہو، تو اس کو فعل کہتے ہیں اور جو بالاستقلال اپنے معنی پر دلالت کرنے اور اس میں زمانہ کا تعلق نہ ہو۔ تو وہ اسم ہے اور جو اپنے معنی پر بالاستقلال دلالت نہ کر سکے اس کو حرف کہتے ہیں۔ اسی طرح جن میں گذشتہ زمانہ پایا جاوے اسکو فعل ماضی کہتے ہیں اور جس میں زمانہ حال واستقبال پایا جائے اس کو مضارع کہتے ہیں اور جس میں نو مشہور علتوں میں سے دو علتیں پائی جائیں اس کو غیر منصرف کہتے ہیں ورنہ منصرف۔ ایسے ہی حروف کا حال ہے کہ جو جر کا عمل کرتے ہیں۔ ان کو جارہ کہتے ہیں اور جن کا عمل نصب ہے ان کو ناصبہ کہتے ہیں۔

پس ایک مرتبہ کے اسم کا دوسری مرتبہ کے اسم پر اطلاق کرنا اور ایک کے احکام کو دوسرے پر جاری کرنا ایسا ہے جیسے فعل ماضی کو مضارع پر اور منصرف کو غیر منصرف پر اور جارہ کو ناصبہ پر اطلاق کریں۔ حالانکہ سب کو اپنے اپنے مرتبہ میں کلمہ کہتے ہیں۔ پس ایک احکام کو دوسرے پر جاری کرنا محض گمراہی اور راہ راست سے خارج ہونا ہے۔

پس ہم کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے کہ منزل وجود تعالیٰ کے مراتب میں سے ہر مرتبہ کے کے لئے خاص خاص نام اور خاص خاص احکام ہیں جو اس کے سوا کسی اور مرتبہ میں پائے نہیں جاتے۔ پس وجوب ذاتی اور استغنا ذاتی مرتبہ جمع اور الوہیّت کے ساتھ مختص ہیں اور امکان ذاتی اور افتقار ذاتی مرتبہ کون (1) وفساد کے ساتھ مخصوص ہیں

مرتبہ اول، ربوبیّت اور خالقیّت کا مرتبہ ہے اور مرتبہ دوم عبودیّت اور مخلوقیّت کا مرتبہ ہے۔ پس اگر ایک کے ناموں کو دوسرے پر اطلاق کریں یا ایک مرتبہ کے مختصہ احکام کو دوسرے مرتبہ پر جاری کریں تو یہ زندقہ صرف اور کفر محض ہے۔

پھر بڑے تعجب کی بات ہے کہ بعض ملحد اور زندیق کس طرح مراتب کو ملا دیتے ہیں اور ایک

1۔ کون وفساد سے مراد دنیا ہوتی ہے؟

مرتبہ کے احکام کو دوسرے مرتبہ پر جاری کرتے ہیں اور ممکن کو واجب کی صفات سے اور واجب کو ممکن کی صفات سے موصوف کرتے ہیں ملاتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ممکن جو ایک ہی مرتبہ ہے اس کے صفات ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں اور ان کے احکام مختلف ہیں اور جانتے ہیں کہ مرتبہ کونیہ میں باہم متحد ہونے کے باوجود بھی ان کا باہمی تمایز اور ان کے احکام کا اختلاف ہرگز زائل نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ بدیہی طور پر جانتے ہیں کہ مثلاً حرارت اور احتراق یعنی گرمی اور جلانا آگ کی صفات میں سے ہے جو اسی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور ان میں سے کوئی بھی صفت پانی میں نہیں پائی جاتی اور نہ ہی ان صفات سے موصوف کیا جاسکتا ہے۔ ایسے ہی برودت یعنی سردی پانی کے ساتھ مختص ہے جو آگ میں ہرگز نہیں اور اسی طرح ان کے ازواج اور امہات یعنی اقسام کی اجناس میں فرق کرتے ہیں اور ان کے احکام جدا جدا ہونے کا حکم کرتے ہیں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْهَادِیْ اِلٰی سَبِیْلِ الرَّشَادِ اللہ تعالیٰ ہی راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ چلا۔

مکتوب ۲۹۸

نہایت کار تک پہنچنے کے بیان میں اشارت خفیہ اور عبارت لطیفہ کے طور پر۔ میر محب اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا ہے اور اس معما کے بھید سے مخدوم زادہ کلاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے سوا یاروں میں سے کوئی یار مطلع نہیں ہوا:-

خدا تجھے ہدایت دے۔ تجھے واضح ہو کر مدتوں تک جب کہ سیر ظلال میں رکھتا تھا۔ ظل کے وصول میں عین کا حصول پاتا تھا۔ اب جو اصل تک پہنچنا میسر ہوا ہے۔ سوائے ظل کے کچھ حاصل نہیں رکھتا۔ جیسا کہ آئینہ جو اس شخص کے ہاتھ میں ہو۔ جو اس آئینہ کی طرف پہنچنے والا ہے اور اس آئینہ کو اس شخص سے سوائے ظل کے اور کچھ حاصل نہیں۔ فَافْهَمْ فَاِنَّ کَلَامَنَا اِشَارَۃٌ" (پس سمجھ لے کیونکہ ہماری کلام اشارہ ہوتی ہے) بیان کے مناسب وہ عبارت جو رمز واشارہ کے طریق پر لکھ گئی ہے۔ اس مقام کے مناسب جان کر اس مکتوب میں بھی درج کر دی ہے۔ اس کو سمجھ لیں وہ عبارت یہ ہے:-

ذکر چناں ماخوذ از پری راہ داں مداومت براں باز گشت بفضل حضرت رحمان وصل عریان باقی ہمہ حسبان!

یعنی (1) اول پیر راہ داں سے ذکر سیکھیں اور پھر اس پر مداومت کریں تاکہ باز گشت حاصل ہو۔ اس کے آگے اللہ تعالیٰ کا فضل درکار ہے تاکہ وصل عریانی نصیب ہو۔ اصل مقصود یہی ہے باقی سب وہم

---

[1] قارئین پر پوشیدہ نہ رہے کہ یہ مذکورہ بالا عبارت کا ترجمہ خاکسار مترجم نے اپنے فہم قاصر کے موافق لکھ دیا ہے۔ اگر کسی صاحب کو پوری پوری حقیقت معلوم ہو جائے تو اطلاع بخش کر سرفراز فرمائیں۔ تاکہ اس کی صحت کی جائے۔ لِاَنَّ فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ خاکسار مترجم عفی عنہ۔

وگمان ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَتَمُّھَا وَمِنَ التَّحِیَّاتِ اَکْمَلُھَا اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا اور حضرت مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۹۹

مصیبت کی ماتم پرسی اور قضا کے ساتھ صبر و رضا پر دلالت کرنے اور مرگ طاعون کی فضیلت میں اور اس بیان میں کہ طاعون کی زمین سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے۔ جیسا کہ یوم زحف یعنی کفار کے ساتھ جنگ سے بھاگنا گناہ ہے۔ شیخ فرید رابھولی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ آپ کا مکتوب شریف پہنچا۔ آپ نے مصیبتوں کا حال لکھا ہوا تھا۔ واضح ہوا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ صبر و تحمل کرنا چاہئے اور قضا پر راضی ہونا چاہئے۔

من از تو روے نہ پیچم گرم بیاز اری　　　　که خوش بود ز عزیزاں تحمل و خواری

ترجمہ　　تو خواہ کتنا ستائے پھر ورنہ تجھ سے کبھی

کہ تیری سختی وخواری ہے لگتی مجھ کو بھلی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے تمہارے ہاتھوں کی کمائی کے باعث پہنچتی ہے اور اللہ تعالیٰ بہت کچھ معاف کرتا ہے۔

اور فرماتا ہے ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ بر و بحر میں لوگوں کے اعمال کے باعث فساد مچ گیا۔

اس ملک میں ہمارے اعمال کی شومی سے اول چوہے ہلاک ہوئے جو ہم سے زیادہ اختلاط رکھتے تھے اور پھر عورتیں جن کے وجود پر نوع انسانی کی نسل و بقا کا مدار ہے، مردوں کی نسبت زیادہ مر گئیں اور جو کوئی اس وبا میں مرنے سے بھاگا اور سلامت رہا اس نے اپنی زندگی پر خاک ڈالی اور جو شخص نہ بھاگا اور مر گیا۔ اس کو موت شہادت کی مبارک بادی اور خوشخبری ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بذل الماعون فی فضل الطاعون میں تحقیق سے لکھا ہے کہ جو شخص طاعون سے مر جائے اس سے کوئی سوال نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ ایسا ہے جیسے لڑائی میں قتل ہوا اور جو شخص طاعون میں طلب اجر کی نیت سے صبر کرتا ہے اور جانتا ہے کہ مجھے وہی کچھ پہنچے

گا۔ جو میرے اللہ تعالیٰ نے لکھا اور مقدر کیا ہے۔ تو وہ شخص اگر طاعون کے سوا کسی اور بیماری سے بھی مر جائے تو اس صورت میں بھی اس کو عذاب نہ ہو گا۔ کیونکہ وہ مُرَابِطْ یعنی جہاد کے مستعد اور تیار شدہ کی مانند ہے۔

اسی طرح شیخ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شرح الصدور فی حال الموتیٰ والقبور میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بڑی اعلیٰ حجت ہے اور جو شخص نہ بھاگا اور نہ مرا وہ غازیوں اور مجاہدوں اور صابروں اور بلاکشوں میں سے ہے۔ کیونکہ ہر شخص کے لئے اجل مقرر ہے، جو ہر گز آگے پیچھے نہیں ہو سکتی اور اکثر بھاگنے والے جو سلامت رہے ہیں اسی واسطے رہے ہیں کہ ابھی ان کی اجل نہ آئی تھی۔ نہ کہ یہ بھاگ کر مرگ سے بچ گئے اور اکثر صابر لوگ جو ہلاک ہو گئے وہ بھی اپنی اجل ہی سے ہلاک ہوئے ہیں۔ پس نہ ہی بھاگنا بچا سکتا ہے اور نہ ہی ٹھہرنا ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ طاعون سے بھاگنا یوم زحف یعنی جنگ کفار کے بھاگنے کی طرح ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکر و استدراج ہے کہ بھاگنے والے سلامت رہتے ہیں اور صبر کرنے والے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (اکثر کو گمراہ کرتا ہے اور اکثر کو ہدایت دیتا ہے)

آپ کے صبر و تحمل اور مسلمانوں کے ساتھ آپ کی امداد و اعانت کی نسبت سنا جاتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کام پر جزائے خیر دے۔ بچوں کی تربیت اور ان کی تکلیف برداشت کرنے سے دل تنگ نہ ہوں۔ کیونکہ بہت سے اجر کی امید اسی پر مترتب ہے۔ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسّلام

مکتوب ۳۰۰

پوشیدہ اسرار اور غریبہ معارف کو رمز و اشارہ کی زبان کے ساتھ بیان کرنے اور مقام قاب قوسین او ادنیٰ کی نسبت اشارہ کرنے کے بیان میں جامع علوم عقلی و نقلی مخدوم زادہ مجد الدین محمد معصوم سلمہٗ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

جب انسان کامل مراتب اسماو صفات کی تفصیلی سیر کو طے کر کے جامعیت نامہ پیدا کر لیتا ہے اور اسما و صفات الٰہی کے کمالات کا آئینہ بنجاتا ہے اور اس کا عدم ذاتی جو ان کمالات کا آئینہ ہے۔ پورے طور پر پوشیدہ ہو جاتا ہے اور ان کمالات کے سوا اس میں اور کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ تو اس وقت فنائے تام کے حاصل ہونے کے بعد جو اس کے عدم کے نفی ہونے پر وابستہ تھی۔ ایک خاص بقا کے ساتھ جو ان کے کمالات پر منحصر ہے، مشرف ہوتا ہے اور ولایت کا اسم اس پر صادق آتا ہے۔ اس کے بعد اگر حق

تعالیٰ کی عنایت ازلی شامل حال ہو جائے تو ہو سکتا ہے۔ کہ پھر یہ کمالات جن کے ساتھ عارف نے بقا حاصل کی تھی۔ حضرت ذات کے آئینہ میں منعکس ہو جائیں۔ اور وہاں ظہور پیدا کریں۔ اس وقت قاب قوسین کا سر۔ظہور میں آتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ اس مقام میں آئینہ میں کسی شے کے ظہور سے مراد یہ ہے کہ اس شے کو اس آئینہ کے ساتھ نسبت مجہولہ حاصل ہو جائے۔ نہ یہ کہ وہاں آئینے کی حقیقت ہے اور وہ شے اس میں حاصل ہے۔ وللہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (مثال اعلیٰ اللہ ہی کے لئے ہے) اور جب وہ کمالات جن کے ساتھ عارف نے بقا حاصل کی تھی۔ حقیقت واصالت کے طور پر آنجناب پاک کے آئینہ میں منعکس ہو جاتے ہیں اور وہاں ظہور پیدا کرتے ہیں اور وہاں اس کو نسبت مجہول الکیفیّت حاصل ہو جاتی ہے۔ تو اس وقت انا جو عارف کے ساتھ تعلق رکھتا تھا وہاں اطلاق پاتا ہے اور اپنے آپ کو وہ کمالات ظاہرہ دیکھتا ہے۔ مقام قاب قوسین میں انا کی نہایت عروج یہی تک ہے۔

اے فرزند! سن لے کہ صورت کا آئینہ جس میں حسن وجمال منعکس ہوتا ہے۔ اگر بالفرض وہ آئینہ علم کی صورت پیدا کرلے تو بالضرور اس حسن وجمال کے ظہور سے متلذذ ہو گا اور حظ وافر حاصل کر لے گا اور حقیقت کے آئینہ میں اگرچہ لذت والم جو صفات امکان سے ہے۔ مفقود ہے لیکن وہ امر جو اس مرتبہ عُلیہ کے لائق ہے اور نقص وحدوث کے نشان سے پاک ہے، کائن وثابت ہے ے

فریاد حافظ اینہمہ آخر بہرزہ نیست ہم قصۂ عجیب وحدیثِ غریب ہست

ترجمہ نہیں بیفائدہ حافظ کی فریاد عجب ہے ماجرا اس کا سراسر

یہ کمالات ظاہرہ جنہوں نے اس مرتبہ میں نسبت مجہول الکیفیّت حاصل کی ہے ان کی نسبت بعینہ ایسی ہے۔ جیسے انسان کے عالم خلق کو عالم امر کے ساتھ نسبت ہے۔ اس مقام میں مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) کا سرّ حاصل ہوتا ہے او جب ان کمالات ظاہرہ نے جو حضرت ذات تعالیٰ کے اجمال کی تفصیل ہیں حضرت اجمال کے ساتھ مجہول الکیفیّت نسبت پیدا کر کے اور بلا کیف اتصال حاصل کر کے حضرت اجمال کی آئینہ داری کی۔ تو حضرت اجمال میں مجرد اعتبار اور محض توہم سے تفصیل بھی پیدا ہو گئی۔ جو عارف کے اَنا کے عروج کا باعث ہوئی۔ یہ کمال مقام اَوْ اَدْنٰی پر وابستہ ہے ع

قلم اینجا رسید و سر بشکست

ترجمہ ع قلم جب اس جگہ پہنچا قلم سر ہو گیا اس کا

یہ ہے نہایت النہایت اور غایت الغایت کا بیان جس کا سمجھنا خواص کے ادراک سے کوسوں دور ہے۔ پھر

عوام کا کیا ذکر۔ بلکہ اخص خواص سے بھی بہت کم لوگ اس دولت اور معرفت سے سرفراز ہوئے ہیں

اگر پادشاہ بردر پیر زن بیاید تو اے خواجہ سُبلت مکن

ترجمہ اگر بڑھیا کے در پے آئے سلطاں تو اے خواجہ نہ ہو ہر گز پریشاں

یہ نہایت ظہورات و تجلّیات کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد کسی قسم کی تجلّی اور ظہور متصور نہیں

وَمِنْ بَعْدِ هٰذَا مَايَدِقُّ صِفَاتُهٗ وَمَا كَتْمُهٗ اَحْظٰى لَدَيْهِ وَاَجْمَلُ

ترجمہ بعد ازاں وہ چیز ہے جس کا نہیں لگتا پتا

جس کا مخفی اور درپردہ ہی رہنا ہے بھلا

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَعَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى كُلِّ مَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ وَالْبَرَكَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا وَاَوْلٰهَا وَاَعْلٰهَا وَاَدْوَمُهَا وَاَبْقَاهَا وَاَعَمُّهَا وَاَشْمَلُهَا سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا او حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۳۰۱

قرب نبوت اور قرب ولایت اور ان راہوں کے بیان میں جو قرب نبوت تک پہنچانے والے ہیں۔ مولانا امان اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد میرے فرزند مولینا امان اللہ کو واضح ہو کہ نبوت سے مراد وہ قرب الٰہی ہے جس میں ظلیّت کی آمیزش نہ ہو۔ اور اس کا عروج حق تعالیٰ کی طرف میلان رکھتا ہے اور اس کا نزول خلق کی طرف۔ یہ قرب بالاصالت انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے نصیب ہے اور یہ منصب انہی بزرگواروں کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ منصب نبوت حضرت سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام نزول کے بعد حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی تابع ہوں گے۔

حاصل کلام یہ کہ تابعداروں اور خادموں کو اپنے مالکوں اور صاحبوں کی دولت اور پس خوردہ سے حصہ ہوتا ہے۔ پس انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے قرب سے ان کے کامل تابعداروں کو بھی حصہ حاصل ہوتا ہے اور اس مقام کے علوم ومعارف اور کمالات بھی بطریق وراثت کامل تابعداروں کو نصیب ہوتے ہیں ع

خاص کند بندۂ مصلحت عام را

ترجمہ ع   خاص کرلیتا ہے ایک کو تاکہ بھلا ہو عام کا

پس خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد اس کے کامل تابعداروں کو بطریق تبعیت ووراثت کے کمالات نبوت کا حاصل ہونا اس کی خاتمیت کے منافی نہیں ہے۔ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ کچھ شک نہ کر۔

اے فرزند! خدا تعالیٰ تجھے سعادت بخشے۔ تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ وہ راستے جو کمالات نبوت کی طرف پہنچانے والے ہیں۔ دو ہیں ایک وہ راستہ ہے جو مقام ولایت کے مفصل کمالات کے طے کرنے پر موقوف ہے اور ان تجلّیات ظلیہ اور معارف سکریہ کے حاصل ہونے پر وابستہ ہے جو قرب ولایت کے مناسب ہیں ان کمالات کے طے کرنے اور ان تجلّیات کے حاصل ہونے کے بعد کمالات نبوت میں قدم رکھا جاتا ہے۔ اس مقام وصول میں ظلیت کی طرف التفات نہیں ہوتی۔

دوسرا راستہ یہ ہے کہ ولایت کے ان کمالات کے حاصل ہونے کے ذریعے کمالات نبوت تک پہنچنا میسر ہو جاتا ہے اور یہ دوسرا راستہ شاہ راہ ہے اور کمالات نبوت تک پہنچنے کے لئے زیادہ قریب راستہ ہے۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب میں سے بہت کم بطریق تبعیت ووراثت اس راستہ سے کمالات نبوت تک پہنچے ہیں۔ پہلا راستہ بہت دور دراز ہے اور اس کا حاصل ہونا دشوار اور اس کا وصول ناممکن ہے۔

بعض ان اولیاء نے جو مقام ولایت میں شرف نزول سے مشرف ہوئے ہیں ان کمالات کو جو مقام نزول سے تعلق رکھتے ہیں۔ کمالات نبوت خیال کیا ہے اور خلق کی طرف متوجہ ہونے کو جو مقام دعوت کے مناسب ہے۔ مقام نبوت کی خصوصیتوں میں سے سمجھا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہ نزول عروج کی طرح ولایت ہی سے ہے اور وہ عروج ونزول جو مقام نبوت سے تعلق رکھتا ہے، وہ اور ہے جو مقام ولایت سے برتر ہے اور وہ توجہ بخلق جو نبوت کے مناسب ہے اس توجہ بخلق کے ماسوا ہے اور یہ دعوت اس دعوت سے جدا ہے جس کو انہوں نے کمالات نبوت سے سمجھا ہے۔

یہ لوگ کیا کریں۔ انہوں نے دائرہ ولایت سے باہر قدم رکھا ہی نہیں اور کمالات نبوت کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں۔ انہوں نے ولایت کے نصف حصہ کو جو اس کے عروج کے جانب ہے تمام ولایت خیال کیا ہے اور دوسرے نصف حصے کو جو اس کے نزول کی جانب ہے مقام نبوت تصور کیا ہے

چو آں کرمے کہ درسنگے نہاں است   زمین وآسمانِ او ہماں است

ترجمہ وہ کیڑا جو کہ پتھر میں نہاں ہے   وہی اس کا زمین وآسماں ہے

اور ممکن ہے کہ کوئی شخص راہ اول سے وصول پیدا کرلے اور ولایت ونبوت کے مفصلہ کمالات کو جمع کر۔

لے اور ان دونوں مقاموں کے کمالات کے درمیان کما حقہ تمیز حاصل کر لے اور ہر ایک کے نزول وعروج کو جدا کر دیا اور اس بات کا حکم کرے کہ نبی کی نبوت اس کی ولایت سے بہتر ہے۔

جاننا چاہئے کہ راہ دوم کے وصول کے بعد اگرچہ مقام ولایت کے مفصلہ کمالات حاصل نہیں ہوئے۔ لیکن ولایت کا زبدہ وخلاصہ بخوبی میسر ہوا۔ تو اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ اہل ولایت کو کمالات ولایت کی پوست ہاتھ آئی ہے اور اس وصل نے اس کے مغز کو حاصل کیا ہے۔ ہاں بعض ان علوم سکریّہ اور ظہورات ظلیّہ سے جو ارباب ولایت کو حاصل ہیں۔ وہ واصل بے نصیب ہے۔ لیکن یہ امر بھی زیادتی یا برتری کا باعث نہیں ہے۔ کیونکہ اس واصل کو ان علوم وظہورات سے ننگ وعار آتی ہے۔ بلکہ مناسب ہے کہ وہ ان کو اپنے حق میں گناہ اور ادب جانے۔ ہاں اصل کا واصل اس کے ظلال سے بھاگتا اور پناہ مانگتا ہے۔ ظل کی گرفتاری تب تک ہی ہے جب تک اصل سے واصل نہ ہوں۔ ظل سراسر لاحاصل ہے اور ظل کی طرف توجہ کرنا بے ادبی ہے۔

اے فرزند! کمالات نبوت کا حاصل ہونا اللہ تعالیٰ کی محض بخشش اور اس کے فضل وکرم پر وابستہ ہے۔ کسب وتعمل کو اس دولت کے حاصل ہونے میں کچھ دخل نہیں۔

بھلا وہ کسب وعمل کونسا ہے جس کے کرنے سے یہ دولت عظمیٰ پیدا ہو اور وہ کون سے ریاضت ومجاہدے ہیں، جن سے یہ نعمت اعلیٰ حاصل ہو۔ برخلاف کمالات وولایت کے کہ جن کے مقدمات کسب ہے اور ان کا حاصل ہونا، ریاضت ومجاہدہ پر منحصر ہے۔ اگرچہ ہوسکتا ہے کہ بعض کو کسب وعمل کی تکلیف کے بغیر بھی اس دولت کی طرف رہنمائی کریں اور فنا وبقا بھی کہ جس سے مراد ولایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے اور مقدمات کے کسب کے بعد محض فضل وکرم سے جس کو چاہتے ہیں فنا وبقا کی دولت سے مشرف کرتے ہیں۔

آنحضرت علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین وعلیٰ ملائکۃ المقربین وعلیٰ اہل طاعۃ اجمعین الصلوٰات والتسلیمات کی ریاضتیں اور مجاہدے بعثت سے اول یا پیچھے اس دولت کے حاصل کرنے کے لئے نہ تھے۔ بلکہ ان سے اور کئی قسم کے فائدے اور نفع منظور تھے۔ مثلاً نیکیوں کی کمی اور بشریّت کی لغزشوں کا کفارہ اور درجات کا بلند ہونا اور فرشتہ مُرسل کی صحبت کا مدنظر رکھنا جو کھانے پینے سے پاک ہے اور خوارق کا بکثرت ظاہر ہونا جو مقام نبوت کے مناسب ہے وغیرہ وغیرہ۔

جاننا چاہئے کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے حق میں اس موہبت وبخشش کا حاصل ہونا بے توسط وبے وسیلہ ہے اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے حق میں جو تبعیّت ووراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں، انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے ہے۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد اور لوگ بہت کم اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اگرچہ جائز ہے کہ تبعیّت اور وراثت کے طور پر دوسروں کو بھی اس دولت سے سرفراز فرمائیں ۔

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید دیگراں نیز کنند آنچہ مسیحا میکرد

ترجمہ فیض روح القدس کا گردے مدد تو اور بھی کر دکھائیں کام جو کچھ کہ مسیحا نے کیا

میں خیال کرتا ہوں کہ اس دولت نے تابعین بزرگواروں پر بھی اپنا پرتو ظاہر کیا ہے اور تبع تابعین بزرگواروں پر بھی اپنا سایہ ڈالا ہے۔ بعد ازاں یہ دولت پوشیدہ ہو گئی ہے حتی کہ آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے الف ثانی (دو ہزار سال) تک نوبت آگئی اور اس وقت پھر وہ دولت تبعیّت و وراثت کے طور پر ظاہر ہو گئی اور آخر کو اول کے مشابہ کر دیا ۔

اگر پادشاہ بر در پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ اگر بڑھیا کے در پر آئے سلطاں تو اے خواجہ نہ ہو ہر گز پریشان

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۰۲

ولایت سہ گانہ یعنی ولایت اولیاء اور ولایت انبیاء اور ولایت ملاء اعلیٰ کے فرق اور اس بیان میں کہ نبوت ولایت سے افضل ہے اور بعض ان خاص معارف کے بیان میں جو نبوت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے مناسب بیان میں ظاہری علوم اور باطنی اسرار و معارف کے جامع مخدوم زادہ مجد الدین محمد معصوم سلمہٗ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے:-

خدا تجھے ہدایت دے تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ ولایت سے مراد وہ قرب الٰہی ہے۔ جس میں ظلیّت کی آمیزش وملاوٹ ہو اور حجابوں اور پردوں کے حائل ہونے کے بغیر حاصل نہ ہو۔ اگر اولیاء کی ولایت ہے تو وہ ضرور ظلیت کے داغ سے داغدار ہے اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اگرچہ ظلیّت سے نکل چکی ہے۔ لیکن اسم و صفات کے حجاب کے حائل ہونے کے بغیر متحقق نہیں اور ملاء اعلیٰ کی ولایت اگرچہ اسماو صفات کے حجابوں سے بلند و برتر ہے۔ لیکن شیون واعتبارات ذاتیہ کے حجابوں سے چارہ نہیں۔ وہ نبوت ورسالت ہی ہے۔ جس میں ظلیت کی کوئی آمیزش نہیں ہے اور صفات واعتبارات کے حجاب سب راستہ ہی میں رہ جاتے ہیں۔ پس ناچار نبوت ولایت سے افضل ہوگی اور قرب نبوت ذاتی اور

اصلی ہو گا اور جن لوگوں کو ان دونوں کی حقیقت پر اطلاع نہیں ہے۔ انہوں نے اس کے برعکس اور برخلاف حکم کیا ہے۔ پس وصول مرتبۂ نبوت میں ہے اور حصول مقام ولایت میں۔ کیونکہ حصول ظلیّت کے سوا ناممکن ہے برخلاف وصول کے اور نیز کمال حصول میں دوئی دور ہو جاتی ہے اور کمال وصول میں دوئی باقی رہتی ہے۔ پس دوئی کا دور ہونا مقام ولایت کے مناسب ہے اور دوئی کا باقی رہنا مقام نبوت کے مناسب اور چونکہ دوئی کا دور ہونا مقام ولایت کے مناسب ہے۔ اس لئے سکر ہر وقت مقام ولایت کو لازم ہو گا او مرتبہ نبوت میں چونکہ دوئی باقی رہتی ہے۔ اس لئے صحو اس مرتبہ کے ساتھ خاص ہے اور نیز تجلّیات کا حاصل ہونا خواہ صور واشکال کے لباس میں ہو۔ خواہ پردہ انوار والوان میں۔ سب مقامات ولایت اور اس کے مقدمات اور مبادی کے طے کرنے میں ظاہر ہوتے ہیں۔ برخلاف مرتبہ نبوت کے کہ اس مقام میں اصل کے ساتھ وصول ہے اور ان تجلّیات و ظہورات سے جو اس اصل کے ظلال ہیں۔ استغنا و لاپرواہی ہوتی ہے اور ایسے ہی اس مرتبہ کے مبادی و مقدمات کے طے کرنے میں بھی ان تجلّیات کی حاجت نہیں ہوتی۔ مگر جب کہ ولایت کے باعث ہے نہ کہ نبوت کی راہ وصول کی مسافت طے کرنے کے سبب سے۔ غرض تجلّیات و ظہورات ظلال کی خبر دیتے ہیں اور وہ چیز جو ظلال و تجلّیات کی گرفتاری سے آزاد ہے، وہ نبوت ہے۔ مازاغ البصر کا سرمہ اس جگہ طلب کرنا چاہئے۔

اے فرزند! عشق کا ولولہ اور محبت کا طنطنہ اور شوق انگیز نعرے اور درد آمیز آواز اور وجد و رقص سب مقامات ظلال اور ظہورات و تجلّیات ظلیہ کے وقت ہوتے ہیں۔ اصل سے واصل ہونے کے بعد ان امور کا حاصل ہونا متصور نہیں۔ اس مقام میں محبت کے معنی ارادہ طاعت کے ہیں۔ جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے نہ کہ اس سے اور کوئی زائد معنی جو ذوق و شوق کا منشا ہیں جیسا کہ بعض صوفیہ نے گمان کیا ہے۔

اے فرزند! غور سے سن چونکہ مقام ولایت میں دوئی کا دور ہونا مطلوب ہے اس واسطے اولیاء ارادہ کے زوال اور دور کرنے میں کوشش کرتے ہیں۔

شیخ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اُرِیْدُ اَنْ لَا اُرِیْدَ (میرا ارادہ یہ ہے کہ کوئی ارادہ نہ رہے) اور مرتبہ نبوت میں چونکہ دوئی کا اٹھ جانا درکار نہیں۔ اس واسطے نفس ارادہ کا زوال مطلوب نہیں اور کس طرح مطلوب ہو۔ جب کہ ارادہ فی حد ذاتہ ایک کامل صفت ہے۔ اگر کوئی نقص کوئی نامناسب اور ناپسندیدہ امر نہ ہو۔ بلکہ اس کی تمام مرادیں حق تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوں اور ایسے ہی مقام ولایت میں تمام صفات بشریّت کی نفی میں کوشش کرتے ہیں اور مرتبہ نبوت میں ان صفات کے برے متعلقات کی نفی کرتے ہیں نہ کہ ان صفات کی اصل کی نفی، جو فی حد ذاتہ کامل ہیں۔ مثلاً صفت علم جو فی حد ذاتہ ایک کامل صفت ہے۔ اگر اس میں کوئی نقص آ گیا ہے تو اس کے بُرے متعلق کے باعث ہے۔

پس اس صفت کے بُرے متعلق کی نفی ضروری ہے نہ کہ اس صفت کے اصل کی نفی، علیٰ ہذا القیاس۔

پس وہ شخص جو ولایت کی راہ سے مقام نبوت میں آیا ہے۔ اس کے لئے اثنائے راہ میں اصل صفات کی نفی سے چارہ نہیں اور وہ شخص جو ولایت کی راہ کے بغیر مرتبۂ نبوت میں پہنچا ہے اس کے لئے اصل صفت کی نفی ضروری نہیں۔ اس کو صرف ان صفات کے بُرے متعلقات کی نفی کرنی پڑتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ اس ولایت سے جو مذکور ہوئی ہے مراد ظلی ولایت ہے۔ جس کو ولایت صغریٰ اور ولایت اولیاء سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن انبیاءؑ کی ولایت جو ظلّ سے گزر گئی ہے۔ وہ اور ہے وہاں صفات بشریّت کے بُرے متعلقات کی نفی ہے نہ کہ ان صفات کے اصل کی نفی اور جب صفات کے بُرے متعلقات کی نفی حاصل ہو گئی۔ تو گویا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت حاصل ہو گئی۔ اس کے بعد جو عروج واقع ہو گا۔ وہ کمالات نبوت کے متعلق ہو گا۔

اس بیان سے واضح ہوا کہ نبوت کے لئے اصل ولایت کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ولایت اس کے مبادی اور مقدمات میں سے ہے۔ لیکن کمالات نبوت تک پہنچنے میں ظلی ولایت کا حاصل ہونا درکار نہیں۔ بعض کے لئے اس کا اتفاق پڑ جاتا ہے اور بعض کے لئے ہر گز اس میں عبور واقع نہیں ہوتا۔ فافہم

اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اصل صفات کا دُور کرنا ان صفات کے بُرے متعلقات کے دور کرنے کی نسبت بہت مشکل ہے۔ پس کمالات نبوت کا حاصل ہونا کمالات ولایت حاصل ہونے کی نسبت زیادہ آسان اور اقرب ہو گا اور ہر امر میں جو اپنے اصل کے ساتھ وصول رکھتا ہے۔ اسی آسانی اور قرب کی نسبت ہے برخلاف ان امور کے جو اپنی اصل سے جدا ہیں۔ کیا نہیں دیکھتا کہ اصل کیمیا نہایت آسان عمل سے میسر ہے اور نہایت ہی اقرب طریق سے حاصل ہے اور وہ جو اصل سے جدا ہے وہ محنت میں ہے اور تمام عمر اس کے حاصل کرنے میں فانی کر دیتا ہے۔ پھر بھی حرمان ومایوسی اس کو حاصل ہوتی ہے اور وہ چیز جو اس بڑی کوشش کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اس اصل کے مشابہ اور مانند ہوتی ہے اور بسا اوقات وہ عارضی شکل وشباہت اس سے دور ہو جاتی ہے اور اپنے اصل کی طرف رجوع کر جاتی ہے اور مکر و دغا تک پہنچ جاتی ہے۔ برخلاف اصل کے واصل کے جو باوجود عمل کی آسانی اور راہ کی نزدیکی کے مکر ودغا سے محفوظ ہے۔ اس راہ کے بعض سالک جو سخت ریاضتوں اور مشکل مجاہدوں کے ساتھ ظلال میں سے کسی ظل تک پہنچ جاتے ہیں۔ گمان کرتے ہیں کہ مطلب تک پہنچنا سخت ریاضتوں اور مشکل مجاہدوں پر منحصر ہے اور نہیں جانتے کہ اس راہ کے سوا ایک اور راہ ہے۔ جو زیادہ قریب ہے اور نہایت النہایت تک پہنچانے والا ہے۔ وہ اجتباء (برگزیدہ اور پسندیدہ کرنے) کا راستہ ہے۔ جو محض فضل کرم پر وابستہ ہے اور وہ راستہ جو انہوں نے اختیار کیا ہے۔ وہ انابت (توبہ ورجوع) کا راستہ ہے جو مجاہدوں پر موقوف ہے اور اس

راہ کے واصل اقل قلیل یعنی بہت کم ہیں اور راہ اجتبا کے واصل جم غفیر یعنی بیشمار ہیں۔

تمام انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام اجتباء کے راستہ پر چلے ہیں اور ان کے اصحاب بھی تبعیّت و وراثت کے طور پر اجتباء کی راہ سے واصل ہوئے ہیں۔ ارباب اجتباء کی ریاضتیں نعمت وصول کا شکر ادا کرنے کے لئے ہیں۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کے جواب میں جس نے آپ سے عرض کیا کہ جب آپ کے اول و آخر گناہ بخشے ہوئے ہیں تو پھر آپ کیوں اتنی تکلیف اور ریاضت برداشت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا (کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں) اور انابت والوں کے مجاہدے وصول کے لئے ہیں اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

راہ اجتباء راہ بردن یعنی دوسرے کو لے جانے والا راستہ ہے اور راہ انابت راہ رفتن یعنی خود چل کر طے کرنے والا راستہ ہے۔ بردن سے رفتن تک بڑا فرق ہے۔ جلدی جلدی لے جاتے ہیں اور جلدی ہی پہنچادیتے ہیں اور دیر دیر سے چلتے ہیں اور راہ ہی میں رہ جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہم فضلی یعنی فضل والے ہیں۔ بیشک سچ ہے جب تک فضل نہ ہو، دوسروں کی نہایت ان کی بدایت میں کس طرح مندرج ہو۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ اس فقیر نے ان عریضوں میں جو اپنے پیر بزرگوار قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں لکھے ہیں۔ لکھا ہے کہ تمام مرادیں مرتفع ہوگئی ہیں۔ لیکن نفس ارادہ ابھی قائم ہے کچھ مدت کے بعد وہ بھی مُرادات کی طرح دور ہو گیا۔ جب حضرت حق سُبحانہٗ و تعالیٰ نے انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت سے مشرف فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ اس ارادہ کے برے متعلق کا رفع ہوا ہے نہ کہ نفس ارادہ کا۔ کیونکہ لازم نہیں ہے کہ اصل کے رفع ہونے کے بعد برے متعلق کا رفع ہونا پورے اور کامل طور پر حاصل ہو۔ بلکہ بسا اوقات محض فضل سے اس قدر میسر ہو جاتا ہے کہ تعمل و تکلف سے اس کا سواں حصہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

اے فرزند! مقام ولایت میں دنیا و آخرت سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے اور آخرت کی گرفتاری کو دنیا کی گرفتاری کی طرح سمجھنا پڑتا ہے اور آخرت کے درد کو دنیا کی طرح نامناسب جاننا پڑتا ہے۔

امام داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان اَرَدْتَ السَّلَامَةَ سَلِّمْ عَلَى الدُّنْيَا وَاِنْ اَرَدْتَ الْكَرَامَةَ كَبِّرْ عَلَى الْاٰخِرَةِ اگر تو بچاؤ چاہتا ہے تو دنیا کو سلام کہہ دے اور اگر تو کرامت چاہتا ہے تو آخرت پر تکبیر کہہ دے۔

اور اسی گروہ میں سے کوئی اور بزرگ اس آیت کے موافق فرماتا ہے مِنۡكُمۡ مَنۡ يُرِيۡدُ الدُّنۡيَا وَمِنۡكُمۡ مَنۡ يُرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ بعض تم میں سے دنیا چاہتے ہیں اور بعض تم میں سے آخرت۔ گویا فریقین سے شکایت ہے۔

غرض فنا جو ماسوائے حق کے نسیان سے مراد ہے دنیا و آخرت کو شامل ہے اور فنا و بقا دونوں ولایت کے اجزا ہیں۔ پس ولایت میں آخرت کا نسیان ضرور ہے اور کمالات نبوت کے مرتبہ میں آخرت کی گرفتاری بہتر اور محمود ہے اور دار آخرت کا درد پسندیدہ اور مقبول ہے۔ بلکہ اس مقام میں آخرت کا درد اور آخرت کی گرفتاری ہے۔

آیت کریمہ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ خَوۡفًا وَّطَمَعًا (اپنے رب کو خوف اور طمع سے پکارتے ہیں) اور آیت کریمہ وَيَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ وَيَخَافُوۡنَ عَذَابَهٗ (اپنے رب سے ڈرتے اور اس کے عذاب سے خوف کرتے ہیں) اور آیت کریمہ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَيۡبِ وَمِنَ السَّاعَةِ مُشۡفِقُوۡنَ (اپنے اللہ تعالیٰ سے غیب کے ساتھ ڈرتے ہیں اور قیامت کے ڈر سے کانپتے ہیں) اس مقام والوں کے لئے نقد وقت ہے۔ ان کا نالہ و گریہ احوال آخرت کے یاد کرنے سے ہے اور ان کا الم و اندوہ احوال قیامت کے ڈر سے ہے۔ ہمیشہ قبر کے فتنے اور دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتے اور زاری کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ کا درد ان کے نزدیک درد آخرت ہے اور ان کا شوق و محبت آخرت کا شوق و محبت ہے۔ کیونکہ اگر تھا ہے تو اس کا وعدہ بھی آخرت پر ہے اور اگر رضا ہے تو اس کا کمال بھی آخرت پر موقوف ہے۔ دنیا حق تعالیٰ کی مبغوضہ اور آخرت حق تعالیٰ کی مرضیہ اور پسندیدہ ہے۔ مبغوضہ کو مرضیہ کے ساتھ کسی امر میں برابر نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مبغوضہ کی طرف سے منہ پھیر لینا چاہئے ار مرضیہ کی طرف شوق سے بڑھنا چاہئے مرضیہ کی طرف سے منہ پھیرنا عین سکر اور حق تعالیٰ کی مرضی موعود کے برخلاف ہے۔ آیت کریم وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡا اِلٰى دَارِ السَّلٰمُ (اللہ تعالیٰ دار السلام کی طرف بلاتا ہے) ان معنوں پر شاہد ہے۔ حضرت حق سُبحانہٗ تعالیٰ بڑے مبالغہ اور تاکید کے ساتھ آخرت کی ترغیب فرماتا ہے۔ پس آخرت کی طرف سے منہ پھیرنا در حقیقت حق تعالیٰ کے ساتھ معارضہ یعنی لڑائی کرنا اور اس کی مرضی کے رفع کرنے میں کوشش کرنا ہے۔

امام داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود اس بزرگی کے کہ ولایت میں قدم راسخ رکھتے تھے۔ ترک آخرت کو کرامت کہا۔ مگر نہ جانا کہ اصحاب کرام سب کے سب درد آخرت میں مبتلا تھے اور آخرت کے عذاب سے ڈرتے تھے۔

ایک دن حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ پر سوار ہوئے ایک کوچہ میں سے گزر رہے تھے

کہ کسی قاری نے اس آیت کو پڑھا اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ "مَالَهُ مِنْ دَافِعٍ (بیشک تیرے رب کا عذاب آنے ہے والا اس کو کوئی ٹالنے والا نہیں) اس کو سنتے ہی آپ کے ہوش جاتے رہے اور اونٹ سے بیخود ہو کر زمین پر گر پڑے۔ وہاں سے اٹھا کر ان کو گھر لے گئے اور مدت تک اسی درد سے بیمار رہے اور لوگ ان کی بیمار پرسی کو آتے رہے۔ ہاں احوال کے درمیان مقام فنا میں دنیا و آخرت کا نسیان میسر ہو جاتا ہے اور آخرت کی گرفتاری کو دنیا کی گرفتاری کی طرح سمجھتے ہیں۔ لیکن جب بقا سے مشرف ہو جائیں اور کام کو انجام تک پہنچائیں اور کمالات نبوت اپنا پرتو ڈالیں۔ تو پھر سب درد آخرت اور دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگنا لاحق حال ہوتا ہے۔ بہشت اور اس کے درختوں اور نہروں اور حور و غلمان کو دنیا کی اشیاء کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے۔ بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے نقیض ہیں جیسا کہ غضب و رضا ایک دوسرے کے نقیض ہیں۔ اشجار و انہار وغیرہ جو بہشت میں ہیں سب اعمال صالحہ کے نتائج اور ثمرات ہیں۔

حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بہشت میں کوئی درخت نہیں ہے اس میں خود درخت لگاؤ۔ یاروں نے عرض کیا کہ ہم کس طرح درخت لگائیں فرمایا کہ تسبیح اور تحمید اور تہلیل کے ساتھ یعنی سبحان اللہ کہو۔ تاکہ بہشت میں ایک درخت تمہارے لئے لگ جائے پس بہشت کا درخت تسبیح کا نتیجہ ہے اور جس طرح اس کلمہ میں حروف و اصوات کے لباس میں کمال تنزیہ مندرج ہے اسی طرح ان کمالات کو بہشت میں درخت کے لباس میں پوشیدہ فرمایا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جو کچھ بہشت میں ہے عمل صالح کا نتیجہ ہے اور جو کمالات و خوبی کہ نہات تقید میں ہے اور قول و عمل صالح کے لباس میں مندرج ہے۔ بہشت میں وہی کمالات لذتوں اور نعمتوں کے پردہ میں ظہور کریں گے۔ پس وہ لذت و نعمت ضرور حق تعالیٰ کی پسندیدہ اور مقبول اور بقا و وصول کے لئے وسیلہ ہو گی۔

رابعہؒ بیچاری اگر اس سرّ سے آگاہ ہوتی۔ ہرگز بہشت کے جلانے کا فکر نہ کرتی اور اس کی گرفتای کو حق تعالیٰ کی گرفتاری کے ماسوا نہ جانتی۔ برخلاف دنیاوی لذتوں اور نعمتوں کے جن کا منشا خبث و شرارت ہے اور ان کا انجام آخرت میں مایوسی اور ناامیدی ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ یہ لذت و نعمت اگر مباح شرعی ہے۔ تو محاسبہ در پیش ہے اگر اللہ تعالیٰ کی مرحمت نے دستگیری نہ کی۔ تو پھر افسوس صد افسوس اور اگر مباح شرعی نہیں تو وعید کا مستحق ہے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ یا اللہ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اگر تو ہم پر مہربانی اور بخشش نہ کرے۔ تو ہم خسارہ والوں میں سے ہوں گے۔

پس یہ لذت اس لذت کے ساتھ کیا نسبت رکھتی ہے۔ یہ لذت زہر قاتل ہے اور وہ لذت تریاق نافع۔ پس آخرت کا درد یا عام مومنوں کو نصیب ہے یا اخص الخواص کے نصیب خواص اس درد سے پرہیز

کرتے ہیں اور کرامت و بزرگی اس کے خلاف میں سمجھتے ہیں ع

آں ایشا نندد من چنینم یا رب

ترجمہ ع یہ ایسے ہیں میں ایسا ہوں خدایا

والسلام والاکرام۔

مکتوب ۳۰۳

کلمات اذان کے معانی کے بیان میں حاجی یوسف کشمیری مؤذن کی طرف صادر فرمایا ہے:-

حمد و صلوٰۃ کے بعد جاننا چاہئے کہ اذان نماز کے کلمات سات ہیں۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ یعنی اس کو کسی عابد کی عبادت کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ انہی مہتم بالشان معنی کے لئے کہ کلمہ چار بار دہرایا گیا ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی میں شہادت دیتا ہوں کہ حق تعالیٰ اپنی کبریائی اور مستغنی از عبادت ہونے کے باوجود عبادت کا مستحق بھی وہی حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہے۔ اس کے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ یعنی میں شہادت دیتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کی طرف سے طریق عبادت کے پہنچانے والے ہیں اور حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کے لائق بھی وہی عبادت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تبلیغ کی جہت سے حاصل ہوئی ہے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ یہ دو کلمے وہ ہیں جن کے ذریعے نمازی کو فرض نماز کے ادا کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے جس کا ادا کرنا فلاح و نجات کا باعث ہے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ یعنی کسی کی عبادت اس کی پاک جناب کے لائق نہیں ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی وہی حق تعالیٰ عبادت کا مستحق ہے اگرچہ کسی سے ان کی جناب پاک کے لائق عبادت ہو نہیں سکتی۔ شان نماز کی بزرگی ان کلمات کی بزرگی سے جو نماز کے اظہار کے لئے موضوع ہیں سمجھنی چاہئے۔

سالے کہ نکوست از بہارش پید است

ترجمہ ع بہار جیسی ہو ویسا ہی سال ہوتا ہے

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُصَلِّيْنَ الْمُفْلِحِيْنَ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ یا اللہ تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل ہم کو خلاصی پانے والے نمازیوں میں سے بنا۔

مکتوب ۳۰۴

ان اعمال صالحہ کے بیان میں کہ اکثر آیات قرآنی میں بہشت میں داخل ہونا ان پر موقوف

رکھا ہے اور شکر کے ادا کرنے کے بیان میں اور نماز کے بعض اسرار اور معانی کے بیان میں مولانا عبدالحی کی طرف صادر فرمایا ہے:-

خدا تجھے سعادتمند کرے حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ مدت سے فقیر کو اس بات کا تردّد تھا کہ ان اعمال صالحہ سے کہ حضرت حق سُبحانہٗ وتعالیٰ نے اکثر آیات قرآنی میں ان پر بہشت میں داخل ہونا موقوف رکھا ہے آیا تمام اعمال صالحہ مراد ہیں یا بعض اگر تمام اعمال صالح مراد ہیں تو یہ امر بہت مشکل ہے۔ کیونکہ تمام اعمال صالحہ کے بجالانے کی توفیق شاید ہی کسی کو حاصل ہوئی ہو اور اگر بعض مراد ہیں تو مجہول اور نامعلوم ہیں ان کا تعین کسی کو معلوم نہیں۔ آخر محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے دل میں آیا کہ اعمال صالحہ سے مراد شاید اسلام کے پانچ ارکان ہیں جس پر اسلامی کی بنیاد ہے۔ اگر اسلام کے یہ اصول پنجگانہ کامل طور پر ادا ہو جائیں تو امید ہے کہ نجات وفلاح حاصل ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ ہی حد ذاتہ اعمال صالحہ ہیں اور تمام برائیوں اور منکرات سے روکنے والے ہیں اَلصَّلٰوۃُ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (نماز تمام بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے) اس مطلب پر شاہد ہے اوجب اسلام کے ان پنجگانہ ارکان کا بجالانا میسر ہو گیا۔ تو امید ہے کہ شکر بھی ادا ہو گیا اور جب شکر ادا ہو گیا تو گویا عذاب سے نجات مل گئی۔ مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ (اگر تم اس کا شکر ادا کرو اور ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا)

پس ان پنجگانہ ارکان کے بجالانے میں جان سے کوشش کرنی چاہئے۔ خاص کر نماز کے قائم کرنے میں جو دین کا ستون ہے۔ حتی المقدور اس کے آداب میں سے کسی ادب کے ترک کرنے پر راضی نہیں ہونا چاہئے۔ اگر نماز کو کامل طور پر ادا کر لیا تو گویا اسلام کا اصل عظیم حاصل ہو گیا اور خلاصی کے واسطے حبل متین یعنی مضبوط رسی مل گئی۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَفِّقُ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

جاننا چاہئے کہ نماز میں تکبیر اولیٰ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ عابدوں کی عبادت اور نمازیوں کی نماز سے مستغنی اور برتر ہے اور وہ تکبیریں جو ارکان کے بعد ہیں وہ اس امر کی رموز واشارات ہیں کہ یہ رکن جو ادا ہوا ہے۔ حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ رکوع کی تسبیح میں چونکہ تکبیر کے معنی ملحوظ ہیں اس لئے آخر رکوع میں تکبیر کہنے کا حکم نہ فرمایا برخلاف دونوں سجدوں کے کہ باوجود ان کی تسبیحوں کے اول وآخر تکبیر کہنے کا امر کیا ہے تاکہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ سجود میں نہایت فروتنی اور پستی اور نہایت ذلت وانکسار ہے۔ حق عبادت ادا ہو جاتا ہے اور اسی وہم کے دور کرنے کے لئے سجود کی تسبیح میں لفظ اعلیٰ کو اختیار کیا اور تکبیر کا تکرار بھی مسنون ہوا اور چونکہ نماز مومن کی معراج ہے۔ اس لئے آخر نماز میں ان کلمات کے پڑھنے کا حکم فرمایا۔ جن کے ساتھ آنحضرت علیہ

الصلوٰۃ والسلام شب معراج میں مشرف ہوئے تھے۔ پس نمازی کو چاہئے کہ نماز کو اپنا معراج بنائے اور نہایت قرب نماز میں حاصل کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَقْرَبُ مَایَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ سب سے زیادہ قرب جو بندہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاصل ہوتا ہے وہ نماز میں ہوتا ہے۔

اور نمازی چونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کرتا ہے اور نماز کے ادا کرتے وقت حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کا مشاہدہ کر کے حق تعالیٰ کا رعب و ہیبت اس پر چھا جاتا ہے اس لئے اس کی تسلی کے واسطے نماز کو دو سلاموں پر ختم کرنے کا امر فرمایا۔

اور یہ جو حدیث نبوی میں ہر فرض کے بعد سو دفعہ تسبیح اور تحمید اور تکبیر و تہلیل کا حکم ہے فقیر کے علم میں اس کا بھید یہ ہے کہ ادائے نماز میں جو قصور و کوتاہی واقع ہوئی ہے۔ اس کی تلافی تسبیح و تکبیر کے ساتھ کی جائے اور اپنی عبادت کے ناتمام اور نالائق ہونے کا اقرار کیا جائے اور جب حق تعالیٰ کی توفیق سے عبادت کا ادا کرنا میسر ہو جائے تو اس نعمت کی حمد و شکر بجا لانا چاہئے اور حق تعالیٰ کے سوا اور کسی کو عبادت کا مستحق نہ بنانا چاہئے۔

جب نماز اس طرح شرائط و آداب کے ساتھ ادا ہو جائے اور بعد ازاں نہ ہدل سے ان کلمات طیبہ کے ساتھ تقصیر و کوتاہی کی تلافی کی جائے اور توفیق عبادت کی نعمت کا شکر ادا کیا جائے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو مستحق عبادت نہ بنایا جائے، تو امید ہے کہ وہ نماز حق تعالیٰ کے نزدیک قبول کے لائق ہو گی اور وہ نمازی عذاب سے نجات پا جائے گا۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ الْمُفْلِحِیْنَ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ یا اللہ تو ہم کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل خلاصی پانے والے نمازیوں میں سے بنا۔

مکتوب ۳۰۵

نماز کے اسرار اور مبتدی اور عامی اور منتہی کی نماز کے درمیان فرق اور اس کے مناسب بیان میں میر محب اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

خدا تجھے ہدایت دے! تجھے واضح ہو کہ نماز کے کامل اور پورے طور پر ادا کرنے سے مراد یہ ہے کہ

نماز کے فرائض اور واجبات اور سنت و مستحب جن کی تفصیل کتب فقہ میں بیان ہو چکی ہے، سب کے سب ادا کئے جائیں۔ ان چاروں امور کے سوا اور کوئی ایسا امر نہیں ہے جس کا نماز کے تمام و کامل کرنے میں دخل ہو۔ نماز کا خشوع بھی انہی چار امور میں مندرج ہے اور دل کا خشوع اور خضوع اور حضور بھی انہی پر وابستہ ہے۔

بعض لوگ ان امور کی صرف جان لینے کو کافی سمجھتے ہیں اور عمل میں سستی اور سہل انگاری کرتے ہیں۔ اس لئے نماز کے کمالات سے بے نصیب رہتے ہیں۔

بعض لوگ حق تعالیٰ کے ساتھ حضور قلب میں بڑا اہتمام کرتے ہیں لیکن اعمال ادبیہ جوارح میں کم مشغول ہوتے ہیں اور صرف سنتوں اور فرضوں پر کفایت کرتے ہیں۔ یہ لوگ بھی نماز کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ یہ لوگ نماز کے کمال کو غیر نماز سے ڈھونڈتے ہیں کیونکہ حضور قلب کو نماز کے احکام سے نہیں جانتے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ نماز حضور قلب کے سوا کامل نہیں ہوتی۔

ممکن ہے کہ اس حضور قلب سے مراد یہ ہو کہ ان امور اربعہ کے ادا کرنے میں دل کو حاضر رکھا جائے۔ تاکہ ان امور میں سے کسی امر کے بجالانے میں فتور واقع نہ ہو اور اس حضور کے سوا اور کوئی حضور اس فقیر کی سمجھ میں نہیں آتا۔

سوال: جب نماز کا تمام اور کامل ہونا ان امور اربعہ کے بجالانے پر موقوف ہے اور ان کے سوا اور کوئی امر نماز کے کامل کرنے میں ملحوظ نہیں ہے۔ تو پھر مبتدی اور منتہی اور عامی کی نماز میں جب کہ ان امور کو ملحوظ رکھ کر ادا کی جائے، کیا فرق ہے؟

جواب: فرق عامل کی جہت سے ہے نہ کہ عمل کی جہت سے۔ ایک ہی عمل کا اجر عامل کے تفاوت کے باعث متفاوت ہوتا ہے۔ مثلاً وہ عمل جو کسی مقبول اور محبوب عامل سے وقوع میں آئے۔ اس کا اجر اس کے اجر سے کئی گنا زیادہ ہوگا۔ جو اس عامل کے سوا کسی غیر کے اسی عمل پر مترتب ہو۔ کیونکہ جس قدر عامل کا قدر عظیم ہوگا، اسی قدر اس کے عمل کا بھی اجر زیادہ تر ہوگا۔ اسی سبب سے کہتے ہیں کہ عارف کا ریائی عمل مرید کے اخلاص والے عمل سے بہتر ہے اور پھر کس طرح بہتر نہ ہو۔ جب کہ عارف کا عمل سراسر اخلاص سے بھرا ہوا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ سَھْوَ مُحَمَّدٍ کہ کاش میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سہو ہی ہو جاتا، گویا ان کی آرزو یہی تھی کہ ہمہ تن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سہو ہو جائیں۔ پس اپنے تمام احوال و اعمال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل سہو سے کم جانتے ہیں اور آرزو کرتے اور چاہتے ہیں کہ اپنی

تمام نیکیاں آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سہو ہی کے برابر ہو جائیں۔ اور آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سہواً عمل یہ تھا کہ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چارگانہ فرض نماز کی دو رکعتوں پر بھول کر سلام پھر دیا جیسا کہ مروی ہے۔

پس منتہی کی نماز پر دنیاوی نتائج اور ثمرات کے باوجود آخرت کا بڑا بھاری اجر بھی مترتب ہے۔ برخلاف نماز مبتدی اور عامی کے۔ ع

چہ نسبت خاک راہ با عالم پاک

نماز کی چند خصوصیتیں بیان کی جاتی ہیں۔ ان سے قیاس کر لیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ منتہی نماز میں قرآن کے پڑھنے اور تسبیحات و تکبیرات کے کہنے کے وقت اپنی زبان شجرہ موسوی کی طرح معلوم کرتا ہے اور اپنے قویٰ اور اعضاء کو آلات اور وسائل جانتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نماز کے ادا کرتے وقت باطن و حقیقت ظاہر و صورت سے پورے طور پر تعلق توڑ کر عالم غیب کے ساتھ ملحق ہو جاتے ہیں۔ اور غیب کے ساتھ مجہول الکیفیت نسبت حاصل کر لیتے ہیں۔ ان نماز سے فارغ ہو کر پھر اصل سوال کے جواب کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ امور اربعہ مذکورہ کا پورے طور پر بجالانے کی توفیق کم حاصل ہوتی ہیں اگرچہ ممکن اور جائز ہے۔ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ (نماز بھاری ہے مگر خاشعین پر) وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔ اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔

مکتوب ۳۰۶

حقائق آگاہ معارف دستگاہ مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ والغفران اور مخدوم زادہ خرد مرحوم و مغفور محمد فرخ و محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہم کے بعض مناقب و کمالات کے ذکر میں۔ اور اس مکتوب کے خاتمہ میں ارباب ولایت کی فنا کا بیان ہے اور اس بیان میں کہ قرب نبوت میں یہ فنا کچھ درکار نہیں ہے اور اس کے مناسب بیان میں، مولانا محمد صالح کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

اخی محمد صالح نے اہل سرہند کے واقعات کو سن لیا ہوگا۔ میرے فرزند اعظم رضی اللہ عنہ نے بمعہ اپنے دو چھوٹے بھائیوں محمد فرخ و محمد عیسیٰؒ کے آخرت کا سفر اختیار کیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ اس نے اول باقیماندوں کو صبر کی قوت عطا فرمائی اور پھر مصیبت و بلا کو نازل

فرمایا کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

من از تو روئے نہ پیچم گرم بیازاری　　　　که خوش بود عزیزاں تحمل و خواری

ترجمہ　ستائے لاکھ تو مجھ کو پھروں گا میں نہ کبھی

پیارے یاروں کی سختی بہت ہے لگتی بھلی

میرا فرزند مرحوم حق تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت اور رب العالمین کی رحمتوں میں سے ایک رحمت تھا۔ چوبیس برس کی عمر میں اس نے وہ کچھ پایا کہ شائد ہی کسی کے نصیب ہو پایہ ُ مولویت اور علوم نقلیہ اور عقلیہ کی تدریس کو حد کمال تک پہنچایا تھا۔ حتیٰ کہ اس کے شاگرد بیضاوی اور شرح مواقف وغیرہ کے پڑھانے میں اعلیٰ ملکہ رکھتے ہیں۔ اور معرفت و عرفان کی حکایات اور شہود و کشوف کے قصے بیان سے باہر ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ آٹھ برس کی عمر میں اس قدر مغلوب الحال ہو گیا تھا کہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ ان کے حال کی تسکین کیلئے بازاری طعام سے جو مشکوک و مشتبہ ہوتا ہے۔ معالجہ کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو محبت مجھے محمد صادق کے ساتھ ہے اور کسی کے ساتھ نہیں۔ اور ایسے ہی جو محبت اس کو ہمارے ساتھ ہے کسی کے ساتھ نہیں۔ اس کلام سے اس کی بزرگی کو معلوم کرنا چاہیئے۔ ولایت موسوی کو نقطہ آخر تک پہنچایا اور اس ولایت عُلیہ کے عجائب و غرائب بیان کیا کرتا تھا۔ اور ہمیشہ خاضع اور خاشع اور ملتجی اور متضرع اور متذلل اور منکسر رہتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ ہر ایک ولی نے اللہ تعالیٰ سے ایک نہ ایک چیز طلب کی ہے۔ میں نے التجا اور تضرع طلب کی ہے۔

محمد فرخ کی نسبت کیا لکھا جائے۔ گیارہ سال کی عمر میں طالب علم اور کافیہ خواں ہو گیا تھا۔ اور بڑی سمجھ سے سبق پڑھا کرتا تھا اور ہمیشہ آخرت کے عذاب سے ڈرتا اور کانپتا رہتا تھا اور دعا کرتا تھا کہ بچپن ہی میں دنیائے کمینی کو چھوڑ جائے۔ تا کہ عذاب آخرت سے خلاصی ہو جائے مرض موت میں جو یار اس کے بیمار پرسی کو آتے تھے۔ بہت عجائب و غرائب اس سے مشاہدہ کرتے تھے اور محمد عیسیٰ سے آٹھ سال کی عمر میں لوگوں نے اس قدر خوارق و کرامات دیکھے کہ بیان سے باہر ہیں۔ غرض قیمتی موتی تھے جو امانت کے طور پر ہمارے سپرد کئے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ بلا جبر و اکراہ امانت والوں کی امانت ادا کر دی گئی۔ اَللّٰھُمَ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَھُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَ ھُمْ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃ وَالتَّسْلِیْمَاتُ (یا اللہ تو ہم کو ان کے اجر سے محروم نہ کیجیو اور ان کے بعد فتنہ میں نہ ڈالیو۔ بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

از ہر چہ میر دو سخن دوست خوشتر است

ترجمہ　تمام باتوں سے بہتر ہیں یار کی باتیں

جاننا چاہئے کہ فنا جو ماسوائے حق کے نسیان سے مراد ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ ماسوائے حق کی محبت و گرفتاری دور ہو جائے۔ کیونکہ جب اشیاء کی ذاتیں اور صفتیں اور افعال دید ودانش سے زائل ہو جائیں گے۔ ان کی محبت و گرفتاری بھی زائل ہو جائے گی۔ طریق ولایت میں ماسوی اللہ کا نسیان ضروری ہے تاکہ ماسوائے حق کی گرفتاری دور ہو جائے۔ لیکن قرب نبوت کے مدارج میں اشیاء کی گرفتاری اور محبت کے دور کرنے کیلئے اشیاء کا نسیان درکار نہیں۔ کیونکہ قرب نبوت میں اصل کی گرفتاری جو فی حد ذاتہٖ حسن جمیل ہے۔ اشیاء کی گرفتاری کا جو فی نفسہ قبیح اور غیر مستحسن ہیں۔ نام و نشان نہیں رہنے دیتی۔ خود اشیاء فراموش ہوں یا نہ ہوں۔ کیونکہ اشیاء کے علم نے اشیاء کی گرفتاری کے باعث جو حق تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف روگردانی کا موجب ہے۔ ذم کی وصف حاصل کر لی ہے جب اشیاء کی گرفتاری زائل ہو گئی۔ اشیاء کا علم مذموم نہ ہو گا اور کس طرح مذموم ہو جب کہ اشیاء سب کے سب حق تعالیٰ کی معلوم ہیں۔ اور ان سب کا علم صفات کاملہ میں سے ہے۔ اگر کہیں کہ جب ماسوی اللہ کا علم زائل نہیں ہوتا۔ تو پھر حق تعالیٰ کا علم اور ماسوائے حق کا علم ایک وقت میں کس طرح جمع ہو سکتے ہیں۔ پس ماسوی اللہ کا نسیان ضروری ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ علم جس کا اشیاء کے ساتھ تعلق ہے۔ علم حصولی کی قسم سے ہے اور وہ علم کہ جس کا تعلق حق تعالیٰ کی بارگاہ کے ساتھ ہے علم حضوری کے مشابہ ہے۔

پس ہر دو علم ایک وقت میں جمع ہو جائیں گے اور کوئی محذور و محال لازم نہیں آئے گا۔ محال اس وقت لازم آتا ہے جب کہ دونوں علم حصولی ہوں۔ اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ علم حصولی کی قسم سے ہے اور علم حضور کے مشابہ ہے وہ اس واسطے کہا ہے کہ وہاں نہ تو حصول کی حقیقت ہے اور نہ ہی حضور کی گنجائش ہے۔ حضرت حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کا علم جو اشیاء کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ حصولی نہیں ہے۔ کیونکہ حوادث کو حق تعالیٰ کی ذات و صفات میں حلول و حصول نہیں ہے۔ اور اس عارف کا علم اس علم کا ایک پرتو ہے اور اس علم کو بھی کہ جس کا تعلق حضرت حق تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ حضوری نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ حق تعالیٰ مدرکہ سے اس کے اپنے نفس سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔ علم حضوری کو اس علم کے ساتھ وہی نسبت ہے جو علم حصولی کو علم حضوری کے ساتھ ہے۔ یہ معرفت عقل و فکر کے طور سے باہر ہے۔ مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ جس نے اس کا مزہ ہی نہیں چکھا وہ کیا جانے۔

پس ثابت ہوا۔ کہ اشیاء کا علم حق تعالیٰ کے علم کے منافی نہیں ہے۔ پس اشیاء کا نسیان کچھ ضروری نہیں۔ برخلاف طریق ولایت کے کہ وہاں اشیاء کی گرفتاری کا زائل ہونا اشیاء کے نسیان کے سوا متصور نہیں۔ کیونکہ ولایت میں ظلال کے ساتھ گرفتاری ہوتی ہے اور ظلال کی گرفتاری میں اس قدر قوت نہیں کہ اشیاء کے علم کے باوجود اشیاء کی گرفتاری کو زائل کر سکے پس اوّل نسیان کا ہونا ضروری

ہے۔ تاکہ گرفتاری زائل ہو جائے۔ یہ وہ معرفت ہے جو اس درویش ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور کسی اور نے اس کی نسبت کوئی کلام نہیں کی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاۤءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اور اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق امر لے کر آئے ہیں)۔

مکتوب ۳۰۷

کلمہ طیبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اور اس کے مناسب بیان میں مولانا عبدالواحد لاہوری کی طرف صادر کیا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ عابد عبادت کے ادا کرتے وقت جو حسن و جمال اپنی عبادت میں معلوم کرتا ہے وہ سب حق تعالیٰ کی توفیق کی طرف راجع ہے اور اس کے حسن تربیت اور احسان سے ہے اور جو قصور و ناتمامی اپنی عبادت میں پاتا ہے۔ وہ سب اس کے اپنے نفس کی طرف عائد ہے اور اس کی پیدائشی شرارت سے پیدا ہوئی ہے حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف کسی قسم کا قصور و نقص راجع نہیں ہے۔ وہاں سب خیر و کمال ہی ہے۔ اسی طرح جو کچھ عالم میں واقع ہوتا ہے۔ اس کا حسن و کمال حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف راجع ہے اور اس کا شر و نقص دائرہ ممکنات کی طرف عائد ہوتا ہے جو عدم میں کہ ہر شر و نقص کا منشاء ہے قدم راسخ رکھتا ہے۔ کلمہ طیبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ بہت اچھی طرح سے ان دو امروں کو بیان کرتا ہے اور ان امور سے جو حق تعالیٰ کی پاک جناب کے لائق نہیں ہیں یعنی شرور و نقائص سے حق تعالیٰ کی کمال تنزیہہ و تقدیس ظاہر کرتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کے صفات و افعال جمیلہ اور اس کے انعامات و احسانات جزیلہ پر شکر کو حمد کی عبارت میں جو ہر شکر کی اصل ہے۔ ادا کرتا ہے۔

اسی سبب سے حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آیا ہے کہ جو کوئی اس کلمہ طیبہ کو دن میں یا رات میں سو بار کہے کوئی عمل دن کا یا رات کا اس کے برابر نہیں ہوتا۔ مگر یہ کہ اس کے برابر اسی کلمہ طیبہ کو کہے اور کس طرح برابر ہو سکے جب کہ ہر ایک عمل و عبادت جو حق تعالیٰ کے شکروں میں سے کسی شکر کا ادا کرنا ہے۔ اس کلمہ طیبہ کے ایک ہی جزو سے ادا ہو جاتا ہے اور اس کا دوسرا جزو جو حق تعالیٰ کی تنزیہی و تقدیس کا بیان ہے۔ علیحدہ ہے۔

پس آپ کو چاہئے کہ ہر دن میں اس کلمہ طیبہ کو سو دفعہ کہا کریں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُوَفِّقُ اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

سوال: حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آیا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ۔ اور یہ بھی آیا ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ مَلَاءَ الْمِیْزَانَ۔ اور یہ بھی آیا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَضْعَافَ مَا حَمِدَہٗ جَمِیْعَ خَلْقِہٖ اور کہنے والے نے ایک دفعہ سے زیادہ نہیں کہا اور ایک فرد کے سوا عدد وقوع میں نہیں آیا۔ پھر اس کو عَدَدَ خَلْقِہٖ کس اعتبار سے کہیں۔ اور رِضَا نَفْسِہٖ کس معنے سے کہیں اور زِنَۃَ عَرْشِہٖ کس طرح ہوگا۔ اور مِدَادَ کَلِمَاتِہٖ کس طرح درست ہوگا۔ اور میزان کو کیسے پُر کرے گا اور اَضْعَافَ مَاحَمِدَہٗ جَمِیْعَ خَلْقِہٖ کس معنے سے کہا جائے گا:-

جواب: میں کہتا ہوں کہ انسان عالم خلق اور عالم امر کا جامع ہے جو کچھ عالم خلق اور عالم امر میں ہے۔ انسان میں شے زائد کے ساتھ موجود ہے۔ اور وہ اس کی ہیئت وحدانی ہے جو خلق وامر کی ترکیب سے پیدا ہوئی ہے اور یہ ہیئت وحدانی انسان کے سوا کسی اور کو میسر نہیں ہوئی۔ اور یہ ہیئت ایک غریب اعجوبہ اور عجیب نمونہ ہے۔ پس وہ حمد جو انسان سے وقوع میں آئے گی۔ تمام خلائق کے حمد سے کئی گنا زیادہ ہوگی۔ اسی قیاس پر دوسرے سوالات کا جواب سمجھ لو۔

پس تمام خلق سے مراد انسان کے ماسوا کو سمجھنا چاہئے اور اگر انسان کو بھی اس میں داخل کرلیں تو میں کہتا ہوں کہ انسان کامل جس طرح تمام افراد عالم کو اپنے اجزاء معلوم کرتا ہے۔ انسان کو بھی اسی طرح اپنے اجزا معلوم کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو سب کا کل جانتا ہے۔ اس صورت میں اپنی حمد کو تمام جہانکی حمد سے کئی گناہ زیادہ معلوم کرتا ہے۔ اور نیز تمام افراد انسانی کی حمد سے بھی اپنی حمد کو کئی گناہ زیادہ پائے گا۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلٰوۃِ اَتَمُّھَا وَمِنَ التَّحِیَّاتِ اَکْمَلُھَا اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۳۰۸

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ عِنْدَالرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ (دو کلمے ہیں جو زبان پر خفیف ہیں اور میزان میں بھاری ہیں اور اللہ کے نزدیک محبوب ہیں وہ "سُبْحَانَ اللّٰہِ وبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ" ہیں) کے معنیٰ کے بیان میں مولانا فیض اللہ پانی پتی کی طرف صادر فرمایا ہے:-

خدا تجھے ہدایت دے۔ جاننا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو کلمے

ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور میزان میں بھارے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پیارے اور محبوب ہیں وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ہیں۔

زبان پر ان کے ہلکا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے حروف کم ہیں اور میزان میں بھارے ہونے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پہلے کلمہ کا پہلا جزو ظاہر کرتا ہے کہ حق تعالیٰ ان تمام باتوں سے جو اس کی پاک بارگاہ کے لائق نہیں ہے منزّہ ہے۔ اور اس کی جناب کبریا نقص کے صفات اور حدوث وزوال کے تمام نشانات سے برتر اور پاک ہے اور اسی کلمہ کا دوسرا جزو ثابت کرتا ہے کہ تمام صفات کمال اور شیوانات جمال حق تعالیٰ ہی کیلئے ہیں۔ خواہ وہ صفات وشیونات فضائل سے ہوں یا فواضل سے۔ اور دونوں جزوں میں اضافت استغراق کیلئے ہے۔ تاکہ تمام تقدیسات و تنزیہات اور تمام صفات کمال و جمال حق تعالیٰ ہی کیلئے ثابت ہونے کا افادہ دے اور دوسرے کلمہ کا حاصل یہ ہے کہ عظمت و کبریا حق تعالیٰ ہی کیلئے ثابت کرنے کے باوجو تمام تنزیہات و تقدیسات اسی کی طرف راجع ہیں اور اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تمام نقائص حق تعالیٰ سے اس کی عظمت و کبریا ہی کے باعث مسلوب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کلمے میزان میں بھاری اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں۔

اور نیز تسبیح توبہ کی کنجی بلکہ توبہ کا زبدہ اور خلاصہ ہے۔ جیسا کہ میں نے اپنے بعض مکتوبوں میں تحقیق کیا ہے۔ گویا تسبیح گناہوں کے محو ہونے اور برائیوں کے معاف ہونے کا وسیلہ ہے۔ تو اس صورت میں بھی یہ کلمے میزان میں بھارے اور نیکیوں والے پلے کو جھکانے والے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پیارے ہونگے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ عفو کو دوست رکھتا ہے اور نیز جب تسبیح اور حمد کرنے والا حق تعالیٰ کی پاک جناب کو ان تمام باتوں سے جو اس کے لائق نہیں ہیں منزّہ اور مبرّا ظاہر کرتا ہے اور تمام صفات کمال اور جمال کو اسی کیلئے ثابت کرتا ہے تو امید ہے کہ وہ کریم ووہاب جل شانہٗ بھی تسبیح پڑھنے والے کو تمام باتوں سے جو اس کے لائق نہیں ہیں پاک کریگا اور حمد کرنے والے میں صفات کمال ظاہر کرے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ احسان کا بدلہ احسان ہے۔ اس لحاظ سے بھی یہ دونوں کلمے میزان میں بھاری ہونگے۔ کیونکہ انکے تکرار کے سبب سے گناہ دور ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہوں گے۔ کیونکہ ان کے ذریعے اخلاق حمیدہ حاصل ہوتے ہیں۔ والسلام۔

مکتوب ۳۰۹

رات اور دن کے محاسبہ کے بیان میں جیسا کہ وارد ہوا ہے۔ حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا (پیشتر اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے اپنا حساب کرلو) مولانا حاجی محمد فرکیتی

کی طرف صادر فرمایا ہے:-

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اکثر مشائخ قدس سرہم نے محاسبہ کا طریق اختیار کیا ہے۔ یعنی رات کو سونے سے پہلے اپنے افعال واقوال کے دفتر کو ملاحظہ کرتے ہیں اور مفصل طور پر ہر ایک کی حقیقت میں غور کرتے ہیں۔ اور توبہ واستغفار اور التجا و تضرع کے ساتھ اپنے گناہوں اور قصوروں کا تدارک کرتے ہیں اور اپنے اعمال وافعال صالحہ کو حق تعالیٰ کی توفیق کی طرف رجوع کر کے حق تعالیٰ کی حمد و شکر بجالاتے ہیں۔

فتوحات مکی والا بزرگ قدس سرہٗ محاسبہ کرنے والوں میں سے ہوا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ میں اپنے محاسبہ میں دوسرے مشائخ سے بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ میں نے اپنی نیتوں اور خطرات کا بھی محاسبہ کر لیا۔

فقیر کے نزدیک سونے سے پہلے سو بار تسبیح و تحمید و تکبیر کا کہنا جس طرح کہ حضرت مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے۔ محاسبہ کا حکم رکھتا ہے اور محاسبہ کا کام کر دیتا ہے۔ گویا کلمہ تسبیح کے تکرار سے جو توبہ کی کنجی ہے۔ اپنی برائیوں اور تقصیروں سے عذر خواہی کرتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کو ان باتوں سے جن کے باعث ان برائیوں کا مرتکب ہوا ہے۔ مُنزّہ اور مُبرّا ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ برائیوں کے مرتکب کو اگر حضرت امر و نہی یعنی حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی عظمت و کبریا ملحوظ اور مد نظر ہوتی تو حق تعالیٰ کے امر کے برخلاف کرنے میں ہرگز دلیری نہ کرتا اور جب اس نے بُرے کام پر دلیری کی تو معلوم ہوا کہ مرتکب کے نزدیک حق تعالیٰ کے امر و نہی کا کچھ اعتبار اور شمار نہ تھا۔ اَعَاذَ نَااللّٰہُ مِنْ ذٰلِكَ۔ پس اس کلمہ تنزیہ کے تکرار سے اس تقصیر کی تلافی کرتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ استغفار میں گناہ کے ڈھانپنے کی طلب پائی جاتی ہے اور کلمہ تنزیہ کے تکرار میں گناہوں کی بیخ کنی کی طلب ہے۔ فَاَیْنَ ھٰذا مِنْ ذٰلِكَ (یہ اس کے برابر کس طرح ہو سکتا ہے) سُبْحَانَ اللّٰہِ ایک ایسا کلمہ ہے کہ اس کے الفاظ نہایت ہی کم ہیں۔ لیکن اس کے معانی اور منافع بکثرت ہیں۔ اور کلمہ تمجید کے تکرار سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی پاک بارگاہ اس بات سے بہت ہی بلند ہے کہ یہ عذر خواہی اور یہ شکر اس کے لائق ہو۔ کیونکہ اس کی عذر خواہی اور استغفار بہت سی عذر خواہی اور استغفار کی محتاج ہے اور اس کی حمد اس کے اپنے نفس کی طرف راجع ہے۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (پاک ہے رب تیرا جو بڑی عزت والا ہے۔ لوگوں کی توصیف سے اور سلام ہے اوپر مرسلین کے اور حمد ہے اللہ رب العالمین کیلئے)۔

محاسبہ کرنے والے شکر اور استغفار پر کفایت کرتے ہیں لیکن ان کلمات قدسیہ میں استغفار کا کام

بھی ہو جاتا ہے اور شکر بھی ادا ہو جاتا ہے اور نیز استغفار اور شکر کے نقص کا اظہار بھی میسر ہو جاتا ہے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (یااللہ تو ہم سے قبول کر تو سننے اور جاننے والا ہے) وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔

مکتوب ۳۱۰

انسان کی جامعیّت اور بعض ان پوشیدہ اسرار کے بیان میں جو اس مقام سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے مناسب بیان میں مولانا محمد ہاشم کی طرف صادر فرمایا ہے:-

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ جو انسان میں کمالات ہیں سب مرتبہ وجوب تعالت و تقدست سے مستفاد ہیں۔ اگر علم ہے تو وہ بھی اس مرتبہ کے علم سے مستفاد ہے اور اگر قدرت ہے تو اسی مرتبہ کی قدرت سے ماخوذ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ہر مرتبہ کا کمال اس مرتبہ کے اندازہ کے موافق ہے۔ انسان کے علم کو واجب تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں وہ نسبت ہے جو مردہ کو جو لاشے محض ہے اس زندہ کے ساتھ نسبت ہے۔ جس نے حیات ابدی سے زندگی پائی ہو۔ اسی طرح انسان کی قدرت کو واجب تعالیٰ کی قدرت کے مقابلہ میں وہ نسبت ہے جو عنکبوت کو کہ اپنے گھر کو بنتا رہتا ہے۔ اس شخص کے ساتھ نسبت ہے جس کی ایک ہی پھونک سے زمین و آسمان و پہاڑ اور دریا پارہ پارہ ہو کر گرد کی طرح اڑ جائیں۔ دوسرے کمالات کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیئے۔ یہ فرق بھی میدان عبارت کی تنگی کے باعث بیان کیا گیا ہے ورنہ۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

پس انسان کے کمالات مرتبہ وجوب کے کمالات کی صورت میں ہیں اور ان کمالات نے اس مرتبہ کے کمالات سے مشارکت اسمی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں کیا اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) اسی سبب سے ہے اور مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) کے معنی اس بیان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ کیونکہ جو کچھ نفس میں ہے خواہ صورت ہی ہو وہی ہے جس کی حقیقت مرتبہ وجوب میں حاصل ہے۔ اس بیان سے انسان کی خلافت کے راز کو معلوم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ شے کی صورت شے کا خلیفہ ہوتی ہے اس مقام پر زندیقوں اور مجوسیوں نے گمان کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ انسان کی صورت پر ہے اور بیوقوفی سے انسان کے قویٰ اور اعضاء کو حق تعالیٰ کے لئے ثابت کیا ہے ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا (یہ لوگ خود بھی گمراہ ہیں اور اَوروں کو بھی گمراہ کرنے والے ہیں)۔ یہ نہیں جانتے کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں صورت وغیرہ کا اطلاق کرنا تشبیہ و تمثیل کی قسم سے ہے نہ کہ تحقیق و تثبیت کے طور پر۔ کیونکہ اس صورت کی حقیقت

ترکیب اور تبعض اور تجزی یعنی جزو جز ہونا چاہتی ہے۔ جو وجوب کے منافی اور قدم کے مانع ہے۔ قرآن کی آیات متشابہات بھی ظاہر سے مصروف اور تاویل پر محمول ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهُ اِلَّا اللّٰهُ یعنی اس تاویل کو سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ پس معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک متشابہ بھی تاویل پر محمول اور ظاہر سے مصروف ہیں اور علمائے راسخین کو بھی اس تاویل کا علم عطا فرماتا ہے۔ جس طرح کہ علم غیب پر جو اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اپنے خاص رسولوں کو اطلاع بخشتا ہے۔ اس تاویل کو تو اس طرح خیال نہ کرے جس طرح کہ ید کی تاویل قدرت سے اور وجہ کی تاویل ذات سے کرتے ہیں۔ حاشا وکلا بلکہ وہ تاویل ان اسرار میں سے ہے جن کا علم اخص خواص کو عطا فرماتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ فتوحات مکی والے اور اس کے تابعداروں نے کہا ہے کہ جس طرح واجب تعالیٰ کی صفات عین ذات ہیں۔ اسی طرح یہ صفات بھی ایک دوسرے کی عین ہیں۔ مثلاً علم جس طرح کہ عین ذات ہے۔ اسی طرح عین قدرت اور عین ارادت اور عین سمع اور عین بصر بھی ہے۔ باقی صفات کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہئے۔ یہ بات بھی فقیر کے نزدیک صواب سے دور ہے۔ کیونکہ اس بات سے صفات زائدہ کے وجود کی نفی لازم آتی ہے جو اہل سنت وجماعت کے مذہب کے برخلاف ہے۔ کیونکہ صفات ثمانیہ یا سبعہ ان بزرگواروں کی رائے کے موافق خارج میں موجود ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ واجب تعالیٰ کی ذات وصفات کی عینیّت کا وہم ان کو اس وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ کہ انہوں نے اس مقام کے تغائر وتبائن کو اس مقام کے تغائر وتبائن کی طرح خیال کیا ہے اور جب اُس تغائر وتبائن کو اِس تغائر وتبائن کی طرح جو ہماری ذات وصفات ہیں۔ نہ پایا اور اس مقام کے تمائز کو اس مقام کے تمائز کے مانند نہ دیکھا۔ تو اس لئے تغائر وتمائز کی نفی کر دی اور ایک دوسرے کی عینیّت کے قائل ہو گئے اور یہ نہ جانا کہ اس مقام کا تغائر وتمائز واجب تعالیٰ کی ذات وصفات کی طرح بیچون وبیچگون ہے اور اُس تمائز کو اِس تمائز کے ساتھ صورت واسم کے سوا اور کوئی نسبت نہیں۔ پس تبائن وتمائز اس مقام میں ثابت ہے۔ لیکن اس کے ادراک سے عاجز ہیں۔ یہ نہیں کہ جس چیز کا ہم ادراک نہ کر سکیں اس کی نفی کر دیں اور اہل حق کے مخالف ہو جائیں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ اللہ تعالیٰ بہتری کا الہام کرنے والا ہے۔

مکتوب ۳۱۱

اسرار غامضہ اور حقائق نادرہ کو رمز واشارہ کے طور پر بیان کرنے میں مظہر فیض الٰہی اور منبع اسرار نامتناہی۔ مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

یہ اسرار حروف مقطعات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ جو قرآن کی آیات متشابہات میں سے ہیں۔

جن کی تاویل سے علماء راسخین کو اطلاع دی ہے۔ اَللّٰھُمَّ میں بیت

ہا دو چشمی است مربے ما ہمچو الف ربّ حبیب خدا
لام مربی خلیل اللہ است میم زتدبیر کلیم اللہ است

ترجمہ ہائے دو چشمی کو سمجھ رب ہمارا جیسے ہے الف رب حبیب خدا
لام ہے رب خلیل اللہ کا میم ہے رب کلیم اللہ کا

حضرت کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاروبار کا مبدء الف کی حقیقت ہے اور اس حقیر کے معاملہ کا مبدء بھی تبعیّت ووراثت کے طور پر بھی الف کی حقیقت ہے۔ لیکن حضرت کلیم اللہ کی بازگشت میم کی حقیقت کی طرف ہے اور اس حقیر کی بازگشت ہائے دو چشمی ہے۔ اب میرا مرجع ومقام بھی ہائے کی حقیقت ہے۔ یہ حقیقت وہی ہے جس کو غیب ہویّت سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ حقیقت رحمت کا خزانہ ہے جو دنیا میں فراخ کیا ہوا ہے اور ننانوے حصے رحمت کے جو آخرت کے لئے ذخیرہ کئے ہوئے ہیں۔ ان سب کا مستقر اور مستودع یہی حقیقت ہے۔ گویا اس کا ایک چشمہ دنیا کی رحمت کا خزانہ ہے اور اس کا دوسرا چشمہ آخرت کی رحمت کا گنجینہ ہے۔ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ کی صفت اس حقیقت سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس مقام میں جمال حرف کا ظہور ہے۔ جس میں جلال کی ذرہ ملاوٹ نہیں۔ دوستوں کو دنیا میں جو محنت واندوہ دیتے ہیں یہ جمالی تربیت ہے جو جلال کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے اور دشمنوں کو دنیا میں جو نعمت وسرور دیتے ہیں۔ یہ جلال کا ظہور ہے جو جمال کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا مکر ہے یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا اکثر کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور اکثر کو اسی سے ہدایت دیتا ہے۔

اور حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے کاروبار کا مبدء وہ حقیقت ہے جو الف کی حقیقت سے برتر ہے اور ایسے ہی حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدء وہی حقیقت فوقانی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت خاتم الرسل کی حقیقت اس حقیقت کا اجمال ہے اور حضرت خلیل کے مبدء کی حقیقت اس حقیقت کی تفصیل اور حضرت خاتم الرسل کی بازگشت الف کی حقیقت ہے اور حضرت خلیل کی بازگشت لام کی حقیقت ہے۔ چونکہ اجمال کی وحدت کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے اس واسطے الف کی طرف مراجعت میسر ہوئی جو وحدت کے قریب ہے اور تفصیل کو چونکہ کثرت کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے۔ اس واسطے لام کی طرف بازگشت حاصل ہوئی جو کثرت کے نزدیک ہے۔

پس حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام مبدء میں بھی کثیر البرکت ہیں اور معاد ومرجع میں بھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام وہ صلوٰۃ وبرکت جو حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلوٰۃ وبرکت کی مانند ومماثل ہے سوال کرتے ہیں اور اسماء الٰہیہ میں کہ جن کا رتبہ

صفات کے رتبہ سے برتر ہے۔ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رب اسم مبارک اَللّٰہُ ہے اور اس حقیر کا رب اسم مبارک رَحْمٰن ہے۔ چونکہ اس حقیر کو بلحاظ مبدء کے حضرت کلیم کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے۔ اس لئے بہت سی برکتیں اس حضرت سے اس حقیر کو پہنچی ہیں۔ اگرچہ اس فقیر کی ولایت موسوی ولایت نہیں ہے لیکن اس ولایت کی برکات سے بھری ہوئی ہے اور اس راہ سے بہت سی ترقیات کی ہیں اور وہ استفادہ جو اس حقیر نے ولایت سے کیا ہے اس ولائیت کے جمال کی راہ سے ہے اور میرے فرزند اعظم علیہ الرحمۃ کا استفادہ اس ولایت کے جلال کی راہ سے ہے۔ فقیر کی ولایت جو ولائیت موسوی سے مستفاد ہے اس مومن آدمی کی ولایت کے مشابہ ہے جو آل فرعون سے تھا اور میرے فرزند اعظم علیہ الرحمۃ کی ولایت فرعون کے ساحروں کی ولائیت کے مانند ہے۔ جو ایمان لائے تھے۔

مکتوب ۳۱۲

چند سوالوں کے جواب اور اشارہ سبابہ کی تحقیق اور جو کچھ اس بارہ میں علماء حنفیہ کے نزدیک مختار ہے۔ اس کے بیان میں میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اِخْوَانِہٖ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اَجْمَعِیْنَ

آپ کا صحیفہ شریفہ جو مُلّا محمود کے ساتھ ارسال کیا تھا۔ پہنچا بڑی خوشی حاصل ہوئی آپ نے پوچھا تھا کہ علماء کہتے ہیں کہ روضہ متبرکہ مدینہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی زمین مکہ معظّمہ سے بزرگتر ہے حالانکہ کعبہ معظّمہ کی صورت وحقیت، صُورت وحقیقت محمدیہ کیلئے مسجود ہے۔ پھر روضہ متبرکہ کی زمین کس طرح بزرگ تر ہو گی۔

میرے مخدوم! جو کچھ فقیر کے نزدیک اس بارہ میں ثابت ہوا ہے یہ ہے کہ تمام جگھوں سے بہتر جگہ کعبہ معظّمہ ہے۔ بعد ازاں روضہ مقدسہ مدینہ بعد ازاں حضرت مکہ حَرَسَھَا اللّٰہُ عَنِ الآفَاتِ کے حرم کی زمین۔ جن علماء نے روضہ متبرکہ کو مکہ معظّمہ سے بہتر کہا ہے انکی مراد مکہ معظّمہ سے کعبہ مقدسہ کے سوا دوسری زمین ہو گی۔

نیز آپ نے اشارہ سبابہ کے جواز کے بارہ میں پوچھا تھا۔ اس بارہ میں مولانا اَعْلَمُ اللّٰہ مرحوم کا رسالہ لکھا ہوا ارسال کیا گیا ہے۔ اس کے مطابق عمل میں لائیں۔

میرے مخدوم! اشارہ سبابہ کے جواز کے بارہ میں احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت وارد ہیں اور فقہ حنفی کی بعض روایات بھی اس بارہ میں آئی ہیں۔ جیسا کہ مولانا نیا رسالہ میں لکھیں ہیں اور جب فقہ حنفی کی کتابوں میں اچھی طرح ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ کے جواز کی روائتیں

اصول کی روائیتوں اور ظاہر مذہب کے بر خلاف ہیں۔

اور یہ جو امام محمد شیبانی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشارہ کیا کرتے تھے۔ اس واسطے ہم بھی اشارہ کرتے ہیں اور ہم کہتے ہیں جس طرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھا کرتے تھے۔ پھر اس نے کہا ہے کہ یہ میرا اور ابو حنیفہ کا قول ہے۔ امام محمد شیبانی کا یہ قول روایات نوادر سے ہے نہ روایات اصول سے۔ جیسا کہ فتاویٰ غرائب میں ہے اور محیط میں اس طرح آیا ہے۔ کہ دائیں ہاتھ کی سبابہ انگلی سے اشارہ کریں یا نہ کریں۔ اصل میں امام محمد نے اس مسئلہ کو ذکر ہی نہیں کیا۔ البتہ مشائخ کا اس میں اختلاف ہے اس میں سے بعض نے کہا ہے کہ اشارہ نہ کریں اور بعض نے کہا ہے کہ اشارہ کریں اور امام محمد نے روایت اصول کے سوا اور روایت میں ایک حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے۔ پھر امام محمد نے کہا ہے کہ یہ میرا اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ سنت ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مستحب ہے۔ پھر کہا ہے کہ فقہا نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے اور سراجیہ میں اس طرح ہے کہ نماز میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے وقت سبابہ کا اشارہ مکروہ ہے اور یہی مختار ہے اور کبیری سے بھی اسی طرح روایت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے اور فتاویٰ غیاثیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت سبابہ سے اشارہ نہ کرے یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور جامع اور الرسموز میں ہے کہ نہ اشارہ کرے اور نہ عقد کرے اور یہ ہمارے اصحاب کا ظاہر اصول ہے۔ جیسا کہ زاہدی میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ مضمرات اور ولوالجی اور خلاصہ وغیرہ میں ہے اور ہمارے اصحاب سے روایت ہے کہ تاتارخانیہ سے خزمنۃ الرّوایات میں مذکور ہے کہ جب تشہد میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر پہنچے، دائیں ہاتھ کی سبابہ انگلی سے اشارہ کرے۔ لیکن امام محمد نے اصل میں اس کو ذکر نہیں کیا۔ البتہ مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نہ اشارہ کرے اور اسی طرح کبیر میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اشارہ کرے اور غاشیہ سے روایت ہے کہ تشہد کے وقت سبابہ سے اشارہ نہ کرے یہی مختار ہے۔

جب روایات معتبرہ میں اشارہ کی حرمت واقع ہوئی ہو اور اس کی کراہت پر فتویٰ دیا ہو اور اشارہ وعقد سے منع کرتے ہوں اور اس کو اصحاب کا ظاہر اصول کہتے ہوں۔ تو پھر ہم مقلدوں کو مناسب نہیں کہ احادیث کے موافق عمل کر کے اشارہ کرنے میں جرأت کریں اور اس قدر علمائے مجتہدین کے فتوای کے ہوتے امر محرم اور مکروہ اور منہی کے مرتکب ہوں حنفیہ میں سے اس امر کا مرتکب دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا جانتا ہے کہ علماء مجتہدین کو معروضہ احادیث کا علم نہ تھا۔ جن سے اشارہ کا جواز

ثابت ہوتا ہے یا یہ کہ ان کو ان احادیث کا عالم جانتا ہے لیکن ان بزرگواروں کے حق میں ان احادیث کے موافق عمل پسند نہیں کرتا اور خیال کرتا ہے کہ انہوں نے احادیث کے برخلاف اپنی آراء کے موافق حرمت و کراہت کا حکم کیا ہے یہ دونوں شک فاسد ہیں۔ ان کو سوائے بیوقوف یا دشمن متعصب کے اور کوئی پسند نہیں کرتا اور یہ جو ترغیب الصلوٰۃ میں کہا ہے کہ تشہد میں انگشت شہادت کا اٹھانا علماء متقدم کی سنت ہے۔ لیکن علماء متاخرین نے منع کیا ہے۔ اس واسطے کے جب رافضیوں نے اس میں مبالغہ کیا تو سُنیوں نے ترک کر دیا۔ سُنی سے رافضی کی تہمت کا دور کرنا روایات معتبرہ کے مخالف ہے کیونکہ ہمارے اصحاب کا ظاہر اصول عدم اشارہ اور عدم مقدم ہے۔ پس عدم اشارہ علماء ماتقدم کی سنت ہے اور ترک کی وجہ تہمت کی نفی کا باعث نہیں ہے۔ ان اکابرین کے ساتھ ہمارا یہاں تک حسن ظن ہے کہ جب تک اس بارہ میں حرمت یا کراہت کی دلیل ان پر ظاہر نہیں ہوئی۔ تب تک انہوں نے حرمت و کراہت کا حکم نہیں کیا۔ جب سنت و استحباب کے ذکر کے بعد کہتے ہیں کہ یہ فقہاء نے ذکر کیا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگواروں کے نزدیک اس کی سنیت اور استحباب صحت کو نہیں پہنچا ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف ان کے نزدیک صحیح ثابت ہوا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ ہم کو اس دلیل کا علم نہیں ہے اور یہ امر ان بزرگواروں کے حق میں حرج و قدح کا موجب نہیں ہے اگر کوئی کہے کہ ہم اس دلیل کے برخلاف علم رکھتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حل و حرمت کے اثبات میں مقلد کا علم معتبرہ نہیں ہے۔ اس بارہ میں مجتہد کا ظن معتبر ہے مجتہدین کے دلائل عنکبوت یعنی مکڑی کی تار سے زیادہ سُست کہنا بڑی جرأت و دلیری کا کام ہے اور اپنے علم کو ان بزرگواروں کے علم پر ترجیح دینا حنفیہ کے ظاہر اصول کو باطل کرنا اور روایات معتبرہ مفتی بہا کو درہم برہم کرنا اور شاذ و نادر کہنا ہے۔ یہ بزرگوار عہد کے قریب ہونے اور علم و ورع اور تقویٰ کے زیادہ حاصل ہونے کے باعث احادیث کو ہم دور افتادوں کی نسبت بہتر جانتے تھے اور ان کی صحت و سقم اور نسخ اور عدم نسخ کو ہم سے زیادہ پہچانتے تھے اور ان احادیث کے موافق عمل کے ترک کرنے میں کوئی نہ کوئی وجہ موجہ ضرور رکھتے ہوں گے اس قدر تو ہم کوتاہ فہم بھی سمجھتے ہیں کہ احادیث کی روائتیں اشارہ عقد کی کیفیت میں بہت اختلاف رکھتیں ہیں اور نفس اشارہ میں بھی بکثرت اختلاف ظاہر ہے۔ بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ عقد کے بغیر اشارہ کا حکم فرمایا ہے اور وہ جو عقد کے ساتھ اشارہ کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک بعض روایات میں ترپّن (۵۳) کا عقد تھا اور بعض دوسری روایات میں تیئیس (۲۳) کا عقد ہے اور بعض نے خنصر اور بنصر کے قبضہ کرنے اور ابہام کو وسطی کے ساتھ حلقہ کرنے سے اشارہ سبابہ کو روایت کیا ہے اور بعض روایت میں صرف ابہام کو وسطی پر رکھ کر اشارہ کا حکم فرمایا ہے اور ایک روایت میں اس

طرح آیا ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ کر اور بائیں ہاتھ کو دائیں پاؤں پر رکھ کر اشارہ کیا کرتے تھے اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر اور کھنے کو کھنے پر اور بازو کو بازو پر رکھ کر اشارہ کرتے تھے اور بعض روایت میں آیا ہے کہ تمام انگلیوں کو قبض کر کے اشارہ کرتے تھے۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سبابہ کے ہلائے بغیر اشارہ کا حکم ہے اور بعض دوسری روایات میں واقع ہے کہ تشہد کے پڑھتے وقت بلاتعین اشارہ کرتے تھے اور بعض روایت میں کلمہ شہادت کے پڑھتے وقت اشارہ کا حکم ہے اور روایات میں اشارہ کو دعا کے وقت سے مقید کیا ہے کہ اس طرح فرمایا کرتے تھے۔ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔

جب علماء حنفیہ نے اشارہ کے بجالانے میں راویوں کا اضطراب اور اختلاف دیکھا۔ تو فعل زائد کو قیاس کے برخلاف نماز میں ثابت نہ کیا۔ کیونکہ نماز کی بنا سکون و وقار پر ہے اور نیز جہاں تک ہو سکے انگلیوں کا قبلہ کی طرف متوجہ رکھنا سنت ہے۔ جیسا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ فَلْیُوَجِّہْ مِنْ اَعْضَائِهِ الْقِبْلَةَ مَااسْتَطَاعَ (جہاں تک ہو سکے اپنے اعضا کو قبلہ کی طرف متوجہ رکھے) اگر کہیں کہ کثرت اختلاف اس وقت مضطرب کرتا ہے جب کہ روایات کے درمیان موافقت ناممکن ہو اور اس مسئلہ میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ موافقت ممکن ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تمام روایات کو مختلف اوقات میں کیا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ بہت سی روایات میں لفظ کان واقع ہوا ہے۔ جو منطقیوں کے نزدیک ادوات کلیہ میں سے ہے اس صورت میں توفیق و موافقت ناممکن ہے۔

اور یہ جو امام اعظم علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ اگر کوئی حدیث میرے قول کے برخلاف پاؤ تو میرے قول کو ترک کر دو اور حدیث پر عمل کرو۔ اس حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کو نہیں پہنچی ہے اور اس حدیث کا علم نہ ہونے کے باعث اس کے برخلاف حکم کیا ہے۔ لیکن اشارہ سبابہ کی حدیثیں اس قسم کی نہیں ہیں۔ یہ حدیثیں مشہور و معروف ہیں اور یہ امر ناممکن ہے کہ امام علیہ الرحمۃ کو ان احادیث کا علم نہ ہو اور اگر کہیں کہ علماء حنفیہ نے بھی اشارہ کے جواز پر فتوے دیئے ہیں اور فتاویٰ متعارضہ کے موافق جس طرح عمل کیا جائے جائز ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر جواز و عدم جواز اور حل و حرمت میں تعارض واقع ہو تو عدم جواز اور حرمت کی جانب کو ترجیح ہو گی۔

نیز شیخ ابن ہمام نے رفع یدین کے بارہ میں کہا ہے کہ رفع اور عدم رفع کی حدیثیں متعارض ہیں۔ ہم قیاس کے ساتھ عدم رفع کی حدیثوں کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ نماز کی بنا سکون و خشوع پر ہے جو اجماع کے نزدیک مطلوب و مرغوب ہے اور شیخ ابن ہمام پر تعجب آتا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ بہت مشائخ سے

عدم اشارہ مروی ہے اور یہ خلاف روایت ہے۔ افسوس ہے کہ اس نے کس طرح جہالت اور عدم علم کو علماء مجتہدین کی طرف منسوب کیا ہے۔ قیاس پر جو شرع کا اصل چہارم ہے۔ عمل کرنے والے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک یہی ظاہر مذہب اور ظاہر روایت ہے اور اسی شیخ نے راویوں کے بکثرت اختلاف اور اضطراب کے باعث قُلّتین کی حدیث کو ضعیف بیان کیا ہے۔ فرزند ارشد محمد سعید اس بارہ میں رسالہ لکھ رہا ہے۔ جب تمام ہو جائے گا۔ روانہ کیا جائے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ طالبان طریقہ ہر طرف جمع ہیں اور کسی جگہ دلیری نہیں کی اور نہ ہی کسی کو کہا ہے کہ سر حلقہ ہو جس جانب اشارہ ہو اور جس کو مناسب جانیں فرمائیں تا کہ جماعت کا سر حلقہ بنایا جائے۔

میرے مخدوم! یہ امر آپ کی صلاح پر موقوف ہے۔ استخارہ اور توجہ کے بعد عمل در آمد فرمائیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ لَدَيْكُمْ

مکتوب ۳۱۳

مفصلہ ذیل سوالوں کے حل و جواب میں خواجہ محمد ہاشم کی طرف لکھا ہے:-

سوال اول: اصحاب کرام کے کمالات فنا و بقا اور سلوک و جذبہ پر موقوف ہیں یا نہیں؟

سوال دوم: طریقہ عَلیہ نقشبندیہ میں ریاضتوں سے منع کرتے ہیں اور یہ ان کو مضر جانتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سخت ریاضتیں برداشت کی ہیں؟

سوال سوم: یہ طریقہ حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف کیوں منسوب ہے؟

سوال چہارم: آپ نے ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ طالب کو ولایت موسوی سے تصرف کے ساتھ ولایت محمدی میں نہیں لے جا سکتے اور دوسرے مکتوب میں لکھا ہے کہ تم کو ولایت موسوی سے ولایت محمدی میں لے آئے۔ ان دونوں باتوں میں موافقت کی وجہ کیا ہے۔

سوال پنجم: پیراہن پیش چاک پہننا چاہئے یا پیراہن حلقہ گریبان؟

سوال ششم: نفی اثبات کے ذکر کے وقت جو دل سے کہا جاتا ہے لَا کو اُوپر کی طرف اور اِلَّا کو دائیں طرف کیوں لے جاتے ہیں اور مکتوب کے آخر میں آداب پیر کو بیان فرمایا ہے؟

اور نیز آپ نے فرمایا ہے کہ مکتوبات کے دفتر کو اسی مکتوب پر ختم کریں اور عدد تین سو تیرہ کی رعایت کریں کہ پیغمبران مرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اصحاب اہل بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تعداد کے موافق ہیں۔

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ اس مکتوب کے خاتمہ میں وہ عرض داشتیں جو حضرت مخدوم زادہ کلاں

علیہ الرحمۃ والغفران نے لکھی ہیں۔ لکھ دیں تاکہ پڑھنے والے دعاو فاتحہ کے ساتھ ان کو یاد کریں۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ ودعوات کے بعد اخی محمد ہاشم کی خدمت میں فقیر عرض کرتا ہے۔ کہ وہ سوال جن کا حل میر سید محب اللہ کے مکتوب میں طلب فرمایا تھا۔ ان کا جواب لکھ کر بھیجا گیا ہے۔

سوال اول کا حاصل یہ ہے کہ قرب الٰہی جل شانہٗ، فنافی اللہ اور بقاباللہ اور جذبہ اور سلوک کے تمام مقامات کے طے کرنے پر موقوف ہے اور اصحاب کرام جو حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ہی صحبت سے تمام اولیاء امت سے افضل ہوگئے۔ کیا یہ سیر و سلوک اور فناو بقا جوان کو ایک ہی صحبت میں حاصل ہوا۔ وہ دوسرے تمام سیر و سلوک سے افضل تھا۔ یا کیا اسلام لانے کے ساتھ ہی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ و تصرف سے اصحاب کرام کو فناو بقا حاصل ہو جاتا تھا اور نیز ان کو سلوک و جذبہ کا علم حالاً و مقاماً حاصل تھا یا نہیں۔ اور اگر حاصل تھا تو کس نام سے بیان کرتے تھے۔ اور اگر سلوک و تصرف کا طریق نہ تھا۔ تو ان کو بدعت حسنہ کیوں نہ کہیں۔

جاننا چاہئے کہ اس مشکل کا حل ہونا صحبت اور خدمت پر موقوف ہے۔ وہ بات جو اتنی مدت تک کسی نے نہیں کہی۔ وہ ایک دفعہ لکھنے میں کس طرح آپ کی سمجھ میں آجائے گی۔ لیکن چونکہ آپ نے سوال کیا ہے۔ اس واسطے جواب کا لکھنا ضروری ہے۔ پس اجمال کے طور پر اس کا حل کیا جاتا ہے۔ غور سے سنیں۔ وہ قرب جو فناو بقا اور سلوک و جذبہ پر موقوف ہے۔ وہ قرب ولایت ہے۔ جس کے ساتھ اولیائے امت مشرف ہوئے ہیں اور وہ قرب جو حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے اصحاب کرام کو میسر ہوا تھا۔ وہ قرب نبوت تھا۔ جو تبعیّت اور وراثت کے طور پر آپ کو حاصل ہوا تھا۔ اس قرب میں نہ فنا ہے نہ بقا نہ جذبہ ہے نہ سلوک اور یہ قرب کئی درجے قرب ولایت سے اعلیٰ و افضل ہے۔ کیونکہ یہ قرب قرب اصالت ہے اور وہ قرب قرب ظلیت۔ شَتَّانَ مَابَیْنَھُمَا (ان دونوں میں بہت فرق ہے) لیکن ہر شخص کا فہم اس معرفت کے مذاق تک نہیں پہنچتا۔ بلکہ ممکن ہے کہ خواص لوگ اس معرفت کے سمجھنے میں عوام کے ساتھ شریک ہوں۔

گر بوعلی نواء قلندر نواختے ۔۔۔ صوفی بدلے ہر آنکہ بعالم قلندر است

ترجمہ گر بوعلی بجاتا قلندر کی بانسری
بن جاتے صوفی سارے قلندر جہان کے

ہاں اگر قرب ولایت کی راہ سے کمالات نبوت کی بلندی پر عروج واقع ہو۔ تو پھر فناو بقاو جذبہ و سلوک ضروری ہیں۔ کیونکہ یہ سب اس قرب کے مبادی اور معدات اسباب ہیں اور اگر اس راستہ پر نہ چلیں اور قرب نبوت کی شاہراہ کو اختیار کریں۔ تو پھر فناو بقاو جذبہ و سلوک کی کچھ حاجت نہیں۔ تمام اصحاب کرام

رضی اللہ عنہم قرب نبوت کی شاہراہ پر چلے ہیں جس میں جذبہ وسلوک فناوبقا درکار نہیں۔ اس معرفت کا بیان اس مکتوب سے جو مولانا اَمَانُ اللّٰہ کی طرف لکھا گیا ہے معلوم کر لیں۔

اس فقیر نے ہر جگہ اپنے مکتوبات اور رسائل میں لکھا ہے کہ میرا معاملہ سلوک و جذبہ کے ماسوا اور تجلّیات وظہورات کے ماوراء ہے۔ اس سے مراد یہی قرب ہے۔ میں اپنے خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت وملازمت میں حاضر تھا کہ یہ دولت مجھ پر ظاہر ہوئی تھی اور میں نے اس عبارت میں آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ کہ مجھ پر ایسا امر ظاہر ہوا ہے کہ سیر انفسی کو اس امر کے ساتھ وہ نسبت ہے جو سیر آفاقی کو سیر انفسی کے ساتھ ہے اور میں نے اپنے آپ میں اس سے زیادہ طاقت وقدرت نہ پائی کہ اس عبارت کے سوا کسی اور عبارت میں اس دولت کی تعبیر کر سکوں۔ چند سال کے بعد جب یہ معاملہ عجیبہ صاف طور پر ظاہر اور واضح ہوا۔ تو مجملہ عبارات میں تحریر کیا گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰہُ لَقَدْ جَاءَ تْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے اللہ کے رسول سچے ہیں۔

پس فناوبقا اور جذبہ اور سلوک کی عبارت محدث اور مشائخ کی مخترعات سے ہوگی۔ مولوی جامی علیہ الرحمۃ نفحات میں لکھتے ہیں کہ اول جس شخص نے فناوبقا کا دم مارا ہے حضرت ابوسعید خراز قدس سرہٗ ہیں۔

دوسرے سوال کا حاصل یہ ہے کہ طریقہ عَلیہ نقشبندیہ میں سُنّت کی متابعت کو لازم جانتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عجیب وغریب ریاضتیں اور سخت بھوک پیاس کی تکلیفیں برداشت کی ہیں اور اس طریقہ میں ریاضتوں سے منع کرتے ہیں۔ بلکہ صورتوں کی کشف کے باعث ریاضتوں کو مضر جانتے ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ سنت کی متابعت میں ضرر کا احتمال کیسے متصور ہو سکتا ہے۔

اے محبت کے نشان والے۔ کس نے کہا ہے کہ اس طریق میں ریاضتوں سے منع کرتے ہیں اور کہاں سے سنا ہے کہ ریاضتوں کو مضر جانتے ہیں۔ اس طریق میں نسبت کی دائی حفاظت کرنا اور سنت کی متابعت کو لازم پکڑنا اور اپنے احوال کے چھپانے میں کوشش کرنا اور توسط حال اور درمیانی چال کا اختیار کرنا اور کھانے پینے اور پہننے میں حد اعتدال کو مدنظر رکھنا سخت ریاضتوں اور مشکل مجاہدوں سے جانتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ عوام کالانعام ان امور کو ریاضت ومجاہدہ نہیں جانتے۔ ان کے نزدیک ریاضت ومجاہدہ صرف بھوکا رہنا ہی ہے اور ان کی نظر میں بہت بھوکا رہنا بڑا بھاری امر ہے۔ کیونکہ ان چارپاؤں کے نزدیک کھانا نہایت ضروری اور اعلیٰ مقصد ہے جن کا ترک کرنا ان کے نزدیک سخت ریاضت اور دشوار مجاہدہ ہے اور نسبت کی دوام محافظت اور سنت کی متابعت کا التزام وغیرہ وغیرہ عوام کی نظر میں

کچھ قدر واعتبار نہیں رکھتا۔ تا کہ ان کے ترک کو منکرات سے جانیں اور ان امور کے حاصل کرنے کو ریاضتوں سے پہچانیں۔ پس اس طریق کے بزرگواروں پر لازم ہے کہ اپنے احوال کو چھپانے میں کوشش کریں اور ایسی ریاضت کو ترک کر دیں جو عوام کی نظروں میں عظیم القدر اور خلق کی قبولیت اور شہرت کا باعث ہو۔ کیونکہ شہرت میں آفت اور شرارت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بِحَسْبِ الْمَرْءِ اَنْ يُشَارَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فِيْ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا اِلَّا مَنْ عَصِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى (آدمی کے لئے یہی شر کافی ہے کہ دین یا دنیا میں انگشت نما ہو مگر جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے)

فقیر کے نزدیک ماکولات یعنی کھانے پینے کی چیزوں میں حد اعتدال کو مد نظر رکھنے کی نسبت دور دراز بھوک پیاس کا برداشت کرنا آسان ہے۔ لیکن حد اعتدال کو مد نظر رکھنے کی ریاضت کثرت بھوک کی ریاضت سے زیادہ مفید ہے۔

حضرت والد بزرگوار قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے علم سلوک میں ایک رسالہ دیکھا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ ماکولات میں اعتدال اور حد اوسط کو نگاہ رکھنا مطلب تک پہنچنے کے لئے کافی ہے۔ اس رعایت کے ہوتے زیادہ ذکر وفکر کی حاجت نہیں۔ واقعی کھانے پینے اور پہننے بلکہ تمام امور میں توسط حال اور میانہ روی بہت ہی زیبا اور عمدہ ہے

نہ چنداں بخود کزوہانت بر آید
نہ چندانکہ از ضعف جانت بر آید
نہ کھا اتنا کہ نکلے منہ سے باہر
نہ کم اتنا کہ تن سے جان نکلے

اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چالیس آدمیوں کی قوت عطا فرمائی تھی۔ جس کے سبب سخت بھوک برداشت کر لیا کرتے تھے اور اصحاب کرام بھی حضرت خیر البشر علیہ الصلوۃ والسلام کی صحبت کی برکت سے اس بوجھ کو اٹھا سکتے تھے اور ان کے اعمال وافعال میں کسی قسم کا فتور اور خلل نہ آتا تھا اور بھوک کی حالت میں دشمنوں کی لڑائی پر اس قدر طاقت رکھتے تھے کہ سیر شکموں کو اس کا دسواں حصہ بھی نصیب نہ تھی۔ یہی باعث تھا کہ بیس صابر آدمی دو(۲) سو کافروں پر غالب آجاتے تھے اور سو آدمی ہزار پر غلبہ پا جاتا تھا اور صحابہ کے سوا اور لوگ بھوک برداشت کرنے والوں کا تو یہ حال ہے کہ آداب وسنن کے بجالانے سے عاجز ہیں بلکہ بسا اوقات فرائض کو بھی بمشکل ادا کر سکتے ہیں۔ بغیر طاقت کے اس امر میں صحابہ کی تقلید کرنا گویا فرائض وسنن کے ادا کرنے میں آپ کو عاجز کرنا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقلید کر کے وصال کے روزے اختیار کیے اور ضعف وناتوانی سے بیخود ہو کر زمین پر گر پڑے۔ آنحضرت ﷺ نے اعتراض کے طور پر فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو میری مانند ہو۔ میں رات کو اپنے رب کے پاس ہوتا ہوں اور وہی مجھے کھلاتا ہے۔ پس انہوں نے طاقت کے بغیر تقلید کرنا بہتر اور پسند نہ جانا۔

اور نیز اصحاب کرام حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکت سے کثرت جوع کی پوشیدہ تکلیفوں سے محفوظ اور مامون تھے اور دوسروں کو یہ حفظ وامن میسر نہیں۔ اس کا بیان یہ ہے کہ زیادہ بھوک البتہ صفائی بخشتی ہے۔ بعض کے دل کو اور بعض کے نفس کو صفائی بخشتی ہے۔ قلب کی صفائی سے ہدایت بڑھتی ہے اور نور زیادہ ہوتا ہے اور نفس کی صفائی سے گمراہی زیادہ ہوتی اور سیاہی بڑھتی ہے۔ یونان کے فلاسفر اور برہمنوں اور جوگیوں کو بھوک کی ریاضت نے صفائی بخش کر گمراہی اور خسارہ میں ڈال دیا۔ افلاطون بے وقوف نے اپنے نفس کی صفائی پر بھروسہ کیا اور اپنی خیالی کشفی صورتوں کو اپنا مقتدا بنا کر مغرور ہو رہا اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو اس زمانہ میں مبعوث ہوئے تھے ایمان نہ لایا اور یوں کہا کہ نَحْنُ قَوْمٌ مَهْدِيُّوْنَ لَا حَاجَةَ بِنَا اِلٰى مَنْ يَهْدِيْنَا (ہم ہدایت یافتہ لوگ ہیں ہمیں کسی ہدایت دینے والے کی حاجت نہیں)۔ اگر اس میں یہ ظلمت بڑھانے والی صفائی نہ ہوتی۔ تو اس کی خیالی کشفی صورتیں ان کو راہ راست سے نہ روکتیں اور مطلب کے پانے سے اس کو مانع نہ ہوتیں۔ اس نے اسی صفائی کے گمان پر اپنے آپ کو نورانی خیال کیا اور اس نے نہ جانا کہ یہ صفائی اس کے نفس امارہ کے باریک چمڑے سے آگے نہیں گزری اور اسکا نفس امارہ اپنی پہلی خبث ونجاست پر ہے۔ اس کی مثال بعینہ اسی طرح ہے جس طرح نجاست مغلظہ کو رقیق غلاف کی شکل میں ظاہر کر دکھائیں۔ قلب جوفی حد ذاتہ پاکیزہ اور نورانی ہے۔ نفس ظلمانی کی ہم نشینی سے جو زنگار اس پر آجائے تھوڑے سے تصفیہ کے ساتھ اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے اور نورانی ہو جاتا ہے۔ برخلاف نفس کے جوفی حد ذاتہٖ خبیث ہے اور ظلمت اسکی ذاتی صفت ہے۔ جب تک قلب کی سیاست اور سنت کی متابعت اور شریعت کی اتباع بلکہ محض فضل خداوندی سے پاک وصاف نہ ہو جائے اور اس کا خبث ذاتی دور نہ ہو جائے۔ تب تک اس سے نجات اور بہتری متصور نہیں۔ افلاطون نے اپنی کمال جہالت سے اپنی صفائی کو جو اس کے نفس امارہ سے تعلق رکھتی تھی حضرت عیسیٰؑ کے قلب کی صفائی کی طرح خیال کیا اور اپنے آپ کو بھی ان کی طرح مہذب اور مطہر خیال کر کے انکی متابعت کی دولت سے محروم رہا اور ہمیشہ کے خسارہ میں پڑا رہا اَعَاذَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ هٰذَا الْبَلَاءِ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بلا سے بچائے۔

جب اس قسم کے خطرے بھوک میں پائے جاتے تھے۔ اس واسطے اس طریق کے بزرگوں نے

بھوک کی ریاضت کو ترک کیا اور کھانے پینے میں اعتدال کی ریاضت اور میانہ روی کے مجاہدہ کی طرف رہنمائی کی اور بھوک کے نفعوں اور فائدوں کو اس بڑے ضرر کے احتمال پر ترک کر دیا اور دوسروں نے بھوک کے منافع کا ملاحظہ کر کے اس کے ضرر کی طرف نہ دیکھا اور بھوک کی طرف ترغیب دی اور عقلمندوں کے نزدیک یہ بات ثابت اور مقرر ہے کہ ضرر کے احتمال پر بہت سے منافع کو چھوڑ سکتے ہیں اور اسی کلام کے قریب قریب ہے جو علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی امر سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو۔ تو سنت کے بجالانے کی نسبت بدعت کا ترک کر دینا بہتر ہے۔ یعنی بدعت میں ضرر کا احتمال ہے اور سنت میں نفع کی امید۔ پس ضرر کے احتمال کو نفع کی امید پر ترجیح دے کر بدعت کو ترک کر دینا چاہئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ سنت کے بجالانے میں دوسری طرف سے ضرر پیدا ہو۔ اس سخن کی حقیقت یہ ہے کہ وہ سنت گویا اسی زمانہ پر موقوف ہے۔ بعض نے چونکہ دِقّت و خفا کے باعث اس کے معرفت ہونے کو معلوم نہ کیا۔ اس لئے اس کی تقلید میں دلیری اور جلدی کی اور بعض نے اس کو معرفت جان کر اس کی تقلید اختیار نہ کی۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ اس طریقہ علیہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس طریق کی نسبت حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ برخلاف دوسرے طریقوں کے۔ اگر مدعی کہے کہ اکثر طریق امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتے ہیں اور حضرت امام جعفر صادقؓ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ پھر دوسرے سلسلے حضرت صدیقؓ کی طرف کیوں منسوب نہ ہوں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی نسبت رکھتے ہیں اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے بھی اور حضرت امام میں ان دونوں اعلیٰ نسبتوں کے جمع ہونے کے باوجود ایک نسبت کے کمالات جدا اور ایک دوسرے سے متمیز ہیں۔ بعض نے صدیقی مناسبت کے باعث حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسبت صدیقیہ حاصل کی اور حضرت صدیق ابو بکر کی طرف منسوب ہو گئی اور بعض نے امیری مناسبت کے نسبت امیریہ اخذ کی اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہو گئے۔

یہ فقیر ایک دفعہ پرگنہ بنارس میں گیا ہوا تھا۔ جہاں کہ دریائے گنگا اور جمنا باہم ملتے ہیں۔ وہاں دونوں پانیوں کے ملنے کے باوجود محسوس ہوتا ہے۔ کہ گنگا کا پانی الگ ہے اور جمنا کا پانی جدا دونوں کے درمیان برزخ ہے جو دونوں پانیوں کو آپس میں ملنے نہیں دیتا اور جو لوگ دریائے گنگا کے پانی کی طرف ہیں وہ اس جمع ہوئے پانی سے گنگا کا پانی پیتے ہیں اور جو لوگ دریائے جمنا کے پانی کی طرف ہیں وہ دریائے

جمنا کا پانی پیتے ہیں۔

اور اگر کہیں کہ خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ نے رسالہ قدسیہ میں تحقیق کی ہے کہ حضرت امیرؓ نے جس طرح حضرت رسالت خاتمیت علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے تربیت پائی ہے۔ اسی طرح حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی پائی ہے۔ پس حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی نسبت بعینہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت ہے پھر ان میں کیا فرق ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ نسبت کے متحد ہونے کے باوجود محل و مقام کے تعدد کی خصوصیتیں اپنے حال پر ہیں۔ ایک ہی پانی مختلف مکانوں کے باعث الگ الگ خصوصیتیں پیدا کر لیتا ہے۔ پس جائز ہے کہ ہر ایک کی خصوصیت کی طرف نظر کر کے ہر ایک طریقہ اس کی طرف منسوب ہو۔

سوال چہارم کا حاصل یہ ہے کہ ملا محمد صدیق کے مکتوب میں لکھا ہے کہ ایک شخص ولایت موسوی کی استعداد رکھتا ہے اس کو کوئی صاحب تصرف ولایت محمدی کی استعداد میں نہیں لا سکتا اور درویش زادہ کلاں قدس سرہٗ کے مکتوبات میں لکھا ہے کہ تم کو ولایت موسوی سے ولایت محمدی میں لے آیا۔ ان دونوں باتوں میں موافقت کس طرح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جو ملا محمد صدیق کے مکتوب میں واقع ہے کہ معلوم نہیں ہے کہ ولایت موسوی سے ولایت محمدی میں لے جا سکیں۔ اس وقت اس امر کے واقع ہونے کا علم نہ تھا اسکے بعد اس امر کا علم اور تغیر و تبدل کی قدرت عطا فرما دی اور پھر لکھا ہے کہ تم کو اس ولایت سے ولایت محمدی میں لے گئے۔ زمانہ متحد نہیں ہے تاکہ تناقص متصور ہو۔

سوال پنجم کا حاصل یہ ہے کہ اس جگہ کے صوفی پیراہن پیش چاک پہنتے ہیں اور اس کو سنت جانتے ہیں اور بعض کتب معتبرہ فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیراہن پیش چاک مردوں کو نہ پہننا چاہئے کہ عورتوں کا لباس ہے۔

امام احمد علیہ الرحمۃ اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اس مرد پر جو عورت کا لباس پہنے اور اس عورت پر جو مرد کا لباس پہنے لعنت ہے اور مطالب المومنین میں ہے کہ عورت مرد کی مشابہت نہ کرے اور مرد عورت کی مشابہت نہ کرے۔ کیونکہ دونوں پر لعنت ہوتی ہے۔

بلکہ مفہوم ہوتا ہے کہ پیراہن پیش چاک اہل علم اور اہل دین کا شعار نہیں ہے۔ اسی واسطے اہل ذمہ کے لئے یہ لباس تجویز کیا گیا ہے۔ جامع الرموز اور محیط میں منقول ہے کہ وہ لباس جو اہل علم اور اہل دین کے ساتھ مخصوص ہے یعنی رداء اور عمامہ اہل ذمہ نہ پہنیں بلکہ موٹے کپڑے کی قمیص پہنیں جس

کے سینے پر عورتوں کی طرح چاک ہو۔

اور نیز بعض علماء کے قول کے موافق پیش چاک قمیص نہیں ہے بلکہ درع ہے۔ ان کے نزدیک قمیص وہ ہے جس کے دونوں کندھوں پر چاک ہوں۔ جامع الرموز اور ہدایہ میں جہاں عورت کے کفن کا بیان ہے۔ لکھا ہے کہ قمیص کے بدلے درع ہے اور ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ درع کا چاک سینے میں ہوتا ہے اور قمیص کا چاک دونوں کندھوں کی طرف اور بعض ترادف کے قائل ہیں۔ یعنی دونوں کا ایک ہی معنی سمجھے ہیں۔

فقیر کے نزدیک بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب مردوں کو عورتوں کا سا لباس پہننا منع ہے۔ تو جہاں عورتیں پیراہن پیش چاک پہنتی ہیں۔ وہاں مردوں کو چاہئے کہ عورتوں کی مشابہت کو ترک کر کے پیراہن حلقہ گریبان پہنیں اور جس جگہ عورتیں پیراہن حلقہ گریبان پہنتی ہیں وہاں مرد پیراہن پیش اختیار کریں اور عرب میں عورتیں پیراہن حلقہ گریبان پہنتی ہیں۔ اس لئے مرد پیراہن پیش چاک پہنتے ہیں اور ماوراء النہر اور ہند میں عورتوں کا لباس پیراہن پیش چاک ہے۔ اس لئے مرد پیراہن حلقہ گریبان اختیار کریں۔

میاں شیخ عبدالحق دہلوی بیان کرتا تھا کہ میں حضرت مکہ میں تھا کہ میں نے دیکھا کہ شیخ نظام نارنولی کا ایک مرید پیراہن حلقہ گریبان پہنے ہوئے طواف کر رہا ہے اور عرب کے لوگ اس کی پیراہن دیکھ کر تعجب کرتے اور کہتے ہیں کہ عورتوں کا پیرہن پہنا ہوا ہے۔ پس عرف وعادت کے اعتبار سے عرب کے طریق پر بھی عمل کرنا بہتر ہوگا اور ہند و ماوراء النہر کے عمل کے موافق بھی بہتر ہوگا۔ لِکُلٍّ وِجۡهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا ہر ایک کے لئے ایک جہت ہے جس کی طرف وہ منہ کرنے والا ہے۔

اگر پیراہن پیش چاک کا سنت ہونا ثابت ہوتا تو علماء حنفیہ یہ لباس اہل ذمہ کیلئے تجویز نہ کرتے اور اہل علم اور اہل دین کے ساتھ ہی مخصوص رکھتے۔ چونکہ عورتیں اس لباس میں پیش قدم ہیں۔ اس جگہ مردوں کا لباس عورتوں کے لباس کے تابع ہو گیا ہے۔

سوال ششم کا حاصل یہ ہے کہ جب ابتدا ہی سے اس طریق کے طالبوں کی توجہ احدیت صرف کی طرف ہے۔ تو چاہئے کہ توجہ نفی اثبات کے ساتھ جمع نہ ہو۔ کیونکہ نفی کے وقت غیر کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

جواب یہ ہے کہ غیر کی طرف توجہ کرنا توجہ احدیت کی تقویت اور تربیت کیلئے ہے اور غیر کی نفی سے مقصود اغیار کی مزاحمت کے اس توجہ کا دائمی طور پر حاصل ہونا ہے پس غیر کی نفی کی توجہ احدیت کی توجہ کے منافی نہ ہوگی۔ کیونکہ احدیت کی توجہ کے منافی غیر کی توجہ ہے نہ کہ غیر کے نفی کی توجہ شَتَّانَ

مَابَینَھُمَا ان دونوں میں بہت فرق ہے۔

سوال ہفتم کا حاصل یہ ہے اس کا طریقہ میں مبتدی جو ذکر کام و زبان سے کہتا ہے۔ اسی ذکر کو دل سے بھی کہتا ہے۔ تو پھر دل نفی اثبات کا پورا ذکر کرتا ہے یا نہیں۔ اگر پورا ذکر کرتا ہے تو پھر لَا کو اُوپر کی طرف اور اِلَّا کو دائیں طرف کیوں پھیرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قلب اگر تمام ذکر کہے تو کیا نقصان ہے اور لَا کو اُوپر کی طرف اور اللہ کو دائیں طرف پھیرتے ہیں اور اِلَّا اللہ کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ اس طریق میں نفی اثبات کو تخیل میں ادا کرتے ہیں اور کام و زبان سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ تاکہ جو کچھ کہتے ہیں دل اس کو بخوبی قبول کرلے۔

آپ کے یہ دو اخیر کے سوال فخر رازی کی تشکیکات کی قسم سے ہیں۔ اگر آپ ان سوالوں کی طرف بخوبی توجہ کرتے تو جلدی آپ کا شک رفع ہو جاتا۔

باقی مقصود یہ ہے کہ وہاں کے بعض یاروں نے کئی دفعہ لکھا ہے کہ میر محمد نعمان ان دنوں میں طالبوں کے احوال پر کچھ غور و پرداخت نہیں کرتے اور عمارت کے بنانے میں لگے ہوئے ہیں اور فتوحات کا روپیہ عمارت پر خرچ کر رہے ہیں۔ جس سے فقرا بے نصیب رہ جاتے ہیں۔ یاروں نے ان حالات کو اس طرح لکھا تھا کہ ان سے اعتراض اور روگردانی کی آمیزش مفہوم ہوتی تھی اور انکار کی بو آتی تھی۔ آپ بخوبی سمجھ لیں کہ اس گروہ یعنی اہل اللہ کا انکار زہر قاتل ہے اور بزرگوں کے افعال و اقوال پر اعتراض کرنا زہر افعی ہے جو ہمیشہ کی موت اور دائمی ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ خاص کر جب کہ یہ اعتراض و انکار پیر کی طرف عائد ہو اور پیر کی ایذا کا سبب ہو۔ اس گروہ کا منکر ان کی دولت سے محروم ہے اور ان پر اعتراض کرنے والا ہمیشہ نا امید اور زیاں کار رہتا ہے۔ جب تک پیر کے تمام حرکات و سکنات مرید کی نظر میں زیبا اور مجرب نہ ہوں۔ تب تک پیر کے کمالات سے اس کو کچھ حصہ نہیں ملتا اور اگر کچھ کمال حاصل بھی کرلے تو یہ استدراج ہے جس کا انجام خرابی و رسوائی ہے۔ مرید اپنے پیر کی کمال محبت اور اخلاص کے باوجود اگر اپنے آپ میں بال بھر میں اعتراض کی گنجائش دیکھے تو اسے سمجھنا چاہئے کہ اس میں خرابی ہے اور وہ پیر کے کمالات سے بے نصیب ہے۔ اگر بالغرض پیر کے کسی فعل میں شبہ پیدا ہو جائے اور کسی طرح دفع نہ ہو سکے۔ تو اس کو اس طرح دریافت کرے۔ کہ اعتراض کی آمیزش سے پاک اور انکار کے گمان سے صاف ہو۔ کیونکہ اس جہان میں حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اگر پیر سے کسی وقت خلاف شریعت امر صادر ہو جائے۔ تو مرید کو چاہئے۔ کہ اس امر میں پیر کی تقلید نہ کرے اور جہاں تک ہو سکے حسن ظن کے ساتھ اس کو نیک وجہ پر محمول کرے اور اس امر کی صحت و درستی کی وجہ تلاش کرتا رہے اگر صحت کی وجہ نہ ملے تو چاہئے کہ اس ابتلاء کے دفع کرنے میں حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا و تضرع کرے

اور گریہ وزاری سے پیر کی سلامتی طلب کرے اور اگر مرید کو پیر کے حق میں کسی امر مباح کے ارتکاب کے باعث کوئی شبہ پیدا ہو۔ تو اس شبہ کا کچھ اعتبار نہ کرے جب مالک الوجود جل شانہٗ نے امر مباح کے اختیار کرنے سے منع نہیں کیا اور کوئی اعتراض نہیں فرمایا تو پھر دوسرے کا کیا حق ہے کہ اپنے پاس سے اعتراض کرے۔ بسا اوقات کئی جگہ اولیٰ کے بجالانے سے اس کا ترک کرنا بہتر ہوتا ہے۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آیا ہے اِنَّ اللّٰہَ کَمَا یُحِبُّ اَنْ یُّؤْتٰی بِالْعَزِیْمَۃِ یُحِبُّ اَنْ یُؤْتٰی بِالرُّخْصَۃِ کہ اللہ تعالیٰ جس طرح عزیمت کا بجالانا دوست رکھتا ہے۔ اسی طرح رخصت پر عمل کرنا بھی پسند کرتا ہے۔

حضرت میر کو بے شمار فیض حاصل ہیں اگر فیض کے دنوں میں مریدوں کے احوال پر غور نہ بھی کریں اور بعض امور مباحہ سے اپنی تسلّی کریں تو کوئی اعتراض کی جگہ نہیں ہے ایسے حال میں عبداللہ اصطغری اپنی تسلی کے لئے سگبانوں کے ہمراہ جنگل میں شکار کے واسطے چلے جایا کرتے تھے اور بعض مشائخ ایسے حال میں سماع ونغمہ سے اپنی تسلّی کیا کرتے تھے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا اور حضرت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

عرض داشت اوّل

جو مغفرت پناہ مخدوم زادہ کلاں قدس سرہٗ نے لکھی تھی

حضور کا کمترین غلام محمد صادق عرض کرتا ہے کہ اس طرف کے احوال واوضاع حضور کی عالی توجہ کی برکت سے ظاہری باطنی جمعیّت کے ساتھ گزر رہے ہیں۔ مدت گزری ہے کہ حضور کے خادموں کی طرف سے دل منتظر اور پریشان تھا۔ آج عریضہ لکھنے کے دن میاں بدرالدین آیا اور اس نے حضور کی کامل خیر وعافیت کا حال سنایا۔ بے حد و بے اندازہ فرحت وخوشی حاصل ہوئی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی حَمْدًا کَثِیْرًا عَلٰی ذٰلِکَ اس پر اللہ تعالیٰ کی بیشمار حمد ہے۔

قبلہ گاہا۔ حافظ بہاؤالدین نے تیرہویں رات کو قرآن مجید ختم کیا اور چودہویں رات کو حافظ موسیٰ نے شروع کیا ہے پانچ پانچ سیپارہ ہر رات کو پڑھتا ہے۔ انیسویں رات کو ختم کرلے گا۔ عشرہ اخیر میں میں قرآن مجید ختم کرنے کے لئے حافظ بہاؤالدین ہی مقرر ہوا ہے۔

حضرت سلامت ایک رات نماز تراویح میں حافظ قرآن پڑھ رہا تھا کہ ایک نہایت وسیع اور نورانی مقام ظاہر ہوا۔ گویا کہ حقیقت قرآنی کا مقام تھا اور ایسا معلوم ہوا کہ حقیقت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس مقام کا اجمال ہیں گویا دریائے اعظم کو کوزہ میں بند کیا ہے اور یہ مقام حقیقت محمدی کی تفصیل ہے۔ اکثر انبیاء اور کامل اولیاء نے اپنے اپنے قدر کے موافق اس مقام سے کچھ کچھ حاصل کیا ہے۔ لیکن اس مقام کا کامل اور تمام حصہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔ اس حقیر کو بھی اس مقام سے تھوڑا سا حصہ مل گیا۔ اللہ تعالیٰ حضور کی توجہ عالی سے کامل حصہ نصیب کرے۔ ابھی تک یہ مقام اچھی طرح واضح نہیں ہوا۔ باقی احوال جمعیّت سے گزر رہے ہیں اور اس ماہ معظم میں بڑی برکت مفہوم ہوتی ہے اخی محمد سعید کے اوضاع واحوال بہت اچھے ہیں اور اس کے اوقات جمعیّت وذکر سے گزر رہے ہیں۔ شہر کے یار بھی بڑے ذوق سے حاضر ہوتے ہیں۔

فقیر نے ابھی تک چار سیپارہ سے کچھ اوپر حفظ کیا ہے۔ عید کے دن تک امید ہے کہ پانچ سیپارہ تک یاد ہو جائیں گے۔ وَالْعُبُوْدِیَّۃ۔ آداب بندگی

عرض داشت دوم

کمترین بندگان محمد صادق عرض کرتا ہے کہ اس طرف کے احوال واوضاع شکر کے لائق ہیں اور اس ذات کعبہ مرادات کی خیریت معہ خادموں اور مخلصوں کے مطلوب اور مسئول ہے۔

حضور کا سرفراز نامہ اور بزرگ صحیفہ جو اسمٰعیل کے ہمراہ ارسال فرمایا تھا۔ صادر ہوا۔ اس کے

مطالعہ سے نہایت ہی خوشی حاصل ہوئی۔ حق تعالیٰ اپنے نبی امی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اوران کی آل بزرگوار رضی اللہ عنہم کے طفیل اس قبلہ عالمیان کی مہربانی کا سایہ تمام اہل اسلام کے سر پر باقی و قائم و دائم رکھے۔

قبلہ گاہا- فقیر اپنے خراب احوال کیا لکھے۔ اپنے ماضی وحال کے صادر ہوئے ہوئے اعمال اور ضائع ہوئے ہوئے احوال پر بڑی حسرت وندامت آرہی ہے۔ آرزو تو یہی رہتی ہے کہ کوئی لحظہ اور کوئی ساعت حق تعالیٰ کی رضا کے برخلاف نہ گزرے۔ لیکن ایسا ہو نہیں سکتا ہاں اگر حضور کے خادموں کی توجہ مدد و دستگیری فرمائے۔ تو بڑی بات نہیں۔ ع

از کریماں کا رہا دشوار نیست

ترجمہ ع کریموں پر نہیں یہ کام دشوار

الحمد للہ کہ اب تک حضور کی توجہ شریف کی برکت سے جس طرح کہ حضور نے فرمایا تھا۔ استقامت حاصل ہے اور ابھی تک اس میں کوئی فتور نہیں آیا۔ بلکہ دن بدن ترقی وزیادتی کا امیدوار ہے۔ فجر وظہر وعصر کے بعد حلقہ بیٹھتا ہے اور حافظ بہاؤالدین کاموں سے فرصت پاکر قرآن مجید پڑھتا ہے یہ فقیر بعض اوقات قبض میں ہے بعض اوقات بسط میں اور قبض وبسط اور توجہ وذوق اور آرام وغیرہ بدن سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس سے آگے تجاوز نہیں کرتے اور لطائف کا حال یہ ہے کہ نہ متوجہ ہیں نہ غافل۔ اگر متوجہ ہیں تو ان کی توجہ علم حضوری کی مانند بلکہ اس کا عین ہے اور توجہ اور ذوق وغیرہ کو ظلال میں داخل جانتا ہے اور ظل سے متجاوز معلوم نہیں کرتا۔ لطائف اوّل اوّل بدن کے ساتھ ملے ہوئے تھے اور نظر بصیرت میں بدن کے سوا اور کوئی امر مفہوم نہ ہوتا تھا۔ جیسا کہ حضور موفور السرور کی خدمت میں عرض کیا گیا تھا۔ اب بدن سے ممتاز اور الگ دکھائی دیتے ہیں۔ یہ مقام بقا کا مقام ہے۔ بقا کے بعد پھر ایک قسم کی فنا لطائف پر طاری ہوئی اور ایسا معلوم ہوا کہ اس فنا کے بغیر جو بقا کے بعد ہے۔ کام کا تمام ہونا میسر نہیں ہوتا۔

اب چند روز سے پھر قبض کی حالت میں ہے اور باطنی معاملہ کمی میں ہے دیکھیں کیا ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن ابھی تک عالم کی طرف توجہ نہیں ہوئی۔ چونکہ احوال کا عرض کرنا ضروری تھا اس لئے ان چند کلمات کے لکھنے پر جرأت کی۔

قبلہ گاہا۔ فقیر ہر رات حضرت کو خواب میں دیکھتا ہے۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ کہ تعلقات رسمیہ میں داخل ہے۔ وَالْعُبُوْدِیَّۃِ۔ آداب بندگی

عرض داشت سوم

کمترین بندگان محمد صادق عرض کرتا ہے کہ یہ حقیر مدت سے مقبوض اور مغموم تھا۔ آخر کار حضور کی محض پاک توجہ سے حق تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور بسط عظیم لاحق ہوئی۔ اس بسط میں ایسا معلوم ہوا۔ کہ جس طرح آگے یاد و توجہ اس شخص کیطرف سے ہوتی تھی۔ اب جو کچھ ہے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اپنے آپ میں قبول کی قابلیّت کے سوا اور کچھ نہیں پاتا۔ اس آئینہ کی طرح کہ جس پر سورج طلوع کرے اور اس طلوع کے باعث بدن و لطائف سے تمام ظلمت و کدورت دور ہو جائے اور اس میں کماحقہ نور و برکت حاصل ہو جائے۔ پس اس بسط سے میرا سینہ کشادہ اور میرا قلب وسیع ہو گیا اور بدن نورانی اور روشن بن گیا اور لطائف بہ نسبت سابقہ رُوح و سر سے زیادہ لطیف ہو گئے اور میں نے معلوم کیا کہ تجلّی اکمل لطائف میں سے قلب پر ہے۔ جب میں نے قلب کی طرف دیکھا تو اس میں ایک اور قلب ظاہر ہوا۔ جس پر تجلّی واقع ہوئی ہے۔ جب میں نے اس قلب کے قلب کی طرف دیکھا تو اس پر ایک اور قلب دکھائی دیا۔ اسی طرح بے نہایت قلب ظاہر ہوئے۔ اور کوئی قلب بسیط ایسا ظاہر نہ ہوا جس میں اور قلب ظاہر نہ ہوا ہو۔ میرے گمان میں اب تک قلب بسیط کی انتہا نہیں آئی اور معلوم ہوا کہ اس حالت کی نسبت پہلے حالات بے جا تکلفات تھے اور اس مقام کا صرف نام ہی نام دل پر گزرتا تھا۔ جس کو بے ادبی کے باعث نہ لکھا گیا تھا۔ قبلہ گاہا۔ یہ سب کچھ حضور کی پاک توجہ کا کمتر اثر ہے بیت۔

گر بر تن من زباں شود ہر موئے یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

ترجمہ اگر ہر بال میں میری زباں ہو
نہ پھر بھی کچھ شکر مجھ سے عیاں ہو

حضرت سلامت حضور کے خادموں کی خدمت میں حاضر ہونے کی آرزو بیان سے باہر ہے۔ ہر گھڑی یہی تصور ہے۔ کہ وہ کون سا نیک اور خوش وقت ہو گا۔ کہ یہ اعلیٰ مطلب اور بلند مقصد حاصل ہو گا۔ اس آرزو کے سوا اور کوئی خواہش نہیں رہی۔ حق تعالیٰ اپنے پاک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل بہت اچھے طریق سے یہ دولت عظمیٰ نصیب کرے۔

وَالْعُبُوْدِیَّةِ آداب بندگی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَاٰخِرًا

تَمَّتْ

صاحبانِ ذوق و محبت اور اربابِ فکر و نظر

مژدۂ جانفزا

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے

بہار آفریں قلم سے نکلا ہوا لازوال شاہکار

درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے معمور تصنیف

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکمل سیٹ سات جلدیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور





